انسائیکلوپیڈیا - ۸

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
ظہران یونیورسٹی سعودی عرب

ادارہ معارف اسلامی
منصورہ ○ لاہور

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا :
مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ
جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے
اُسے دین میں تفقہ عطا فرما دیتا ہے
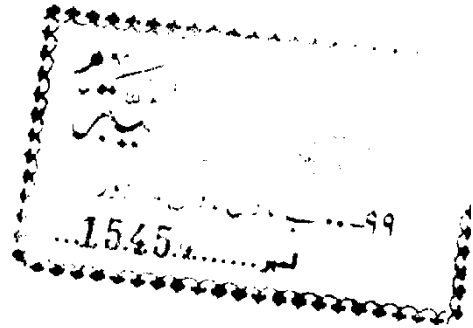
انسائیکلوپیڈیا۔۸

موسوعہ فقہ حضرت امام حسن بصریؒ

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
پروفیسر یونیورسٹی آف پٹرولیم و معدنیات
ظہران، سعودی عرب

اردو ترجمہ : مولانا عبدالقیوم

ادارہ معارف اسلامی
منصورہ ○ لاہور

نام کتاب	:	موسوعہ فقہ حضرت امام حسن بصریؒ
نام مصنف	:	ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
اردو ترجمہ	:	مولانا عبدالقیوم
باہتمام	:	ادارہ معارف اسلامی منصورہ۔ لاہور
مطبع	:	[illegible]رز۔ لاہور
قیمت	:	515/- روپے
اشاعت اول	:	۲۰۰[illegible]ء (۱۰۰۰)

تقسیم کنندہ: **مکتبہ معارف اسلامی**

منصورہ ملتان روڈ لاہور۔ 54570

فون نمبر 5432476-5432419-5419520

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ظہران یونیورسٹی سعودی عرب کے پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے مرتب کردہ فقہ سلف کے سلسلہ موسوعات (فقہ انسائیکلو پیڈیا) کا یہ موسوعہ فقہ حضرت امام حسن بصریؒ کے نام سے شائع کرنے کی سعادت ادارہ معارف اسلامی منصورہ کو حاصل ہو رہی ہے۔ اس موسوعہ میں پروفیسر محمد رواس قلعہ جی نے امام التابعین حضرت حسن بصریؒ کی فقہی آراء کو بڑی محنت کے ساتھ جمع کیا ہے اور ان کو جدید فقہی اسالیب کے انداز میں حروف ابجد کے حساب سے مرتب کر دیا ہے۔ فاضل مرتب نے اصل مآخذ کے حوالہ جات انتہائی احتیاط اور پورے اہتمام کے ساتھ درج کر دیئے ہیں۔ اس طرح انہوں نے تحقیق کے اصولوں کی خوب پاسداری کی ہے۔

ادارہ معارف اسلامی کا قیام عمل میں لاتے ہوئے اس کے جو اہداف و مقاصد مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے متعین فرمائے تھے اُن میں یہ بات بھی شامل تھی کہ گزشتہ چودہ سو سال کے دوران میں امت کے اصحاب علم و فکر اور مجتہدین نے جو عظیم الشان لٹریچر پیدا کیا ہے' اس میں سے اہم ترین اور مفید کتب کو اردو زبان میں منتقل کر کے ایک ایسے اسلوب میں پیش کرنا جو جدید ذہن کو مطمئن کر سکتا ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے ادارہ نے پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے مرتب کردہ فقہ انسائیکلو پیڈیا کا اردو زبان میں ترجمہ کر دیا۔ نومبر ۱۹۸۹ء میں اس شاہکار منصوبے کی پہلی جلد فقہ حضرت ابوبکرؓ کے عنوان سے شائع کرائی گئی۔ اس کے بعد فقہ حضرت عمرؓ 'فقہ حضرت عثمانؓ ' فقہ حضرت علیؓ 'فقہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ 'فقہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور فقہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ شائع کی گئیں۔ آخر الذکر موسوعہ دسمبر ۲۰۰۰ء میں شائع کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اہل علم حضرات میں ان سب کتب کی اچھی پذیرائی ہوئی اور ان سب کے کئی ایڈیشن شائع کیے جاتے رہے۔

الحمد للہ اب اس عظیم منصوبے کی آٹھویں جلد فقہ حضرت امام حسن بصریؒ شائع کی جا رہی ہے۔ (جیسا کہ مصنف نے اپنے دیباچے میں ذکر کیا ہے' اصل میں تو یہ نویں جلد ہے۔ درمیان کی ایک جلد ''موسوعہ فقہ حضرت ابراہیم نخعیؒ ''ہم ابھی تک شائع نہیں کر سکے اس لیے ہماری شائع کردہ یہ آٹھویں جلد ہے۔) اس کتاب کا عربی سے اردو زبان میں ترجمہ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب (فیصل آباد) نے بڑی محنت' یکسوئی اور مہارت کے ساتھ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے! آمین۔ اللہ تعالیٰ ادارہ معارف اسلامی کے تمام منتظمین اور کارکنان کو بھی اجر دے جن کی محنت اور توجہ سے یہ کتب شائع ہو سکی ہیں۔

امام حسن بصریؒ علم و معرفت کی دنیا میں بلند مقام پر فائز تھے۔ وہ ایک جامع الصفات شخصیت کے

حامل تھے۔ ادارہ معارف اسلامی نے سید التابعین امام حسن بصریؒ اور اُن کی تفسیری خدمات پر اردن کے ایک فاضل صاحب علم احمد اسماعیل البسیط کی تالیف کا اردو زبان میں ترجمہ کرایا تھا اور اپریل ۱۹۹۴ء میں شائع کی تھی۔ اُس کتاب میں امام حسن بصریؒ کی تفسیری آراء پیش کی گئی تھیں۔ امام حسن بصریؒ اپنے زمانے کے مفسر، محدث، فقیہ، مجاہد فی سبیل اللہ، زاہد و مرشد و واعظِ ربانی بھی تھے۔ وہ بڑے فصیح اللسان اور بلیغ البیان تھے۔ غرض ان کی ذات اقدس میں بہت سی خوبیاں وافر مقدار میں جمع ہو گئی تھیں۔ اُن کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹتے اور زبان سے پھول بن کر جھڑتے تھے۔

امام حسن بصریؒ کو علم فقہ میں سب سے نمایاں مقام حاصل تھا۔ حتیٰ کہ اس میدان میں ان کی سبقت کا تمام علماء نے اعتراف کیا ہے۔ قتادہ نے کہا کہ ''میں نے جس فقیہ کی مجلس میں شرکت کی، اُس سے حسن بصریؒ کو برتر اور افضل پایا۔'' بکر بن عبداللہ المزنی کا قول ہے کہ ''جو شخص ہمارے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ کو دیکھنا پسند کرے وہ حسن بصریؒ کو دیکھ لے۔''

امام حسن بصریؒ نے بعض فقہی اجتہادات کے اندر اپنے معاصر فقہاء نیز فقہائے سلف سے الگ راہ اختیار کی۔ فاضل مؤلف محمد رواس قلعہ جی نے اس کتاب میں ان میں سے چند کا ذکر کیا ہے۔ نیز انہوں نے امام حسن بصریؒ کے فقہ کی تدوین کے طریقہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

امید ہے کہ پاکستان کے اہل علم، فقہائے عظام، وکلاء صاحبان اور عدلیہ کے جج صاحبان پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے مرتب کردہ فقہی انسائیکلوپیڈیا کی آٹھوں جلدوں سے خوب استفادہ کریں گے۔ اس طرح پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کی راہ انشاء اللہ ہموار ہوگی۔

منصورہ، لاہور

۱۵ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ (۳۰ مارچ ۲۰۰۲ء)

خاکسار

محمد اسلم سلیمی

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستھدیہ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و سیآت اعمالنا من یھدہ اللہ فھو المھتدی و من یضلل فلن تجد لہ و لیًّا مرشداً والصلوٰۃ والسلام علی نبی الھدیٰ والرحمۃ و علی الہ و صحبہ و من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین۔

اما بعد!

فقہ سلف کے سلسلۂ موسوعات (انسائیکلوپیڈیا) کی یہ نویں کڑی ہے اور جلیل القدر تابعی امام حسن بصریؒ کے فقہ کے ساتھ مختص ہے جو اپنے زمانہ کے نہ صرف فقیہ، مفسر اور محدث تھے بلکہ مجاہد فی سبیل اللہ اور واعظ ربانی بھی شمار ہوتے تھے۔ ذاتی طور پر مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ منشائے ایزدی یہی ہے کہ حضرت حسن بصریؒ اپنی زندگی کے دوران بھی واعظ ربانی رہیں اور اپنی وفات کے بعد بھی آپ کی یہ حیثیت برقرار رہے۔ یہ بات میں اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر کہتا ہوں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کی فقہ پر یہ کتاب مرتب کرنے کے دوران میں جس پریشانی اور حزن وغم کے اندر گھرا رہا ہوں، اس کا حال اللہ کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ میری اہلیہ بیمار تھی اور میں وطن سے بے وطن ہو چکا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ میرے خلاف میرے دوست سازشوں میں مصروف تھے۔ پریشانیوں کے یہ اسباب تو علماء کے درمیان قدیم سے معروف چلے آ رہے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میرے لیے نئی بات یہ تھی کہ پریشانی کے اس عالم میں مجھے حضرت حسن بصریؒ کی روحانی صحبت میں سکون کا ذریعہ میسر ہو جاتا تھا۔ میں روحانی طور پر آپ کے ساتھ کئی کئی گھنٹے صرف کرتا اور سکون حاصل کرتا۔ میں اپنے یہ اوقات آپ کی فقہ کی تدوین میں صرف نہ کرتا کیونکہ اکثر اوقات اس تدوین کے سلسلہ میں میرا ذہن میرا ساتھ ہی نہ دیتا۔ بلکہ آپ کی صحبت میں میری مصروفیت کی یہ صورت رہتی کہ میں آپ کی شخصیت کے بحر زخار کے ساحل پر جا بیٹھتا اور اس سے اٹھنے والی موجوں پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر دیتا۔ اور پھر نہ صرف آپ کے روحانی فیضان سے فیض یاب ہوتا بلکہ عزیمت اور سکون کی دولت بھی حاصل کرتا۔ اور یوں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے بعد آپ کے ارشادات اور مواعظ میرے لیے نور وضیاء مہیا کرتے رہے۔

آج میں اس توقع کے ساتھ فقہ سلف کی یہ کڑی مکمل کر رہا ہوں کہ جلد ہی امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کی فقہ کی تدوین شروع کر دوں گا۔

میں اللہ کی ذات سے اس امر کا خواستگار ہوں کہ وہ اس کتاب کے ہر حرف کے بدلے مجھے وہ ثواب عطا کرے جو اس کی شان کریمی اور جلالت مآبی کے لائق ہے۔

ابوالمنتصر
محمد رواس قلعہ جی۔
ظہران جامعہ پٹرولیم ومعدنیات
۲ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ۔

حسن بصریؒ

۲۱ھ-تا-۱۱۰ھ

۶۴۲ع-تا-۷۲۸ع

امام حسن بصریؒ کا نام حسن اور کنیت ابوسعید تھی۔ آپ کے والد کا نام یسار اور کنیت ابوالحسن تھی۔ آپ حضرت زید بن ثابتؓ کے آزاد کردہ غلام (مولیٰ) تھے۔(۱) آپ کی والدہ کا نام خیرۃ تھا اور وہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی آزاد کردہ لونڈی (مولاۃ) تھیں۔(۲) آپ کے والد اور والدہ دونوں جنگ: ''میسان'' میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے والے جنگی قیدی تھے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں آزاد ہو جانے کے بعد آپ کے والد نے مدینہ منورہ میں آپ کی والدہ خیرۃ سے نکاح کیا۔(۳) آپ کی پیدائش سن اکیس ہجری میں ہوئی جب کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابھی دو سال باقی تھے۔(۴) اور حضرت عمرؓ نے اپنے دست مبارک سے آپ کی تحنیک کی۔(۵) (کوئی نرم چیز مثلاً شہد وغیرہ نوزائیدہ بچے کو چٹا دینا تحنیک کا عمل کہلاتا ہے۔ مترجم) آپ کے دو بھائی تھے سعید اور عمار۔ سعید کا اشتغال علم حدیث کے ساتھ رہا اور عمار یاد الٰہی میں مصروف رہتے اور کثرت سے گریہ کرتے حتیٰ کہ کثرت بکاء کے نتیجے میں ان کے چہرے پر دو لکیریں بن گئی تھیں۔(۶)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے آپ کی رضاعت

حسن بصریؒ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پاس رہ کر ان کی خدمت کرتی تھیں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ والدہ کام کاج کے سلسلے میں گھر سے باہر چلی جاتیں اور آپ رونے لگتے۔ آپ کو روتا دیکھ کر حضرت ام سلمہؓ اپنا پستان آپ کے منہ میں ڈال دیتیں تاکہ آپ بہل جائیں اور والدہ کی واپسی تک پرسکون رہیں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ پستان میں دودھ اتر آتا اور یہ دودھ ننھے حسنؒ کے پیٹ میں پہنچ جاتا۔ لوگوں کی رائے تھی کہ حسن بصریؒ جس فصاحت وحکمت کے حامل تھے، وہ سب اسی دودھ کی برکت تھی۔(۷) حضرت ام سلمہؓ آپ کو اکثر حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے پاس دعا کے لیے نیز رونے سے چپ کرانے کے لیے لے جاتیں۔ حضرت عمرؓ نے آپ کے لیے ان الفاظ میں دعا کی تھی کہ: ''اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دے۔''(۸)

شکل وشباہت

حضرت حسن بصریؒ بڑے وجیہہ اور حسین وجمیل تھے۔ جوانی کے اندر آپ کا مردانہ حسن پوری طرح نکھر آیا تھا

اور چہرے کی ملاحت پوری طرح نمایاں تھی۔(۹) آپ بڑے جسیم تھے۔اصمعی نے آپ کے والد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''میں نے حسن سے بڑھ کر کسی کے ہاتھ کا گٹا چوڑا نہیں دیکھا۔اس کا عرض ایک بالشت تھا۔''(۱۰) آپ کے سر کے بال بہت زیادہ تھے۔(۱۱) ابرو کے بال جب بڑھ جاتے تو آپ انہیں کتر ڈالتے۔ابوحرہ کہتے ہیں کہ ہم نے حسن بصریؒ کی بیٹی سے استفسار کیا کہ آیا آپ ابرو کے بال کتر لیتے تھے؟ بیٹی نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔(۱۲) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اواخر حیات میں آپ کی داڑھی کے بال کثرت سے سفید ہو گئے تھے جس کی وجہ سے آپ ہر جمعہ داڑھی کو زرد کر لیتے تھے۔(۱۳)

آپ اپنی مونچھیں اس طرح صاف نہیں کرتے جس طرح بعض لوگ کر لیتے ہیں۔(۱۴) بلکہ انہیں ہلکی کر لینے پر اکتفا کر لیتے۔آپ اپنے سر پر سیاہ عمامہ باندھا کرتے تھے۔موسیٰ بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا تھا۔(۱۵) عیسیٰ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ کے سر پر سیاہ پگڑی دیکھی تھی جس کا شملہ پشت پر پڑا ہوا تھا۔آپ نے قمیص پہن رکھی تھی اور چھوٹی سی سبز چادر اوڑھے ہوئے تھے۔(۱۶)

زاہدانہ زندگی

حضرت حسن بصریؒ کا گھرانہ زاہدانہ زندگی بسر کرنے والے علماء کا گھرانہ تھا۔چنانچہ آپ کے گھر میں بس اتنا ہی ساز و سامان تھا جو سردی گرمی سے بچنے کے لیے کم سے کم حد تک ضروری تھا۔مطر کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کی عیادت کے لیے آپ کے گھر گئے۔ہم نے دیکھا کہ گھر میں کوئی چیز نہیں ہے۔نہ کوئی بستر اور نہ کوئی چادر، نہ تکیہ اور نہ چٹائی۔صرف ایک آراستہ پلنگ تھا جس پر آپ لیٹے ہوئے تھے۔(۱۷)

حزن وغم میں ڈوبے رہنا

حضرت حسن بصریؒ حد افراط کو چھوئے بغیر کثرت سے عبادت کرتے تھے۔آپ ہر ماہ ایام بیض (قمری مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخوں) کے روزے رکھتے تھے۔علاوہ ازیں ہر ہفتے سوموار اور جمعرات کے روزے بھی رکھتے اور اشہر حرم (حرمت کے مہینے یعنی رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم) روزے کی حالت میں گزارتے۔(۱۸) لیکن اس کے باوجود اللہ جل شانہ کی جناب میں اپنے آپ کو کوتاہی کا مرتکب تصور کرتے اور ذہن پر ہمیشہ یہ خیال چھایا رہتا کہ اللہ کی نعمتوں کا کماحقہ شکر ادا نہیں ہوا اور جس قدر ادا ہوا ہے، اس کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ قیامت کے دن قابل قبول بھی ہو گا یا غبار بن کر اڑ جائے گا۔اسی تصور کے ماتحت آپ ہمیشہ حزن وغم میں ڈوبے رہتے اور کثرت سے آہ و بکا کرتے۔آپ اکثر یہ فرماتے۔: ''ہم نشیں! کیوں؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ شاید ہماری بعض بداعمالیوں پر گرفت کر کے فرما دے کہ جاؤ! مجھے تمہاری کوئی نیکی قبول نہیں۔''(۱۹) ابراہیم بن عیسیٰ الشکری کہتے ہیں کہ: ''میں نے حسن بصریؒ سے بڑھ کر کسی کو حزن وغم میں ڈوبے رہتے نہیں دیکھا۔میں جب بھی آپ سے ملا، مجھے یہی احساس ہوا کہ آپ پر کوئی تازہ مصیبت آن پڑی ہے۔''(۲۰)

حزن وغم کی اس کیفیت نے حضرت حسن بصریؒ کے لبوں سے مسکراہٹ اور منہ سے ہنسی اڑا دی تھی۔حتیٰ کہ یوسف بن اسباط کے قول کے مطابق آپ پر تیس سال کا عرصہ گزر گیا اور اس دوران آپ ایک دفعہ بھی نہیں ہنسے۔

(۲۱) اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے خیال میں مومن کی ہنسی اس کے دل کی غفلت کی علامت ہے۔ (۲۲)

حکیمانہ ارشادات

حضرت حسن بصریؒ بڑے فصیح اللسان اور بلیغ البیان تھے۔حتیٰ کہ شیخ العربیۃ ابوعمرو بن العلاء نے آپ کے متعلق یہ الفاظ کہے ہیں کہ: ''میں نے حسن بصریؒ اور حجاج بن یوسف سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں پایا۔'' (۲۳) ایک شخص نے آپ سے کہا: ''ابوسعید! میں نے آپ کو لحن کرتے نہیں دیکھا۔'' (گفتگو کے اندر عربی قواعد کی خلاف ورزی کو لحن کہتے ہیں۔مترجم) آپ نے جواب دیا۔: ''بھتیجے! میں تو لحن سے آگے نکل گیا ہوں۔'' (۲۴)

اگر ایک انسان کی ذات میں طویل تجربہ، راسخ تقویٰ اور بلاغت بیان جمع ہوجائیں تو اسی کا نام حکمت ہے۔ حسن بصریؒ کی ذات میں یہ خوبیاں وافر مقدار میں یکجا ہوگئی تھیں جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ آپ کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹتے اور زبان سے پھول بن کر جھڑتے۔آپ کے کلام کا اکثر حصہ حکیمانہ ارشادات اور بلیغانہ بیانات پر مشتمل ہوتا۔ (۲۵) اعمش کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ حکمت کو اپنے دل میں محفوظ کرتے رہے حتیٰ کہ یہی حکمت آپ کی زبان سے الفاظ کے روپ میں جاری ہوگئی۔ (۲۶) ابوجعفر محمد بن علی جب حسن بصریؒ کا ذکر فرماتے تو کہتے۔: ''یہی وہ شخصیت ہیں جن کا کلام انبیاء کے کلام کے مشابہ ہے۔'' (۲۷) اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کے صحابۂ کرام کے ساتھ حسن بصریؒ کی حد درجہ مشابہت تھی۔ (۲۸) بلکہ العوام بن حوشب تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ: ''میں تو حسن کو نبی کے مشابہ قرار دیتا ہوں۔'' (۲۹)

عملی زندگی

حضرت معاویہؓ کے عہد میں عبداللہ بن عامر کی طرف سے ربیع بن زیاد الحارثی والی خراسان تھے۔حسن بصریؒ نے ربیع کے کاتب (منشی) کے طور پر کچھ عرصہ کام کیا۔ (۳۰) پھر عدی بن ارطاۃ کی طرف سے بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے لیکن خرابی صحت کی بنا پر جلد ہی اس عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔عدی نے آپ کا استعفیٰ قبول کرلیا اور ایاس بن معاویہ کو یہ عہدہ دے دیا۔ (۳۱)

میدان کارزار میں داد شجاعت

حضرت حسن بصریؒ نہ صرف شہسوار علم تھے بلکہ شہسوار میدان کارزار بھی تھے۔آپ کا شمار میدان جنگ میں داد شجاعت دینے والے علماء میں ہوتا ہے۔آپ ایک طرف میدان قتال میں جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے تو دوسری طرف حکام کے سامنے حق گوئی کے اندر اپنی ادبی اور علمی شجاعت سے کام لے کر بلا جھجک حق بات کہہ ڈالتے جسے کسی رورعایت کے بغیر کہہ ڈالنا ضروری ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ: ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے کہ: ''حسن بصریؒ کا جہاد، علم اور عمل سے چولی دامن کا ساتھ رہا۔'' (۳۲) میدانِ کارزار میں آپ کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ جنگوں کے اندر آپ ہمیشہ پیش پیش رہتے (۳۳) لوگ آپ کی شجاعت کو قطری بن الفجائۃ کی شجاعت کے ہم پلہ قرار دیتے تھے۔ (۳۴) (یاد رہے کہ قطری اپنی بے جگری اور بہادری کی وجہ سے پورے عرب میں مشہور تھا) یہی

وجہ تھی کہ مشہور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ مشرکین کے خلاف جنگ میں ہمیشہ آپ کو آگے رکھتا۔ (۳۵) آپ نے کابل کی جنگ میں حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ کے ہمراہ شرکت کی۔ (۳۶) اور دیگر جنگوں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔

اگرچہ حضرت حسن بصریؒ اموی حکومت پر عام طور سے اور حجاج بن یوسف کی حکمرانی پر خاص طور سے بہت سی باتوں میں گرفت کرتے تھے۔ تاہم آپ ان کے خلاف تلوار اٹھانے کے حق میں نہیں تھے۔ خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں میں جو لوگ مخلص تھے، وہ بدویانہ ذہنیت کے مالک اور جامد فکرو نظر کے حامل تھے اور حکومت کرنے کی اہلیت سے عاری تھے اور جو لوگ مخلص نہیں تھے، وہ دنیا کی خاطر دین کو ذلیل کرنے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ آپ سے جب کہا گیا کہ: ''حکومت کے خلاف میدان میں آکر ظلم وستم کی موجودہ صورت حال کو بدل ڈالئے۔'' تو آپ نے جواب میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تو بندوں کی صرف توبہ کے ذریعے صورت حال کو بدلتا ہے، تلوار کے ذریعے نہیں بدلتا۔'' (۳۷) ابن الاشعث نے جب حجاج کے خلاف بغاوت کی تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ: ''اس سرکش انسان یعنی حجاج کے خلاف جنگ کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ جس نے سفاکانہ طریقے سے لوگوں کا خون بہایا ہے اور ان کا مال لوٹا ہے۔'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''میری رائے تو یہ ہے کہ تم لوگ اس کے خلاف جنگ نہ کرو اس لیے کہ اگر حجاج خدا کا عذاب بن کر تم پر نازل ہوا ہے تو تم اپنی تلواروں کے ذریعے اس عذاب الٰہی کا رخ موڑ نہیں سکتے اور اگر تم پر بلا بن کر اترا ہے تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر کر دے۔ اس لیے کہ وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔'' (۳۸)

ابن الاشعث کے مشیروں نے اسے مشورہ دیا کہ ہمارے ساتھ حسن بصریؒ کا خروج اور بغاوت میں آپ کی شرکت انتہائی ضروری ہے۔ اس لیے کہ آپ نہ صرف شجاعت اور دلیری کی صفت سے متصف ہیں بلکہ آپ کو عوامی حمایت بھی حاصل ہے اور لوگوں کو آپ کی رائے پر پورا پورا بھروسہ ہے۔ عوام الناس آپ کا احترام کرتے اور آپ کی خاطر اپنی جانیں لڑا دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ مشیروں نے ابن الاشعث سے یہاں تک کہہ دیا کہ: ''اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے گرد اسی طرح اپنی جانیں قربان کر دیں جس طرح انہوں نے جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کی سواری یعنی اونٹ کے گرد اپنی جانیں قربان کر دی تھیں تو حسن بصریؒ کو بھی میدان میں لے آؤ۔'' ابن الاشعث نے یہ مشورہ قبول کرتے ہوئے آپ کو پیغام بھیج کر خروج پر مجبور کر دیا۔ (۳۹) چنانچہ آپ نکلے اور آپ کے بھائی سعید بھی آپ کے ساتھ نکل پڑے۔

ادبی شجاعت کی جھلکیاں

حضرت حسن بصریؒ کی ادبی شجاعت آپ کے ان پند ونصائح میں نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی ہے جو آپ اپنے زمانے کے ارباب واقتدار کو کیا کرتے تھے۔ خواہ وہ اہل عدل حکمران ہوتے یا اہل جور۔ آپ کو خلیفۂ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھا کہ: ''مجھے حکمرانی کی آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ میرے لیے ایسے معاونین تلاش کیجئے جو میرا ہاتھ بٹائیں۔'' حسن بصریؒ نے جواب لکھا: ''آپ دنیا پرست افراد کو یقیناً پسند نہیں کریں گے اور دین پرست افراد حکمرانی کے اندر آپ کا ہاتھ بٹانا پسند نہیں کریں گے۔ اس لیے بس اللہ سے مدد طلب کیجئے۔ والسلام۔'' (۴۰) عمر

بن ہبیرہ جب عراق کے والی مقرر ہوئے تو انہوں نے حسن بصریؒ اور عامر شعبی کو پیغام بھیج کر بلوایا اور دونوں کی رہائش کے لیے ایک مکان مختص کر دیا۔ دونوں اس مکان میں تقریباً ایک ماہ تک مقیم رہے۔ پھر ایک دن خواجہ سرا نے آ کر انہیں اطلاع دی کہ امیر ابن ہبیرہ آپ لوگوں سے ملنے آ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ابن ہبیرہ لاٹھی کے سہارے چلتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور سلام کر کے دونوں کی تعظیم بجالاتے ہوئے بیٹھ گئے اور یوں گویا ہوئے:۔ ''امیر المومنین یزید بن عبدالملک مجھے حکمنامے جاری کرتے رہتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر میں ان حکمناموں پر عمل کرلوں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ اگر میں امیر المومنین کی اطاعت کرتا ہوں تو اللہ کی نافرمانی کا مرتکب قرار پاتا ہوں۔ اور اگر امیر المومنین کی نافرمانی کرتا ہوں تو اللہ کا اطاعت گزار بنتا ہوں۔ اگر میں امیر المومنین کی اطاعت کرلوں تو کیا آپ دونوں کی نظروں میں میرے لیے چھٹکارے کی کوئی راہ ہے؟'' حسن بصریؒ نے شعبی سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔ ''ابوعمرو! امیر کے سوال کا جواب دیجئے۔'' شعبی نے بات شروع کی اور اپنی بات ابن ہبیرہ کی تعریف وتوصیف تک محدود رکھی۔ پھر ابن ہبیرہ نے حسن بصریؒ سے کہا:۔ ''ابوسعید! آپ کیا کہتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا:۔ ''جناب امیر! شعبی نے جو کچھ کہا، وہ آپ نے سن لیا'' اس پر ابن ہبیرہ نے کہا:۔ ''آپ کیا کہتے ہیں؟'' یہ سن کر آپ نے فرمایا:۔ ''عمر بن ہبیرہ! ہو سکتا ہے کہ جلد ہی اللہ کا کوئی تندخو اور سخت مزاج فرشتہ جو اللہ کی حکم عدولی نہیں کرتا، تمہارے پاس آئے اور اس قصر امارت کی وسعتوں سے نکال کر تمہیں قبر کی تنگنائیوں میں ڈال دے۔ عمر بن ہبیرہ! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں یزید بن عبدالملک سے بچالے گا لیکن یزید بن عبدالملک تمہیں اللہ سے ہرگز نہ بچا سکے گا۔ عمر بن ہبیرہ! تم اس بات سے ہرگز بے خطر نہ ہو جاؤ کہ یزید بن عبدالملک کی فرماں برداری میں جو قبیح ترین کام تم نے کیا ہو، اس کی بنا پر اللہ نفرت کی نگاہ سے تمہیں دیکھے اور پھر اپنی مغفرت کا دروازہ تم پر بند کر دے۔ عمر بن ہبیرہ! میں نے اس امت کے اولین میں سے ایسے افراد کی صحبت پائی ہے جن کے متعلق میں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ دنیا ان کے پیچھے بھاگتی رہی لیکن وہ دنیا سے دامن کشاں رہے۔ دنیا سے ان کی بے رغبتی تمہاری دنیا طلبی سے کہیں بڑھ کر تھی۔ حالانکہ دنیا تم سے دامن کشاں ہے۔ عمر بن ہبیرہ! میں تمہیں اس مقام سے ڈراتا ہوں جس سے اللہ نے ڈرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے (ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِیْدِ یہ (وعدہ) ہر اس شخص کے لیے ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈر رکھے اور میری وعید سے ڈر رکھے۔) عمر بن ہبیرہ! اگر تم اللہ کی اطاعت کرتے رہو تو یزید بن عبدالملک کو ناراض کر دینے والے امور میں اللہ تمہارے لیے کافی ہو جائے گا لیکن اگر تم اللہ کی نافرمانی میں یزید بن عبدالملک کا ساتھ دو گے تو پھر اللہ تمہیں اس کے حوالے کر دے گا۔'' آپ کی یہ باتیں سن کر عمر بن ہبیرہ رو پڑے اور روتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ (۴۱)

حجاج بن یوسف کے ساتھ حسن بصریؒ کی جھڑپیں سنہرے حروف سے لکھی جائیں گی۔ ایک جھڑپ کی تفصیل تو حسن بصریؒ نے خود بیان کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ ''میں حجاج کے پاس گیا۔ اس نے کہا، حسن! وہ کون سی چیز ہے جس نے تمہیں نہ صرف میرے مقابلے میں جری بنا دیا ہے بلکہ تم ہماری مسجد میں بیٹھ کر فتوے بھی دینے لگے ہو؟ میں نے جواب دیا، یہ چیز وہ میثاق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدمؑ سے لیا ہے۔ یہ سن کر حجاج نے کہا، تم ابوتراب

(حضرت علیؓ) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا، میری عادت ہے کہ میں وہی بات کہتا ہوں جو اللہ نے کہی ہے۔ آپ کے سوال کے جواب میں بھی میں وہی بات کہوں گا جو اللہ نے کہی ہے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے۔(وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ) پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے، اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسولؐ کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے۔ یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت مگر ان لوگوں کے لیے کچھ بھی سخت ثابت نہ ہوا جو اللہ کی ہدایت سے فیض یاب تھے۔) اور علی (رضی اللہ عنہ) اللہ کی ہدایت سے فیض یاب ہونے والوں میں سے تھے۔'' یہ سن کر حجاج کا پارہ تیز ہو گیا۔ پھر جھک کر زمین کو کریدنے لگا۔ میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ کسی نے میرے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا اور پھر میں حجاج کی موت تک روپوش رہا۔'' حسن بصریؒ کی روپوشی کی یہ مدت نو سال تھی۔ ۴۲ جب آپ حجاج کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تو فرمایا: ''میں ایک بھینگے اور ٹھگنے شخص کے پاس سے آیا ہوں جس کی داڑھی کے چند بال بات کرتے وقت ہلتے رہتے ہیں۔ اس نے میرے سامنے اپنی انگلیوں کی پوریں ظاہر کیں جو بہت قصیر تھیں اور جنہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے گھوڑوں کی باگوں نے بہت کم چھوا تھا۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ ترکی نسل کے گھوڑوں پر بھی سواری کیا کریں تو بھی معاصی کی رسوائی کا طوق ان کے گلوں میں پڑا رہے گا۔ اللہ نے تو یہ بات ٹھان رکھی ہے کہ وہ ہر اس شخص کو رسوا کر دے گا جو اس کی نافرمانی کرے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی اپنی ذات کے اندر عبرت کے پہلو دکھاتا رہتا ہے اور اس نے اہل ایمان کے لیے انہیں سامان عبرت بنا دیا ہے۔ اے اللہ! حجاج کو اسی طرح مٹا دے جس طرح اس نے تیری سنت کو مٹا کر رکھ دیا ہے۔''(۴۳)

جب حجاج فوت ہوا تو حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو نے اسے موت دے دی ہے۔ اب اس کے نقوش بھی ہم سے دور کر دے۔'' ایک روایت میں ہے: ''اب اس کی برائی بھی مٹا دے۔'' یہ ہم پر جب گورنر بن آیا تو چندھا تھا اور اس کی بینائی کمزور تھی۔ یہ اپنا ہاتھ بڑھاتا جس کی پوریں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ خدا کی قسم! اللہ کی راہ میں ان پوروں کو کبھی غبار تک نہیں لگا۔ سر کے پٹوں میں کنگھی کرتا رہتا اور چلنے میں لڑکھڑاتا۔ منبر پر چڑھ جاتا اور بکنا شروع کر دیتا۔ حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جاتا۔ نہ تو اللہ سے ڈرتا تھا اور نہ لوگوں سے شرماتا تھا۔ اس کے اوپر اللہ ہوتا اور اس کی ماتحتی میں ایک لاکھ یا اس سے زائد سپاہی ہوتے۔ اگر کوئی شخص اس سے کہہ بیٹھتا کہ: ''اے شخص! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔'' تو پھر افسوس صد افسوس! یہ ہوتا کہ اس پکار کے درمیان تلوار اور کوڑے حائل ہو جاتے۔''(۴۴)

وفات

حضرت حسن بصریؒ کی وفات رجب ۱۱۰ھ میں بصرہ کے اندر ہوئی۔ (۴۵) اس وقت آپ کی عمر ایک کم نوے برس تھی۔ جمعرات کی شام کو آپ نے رحلت کی اور اگلے دن نماز جمعہ کے بعد آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ شام کے ایک شخص نضر بن عمرو نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ (۴۶) یہ جنازے پڑھانے پر مامور تھے۔ بصرہ کے تمام مرد آپ کے جنازے میں شرکت کے لیے گھروں سے نکل آئے اور کوئی شخص بھی پیچھے نہیں رہا۔ لوگ آپ کی تدفین میں مشغول رہے اور جب عصر کا وقت ہو گیا تو جامع مسجد میں عصر کی نماز ہی نہیں ہوئی کیونکہ شہر میں کوئی شخص موجود ہی نہیں تھا جو

نماز پڑھنے کے لیے جاتا۔ حمید الطویل کہتے ہیں کہ جمعرات کی شام کو حسن بصریؒ وفات پا گئے اور جمعہ کی صبح ہم نے آپ کو غسل دیا اور آپ کی تکفین کی۔ پھر نماز جمعہ کے بعد ہم نے آپ کا جنازہ اٹھایا اور آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ شہر کے تمام لوگ آپ کے جنازے میں گئے اور عصر تک آپ کی تدفین میں مشغول رہے جس کے نتیجے میں جامع مسجد میں عصر کی نماز ہی نہیں ہو سکی۔ میرے علم کے مطابق بصرہ میں اسلام آنے کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ جامع مسجد میں عصر کی نماز نہیں پڑھی گئی کیونکہ تمام لوگ جنازے کے ساتھ چلے گئے تھے اور عصر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں کوئی شخص نہیں رہا تھا۔ (۴۷)

اس مرتبہ اور مقام تک حسن بصریؒ کے پہنچنے کا سبب

لوگوں کے دلوں میں حسن بصریؒ کے اس مرتبہ اور مقام کی بات مجالس میں زیر بحث آتی رہی اور تاریخ کا موضوع بنی رہی۔ جس کے مطالعہ اور نقد و تحلیل سے لوگوں کو دلچسپی رہی۔ ابوبکر الھذلی عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح کے پاس بیٹھے تھے۔ دونوں کے درمیان حسن بصریؒ کے بارے میں گفتگو چل پڑی۔ سفاح نے پوچھا کہ آخر وہ کون سی خوبی تھی جس کی بنا پر تمہارے حسن بصریؒ اس بلند مرتبہ اور مقام تک پہنچ گئے؟ ابوبکر نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ: ''حسن نے بارہ برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ پھر آپ ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف اس وقت تک منتقل نہیں ہوئے جب تک مذکورہ سورت کی تاویل و تفسیر معلوم نہیں کر لی اور شان نزول سے واقف نہیں ہو گئے۔ آپ نے ایک درہم بھی تجارت میں نہیں لگایا اور نہ کوئی حکومتی عہدہ قبول کیا۔ آپ سے جو کام کرنے کے لیے کہا گیا، اسے کر لیا اور جس کام سے روک دیا گیا، اسے چھوڑ دیا۔'' یہ سن کر سفاح نے کہا: ''بس یہی وہ اوصاف ہیں جن کی بنا پر اس شیخ (حسن بصریؒ) کو یہ مرتبہ اور مقام حاصل ہوا۔'' (۴۸)

لوگوں کے دلوں میں حسن بصریؒ کے مرتبہ و مقام نیز آپ پر لوگوں کے اعتماد کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ وہ صرف آپ کی زیارت کر کے ہی مستفید ہو جاتے خواہ آپ کا کلام نہ بھی سنتے۔ اس لیے کہ آپ جس روحانی فیضان کے سرچشمہ تھے، وہ آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھنے والوں لوگوں کے لیے عام ہوتا۔ یونس بن عبید کہتے ہیں کہ کوئی شخص اگر حسن بصریؒ کی زیارت کر لیتا تو اسے فائدہ ہو جاتا خواہ وہ آپ کا عمل نہ بھی دیکھتا اور آپ کا کلام نہ بھی سنتا۔ (۴۹)

حسن بصریؒ بحیثیت محدث

حسن بصریؒ رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سے صحابہ کرامؓ سے حضور ﷺ کی حدیث روایت کی ہے۔ ان میں وہ صحابہ کرامؓ بھی ہیں جنہیں آپ نے دیکھا اور ان سے حدیثیں سنیں مثلاً حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ، حضرت عمرو بن تغلبؓ (۵۰) حضرت ابو برزہؓ (۵۱) حضرت عبدالرحمن بن سمرۃؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت ابوالاحوصؓ، حضرت احمرؓ (۵۲) اور حضرت عثمانؓ بن عفان۔ حسن بصریؒ نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا تھا اور آپ کے بعض خطبات بھی سنے تھے۔ شعیب بن الحجاب نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں نے مسلسل کئی خطبات جمعہ میں حضرت عثمانؓ کو سنا کہ آپ کبوتروں کو ذبح کرنے اور کتوں کو ہلاک کرنے کا حکم دیتے رہے۔'' (۵۳) ابوموسیٰ نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں حضرت عثمانؓ کے خطبہ جمعہ میں

موجود تھا۔ خطبے کے دوران ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کو کتاب اللہ کا واسطہ دیتا ہوں ۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے اسے بیٹھ جانے کے لیے کہا اور فرمایا ''کیا کتاب اللہ کا واسطہ دینے کے لیے تمہارے سوا کوئی اور پیدا نہیں ہوا۔'' وہ شخص بیٹھ گیا لیکن پھر کھڑا ہو گیا یا اس کے سوا کوئی شخص کھڑا ہو گیا اور مذکورہ بات دہرائی۔ حضرت عثمانؓ نے بیٹھ جانے کے لیے کہا اور فرمایا: ''کیا کتاب اللہ کا واسطہ دینے کے لیے تمہارے سوا کوئی اور پیدا نہیں ہوا؟'' لیکن اس شخص نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اسے بٹھانے کے لیے سپاہی بھیجے لیکن دیگر لوگ کھڑے ہو گئے اور درمیان میں حائل ہو گئے۔ پھر ایک دوسرے پر سنگ باری شروع کر دی حتیٰ کہ ایک شخص کے قول کے مطابق سنگ باری کی شدت کی وجہ سے اسے آسمان نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عثمانؓ منبر سے اترے اور اپنے مکان میں داخل ہو گئے اور اس روز جمعہ کی نماز نہیں پڑھی۔'' (۵۴) ابن عون کی ایک روایت کے مطابق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''انہوں نے حضرت عثمانؓ کو سنگریزے مارے۔ لوگوں نے انہیں سنگ ریزے مارنے شروع کر دیے اور پھر مسجد کے اندر تمام لوگ ایک دوسرے پر سنگ باری کرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ کو منبر سے اتارا گیا اور آپ دو شخصوں کے سہارے چلنے لگے۔ آپ اتنے نڈھال تھے کہ اپنی گردن سیدھی نہیں رکھ سکتے تھے۔ اسی حالت میں آپ کو مکان میں پہنچا دیا گیا۔ کسی نے کہا کہ اگر تم لوگ ام المومنین کو لے آؤ تو شاید لوگ حضرت عثمانؓ پر سنگ باری سے باز آ جائیں۔ چنانچہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کو لایا گیا۔ میں نے انہیں دیکھا۔ وہ ایک سفید مادہ خچر پر رکھی ہوئی پالکی میں سوار تھیں۔ جب لوگ انہیں لے کر حضرت عثمانؓ کے دروازے پر آئے تو وہاں موجود مخالفین نے خچر کا رخ موڑ دیا اور ام المومنین کو واپس کر دیا۔ (۵۵)

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت معقل بن یسارؓ سے حسن بصریؒ کا سماع حدیث واضح طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ (۵۶)

حسن بصریؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو دیکھا لیکن ان سے حدیث نہیں سنی۔ ان میں حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ شامل ہیں۔ (۵۷) ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد ہے۔ ہمارے سامنے یہ بات اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا: ''ابو سعید! آپ ہم سے حدیثیں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر آپ ہم سے ان حدیثوں کی سند بھی بیان کر دیں کہ آپ نے یہ حدیثیں کن سے سنی ہیں تو کیا ہی اچھا ہو۔'' یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''اے شخص! نہ تو ہم نے کذب بیانی کی اور نہ ہمیں جھوٹا قرار دیا گیا۔ ہم نے خراسان کی مہم میں شرکت کی۔ اس مہم میں ہمارے ساتھ تین سو صحابہ کرامؓ تھے۔ ان حضرات میں سے کوئی صاحب ہمیں نماز پڑھاتے۔ وہ ایک سورت سے آیات کی قرأت کرتے اور پھر رکوع میں چلے جاتے۔'' (۵۸)

حسن بصریؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں لیکن انہیں دیکھا نہیں تھا۔ ان حضرات میں سے ایک حضرت ابی بن کعبؓ بھی ہیں۔ (۵۹)

حسن بصریؒ کی جلالت شان، علم کی وسعت اور تقویٰ کی گہرائی کے باوجود بعد میں آنے والے علمائے جرح و

تعدیل نے آپ کو اپنی جرح وتنقید کا نشانہ بنایا۔ ان علماء نے بعد کے زمانے میں جرح وتعدیل کے جو اصول وضع کیے۔ ان کے تحت انہوں نے متقدمین کی ناپ تول کی۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے بارے میں یہ کہا کہ آپ حدیث کے اصل الفاظ کا التزام نہیں کرتے تھے بلکہ روایت بالمعنی کرتے تھے۔ (۶۰) یہ ایک حقیقت ہے کہ زبان دانی میں بگاڑ پیدا ہونے سے پہلے اور تدوین کا زمانہ شروع ہونے سے قبل روایت بالمعنی سلف کے اندر عام تھی۔ جمہور علمائے سلف اور خلف نے لغت کے عالم کے لیے روایت بالمعنی کو جائز قرار دیا ہے۔ اور اس پر عمل بھی جاری رہا۔ اس بات کا مشاہدہ صحیح احادیث وغیرہ کے اندر کیا جا سکتا ہے کہ واقعہ ایک ہے اور اسے متعدد الفاظ اور مختلف ومتبائن وجوہ سے بیان کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرات سلف اپنی روایتوں میں لفظ کی بجائے معنی پر اعتماد کرتے تھے۔ (۶۱) غیلان بن جریر نے جب حسن بصریؒ سے روایت بالمعنی میں استفسار کیا تو آپ نے روایت بالمعنی کے بارے میں اپنی مجبوری اور عذر بیان کر دیا۔ غیلان کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے پوچھا: ''ایک شخص حدیث سنتا ہے اور آگے اس کی روایت کرتا ہے اور پروا نہیں کرتا۔'' یعنی وہ حدیث کے الفاظ میں کمی بیشی کا دھیان نہیں رکھتا۔ حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا: ''کون شخص اس کی طاقت رکھتا ہے؟'' (۶۲) یعنی کون شخص ایسا ہے جو حدیث کے الفاظ حفظ کر لینے کی طاقت رکھتا ہے۔ علمائے جرح وتعدیل نے یہ بھی کہا ہے کہ حسن بصریؒ حدیث کی روایت مرسل صورت میں کرتے ہیں یعنی صحابی کے واسطے کا ذکر نہیں کرتے اور براہ راست حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ حسن بصریؒ کے بارے میں یہ بات درست ہے کیونکہ آپ بہت زیادہ ارسال کرتے تھے لیکن اس زمانے میں ارسال کوئی عیب نہیں تھا بشرطیکہ ارسال کرنے والا راوی عادل ہوتا۔ اس لیے کہ حضور ﷺ نے تابعین کی تعریف کرتے ہوئے ان کے متعلق خیریت یعنی امت کے بہترین افراد میں سے ہونے کی گواہی دی ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر ان لوگوں کا جو (میرے زمانے سے) متصل آئیں گے۔ پھر ان کا جو (ان کے زمانے سے) متصل آئیں گے۔'' (۶۳) حسن بصریؒ رحمۃ اللہ علیہ ایک عادل تابعی ہیں۔ اگر وہ حدیث کی سند کے اندر صحابی کا نام ساقط کر دیں جب کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل تصور ہوتے ہیں تو یہ بات حدیث کی صحت پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ سند تو ایک ہتھیار ہے جسے اس وقت حدیث کے دفاع میں استعمال کیا جاتا ہے جب حدیث پر طعن کیا جائے یا محدث کے بارے میں لوگوں کو شک ہو جب کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ لوگوں نے حسن بصریؒ کی روایت کردہ احادیث کو سند قبولیت عطا کی ہے اور آپ کے صدق کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ کا اظہار نہیں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بصریؒ سند کے بغیر لوگوں سے حدیثیں بیان کرتے رہے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ: ''آپ ہم سے حدیث بیان کرتے وقت کہتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر آپ اس کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیں کہ آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے تو کیا ہی اچھا ہو۔'' اس کے جواب میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اے شخص! نہ تو ہم نے کذب بیانی کی اور نہ ہمیں جھوٹا قرار دیا گیا۔'' یعنی ہماری بیان کردہ حدیث کے بارے میں لوگوں نے کبھی شک نہیں کیا کہ ہمیں ان سے اس حدیث کی سند بیان کرنے کی ضرورت پڑے۔

اسے ایک اور پہلو سے دیکھیے۔ حدیث کی سند تو علماء کے سامنے بیان کی جاتی ہے جب کہ حسن بصریؒ عوام

الناس کی مجالس میں وعظ ارشاد فرماتے تھے۔ ان مجالس کے اندر علماء سے زیادہ عوام الناس کی حاضری ہوتی۔ اسی لیے آپ سند کے ذکر کو نظر انداز کر دیتے تھے۔

زیر بحث مسئلے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حسن بصریؒ نے حجاج بن یوسف کی حکمرانی کے تحت جو زمانہ گزارا تھا۔ وہ حضور ﷺ کے اہل بیت، خاص طور پر حضرت علیؓ کے خلاف نفرتوں سے بھرا ہوا زمانہ تھا اور صورت حال یہ تھی کہ اگر کوئی شخص اہل بیت کے کسی فرد کا نام لے لیتا تو وہ اس خطرے سے محفوظ نہ ہوتا کہ عوام الناس میں سے کوئی احمق شخص سامنے آ کر اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی کرے یا کوئی فتنہ کھڑا کر دے۔ حسن بصریؒ ایسی صورت پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس بات کا اظہار آپ نے اس وقت کیا تھا جب یونس بن عبید نے آپ سے پوچھا: "ابوسعید! آپ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ حالانکہ آپ نے حضور ﷺ کا زمانہ نہیں پایا۔" حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا: "بھتیجے! آج تم نے مجھ سے ایسی بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی۔ اگر میرے دل میں تمہاری قدر و منزلت نہ ہوتی تو میں تمہیں کچھ نہ بتاتا۔" (تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ) میں جس زمانے میں زندگی گزار رہا ہوں وہ تمہارے سامنے ہے۔"(۶۴)

درج بالا بیان کی مزید وضاحت حسن بصریؒ کے اس قول سے ہو جاتی ہے جس کا اظہار آپ نے عراق پر حجاج کی گورنری کے زمانے میں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "ہر وہ بات جسے بیان کرتے ہوئے تم مجھے یہ کہتے سنو کہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" وہ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے واسطے سے مروی ہوتی ہے لیکن میں اپنے زمانے کے حالات سے مجبور ہو کر حضرت علیؓ کا نام نہیں لے سکتا۔"(۶۵)

حسن بصریؒ پر درج بالا تنقید کے باوجود امام بخاری کے شیخ علی بن المدینی کہا کرتے تھے کہ: "حسن بصریؒ کی روایت کردہ مرسل حدیثیں اگر ان سے ثقہ راوی آگے روایت کریں تو وہ درست ہوتی ہیں اور ان سے بہت کم کوئی حدیث ساقط شمار ہوتی ہے۔"(۶۶) ان مرسل حدیثوں کے بارے میں یحیٰی بن معین نے: "تاریخ یحیٰی بن معین" میں کہا ہے کہ: "حسن بصریؒ کی روایت کردہ مرسل حدیثوں میں کوئی نقص نہیں ہے۔"(۶۷) حالانکہ یحیٰی بن معین حسن بصریؒ پر جرح کرنے میں سب سے زیادہ متشدد شمار ہوتے ہیں۔ ان مرسلات کے بارے میں ابوزرعہ نے کہا ہے کہ: "ہر ایسی حدیث جس کی روایت کرتے ہوئے حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" مجھے اس کی کوئی نہ کوئی ثابت شدہ اصل مل گئی ہے۔ ماسوائے چار احادیث کے۔"(۶۸) علمائے جرح و تعدیل نے یہ بھی کہا ہے کہ حسن بصریؒ روایت حدیث میں تدلیس کرتے ہیں۔ (محدث کا حدیث کی روایت میں اپنے راوی کا نام نہ لینا بلکہ اس سے اوپر کے راوی کا نام لینا اور لفظ ایسا اختیار کرنا جس میں سماع کا احتمال ہو، تدلیس کا عمل کہلاتا ہے۔) ذہبی نے کہا ہے کہ: "حسن بصریؒ مدلس ہیں۔" اگر وہ ایسے شخص سے لفظ: "عن" کے ساتھ کوئی حدیث روایت کریں جس کا زمانہ انہوں نے نہیں پایا ہے تو ان کی روایت کردہ یہ حدیث حجت قرار پانے کے قابل نہیں ہوگی۔ بعض دفعہ وہ اس شخص کے سلسلے میں بھی تدلیس کر جاتے ہیں جسے انہوں نے دیکھا ہے اور اس کا نام سند سے ساقط کر دیتے ہیں۔"(۶۹) ابن حبان سے منقول ہے کہ انہوں نے حسن بصریؒ کے بارے میں کہا کہ: "وہ تدلیس کیا کرتے تھے۔"(۷۰)

اوپر ہم نے حسن بصریؒ کی روایت کردہ مرسل حدیثوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، اس کی روشنی میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ آپ جب اپنی مجالس وعظ کے اندر حدیثیں بیان کرتے تو ان کی سند بیان کرنے کا اہتمام نہ کرتے کیونکہ سند بیان نہ کرنے کی بنا پر آپ پر کوئی انگشت نمائی نہ ہوتی اور نہ کوئی نکتہ چینی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی کہ پوری سند یا اس کا کوئی جز ساقط کردیں۔ بنابریں نیز ہماری ذکر کردہ ان وجوہات کی بنا پر جن کے تحت حسن بصریؒ حدیث کی روایت میں ارسال کرتے تھے، ہمیں آپ کی تدلیس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ اس لیے کہ تدلیس کا عمل اس وقت عیب شمار ہوتا ہے جب راوی کی نیت میں خرابی ہو اور وہ تدلیس (سند سے ضعیف راوی کو ساقط کرنے یا اس کے معروف نام کی بجائے غیر معروف نام سے اس کا ذکر کرنے) کے ذریعے سامع کو اس ابہام میں ڈالنا چاہتا ہو کہ ضعیف راوی صحیح اور ثقہ راوی ہے۔ حسن بصریؒ رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ آپ کی ذات اس سے بالا تھی۔

حسن بصریؒ بحیثیت فقیہ

حسن بصریؒ رحمۃ اللہ علیہ جامع قسم کے عالم تھے۔ یعنی آپ دین کے تمام علوم (عقائد، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ) میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ حمید الطویل اور یونس بن عبید نے کہا ہے کہ: ''ہم نے تمام فقہاء دیکھے لیکن حسن سے بڑھ کر جامع قسم کا کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔'' (۷۱) مغیرہ کا قول ہے کہ: ''دیات، قضاء اور ایام الناس کے عامر شعبی سب سے بڑے عالم ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، حلال اور حرام کے ابراہیم نخعی سب سے بڑے عالم ہیں اور عطاء بن ابی رباح مناسک کے، سعید بن جبیر تفسیر کے، ابن سیرین تجارت اور بیع صرف کے سب سے بڑے عالم ہیں اور ان سب کے سردار حسن بصریؒ ہیں۔'' (۷۲) علمائے اعلام نے حسن بصریؒ کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ عامر شعبی نے کہا: ''میں نے ان تمام علاقوں کے باشندگان میں حسن بصریؒ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔'' (۷۳) بکر بن عبداللہ المزنی کا قول ہے کہ: ''جو شخص ہمارے زمانے کے سب سے بڑے عالم کو دیکھنا پسند کرے، وہ حسن بصریؒ کو دیکھ لے۔ ہمیں تو کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو حسن سے بڑھ کر عالم ہو کہ اسے دیکھ کر ہم یہ کہہ سکیں کہ اس کا علم حسن کے علم سے زیادہ ہے اور اسے وہ باتیں معلوم ہیں جو حسن کو معلوم نہیں۔'' (۷۴) قتادہ کہتے ہیں کہ: ''میں نے جب کبھی کسی عالم کے علم کا حسن کے علم کے ساتھ موازنہ کیا تو حسن کو ہی افضل پایا۔ البتہ حسن کو اگر کسی مسئلے میں کوئی اشکال پیدا ہوتا تو سعید بن المسیب سے بذریعہ خط اس کے متعلق پوچھ لیتے۔ میں نے جس فقیہ کے ساتھ مجالست کی، اس سے حسن کو برتر اور افضل پایا۔'' (۷۵)

جن علوم کے اندر حسن بصریؒ کو امتیازی حیثیت ہوئی تھی، ان میں علم فقہ سب سے نمایاں تھا۔ حتیٰ کہ اس میدان میں آپ کی سبقت اور مہارت کا تمام علماء نے اعتراف کیا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: ''میں نے جس فقیہ کے ساتھ مجالست کی، اس سے حسن کو برتر اور افضل پایا۔'' (۷۶) بکر بن عبداللہ المزنی کا قول ہے کہ: ''جو شخص ہمارے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ کو دیکھنا پسند کرے، وہ حسن بصریؒ کو دیکھ لے۔'' (۷۷) ایوب نے ایک شخص سے کہا: ''میری آنکھوں نے حسن سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔'' (۷۸) حجاج بن ارطاۃ نے عطاء بن ابی رباح سے نماز

جنازہ کے اندر قرأت کرنے کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ: ''ہم نے تو یہ سنا ہے اور نہ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ نماز جنازہ میں قرأت کی جاتی ہے۔'' اس پر حجاج بن ارطاۃ نے کہا کہ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ قرأت کی جاتی ہے۔ یہ سن کر عطاء نے کہا کہ: ''آپ پر ایسا ہی کرنا لازم ہے۔ اس لیے کہ حسن بصریؒ بہت بڑے امام اور مقتدا ہیں۔''(۷۹) معاذ بن معاذ نے اشعث سے کہا: ''تم نے عطاء بن ابی رباح سے ملاقات کی اور تمہارے پاس پوچھنے کے لیے بہت سے مسائل تھے۔ تم نے ان مسائل کے بارے میں ان سے کیوں نہیں پوچھ لیا؟'' اشعث نے جواب میں کہا: ''دراصل حسن بصریؒ کو دیکھ لینے کے بعد اب ہر عالم اور فقیہ مجھے بونا نظر آتا ہے۔''(۸۰)

حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عراق بھیجے گئے تھے اور اس طرح وہ عراق کے پہلے استاد بن گئے تھے۔ نیز مرجع خلائق قرار پائے تھے۔ انہوں نے عراق میں ایسے تلامذہ تیار کیے جو ان کے فقہی طرز فکر کے حامل بن گئے تھے اور بعد میں آنے والوں کو انہوں نے اس طرز فکر میں بسا ہوا ٹھنڈا اور شیریں مشروب پلایا تھا۔ اور اس طرح عراق کے اکثر فقہاء حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فقہی طرز فکر کے پیروکار بن گئے تھے۔

حضرت ابن مسعودؓ کا فقہی طرز فکر حضرت عمرؓ کے فقہی طرز فکر کے ساتھ مماثلت رکھتا تھا۔ اس لیے کہ یہ دونوں حضرات نصوص کے اندر شارع کے الفاظ کے متلاشی ہونے کی بہ نسبت احکام کے اندر شارع کے مقاصد کے زیادہ متلاشی رہتے۔ ہم نے یہ بات اپنی کتاب: ''موسوعۃ فقہ عبداللہ بن مسعودؓ'' کے مقدمے میں بیان کر دی ہے۔

فقیہ عراق حضرت حسن بصریؒ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ سے حضرت عمرؓ کا فقہی طرز فکر اخذ کیا تھا۔ اس لیے کہ حسن بصریؒ احکام کے اندر ہمیشہ شارع کے مقاصد کے متلاشی رہتے اور اپنی توجہ ایسے نکتے پر مرکوز رکھتے۔ مورق العجلی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوقتادہ نے فرمایا کہ: ''ہمیشہ اس شیخ (حسن بصریؒ) کے ساتھ رہو اور ان سے اخذ کرو۔ خدا کی قسم! میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو رائے کے اندر حضرت عمرؓ کے ساتھ حسن بصریؒ سے بڑھ کر مشابہت رکھتا ہو۔''(۸۱)

حسن بصریؒ چونکہ نصوص کے اندر احکام کے علل اور ان کے مقاصد کے متلاشی رہتے تھے، اس لیے ہر مسئلے کے بارے میں حکم عائد کرنے کے لیے آپ شارع سے کسی ماثور نص کی اس قدر ضرورت پیش نہیں آتی تھی جس قدر شارع کے اس مقصد کی معرفت کی، جسے مذکورہ حکم کے ذریعے بروئے کار لانا شارع کے پیش نظر ہوتا۔ چنانچہ آپ ان مسائل کو جن کے بارے میں کوئی منصوص حکم موجود نہ ہوتا، ان مسائل پر قیاس کر لیتے جن کے بارے میں نص موجود ہوتا۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حسن بصریؒ سے پوچھا: ''آپ لوگوں کو جن احکام کے فتوے دیتے ہیں، انہیں آپ نے سلف سے سنا ہے یا اپنی رائے چلاتے ہیں؟'' حسن نے جواب میں فرمایا: ''بخدا یہ بات نہیں ہے کہ جن تمام مسائل کے بارے میں ہم فتوے دیتے ہیں، انہیں ہم نے سلف سے سنا بھی ہے بلکہ ہم اپنی رائے استعمال کرتے ہیں کیونکہ مسائل کے بارے میں ہماری رائے عوام کی اپنی رائے سے بہتر ہوتی ہے۔''(۸۲)

حسن بصریؒ کی اس فقاہت کا بعض صحابہ کرامؓ کو بھی اعتراف تھا اور ان حضرات نے حسن بصریؒ کے علم وفہم کی گواہی دی تھی۔ چنانچہ یہ حضرات فتویٰ پوچھنے والوں کو فتویٰ حاصل کرنے کے لیے حسن بصریؒ کے پاس بھیج دیتے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا۔آپ نے فرمایا:''اس کے متعلق ہمارے آقا حسن سے جا کر پوچھو کیونکہ انہوں نے سنا تھا اور ہم نے بھی لیکن انہوں نے یاد رکھا اور ہم بھول گئے۔''(۸۳) ایک شخص کی کفالت میں ایک یتیم لڑکی تھی۔اس کی بیوی کو اس لڑکی پر رشک آ گیا۔اس نے چند عورتیں بلوائیں جنہوں نے لڑکی کو پکڑ لیا اور اس عورت نے اپنی انگلی کے ذریعے لڑکی کا پردۂ بکارت چاک کر دیا اور پھر اپنے شوہر سے کہا کہ اس نے بدکاری کی ہے۔ شوہر نے لڑکی کا معاملہ آگے لے جانے کی قسم کھالی۔لڑکی نے بتایا کہ اصل قصہ یہ ہے اور عورت جھوٹ بول رہی ہے۔چنانچہ مرد نے یہ معاملہ امیر المومنین حضرت علیؓ کے سامنے پیش کر دیا۔آپ نے حسن بصریؒ سے فرمایا کہ اپنی رائے دو۔حسن نے عرض کیا کہ:''آپ امیر المومنین ہیں۔آپ ہی کوئی فیصلہ دیجئے۔'' حضرت علیؓ نے فرمایا: ''نہیں۔تم ہی بتاؤ۔'' یہ سن کر حسن بصریؒ نے کہا:''عورت نے لڑکی کے ساتھ جو زیادتی کی ہے،اس کی سزا میں اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور جن عورتوں نے لڑکی کو پکڑا تھا،وہ ان میں سے کسی ایک کے مہر کی مثل مذکورہ لڑکی کو ادا کریں گی اور اس کے علاوہ پردۂ بکارت چاک کرنے کے جرم کا جرمانہ بھی بھریں گی۔''نیز فرمایا:''اگر اونٹوں کو چکی پیسنے کی تعلیم دی جائے تو وہ چکی پیسنے لگیں۔''راوی کہتے ہیں کہ اس زمانے میں اونٹوں سے چکی پیسنے کا کام نہیں لیا جاتا تھا۔چنانچہ حضرت علیؓ نے اس مقدمے کا یہی فیصلہ سنا دیا۔(۸۴)

حسن بصریؒ نے بعض فقہی اجتہادات کے اندر اپنے معاصر فقہاء نیز فقہائے سلف سے الگ راہ اختیار کی ہے۔ان میں سے چند کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے۔

- ابن المنذر نے:''الاجماع'' کے اندر نقل کیا ہے کہ:''حسن بصریؒ نے سونے اور چاندی یعنی دینار و درہم کے عوض زمین کرائے پر دینے کی ممانعت کی ہے اور اس رائے میں وہ تنہا ہیں۔''ابن المنذر کی یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ عطاء بن ابی رباح اور طاؤس بن کیسان کی بھی یہی رائے ہے۔عبدالرزاق نے ان دونوں حضرات سے یہی روایت نقل کی ہے۔(۸۵)
- عدت گزارنے والی عورت پر آپ احداد (سوگ منانے) کے وجوب کے قائل نہیں تھے بلکہ آپ نے اجازت دے رکھی تھی کہ مذکورہ عورت جہاں چاہے،رات گزارے۔نیز خوشبو لگائے اور بناؤ سنگھار کرے اور رنگ دار کپڑے پہن لے۔(دیکھئے مادہ احداد نمبر۲) اس رائے کا کوئی اور قائل نہیں ہے۔
- محرم پر غسل کے ایجاب کے آپ تنہا قائل تھے۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر۶)
- آپ کی یہ رائے بھی منفرد تھی کہ کافرہ لونڈی کے ساتھ خواہ وہ کتابیہ ہو یا غیر کتابیہ،ملک یمین کی بنا پر اس وقت تک ہمبستری ممنوع ہے جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائے۔(دیکھئے مادہ تسری نمبر۳ کا جز ب)
- آپ اس رائے میں بھی منفرد تھے کہ سزا بصورت قتل صرف اس وقت واجب ہو گی جب چار مرد گواہی دیں گے۔جس طرح زنا کاری کی سزا کی کیفیت ہے۔خواہ قتل کی یہ سزا قصاص میں دی جا رہی ہو یا حد کے طور پر۔(دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۶) اور (مادہ ردۃ نمبر۳)
- آپ کا یہ بھی تفرد ہے کہ قتل عمد کے اندر عورت (مقتولہ) کے بدلے مرد (قاتل) کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ

اس میں دیت واجب ہوگی۔ آپ سے یہ ایک روایت ہے۔ دوسری روایت کے مطابق مونث کے بدلے مذکر کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا جب تک مقتولہ کے ورثاء قاتل کے اہل کو نصف دیت ادا نہ کردیں۔ نصف دیت کی ادائیگی کے بعد وہ قاتل کی گردن اڑا سکیں گے۔ حضرت علیؓ کا فیصلہ بھی اسی طرح کا تھا۔ (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جزھ)

¤ آپ کی یہ رائے بھی سب سے الگ تھلگ تھی کہ جنگ کے اندر مبارزت طلب کرنا ممنوع ہے خواہ امام المسلمین نے اس کی اجازت کیوں نہ دے رکھی ہو۔ (دیکھیے مادہ جہاد نمبر ۸)

¤ اگر طواف کرنے والا فرض نماز میں شامل ہونے یا غیر فرض نماز ادا کرنے کی غرض سے درمیان سے طواف قطع کردے تو اس پر نئے سرے سے طواف کرنا واجب ہوگا۔ (دیکھیے مادہ حج نمبر ۱۱ کا جزز)

¤ آپ کی یہ رائے بھی منفرد ہے کہ جو شخص حالت جنابت میں سعی کرے، اس پر سعی کا اعادہ اس وقت تک واجب رہے گا جب تک وہ حلق کرانے کے ذریعے احرام نہ کھول لے۔ اگر وہ حلق کرالے تو سعی کا اعادہ ساقط ہو جائے گا۔ (دیکھیے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جزج)

¤ حاجی کے لیے منیٰ میں رات گزارنے کے وجوب نیز منیٰ میں عصر کی اذان سن لینے کے بعد وہاں سے کسی حاجی کے لیے روانگی میں عدم تعجیل کے قول میں حسن بصریؒ تنہا ہیں۔ (دیکھیے مادہ حج نمبر ۱۸)

¤ جو شخص پہلی دفعہ حج کررہا ہو، اس کے لیے حلق کرانے کے ذریعے احرام کھولنا واجب ہے۔ یہ صرف حسن بصریؒ کا قول ہے۔ (دیکھیے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جزد)

¤ آپ کی رائے ہے کہ لونڈی کا اگر نکاح ہو جائے یا اس کا آقا اسے اپنے ساتھ مخصوص کرلے تو ان صورتوں میں آزاد عورت کی طرح اس پر بھی پردہ کرنا لازم ہو جائے گا۔ (دیکھیے مادہ حجاب نمبر ۲) اس رائے میں بھی آپ کا تفرد ہے۔

¤ آپ کے نزدیک قاضی کے سامنے خلع کا اجراء واجب ہے۔ اس وجوب کا کوئی اور قائل نہیں ہے۔ (دیکھیے مادہ خلع نمبر ۵)

¤ ابن المنذر نے بیان کیا ہے کہ حسن بصریؒ اپنی اس رائے میں منفرد ہیں کہ شوہر پر اس وقت تک اپنی بیوی کا نان ونفقہ واجب نہیں کیا جائے گا جب تک بیوی کے دخول یعنی تعلق زن وشو قائم نہ ہو جائے۔ تاہم درست بات یہ ہے کہ اس رائے میں حضرت حسن بصریؒ تنہا نہیں ہیں بلکہ آپ کے معاصرین میں عطاء بن ابی رباح اور عامر شعبی بھی یہی رائے رکھتے تھے۔ (دیکھیے مادہ نفقۃ نمبر ۳ کا جزا)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ حضرت حسن بصریؒ فقہ کے امام اور مجتہد تھے اور احکام کی معرفت کے لیے آپ سے رجوع کیا جاتا تھا۔ آپ نے فقہ کی بڑی خدمت کی ہے حتیٰ کہ تنہا ابوسلمہ نے آپ کے فقہ کے آٹھ ہزار مسائل آگے روایت کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ: ''میں نے حسن بصریؒ سے آٹھ ہزار مسائل یاد کیے تھے۔'' (۸۶)

حسن بصریؒ اکثر اپنا علم کتابوں میں مدون کردیا کرتے تھے حتیٰ کہ اصبغ بن زید کے خیال کے مطابق آپ کا

جب انتقال ہوا تو آپ کئی کتابیں چھوڑ گئے جن کے اندر علم درج تھا۔(۸۷) تاہم درست بات یہی ہے کہ آپ اپنے پیچھے کتابیں چھوڑ کر نہیں گئے کیونکہ آپ نے اپنی وفات سے پہلے ایک کتابچے کے سوا اپنی تمام کتابیں نذر آتش کر دی تھیں۔ یہ بات آپ کے بیٹے عبداللہ نے بتائی تھی۔ سہل بن الحصین الباہلی کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ کے بیٹے عبداللہ کو پیغام بھیجا کہ اپنے والد محترم کی تمام کتابیں مجھے بھیج دیجئے۔ میرے اس پیغام کے جواب میں عبداللہ نے پیغام دیا کہ میرے والد کی طبیعت جب بگڑنے لگی تو آپ نے مجھے آپ کی تمام کتابیں اکٹھی کرنے کا حکم دیا۔ میں نے تمام کتابیں یکجا کر دیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ان کتابوں کا کیا بنائیں گے۔ جب یہ کتابیں آپ کے سامنے رکھ دی گئیں تو آپ نے نوکر کو تنور گرم کرنے کا حکم دیا۔ جب تنور میں آگ بھڑک اٹھی تو آپ کے حکم سے ایک کتابچے کے سوا دیگر تمام کتابیں تنور میں ڈال کر جلا دی گئیں۔ سہل نے مزید کہا کہ آپ کے بیٹے نے یہ کتابچہ مجھے بھیج دیا تھا اور بتایا تھا کہ حسن بصریؒ اس کتابچے میں مندرج امور کی آگے روایت کرنے کے لیے فرمایا کرتے۔(۸۸)

حسن بصریؒ کے فقہ کی تدوین کا طریقہ

اللہ کی مدد سے میں نے حسن بصریؒ کے فقہ کو یکجا کر دیا ہے۔ اگرچہ میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ آپ کے فقہ کا کوئی جز اس مجموعے سے باہر نہیں رہا تاہم میرے لیے یہی بات کافی ہے کہ میں نے اپنی حد تک اخلاص نیت کے ساتھ کوشش صرف کی ہے۔

میں نے اس فقہ کو حروف تہجی کی ترتیب کے تحت مدون کیا ہے جیسا کہ فقہ سلف کے سلسلۂ موسوعات کے اندر دیگر فقہاء کے فقہ کی تدوین کے سلسلے میں میرا طریق کار رہا ہے۔ بنابریں اگر ناظر حج کی بحث دیکھنا چاہے تو اسے حرف الحاء کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور زکوٰۃ کی بحث کے طالب کو حرف الزاء کی طرف اور اسی طرح دیگر مباحث میں نے بعض فرعی موضوعات کو ان کے اصل ابواب سے علیحدہ کر دیا ہے۔ جب کہ فقہاء کا طریق کار یہ ہے کہ وہ ان فروعات کو ان کے اصل ابواب میں درج کرتے ہیں۔ میں نے ان فروعات کو ان کے اصول سے کہیں دور لے جا کر ان پر بحث کی ہے جس طرح میں نے احرام اور اقامت صلوٰۃ پر بحث کے اندر کیا ہے یا پھر میں نے ان فروعات پر بحث کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ان کے اصل ابواب میں ان کے وجود کے جو مواقع اور مقامات ہیں، ان کا حوالہ دے دیا ہے۔ مثلاً: ''صغیر'' اور: ''مرأۃ'' پر بحث کے اندر میں نے یہی طریقہ اپنایا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے سلامت روی، صبر اور ثواب کا سوال کرتا ہوں۔ وہی سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

مقدمہ کے اندر مذکورہ حوالہ جات

(۱) سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۶۳

(۲) تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۵۵

(۳) سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۶۴

(۴) شذرات الذھب ج ۱ ص ۱۳۶

(۵) صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۲۳۳

(۶) تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۶

(۷) تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۵، طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۵۶، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۶۴، ۵۶۵، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۴۷، شذرات الذھب ج ا ص ۱۳۶

(۸) تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۶، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۶۵، البدایۃ والنھایۃ ج ۹ ص ۲۶۶

(۹) سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۲

(۱۰) حوالہ درج بالا

(۱۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۹ ب

(۱۲) تاریخ یحییٰ بن معین ج ۳ ص ۱۳۳

(۱۳) تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۷، طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۰

(۱۴) طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۰

(۱۵) حوالہ درج بالا۔

(۱۶) حوالہ درج بالا۔

(۱۷) سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۸۲

(۱۸) سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۸

(۱۹) صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۲۳۳

(۲۰) تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۷

(۲۱) صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۲۳۴

(۲۲) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۷۰

(۲۳) شذرات الذھب ج ا ص ۱۳۶

(۲۴) مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۸

(۲۵) وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۷

(۲۶) ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۵۰۶

(۲۷) البدایۃ والنھایۃ ج ۹ ص ۲۶۷

(۲۸) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۱، ۱۶۲، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۲، تاریخ یحییٰ بن معین ج ۳ ص ۱۱۳

(۲۹) سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۳

(۳۰) تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۵

(۳۱) تاریخ الطبری ج ۹ ص ۱۳۴۷

(۳۲) تذکرۃ الحفاظ ج اص ۷۱
(۳۳) سیر اعلام النبلاء ج ۴ص ۵۷۹
(۳۴) تذکرۃ الحفاظ ج اص ۷۱
(۳۵) سیر اعلام النبلاء ج ۴ص ۵۷۹ ،تہذیب التھذیب ج ۲ص ۲۷۰
(۳۶) طبقات ابن سعد ج ۷ص ۱۷۵
(۳۷) طبقات ابن سعد ج ۷ص ۱۷۲
(۳۸) طبقات ابن سعد ج ۷ص ۱۶۳
(۳۹) طبقات ابن سعد ج ۷ص ۱۶۳، البدایۃ والنھایۃ ج ۹ص ۵۹ ،الیعقوبی ج ۲ص ۲۷۸
(۴۰) شذرات الذھب ج اص ۱۳۷
(۴۱) تہذیب الکمال ج اص ۲۵۷۔ وفیات الاعیان ج ۲ص ۷۱ نیز حوالہ درج بالا۔
(۴۲) تاریخ الطبری ج ۱۳ص ۲۴۹۰
(۴۳) تاریخ الطبری ج ۱۳ص ۲۴۹۱
(۴۴) تفسیر قرطبی ج ۱۶ص ۳۳۹
(۴۵) تاریخ کبیر للبخاری نمبر ۱۵۳۸ ،وفیات الاعیان ج ۲ص ۷۲
(۴۶) تہذیب الکمال ج اص ۲۵۹ ،تاریخ الطبری ج ۱۳ص ۲۴۹۲
(۴۷) وفیات الاعیان ج ۲ص ۷۲ ،شذرات الذاھب ج اص ۱۳۸
(۴۸) شذرات الذھب ج اص ۱۳۷
(۴۹) تہذیب التھذیب ج ۲ص ۲۶۵ ،البدایۃ والنھایۃ ج ۹ص ۲۶۷
(۵۰) تاریخ یحییٰ بن معین ترجمۃ الحسن البصری ج ۳ص ۱۰۸ ،تہذیب التھذیب ج ۲ص ۲۶۵
(۵۱) تہذیب التھذیب ج ۲ص ۲۶۵
(۵۲) تاریخ یحییٰ بن معین ج ۲ص ۱۰۸
(۵۳) سیر اعلام النبلاء ج ۴ص ۵۶۸
(۵۴) حوالہ درج بالا۔
(۵۵) سیر اعلام النبلاء ج ۴ص ۵۶۹
(۵۶) تاریخ یحییٰ بن معین ج ۳ص ۱۱۱
(۵۷) تہذیب الکمال ج اص ۲۵۵
(۵۸) تہذیب الکمال ج اص ۲۵۹
(۵۹) حوالہ درج بالا۔
(۶۰) تہذیب الکمال ج اص ۲۵۹ ،سیر اعلام النبلاء ج ۴ص ۵۸۳ ،طبقات ابن سعد ج ۷ص ۱۵۸

(۶۱) علوم الحدیث ص ۱۹۱، اختصار علوم الحدیث ص ۱۵۸
(۶۲) تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۹
(۶۳) البخاری فی الشھادات، مسلم فی الفضائل۔
(۶۴) تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۹
(۶۵) حوالہ درج بالا۔
(۶۶) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۶
(۶۷) تاریخ یحییٰ بن معین ج ۳ ص ۱۱۱
(۶۸) تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۹، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۶، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۶
(۶۹) تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۷۲، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۲
(۷۰) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۷۰
(۷۱) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۲
(۷۲) تاریخ الطبری ج ۱۳ ص ۲۴۸۹
(۷۳) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۲
(۷۴) تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۷
(۷۵) حوالہ درج بالا نیز سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۳
(۷۶) حوالہ درج بالا۔
(۷۷) سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۸
(۷۸) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۵
(۷۹) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۵، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۴
(۸۰) سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۳
(۸۱) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۱، تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۶، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۳
(۸۲) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۵، تہذیب الکمال ج ا ص ۲۵۷
(۸۳) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۳، البدایۃ والنھایۃ ج ۹ ص ۲۶۶، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۳
(۸۴) عبدالرزاق ج ۷، ص ۴۱۲
(۸۵) عبدالرزاق ج ۸ ص ۹۴، ۹۵، الاجماع ص ۱۲۷
(۸۶) سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۷
(۸۷) سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۸۴
(۸۸) تاریخ الطبری ج ۱۳ ص ۲۴۹۲، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۸۴

حرف الالف

ابق (بھاگا ہوا غلام) دیکھئے مادہ اباق۔

اٰجن (متغیر پانی)

آجن پانی وہ پانی ہے جو ایک جگہ کھڑا ہوا اور اس کے تمام اوصاف (رنگ، بو، مزہ) یا ایک وصف بدل گیا ہو لیکن وہ پی لینے کے قابل ہو۔

ماء آجن سے وضو کرنا (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۳)

آنیۃ (برتن) دیکھئے مادہ اناء۔

آیسۃ (حیض سے ناامید عورت۔)

۱۔ تعریف: آئسہ اس عورت کو کہتے ہیں جو اتنی عمر کو پہنچ چکی ہو جہاں اس سے حیض کا انقطاع ہو گیا ہو۔

۲۔ آئسہ کو طلاق سنت کس طرح دی جائے؟ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جزد)

آئسہ کی عدت طلاق (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جزج کے جز ۳ کا جز ا)

آئسہ جو خون دیکھے گی وہ دم استحاضہ ہو گا۔ (دیکھئے مادہ استحاضہ نمبر ۲ کا جزد)

اَب (باپ)

۱۔ تعریف: جس شخص کے نطفے سے بچہ ہو، وہ اس کا باپ ہو گا۔

۲۔ باپ کے احکام۔

اَ: درج ذیل احکام کے اندر والدین میں اشتراک ہوتا ہے۔

۱۔ بیٹے کا مال لینا: حضرت حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ بیٹا اپنے باپ کا ثمرہ ہوتا ہے۔ بنا بریں آپ اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ باپ اپنے بیٹے کے مال میں سے جس قدر چاہے، لے سکتا ہے۔ اس کے لیے کسی حد کی کوئی قید نہیں ہے۔ جریر بن حازم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں حسن بصریؒ کے پاس موجود تھا۔ ایک شخص نے اپنے والد کے متعلق آپ سے کوئی بات پوچھی۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''تم اور تمہارا مال سب تمہارے باپ کا ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم اپنے باپ کے غلام ہو۔''(۱) آپ نے یہ بھی فرمایا: ''ایک شخص اپنے بیٹے کے مال میں سے جتنا چاہے، لے سکتا ہے۔''(۲)

لونڈیاں چونکہ آقا کا مال شمار ہوتی ہیں، اس لیے ایک شخص اگر اپنے بیٹے کی لونڈیوں سے استبراء رحم کے بعد تسری کرے تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہو گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک شخص اپنے بیٹے کے مال میں

سے جتنا چاہے، لے سکتا ہے۔ اگر لونڈی ہو تو اس کے ساتھ تسری کر سکتا ہے۔"(۳) معاویہ بن قرہ نے اپنے بیٹے ایاس کی لونڈی لے لی۔ بیٹے نے کہا کہ: "آپ میری لونڈی لے رہے ہیں۔" پھر دونوں نے حسن بصریؒ کو ثالث بنایا۔ آپ نے معاویہ سے کہا کہ: "یہ لونڈی لے لو۔" اور پھر ایاس سے فرمایا کہ: "تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔" یہ سن کر ایاس نے کہا: "آپ تو بوڑھے ہونے کی وجہ سے سٹھیا گئے ہیں۔ میرا باپ کس طرح میری لونڈی لے سکتا ہے؟"(۴) یہ حکم ان احکام میں سے ہے جو ماں اور باپ کے درمیان مشترک ہیں۔

۲۔ باپ کی لونڈی کے ساتھ بیٹے کی تسری: حسن نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی ماں یا اپنے باپ کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے، فرمایا: "اس پر حد زنا عائد نہیں ہو گی۔" نیز دادا دادی کی لونڈی بھی ماں باپ کی لونڈی کی طرح ہے۔(۵) شاید آپ نے باپ بیٹے کے درمیان پائے جانے والی بے تکلفی کو حد ساقط کر دینے والا شبہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ زنا نمبر ۲ کے جز د کا جز ۲)

۳۔ باپ کا اپنی اولاد کو عطیات دینا: حضرت حسن بصریؒ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ باپ عطیات اور تحائف دینے میں اپنی اولاد کے درمیان فرق روا رکھے کیونکہ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے روایت کی ہے کہ: "میرے والد نے مجھے کوئی مال صدقہ کے طور پر دے دیا۔ میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے کہا کہ: "آپ جب تک حضور ﷺ کو اس پر گواہ نہیں بنا لیں گے، میں اس وقت تک رضامند نہیں ہوں گی۔" یہ سن کر میرے والد مجھے حضور ﷺ کے پاس لے گئے تا کہ آپؐ مجھے ملنے والے صدقہ پر گواہ بن جائیں۔ آپؐ نے میرے والد سے پوچھا کہ: "آیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح کا صدقہ دیا ہے؟" میرے والد نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف قائم کرو۔" چنانچہ میرے والد واپس ہوئے اور مذکورہ صدقہ واپس لے لیا۔ ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے حضرت بشیرؓ سے فرمایا: "کیا تمہارے لیے یہ بات خوش کن ہو گی کہ تمہاری ساری اولاد تمہارے ساتھ یکساں طور پر نیکی کرے؟" حضرت بشیرؓ نے جواب دیا: "کیوں نہیں۔" اس پر آپؐ نے فرمایا: "پھر ایسا نہ کرو۔"(۶) اس معاملہ میں ماں بھی باپ کی طرح ہے۔

حسن بصریؒ نے عطیات کے اندر اولاد میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دینے کے متعلق جس کراہت کا اظہار کیا ہے، اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ قاضی ایسے عطیے کی واپسی کا فیصلہ کرے گا کیونکہ حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک مذکورہ عطیہ اگرچہ دیانۃً مکروہ ہے لیکن قضاءً جائز ہے۔(۷)

۴۔ نابالغ بیٹی کی میت کو باپ کا غسل دینا: حسن بصریؒ نے یہ بات جائز قرار دی ہے کہ اگر کسی کی نابالغ بچی جس میں ابھی کوئی جنسی پہلو نمایاں نہ ہوا ہو، اور وہ وفات پا جائے تو وہ اس کی میت کو غسل دے سکتا ہے۔ اگرچہ افضل یہی ہے کہ عورتیں اسے غسل دیں۔(۸) اسی طرح ماں بھی اپنے نابالغ بیٹے کی میت کو غسل دے سکتی ہے۔ (دیکھئے مادہ صغیر نمبر ۴)

۵۔ اگر باپ اپنے بیٹے کے خلاف حد والا کوئی جرم کرے تو اس پر یہ حد جاری نہیں کی جائے گی۔(دیکھئے مادہ حد نمبر۲ کا جز ج)

¤ اولاد کے حق میں والدین کی گواہی اور والدین کے حق میں اولاد کی گواہی ناقابل قبول ہوتی ہے۔(دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر۳ کے جز ز کے جز ح کا جز ط)

¤ بیٹے کی وفات کے بعد اس کے مال کے ذریعے اس کے غلام والدین کی خریداری اور ان کی آزادی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر۶ کے جز أ کا جز ۳)

¤ بیٹے کا اپنے مال زکوۃ کے ذریعے اپنے غلام والدین کو خرید کر انہیں آزاد کر دینا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷ کے جز ب کے جز ۴ کا جز ب)

¤ بیٹا اپنا مال زکوۃ اپنے والدین میں سے کسی کو نہیں دے سکتا۔(دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۴)

¤ ولد کی اپنے والدین میں سے کسی پر ولاء ثابت نہیں ہوتی۔(دیکھئے مادہ ارث نمبر۱۲ کا جز أ)

¤ جہاد پر جانے کے لیے والدین سے اجازت حاصل کرنا۔(دیکھئے مادہ جہاد نمبر۳)

¤ والدین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔(دیکھئے مادہ امر بالمعروف)

ب: درج ذیل احکام کے اندر باپ تنہا ہے، ماں اس کے ساتھ شامل نہیں ہے۔

¤ اگر کوئی عورت کسی مرد کے ساتھ یہ کہہ کر نکاح کر لے کہ وہ آزاد ہے حالانکہ وہ لونڈی ہو اور پھر اس کے بطن سے اولاد پیدا ہو تو باپ ان اولاد کا فدیہ اپنی بیوی کے آقا کو ادا کرے گا۔(دیکھئے مادہ استحقاق نمبر۲)

¤ نابالغ بچے پر اس کے باپ کو ولایت حاصل ہوتی ہے۔(دیکھئے مادہ ولایۃ)

¤ نکاح کے اندر باپ اپنی بیٹی کا ولی ہوتا ہے۔(دیکھئے مادہ نکاح نمبر۵ کے جز أ کا جز ۱)

¤ حسن بصریؒ سے مروی دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق باپ اپنی نابالغ اولاد کا صدقہ فطر ادا کرے گا۔ (دیکھئے مادہ زکوۃ الفطر نمبر۲ کا جز ب)

¤ بچوں کا خرچ اٹھانا باپ پر واجب ہوتا ہے۔(دیکھئے مادہ نفقۃ نمبر۴)

¤ میراث کے اندر باپ کے احوال۔(دیکھئے مادہ ارث نمبر۱۰ کا جز أ)

¤ حضانت یعنی بچے کی پرورش کے سلسلے میں باپ کا حق ماں کے حق سے متاخر ہوتا ہے۔(دیکھئے مادہ حضانۃ نمبر۲ کا جز ب)

¤ بچے کا نسب اس کے باپ کی طرف راجع ہوتا ہے۔(دیکھئے مادہ نسب نمبر۲)

اباق (غلام کا بھاگ جانا)

۱۔ تعریف: اباق یہ ہے کہ غلام کسی مشروع سبب کے بغیر محض سرکشی کی بنا پر اپنے آقا کے پاس سے بھاگ کھڑا ہو۔

۲۔ اباق کے احکام:

أ۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر غلام اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جائے تو بھاگنے کے ساتھ ہی اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ (۹) پھر اگر وہ اپنی بیوی کی عدت کی مدت گزر جانے سے پہلے واپس آ جائے تو مذکورہ بیوی اس کی بیوی رہ جائے گی لیکن اگر غلام مذکورہ مدت گزرنے سے پہلے واپس نہ آئے تو عورت کو ایک بائن طلاق ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر مذکورہ غلام اس عورت کی طرف رجوع کرنا چاہے تو اس مقصد کی خاطر اسے نئے مہر کے ساتھ نیا عقد کرنا ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر غلام بھاگ جائے اور بیوی کی عدت گزرنے سے پہلے واپس آ جائے تو یہ بیوی اس کی رہے گی اور اگر عدت گزر جانے کے بعد واپس آئے تو ایک طلاق کے ذریعے وہ اس سے بائن ہو چکی ہوگی۔''(۱۰)

ب۔ اگر غلام بھاگ کھڑا ہو تو اس کے اس فعل کے نتیجے میں آقا کی ولایت اور گرفت اس سے منقطع ہو جائے گی اور جب تک وہ اپنے آقا کی طرف واپس نہیں آئے گا، اس وقت تک وہ آقا کا غلام شمار نہیں ہوگا۔ بنا بریں اگر آقا اپنے غلاموں کے لیے کوئی نذر مانے یا ان کے حق میں وصیت کرے یا انہیں آزاد کر دے تو اس کا یہ عمل اس کے بھگوڑے غلام کو شامل نہیں ہوگا۔ دارمی نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص اپنی وصیت میں کہے کہ: ''میرا ہر غلام آزاد ہے۔'' اور اس کا کوئی بھگوڑا غلام بھی ہو تو وہ آزاد نہیں ہو سکے گا۔ (۱۱)

ج۔ بھگوڑا غلام اگر کوئی فوج داری جرم (جنایت) کرے تو اس پر گرفت ہوگی اور جرم کی حد جاری کی جائے گی مثلاً اگر وہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ (۱۲)

د۔ اگر بھاگے ہوئے غلام کو کوئی شخص پکڑ لے لیکن وہ اس کے ہاتھ سے بھی نکل بھاگے تو اس پر مذکورہ غلام کا کوئی تاوان عائد نہیں ہوگا۔ (۱۳)

ابراء (بری الذمہ قرار دینا)

۱۔ تعریف: اگر کسی کے ذمہ یا اس کی طرف کسی کا کوئی ثابت شدہ حق ہو تو اس حق کے اسقاط کو ابراء کہیں گے۔

۲۔ ابراء کا حکم: ابراء کا تعلق تبرعات (نیکی کے رضاکارانہ کاموں) سے ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے۔ تاہم ابراء کی یہ جائز صورت نہیں ہے کہ دین کی معجّل ادائیگی کے بالمقابل دین کے کسی حصے کے اسقاط کی شرط لگا دی جائے۔ اس لیے کہ دائن محسن (احسان کنندہ) ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے احسان کے سبب اسے نقصان پہنچانا جائز نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ کے نزدیک اس سے چھٹکارے کی صورت یہ ہے کہ دائن اپنا دین نقود کی شکل میں واپس لینے کی بجائے عروض یعنی سامان کی شکل میں واپس لے جب کہ اس سامان کی قیمت دین کی رقم سے کم ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جس شخص پر کسی کا کسی معلوم مدت کے لیے کوئی حق ہو اور حق دار اپنے حق کا بعض حصہ معجّل طور پر وصول کر لے اور بعض حصہ چھوڑ دے تو یہ بات مکروہ نہیں، ناجائز ہوگی۔'' نیز فرمایا: ''اگر تم اپنا حق معجّل طور پر وصول کرنا چاہو تو اس حق کے بالمقابل عروض یعنی سامان وغیرہ لے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''(۱۴) (دیکھیے مادہ اجل نمبر ۵ کے جزب کا جز ۲) اور (مادہ رق نمبر ۳ کے جز د کا

جز۶)

اجل کا اسقاط (دیکھئے مادہ اجل نمبر۳)

ابل (اونٹ)

¤ اونٹ کو نحر کرنا اور نحر کرنے کی کیفیت۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر۶ کا جز أ)
¤ مال غنیمت کے اندر اونٹ کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر۲ کے جز ج کا جز۲)
¤ اونٹوں کے بیٹھنے کے مقامات میں نماز پڑھنے کی کراہت۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۳ کے جز ب کے جز۲ کا جز ب)
¤ اضحیہ یعنی قربانی اور ہدی کے اندر ایک اونٹ سات افراد کے لیے کافی ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۴ کا جز أ)
¤ اونٹوں کی زکوۃ۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۶ کا جز واؤ)
¤ دیت کے اندر کتنے اور کس طرح کے اونٹ واجب ہوتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۵ کا جز ب)

ابلہ (احمق)

ابلہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی عقل کمزور ہو اور اس پر غفلت کا غلبہ ہو یعنی مغفل شخص۔
ابلہ سے پردہ نہ کرنا (دیکھئے مادہ حجاب نمبر۳ کے جز ب کا جز۳)

ابن (بیٹا)

۱۔ تعریف: مذکر ولد کو بیٹا کہا جاتا ہے۔
۲۔ بنو فلان (فلاں کا خاندان) کا لفظ اس خاندان کے مذکر اور مونث دونوں قسم کے افراد کو شامل ہوگا۔ حسن بصریؒ نے کہا کہ اگر ایک شخص: ''بنو فلان'' کے لیے وصیت کر جائے تو اس وصیت میں مذکورہ خاندان کے مرد اور عورتیں یکساں طور پر شامل ہوں گی۔ (۱۵)
۳۔ بیٹا اپنے والدین میں سے کسی کی لونڈی کے ساتھ تسری نہیں کرسکتا۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر د کا جز ھ)
۴۔ دیکھئے مادہ أب اور مادہ ولد۔

أتان (گدھی)

گدھی کو اتان کہتے ہیں۔
علاج کی خاطر گدھی کا پیشاب پی لینے کی رخصت۔ (دیکھئے مادہ تل اور نمبر۳ کا جز د)

اتصال (اتصال) دیکھئے مادہ تتابع۔

اتلاف (تلف کر دینا)

۱۔ تعریف: اتلاف اسے کہتے ہیں کہ ایک چیز کو اس قابل رہنے نہ دینا کہ اس سے وہ فائدہ اٹھایا جا سکے جو عادتاً

اس سے مطلوب ہوتا ہے۔

۲۔ اتلاف کے ذریعے سزا دہی: بعض دفعہ اتلاف کے ذریعے مجرم کو سزا دی جاتی ہے جس طرح قصاص کے اندر ہوتا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ قتل حقیقت میں جان کا اتلاف ہے۔ اسی طرح جو شخص عمداً کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالے گا، اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ قطع یعنی کاٹ ڈالنے کا عمل عضو کا اتلاف ہے۔ (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جزا کا جزا اور ۲) اسی طرح اگر کوئی شخص مال غنیمت میں غلول کرے یعنی غنیمت کا کوئی مال چھپا جائے اور امام المسلمین کو اس کی خبر نہ دے تو اس کے گھر کو آگ لگا کر اسے سزا دی جائے گی۔ (۱۶) (دیکھیے مادہ تعزیر نمبر ۲ کا جزج)

۳۔ تلف کردہ چیزوں کا تاوان: اگر انسانی جان یا اس کے اعضاء ارادے اور قصد کے بغیر تلف کر دیئے جائیں یا قصداً تلف کیے گئے ہوں لیکن مقتول یا مجروح کے اولیاء نے قاتل یا جارح کو معاف کر دیا ہو اور تاوان نہیں دیت لینا قبول کر لیا ہو تو ان صورتوں میں مال کے ذریعے تاوان کی ادائیگی واجب ہو جائے گی۔ (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز ب)

محترم یعنی حرمت والے اموال کا اتلاف بھی تاوان کا موجب بن جاتا ہے خواہ اتلاف عمداً ہوا ہو یا خطأً۔ (دیکھیے مادہ اجارۃ نمبر ۴) نیز (مادہ بیع نمبر ۳ کا جز م) بنا بریں جو شخص کسی کا کتا ہلاک کرے، اس پر کوئی تاوان عائد نہیں ہوگا اس لیے کہ کتا محترم مال نہیں ہوتا۔ (۱۶ ب)

اُثاث (اثاثہ)

۱۔ تعریف: گھر کے ساز و سامان مثلاً بچھونوں، دریوں، چٹائیوں نیز برتنوں اور ہانڈیوں کو اثاث البیت کہتے ہیں۔

۲۔ اثاث البیت کی ملکیت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ شوہر کی موت یا اس کی طرف سے طلاق ملنے کی صورتوں میں گھر کے اثاثہ کی ملکیت بیوی کی طرف راجع ہوگی۔ شوہر کو اس میں سے اپنے خاص حوائج مثلاً ہتھیار، لباس اور مصحف وغیرہ کے سوا کوئی چیز لینے کا حق نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''جب شوہر کی وفات ہو جائے تو بیوہ گھر کے جس ساز و سامان پر گھر کا دروازہ بند کر لے، وہ ساز و سامان اس کا ہوگا۔'' (۱۷) آپ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت اپنے مکان میں بہت سی چیزیں لے آتی ہے اور پھر اس کا شوہر وفات پا جاتا ہے یا اسے طلاق مل جاتی ہے؟ حسن بصریؒ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''گھر کے جس ساز و سامان پر وہ گھر کا دروازہ بند کر لے گی، وہ ساز و سامان اس کا ہو جائے گا ماسوائے مرد کے ہتھیار اور مصحف کے۔'' (۱۸) نیز فرمایا: ''مرد کو صرف اس کا ہتھیار اور اس کے جسم کے کپڑے مل جائیں گے۔'' (۱۹)

اثبات (ثابت کرنا)

۱۔ تعریف: دعوے کی صحت پر عدالت میں دلیل پیش کرنے کو اثبات کہا جاتا ہے۔

۲۔ اثبات کے طریقے: اثبات کے طریقے جن کی بنیاد پر قاضی اپنا فیصلہ سناتا ہے، متنوع قسم کے ہیں۔ دعوے

کے موضوع کے اختلاف کی بنا پر ان طریقوں کے اندر اختلاف ہوتا ہے مثلاً جو طریقہ مال کے دعوے کے اثبات کے لیے کارآمد ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ حد کے اثبات کے لیے کارآمد ثابت نہ ہو۔ اسی طرح دین کے دعوے کے اثبات کے لیے کارگر طریقہ بعض دفعہ وصیت کے دعوے کے اثبات کے لیے کارگر نہیں ہوتا۔ تاہم مذکورہ طریقے درج ذیل صورتوں سے باہر نہیں ہیں۔

أ۔ اقرار (دیکھئے مادہ اقرار) نیز (مادہ قضاء نمبر ۵ کا جز ا)

ب۔ تحریر (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۹)

ج۔ گواہی (دیکھئے مادہ شھادۃ) نیز (مادہ قضاء نمبر ۵ کا جز ب، ج، د)

د۔ قسم (دیکھئے مادہ یمین) نیز (مادہ قضاء نمبر ۵ کا جز ھ)

ھ۔ قوی قرائن (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۵ کا جز واؤ)

و۔ قرعہ اندازی (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۵ کا جز ز)

اجارۃ (اجارہ)

۱۔ تعریف: معاوضہ کے بدلے ایک چیز کے منافع (جمع منفعت) کا سودا کرنا اجارہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اجارے پر دی جانے والی چیز۔

أ۔ اجارے کی شرطیں: حسن بصریؒ شرائط کے ساتھ اجارے کی اباحت کرتے تھے۔ ان شرائط میں وہ شرائط بھی داخل ہیں جو اجارے پر دی جانے والی چیز سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے لگائی جائیں نیز وہ شرطیں بھی جو منفعت یعنی محل اجارہ کے سلسلے میں عائد کی جائیں، ان میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ منفعت متقوم ہو یعنی اس کی قیمت لگائی جاسکتی ہو مثلاً کسی مکان میں رہائش اختیار کرنا، کسی جانور پر سواری کرنا، مریض کی خدمت کرنا وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بصریؒ نے یتیم کے ولی کے لیے اپنے کام کی مقدار یتیم کے مال سے اجرت وصول کر لینا جائز قرار دیا ہے۔ (۲۰) اس طرح کچھ کراہت کے ساتھ دلال کی اُجرت کو بھی جائز قرار دیا ہے (۲۱)۔ اس کراہت کی وجہ - واللہ اعلم - یہ ہے کہ دلالی کی اجرت کی وجہ سے صارف کے لیے چیز کا بھاؤ چڑھ جاتا ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ دلال لوگ بائع کو دھوکہ دینے کا طریقہ اختیار کیے رہتے ہیں مثلاً وہ اس سے کہتے ہیں کہ: "تمہاری جنس کی یہ مناسب قیمت ہے۔ تمہیں اس سے زیادہ قیمت دینے والا کوئی نہیں ملے گا۔ یہ جنس تو منڈی میں کثرت سے موجود ہے۔" وغیرہ وغیرہ۔

حسن بصریؒ نے مصاحف لکھنے پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔ (۲۲) اس لیے کہ کتابت کرنے والا جو محنت صرف کرتا ہے، وہ متقوم جہد ہوتی ہے یعنی اس کی قیمت لگائی جاسکتی ہے۔ اسی طرح غیر کی طرف سے حج کرنے کی اجرت وصول کرنا بھی جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴ کا جز د)

۲۔ منفعت معلوم ہو، اس لیے کہ منفعت اگر مجہول ہوگی تو اس کے نتیجے میں غرر (دھوکہ دہی) کا پہلو پیدا ہو جائے گا جب کہ غرر بالاتفاق تمام عقود کو فاسد کر دیتا ہے۔ (دیکھئے مادہ غرر نمبر ۲ کا جز ا)

۳۔ منفعت مباح بھی ہو۔ اگر درج ذیل شروط موجود ہوں گی تو منفعت مباح قرار پائے گی۔

أ قرآن یا سنت کے کسی نص شرعی کے ساتھ اس کا تصادم نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بصریؒ نے خالی پڑی ہوئی زمین کو درہم اور دینار کے بدلے کرائے پر دینے کو مکروہ قرار دیتے ہوئے ناجائز کہا ہے۔ یہی حکم زمین کی پیداوار کے ایک حصے کے بدلے زمین کرائے پر دینے کا ہے۔ آپ نے یہ بات ضروری قرار دی ہے کہ زمیندار اپنی زمین پر یا تو خود کاشت کرے یا اپنے کسی مسلمان بھائی کو بلا معاوضہ دیدے۔ (۲۳) کیونکہ حضورﷺ کا ارشاد ہے: ''جس شخص کے پاس کوئی زرعی زمین ہو، وہ اس پر خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو بلا معاوضہ دیدے۔ اگر وہ ایسا کرنا نہ چاہے تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے۔'' (۲۴) اسی طرح حسن بصریؒ نے اجرت لے کر شرکاء کے درمیان ان کے حصص تقسیم کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۲۴ ب) کیونکہ حضورﷺ کا ارشاد ہے: ''قامہ سے بچتے رہو۔'' ہم نے عرض کیا: ''اللہ کے رسولﷺ! قامہ کیا ہوتا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''قامہ یہ ہے کہ ایک چیز کچھ لوگوں کے درمیان مشترک ہو اور پھر وہ اپنی اصل مقدار سے گھٹ جائے۔'' ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''ایک شخص چند شرکاء پر (ان کے درمیان مشترک مال تقسیم کرنے کے لیے) ہوتا ہے اور پھر وہ ہر ایک کے حصے سے تھوڑا تھوڑا لے لیتا ہے۔'' (۲۵) اسی طرح حسن بصریؒ نے نوحہ خوانی اور رقص وسرود وغیرہ کے لیے کسی کو اجارے پر حاصل کرنا ناجائز قرار دیا ہے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: ''میری ایک خوش آواز لونڈی ہے۔ اگر میں اسے گانا سکھا دوں تو شاید امیروں کا مال اس کے ذریعے سے حاصل کرسکوں؟'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیتے تھے اور اللہ کے ہاں آپ پسندیدہ تھے۔'' مذکورہ شخص نے تین مرتبہ اپنا سوال دہرایا اور آپ نے ہر مرتبہ اسے یہی جواب دیا۔ (۲۶)

ب۔ اس منفعت کا شریعت کے مقاصد عامہ میں سے کسی مقصد کے ساتھ تناقض اور ٹکراؤ نہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حسن بصریؒ قضا کے کام پر اجرت لینے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ (۲۷) آپ خود بھی قاضی بن کر کوئی اجرت وصول نہیں کرتے۔ (۲۸) اس لیے کہ اگر عوام الناس کو عدالتی فیصلہ حاصل کرنے کی غرض سے اجرت کی ادائیگی کا مکلف بنا دیا جائے تو اس کے نتیجے میں غریب اور نادار لوگ قاضی کی عدالت میں جا کر اپنے حقوق کے بارے میں مطالبہ ترک کردیں گے۔ اس لیے کہ ان کے پاس عدالتی فیس کے لیے رقم نہیں ہوگی۔ اسی طرح آپ نے قرآن اور علوم کی تعلیم کے لیے اجرت کی شرط کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔ (۲۹)

البتہ اگر کسی شرط کے بغیر معلم کو کچھ دیا جائے تو اسے لے لینا جائز ہوگا۔ کراہت اور عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اگر علوم کی تعلیم پر لوگوں کو اجرت کی ادائیگی کا مکلّف بنا دیا جائے تو فقراء کے بچے تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہیں گے اور ان پر جہالت کا غلبہ ہو جائے گا کیونکہ ان کے پاس تعلیمی فیس کی ادائیگی کے لیے رقم نہیں ہوگی۔ (دیکھیئے مادہ قرآن نمبر ۴ کا جز ج) اسی طرح حسن بصریؒ نے مکہ مکرمہ کے مکانات حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کو کرائے پر دینے کو ناجائز قرار دیا ہے اس لیے کہ اگر انہیں کرایہ بھرنے کا مکلف بنا دیا جائے

تو اس کے نتیجے میں بہت سے لوگ حج اور عمرے پر آنا ترک کر دیں گے۔ اس لیے کہ کرایہ بھرنے کے لیے ان کے پاس رقم نہیں ہوگی۔ (۳۰) (دیکھئے مادہ حرم نمبر۲ کا جزج)

ج۔ مسلمانوں کی مصلحت اور ان کا مفاد اس منفعت کا داعی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حسن بصریؒ نے ایک معلوم مدت کے لیے سانڈ کو جفتی کرنے کی غرض سے اجارے پر لینے کی اجازت دے دی تھی۔ (۳۱) کیونکہ اگر ایسا کرنے سے لوگوں کو روک دیا گیا تو اس کے نتیجے میں بعض نفع مند پالتو جانوروں کی نسل منقطع ہو کر رہ جائے گی۔

⊙ حسن بصریؒ نے مصاحف کی کتابت کے لیے کسی کو اجارے پر حاصل کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس کے متعلق (مادہ اجارۃ نمبر۲ کا جز اُ کے جزا) میں بات گزر چکی ہے۔ شاید یہ اجازت بھی درج بالا نقطہ (ج) کے تحت آتی ہے۔

⊙ سینگی لگوانے کے لیے کسی کو اجارے پر حاصل کرنے کی رخصت بھی شاید درج بالا نکتے کے تحت آتی ہے کیونکہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ البتہ آپ نے اس پیشے کے ذریعے حاصل ہونے والی کمائی کو خبیث کسب شمار کرتے ہوئے اسے مکروہ کہا ہے۔ (۳۲) اس لیے کہ سینگی لگانے والا جب زخم اور پھوڑے سے خون اور پیپ وغیرہ چوستا ہے تو یہ نجس چیزیں اس کے منہ تک پہنچ جاتی ہے۔

۴۔ اجیر (اجارے پر حاصل شدہ شخص) کی منفعت اجارے کی منفعت کی طرف راجع نہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حسن بصریؒ نے عبادات مثلاً نماز اور اذان وغیرہ پر اجرت لینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے مادہ اذان نمبر۴) اس کے برعکس آپ نے حسبۃ للہ عبادات کی ادائیگی پر لوگوں کو ابھارا ہے۔ آپ فرمایا کرتے: ''حسبۃ للہ اذان دینے والے کو قیامت کے دن سب سے پہلے جنتی لباس پہنایا جائے گا۔'' (۳۳)

۵۔ یہ شرط نہیں ہے کہ اجارے پر لی جانے والی چیز عقد اجارہ کے وقت موجود بھی ہو۔ البتہ ایسی صورت میں یہ شرط ہوگی کہ بیع سلم پر قیاس کرتے ہوئے عقد اجارہ کے وقت اجرت کی حوالگی عمل میں آ جائے۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کفالہ کے تحت کوئی چیز کرائے پر لیتا ہے۔ آپ نے جواب دیا: ''اگر وہ سارا کرایہ نقد ادا کر دے تو پھر میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھوں گا۔'' حسن بصریؒ صرف اس صورت کو جائز قرار دیتے تھے، جب مستاجر اپنی گرہ سے کرایہ ادا کرے۔ کرایہ ادھار کرنے کو آپ مکروہ نہیں، ناجائز قرار دیتے تھے۔ (۳۴)

ب۔ اجارے پر حاصل شدہ چیز کو آگے اجارے پر دے دینا: حسن بصریؒ مستاجر کے لیے اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ وہ اجارے پر حاصل شدہ چیز کو آگے اجارے پر دیدے بشرطیکہ دوسرا مستاجر مذکورہ چیز اس طرح استعمال کرے کہ اسے پہلے مستاجر کے ہاتھوں ہونے والے نقصان سے زیادہ نقصان نہ پہنچے۔ مذکورہ چیز دوسری مرتبہ اجارے پر خواہ پہلی اجرت سے زائد یا کم یا مثل اجرت پر دی جائے، اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کوئی چیز اجارے پر حاصل کر کے مقررہ

اجرت سے زائد رقم کے بدلے آگے اجارے پر چڑھا دیتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۳۵)

ج۔ اجارے پر لی ہوئی چیز کے اندر موجر کا تصرف: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اجارے پر لی ہوئی چیز کے اندر موجر کا ایسا تصرف جائز ہے جو اسے موجر کی ملکیت سے خارج کر دینے والا ہو مثلاً عتق، بیع، ہبہ اور صدقہ وغیرہ۔ (۳۶) موجر کے اس تصرف کے ساتھ ہی اجارے کا عقد ختم ہو جائے گا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

د۔ اجارے پر لی ہوئی چیز کا کفالہ۔ (دیکھئے مادہ کفالہ نمبر ۴)

۳۔ اجرت: حسن بصریؒ اجرت کے سلسلے میں چند شرطیں عائد کرتے تھے۔ ان کا ذکر ذیل میں ہے۔

اَ۔ اجرت مال ہو یا ایسی چیز ہو جس کی قیمت مال کے ذریعے لگائی جا سکتی ہو۔ بنا بریں آپ قربانی دینے والے کے لیے یہ بات جائز قرار دیتے تھے کہ وہ قربانی کے جانور کی کھال قصائی کو اجرت میں دیدے۔ (۳۷) اس لیے کہ کھال کی قیمت مال کے ذریعے لگائی جا سکتی ہے۔

ب۔ اجرت معلوم و متعین ہو۔ اجرت مجہول ہونے کی صورت میں عقد اجارہ درست نہیں ہوگا۔ بنا بریں آپ نے یہ صورت جائز قرار نہیں دی کہ ایک شخص کسی سے کہے کہ: "یہ کپڑا اتنے میں فروخت کر دو۔ اس سے زائد جو رقم ملے، وہ تمہاری ہوگی۔" (۳۸) اس لیے کہ اجرت مجہول ہے۔

ج۔ اجرت پیداوار کا کوئی جز نہ ہو: بنا بریں آپ نے یہ بات جائز قرار نہیں دی کہ ایک شخص اپنے پھل دار درخت کسی کے حوالے کر کے اس سے کہے کہ: "تم ان درختوں کی دیکھ بھال کرتے رہو اور پھر ان کے پھل اتار لو اور پیداوار کا تہائی یا چوتھائی حصہ لے لو۔" (۳۹) آپ نے اس صورت کو بھی مکروہ قرار دیا ہے کہ ایک شخص جلاہے کو کپڑا بننے کے لیے یہ کہہ کر روئی دے کہ بنے ہوئے کپڑے کا نصف یا تہائی حصہ وہ اجرت میں لے لے۔ (۴۰) تاہم آپ نے اس صورت کو جائز قرار دیا ہے کہ چرواہا بھیڑ بکریوں کے تہائی اور چوتھائی حصے کے بدلے انہیں چرائے۔ (۴۱) اسی طرح یہ صورت بھی آپ کے نزدیک جائز ہے کہ کوئی شخص کپاس کے کھیت میں روئی چننے کا کام کرے اور حاصل شدہ روئی کا نصف حصہ لے لے۔ (۴۲) کیونکہ یہ پیداوار کا جزء نہیں ہے۔ خارج یعنی پیداوار سے میری مراد وہ چیز ہے جو کام کرنے والے کی اپنی کاریگری کے نتیجے میں وجود میں آئے۔

د۔ اگر اجارے پر لی ہوئی چیز موجل ہو، نیز موصوف فی الذمہ ہو تو اس صورت میں عقد اجارہ کے وقت اجرت کی حوالگی عمل میں آجائے۔ یہ بات (مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز اَ کے جز ۵) میں گزر چکی ہے۔

۴۔ اجیر کی ضمانت: اصول تو یہ ہے کہ اجارے پر دی ہوئی چیز اجیر یا مستاجر کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہوتی ہے اور امانات کے اندر قاعدہ یہ ہے کہ اگر جان بوجھ کر یا اہمال اور لاپروائی کی بنا پر کوئی امانت تلف ہو جائے تو اس کا تاوان بھروالیا جائے گا۔ اور جو امانت کسی آفت سماوی کی وجہ سے تلف ہو جائے، اس کا تاوان نہیں لیا جائے گا چونکہ اجیروں یعنی مزدوروں کے سلسلے میں عمداً یا اہمال کا اثبات متعذر رہتا ہے۔ اس لیے حسن

بصریؒ نے اجیروں کی دو قسمیں کی ہیں۔
اجیر خاص (ایسا مزدور جو صرف ایک شخص کے کام کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔): یہ اجیر کسی بھی حالت میں تاوان نہیں بھرتا الا یہ کہ اس بات کا ثبوت مل جائے کہ اس نے اجارے پر حاصل شدہ چیز کو جان بوجھ کر خراب کر دیا ہے۔
اجیر عام: یہ وہ اجیر اور کاریگر ہے جس کا کام صرف ایک شخص تک محدود نہیں ہوتا مثلاً دھوبی اور درزی وغیرہ۔ اس پر چونکہ اہمال یعنی لاپروائی کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے ذمہ عائد شدہ کام کو جلد از جلد پورا کر کے دوسرا کام حاصل کرنے کا حریص ہوتا ہے اور یہی بات اہمال کا سبب بن جاتی ہے۔ اس لیے حسن بصریؒ کی رائے میں وہ اس چیز کا تاوان بھرے گا جسے وہ اپنی جلد بازی کی وجہ سے خراب کر ڈالے۔ خواہ اس نے یہ خرابی جان بوجھ کر کی ہو یا جان بوجھ کر نہ کی ہو۔ البتہ اگر ایک چیز اس کے ہاتھوں میں کسی آفت سماوی مثلاً سیلاب یا آگ لگنے کی بنا پر تلف ہو جائے یا کوئی زبردست دشمن اس سے وہ چیز چھین لے تو وہ اس کا تاوان نہیں بھرے گا۔ (۴۳) اس لیے کہ ان صورتوں کے اندر اس کا اپنا کوئی ہاتھ اور دخل نہیں ہوتا۔

۵۔ عقد اجارہ کو قطع کر دینے والے امور: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ بیع کی وجہ سے عقد اجارہ فسخ ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص اپنا مکان ایک سال کے لیے اجارے یعنی کرائے پر دیدے اور پھر سال کے دوران اسے فروخت کر دے تو بیع کے بعد کی مدت کا اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''بیع اجارے کو قطع کر دیتی ہے۔'' (۴۴) موت کی بنا پر اجارہ فسخ نہیں ہوتا۔ (۴۵) خواہ موجر وفات پا جائے یا مستاجر۔

۶۔ اجیر کو مال غنیمت میں سے حصہ دینا: اگر کوئی شخص کسی کو اپنی خدمت کے لیے اجارے پر حاصل کرے اور یہ اجیر اپنے مخدوم (مستاجر) کے ساتھ جنگ میں شریک ہو تو کیا اسے مال غنیمت میں سے کوئی حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ آپ سے ایک روایت یہ ہے کہ جنگ میں شریک ہونے والے غلام اور اجیر کو مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا۔ (۴۶) آپ کا قول ہے کہ: ''اجیر کے لیے کوئی سہم یعنی حصہ نہیں۔'' (۴۷) دوسری روایات کے مطابق اگر اجیر جنگ میں شریک ہو اور لوگوں کے ساتھ میدان جنگ میں موجود ہو تو اسے مال غنیمت سے حصہ ملے گا خواہ اس نے جنگ نہ بھی کی ہو۔ (۴۸) (دیکھیے مادہ غنیمۃ نمبر ۶ کے جزج کا جزءُ)

اجازۃ (اجازت دینا، برقرار رکھنا)

۱۔ تعریف: تصرف کو نافذ رہنے دینا اجازت کے نام سے موسوم ہے۔

۲۔ اجازت کی شرائط: حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے مال کے تہائی حصے سے زائد کی وصیت کر دی اور اس کے ورثا اس پر رضامند رہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ وصیت جائز ہے۔'' (۴۹) (دیکھیے مادہ وصیۃ نمبر ۸ کا جز ب) اس فتوے سے ہم چند ایسی شرائط اخذ کر سکتے ہیں جن کا وجود اجازت کی صحت کے لیے ضروری ہے۔ (۵۰) وہ شرطیں یہ ہیں:

أ۔ اگر اجازت کا تعلق ایک سے زائد اشخاص کے ساتھ ہو تو اس کی صحت کے لیے ان سب کی اجازت شرط ہو گی۔ بنابریں اگر تہائی سے زائد مال کی وصیت کی گئی ہو اور بعض ورثاء اس کی اجازت دے دیں اور بعض نہ دیں تو یہ وصیت جائز نہیں ہوگی۔

ب۔ مذکورہ تصرف اصل کے اعتبار سے جائز طور پر واقع ہوا ہو لیکن نافذ نہ ہوا ہو۔ ایک شخص کی اپنے مال کی تہائی سے زائد وصیت اصل کے اعتبار سے جائز ہے کیونکہ وہ اپنے مال میں تصرف کرتا ہے لیکن نافذ نہیں ہوگی بلکہ موقوف رہے گی۔ اس لیے کہ وصیت کنندہ کی وفات کے بعد اس کے مال کے ساتھ غیر کا حق متعلق ہو جاتا ہے۔ بنابریں اس وصیت کو اجازت لاحق ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر مذکورہ تصرف اصل کے اعتبار سے باطل ہو مثلاً کوئی شخص اپنے آزاد بیٹے کی کسی کے حق میں وصیت کر جائے تو اس تصرف کو اجازت لاحق نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ آزاد شخص تبرع کا محل نہیں ہوتا۔ اجازت لاحق ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے اور پھر ولی اس نکاح کی اجازت دے کر اسے برقرار رہنے دے۔ (دیکھیے مادہ نکاح نمبر ۵ کا جز ب)

ج۔ محل اجازت اس وقت قائم اور برقرار ہو جب اجازت دی جائے۔ اس لیے کہ محل اجازت کے فوت ہو جانے کے بعد اجازت کا عمل بے معنی ہوگا۔ بنابریں اگر ایک شخص اپنے مال کی تہائی سے زائد کی وصیت کر جائے اور پھر اس کا سارا مال تلف ہو جائے تو اس وصیت کو اجازت لاحق نہیں ہوگی کیونکہ مذکورہ اجازت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اجبار (مجبور کر دینا)

۱۔ تعریف: اجبار یہ ہے کہ کوئی صاحب ولایت حکم شرع بروئے کار لانے کی غرض سے کسی کو کسی تصرف پر مجبور کر دے۔

۲۔ کن لوگوں کو اجبار کا حق حاصل ہوتا ہے؟: حسن بصریؒ نے جن فروعی مسائل میں فتوے دیے ہیں، ان کے استقراء سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اجبار کا حق صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو صاحب ولایت ہو خواہ وہ خلیفہ ہو یا قاضی یا باپ وغیرہ یا شوہر۔ اس مسئلے میں ولایت عامہ اور ولایت خاصہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

۳۔ حسن بصریؒ کے فقہ میں اجبار کی صورتیں درج ذیل ہیں:

- جزیہ ادا کرنے پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ جزیۃ نمبر ۲)
- تلف کردہ اشیاء کا تاوان بھرنے پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ اتلاف نمبر ۳)
- امانتیں واپس کرنے پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ امانۃ)
- خوش حال مدیون کو دین کی ادائیگی پر اجبار اور دائن کو تنگدست مدیون سے دین کی وصولی میں مہلت دینے پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ دین نمبر ۷) نیز (مادہ اعسار نمبر ۲)

- زکوۃ ادا کرنے پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ زکاۃ نمبر ۷)
- مشروع شرائط کی تنفیذ پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ شرط نمبر ۲)
- حق شفعہ کی بنا پر غیر منقولہ مال حوالہ کرنے پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ شفعۃ نمبر ۱)
- زوجین کے درمیان علیحدگی پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ طلاق نمبر ۷)
- مطلقہ نیز بیوہ کو عدت گزارنے پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ عدۃ)
- چور کو مسروقہ مال واپس کرنے پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جزھ نیز نمبر ۴ کا جزھ) نیز (مادہ غنیمۃ نمبر ۴)
- قاضی کے حکم کی تنفیذ پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ قضاء نمبر ۲)
- اقارب پر انفاق پر اجبار۔ (دیکھیے مادہ نفقۃ نمبر ۴)
- نکاح پر عورت کے ولی کا اجبار۔ (دیکھیے مادہ نکاح نمبر ۶ کا جز د)

اُجر (اجرت)

اجر اس بدل کو کہتے ہیں جو منفعت کے بالمقابل ہوتا ہے۔ (دیکھیے مادہ اجارۃ نمبر ۳)

اُجل (مدت)

۱۔ تعریف: اجل کسی چیز کی اس مدت اور وقت کو کہتے ہیں جس کے اندر مذکورہ چیز کی آمد ہو جائے۔

۲۔ اجل کی انواع: اجل کی دو قسمیں ہیں۔ شرعی اجل اور وضعی اجل۔ وضعی اجل کی پھر دو قسمیں ہیں۔ عدالتی طور پر مقرر شدہ اجل اور معاملہ کے طرفین کے اتفاق سے مقرر شدہ اجل۔

أ۔ شرعی آجال: ان سے ہماری مراد وہ وقت ہے جس کی تحدید شارع نے کسی شرعی حکم کے سبب کے طور پر کر دی ہو مثلاً اوقات صلوۃ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کا جز أ) روزے کا وقت (دیکھیے مادہ صیام) ایلاء کی مدت (دیکھیے مادہ ایلاء نمبر ۴) لقطہ کی تشہیر کی مدت (دیکھیے مادہ لقطۃ نمبر ۲ کا جز ب) عنین یعنی نامرد کے لیے مقررہ مدت (دیکھیے مادہ عنۃ نمبر ۲ کا جز ب) رضاعت کی مدت (دیکھیے مادہ رضاع نمبر ۳) عدت کی مدت (دیکھیے مادہ عدۃ نمبر ۲ کا جز ج) نیز (نمبر ۳ کا جز ب) موزوں پر مسح کی مدت (دیکھیے مادہ خف نمبر ۶) اور سفر سے اقامت کی مدت (دیکھیے مادہ سفر نمبر ۳ اور نمبر ۴)

ان شرعی آجال یعنی مدتوں کا اسقاط یا ان میں کمی بیشی جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ مدتیں شارع کی وضع کردہ ہیں اور ان کا اندازہ شارع نے کیا ہے۔ شارع حکیم جو چیز وضع کر دے، اس پر کسی کا زور نہیں چل سکتا۔ جس طرح حدود کا معاملہ ہے۔

شرعی آجال کے ساتھ ان آجال کا الحاق ہو جاتا ہے جو عادۃً جاری ہوں اور جن پر شارع نے شرعی احکام مرتب کیے ہوں مثلاً حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت (دیکھیے مادہ حیض نمبر ۳) نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت (دیکھیے مادہ نفاس نمبر ۲) اور سن بلوغت (دیکھیے مادہ بلوغ نمبر ۲ کا جز أ) اور اسی طرح کی دیگر مثالیں۔

شرعی آجال کے ساتھ ملحق آجال پر اضافہ جائز نہیں ہے۔ البتہ ان میں کمی جائز ہے اگر عادت اس کے مطابق جاری ہو۔ بنابریں حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور ایک عورت کو چھ دنوں کے حیض کی عادت پڑ گئی ہو تو احکام شرعیہ کے اندر اس کی اس عادت پر اعتماد کرنا واجب ہوگا۔ بعض دفعہ ہمارے لیے جائز ہوتا ہے کہ ہم شرعی آجال کے ساتھ ان اجتہادی آجال کو ملحق کر دیں جن کے بارے میں شارع حکیم کی طرف سے کوئی خاص نص وارد نہیں ہوتا لیکن ائمہ مجتہدین اپنے اجتہاد سے ان کا استنباط کرتے ہیں مثلاً سفر سے اقامت کی کم سے کم مدت یا نص وارد ہوتا ہے اور ائمہ اس نص شرعی کے فہم میں اجتہاد سے کام لیتے ہیں مثلاً خیار شرط کی مدت۔

ب۔ عدالتی طور پر مقرر شدہ اجل (اجل قضائی) اس سے ہماری مراد وہ وقت ہے جو کسی حکم شرعی کے سبب کے طور پر صاحب ولایت کی طرف سے مقرر کر دیا جائے مثلاً دعوے کی سماعت کا وقت، گواہوں کو حاضر کرنے کا وقت اور مدت اور مرتد کے لیے توبہ کرنے کی مقررہ مدت (دیکھئے مادہ استتابۃ)

ج۔ کسی معاملے کے طرفین کے اتفاق سے مقرر شدہ اجل (اجل اتفاقی) اس سے ہماری مراد وہ وقت ہے جسے طرفین متفقہ طور پر ایک چیز کی لازمی ادائیگی کے لیے مقرر کر دیں مثلاً بیع سلم کے اندر مسلم فیہ یعنی مبیع کی حوالگی کا وقت اور مدت۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کے جز اُ کے جز ۲ کا جز ب) نیز دین کی ادائیگی کا وقت (دیکھئے مادہ دین نمبر ۲ نیز نمبر ۶ کا جز ج) وغیر ذلک۔

۳۔ اجل کا اسقاط: شرعی آجال اور ان سے ملحقہ آجال اور مدتیں اسقاط کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتیں۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کیونکہ یہ مدتیں شارع حکیم کی وضع کردہ ہوتی ہیں اور شارع کی وضع کردہ چیز کے اسقاط کا کسی کو اختیار نہیں ہوتا۔

قضائی آجال اور مدتیں اسقاط کی بنا پر ساقط ہو جاتی ہیں۔ انہیں ساقط کرنے کا حق ان کے واضع کو حاصل ہوتا ہے۔

اتفاقی آجال ان کے واضعین کے اتفاق کی بنا پر ساقط کیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح اس اجل سے مستفید ہونے والے فریق کے لیے اس کی وضع کے بعد اسے ساقط کر دینا جائز ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے اس اسقاط سے دوسرے فریق کو نقصان نہ پہنچتا ہو مثلاً اگر بیع سلم کا بائع مسلم فیہ یعنی مبیع کی حوالگی کے سلسلے میں مشکلات میں پھنس جائے تو مسلم فیہ کی حوالگی کی مدت ساقط کر دی جائے۔ اسی طرح اگر مدیون دین کی ادائیگی کرنے سے تنگدست ہو جائے تو ادائیگی کی اجل اور مدت ساقط کر دی جائے۔

۴۔ اجل کا سقوط: ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ قابل اسقاط مدتیں اسقاط کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اور مدت کی انتہا ہو جانے کی وجہ سے بھی ان کا سقوط ہو جاتا ہے۔ دیون کی مدتیں تفلیس (دیوالیہ اور مفلس قرار دینے) کی بنا پر ساقط ہو جاتی ہیں۔ دیون اور غیر دیون کی مدتیں حسن بصریؒ کے نزدیک موت کی وجہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص فوت ہو جاتا ہے اور اس کے ذمہ موجل دین ہوتا

ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''اگر مدیون مفلس قرار پائے یا مر جائے تو اس پر موجل عائد شدہ دین حالی یعنی معجل بن جاتا ہے۔'' (۵۱) ابن قدامہ نے: ''المغنی'' کے اندر ذکر کیا ہے کہ حسن بصریؒ سے موت کی بنا پر اجل کا عدم سقوط منقول ہے۔ (۵۲) تاہم پہلی روایت زیادہ درست ہے۔ موجل مہر کی مدت بیوی کے ساتھ شوہر کی ہمبستری کے ذریعے ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر ایک شخص کسی عورت کے ساتھ معجل اور موجل مہر پر نکاح کر لے تو اجل کا سقوط ہو جائے گا اور موجل مہر معجل یعنی حالی بن جائے گا۔ (۵۳) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورتوں کے بارے میں کوئی عہدہ براری نہیں۔ جب شوہر اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستر ہو جائے گا، اس پر اس کا مہر واجب ہو جائے گا۔'' (۵۴)

۵۔ اجل کے بالمقابل مال: یہ بات دو تصرفات کے اندر ہوتی ہے، بیع کے اندر اور دین کے اندر۔

أ۔ بیع کے اندر اجل کے بالمقابل مال کا ہونا: بیع کے اندر اجل کے بالمقابل مال کے جواز کے متعلق ہمیں فقہائے سلف کے مابین کسی اختلاف کا علم نہیں ہے۔ بنا بریں سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ایک چیز نقد اتنے میں اور ادھار اس سے زائد میں فروخت کرنا جائز ہے۔

ب۔ دین کے اندر اجل کے بالمقابل مال کا ہونا (۵۵): بعض فقہائے سلف نے دین کے اندر اجل کے بالمقابل مال کی مطلقاً ممانعت کرتے ہوئے اسے ربوا یعنی سود کے قبیل سے شمار کیا ہے۔ حسن بصریؒ بھی ان حضرات میں شامل ہیں جنھوں نے اس کی علی الاطلاق ممانعت کر دی ہے۔ یہ بات ہمارے سامنے دو صورتوں کے اندر ظاہر ہوتی ہے۔

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ کسی کا کسی پر دین ہو اور دائن دین کی ادائیگی کا مطالبہ کرے لیکن مدیون کے پاس ادائیگی کے لیے رقم نہ ہو اور وہ دائن سے کہے کہ: ''میں تم سے ایک سال کی مہلت مانگتا ہوں۔ اس کے بدلے تم میرے دین میں سو کا اضافہ کر دینا۔'' یا دائن مدیون سے ابتدا ہی میں کہہ دے کہ: ''میں تمہیں ایک سال کے لیے ہزار کی رقم قرض دیتا ہوں اور شرط یہ ہے کہ تم اس میں سو کا اضافہ کر دو گے۔'' یہ دونوں صورتیں ربوا النسیہ کی صورتیں ہیں جس کی تحریم اللہ تعالیٰ نے قاطع نصوص کے ذریعے کر دی ہے۔ ان میں سے ایک نص سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۲۷۵ میں ارشاد باری ہے۔ (وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا. اللہ نے بیع حلال کر دی ہے اور ربوا یعنی سود حرام کر دیا ہے۔)

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص کا کسی کے ذمے موجل دین ہو اور اجل معلوم ہو پھر مدیون دائن سے کہے کہ: ''میں تمہیں دین کی ادائیگی اس کے وقت کی آمد سے پہلے معجل طور پر کر دیتا ہوں اور تم دین کی رقم میں سے مثلاً سو کم کر دو۔'' حسن بصریؒ کے نزدیک یہ صورت بھی ناجائز ہے البتہ اگر ادائیگی میں تعجیل کے بالمقابل دائن اپنے مدیون سے اس کے ذمہ عائد شدہ دین کے بدلے کوئی سامان خرید لے جس کی قیمت دین کی رقم سے کم ہو تو یہ صورت جائز ہوگی کیونکہ معاملے کی یہ صورت دین کے اندر کمی اور اس کی ادائیگی کی صورت نہیں ہوگی بلکہ بیع کی صورت ہو جائے گی۔ بیع کے اندر اگر فریقین اصل قیمت سے کم یا زیادہ پر

رضا مند ہو جائیں تو ایسی بیع جائز ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جس شخص کا کسی پر کوئی حق ہو جس کی مدت معلوم ہو اور وہ معجّل طور پر اپنے حق کا کچھ حصہ وصول کر لے اور کچھ حصہ چھوڑ دے تو یہ بات مکروہ یعنی ناجائز ہوگی۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر تم اپنا حق وصول کرنے میں تعجیل کرنا چاہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ رقم کی بجائے عروض یعنی سامان وغیرہ لے لو۔''(۵۶) (دیکھئے مادہ دین نمبر ۶ کا جز ج) نیز (مادہ ابراء نمبر ۲)

جس طرح مدیون کی طرف سے مذکورہ شرط لگانا ناجائز ہے۔ اسی طرح دائن کی طرف سے یہ شرط عائد کرنا مکروہ ہے۔ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ نے یہ صورت مکروہ قرار دی ہے کہ آقا مکاتب سے کہے کہ: ''تم مجھے بدل کتابت معجّل طور پر ادا کردو اور میں اتنی رقم کم کردوں گا۔''(۵۷)

اجھاض (حمل گرادینا) دیکھئے مادہ اسقاط

احتباء (بیٹھنے کی ایک صورت)

۱۔ تعریف: احتباء یہ ہے کہ انسان اپنے سرینوں کے بل اپنے دونوں گھٹنے کھڑے کر کے اور اپنی دونوں پنڈلیوں کو دونوں ہاتھوں سے اکٹھی کر کے بیٹھے۔

۲۔ احتباء کا حکم:

أ۔ امام کے خطبے کے دوران احتباء: حسن بصریؒ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ جمعہ کے دن خطیب کے خطبے کے دوران کوئی شخص احتباء والی حالت میں بیٹھا رہے۔(۵۸) اشعث اور سالم الخیاط دونوں نے روایت کی ہے کہ ہم نے حسن بصریؒ کو جمعہ کے دن امام کے خطبے کے دوران احتباء کرتے دیکھا ہے۔(۵۹) تاہم مکحول نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے جمعہ کے خطبے کے دوران احتباء کو مکروہ قرار دیا ہے۔(۶۰) ان دونوں روایتوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ مکحول کی روایت کردہ کراہت تنزیہی کراہت ہے اور یہ جواز کے منافی نہیں ہے۔ اس بارے میں حسن بصریؒ کی رائے کے ناقلین نے لفظ: ''لابـــاس'' (کوئی مضائقہ نہیں) کہہ کر ہماری مذکورہ بالا بات کی تعبیر کی ہے۔ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۴ کا جز ب)

ب۔ نفلی نماز کے اندر احتباء: حسن بصریؒ نفل نماز پڑھنے والے کے لیے یہ بات جائز قرار دیتے تھے کہ وہ بیٹھ کر احتباء والی حالت میں یہ نماز ادا کرلے۔ اگر رکوع میں جانے کا ارادہ کرے تو پنڈلیوں کے گرد بندھی ہوئی چیز یعنی: ''حبوۃ'' کھول لے اور رکوع میں چلا جائے۔ عوف نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص احتباء کی حالت میں نماز ادا کرلے۔(۶۱) دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کا جز د کا جز ۲)

احتجام (سینگی لگوانا) دیکھئے مادہ حجامۃ۔

احتراف (کوئی پیشہ اپنانا)

۱۔ تعریف: ایک شخص کا کسی فن اور کام کو اختیار کر کے اس میں مہارت حاصل کر لینا اور اسے روزی کا وسیلہ قرار دے کر اس پر جمے رہنا احتراف کہلاتا ہے۔

۲۔ حرفتوں کی انواع اور ان کا حکم: حرفتوں کی تین قسمیں ہیں۔

اً۔ حرام حرفتیں: ان سے مراد ہر ایسی حرفت ہے جسے اختیار کرنے والا شخص کسی ایسے فعل میں مشغول ہو جائے جس سے اللہ سبحانہ نے منع فرمایا ہے مثلاً زنا کاری اور گانے بجانے کی حرام صورتیں وغیرہ۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ سے کہا: ''ابوسعید! میری ایک لونڈی ہے جس کی آواز بڑی اچھی ہے۔ اگر میں اسے گلوکاری سکھادوں تو شاید اس کے ذریعے ان امراء سے مال حاصل کرسکوں۔'' آپ نے اسے جواب دیا: ''حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے اہل وعیال کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ آپ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھے۔'' مذکورہ شخص نے دوبارہ اپنی بات دہرائی اور تیسری بار بھی یہی بات کہی۔ آپ نے ہر دفعہ اس سے یہی فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے اہل وعیال کو نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ (۶۲)

ب۔ مکروہ حرفتیں: ان سے مراد گھٹیا قسم کی حرفتیں ہیں۔ (۶۳) ان میں ہر وہ حرفت اور پیشہ داخل ہے جسے سر انجام دینے والا شخص ناپاک اشیاء کے ساتھ ملوث ہوتا ہو مثلاً سینگی لگانا، بیت الخلاء صاف کرنا وغیرہ۔ اسی بنا پر حسن بصریؒ نے سینگی لگانے والے کی کمائی کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۶۴) (دیکھئے مادہ حجامۃ نمبر ۲ کا جز اً)

ج۔ مباح حرفتیں: ان سے مراد وہ تمام حرفتیں اور پیشے ہیں جو حرام نیز گھٹیا قسم کے مکروہ پیشوں کے علاوہ ہیں مثلاً تجارت اور زراعت کا پیشہ، درزی اور بڑھئی کا کام اور اسی طرح کے دیگر پیشے۔

احتشاش (گھاس کاٹنا)

خودرو سبز گھاس کاٹنے کو احتشاش کہتے ہیں۔

احرام والے شخص کے لیے احتشاش کا جواز۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جزج)

احتکار: (ذخیرہ اندوزی)

۱۔ تعریف: نرخ بڑھانے کی خاطر اشیائے صرف کو بازار میں لانے سے اس طرح روکے رکھنا احتکار کہلاتا ہے جس سے صارفین کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے۔

۲۔ ذخیرہ اندوزی کی صورت کب متحقق ہوتی ہے؟

حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ احتکار کی صورت صرف اس وقت متحقق ہوتی ہے جب ایک شخص شہر کی مارکیٹ سے کوئی جنس خرید کر اسے ذخیرہ کرلے اور مقصد یہ ہو کہ اس طرح بازار میں اس کا بھاؤ بڑھادے یا نرخ میں

اضافے کا انتظار کرتا ہے۔ اگر ایک تاجر کسی اور شہر سے اشیاء صرف خرید کر لائے اور ان کا ذخیرہ کر لے یا اپنی زمین کی پیداوار یا اپنے کارخانے کی مصنوعات کا ذخیرہ کر لے تو یہ ذخیرہ اندوزی حرام ذخیرہ اندوزی نہیں ہوگی۔ (۶۵) کیونکہ جس طرح اس کے لیے یہ ممکن تھا کہ وہ یہ پیداوار اور مصنوعات حاصل نہ کرتا اور نہ دوسرے شہر سے یہ اشیاء خرید کر لاتا، ایسی صورت میں اس پر کوئی گناہ نہ ہوتا۔ اسی طرح اس کے لیے ممکن ہے کہ وہ مذکورہ اشیاء خرید کر لانے یا مذکورہ پیداوار حاصل کرنے کے بعد ان کا ذخیرہ کرے۔ ایسی صورت میں بھی اس پر کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا۔

احتلام (نیند کی حالت میں انزال ہو جانا)

۱۔ تعریف: اگر سوئے ہوئے شخص کو خواب دیکھنے کی بنا پر یا خواب دیکھے بغیر انزال ہو جائے تو اسے احتلام کہیں گے۔

۲۔ احتلام بلوغت کی نشانی ہے۔ (دیکھئے مادہ بلوغ)

احتلام کی وجہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جزأ)

احتلام کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۰ کے جز ط کا جز ۴)

احتلام کی وجہ سے اعتکاف بالاتفاق فاسد نہیں ہوتا۔

احداد (سوگ کرنا)

۱۔ تعریف: عدت گزارنے والی عورت کا بناؤ سنگھار ترک کر دینا نیز اپنے شوہر کے گھر کے سوا اور کسی اور گھر میں رات نہ گزارنا احداد کہلاتا ہے۔

۲۔ عدت کے اندر احداد کا حکم: حضرت حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ عدت گزارنے والی عورت پر احداد واجب نہیں ہے خواہ وہ عدت طلاق گزار رہی ہو یا عدت وفات۔ (۶۶) آپ اپنی رائے کے حق میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کی روایت حضرت عبداللہ بن شدادؓ نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے کی ہے۔ اس روایت کے مطابق جب حضرت جعفر بن ابی طالب شہید ہو گئے تو حضور ﷺ نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا: ''تین دن سیاہ لباس پہنو اور اس کے بعد جس طرح چاہو، کرو۔'' (۶۷) بنا بریں عدت والی عورت کے لیے بناؤ سنگھار مباح ہے۔ حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''طلاق مغلظہ پانے والی نیز بیوہ ہو جانے والی اپنی عدت کے دوران سرمہ لگا سکتی ہیں۔ بالوں میں کنگھی کر سکتی ہیں۔ خوشبو اور مہندی بھی استعمال میں لا سکتی ہیں اور جوتے بھی پہن سکتی ہیں۔ وہ جو چاہیں، کر سکتی ہیں۔'' (۶۸) عدت گزارنے والی عورت کے لیے جس مکان میں چاہے، رات گزارنا مباح ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''طلاق مغلظہ پانے والی نیز بیوہ ہو جانے والی کے لیے عدت کے دوران کوئی رہائش نہیں ہے اور نہ کوئی نفقہ یعنی خرچہ۔ یہ دونوں جہاں چاہیں، عدت گزار سکتی ہیں۔'' (۶۹) نیز فرمایا: ''بیوہ ہو جانے والی عورت جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔'' (۷۰) نیز فرمایا: ''تین طلاق یافتہ عورت اپنے شوہر کے گھر کے سوا کسی اور جگہ عدت گزار سکتی ہے۔'' (۷۱) یہ مسائل حسن

بصریؒ کے تفردات میں شامل ہیں۔

احرام (احرام باندھنا)

۱۔ تعریف: حج اور عمرہ کے حرمات میں دخول کا نام احرام ہے۔

۲۔ احرام کب واجب ہوتا ہے؟:

أ۔ حج اور عمرے کے لیے احرام باندھنا واجب ہوتا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

ب۔ حسن بصریؒ کے نزدیک دخول مکہ کے لیے بھی احرام باندھنا واجب ہے۔ آپ احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہونے کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے۔ (۷۲) البتہ اگر صاحب ولایت شخص اپنے ماتحت کو احرام سے روک دے تو وہ احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر آقا اپنے غلام کو احرام باندھنے سے روک دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۷۳)

ج۔ اگر ایک شخص بہ صورت قسم احرام باندھنے کی نذر مان لے تو اسے پورا کرنا اس پر واجب نہیں ہوگا بلکہ کفارہ کافی ہو جائے گا۔ اس لیے کہ احرام اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی مستقل عبادت نہیں ہے بلکہ صرف حج یا عمرے کی خاطر اسے عمل میں لایا جاتا ہے۔ اس لیے اس کی نذر ماننے کی صورت میں اسے پورا کرنا واجب نہیں ہوگا بلکہ اگر یہ نذر بصورت قسم ہوگی تو اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو اسے پورا کر لے اور چاہے تو قسم کا کفارہ دیدے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ: ''میں اگر فلاں کام نہ کروں تو میں حج کا احرام باندھنے والا ہوں گا۔'' اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا ''احرام تو صرف اس پر واجب ہوتا ہے جو حج کرنے کی نیت کرے۔ مذکورہ فقرہ قسم ہے اور یہ شخص اس کا کفارہ ادا کرے۔'' (۷۴)

۳۔ احرام کا زمانہ: حج کے مہینوں (شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں) (۷۵) میں وقوع پذیر احرام حج کا احرام ہوگا بشرطیکہ احرام باندھنے والا حج کرنے کی نیت بھی کرے۔ ان مہینوں کے سوا دیگر اوقات میں باندھا جانے والا احرام عمرے کا احرام ہوگا۔ اگر ایک شخص اشہر حج کے سوا کسی اور مہینے میں عمرے کا احرام باندھ لے اور پھر اسی سال اشہر حج کے اندر مذکورہ عمرے کا طواف کرے تو وہ متمتع (ایک ہی سفر میں حج اور عمرے کا فائدہ اٹھانے والا) کہلائے گا کیونکہ طواف کے ذریعے عمرے کی تکمیل ہوتی ہے۔ بنابریں جس مہینے کے اندر عمرے کی تکمیل ہوگی، عمرہ اسی مہینے کا شمار ہوگا۔ (۷۵ب) اہل مکہ شوال کا چاند دیکھ کر حج کا احرام باندھیں گے۔ یہی بہترین صورت ہے۔ حسن بصریؒ نے چاند دیکھ کر مکہ میں احرام باندھا تھا۔ (۷۶)

۴۔ احرام باندھنے کی جگہ: احرام باندھنے والا یا تو اہل حرم میں سے ہوگا یا اہل میقات میں سے یا آفاقی ہوگا۔

أ۔ اگر وہ اہل حرم میں سے ہو اور حج کا ارادہ کرے تو وہ اپنی قیام گاہ سے احرام باندھے گا۔ اگر وہ عمرے کا ارادہ کرے تو قریب ترین حدود حرم پر جا کر وہاں سے احرام باندھے گا۔

ب۔ اگر وہ اہل میقات میں سے ہو یعنی اس کا وطن میقات کی حدود کے اندر ہو بالفاظ دیگر اس کا گھر حدود حرم سے باہر لیکن منطقۂ احرام کے اندر ہو تو حج اور عمرے کے لیے وہ اپنے گھر سے احرام باندھے گا۔ حسن بصریؒ

نے فرمایا: ''اگر اس کے اہل وعیال (گھر) میقات کے اندر ہوں تو وہ وہیں سے احرام باندھے گا۔''(۷۷)

ج۔ اگر وہ آفاقی ہو یعنی اس کا گھر مواقیت کی حدود سے باہر ہو تو حج یا عمرے کے لیے وہ میقات سے احرام باندھے گا۔ حسن بصریؒ آفاقی کے لیے میقات سے پہلے احرام باندھ لینے کو ناپسند کرتے تھے۔ (۷۸) اگر آفاقی احرام باندھے بغیر میقات سے آگے بڑھ جائے تو میقات پر واپس جا کر وہاں سے احرام باندھنا اس پر لازم ہوگا۔ (۷۹) تاہم اگر وہ میقات پر واپس نہ آئے بلکہ میقات سے آگے جہاں ہے، وہیں سے احرام باندھ لے تو اس پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا البتہ اسے افضل طریقے کا تارک قرار دیا جائے گا۔ (۸۰) اگر آفاقی مکہ میں داخل ہو جائے اور اس کی نیت نہ تو حج کرنے کی ہو اور نہ عمرہ کرنے کی۔ پھر اس کی نیت حج یا عمرے کی ہو جائے تو وہ میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھے گا۔''(۸۱) اسی طرح وہ شخص بھی جو غیر اشہر حج میں عمرہ کرنے کے لیے مکہ میں داخل ہو جائے اور موسم حج آنے تک وہیں مقیم رہے اور پھر حج کا ارادہ کر لے تو میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھے گا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص عمرے کی نیت سے مکہ آ جائے اور پھر حج کا ارادہ کر لے تو وہ کس مقام سے حج کا احرام باندھے گا؟ آپ نے جواب دیا: ''میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھے گا۔''(۸۲)

۵۔ احرام کے اندر شرط کا ذکر: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر احرام باندھنے والا کوئی درست شرط لگائے تو اسے اس شرط کا فائدہ حاصل رہے گا۔ (۸۳) احرام کے اندر جن شرائط کا ذکر درست اور حلال ہے، وہ یہ ہیں۔ (اس بات کی شرط لگا دے کہ جس مقام پر اس کے لیے حبس یعنی آگے جانے سے رکاوٹ کی صورت پیدا ہو گی، وہیں وہ اپنا احرام کھول دے گا مثلاً احرام باندھتے وقت وہ کہے: ''اے اللہ! جس جگہ تو مجھے روک لے گا، وہیں میرا احرام کھل جائے گا۔'' (اس بات کی شرط لگا دے کہ اگر حج میسر نہ ہو تو عمرہ ہوگا مثلاً کہے: ''اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں۔ اگر تو اسے میرے لیے آسان کر دے۔ اگر آسان نہ کرے تو پھر عمرہ ہوگا۔''

۶۔ احرام کے لیے غسل کرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے، اس پر غسل کرنا واجب ہے۔ اگر وہ غسل کرنا بھول جائے اور احرام باندھ کر آگے روانہ ہو جائے اور پھر اسے غسل یاد آئے تو یاد آنے کے مقام پر غسل کر لے گا۔ (۸۴) یہ مسئلہ بھی حسن بصریؒ کے تفردات میں شمار ہوتا ہے۔

۷۔ تلبیہ کہنا نیز احرام کی سنت کے طور پر دو رکعتیں پڑھنا: احرام باندھنے کے لیے غسل کرنے کے بعد احرام کی سنت کے طور پر دو رکعتیں پڑھے گا اور احرام والے کپڑے پہن کر تلبیہ کہے گا۔ تلبیہ کے حکم کے متعلق ہمیں حسن بصریؒ سے منقول نص ہاتھ نہیں لگا کہ تلبیہ کہنا احرام کی شرط ہے یا نہیں۔ تاہم ابوبکر جصاص رازی نے: ''احکام القرآن'' کے اندر ذکر کیا ہے کہ تلبیہ کے شرط ہونے پر سلف کا اتفاق ہے۔ (۸۵)

۸۔ محرم کے لیے کن باتوں کی ممانعت ہے اور کن باتوں کی ممانعت نہیں:

اَ۔ کچھ امور ایسے ہیں جنہیں کر لینا محرم کے لیے مباح ہے اور کچھ امور سے باز رہنا اس پر واجب ہے۔ اگر وہ

ان میں سے کسی امر کو بروئے کار لائے گا خواہ جان بوجھ کر یا غلطی سے یا بھول کر تو اس پر جزاء یعنی جرمانہ لازم ہو جائے گا۔(۸۶) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''محرم خواہ عمداً کوئی جانور شکار کر لے یا خطأ، اس پر جزاء کا حکم عائد کر دیا جائے گا۔''(۸۷) نیز فرمایا: ''محرم بھول کر بھی جو جانور شکار کر لے گا، اس پر جزاء کا حکم عائد کر دیا جائے گا۔''(۸۸) سورۂ مائدہ آیت نمبر ۹۵ میں ارشاد باری ہے (وَمَنْ قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ۔ اور تم میں سے جو شخص جان بوجھ کر شکار کو قتل کرے گا، اس کا بدلہ مویشی قسم کے چوپایوں میں سے اس جانور کی مثل ہوگا جسے اس نے مار ڈالا ہے۔) اس آیت کی تاویل وتفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص اپنا احرام بھول کر شکار کو عمداً شکار کو قتل کر دے۔''(۸۹) ابن قدامہ نے: ''المغنی'' کے اندر حسن بصریؒ سے ذکر کیا ہے کہ محرم اگر شکار کو عمداً قتل کر دے جب کہ اسے اپنا احرام یاد ہو تو اس صورت میں اس پر کوئی جزاء عائد نہیں ہوگی۔ اور اگر اپنے احرام کے بارے میں اسے غلطی لگ جائے یا وہ اسے بھول جائے تو اس پر جزا لازم ہو جائے گی۔(۹۰) تاہم پہلی روایت ہی درست ہے۔ واللہ اعلم۔

ب۔ شکار۔ محرم پر شکار سے باز رہنا واجب ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ ایسے جانور جنہیں شکار کرنا حرام ہے: جانوروں کی دو قسمیں ہیں۔ اول پالتو قسم کے جانور جو انسانوں سے بدکتے نہ ہوں مثلاً بکری اور مرغی وغیرہ۔ انہیں ذبح کرنا محرم کے لیے حرام نہیں ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

دوم: انسانوں سے بدکنے والے جانور۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ اول جن کا گوشت حلال ہے اور دوم جن کا گوشت حلال نہیں ہے۔ بدکنے والے حلال جانوروں کا شکار کرنا جائز نہیں ہے۔ بدکنے کی علامت یہ ہے کہ اگر انہیں چھوڑ دیا جائے تو وہ بھاگ کھڑے ہوں۔ الاشعث نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ محرم کے لیے کسی ایسے جانور کو ذبح کر لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جسے اگر چھوڑ دیا جائے تو وہ اڑ نہ جائے مثلاً بطخ اور مرغی اور ایسے جانور کو ذبح کرنا جائز تصور کرتے تھے جسے اگر چھوڑ دیا جائے تو وہ اڑ جائے مثلاً کبوتر اور اس طرح کے دیگر جانور۔(۹۱)

اگر بدکنے والے جانور کا گوشت حلال نہ ہو تو اسے شکار کر کے مار گرانا اس وقت جائز ہوگا جب وہ انسان یا اس کے مال یا جانور پر حملہ آور ہو جائے۔ اگر حملہ آور نہ ہو تو اسے شکار کر کے ہلاک کر دینا جائز نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر بھیڑیا اور شیر محرم پر حملہ آور ہو جائیں تو انہیں ہلاک کر دینا محرم کے لیے مباح ہوگا۔''(۹۲) اس قاعدے سے سانپ، بچھو، کوا اور چیل مستثنٰی ہیں۔ انہیں ہلاک کرنے کی صورت میں محرم پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔(۹۳) حسن بصریؒ سانپوں کو ہلاک کر ڈالنے کا حکم دیتے تھے سوائے اس سفید رنگ والے سانپ کے جو چاندی کی چھڑی جیسا نظر آتا ہے۔(۹۴)

جانور کے انڈے جانور کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں۔ چنانچہ محرم پر ان کا اتلاف حرام ہے۔ کبوتر کے ایک

انڈے کے اتلاف پر حسن بصریؒ نے اونٹنی کا جنین (رحم میں موجود بچہ) جرمانہ کے طور پر دینے کا فیصلہ سنایا تھا۔(۹۵)

۲۔ شکار کا جرمانہ کن لوگوں کو بھرنا پڑے گا؟: شکار کا پورا جرمانہ ہر وہ محرم بھرے گا جو:

⊙ اسے ہلاک کرنے میں شریک ہوا ہو۔ بنا بریں اگر محرم افراد کا ایک گروہ کوئی ایک شکار مارنے میں شریک ہوا ہو تو ان میں سے ہر فرد پر پوری جزا لازم ہو جائے گی۔(۹۶)

⊙ جس نے شکاری کو اس کا پتہ بتایا ہو۔ حسن بصریؒ نے اس محرم کے بارے میں جس نے کسی محرم کو شکار کی طرف اشارہ کر کے اسے اس کا پتہ بتایا ہو اور اس نے مذکورہ شکار مار لیا ہو، فرمایا: ''اشارہ کرنے والے پر جرمانہ لازم ہوگا۔''(۹۷) یعنی یہ جرمانہ اس جرمانے کے علاوہ ہوگا جو شکار مارنے والے محرم پر عائد ہوگا۔

⊙ جس نے شکار مارنے کے اندر شکاری کی مدد کی ہو۔ حسن بصریؒ سے اس محرم کے بارے میں پوچھا گیا جس نے شکار مارنے میں کسی محرم کی مدد کی ہو، آپ نے جواب دیا: ''ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک کفارہ لازم ہوگا۔ جس طرح اگر کچھ افراد مل کر ایک شخص کو قتل کر ڈالیں تو ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہے۔''(۹۸)

شکار مارنے کی تحریم کے سلسلے میں احرام کی حالت کا اعتبار ہوگا۔ احرام باقی رہنے تک کے وقت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ بنا بریں جو محرم پہلے دو دنوں میں رمی کرنے کے اندر تعجیل کر کے اپنا احرام کھول لے اور پھر تیسرے دن حرم سے باہر کوئی شکار مار لے تو اس پر کوئی جزا عائد نہیں ہوگی۔ بخلاف اس صورت کے جب محرم پہلے دو دنوں میں تعجیل نہ کرے اور احرام کی حالت میں ہی رہے اور پھر تیسرے دن کوئی شکار مار لے تو اس پر جزا لازم ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو محرم پہلے دو دنوں میں تعجیل کرے اور اس کے بعد کوئی شکار مار لے تو اس پر کوئی چیز عائد نہیں ہوگی۔''(۹۹) لیکن اگر اس نے حرم مکہ کے اندر کوئی شکار مار لیا ہو تو اس پر جزا واجب ہو جائے گی کیونکہ حرم کے اندر شکار مارنے پر ہر صورت میں جزا لازم ہوگی۔

۳۔ شکار مارنے کا مقام: محرم پر شکار مارنا حرام ہے خواہ وہ حدود حرم سے باہر یعنی حل میں شکار مارے یا حدود حرم کے اندر ایسا کرے۔ محرم کا کیا ہوا شکار مردار ہوتا ہے جسے کھا لینا نہ تو خود اس کے لیے حلال ہوتا ہے اور نہ کسی اور کے لیے۔(۱۰۰) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''محرم کا ذبیحہ مردار ہے۔''(۱۰۱) یعنی اس کا کیا ہوا شکار۔ آپ سے ایک اور روایت کے مطابق اگر محرم حل کے علاقے میں کوئی شکار مارے تو احرام نہ رکھنے والے شخص کے لیے اسے کھا لینا حلال ہوگا۔(۱۰۲)

اگر احرام نہ رکھنے والا شخص حل کے علاقے میں کوئی شکار مار لے تو حسن بصریؒ کی رائے میں محرم کے لیے یہ شکار دو شرطوں کے ساتھ کھا لینا جائز ہوگا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ احرام نہ رکھنے والے شخص نے محرم کے لیے یہ شکار نہ کیا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس نے محرم کے آلۂ شکار کے ذریعے یہ شکار نہ کیا ہو۔ حسن بصریؒ کا قول ہے: ''غیر محرم کا کیا ہوا شکار اگر محرم کھا لے تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس نے یہ شکار محرم کے

لیے نہ کیا ہو اور نہ اس کا آلۂ شکار استعمال کیا ہو۔'' (۱۰۳)

۴۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا کہ محرم کا مارا ہوا شکار مردار ہے اور اسے کھانا حلال نہیں ہے۔ بنا بریں اگر محرم بھوک کی وجہ سے ہلکان ہو جائے اور اس کے پاس کھانے کے لیے مردار کے سوا نیز ایسے جانور کے سوا جس کا شکار ممکن ہو، کوئی اور چیز نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ مردار کھا لے گا۔ کھانے کے لیے مذکورہ شکار پکڑنا حلال نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر محرم مردار کھانے یا شکار پکڑنے میں سے کسی ایک بات کے لیے مجبور ہو جائے تو وہ مردار کھا لے، شکار پکڑ کر نہ کھائے اور نہ اس سے کوئی تعرض کرے۔'' (۱۰۴)

۵۔ شکار مارنے کا بدلہ: اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ آیت نمبر ۹۵ میں شکار مارنے کی جزا اور اس کے بدلے کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ (اے ایمان والو! شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں سے جو شخص اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی میں سے دے۔ اس کے متعلق تم میں سے دو ثقہ (عادل) آدمی فیصلہ کریں۔ یہ کعبے کو پہنچنے والی قربانی (ھدی) ہو یا کفارہ دے چند مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے رکھے تا کہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ جو کچھ گزر چکا، اللہ نے اسے معاف کر دیا اور جو شخص اب ایسا کرے گا، اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے۔) اس آیت میں شکار مارنے والے محرم کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ یا تو مویشی میں سے شکار شدہ جانور کی مثل بدلے کے طور پر دے اور اسے حرم میں لے جا کر ذبح کرے یا روزے رکھے۔ یہ روزے اس طعام کے برابر ہوں گے جو مذکورہ مویشی کی قیمت کے بدلے خریدا جا سکتا ہو، وہ اس طعام کے ہر نصف صاع (تقریباً پونے دو سیر) کے بدلے ایک دن روزہ رکھے گا۔ اس لیے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی لفظ (اَوْ) آیا ہے، حسن بصریؒ کے نزدیک وہ تخییر کے معنی دیتا ہے۔ (۱۰۵) اگر مذکورہ محرم واجب شدہ مویشی کے ثمن کے بدلے طعام خرید کر اسے فقراء کے درمیان تقسیم کر دے تو یہ بات بدلے کی ادائیگی کے لیے کافی نہیں ہوگی۔ (۱۰۶)

حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جگالی کرنے والے یعنی اوجھ رکھنے والے ہر جانور کے شکار کا بدلہ ایک بکری ہے خواہ مذکورہ جانور جثے کے اعتبار سے کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: ''اوجھ رکھنے والے ہر جانور کے شکار میں ایک بکری ہے۔'' (۱۰۷) ایک شخص نے شکار مار لیا لیکن بدلے کے طور پر اسے کوئی جانور نہیں ملا۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ: ''مذکورہ شکار کی قیمت درہموں میں لگائی جائے۔ پھر ان درہموں سے طعام کی حاصل ہونے والی مقدار معلوم کی جائے اور پھر ہر صاع کے بدلے مذکورہ شخص دو دن روزے رکھے۔'' (۱۰۸)

۶۔ شکار مارنے کی تکرار سے بدلے کی تکرار نہیں ہوگی: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ شکار مارنے کی تکرار سے بدلے کی تکرار نہیں ہوتی۔ ایسا شخص صرف ایک مرتبہ بدلہ دے گا۔ بنا بریں اگر محرم شکار مار لے تو اس پر بدلے کا حکم عائد کر دیا جائے گا لیکن اگر وہ دوبارہ شکار مارے تو اس پر کوئی چیز عائد نہیں کی جائے گی۔ (۱۰۹) کیونکہ سورۂ مائدہ کی مذکورہ بالا آیت کا آخری فقرہ ہے (اور جو شخص اب ایسا کرے گا، اللہ اس سے بدلہ لے

گا اور اللہ غالب ہے اور بدلہ لینے والا ہے۔)

بعض حضرات نے اس سلسلے میں حسن بصریؒ کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ شکار مارنے کی تکرار سے بدلے کی تکرار ہوگی۔ ناقل نے شاید حسن بصریؒ کے قول: ''محرم جب بھی کوئی جانور شکار کرے گا خواہ جان بوجھ کر یا غلطی سے، اس پر بدلے کا حکم عائد کر دیا جائے گا۔''(۱۱۰) نیز: ''محرم جو شکار بھی بھول کر مارے گا، اس پر بدلے کا حکم عائد کر دیا جائے گا۔''(۱۱۱) سے درج بالا مفہوم اخذ کیا ہے لیکن اگر ہم درج بالا دونوں فقرات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ان سے وہ مفہوم نہیں نکلتا جسے ناقل نے اخذ کیا ہے کیونکہ پہلے فقرے کے معنی ہیں: ''محرم جو بھی شکار مارے گا، اس میں بدلے کا حکم اس پر عائد کر دیا جائے گا۔ خواہ اس نے عمداً یہ شکار مارا ہو یا خطاء۔'' دوسرے فقرے کے معنی یہ ہیں: ''محرم جو بھی شکار بھول کر کرے گا، اس میں بدلے کا حکم اس پر عائد کر دیا جائے گا۔'' ہمارا بیان کردہ یہ مفہوم حسن بصریؒ سے منقول اس روایت کے مطابق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اگر محرم ایک مجلس کے اندر احرام کی ایک جیسی کئی خلاف ورزیوں کا ارتکاب کر لے تو اسے صرف ایک سزا دینے پر اکتفا کر لیا جائے گا مثلاً اگر وہ ایک مجلس میں قمیص پہن لے، پگڑی باندھ لے اور خوشبو لگا لے تو اس پر صرف ایک کفارہ عائد ہوگا۔''(۱۱۲)

۷۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ شکار مارنے کا بدلہ محرم پر واجب ہوگا خواہ اس نے عمداً یہ شکار مارا ہو یا خطاء یا نسیاناً یعنی اپنا احرام بھول کر، جزا کے وجوب کے اندر ان سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔(۱۱۳) اس سلسلے میں حسن بصریؒ سے منقول دو فقروں کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

۸۔ بدلہ دینے والے محرم کے لیے بدلے کے اس جانور کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تلف شدہ شکار کا بدل ہے۔ اس کے سوا بدلے کی دیگر صورتوں میں ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت کھا لینا اس کے لیے جائز ہوگا۔(۱۱۴)

ج۔ گھاس کاٹنا: حسن بصریؒ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ محرم اپنے جانور کو چارہ کھلانے کی خاطر گھاس وغیرہ کاٹ لے۔(۱۱۵)

د۔ لباس: احرام کے اندر عورت کا لباس مرد کے لباس سے مختلف ہوتا ہے کیونکہ عورت کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہے۔

۱۔ احرام والی عورت اپنے معمول کے لباس پہنے گی یعنی بناؤ سنگھار والے لباس کے سوا۔ البتہ وہ اپنا چہرہ نہیں ڈھانپے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''احرام والی عورت جو لباس چاہے، پہن لے۔ یعنی دستانے اور شلوار مگر برقعہ نہ پہنے، نہ چہرے پر نقاب ڈالے اور نہ ورس (ایک قسم کی خوشبودار گھاس) اور زعفران لگا ہوا کپڑا پہنے۔''(۱۱۶) ورس اور زعفران سے اس لیے روکا گیا ہے کہ ان کے اندر خوشبو ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ سے منقول ایک اور روایت کے مطابق آپ نے عورت کو احرام کے اندر دستانے پہننے سے منع کر دیا تھا۔(۱۱۷)

۲۔ جہاں تک مرد کا تعلق ہے، تو اصول یہ ہے کہ وہ دو کپڑے پہنے گا یعنی ازار اور رداء (لمبی چادر) خواہ ان کی

رنگت جو بھی ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مرد اگر چاہے تو دو سفید کپڑوں میں احرام باندھ لے اور اگر چاہے تو دھلے ہوئے دو کپڑوں میں اور اگر چاہے تو ایک لکیر دار کپڑے میں احرام باندھ لے۔''(۱۱۸)

محرم کے لیے طیلسان اوڑھ لینا جائز ہے کیونکہ طیلسان (پھول دار سبز رنگ کی چادر) ٹکڑوں کے درمیان سلائی کر کے نہیں بنایا جاتا بلکہ ایک ہی پھول دار کپڑا ہوتا ہے جسے کندھے پر رکھا جاتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''محرم کے لیے طیلسان اوڑھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''(۱۱۹)

اگر محرم کپڑے کے سلے ہوئے ٹکڑوں سے بنا ہوا لباس مثلاً قمیص وغیرہ نہ پہنے بلکہ اسے اپنے کندھے پر ڈال لے یا جسم کے ساتھ لپیٹ لے تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''محرم اگر قباء (لمبا کوٹ) پہن لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہ اپنے کندھے اس میں داخل نہ کرے۔(۱۲۰) نیز فرمایا: ''محرم اگر قمیص کو چادر کی طرح اپنے جسم پر ڈال لے تو کوئی حرج نہیں۔''(۱۲۱) یعنی وہ اسے پہنے بغیر چادر کی طرح اپنے جسم پر ڈال لے۔ اسی طرح آپ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم اپنا لباس پہنے بغیر اسے جسم پر ڈال کر باندھ لے۔(۱۲۲) محرم نہ تو ٹوپی پہنے گا اور نہ جرابیں۔(۱۲۳)

اگر محرم خلاف ورزی کرتے ہوئے درج بالا لباسوں میں سے کوئی چیز پہن لے گا تو اس پر اس کا کفارہ لازم ہو جائے گا یعنی ایک بکری جسے وہ حرم میں ذبح کرے گا۔(۱۲۴)

ابن ابی شیبہ نے: ''مصنف ابن ابی شیبہ'' کے اندر اشعث سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ محرم کے لیے غیر مقطوع جرابیں پہننے کی رخصت دیتے تھے۔(۱۲۵) یہ روایت ضرورت والی حالت پر محمول ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے مذکورہ روایت بیان کرنے کے لیے ان الفاظ میں باب باندھا ہے۔ ''اس محرم کے بارے میں جو جرابیں پہننے پر مجبور ہو جائے۔'' حسن بصریؒ نے مجبور محرم کو جرابیں پہننے کے لیے انہیں قطع کرنے کا حکم نہیں دیا کیونکہ قطع کرنے سے یہ جرابیں ضائع ہو جائیں گی جب کہ ہمیں اللہ نے یہ حکم نہیں دیا کہ ہم اموال کے اتلاف کے ذریعے اس کا قرب حاصل کریں۔ حسن بصریؒ کا یہ ایک عمدہ فہم تھا۔

۴۔ محرم کے لیے اپنے کپڑے تبدیل کرنا جائز ہے۔ خواہ یہ کپڑے میلے ہو چکے ہوں یا میلے نہ ہوئے ہوں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''محرم جب چاہے، اپنے کپڑے تبدیل کر سکتا ہے۔''(۱۲۶)

ھ۔ بال مونڈنا: محرم اپنے بال مونڈنے سے باز رہے گا۔ اگر وہ اپنے بال مونڈ لے تو اس پر درج ذیل تفصیل کے تحت جزا واجب ہو جائے گی۔

ا۔ اگر محرم ایک بال مونڈ لے یا کاٹ دے تو اس پر ایک مد (ایک پیمانے کا نام) گندم کا صدقہ واجب ہو جائے گا۔ اگر وہ دو بال مونڈ لے تو اس پر دو مد گندم کا صدقہ واجب ہو جائے گا۔(۱۲۷) اگر اس نے تین یا اس سے زائد بال مونڈ لیے تو اس پر دم (ایک بکری) یا دس دنوں کے روزے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہو جائے گا۔(۱۲۸)

۲۔ یہ جزا اس محرم پر لازم ہوگی جس نے اپنے بال مونڈے ہوں خواہ جان بوجھ کر یا غلطی سے یا بھول کر۔ ان صورتوں کی وجہ سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ حسن بصریؒ نے اس محرم کے بارے میں جو اپنے جسم کے تین بال اکھیڑ لے، فرمایا: ''اس پر دم لازم ہے۔ اس حکم میں بھول کر یہ فعل کرنے والا اور جان بوجھ کر ایسا کرنے والا دونوں یکساں ہیں۔''(۱۲۹)

۳۔ حسن بصریؒ نے محرم کے لیے اس امر کو مکروہ قرار دیا ہے کہ وہ کسی اور شخص کے بال مونڈے خواہ یہ دوسرا شخص محرم ہو یا غیر محرم۔ آپ نے اس محرم کے متعلق کراہت یعنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا جو کسی غیر محرم شخص کے بال اتارے۔(۱۳۰) آپ نے اس صورت کے اندر کسی جزا کا ذکر نہیں کیا۔

و۔ ناخن تراشنا: محرم اپنے ناخن تراشنے سے باز رہے گا۔ اگر وہ اپنے ناخن تراش ڈالے تو اس پر دم واجب ہو جائے گا یعنی ایک بکری جسے وہ حرم میں ذبح کرے گا۔ اس حکم سے صرف یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ اس کا ناخن ٹوٹ جائے اور پھر وہ اسے کاٹ لے۔ اس پر کوئی جزا عائد نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر محرم کا ناخن ٹوٹ جائے تو ٹوٹنے کی جگہ سے وہ اسے قطع کر دے۔ اس پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔''(۱۳۱)

ز۔ سرمہ لگانا: حسن بصریؒ محرم مرد اور محرم عورت کو زیب و زینت والا سرمہ مثلاً اثمد وغیرہ لگانے سے روکتے تھے۔(۱۳۲) دوا کے طور پر اس کے سوا کوئی اور سرمہ لگانا جائز ہے۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھا کہ محرم کس قسم کا سرمہ لگائے؟ آپ کے پہلو میں حضرت جابر بن زیدؓ بھی تشریف فرما تھے۔ آپ خاموش رہے اور حضرت جابرؓ نے فرمایا: ''وہ شہد سرمہ کے طور پر لگائے۔'' آپ نے حضرت جابرؓ کے جواب پر کوئی نکیر نہیں کی۔(۱۳۳)

ح۔ تیل لگانا: حسن بصریؒ نے محرم کے لیے اپنے جسم، داڑھی اور سر پر تیل لگانے کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ اس تیل میں کسی قسم کی خوشبو کی ملاوٹ نہ ہو۔(۱۳۴) خواہ تیل لگانے کا عمل علاج کی غرض سے ہو یا کسی اور غرض سے۔ حکم میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ نے علاج کی غرض سے تیل استعمال کرنے کے متعلق فرمایا: ''اگر محرم اپنے زخموں کا علاج گھی اور زیتون کے تیل کے ذریعے کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۱۳۵)

ط۔ زیورات پہننا: حسن بصریؒ نے عورت کو احرام کے دوران زیورات پہننے کی اجازت دی ہے اور اس بات کی بھی اجازت دی ہے کہ جسم کے جن حصوں (چہرے اور ہتھیلیوں) کو کھلا رکھنا اس کے لیے جائز ہے، ان پر موجود زیورات کو وہ ظاہر کر سکتی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ احرام والی عورت اپنے کون سے زیورات ظاہر کر سکتی ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''اپنی انگوٹھی۔''(۱۳۶)

ی۔ جنس لطیف سے لذت اندوز ہونا: محرم پر لازم ہے کہ وہ نظر بازی، ہم آغوشی اور ہمبستری کے ذریعے عورتوں سے حظ اٹھانے سے باز رہے۔ اگر محرم شہوت کے تحت عورت پر نظر ڈالے اور ڈالتا چلا جائے یہاں تک کہ انزال ہو جائے تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس کی قضا اس پر لازم ہوگی۔(۱۳۷) اگر وہ عورت

کے ساتھ بوسہ بازی کے ذریعے ہم آغوش ہو جائے اور انزال نہ ہو تو اس پر دم واجب ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر محرم اپنی بیوی کا بوسہ لے تو اس پر دم لازم ہو جائے گا۔'' (۱۳۸) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں واجب ہونے والا دم اونٹ ہے کیونکہ آپ نے اس شخص کے متعلق جس نے حالت احرام کے اندر بیوی کے ساتھ ہم آغوشی کی تھی، فرمایا: ''اس پر ایک بدنہ (اونٹ) کی قربانی لازم ہوگی۔'' (۱۳۹) آپ نے یہی بات اس شخص کے بارے میں بھی فرمائی تھی جس نے حالت احرام کے اندر اپنی لونڈی کی شرم گاہ کو ہاتھ لگایا تھا۔ (۱۴۰)

اگر محرم شہوت کے تحت عورت سے ہم آغوش ہو اور انزال ہو جائے تو اس پر مذکورہ بالا دم واجب ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا حج بھی فاسد ہو جائے گا اگر اس نے حج کا احرام باندھ رکھا ہو۔ حسن بصریؒ نے حالت احرام میں بیوی کے ساتھ ہم آغوشی کرنے والے محرم کے بارے میں فرمایا کہ اس پر بدنہ یعنی اونٹ لازم ہوگا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر اسے انزال بھی ہو جائے تو کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا: ''حضرت ابی بن کعبؓ فرمایا کرتے تھے کہ ایسا شخص ہمبستری کرنے والے کے بمنزلہ ہے۔ اس پر اگلے سال حج کی قضا لازم ہوگی۔'' (۱۴۱) اسی طرح حالت احرام میں بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنے والے محرم پر دم واجب ہوگا۔ اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اگلے سال وہ حج کی قضا کرے گا۔ (۱۴۲) حالتِ احرام میں بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنے والے شخص کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''دونوں اپنا حج مکمل کریں گے اور اگلے سال حج کریں گے۔ ان پر دم واجب ہوگا اور دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوں گے۔'' (۱۴۳)

اگر محرم اپنی بیوی سے ہمبستر ہونے کا مطالبہ کرے اور بیوی اس کی بات مان لے تو دونوں میں سے ہر ایک پر کفارہ لازم ہوگا یعنی ایک ایک اونٹ کی قربانی۔ اگر محرم شوہر بیوی کو ہمبستری پر مجبور کر دے تو اس پر دو دم واجب ہوں گے، بیوی پر کوئی دم واجب نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر محرم اپنی بیوی سے زبردستی جماع کرلے تو اس پر بیوی کا کفارہ بھی لازم ہوگا اور اگر بیوی جماع پر رضامند ہوئی ہو تو دونوں میں سے ہر ایک پر اپنا کفارہ لازم ہو جائے گا۔'' (۱۴۴)

ک۔ خوشبو: محرم پر ہر قسم کی خوشبو سے پرہیز لازم ہے۔ خوشبو سے یہاں ہماری مراد ہر وہ خوشبو ہے جسے لوگ خوشبو کے طور پر استعمال کرتے ہوں لیکن ایسی چیزیں جو بطور خوشبو استعمال نہ ہوتی ہوں بلکہ ان کی بو عمدہ ہو مثلاً نرگس، گلاب اور ریحان وغیرہ کے پھول تو محرم کے لیے اسے سونگھ لینا مباح ہے اور اس پر اس کا کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔ (۱۴۵)

اگر کوئی شخص ایک کپڑا خوشبو سے معطر کر دے اور اسے اتنی مدت یونہی پڑا رہنے دے کہ خوشبو ختم ہو جائے اور اس پر پانی چھڑکنے کے باوجود خوشبو نہ پھوٹے تو اس کپڑے کو احرام کے لیے استعمال کرنا جائز ہوگا اور مذکورہ شخص پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔ (۱۴۶) زرد رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے کو احرام کے لیے استعمال

کرنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ ایسے کپڑے پر اگر پانی چھڑکا جائے تو اس سے عصفر یعنی زرد رنگ کی عمدہ بو پھوٹ پڑتی ہے۔ (۱۴۷) البتہ محرم کے لیے ایسا حلوہ وغیرہ کھانا مباح ہے جس میں زعفران کی آمیزش ہو۔ (۱۴۸) کیونکہ یہ صورت خوشبو استعمال کرنے کے قبیل سے نہیں ہے۔

ل۔ سینگی لگوانا: اس عمل کے اندر چونکہ جسم سے خون نکالا جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں جسم کمزور ہو جاتا ہے، اس لیے حسن بصریؒ نے محرم کے لیے سینگی لگوانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۱۴۹) تاہم اگر وہ سینگی لگوا لے تو آپ کی رائے میں اس پر دم واجب ہو جائے گا۔ (۱۵۰) یعنی ایک بکری جسے وہ حرم میں ذبح کرے گا۔

م۔ ہتھیار برداری: حسن بصریؒ نے محرم کے لیے ہتھیار برداری مثلاً گلے سے تلوار وغیرہ لٹکانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۱۵۱) اس لیے کہ یہ مقام ہتھیار برداری کا مقام نہیں ہے بلکہ اللہ کے سامنے عاجزی اور خشوع و خضوع کے اظہار کا مقام ہے۔

ن۔ غسل کرنا: محرم کے لیے غسل کرنا مباح ہے۔ حسن نے فرمایا: ''اگر محرم غسل کرنا چاہے تو کر لے اور اگر نہ چاہے تو غسل نہ کرے۔'' (۱۵۲) اگر وہ غسل کرے تو اپنے سر کے بالوں کو سختی سے نہ ملے تاکہ کوئی بال ٹوٹنے نہ پائے۔ حسن نے فرمایا: ''محرم کے لیے اپنا سر دھونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن سر کو زور سے ملنا مکروہ ہے۔'' (۱۵۳) غسل کرنے کے لیے حمام میں داخل ہونا مکروہ ہے کیونکہ حمام میں جہاں ایک طرف کشف عورت (شرم گاہ کا برہنہ ہونا) ہوتا ہے، وہاں دوسری طرف اللہ کے ذکر سے ہٹ کر دیگر امور میں مشغولیت ہو جاتی ہے۔ حسن بصریؒ نے محرم کے لیے حمام میں داخل ہونے کو مکروہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ: ''اسے حمام میں داخل ہونے کی بجائے یاد الٰہی میں مصروفیت ہوتی ہے۔'' (۱۵۴)

س۔ مسواک کرنا: محرم کے لیے مسواک کرنا مباح ہے۔ حسن نے فرمایا: ''محرم کے لیے مسواک کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (۱۵۵)

۹۔ احرام کی خلاف ورزیوں کا کفارہ: درج بالا سطور میں ہم نے احرام کی خلاف ورزیوں اور ان کے نتیجے میں واجب ہونے والے کفارات کا ذکر کر دیا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حسن بصریؒ کے نزدیک خلاف ورزیوں کی تکرار سے کفارات میں تکرار لازم نہیں ہوتی۔ ہم نے (مادہ احرام نمبر ۸ کے جزب کے جز ۶) میں یہ بات بیان کر دی ہے اور بتایا ہے کہ خلاف ورزیاں ایک دوسری میں مدغم ہو جاتی ہیں اور ایک ہی مجلس میں کئی خلاف ورزیوں کے ارتکاب کی صورت میں سب سے زیادہ سخت اور بڑی جزا واجب ہو جاتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر محرم کو قمیص پہننے اور بال مونڈنے وغیرہ کی ضرورت پیش آ جائے اور وہ یہ سب خلاف ورزیاں ایک ہی دفعہ کر لے تو اس پر ایک دم واجب ہوگا اور اگر وہ یہ خلاف ورزیاں الگ الگ کرے تو اس پر ہر خلاف ورزی کے بدلے ایک ایک دم لازم ہوگا۔'' (۱۵۶)

احرام کی خلاف ورزی کے نتیجے میں واجب ہونے والا ہر دم حرم کے اندر ذبح ہوگا۔ حرم کے سوا کسی اور مقام پر اسے ذبح کرنا کافی نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو بھی دم ہو، اسے مکہ ہی میں ذبح کیا جائے گا۔''

(۱۵۷) احرام کی خلاف ورزی کرنے والے محرم کے لیے شکار کی جزا میں ذبح والے جانور کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ مذکورہ جانور شکار کا بدل ہوتا ہے۔ البتہ شکار کی جزا کے سوا دیگر جرمانوں میں ذبح ہونے والے جانور کا گوشت کھالینا اس کے لیے جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جزب کا جز ۸) محرم کے لیے جائز نہیں کہ وہ شکار کے کفارہ میں ذبح ہونے والے جانور کا گوشت کسی کافر یا مملوک کو کھلائے۔ حسن نے فرمایا: ''قسم کے کفارہ نیز شکار کی جزا میں سے کوئی چیز مملوک کو نہیں دی جائے گی۔'' (۱۵۸)

۱۰۔ احرام کی انتہاء: درج ذیل امور میں سے کسی ایک کے ذریعے احرام کی انتہاء ہو جاتی ہے۔

أ۔ حج یا عمرے کے اختتام سے اس کے لیے باندھے گئے احرام کا اختتام ہو جاتا ہے۔

ب۔ احصار کی زد میں آنے والے محرم کا مرسلہ ہدی جب حرم میں ذبح ہو جائے تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔

ج۔ محرم کی وفات کی وجہ سے بھی اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔ حسن نے فرمایا: ''جب محرم وفات پا جائے تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔'' (۱۵۹)

۱۱۔ احرام کھولنا: اگر محرم پہلی دفعہ حج کر رہا ہو تو اپنے سر کے بال مونڈنے کے ذریعے اس کا احرام کھولنا مکمل ہو جاتا ہے۔ حلق راس کے بغیر کوئی اور بات احرام کھولنے کے لیے کافی نہیں ہوگی۔ اس رائے میں حسن بصریؒ منفرد ہیں۔ بعد میں کیے جانے والے حج نیز عمرہ کے اندر سر مونڈنے یا بال چھوٹے کرانے کے ذریعے احرام کھولنے کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ (۱۶۰)

عورت اپنے سر کے بال چھوٹے کرا کے اپنا احرام کھول لے گی۔ حسن بصریؒ سے محرم عورت کے بال چھوٹے کرانے کی کیفیت پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: ''وہ اپنی پیشانی کے بال کتر لے گی۔'' (۱۶۱) کیونکہ سر کے بال مونڈنا اس کے حق میں مثلہ کی شکل ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے مثلہ کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ (۱۶۲)

احصار (رکاوٹوں میں گھر جانا)

۱۔ تعریف: احصار اس صورت حال کے پیش آ جانے کو کہتے ہیں جو حج یا عمرے کے افعال کی ادائیگی کے لیے مانع ہو جائے۔

۲۔ احصار کے احکام: حج کا احرام باندھنے والا اگر احصار کی زد میں آ جائے تو اس پر ہدی واجب ہو جائے گا اور اس کا حج عمرے میں تبدیل ہو جائے گا۔ (۱۶۳) اگر عمرہ کرنے سے پہلے ہی وہ اپنا احرام کھول لے تو اس پر ایک اور ہدی لازم ہو جائے گا۔ (۱۶۴) اس پر حج اور عمرے دونوں کی قضا لازم ہوگی۔ (۱۶۵)

احصار کی زد میں آنے والے محرم کے لیے واجب ہدی حرم کو بھیجنا واجب ہوگا۔ جس شخص کے ذریعے وہ ہدی بھیجے گا، اس کے ساتھ ہدی ذبح کرنے کے لیے ایک وقت مقرر کر لے گا۔ مذکورہ وقت آ جانے پر اس کا ہدی ذبح ہو جائے گا اور وہ اپنا احرام کھول لے گا۔ (۱۶۶) اگر وہ ہدی ذبح ہونے سے پہلے اپنا احرام کھول لے تو اس پر ایک اور ہدی کفارہ کے طور پر لازم ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر محصر اپنا ہدی ذبح ہونے

سے پہلے احرام کھول لے تو اس پر ایک اور ہدی لازم ہوگا۔"(۱۶۷) احصار کا ہدی حرم کے اندر ہی ذبح ہوگا۔ (۱۶۸)

احصان (محصن ہونا)

اَ۔ تعریف: احصان کسی شخص کے اندر چند صفات کے جمع ہو جانے کا نام ہے جس کے نتیجے میں زنا کے ارتکاب کی صورت میں وہ رجم کا مستحق قرار پاتا ہے اور اس کا قاذف حد قذف کا مستوجب ہوتا ہے۔

۲۔ احصان کی انواع: اس کی دو قسمیں ہیں۔ احصان رجم اور احصان قذف۔

اَ۔ زنا کے اندر احصان رجم ان صفات کے مجموعے کا نام ہے جن کا وجود زنا کاری کے ارتکاب پر زانی کو سنگسار کرنے کے لیے ضروری ہے۔ وہ صفات یہ ہیں:

۱۔ عاقل بالغ ہونا، اس لیے کہ دیوانہ اور نابالغ بالاتفاق غیر مکلف ہیں۔

۲۔ اسلام، اس لیے کہ کافر شخص بالاتفاق غیر محصن ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر ایک شخص کفر کی حالت میں کسی عورت سے نکاح کر لے تو یہ عورت اسے اُس وقت تک محصن نہیں بنائے گی جب تک حالت اسلام میں وہ اس کے ساتھ ہمبستری نہ کر لے۔"(۱۶۹)

۳۔ حُریت، حسن بصریؒ نے اس غلام کے بارے میں جس نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کر لیا ہو اور پھر اسے آزاد کر دیا گیا ہو اور اس نے مذکورہ بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنے سے پہلے زنا کا ارتکاب کیا ہو، فرمایا: "اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور سنگسار نہیں کیا جائے گا۔"(۱۷۰)

۴۔ زواج یعنی نکاح کا وجود: اگر بے نکاحی لونڈی زنا کر لے تو اس پر حد زنا جاری نہیں ہوگی یعنی نہ تو اسے سنگسار کیا جائے گا اور نہ کوڑے لگائے جائیں گے کیونکہ ارشاد باری ہے (فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ. اگر یہ (لونڈیاں) حصار نکاح میں آ کر محفوظ ہو جائیں اور پھر بدکاری کا ارتکاب کریں تو انہیں خاندانی (آزاد) عورتوں کو ملنے والی سزا کا نصف ملے گا۔) (۱۷۱)

۵۔ آزاد کے ساتھ دخول یعنی تعلق زن وشو: اگر زوجین میں سے کوئی ایک غلام ہو تو وہ دوسرے کو محصن نہیں بنائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "لونڈی آزاد مرد کو محصن نہیں بنائے گی اور نہ غلام آزاد عورت کو محصن بنائے گا۔"(۱۷۲) نیز فرمایا: "آزاد مرد اگر کسی لونڈی سے نکاح کر لے اور پھر بدکاری کا ارتکاب کرے تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ اسے سنگسار نہیں کیا جائے گا۔"(۱۷۳) آپ سے ایک اور روایت کے مطابق غلام مرد آزاد عورت کو محصن بنا دے گا لیکن لونڈی آزاد مرد کو محصن نہیں بنائے گی۔ غلام کی زوجیت میں اگر آزاد عورت ہو اور وہ بدکاری کرے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: "سنت یہی ہے کہ ایسی عورت کو رجم کر دیا جائے لیکن اگر آزاد مرد کی بیوی لونڈی ہو اور پھر یہ مرد بدکاری کرے تو اسے رجم نہیں کیا جائے گا۔"(۱۷۴)

۲۔ شوہر کے احصان کے لیے بیوی کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔ یونس نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ فرمایا کرتے: ''یہودی یا نصرانی عورت مسلمان مرد کو محصن بنا دے گی۔''(۱۷۵)

ب۔ احصان قذف ان صفات کے مجموعے کا نام ہے جن کا وجود ایک شخص کے اندر اسے قذف کرنے والے پر حد قذف جاری ہونے کے لیے ضروری ہے۔ وہ صفات درج ذیل ہیں:

۱۔ عاقل و بالغ ہونا: اگر ایک شخص اپنی نابالغ بیوی کو قذف کرے یعنی اس پر زنا کی تہمت لگا دے تو اس پر حسن بصری کے قول کے مطابق نہ تو حد قذف واجب ہوگی اور نہ لعان۔(۱۷۶)

۲۔ اسلام: کافر محصن نہیں ہوتا۔ البتہ اگر کافر عورت کسی مسلمان کے عقد میں ہو تو مسلمان اسے محصن بنا دے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص کسی یہودی یا نصرانی کو قذف کرے، اس پر حد قذف جاری نہیں ہوگی۔'' (۱۷۷) آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کسی نصرانی عورت کو قذف کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر مذکورہ عورت کا خاوند مسلمان ہو تو قاذف کو کوڑے لگائے جائیں گے۔(۱۷۸)

۳۔ حریت: لونڈی یا ام ولد کو قذف کرنے سے حد قذف واجب نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کے جز ھ کا جز ۷) اگر ایک شخص کسی کو غلام تصور کرتے ہوئے قذف کرے اور وہ آزاد نکلے تو اس پر حد قذف لازم ہو جائے گی۔(۱۷۹) لیکن اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو قذف کرے اور بیوی لونڈی ہو تو وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا۔(۱۸۰) اس لیے کہ لعان ہر طرح کے میاں بیوی کے درمیان ہو سکتا ہے۔

۴۔ زنا سے پاک دامنی: حسن بصریؒ احصان قذف کے اندر زنا سے پاک دامنی کی شرط عائد نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر کافر زنا کرے اور اسے اس کی سزا مل جائے، پھر وہ مسلمان ہو جائے اور کوئی شخص اسے قذف کر کے کہے کہ: ''میری مراد وہ زنا کاری ہے جس کا ارتکاب اس نے حالت کفر میں کیا تھا۔'' تو اس کے قاذف پر حد قذف جاری ہوگی۔(۱۸۱) اسی طرح اگر لعان کرنے والی عورت کو کوئی قذف کرے تو اس پر بھی حد قذف جاری ہوگی۔(۱۸۲)

احیاء الموات (بنجر اور بے آباد زمین کو آباد کرنا)

۱۔ تعریف: احیاء الموات سے یہاں ہماری مراد یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کو قابل انتفاع بنا دینا جس کا کوئی مالک نہ ہو اور نہ وہ فی الحال قابل انتفاع ہو۔

۲۔ اس کا حکم: جس چیز کا کوئی مالک نہ ہو اور نہ وہ فی الحال قابل انتفاع ہو، اسے قابل انتفاع بنا دینا یعنی اس کا احیاء جائز ہے۔ اس احیاء کی بنا پر مذکورہ چیز اس کی ملکیت ہو جائے گی۔ عثمان بن غیاث نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص اپنا جانور لق و دق صحرا میں چھوڑ آئے اور اسے کوئی اور شخص لے جائے اور اس کی دیکھ بھال کر کے اسے قابل انتفاع بنا دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ جانور مذکورہ شخص کا ہو جائے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کوئی کشتی سمندر میں ڈوب جائے اور اس میں مختلف لوگوں کا سامان لدا ہوا ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ مذکورہ سامان میں سے جو چیز سمندر

ساحل پر پھینک دے اور اسے کوئی شخص اٹھا لے تو یہ چیز اس کی ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص سمندر میں غوطہ خوری کے ذریعے مذکورہ سامان کا کوئی حصہ باہر نکال لائے تو وہ اس کا ہو جائے گا۔ (۱۸۳)

۳۔ کس قسم کی زمین کا احیاء درست ہوتا ہے: اگر کسی زمین کو آباد کرنے کا ارادہ کیا جائے تو اس کے لیے درج ذیل شرطیں ضروری ہیں۔

اَ۔ مذکورہ زمین بنجر اور بے آباد ہو۔

ب۔ وہ کسی کی ملکیت نہ ہو۔ اس بارے میں ابن رجب نے حسن بصریؒ کے مسلک کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے:

''جو زمین بزور شمشیر فتح کی گئی ہو اور وہ خراجی زمین نہ ہو مثلاً ریتلی زمین اور ٹیلے وغیرہ، اس کا احیاء جائز ہو گا۔'' (۱۸۴) (دیکھئے مادہ ارض نمبر ۱)

اخ (بھائی)

بھائی اس مذکر فرد کو کہتے ہیں جو دوسرے کے ساتھ ماں باپ دونوں سے یا صرف باپ سے یا صرف ماں سے پیدائش کے اندر شریک ہو۔ بھائی کی گواہی بھائی کے حق میں جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۳ کے جز ط کا جز ۱)

بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۴)

اخیافی (ماں میں شریک) بھائیوں کی وراثت۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۹ کا جز ج) حقیقی بھائیوں اور علاتی (باپ میں شریک) بھائیوں کی وراثت۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۱ کے جز ب کے جز ا کا جز اَ)

اخیافی بھائی اپنے بھائی کی دیت کا کوئی حصہ وراثت کے طور پر حاصل نہیں کر سکتے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جز د کا جز ۲)

اخت (بہن)

بہن اس مونث کو کہتے ہیں جو دوسرے کے ساتھ ماں باپ دونوں سے یا صرف باپ سے یا صرف ماں سے پیدائش کے اندر شریک ہو۔ میراث کے اندر بہنوں کا حصہ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۹ کے جز ج کا جز ح اور ط) نکاح کے اندر دو بہنوں کو یکجا کرنا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز اُ کے جز ۴ کا جز د) نیز تسری کے اندر (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز د)

سالی کے ساتھ زنا کاری کی بنا پر بیوی کی تحریم (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز ی)

اخیافی بہن اپنے بھائی کی دیت میں سے کوئی حصہ وراثت کے طور پر حاصل نہیں کر سکتی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جز اُ کا جز ۴) اگر کوئی شخص اپنی رضاعی بہن کے ساتھ نکاح کر لے تو دونوں کے درمیان توارث جاری نہیں ہو گا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۲)

اختلاس (اچک لینا)

۱۔ تعریف: کوئی چیز اس کے مالک کے ہاتھ سے اس کی رضامندی کے بغیر اسے غافل پا کر کھلم کھلا اچک کر لے بھاگنا اختلاس کہلاتا ہے۔

۲۔ اختلاس کا حکم: اختلاس حرام ہے۔ اس لیے کہ یہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال ہڑپ کر جانے کی ایک صورت ہے۔ اس کے مرتکب کی تعزیر کی جائے گی لیکن اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (۱۸۵) اس لیے کہ سرقہ کے سوا کسی اور جرم میں قطع ید نہیں ہوتا۔ اور اختلاس سرقہ نہیں' کیونکہ سرقہ کے اندر شرط یہ ہے کہ مسروقہ مال خفیہ طور پر چرایا گیا ہو جب کہ اچکا کھلم کھلا مال اچک کر فرار ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بصریؒ کے پاس جب سرقہ کا اقراری شخص لایا گیا تو آپ نے اس سے استفسار کرتے ہوئے پوچھا کہ: ''شاید تم نے اختلاس کا ارتکاب کیا ہے؟'' تاکہ وہ اس کا جواب حرف: ''لا'' کے ذریعے دیتا۔ (۱۸۶) جس کا مفہوم یہ ہوتا کہ: ''نہیں۔'' میں نے چوری نہیں کی بلکہ اختلاس کیا ہے۔ اور اس طرح قطع ید کی سزا اس سے ساقط ہو جاتی۔

اختلاط (رل مل جانا)

۱۔ تعریف: ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اس طرح مل جانا اختلاط کہلاتا ہے کہ اسے اس دوسری چیز سے علیحدہ کرنا مشکل ہو جائے۔

۲۔ حلال مال کا حرام مال کے ساتھ اختلاط: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ ایسا مال قبضے میں لینا جائز ہے جس کا حلال حصہ حرام حصے کے ساتھ اس طرح مختلط ہو گیا کہ دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہو۔ اس کا گناہ اس شخص پر عائد ہو گا جس نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا ہو۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ: ''میرا ایک پڑوسی ہے جس کی میرے ساتھ شناسائی ہے۔ وہ مجھے ہدیہ بھیجے تو کیا میں اسے قبول کر لوں یا مجھے ولیمہ پر بلائے تو میں چلا جاؤں اور کھا لوں؟'' آپ نے جواب دیا: ''ہاں اس مال کا مزہ تمہیں حاصل ہو گا اور اس کے گناہ کا بوجھ اس پر ہو گا۔'' (۱۸۷)

معلومات کا گڈ مڈ ہو جانا (دیکھئے مادہ شک)

ادخار (پس انداز کرنا)

۱۔ ضرورت کے وقت کے لیے ایک چیز اٹھا رکھنا ادخار کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم: پس انداز کرنا جائز فعل ہے بشرطیکہ پس انداز کی ہوئی چیز کو لاحق ہونے والے جملہ حقوق ادا کر دیئے گئے ہوں مثلاً پس انداز کیے ہوئے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے، وہ کنز ہے۔'' (۱۸۸)

ادھان (تیل لگانا)

۱۔ تعریف: زیتون وغیرہ کے روغن یعنی تیل کو جلد اور بالوں پر لگانا ادھان کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم: دوا کے طور پر یا یونہی تیل لگانا ہر شخص کے لیے جائز ہے۔ خواہ وہ حالت احرام میں ہو یا حالت غیر احرام میں۔ البتہ احرام کی حالت میں تیل لگانے کی شرط یہ ہے کہ اس تیل میں کسی خوشبو کی ملاوٹ نہ ہو۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ج)

اذان (اذان)

۱۔ تعریف: مخصوص الفاظ کے ذریعے نماز کے وقت کی آمد کے اعلان کو اذان کہتے ہیں۔

۲۔ اذان کا حکم:

اَ۔ رکوع و سجود والی فرض نماز کے لیے اذان مشروع ہے لیکن سنت نمازوں کے لیے مشروع نہیں ہے۔ بنا بریں حسن بصریؒ فرمایا کرتے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لیے اذان بدعت ہے۔ (۱۸۹) نماز جنازہ جو رکوع و سجود کے بغیر ہوتی ہے، اس کے لیے اذان بالاتفاق غیر مشروع ہے۔

ب۔ نماز جمعہ کے لیے اذان مسنون ہے۔ اسی طرح ایک شخص اگر تنہا نماز ادا کرے تو اذان کہنا اس کے لیے مسنون ہوگا۔ ایسے شخص کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا کہ وہ اذان دے گا اور اقامت کہے گا۔ (۱۹۰)

ج۔ مسافر کی اذان: مسافر کے لیے اذان ترک کر دینا جائز ہے۔ اس کے لیے اقامت کہہ دینا ہی کافی ہوگا۔ (۱۹۱) اگر مسافر عمداً اذان ترک کر سکتا ہے تو نسیان کی بنا پر بطریق اولیٰ ترک کر سکتا ہے۔ سفر کے اندر اذان و اقامت بھول جانے والے شخص کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا کہ: ''اس کے لیے اس کی گنجائش ہے۔'' (۱۹۲)

د۔ عورت کی اذان: عورت کے لیے اذان دینے کا عمل مشروع نہیں ہے۔ اس لیے کہ عورت کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہوتا ہے اور اذان کی آواز اس پردہ پوشی میں خلل پیدا کر دیتی ہے۔ حسن نے فرمایا: ''عورت پر نہ تو اذان ہے اور نہ اقامت۔'' (۱۹۳)

ھ۔ جہاں اذان ہو چکی ہو، وہاں اذان دینا: اگر کہیں نماز با جماعت کی اذان ہو چکی ہو اور لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہو گئے ہوں تو بعد میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرنے کے لیے اذان دینا مشروع نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے لیے پہلی اذان ہی کافی ہوگی۔ اگر وہ اذان دے تو دھیمی آواز میں اذان کہے، بلند آواز سے نہ کہے تا کہ بے وقت اذان سے لوگ دھوکے میں نہ آ جائیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر تم ایسی مسجد میں جاؤ جہاں لوگ اذان و اقامت کہہ کر نماز سے فارغ ہو چکے ہوں تو بعد میں آنے والے کے لیے ان کی دی ہوئی اذان و اقامت کافی ہوگی۔'' (۱۹۴)

و۔ جمعہ کی اذان: حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ نیز حضرت عمرؓ کے عہد میں معروف طریقہ یہ تھا کہ جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر آ جاتا۔ پھر جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو مدینہ منورہ کی شہری آبادی

پھیل گئی اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو امیر المومنین نے مناسب سمجھا کہ امام کے خروج کے وقت دی جانے والی اذان پر ایک اور اذان کا اضافہ کر دیا جائے اور یہ اذان مذکورہ اذان سے پہلے زوراء پر دی جائے تاکہ اطراف مدینہ کے لوگ اذان سن لیں۔ یہ طریقہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں نیز بعد کے زمانوں میں جاری رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کو دیکھتے ہیں کہ آپ وقتاً فوقتاً لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کراتے رہے کہ اذان سنت وہ اذان ہے جو امام کے خروج پر دی جاتی ہے اور دوسری اذان کا اضافہ حضرت عثمانؓ نے ضرورت کی بنا پر کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے: ''جمعہ کے روز پہلی اذان امام کے خروج کے وقت ہوتی ہے۔ اس سے قبل دی جانے والی اذان نو ایجاد ہے۔'' (۱۹۵) (دیکھئے مادہ بدعة نمبر۲ کا جز ا)

۳۔ اذان کا وقت: حضرت حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اذان وقت پر ہونی چاہیے یعنی نماز کے وقت کے دخول پر۔ اگر دخول وقت سے پہلے موذن اذان دیدے تو اس کی یہ اذان درست نہیں ہوگی اور اسے سنت کے خلاف عمل کرنے والا قرار دیا جائے گا۔ اگر دخول وقت کے بعد نماز ادا کرے اور اذان کا اعادہ نہ کرے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے اذان کے بغیر صرف اقامت کہہ کر نماز پڑھی ہے۔ ابو موسیٰ نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ کے سامنے جب ان لوگوں کا ذکر ہوتا جو طلوع فجر سے پہلے ہی رات رہتے ہوئے فجر کی اذان دے دیتے تو آپ فرماتے: ''یہ لوگ موٹے دماغ کے اور عقل وفہم سے عاری ہیں۔ یہ لوگ صرف اقامت کے ذریعے صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔'' (یعنی اذان کے بغیر) اگر یہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوتے تو وہ ان کی خوب پٹائی کرتے یا ان کا سر پھوڑ دیتے۔'' (۱۹۶)

۴۔ اذان دینے کی اجرت لینا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصریؒ اذان دینے پر اجرت لینے کو مکروہ تصور کرتے تھے اور یہ بات پسند کرتے تھے کہ موذن اذان دینے کے بدلے اللہ سے ثواب حاصل کرنے کا طلب گار رہے۔ آپ فرماتے: ''حسبۃً للہ اذان دینے والے موذن کو قیامت کے دن سب سے پہلے جوڑا پہنایا جائے گا۔'' (۱۹۷) (دیکھئے مادہ اجارة نمبر۳ کے جز ا کا جز۴)

۵۔ اذان دینے کے لیے باوضو ہونا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اذان کی صحت کے لیے باوضو ہونا شرط نہیں ہے بلکہ موذن کے لیے بے وضو اذان دینا جائز ہے۔ اگرچہ باوضو ہونا افضل ہے۔ آپ فرماتے: ''اگر موذن بے وضو اذان دے اور باوضو ہو کر اقامت کہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (۱۹۸)

۶۔ اذان کے اندر آواز دور تک پہنچانا: اذان اعلان کے لیے دی جاتی ہے۔ بنا بریں اذان کے سلسلے میں ہر وہ بات مستحسن ہے جو اس مقصد کی زیادہ وسیع انداز میں تکمیل کرتی ہو مثلاً بلند مقام پر کھڑے ہو کر اذان دینا' یعنی منارے پر' یا سواری وغیرہ پر کھڑے ہو کر۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر موذن سواری پر کھڑے ہو کر اذان دے اور اقامت کہے اور پھر سواری سے اتر کر نماز ادا کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۱۹۹)
اسی طرح اذان کے دوران کانوں میں انگلی رکھنا بھی درست ہے اس لیے کہ یہ بات آواز کو مزید بلند کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔ حسن نے فرمایا: ''موذن انگشت شہادت کانوں میں رکھے۔'' (۲۰۰)

۷۔ اذان دینے کے وقت قبلہ رخ ہونا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ موذن اذان دینے کے دوران قبلہ رخ رہے لیکن اذان چونکہ آواز پہنچانے کے لیے دی جاتی ہے، اس لیے: ''حی علی الصلوٰۃ'' کہتے ہوئے وہ اپنا سینہ اور چہرہ گھمائے گا کیونکہ اس فقرے کے ذریعے لوگوں کو نماز کے لیے بلاوا ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب موذن اذان دے تو اپنا رخ قبلے کی طرف رکھے۔ جب: ''حی علی الصلوٰۃ'' کہے تو گھوم جائے اور جب: ''اللہ اکبر'' کہے تو قبلے کی طرف رخ کر لے۔''(۲۰۱)

۸۔ اذان کے دوران کلام: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اذان دینے میں موذن کی مشغولیت اسے اذان کے الفاظ کے سوا ایسے ضروری کلام سے نہیں روکتی جسے موخر کرنا مشکل ہو۔ البتہ جس کلام کو موخر کر دینے میں کوئی ضرر نہ ہو، اذان کے دوران اسے کہنا مباح نہیں ہے۔ حسن نے فرمایا: ''موذن اپنی اذان کے دوران ضرورت کی ایسی بات کہہ سکتا ہے جسے کہے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔''(۲۰۲) اس تفصیل پر آپ سے مروی وہ روایت محمول ہوگی جس کے مطابق آپ نے فرمایا ہے کہ: ''اذان کے دوران بات کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''(۲۰۳)

۹۔ اذان کے الفاظ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اذان کے الفاظ دوہرے اور اقامت کے الفاظ اکہرے ہیں۔(۲۰۴) آپ فرماتے: ''جب کوئی شخص اذان دے تو کہے: ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' اور بلند آواز میں یہ الفاظ کہے، پھر پست آواز میں کہے: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ، واشھد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح'' پھر لوٹے اور بلند آواز سے کہے: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلاۃ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔''(۲۰۵) صبح کی اذان میں: ''حی علی الفلاح'' کے بعد دو مرتبہ: ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہنا مسنون ہے۔(۲۰۶) اسے تثویب کہتے ہیں۔

۱۰۔ موذن کی اذان کا جواب: موذن کو جواب دینا مسنون ہے۔ اس کی کیفیت حسن بصریؒ نے ان الفاظ میں بیان کی ہے: ''جب تم موذن کی آواز سنو تو وہ جو کہے، تم بھی وہی کہو۔ جب وہ: ''حی علی الصلوٰۃ'' کہے تو تم: **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** کہو جب وہ قد قامت الصلوٰۃ کہے تو تم ''**اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ اعط محمداً سؤلہ یوم القیامۃ**'' کہو۔ اقامت کے دوران: ''قد قامت الصلوٰۃ'' پر جو شخص درج بالا فقرات کہے گا، اللہ اسے قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت نصیب کرے گا۔(۲۰۷)

۱۱۔ موذن کی اقامت: یہ جائز ہے کہ اذان ایک شخص دے اور اقامت کوئی اور شخص کہہ دے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص اذان دے اور دوسرا شخص اقامت کہے۔''(۲۰۸) اگرچہ افضل یہ ہے کہ اقامت بھی وہی شخص کہے جس نے اذان دی ہو۔

۱۲۔ اذان سن لینے والے پر نماز با جماعت کا لزام: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اذان کی آواز سن لینا جماعت کے

ساتھ نماز پڑھنا لازم کر دیتا ہے۔ البتہ جس شخص تک اذان کی آواز نہ پہنچے تو جماعت کے بغیر نماز پڑھ لینے میں اسے معذور سمجھا جائے گا۔ آپ فرمایا کرتے: ''جب ایک شخص اذان کی آواز سن لے تو گویا وہ محبوس ہو گیا۔''(۲۰۹)

۱۳۔ نوزائیدہ بچے کے کانوں میں اذان دینا: نومولود کے دائیں کان میں اذان دینا اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے۔(۲۱۰)

اُذن (کان)

۱۔ تعریف: کان اس عضو کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے سماعت کا آلہ بنا کر سر کے دونوں جانب پیدا کیا ہے۔

۲۔ کان کے احکام:

اَ۔ کان سر کا حصہ ہیں: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ کان سر کا حصہ ہیں۔ آپ فرماتے: ''دونوں کان سر کا حصہ ہیں۔''(۲۱۱) بنابریں سر کے ساتھ ان دونوں کا مسح کافی ہوگا اور نیا پانی لے کر ان کے مسح کی ضرورت نہیں ہو گی۔ (دیکھیے مادہ وضو نمبر ۴ کا جز ج)

ب۔ کانوں پر کیے جانے والے فوجداری جرم میں پوری دیت واجب ہوگی اور ایک کان پر جنایت میں نصف دیت۔ (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)

اذان کے اندر کانوں میں انگلی رکھنا (دیکھیے مادہ اذان نمبر ۶)

اگر جانور کا کان نصف سے کم کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہوگی۔ (دیکھیے مادہ اضحیۃ نمبر ۴ کا جز ب)

ارث (وراثت)

۱۔ تعریف: اللہ تعالیٰ کی تملیک کی بنا پر تملک کو ارث کہتے ہیں۔ اس کے ذریعے مال میت سے اس کے شرعی یعنی جائز ورثا کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

۲۔ اہل ذمہ پر اسلام کی سیادت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مسلمان قاضی کے لیے اسلامی شریعت کے سوا کسی اور شریعت کے تحت فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ مقدمے کے فریقین کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ اہل ذمہ (یہودیوں اور عیسائیوں) کی میراث کے بارے میں قتادہ نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''ان پر ہماری کتاب کے مطابق وراثت کے فیصلے عائد کیے جائیں گے۔''(۲۱۲) یعنی قرآن مجید کے احکام کے مطابق۔

۳۔ وراثت والا مال یعنی ترکہ۔

اَ۔ مال موروث یعنی ترکہ کے اندر درج ذیل اموال داخل ہیں۔

۱۔ وہ حاضر مال جسے میت چھوڑ جائے اور اس میں کسی کا کوئی معین حق نہ ہو۔ اسی طرح وہ دیون جو دوسروں کے ذمہ واجب الادا ہوں، اس پر سب کا اجماع ہے۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

۲۔ وہ مال جس کی کسی کے حق میں وصیت کی گئی ہو: اگر ایک شخص کسی کے حق میں کوئی مال وصیت کرے اور پھر مذکورہ شخص یعنی موصیٰ لہ وفات پا جائے اور وصیت کنندہ اپنی وصیت تبدیل نہ کرے بلکہ اپنی موت تک اس پر قائم رہے تو اس کی وفات کے بعد مذکورہ وصیت شدہ مال موصٰی لہ کے ورثا کو مل جائے گا اور وہ اس کی طرف سے اس مال کے وارث قرار پائیں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی کے حق میں کوئی مال وصیت کرے اور پھر موصٰی لہ وفات پا جائے تو یہ مال اس کے ورثاء کو مل جائے گا۔'' (۲۱۳)

۳۔ صدقہ کا مال: اگر کوئی شخص کسی کو کوئی مال صدقہ کے طور پر دیدے اور پھر صدقہ لینے والا وفات پا جائے جب کہ صدقہ کا مذکورہ مال بعینہٖ باقی ہو اور صدقہ کرنے والا اس کے ورثا میں داخل ہو تو ایسی صورت کے اندر میراث کی بنا پر صدقہ کے اس مال کا اس کی طرف لوٹ آنا جائز ہوگا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو کوئی مال صدقہ کر دے اور پھر اس کا وارث بن جائے، فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا تھا، البتہ یہ بات مکروہ سمجھی جاتی تھی کہ صدقہ کرنے والا صدقہ کیا ہوا مال خرید لے۔'' (۲۱۴) (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۴ کا جز ھ)

۴۔ دیت: اگر ایک شخص قتل ہو جائے اور اس کے اولیاء قصاص لینے کی بجائے دیت لینا قبول کر لیں تو یہ دیت مقتول کے اس مال میں داخل ہو جائے گی جو اس کی طرف سے اس کے ورثا کو ملنے والا ہوتا ہم درج ذیل اشخاص کے لیے مذکورہ دیت سے کوئی چیز لینا جائز نہیں ہوگا۔

⊙ قاتل: خواہ اس نے عمداً قتل کا ارتکاب کیا ہو یا خطاء۔ اس لیے کہ قتل عمد کا مرتکب مقتول کے کسی مال کا وارث نہیں ہوتا اور قتل خطا کا مرتکب مقتول کے مال میں وارث ہوتا ہے، اس کی دیت ہی نہیں۔ (۲۱۵)

⊙ ظاہراً یہ نظر آتا ہے کہ حسن بصریؒ اس رائے کے حامل تھے کہ دیت والدین نیز والد کی جہت سے بننے والے اقارب کا حصہ ہے۔ اس بنا پر آپ زوجین کو دیت میں سے کسی چیز کا وارث نہیں بناتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''شوہر اور بیوی کے سوا دیت کا ہر وہ شخص وارث ہوگا جو غیر دیت کا وارث ہوتا ہے۔'' (۲۱۶) ابن حزم نے ہشام سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق بیوی اپنے شوہر کی دیت میں وارث ہوگی۔ (۲۱۷) بنابریں آپ اخیافی (ماں میں شریک) بھائیوں کو دیت میں سے کسی چیز کا وارث نہیں بناتے تھے۔ آپ فرماتے: ''اخیافی بھائی دیت میں وارث نہیں ہوں گے۔'' (۲۱۸)

ب۔ مال موروث میں داخل نہ ہونے والے حقوق: درج ذیل حقوق مال موروث یعنی ترکہ میں داخل نہیں ہوں گے۔ البتہ ان کی ادائیگی ترکہ میں سے کی جائے گی۔

۱۔ ہر وہ مال جس کے عین کے ساتھ غیر کا حق متعلق ہو مثلاً امانتیں اور رہن وغیرہ۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو وفات پا جائے اور اس کے پاس ودیعت ہو، فرمایا: ''امانتوں کی ادائیگی کے ذریعے ابتدا کی جائے گی۔'' (۲۱۹) (دیکھئے مادہ امانۃ نمبر ۳ کا جز ب)

۲۔ میت کی تجہیز و تکفین: مستحقات یعنی امانتیں اور رہن وغیرہ کی ادائیگی کے بعد ترکہ سے متعلق ہونے والا سب

سے پہلا حق میت کی تجہیز و تکفین ہے جو اسراف اور کنجوسی کے بغیر عمل میں لائی جائے گی۔ اس لیے کہ میت کا کفن زندگی میں اس کے لباس کے بمنزلہ ہے۔ بنا بریں اسے دیون کی ادائیگی پر مقدم رکھا جائے گا۔ اس بارے میں حسن بصریؒ کا نص اگلے پیرے میں بیان ہوگا۔

۳۔ میت کے دیون کی ادائیگی: درج بالا طریقے سے میت کی تجہیز و تکفین کے بعد اگر ترکہ بچ رہے تو اس کے دیون ادا کیے جائیں گے۔ اگر کچھ بھی نہ بچے تو اس صورت میں قرض خواہوں کے یہ دیون ضائع ہو جانے والے قرار پائیں گے الا یہ کہ میت کے اولیاء اپنی طرف سے تبرع اور خدا ترسی کے طور پر ان کے دیون کی ادائیگی کر دیں۔ ایک شخص وفات پا گیا اور اپنے پیچھے دو ہزار درہم کی رقم چھوڑ گیا جب کہ اس کے ذمہ واجب الاداء دیون کی مقدار بھی اتنی ہی تھی یا اس سے زائد۔ حسن بصریؒ نے فتویٰ دیا کہ مذکورہ رقم سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے اور اس کے دیون ادا نہ کیے جائیں۔ (۲۲۰)

۴۔ میت کی وصیت کی تنفیذ: اگر دیون کی ادائیگی کے بعد ترکہ بچ رہے تو باقی ماندہ ترکہ کی تہائی تک اس کی وصیت پوری کی جائے گی۔ اس حد سے تجاوز نہیں کیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''میت کے پورے مال میں سے اس کی تجہیز و تکفین اسی انداز میں کی جائے گی، جس انداز کا وہ اپنی زندگی میں لباس پہنتا تھا۔ پھر دین ادا کیا جائے گا اور پھر تہائی۔'' (۲۲۱) یعنی وصیت۔

ج۔ اس کے بعد باقی ماندہ ترکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق اس کے ورثا میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

۴۔ تقسیم ترکہ کے موقعہ پر آ موجود ہونے والوں کو ترکہ میں سے کچھ دینا: جب ورثا میت کا ترکہ آپس میں تقسیم کرنے لگیں اور اس موقعہ پر فقرا اور مساکین یا میراث نہ پانے والے نیز وصیت سے محروم رشتہ دار آ جائیں تو سورۂ نساء کی آیت نمبر ۸ پر عمل کرتے ہوئے ورثا پر انہیں بھی کچھ دینا دلانا واجب ہوگا۔ مذکورہ آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(اور جب تقسیم ترکہ کے وقت رشتہ دار، یتیم اور مساکین آ جائیں تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دو اور ان سے بھلی بات کہو۔) (۲۲۲)

حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ورثا مذکورہ لوگوں کو کچھ نہ کچھ ضرور دیں اور ان سے بھلے انداز میں گفتگو کریں۔'' (۲۲۳) آپ نے واضح کیا ہے کہ لوگوں کے اندر دنیا پرستی کے جذبے نے انہیں اس آیت شریفہ پر عمل پیرا ہونے سے روک دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''یہ آیت محکم ہے یعنی منسوخ نہیں ہوئی لیکن لوگوں نے اس سے نظریں ہٹالی ہیں۔'' (۲۲۴)

۵۔ میراث کے اسباب: جن اسباب کی بنا پر میراث کا استحقاق پیدا ہوتا ہے، ان کی تعداد صرف تین ہے۔ ذیل میں ان کی تفصیل درج کی جائے گی۔

أ۔ نسب: اس سبب کی بنا پر میت کے اصول و فروع اور حواشی یعنی جوانب وارث بنتے ہیں مثلاً آباء، اولاد،

بھائی بہن اور چچے وغیرہ۔ یہاں بعض امور کو الگ سے بیان کرنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہیں:

١۔ حمیل: اس سے وہ بچہ مراد ہے جسے جنگ میں گرفتار شدہ عورت اٹھائے ہوئے ہو اور دعویٰ کرتی ہو کہ یہ اس کا بچہ ہے۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ حمیل اور اس کے ساتھ قرابت داری کے دعوے دار کے درمیان توارث جاری ہوگا جب کہ یہ دعوے دار اپنے دعوے کے ثبوت میں بینہ پیش کر دے۔ آپ فرماتے: ''بینہ کے بغیر حمیل کا کوئی وارث نہیں بن سکتا۔''(٢٢٥) الحکم بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے پوچھا کہ ایک شخص اگر یہ بینہ قائم کر دے کہ حمیل اس کا بھائی ہے تو کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ کی کتاب میں وہ اس کا وارث ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔(وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ۔ اللہ کی کتاب میں ذوی الارحام (رشتہ داروں) میں سے بعض بعض سے اولیٰ ہیں۔ سورہ انفال آیت نمبر ٧٥)(٢٢٦) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دور حکومت میں یہ سرکاری مراسلہ جاری کیا کہ: ''کفر کے زمانے میں جنم پانے والے حملان (جمع حمیل) کی وراثت جاری نہیں ہوگی۔'' اس حکم نامے پر حسن بصریؒ اور ابن سیرین نے نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ''اگر ان کی شناخت ہو جائے اور رشتہ داری کے حق میں بینہ قائم ہو جائے تو پھر ان کے درمیان توارث جاری نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔''(٢٢٧)

٢۔ ولد زنا: اگر ایک شخص کسی عورت کے ساتھ بدکاری کرے اور اس کے نتیجے میں وہ کسی بچے کو جنم دیدے تو اس صورت میں زانی پر یا تو حد زنا جاری ہوگئی ہوگی یا جاری نہ ہوئی ہوگی۔ پہلی صورت میں حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مذکورہ بچہ نسب کے اندر زانی کے ساتھ ملحق ہو کر اس کا وارث قرار پائے گا۔(٢٢٨) دوسری صورت میں زانی اسے یا تو اپنے ساتھ ملحق کرے گا یا ملحق نہیں کرے گا۔ اگر ملحق کرے گا تو بچہ اس کے ساتھ ملحق ہو کر دونوں کے درمیان توارث جاری ہوگا۔ ایک لونڈی نے بدکاری کی اور اس کے نتیجے میں اس کے بطن سے بچہ پیدا ہوگیا۔ پھر لونڈی کے آقاؤں نے اسے آزاد کر دیا اور پھر بچے کے باپ نے اسے اپنے ساتھ ملحق کر لیا اور اپنے رشتہ داروں کو بتا دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس کے بعد بیٹے کی وفات ہوگئی۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ آیا اس ولد زنا کا باپ اس کا وارث بن جائے گا۔ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ (٢٢٩) اگر مذکورہ زانی اس ولد زنا کو اپنے ساتھ ملحق نہیں کرے گا تو وہ اس کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکے گا اور دونوں کے درمیان توارث بھی جاری نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اگر کسی عورت کے ساتھ بدکاری کر لے تو کیا وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں الا یہ کہ مذکورہ عورت حاملہ ہو تو جنم لینے والا بچہ اس کے ہونے والے اس شوہر کے ساتھ ملحق نہیں ہو گا۔''(٢٣٠)

٣۔ دو قرابت داری کا اجتماع: یہ بات معروف ہے کہ مجوسی محرم عورتوں کے ساتھ نکاح کو حلال سمجھتے ہیں مثلاً ان کے نزدیک بھائی اپنی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ اگر کوئی مجوسی مسلمان ہو کر وفات پا جائے اور اس کے قرابت دار کئی رشتہ داریوں کو یکجا کیے ہوئے ہوں تو وہ قوی ترین قرابت داری کے تحت اس کے وارث

ہوں گے۔ تمام قرابتوں کے تحت وارث نہیں ہوں گے۔ قوی ترین قرابت داری اس قرابت داری کو کہتے ہیں جو کسی حالت میں بھی ساقط نہیں ہوتی۔ (۲۳۱) حسن بصریؒ نے اس مجوسی کے بارے میں جس کی زوجیت میں اس کی اپنی بیٹی یا بہن ہو اور پھر وہ مر جائے، فرمایا: ''اس کی بیوہ قریب ترین قرابت داری کی بنا پر اس کی وارث ہوگی۔'' (۲۳۲) یہاں بیٹی یا بہن ہونا قریب ترین قرابت داری ہوگی، زوجیت نہیں ہوگی۔

اگر دو مسلمان میت کے چچازاد بھائی ہوں اور ان میں سے ایک میت کا اخیافی (ماں میں شریک) بھائی بھی ہو تو اس صورت میں مال اسے مل جائے گا کیونکہ مذکورہ دونوں بھائی باپ کی نسبت سے تو یکساں درجے پر ہوں گے لیکن اخیافی بھائی ماں کی نسبت سے اس پر فضیلت لے جائے گا اور ان دونوں کی حیثیت وہی ہوگی جس طرح ایسے دو بھائیوں یا چچوں کی ہے جن میں سے ایک حقیقی (ماں باپ دونوں میں شریک) ہو اور دوسرا علاتی (۲۳۲ب) (باپ میں شریک) تو مال حقیقی کو مل جائے گا، علاتی کو نہیں۔

ب۔ زوجیت:

۱۔ اگر زوجین میں سے ایک کی وفات ہو جائے اور دوسرا زندہ ہو تو وہ اس کا وارث ہوگا اور قرآن میں مقررشدہ حصہ اسے مل جائے گا۔ اس پر تفصیلی گفتگو (مادہ ارث نمبر ۱۰ کے جز د اور جز ھ) میں ہوگی۔ مرنے والا خواہ طبعی موت مرا ہو یا میدان جنگ میں شہید ہو گیا ہو یا سنگسار کر دیا گیا ہو یا کسی اور وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی ہو، اس حکم میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر زوجین میں سے کوئی ایک بدکاری کا مرتکب ہو کر سنگسار ہو جائے تو دوسرا اس کا وارث بن جائے گا۔'' (۲۳۳)

۲۔ زوجین کے درمیان توارث صرف اسی صورت میں جاری ہوگا جب عقد نکاح درست ہو لیکن اگر یہ عقد فاسد ہو اور پھر ان میں سے کوئی ایک دخول یعنی تعلق زن وشو وجود میں آنے سے پہلے یا اس کے بعد فوت ہو جائے تو دونوں کے درمیان توارث جاری نہیں ہوگا۔ بنا بریں اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس کی عدت وفات یا عدت طلاق کے دوران نکاح کر لے اور پھر ان میں سے ایک کی وفات ہو جائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں ہوگا۔ خواہ دخول ہو چکا ہو یا نہ ہوا ہو۔ (۲۳۴) اگر کوئی شخص اپنی رضاعی بہن سے نکاح کر لے اور پھر ان میں سے ایک کی وفات ہو جائے تو دونوں کے درمیان توارث جاری نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا اور دخول کے بعد وفات پا گیا اور پھر یہ گواہی سامنے آ گئی کہ اس کی بیوی اس کی رضاعی بہن ہے، حسن بصریؒ نے اس کے متعلق یہ فتویٰ دیا کہ بیوی کو مہر مل جائے گا لیکن میراث میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ (۲۳۵)

۳۔ بیوی کے ساتھ دخول اور عدم دخول کا میراث پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بیوی اپنے وفات شدہ شوہر کی وارث ہو گی۔ خواہ دخول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر شوہر وفات پا جائے جب کہ اس نے بیوی کے لیے کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو اور نہ تعلق زن وشو وجود میں آیا ہو تو بیوہ کو مہر مثل ملے گا، وہ عدت وفات گزارے گی اور اس کے مرحوم شوہر کے ترکہ میں اسے مقررہ حصہ ملے گا۔ (۲۳۶)

۴۔ مرض الموت میں گرفتار مریض اگر اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور اس کے بعد وہ تندرست ہوئے بغیر وفات پا جائے تو اس کی دی ہوئی یہ طلاق مطلقہ کو اس کی میراث سے محروم نہیں کرے گی خواہ بیوی مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا اور خواہ اس کی عدت گزر چکی ہو یا ابھی نہ گزری ہو۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ شوہر اپنی بیماری کے دوران اگر بیوی کو تین طلاق دیدے اور عدت گزر جانے کے بعد وفات پا جائے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ: ''مذکورہ بیوی وارث ہوگی۔'' (۲۳۷) بشرطیکہ اس نے ابھی کسی سے نکاح نہ کیا ہو۔ آپ نے اس عورت کے بارے میں جسے اس کے مریض شوہر نے دخول سے پہلے طلاق دے کر وفات پائی ہو، فرمایا: ''عورت کو پورا مہر ملے گا اور میراث بھی۔ نیز اسے عدت وفات گزارنا پڑے گی۔'' (۲۳۸) اگر طلاق دینے کے بعد مریض شوہر تندرست ہو جائے اور پھر وفات پا جائے تو اس صورت میں مطلقہ اس کی وارث نہیں بنے گی۔ (۲۳۹)

اگر مریض شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور مطلقہ اس سے پہلے وفات پا جائے تو مذکورہ شوہر اس کا وارث نہیں بنے گا۔ (۲۴۰) اس لیے کہ مریض نے بیماری کے دوران اپنی بیوی کو طلاق دے کر اسے وارث بنانے سے فرار کا قصد کیا تھا، اس لیے مذکورہ بیوی کو وارث قرار دے کر شوہر کے ارادے کی ضد اور نقیض عمل میں لا کر اسے سزا دی گئی تھی جب کہ زیر بحث صورت کے اندر شوہر کے حق میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر تندرست شوہر اپنے کسی فعل پر بیوی کی طلاق کو معلق کر دے اور پھر بیماری کے دوران وہ یہ فعل کر لے اور وفات پا جائے تو مذکورہ بیوی اس کی وارث ہوگی کیونکہ شوہر نے اپنی بیماری میں اس پر طلاق واقع کی تھی، اس لیے یہ صورت اس صورت کے مشابہ ہوگی جب تعلیق بیماری کے اندر ہوتی۔ (۲۴۱)

۵۔ طلاق کی تعلیق کے اندر زوجین کے درمیان توارث کا حکم مختلف ہوگا۔ اس لیے کہ شوہر طلاق کو یا تو ایسے فعل پر معلق کرے گا جسے وہ خود کرنے والا ہو یا ایسے فعل پر جس کے متعلق اسے معلوم نہ ہو کہ وہ ہوگا بھی یا نہیں ہوگا۔

⊙ اگر وہ طلاق کو ایسے فعل پر معلق کر دے جسے وہ خود کرنے والا ہو تو اگر اس نے حالت صحت میں طلاق کی تعلیق کی ہو اور پھر حالت مرض میں اسے بروئے کار لایا ہو تو ایسی صورت میں عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن وہ اس کی وارث بن جائے گی۔ یہ بات سابقہ پیرے میں گزر چکی ہے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جزب کا جزء۴)

⊙ اگر شوہر نے حالت صحت یا حالت مرض میں ترک فعل پر طلاق میں تعلیق کر دی ہو اور پھر ترک پر باقی رہتے ہوئے وفات پا گیا ہو تو اس صورت میں دونوں کے درمیان توارث جاری نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ: ''اگر میں تمہارے اوپر ایک اور عورت بیاہ نہ لاؤں تو تمہیں طلاق۔'' تو جب تک وہ اس پر کوئی اور عورت بیاہ نہیں لائے گا، وہ اس کی بیوی رہے گی۔ اگر ایسا کرنے سے پہلے دونوں میں سے کسی ایک کی وفات ہو جائے تو دونوں کے درمیان توارث جاری نہیں ہوگا۔'' (۲۴۲) منصور

نے روات کی ہے کہ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر کہے کہ: 'میں اگر بصرہ نہ گیا تو تمہیں طلاق۔' تو جب تک شوہر وفات نہ پا جائے، اس وقت تک مذکورہ عورت اس کی بیوی رہے گی۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک کی وفات ہو جائے تو دونوں کے درمیان کوئی میراث نہیں ہوگی۔'' (۲۴۳)

⊙ اگر شوہر کسی ایسے فعل پر طلاق کی تعلیق کر دے جس کے متعلق اسے معلوم نہ ہو کہ وہ ہوگا بھی یا نہیں ہوگا تو اس صورت میں جب تک مذکورہ فعل وجود میں نہ آ جائے، اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگر اس کے وجود میں آنے سے پہلے دونوں میں سے کوئی ایک وفات پا جائے تو دوسرا اس کا وارث بن جائے گا۔ قتادہ نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مرد اپنی بیوی سے کہے کہ: 'اگر فلاں بات ہو جائے تو تمہیں طلاق۔' جب کہ اسے معلوم نہ ہو کہ مذکورہ فلاں بات ہوگی بھی یا نہیں ہوگی تو شوہر کا یہ قول اس وقت تک طلاق شمار نہیں ہوگا، جب تک وہ بات وقوع پذیر نہ ہو جائے، شوہر اس دوران اس کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے اور اگر مذکورہ بات وقوع پذیر ہونے سے قبل شوہر وفات پا جائے تو دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔'' (۲۴۴)

۶۔ اگر ایک شخص کی کئی بیویاں ہوں اور وہ حالت صحت میں ان میں سے کسی ایک کو طلاق دیدے اور یہ بیان کیے بغیر وفات پا جائے کہ اس نے کس بیوی کو طلاق دی ہے تو ایسی صورت میں مطلقہ بیوی معلوم کرنے کے لیے قرعہ اندازی کی جائے گی اور جس کے نام قرعہ نکل آئے گا، وہ اس کی وارث نہیں بنے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مرد اگر اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق دینے کے بعد وفات پا جائے اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ اس نے کس بیوی کو طلاق دی ہے تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی۔'' (۲۴۵)

۷۔ اگر ایک عورت دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دیدی ہے اور وہ اپنا مقدمہ سلطان کے سامنے پیش کر دے اور سلطان شوہر سے یہ حلف لے کہ اس نے طلاق نہیں دی ہے اور اس کے نتیجے میں عورت کو اس کے شوہر کی طرف واپس کر دیا جائے اور پھر شوہر وفات پا جائے تو حسن بصریؒ کے قول کے مطابق وہ اس کی وارث ہوگی۔ (۲۴۶) اس لیے کہ عدالتی فیصلے نے اس کے دعویٰ طلاق کی تکذیب کر دی تھی نیز یہ کہ مذکورہ عورت ظاہراً مرحوم کی بیویوں کے حکم میں تھی۔

۸۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر سفر پر روانہ ہو جائے اور پھر تحریری طور پر اسے دوسری طلاق دیدے اور پھر وفات پا جائے جب کہ بیوی ابھی پہلی طلاق کی عدت گزار رہی ہو تو اس صورت میں وہ اس کی وارث ہوگی لیکن اگر اسے دوسری طلاق کی خبر پہلی طلاق کی عدت گزارنے کے بعد ملے تو وہ خبر ملنے کے دن سے ہی دوسری طلاق کی عدت میں بیٹھ جائے گی، پھر اگر اسی عدت کے دوران مذکورہ شوہر وفات پا جائے تو دونوں کے درمیان توارث جاری نہیں ہوگا کیونکہ مذکورہ عورت اس کی بیوی نہیں رہے گی۔ سعید بن منصور نے: ''السنن'' کے اندر حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر سفر پر چلا جائے اور پھر تحریر کے ذریعے دوسری طلاق دیدے تو دونوں کے درمیان اس وقت

تک میراث جاری نہیں ہوگی جب تک طلاق پانے کے دن سے وہ اپنے تیسرے حیض سے غسل نہیں کر لے گی۔ البتہ اگر اس کے بعد اسے دوسری طلاق کی خبر ملے تو خبر ملنے کے دن سے ہی وہ عدت شروع کر دے گی اور اس دوسری عدت کے دوران دونوں کے درمیان میراث جاری نہیں ہوگی۔''(۲۴۷)

۹۔ ظہار عقد نکاح کو نہیں توڑتا اس لیے وہ زوجین کے درمیان توارث کے لیے مانع نہیں ہوگا۔ بنابریں اگر ایک شخص اپنی بیوی سے ظہار کر لے اور کفارۂ ظہار ادا ہونے سے پہلے دونوں میں سے کوئی ایک وفات پا جائے تو دونوں کے درمیان توارث جاری ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص ظہار کر لے اور پھر دونوں میں سے کوئی ایک وفات پا جائے تو بیوی کی موت کی صورت میں شوہر اس کا وارث ہوگا اور اس پر کفارۂ ظہار لازم نہیں ہوگا۔''(۲۴۸)

۱۰۔ بیوی کو اگر شوہر قذف کرے تو اس سے دونوں کے درمیان اس وقت تک عقد نکاح نہیں ٹوٹے گا، جب تک دونوں کے درمیان لعان نہ ہو جائے۔ بنابریں اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرنے کے بعد لعان سے پہلے وفات پا جائے تو دونوں کے درمیان توارث جاری ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرے اور ایک دوسرے کو لعان کرنے سے پہلے کوئی ایک وفات پا جائے تو دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ اور زندہ رہ جانے والے سے کسی بات کا سوال نہیں ہوگا۔''(۲۴۹)

ج۔ ولاء: یہ وراثت کا تیسرا سبب ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ولائے عتق اور ولائے عقد۔ (دیکھیے مادہ ولاء)

۱۔ ولائے عتق: یہ وہ رابطہ ہے جو آزاد کرنے والے آقا اور آزاد کردہ غلام کے درمیان اس وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے کہ آقا نے اسے آزاد کر کے اس پر احسان کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں آزاد کرنے والا آقا مذکورہ غلام کی وفات پر اس کا وارث قرار پائے گا بشرطیکہ نسبی عصبات نیز ذوی الفروض میں سے اس کا کوئی وارث موجود نہ ہو۔ ولاء کی بنا پر وراثت کے موضوع پر ہم ورثا کے بارے میں گفتگو کے دوران بحث کریں گے، انشاء اللہ۔ (دیکھیے مادہ ارث نمبر ۱۱)

۲۔ ولائے عقد: اس کی صورت یہ ہے کہ دو اشخاص آپس میں یہ عقد کر لیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی جنایت (فوجداری جرم) کا جرمانہ بھرے گا اور اس کی وفات پر یہ اس کا وارث ہوگا۔ چنانچہ عقد ولاء کرتے ہوئے ایک فرد دوسرے سے کہے کہ: ''تم میرے ولی ہو۔ اگر میں مر جاؤں تو تم میرے وارث ہو گے اور اگر میں جرم کروں تو تم میرا جرمانہ بھرو گے۔'' اور دوسرا فرد جواب میں کہے کہ: ''مجھے قبول ہے۔'' شاید اسی عقد ولاء میں وہ عقد مواخات بھی داخل ہے۔ جسے حضورﷺ نے مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان باندھا تھا۔

اس قسم کی ولاء کی بنا پر اسلام میں توارث کا عمل جاری رہا کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد باری ہے۔ (وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ۔ اور ہم نے سب کے لیے اس مال کے مستحق بنا دیے ہیں جو والدین اور قرابت دار چھوڑ

جائیں۔ اور وہ لوگ جن کے ساتھ تمہارا عقد ولاء بندھ چکا ہے، انہیں ان کا حصہ دو۔) لیکن بقول حسن بصریؒ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۷۵ کے ذریعے یہ عمل جلد ہی منسوخ ہو گیا۔ اس آیت کے الفاظ یہ ہیں (وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ. اللہ کی کتاب میں رشتہ داروں میں سے بعض بعض سے بڑھ کر ہیں۔)(۲۵۰)

۳۔ اگر ایک شخص دوسرے شخص کو اسلام کی رہنمائی کرے تو اس رہنمائی کے سبب اس پر اس کی ولاء ثابت نہیں ہو گی اور کسی وارث کی عدم موجودگی میں وہ اس کا وارث نہیں ہو گا بلکہ ایسے شخص کے متروکہ مال کا بیت المال زیادہ حق دار ہو گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائے تو اس کی میراث مسلمانوں کے لیے ہو گی اور اس پر عائد ہونے والا جرمانہ بھی ان کے ذمہ ہو گا۔''(۲۵۱) آپ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص دوسرے شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائے تو کیا یہ دوسرا شخص اس کا وارث ہو گا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''نہیں۔ الا یہ کہ مولائے عتاقہ ہو۔''(۲۵۲) یعنی اس نے اسے آزاد کیا ہو۔

ابن ابی شیبہ کے ہاں حسن بصریؒ سے ایک شاذ روایت موجود ہے جس کے مطابق آپ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائے تو اس کی میراث اس دوسرے شخص کے لیے ہو گی الا یہ کہ اس کی کوئی بہن ہو تو یہ بہن اس میراث کی زیادہ حق دار ہو گی۔''(۲۵۳)

۴۔ اگر کوئی شخص کسی لقیط (کسی جگہ پڑے ہوئے بچے) کو اٹھا لے تو اس پر اس اٹھانے والے کی ولاء ثابت نہیں ہو گی۔ جب ولاء ثابت نہیں ہو گی تو اس کی میراث بھی اس کے لیے نہیں ہو گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''لقیط آزاد ہے۔ اس کا خرچہ بیت المال پر ہے اور اس کی میراث بیت المال کے لیے ہے۔''(۲۵۴)

۶۔ موانع ارث: درج ذیل تین باتوں میں سے اگر کوئی بھی بات ایک انسان میں پائی جائے تو وہ اس کے لیے میراث سے مانع بن جائے گی، وہ باتیں یہ ہیں:

أ۔ غلامی: غلام کسی بھی مال کا وارث نہیں ہو گا۔

۱۔ جس شخص کا بعض حصہ آزاد اور بعض حصہ غلام ہو، وہ وراثت کے تمام احکام کے اندر آزاد کی طرح ہو گا۔ یعنی وارث بننے اور وارث بنانے کے اندر۔(۲۵۵) اس لیے کہ مملوک کی آزادی کی ابتداء اس وقت ہو جاتی ہے۔ جب اس کا بعض حصہ آزاد ہو جائے۔ اس کی تفصیل (مادہ عاق نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۳) میں بیان ہو گی۔

۲۔ حسن بصریؒ کے نزدیک مکاتب اپنے بدل کتابت کا بعض حصہ ادا کرنے پر آزاد ہو جائے گا۔ اس کی تفصیل بھی (مادہ رق نمبر ۳ کے جز د کے جز ۵) میں آئے گی۔ بنابریں اگر مکاتب اس حالت میں وفات پا جائے کہ اس کے پاس اتنی رقم ہو جس کی مدد سے وہ اپنے بدل کتابت کا باقی ماندہ حصہ ادا کر سکتا ہو تو اس صورت میں یہ باقی ماندہ بدل کتابت اس کے آقا کے حوالے کر دیا جائے گا اور اس کے بعد اگر کچھ مال باقی رہ جائے تو وہ اس کے ورثا کو مل جائے گا۔ اس بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مکاتب اگر وفات پا جائے

اور اس کے پاس مال ہو تو اس مال سے اس کا بدل کتابت ادا کیا جائے گا اور باقی رہ جانے والا مال اس کی آزاد اولاد کو مل جائے گا۔'' (۲۵۶) خواہ ان میں سے کوئی مکاتب کی وفات سے پہلے آزاد ہو چکا ہو یا مکاتب کی کتابت کے دوران پیدا ہوا ہو یا مکاتب نے اس پر عقد کتابت کیا ہو۔ اس حکم میں سب کے سب یکساں ہوں گے۔ (۲۵۷)

۳۔ اگر ایک شخص وفات پا جائے اور مال چھوڑ جائے جب کہ اس کا باپ مملوک ہو تو اس کے مذکورہ مال سے اس کے باپ کو خرید کر آزاد کیا جائے گا اور پھر یہ آزاد شدہ باپ اپنے وفات شدہ بیٹے کا وارث بن جائے گا۔ (۲۵۸)

ب۔ قتل، اس کی دو قسمیں ہیں۔ قتل عمد اور قتل خطا۔

۱۔ قتل عمد بالاتفاق مانع ارث ہے۔ قاتل اپنے مقتول کی میراث میں سے کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ قاتل کو وارث نہیں بنایا جائے گا۔ (۲۵۹)

۲۔ قتل خطا: یہ دیت سے ارث کا مانع ہے، مال سے ارث کا مانع نہیں ہے۔ اگر ایک شخص غلطی سے کسی کو قتل کر دے تو وہ اس کی دیت میں سے کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا البتہ اس کے دیگر مال میں سے حسن بصریؒ کے نزدیک وارث ہو جائے گا۔'' (۲۶۰)

ج۔ اختلاف دین: حسن بصریؒ سے مروی روایات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر ایک کافر کا دین دوسرے کافر کے دین سے مختلف ہو تو وہ اس کا وارث نہیں ہوگا۔ بنا بریں یہودی نصرانی کا اور نصرانی یہودی کا وارث نہیں ہوگا۔ (۲۶۱) اسی طرح حسن بصریؒ سے مروی روایات کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں بنے گا۔ آپ فرماتے: ''اگر بچہ مر جائے اور اس کے والدین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو تو یہی مسلمان اس کا وارث ہوگا۔ کافر وارث نہیں ہوگا۔'' (۲۶۲) اس لیے کہ بچہ اپنے والدین میں سے اس کا تابع ہوتا ہے جس کا دین بہتر اور اشرف ہو۔ یہودی اور نصرانی باپ کے بارے میں جو مسلمان ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: ''بچہ ان والدین میں سے اس کے ساتھ رہے گا جو مسلمان ہو چکا ہو۔'' (۲۶۳) دو مشرک افراد کے درمیان کوئی نابالغ ہو اور پھر ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''اس بچے کا بڑھ کر مستحق وہ ہے جو ان میں سے مسلمان ہو چکا ہو۔ یہ دونوں اس کے وارث ہوں گے اور وہ ان دونوں کا وارث ہوگا۔'' (۲۶۴) یعنی بشرطیکہ مورث اور وارث کا دین ایک ہو۔

کیا مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے؟ اس بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کی حکایت ابن قدامہ نے: ''المغنی'' میں کی ہے جس کے مطابق مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو گا۔ (۲۶۵) دوسری روایت: ''شرح السراجیۃ'' کے مصنف نے آپ سے کی ہے جس کے مطابق مسلمان کافر کا وارث ہوگا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔ (۲۶۶) اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مرتد کی میراث اس کے مسلمان ورثاء کو مل جائے گی۔ آپ فرماتے: ''مرتد کی میراث

مسلمانوں کے لیے ہے۔ حضرات سلف اس میراث کو اس کے ورثاء کے لیے طیب اور پاک قرار دیتے تھے۔'' (۲۶۷)

د۔ میراث سے محروم قرار پانے والوں کا دوسروں کے لیے میراث کے اندر حاجب بن جاتا ہے۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ یہ تین گروہ یعنی غلام، قاتل اور کافر جو میراث سے محروم ہوتے ہیں، دوسرے ورثا کو میراث سے محجوب کر سکتے ہیں۔ (یعنی ان کا حصہ گھٹا سکتے اور بعض دفعہ انہیں میراث سے بالکلیہ تہی دست کر سکتے ہیں) اگر حجب کی وہ شرائط موجود ہوں جو علم میراث میں معروف ہیں۔ یعنی دوسروں کو محجوب کرنے کے معاملہ میں وہ وارثوں کی طرح ہوتے ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ غلاموں اور اہل کتاب کے ذریعے دوسرے ورثاء کو محجوب کر دیتے تھے لیکن خود انہیں وارث نہیں بناتے تھے۔ (۲۶۸) یونس نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ قاتل کو وارث قرار نہیں دیتے تھے لیکن اسے دوسروں کو محجوب کر دینے والا سمجھتے تھے۔ (۲۶۹)

ھ۔ مانع ارث کا دور ہو جانا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر تقسیم ترکہ سے پہلے وراثت کے لیے مانع سبب دور ہو جائے تو ایسی صورت میں متعلقہ فرد جس سے یہ مانع دور ہوا ہے، میراث کا مستحق ہو کر وارث بن جائے گا۔ اگر ترکہ کے بعض حصے کی تقسیم سے پہلے یہ مانع دور ہو جائے تو مذکورہ شخص ترکہ کے صرف اس حصے کے اندر اپنے حصے کا مستحق بنے گا جو ابھی تقسیم نہیں ہوا ہے۔ ترکہ کا جو حصہ تقسیم ہو چکا ہو، اس میں سے اسے کچھ نہیں ملے گا۔ اگر کل میراث تقسیم ہو جانے کے بعد مانع دور ہو جائے تو پھر مذکورہ شخص کو کچھ نہیں ملے گا۔ (۲۷۰) حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''جو کافر میراث کی تقسیم سے پہلے مسلمان ہو جائے، اسے اس کا مقررہ حصہ مل جائے گا۔ اسی طرح جو غلام تقسیم میراث سے پہلے آزاد ہو جائے، اسے بھی اس کا مقررہ حصہ مل جائے گا۔'' (۲۷۱) نیز فرماتے: ''جو کافر میراث کی تقسیم کے موقعہ پر مسلمان ہو جائے، وہ وارث بن جائے گا بشرطیکہ ابھی میراث تقسیم نہ ہوئی ہو۔'' (۲۷۲)

و۔ اسیر کی میراث: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ دشمن کے ہاتھوں میں مسلمان قیدی زندہ سمجھا جائے۔ اس پر موت کا حکم عائد کرنا جائز نہیں بلکہ اس پر زندوں کے احکام منطبق ہوں گے۔ میراث بھی ان احکام میں داخل ہے۔ اس لیے وہ خود بھی وارث ہوگا اور وفات پا جانے کی صورت میں دوسرے بھی اس کے وارث ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر مسلمان قید میں پڑ جائے اور پھر اس کا کوئی رشتہ دار مر جائے تو یہ قیدی اس کا وارث ہوگا۔'' (۲۷۳) آپ سے پوچھا گیا کہ کیا اسیر وارث ہو سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''اسے بھی تو اپنی میراث کی ضرورت ہوتی ہے۔'' (۲۷۴)

ے۔ وراثت کی شرطیں: کوئی شخص صرف اس صورت میں کسی کا وارث بن سکتا ہے، جب درج ذیل شرطیں موجود ہوں۔

اَ۔ مورث کی موت کے وقت وارث کا حقیقی یا تقدیری طور پر زندہ ہونا۔ حقیقی زندگی تو واضح ہے۔ تقدیری زندگی

یہ ہے کہ مثلاً ماں کے پیٹ میں موجود حمل۔

۱۔ اگر شوہر وفات پا جائے اور اس کی بیوی حاملہ ہو تو میراث تقسیم کر دی جائے گی اور حمل کا حصہ اس کی پیدائش تک موقوف رکھا جائے گا۔ اگر وہ حمل کی کم سے کم مدت کے اندر زندہ پیدا ہو جائے تو میراث کے اندر اسے اس کا حصہ مل جائے گا۔ اگر پیدائش کے بعد مر جائے تو اس کا مذکورہ حصہ اس کے ورثا کو دے دیا جائے گا۔ اگر وہ مردہ پیدا ہو تو میراث سے اسے کچھ نہیں ملے گا اور اصلی ورثا پر یہ موقوف حصہ تقسیم کر دیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نومولود جب تک استہلال نہ کرے (پیدائش کے بعد نوزائیدہ کے رونے اور چیخنے کی آواز کو استہلال کہتے ہیں) اس وقت تک اسے وارث قرار نہیں دیا جائے گا۔'' (۲۷۵) نومولود کی زندگی استہلال کے ذریعے معلوم کی جائے گی یعنی ولادت کے بعد اس کی چیخ کے ذریعے۔ نیز ہر وہ بات استہلال کی قائم مقام سمجھی جائے گی جو زندگی پر دلالت کرتی ہو مثلاً ارادی حرکت وغیرہ۔ حسنؒ نے فرمایا: 'عورت کسی بچے کو جنم دے اور بچہ استہلال نہ کرے ایسی صورت میں اگر اس کے اندر حرکت ہو اور یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حرکت مبنی بر زندگی ہے اختلاج (غیر ارادی حرکت) پر مبنی نہیں ہے تو وہ وارث بن جائے گا لیکن اگر اس کی یہ حرکت اختلاج پر مبنی ہو، زندگی پر مبنی نہ ہو (ارادی حرکت نہ ہو) تو وہ وارث نہیں بنے گا۔'' (۲۷۶)

۲۔ جس شخص کی تاریخ وفات مجہول ہو اور معلوم نہ ہو کہ آیا وہ اپنے مورث کے ساتھ وفات پا گیا ہے یا اس سے پہلے یا اس کے بعد مثلاً عمارت بنانے والے معماروں پر عمارت گر جائے اور ملبے میں دب کر سب مر جائیں یا کشتی ڈوب جائے اور اس میں سوار تمام افراد غرق ہو جائیں یا کوئی ہوائی جہاز گر کر تباہ ہو جائے اور تمام مسافر ہلاک ہو جائیں وغیر ذلک۔ اس کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس طرح مرنے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے بلکہ ان میں سے ہر ایک کا مال اس کے زندہ ورثا کو مل جائے گا۔ (۲۷۷) دوسری روایت کے مطابق یہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے لیکن یہ وراثت مورث کے صرف تالد مال تک محدود رہے گی۔ اس کے طارف مال میں یہ وراثت جاری نہیں ہوگی۔ (۲۷۷ب) یعنی ان میں سے ایک شخص دوسرے کے اس مال میں وارث بن سکے گا جو اس نے اپنی موت سے پہلے کمایا ہوگا لیکن جو مال اس کے ساتھ مر جانے والے کی طرف سے وراثت میں اسے ملے گا، یعنی تالد مال اس مال کے وہ لوگ وارث نہیں ہوں گے جو اس کے ساتھ مرے ہوں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک ساتھ ڈوب جانے والے لوگ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔'' (۲۷۸)

۳۔ اگر ایک شخص کی وفات مجہول ہو یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے تو اس کی وراثت کے متعلق دیکھئے۔ (مادہ مفقود)

ب۔ وراثت کے اسباب میں سے کسی سبب کا وجود، ان اسباب کا ذکر (مادہ ارث نمبر ۵) میں گزر چکا ہے۔

ج۔ موانع ارث میں کسی مانع کا عدم وجود ان موانع کا ذکر (مادہ ارث نمبر ۶) میں گزر چکا ہے۔

۸۔ خنثیٰ کی میراث: خنثیٰ یعنی مخنث کے پیشاب کے مقام کو دیکھا جائے گا۔ اگر وہ مرد کے آلہ سے پیشاب کرتا

ہوتو اسے مردوں والی میراث دی جائے گی اور اگر وہ عورت کے آلہ سے پیشاب کرتا ہوتو اسے عورتوں والی میراث ملے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''خنثیٰ اپنے پیشاب والی جگہ کے اعتبار سے وارث ہوگا۔'' (۲۷۹) اگر وہ مذکر کے آلے کا حامل نہ ہو اور نہ مونث کے آلے کا تو اس کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اس کی پسلیاں گنی جائیں گی۔ اس لیے کہ مرد کی بہ نسبت عورت کی ایک پسلی زائد ہوتی ہے۔ (۲۸۰)

۹۔ ورثا کی ترتیب: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ میراث کی سب سے بڑھ کر مستحق وہ ورثا ہیں جنہیں ذوی الفروض کہا جاتا ہے یعنی وہ جن کا اللہ کی کتاب میں ذکر آیا ہے۔ اگر ذوی الفروض کے حصص ادا کرنے کے بعد ترکہ بچ رہے تو وہ نسبی عصبات کو مل جائے گا۔ اگر میت کے ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو اس کا ترکہ مولیٰ عتاقہ کو مل جائے گا یعنی اسے آزاد کرنے والے آقا کو۔ اگر وہ بھی نہ ہو یا میت اصل کے اعتبار سے آزاد ہو تو اس کی میراث ذوی الارحام کو مل جائے گی اور وہ بھی نہ ہوں تو اس کی میراث بیت المال میں رکھ دی جائے گی۔ ذیل میں ہم ان پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔

۱۰۔ ذوی الفروض کی میراث:

'أ'۔ باپ کی میراث: وراثت کے اندر باپ کے تین احوال ہیں۔

۱۔ چھٹا حصہ: باپ کے ساتھ اگر میت کا بیٹا بھی ہو تو باپ کو کل ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا خواہ کوئی مونث یعنی اس کی بہن ہو یا نہ ہو اور خواہ بیٹا ایک ہو یا ایک سے زائد کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد باری ہے (وَلِاَبَوَیۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۔ تو والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا۔) اگر بیٹا نہ ہو تو پوتا اس کے قائم مقام ہو جائے گا۔ پوتے کی موجودگی میں باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔

۲۔ چھٹا حصہ نیز ذوی الفروض کے حصص کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ میت کی بیٹی کے ساتھ یا بیٹی کی عدم موجودگی میں پوتی کے ساتھ باپ کو چھٹا حصہ اور باقی ماندہ ترکہ ملے گا۔

۳۔ ذوی الفروض کو ان کے حصص دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ باپ کو اس صورت میں ملے گا جب میت کی کوئی مذکر یا مونث اولاد یا کوئی پوتا پوتی موجود نہ ہو کیونکہ درج بالا آیت میں ارشاد باری ہے۔ (فَاِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۔ اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین اس کے وارث بن رہے ہوں تو اس کی ماں کو ترکہ کا تہائی حصہ ملے گا۔) اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ ترکہ باپ کو مل جائے گا۔ مذکورہ بالا احوال پر سب کا اجماع ہے اور کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ب۔ جد کی میراث: جد سے یہاں ہماری مراد جد صحیح ہے یعنی وہ جد جس کی میت کی طرف نسبت میں کوئی مونث واسطہ نہ بنتی ہو مثلاً دادا۔ رحمی جد میراث سے بالاتفاق محجوب ہوتا ہے۔ رحمی جد سے وہ جد مراد ہے جس کی میت کی طرف نسبت میں کوئی مونث واسطہ بنتی ہو مثلاً نانا حسن بصریؒ جد کو باپ تصور کرتے تھے اور میراث کے اندر باپ کے احوال کا انطباق اس پر کرتے تھے۔ آپ جد کے ہوتے ہوئے بھائی بہنوں کو وارث قرار

نہیں دیتے تھے۔ آپ فرماتے: ''اگر لوگوں کے معاملات کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی جاتی تو میں جد کو باپ قرار دیتا۔'' (۲۸۱)

ج۔ اخیافی (ماں میں شریک) بھائی بہنوں کی میراث: ان کے تین احوال ہیں۔

۱۔ چھٹا حصہ: اگر ان میں سے صرف ایک فرد وارث ہو کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۲ میں ارشاد باری ہے (وَاِنْ کَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ کَلٰلَۃً اَوِ امْرَاَۃٌ وَّلَہٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا السُّدُسُ ۔ اگر مورث مرد یا عورت کلالہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔)

۲۔ تہائی حصہ: اگر ان میں سے دو یا دو سے زائد ہوں تو انہیں تہائی حصہ ملے گا کیونکہ درج بالا آیت میں آگے ارشاد ہے (فَاِنْ کَانُوْٓا اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَھُمْ شُرَکَآءُ فِی الثُّلُثِ. اگر یہ اس سے زائد ہوں تو تہائی میں شریک ہوں گے۔)

۳۔ وراثت سے محرومی: اگر میت کا بیٹا یا بیٹی یا پوتا پوتی یا باپ یا دادا ہو تو اخیافی بھائی بہن وراثت سے محجوب یعنی محروم ہو جائیں گے کیونکہ یہ کلالہ کے قبیل سے ہیں اور حسن بصریؒ کے نزدیک ولد اور والد کا عدم وجود کلالہ کی وراثت کے لیے شرط ہے۔ (۲۸۲) یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اولاد ام یعنی اخیافی بھائی بہن مقتول کی دیت میں کسی چیز کے وارث نہیں ہوتے۔ یہ بات (مادہ ارث نمبر ۳ کے جزد کے جز ۲) میں گزر چکی ہے۔

د۔ شوہر کی میراث: شوہر کے دو احوال ہیں۔

۱۔ نصف حصہ: اگر بیوی کی اولاد یا پوتا پوتی نہ ہو تو شوہر کو ترکے کا نصف حصہ ملے گا کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۲ میں ارشاد باری ہے (وَلَکُمْ نِصْفُ مَا تَرَکَ اَزْوَاجُکُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّھُنَّ وَلَدٌ ۔ اور تمہاری بیویوں کے ترکہ کا تمہیں نصف حصہ ملے گا اگر ان کی اولاد نہ ہو۔)

۲۔ چوتھا حصہ: اگر بیوی کی اولاد یا پوتا پوتی ہو تو شوہر کو چوتھا حصہ ملے گا کیونکہ درج بالا آیت میں آگے ارشاد ہے۔ (فَاِنْ کَانَ لَھُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ. اگر ان کی اولاد ہو تو تمہیں چوتھائی حصہ ملے گا۔)

ھ۔ بیوی کی میراث: بیوی کے دو احوال ہیں۔

۱۔ چوتھا حصہ: بیوی خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد، انہیں چوتھا حصہ ملے گا اور وہ آپس میں اسے تقسیم کر لیں گی۔ یہ حصہ انہیں اس صورت میں ملے گا جب ان کے بطن سے یا ان کے سوا کسی اور کے بطن سے شوہر کی اولاد نہ ہو کیونکہ مذکورہ بالا آیت میں ارشاد باری ہے (وَلَھُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْتُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّکُمْ وَلَدٌ ۔ اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکے سے انہیں چوتھا حصہ ملے گا۔)

۲۔ آٹھواں حصہ: بیوی خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔ انہیں اس صورت میں آٹھواں حصہ ملے گا، انہیں اس صورت میں آٹھواں حصہ ملے گا جب ان کے بطن سے یا ان کے سوا کسی اور عورت کے بطن سے شوہر کی کوئی اولاد ہو۔ وہ یہ حصہ آپس میں تقسیم کر لیں گی کیونکہ مذکورہ بالا آیت میں آگے ارشاد ہے (فَاِنْ کَانَ لَکُمْ

وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم. اگر تمہاری اولاد ہو تو انہیں تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ملے گا۔)

و۔ بیٹیوں کی میراث: بیٹیوں کے تین احوال ہیں:

ا۔ نصف حصہ: اگر بیٹی ایک ہو اور اس کے ساتھ کوئی اور بیٹی نہ ہو تو اسے نصف حصہ ملے گا کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد باری ہے۔(وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۔ اگر بیٹی ایک ہو تو اسے نصف حصہ ملے گا۔)

۲۔ دو تہائی حصہ: اگر بیٹیاں دو یا دو سے زائد ہوں تو انہیں دو تہائی حصہ ملے گا کیونکہ سورۂ نساء میں ارشاد باری ہے۔(فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۔ اگر بیٹیاں دو سے اوپر ہوں تو انہیں ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا۔) یعنی بیٹیاں دو یا دو سے زائد ہوں۔

۳۔ بیٹے کے ساتھ بیٹیاں عصبہ بن جاتی ہیں۔ایسی صورت میں ذوی الفروض کو ان کے حصص دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ بیٹے اور بیٹیوں کو مل جائے گا اور وہ اسے آپس میں اس طرح تقسیم کرلیں گے کہ ہر بیٹے کو دو حصے اور ہر بیٹی کو ایک حصہ ملے گا کیونکہ ارشاد باری ہے(يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۔ اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے حصوں کے برابر ہے۔)

ز۔ بیٹے کی اولاد کی میراث: بیٹے کی اولاد کے ساتھ یا تو میت کی اولاد میں سے کوئی ہوگا یا کوئی نہیں ہوگا۔

ا۔ اگر ان کے ساتھ میت کی اولاد میں سے کوئی فرد ہوگا تو پھر میراث کے اندر ان کے احوال کی تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہوگی۔ تفصیل درج ذیل ہے:

- اگر میت کی ایک بیٹی ہوگی تو پوتیاں چھٹا حصہ لیں گی تاکہ دو تہائی حصے کی تکمیل ہو جائے بشرطیکہ ان کے ساتھ ان کا کوئی بھائی نہ ہو۔
- اگر ان کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہوگا تو وہ انہیں عصبہ بنادے گا۔ ایسی صورت میں ذوی الفروض سے باقی رہ جانے والا ترکہ یہ اپنے بھائی کے ساتھ حاصل کرلیں گی۔
- میت کے بیٹے کی موجودگی میں بیٹے کی اولاد میراث سے محروم رہے گی کیونکہ بیٹا میت سے اقرب ہوگا۔ اسی طرح اگر میت کی دو بیٹیاں ہوں تو بیٹے کی اولاد میراث سے محروم رہے گی۔ الا یہ کہ ان کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہو۔ یہ بھائی انہیں عصبہ بنادے گا اور ذوی الفروض سے بچ رہنے والا ترکہ یہ اپنے بھائی کے ساتھ حاصل کرلیں گی۔

۲۔ اگر ان کے ساتھ میت کی اولاد میں سے کوئی فرد نہ ہو تو پھر میراث کے اندر ان کے احوال کی تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہوگی۔

- ایک پوتی کو ترکے کا نصف حصہ ملے گا۔
- دو یا دو سے زائد پوتیوں کو ترکے کا دو تہائی حصہ ملے گا۔

⊙ اگر ان کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہوگا تو وہ انہیں عصبہ بنا دے گا اور ذوی الفروض سے بچ رہنے والا ترکہ یہ اپنے بھائی کے ساتھ حاصل کرلیں گی۔

ح۔ حقیقی بہنوں کی میراث: حقیقی بہنوں کے درج ذیل احوال ہیں:

۱۔ ایک بہن ہو تو اسے ترکے کا نصف مل جائے گا کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۷۶ میں ارشاد باری ہے (اِنِ امْرُؤٌ هَلَکَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَکَ۔ اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو اسے ترکہ کا نصف مل جائے گا۔)

۲۔ اگر دو یا دو سے زائد بہنیں ہوں تو انہیں دو تہائی حصہ مل جائے گا کیونکہ درج بالا آیت میں ارشاد باری ہے۔ (فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ۔ اگر یہ دو ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی حصہ مل جائے گا۔)

۳۔ حقیقی بھائی کے ساتھ یہ عصبہ قرار پائیں گی اور ذوی الفروض سے بچ رہنے والا ترکہ انہیں اور ان کے بھائی کو مل جائے گا کیونکہ درج بالا آیت میں ارشاد باری ہے۔ (وَاِنْ کَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ۔ اور اگر بھائی بہن ہوں، مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر ہوگا۔)

۴۔ بیٹیوں کے ساتھ حقیقی بہنیں عصبہ قرار پائیں گی اور بیٹیوں کا مقررہ حصہ دینے کے بعد بچ رہنے والا ترکہ انہیں مل جائے گا۔

۵۔ مذکر اصول وفروع یعنی میت کے باپ، دادا، بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں یہ میراث سے محجوب یعنی محروم رہیں گی۔

ط۔ علاتی (باپ میں شریک) بہنوں کی میراث: وراثت کے اندر ان کے درج ذیل احوال ہیں:

۱۔ اگر میت کے حقیقی بھائی یا بہن نہ ہوں تو میراث کے اندر علاتی بہن حقیقی بہنوں کی طرح ہوں گی۔

۲۔ اگر ان کے ساتھ میت کے حقیقی بھائی یا بہن ہوں تو میراث کے اندر ان کے درج ذیل احوال ہوں گے:

⊙ ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں علاتی بہنوں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

⊙ اگر حقیقی بہن کے ساتھ بھائی بھی ہو تو اس صورت میں علاتی بہنیں میراث سے محجوب یعنی محروم رہیں گی حسن بصری سے یہی ایک روایت ہے۔ اگر میت کی دو یا دو سے زائد حقیقی بہنیں ہوں تو حسن بصریؒ سے مروی ایک روایت کے مطابق علاتی بہنیں میراث سے محجوب رہیں گی الا یہ کہ ان کے ساتھ کوئی علاتی بھائی بھی ہو تو وہ انہیں عصبہ بنا دے گا اور یہ اس کے ساتھ ذوی الفروض سے بچ رہنے والا ترکہ حاصل کرلیں گی۔ حسن بصریؒ سے اس بارے میں یہی ایک روایت ہے۔

آپ سے منقول ایک اور روایت کے مطابق میت کی دو حقیقی بہنوں کی موجودگی میں علاتی بہنیں باقی ماندہ تہائی حصہ حاصل کرلیں گی۔ خواہ ان کے ساتھ انہیں عصبہ بنانے والا بھائی نہ بھی ہو۔ (۲۸۳)

میرے خیال میں حسن بصریؒ سے یہ روایت درست نہیں ہے۔

ی۔ ماں کی میراث: ماں کے احوال درج ذیل ہیں:

۱۔ چھٹا حصہ: اگر ماں کے ساتھ میت کی اولاد یا میت کے بیٹے کی اولاد یا دو بھائی یا دو بہنیں ہوں، خواہ جس جہت سے بھی ہوں تو ان صورتوں میں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد باری ہے۔(وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَهٗ وَلَدٌ۔اگر میت صاحب اولاد ہوتو اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو اس کے ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔) نیز ارشاد ہے (فَاِنْ کَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ۔اگر میت کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔)

۲۔ تہائی حصہ: اگر میت کی اولاد یا ایک سے زائد بھائی بہن نہ ہوں تو ماں کو کل ترکے کا تہائی حصہ ملے گا کیونکہ سورۂ نساء کی درج بالا آیت میں ارشاد ہے۔(فَاِنْ لَمْ یَکُنْ لَهٗ وَلَدٌ وَ وَرِثَه اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۔اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کو تہائی حصہ ملے گا۔) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کے ترکہ کا تیسرا حصہ اس کی ماں یعنی مذکورہ عورت کو مل جائے گا اور باقی ماندہ مال اس کی ماں کے عصبہ حاصل کرلیں گے۔''(۲۸۴)

۳۔ زوجین میں سے ایک کا مقررہ حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ مال کا تہائی: یہ صورت صرف دو مسئلوں کے اندر پیش آتی ہے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ پسماندگان میں بیوی اور ماں باپ ہوں۔(۲۸۵)

ک۔ جدہ کی میراث: جدہ اور جدات یعنی دادیوں اور نانیوں کے درج ذیل احوال ہیں۔

۱۔ چھٹا حصہ: اگر ایک جدہ ہوگی تو تنہا چھٹا حصہ لے لے گی۔اور اگر ایک سے زائد ہوں گی تو مذکورہ حصہ آپس میں تقسیم کرلیں گی۔(۲۸۶)

۲۔ میت کے باپ کا زندہ ہونا اس کی ماں یعنی میت کی دادی کو میراث سے محجوب نہیں کرتا۔حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''حضورﷺ کے عہد میں جس پہلی جدہ (دادی) کو چھٹا حصہ دیا گیا تھا، اس کا بیٹا (میت کا باپ) زندہ تھا۔''(۲۸۷) حسن بصریؒ جدہ کو وارث قرار دیتے۔حالانکہ اس کا بیٹا زندہ ہوتا۔(۲۸۸)

۳۔ جدات کے تعدد کی صورت میں انہیں وارث قرار دینے کے لیے حسن بصریؒ یہ شرط عائد کرتے تھے کہ ان کا درجہ یکساں ہو اور ان کے درمیان محاذات ہو۔بنا بریں زیادہ سے زیادہ جدات کی توریث کو جو تصور ہوسکتا تھا، وہ چار جدات تک کا تھا۔دو تو باپ کی جہت سے ہوتیں یعنی دادا کی ماں اور دادی کی ماں اور دو ماں کی جہت سے ہوتیں یعنی نانی کی ماں اور نانا کی ماں۔ابن حزم نے حسن بصریؒ سے ان چاروں کی توریث کی روایت نقل کی ہے۔(۲۸۹) تاہم حسن بصریؒ کا جو مسلک روایت کے اعتبار سے محفوظ ہے۔وہ یہ ہے کہ آپ ایسی جدہ کو وارث قرار نہیں دیتے جس کی میت کی طرف نسبت غیر وارث باپ یعنی نانا کے واسطے سے ہو رہی ہو، وہ جدہ نانا کی ماں ہے۔سعید بن منصور نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ تین جدات کو وارث قرار دیتے تھے۔دو تو باپ کی جہت سے تھیں اور ایک ماں کی جہت سے۔(۲۹۰) ابن ابی

شیبہ نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ سے مذکورہ بالا چار جدات کی میراث کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے ان میں سے تین کو وارث قرار دیا اور چوتھی یعنی نانا کی ماں کو نظر انداز کر دیا۔(۲۹۱)

۱۱۔ عصبات کی میراث:

اَ۔ میراث کے اندر عصبات ان رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے جن کے مقررہ حصے نہیں ہوتے البتہ ذوی الفروض کے حصص کی ادائیگی کے بعد بچ رہنے والا ترکہ انہیں مل جاتا ہے۔

ب۔ عصبات کی قسمیں: ان کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔ عصبہ بنفسہ:

اَ۔ اس سے مراد ہر وہ مذکر رشتہ دار ہے جس کی میت کی طرف نسبت میں صرف کوئی عورت واسطہ نہ بن رہی ہو مثلاً بیٹا، پوتا، حقیقی بھائی، علاتی بھائی وغیرہ۔

عصبہ بنفسہ کے ذیل میں آنے والے رشتہ داروں میں سے میراث کے اندر میت کی فرع کو مقدم رکھا جائے گا یعنی اس کے بیٹے اور پوتے کو پھر میت کے اصل کو یعنی اس کے باپ اور دادا کو پھر اس کے باپ کی فرع کو یعنی اس کے حقیقی اور علاتی بھائیوں اور ان بھائیوں کے بیٹوں کو پھر اس کے دادا کی فرع کو یعنی اس کے حقیقی اور علاتی چچوں کو اور ان چچوں کے بیٹوں کو۔

⊙ اگر ان کی جہتیں یکساں ہوں لیکن درجوں میں تفاوت ہو تو اس صورت میں میت کے ساتھ درجے میں زیادہ قریب کو مقدم کیا جائے گا۔ بنا بریں میت کے بیٹے میت کے پوتوں کی بہ نسبت میراث کے زیادہ حق دار ہوں گے۔

⊙ اگر ان کی جہتیں یکساں ہوں اور درجے بھی مساوی ہوں لیکن قوت قرابت کے اندر تفاوت ہو تو اس صورت میں اسے مقدم رکھا جائے گا جس کی میت کے ساتھ قرابت داری زیادہ قوی ہوگی۔ بنا بریں حقیقی بھائی کو میراث کے اندر علاتی بھائی پر مقدم رکھا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے میت کے دو چچازاد بھائیوں کے بارے میں جن میں سے ایک میت کا اخیافی بھائی بھی تھا، فیصلہ دیا تھا کہ مال اس چچازاد کو مل جائے گا جو میت کا ماں شریک بھائی بھی ہے۔ اس لیے کہ باپ کی قرابت میں دونوں یکساں تھے اور ماں کی قرابت کی وجہ سے مذکورہ اخیافی بھائی کی قوت قرابت بڑھ گئی۔ اس لیے دونوں ایسے دو بھائیوں کی طرح ہو گئے جن میں سے ایک حقیقی ہو اور دوسرا علاتی۔(۲۹۲)

⊙ اگر قرابت کی جہت بھی یکساں ہو اور میت سے قرب کا درجہ اور اس کی قوت بھی مساوی ہو تو اس صورت میں میراث ان کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کر دی جائے گی۔

ب۔ ولد زنا اور ولد ملاعنہ کے عصبہ: اگر میت کا کوئی معروف باپ نہ ہو مثلاً وہ ولد زنا ہو یا لعان کرنے والی عورت کا ولد ہو (۲۹۳) تو اس صورت میں اس کی ماں کو اس کے باپ کے قائم مقام کر دیا جائے گا اور ماں کی قوم باپ کی قوم کے قائم مقام بن جائے گی اور یہی اس کے عصبہ بن جائیں گے۔ اگر وہ یعنی ولد زنا یا ولد ملاعنہ

وفات پا جائے اور اپنے پیچھے ماں، ماں کے عصبہ اور ذوی الفروض میں سے کوئی فرد چھوڑ جائے تو اس فرد کو میراث میں سے اس کا مقررہ حصہ دے دیا جائے گا۔ پھر ماں کو اس کا مقررہ حصہ دیا جائے گا اور پھر باقی ماندہ ترکہ اس کی ماں کے عصبہ کو دے دیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ولد ملاعنہ کی میراث اس کی ماں کو ملے گی۔'' اس موقعہ پر یونس نے آپ سے پوچھا کہ اگر اس کا کوئی اخیافی بھائی بھی ہو تو اسے کیا ملے گا؟ آپ نے جواب دیا کہ اسے چھٹا حصہ ملے گا۔ (۲۹۴) نیز فرمایا: ''ولد زنا کی ماں کو تہائی حصہ ملے گا اور باقی ماندہ مال ماں کے عصبہ کو مل جائے گا۔'' (۲۹۵) نیز فرمایا: ''ملاعنہ کے بیٹے کا تہائی ترکہ اس کی ماں کو مل جائے گا اور باقی مال اس کی ماں کے عصبہ کو مل جائے گا۔'' (۲۹۶) یہی مفہوم آپ کے اس قول کا ہے جس میں فرمایا: ''ولد زنا کی ماں اس کی وارث ہوگی اور ماں کے ورثا اس کے وارث ہوں گے۔'' (۲۹۷)

حسن بصریؒ کا یہ قول کہ: ''ملاعنہ کو اس کے بیٹے کی پوری میراث مل جائے گی۔'' (۲۹۸) اس صورت پر محمول ہوگا جب ماں کے سوا اس کا کوئی اور وارث نہ ہو یا اس معنی پر محمول ہوگا کہ: ''ملاعنہ کے بیٹے کی میراث ملاعنہ کے لیے اور ملاعنہ کی قوم کے لیے ہے۔''

۲۔ عصبہ بغیرہ: اس سے مراد ہر وہ مونث رشتہ دار ہے جسے عصبہ بنفسہ کسی مذکر نے عصبہ بنا دیا ہو۔ یہ وہ چار عورتیں ہیں جن کا مقررہ حصہ تنہا ہونے کی صورت میں نصف اور ایک سے زائد ہونے کی صورت میں دو تہائی ہے یعنی بیٹی، پوتی، حقیقی بہن اور علاتی (باپ میں شریک) بہن۔ ان پر گفتگو گزر چکی ہے۔

۳۔ عصبہ مع غیرہ یعنی بہن: میت کی بیٹی کے ساتھ بہن عصبہ قرار پاتی ہے۔ اس پر گفتگو (مادہ ارث نمبر ۹ کے جزج کے جز۴) میں گزر چکی ہے۔

۱۲۔ مولیٰ عتاقہ (آزاد کرنے والے آقا) کی میراث۔

اَ۔ ولاء کس کے لیے ثابت ہوتی ہے؟

ا۔ غلام کی ولاء اسے آزاد کرنے والے کے لیے ثابت ہوتی ہے اور وہ اس ولاء کی بنا پر میراث کا مستحق ہوتا ہے۔ (۲۹۹) خواہ اس نے غلام کو سائبہ کے طور پر کیوں نہ آزاد کیا ہو۔ (سائبہ کے طور پر آزاد کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ آزاد کرنے والا عدم ولاء کی شرط کے ساتھ غلام آزاد کرے) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو غلام سائبہ کے طور پر آزاد کیا گیا ہو، اس کی ولاء اسے آزاد کرنے والے آقا کے لیے ہوگی۔'' (۳۰۰) یا خواہ غلام آقا کا ذی محرم ہونے کی وجہ سے اس پر آزاد ہو گیا ہو۔ (۳۰۱) یا خواہ آقا نے غلام کو کفارہ میں یا نذر میں یا زکوۃ میں آزاد کر دیا ہو۔ البتہ اگر آقا نے غلام کو زکوۃ میں آزاد کر دیا ہو اور پھر اس کے کسی مال کا وارث بن گیا ہو تو وہ یہ مال صدقہ کر دے گا۔ (۳۰۲) حسن بصریؒ اس اصول سے صرف باپ کو مستثنیٰ کرتے ہیں۔ آپ کی رائے میں بیٹے کے لیے باپ پر ولاء ثابت نہیں ہوتی کیونکہ بیٹے پر باپ کا بڑا حق ہوتا ہے۔ حصین بن کرار کہتے ہیں کہ میں ایاس بن معاویہ کے پاس بیٹھا تھا۔ اتنے میں دو عورتیں آئیں۔ ایک عورت نے کہا: ''آپ کو یہ بات سن کر تعجب نہیں ہوگا کہ میری حقیقی بہن دعویٰ کرتی ہے کہ وہ مجھ سے بڑھ کر میرے والد کی

میراث کی حق دار ہے؟ ایاس نے فرمایا کہ: ''میں سمجھتا ہوں کہ یہ سچ کہہ رہی ہے۔'' یہ سن کر دوسری عورت نے کہا: ''میں نے اپنے باپ کو خرید کر اسے آزاد کر دیا تھا۔'' یہ سن کر ایاس نے فرمایا: ''میراث کا دو تہائی حصہ تم دونوں کے درمیان رہے گا اور باقی ماندہ ایک تہائی حصہ اسے (باپ کو آزاد کرنے والی کو) مل جائے گا۔'' حصین بن کرار کہتے ہیں کہ میں حسن بصریؒ کے پاس آیا اور آپ کو سارا واقعہ بتایا جسے سن کر آپ نے فرمایا: ''نہیں۔ایسا نہیں ہوگا'' والد کا حق ولاء بننے سے بڑھ کر ہے۔'' پھر میں ایاس کے پاس گیا اور انہیں حسن بصریؒ کا قول سنایا۔انہوں نے فرمایا: ''جب حسن آئیں تو ان سے کہنا کہ مسجد کے کسی ستون کے ساتھ بیٹھ رہیں۔اس حکم کے بارے میں ہمیں ان سے زیادہ علم ہے۔'' (۳۰۳)

۲۔ عورتوں کے لیے ولاء صرف اس غلام کی ثابت ہوتی ہے جسے انہوں نے آزاد کیا ہو یا جسے ان کے آزاد کردہ غلام نے آزاد کیا ہو۔حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورتیں صرف اس غلام کی ولاء کی وارث ہوں گی جسے انہوں نے آزاد کیا ہو یا جسے ان کے آزاد کردہ غلام نے آزاد کیا ہو۔'' (۳۰۴)

۳۔ جس شخص کو ولاء حاصل ہو، اگر وہ وفات پا جائے تو یہ ولاء اس کے قریب ترین مذکر رشتہ دار کی طرف منتقل ہو جائے گی اور یہ رشتہ دار اس ولاء کی بنا پر میراث کا مستحق بن جائے گا۔ (۳۰۴ب) ایک شخص نے اپنا ایک مملوک آزاد کر دیا اور پھر وفات پا گیا اور اس کے پیچھے مذکورہ آزاد شدہ غلام، نیز مرنے والے کا بیٹا اور باپ رہ گئے، حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مال مرنے والے کے بیٹے کو مل جائے گا۔'' (۳۰۵) ایک عورت نے اپنا غلام آزاد کر دیا اور پھر یہ آزاد شدہ غلام وفات پا گیا۔حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ مرحوم کی ولاء کسے ملے گی؟ آیا آزاد کرنے والی عورت کے عصبہ کو یا اس کے باپ کے عصبہ کو؟ آپ نے جواب دیا: ''یہ ولاء مذکورہ عورت کے مذکر عصبہ کو مل جائے گی۔'' (۳۰۶)

ب۔ مولیٰ عتاقہ کے ارث کی شرطیں: مولیٰ عتاقہ یعنی آزاد کرنے والا آقا اپنے آزاد کردہ غلام کا صرف اسی وقت وارث بنے گا جب وہ شرطیں پائی جائیں گی جن کا ذکر (مادہ ارث نمبر ۷) میں ہوا ہے۔ان شرطوں کے ساتھ ایک اور شرط کا بھی اضافہ ہوگا۔وہ یہ کہ میت کا ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی بھی وارث موجود نہ ہو۔بنابریں اگر آقا اپنے مکاتب غلام پر یہ شرط عائد کر دے کہ وہ اس کا وارث ہوگا۔اس کے ورثا اس کے وارث نہیں ہوں گے یا یہ شرط عائد کر دے کہ وہ اس کے ورثا کے ساتھ میراث کے اندر مزاحمت کرے گا تو یہ ایک فاسد شرط ہوگی۔ (۳۰۷)

۱۳۔ ذوی الارحام کی میراث: ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو نہ تو ذوی الفروض ہوں اور نہ عصبات مثلاً خالہ، پھوپھی وغیرہ۔حسن بصریؒ ذوی الارحام کو وارث بناتے تھے۔ (۳۰۸) تاہم آپ کی رائے تھی کہ وارث بننے کے اندر ان کا نمبر مولیٰ عتاقہ کے بعد آتا ہے۔یعنی ذوی الارحام صرف اس وقت وارث بنتے ہیں جب میت کے ذوی الفروض نیز عصبات اور مولیٰ عتاقہ میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔آپ نے فرمایا: ''میراث پھوپھی اور خالہ کی بجائے موالی کو ملے گی۔'' (۳۰۹)

۱۴۔ بیت المال کی میراث: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ ہر وہ مال جس کا کوئی وارث نہ ہو یعنی نہ ذوی الفروض میں سے کوئی نہ عصبات میں سے اور نہ مولی عتاقہ نیز ذوی الارحام میں سے کوئی تو اس کا وارث بیت المال ہو گا۔ سلیمان بن المغیرۃ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ ایک شخص نے کسی ذمی عورت کے ساتھ کوئی سودا کیا اور اس کے پاس اس عورت کا کوئی سامان رہ گیا۔ عورت چلی گئی اور تلاش کے باوجود اسے نہیں ملی۔ کیا وہ مذکورہ سامان بیت المال میں رکھ دے؟ حسن بصریؒ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ (۳۱۰) آپ نے فرمایا: ''لقیط (ایسا بچہ جو کسی کو کہیں پڑا ہوا مل جائے) آزاد ہوتا ہے۔ اس کی میراث بیت المال میں رکھ دی جائے گی۔'' (۳۱۱) آپ نے اس بات کی بھی توثیق کی تھی کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کی میراث بیت المال میں رکھی جائے گی۔ یہ بات (مادہ ارث نمبر۵ کے جزج کے جز۳) میں گزر چکی ہے۔

اُرش (جرمانہ)

ارش اس مال کو کہتے ہیں جو قتل سے کم تر جرم کے جرمانہ کے طور پر واجب ہوتا ہے۔

ارش کے احکام (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۵ کے جزب کا جز۲)

ارض (زمین)

۱۔ ارض العنوۃ (جنگ میں کافروں سے حاصل ہونے والی زمین)

حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جنگ کے اندر مسلمان کافروں کی جس سرزمین پر بزور شمشیر قابض ہو جائیں، وہ فئے ہوگی اور اسے مسلمانوں کے لیے موقوف رکھا جائے گا نیز امام المسلمین اسے وہاں کے رہنے والوں پر تقسیم نہیں کرے گا۔ آپ فرماتے: ''کافروں کے لشکر کی چیزیں انہیں مل جائیں گی جو ان پر غلبہ پالیں گے اور زمین مسلمانوں کی ہوگی۔'' (۳۱۲)

قوت کے بل پر حاصل شدہ اس سرزمین کا جائزہ لیا جائے گا اور اس کے اندر واقع باغات اور میدانی اراضی پر خراج عائد کر دیا جائے گا لیکن اس کے اندر واقع ٹیلوں، ریگزاروں اور جوہڑوں وغیرہ پر خراج عائد نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ ملکیت عامہ کے تحت رہیں گے۔ اگر کوئی مسلمان یا ذمی ایسی زمین کو قابل کاشت بنا کر یا اس پر کوئی عمارت تعمیر کر کے یا کسی اور طریقے سے اسے آباد کر لے گا تو وہ اس کا مالک بن جائے گا۔ (۳۱۳) (دیکھئے مادہ احیاء الموات)

۲۔ ایسی سرزمین جہاں کے رہنے والے مسلمان ہو جائیں، اس کا خراج نہیں لیا جائے گا بلکہ عشر لیا جائے گا یعنی وہاں پیدا ہونے والی فصلوں کی زکوٰۃ پیداوار کے دسویں یا بیسویں حصے کی صورت میں وصول کی جائے گی۔ اگر مشقت اٹھا کر اسے سیراب کیا جاتا ہو تو بیسواں حصہ لیا جائے گا اور مشقت کے بغیر اسے سیراب کیا جاتا ہو تو دسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر وصول کیا جائے گا۔

اگر کوئی کافر کسی مسلمان سے عشری زمین خرید لے تو اس سے عشر وصول نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ عشر

دراصل زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ کی وصولی غیر مسلم سے نہیں کی جاتی ۔ اس سے خراج بھی نہیں لیا جائے گا اس لیے کہ خراج صرف اس زمین سے وصول کیا جاتا ہے جو بزور شمشیر فتح ہوئی ہو جب کہ زیر بحث زمین ایسی نہیں ہے۔ (۳۱۴) البتہ اس پر مناسب ٹیکس عائد کر دیا جائے گا۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مناسب ٹیکس اس دسویں حصے کا دوگنا ہوگا جو مسلمان سے لیا جاتا ہے تا کہ اس طرح فقراء کے حق کی حفاظت کی جا سکے۔ (۳۱۵)

۳۔ زمین اجارے پر دینا: اس کے متعلق ہم نے (مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جزا کے جز ۳ کے جز ا) میں گفتگو کی ہے۔

ارنب (خرگوش)

خرگوش کھانے کا جواز۔ (دیکھیے مادہ طعام نمبر۲ کا جز ج)

استئذان (اجازت طلب کرنا)

ا۔ تعریف: استئذان یہ ہے کہ اس شخص سے تصرف کی اباحت طلب کی جائے جسے اباحت کرنے کا حق حاصل ہو۔

۲۔ ایسے امور جن کے اندر استئذان کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ا۔ وہ امور جنہیں اللہ نے بندے پر فرض عین کے طور پر فرض کر دیا ہے مثلاً نماز، رمضان کا روزہ اور فرض حج۔ البتہ اگر عورت حج کا فریضہ ادا کرنا چاہے تو اپنے خاوند سے اس کی اجازت حاصل کرنا اس کے لیے مستحب ہوگا۔ اگر شوہر اجازت دیدے تو فبہا ورنہ وہ کسی محرم کے ساتھ حج پر چلی جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے بیوی اپنے خاوند سے اجازت طلب کرے، اگر وہ اسے اس کی اجازت نہ دے تو وہ اپنے کسی محرم کے ساتھ حج پر چلی جائے کیونکہ یہ اللہ کے عائد کردہ فرائض میں سے ایک فریضہ ہے اور اس سلسلے میں شوہر کو حق نہیں کہ وہ بیوی کو اپنا فرماں بردار بنائے رکھے۔'' (۳۱۶) (دیکھیے مادہ حج نمبر۴ کا جز ج)

ب۔ وہ امور جن کی اللہ نے اجازت دے دی ہے۔ سورۂ نور آیت نمبر ۶۱ کے اندر مذکورہ ارشاد باری بھی ان امور میں داخل ہے۔ اس آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ (نہ اندھے پر تنگی اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر روک اور نہ تم میں سے کسی پر کہ اپنی اولاد کے گھر کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے ہاں یا اپنی بہنوں کے گھر یا اپنے چچاؤں کے ہاں یا اپنی پھوپھیوں کے گھر یا اپنے ماموؤں کے ہاں یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضے میں ہیں یا اپنے دوستوں کے ہاں۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔) روایت ہے کہ ایک بدو حضرت حسن بصریؒ کے پاس آیا اور لٹکا ہوا دستر خوان دیکھ کر اسے اتارا اور کھانے لگا۔ حسن بصریؒ رو پڑے۔ آپ سے رونے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے جواب دیا۔: ''اس شخص نے ابھی جو کچھ کیا ہے، اس سے میرے وہ دوست یاد آ گئے جو اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔'' آپ کی مراد یہ تھی کہ آپ کے مذکورہ دوست اجازت حاصل کیے بغیر اس طرح کی بے تکلفی کر لیتے

تھے۔(۳۱۷)

ج۔ ایسے امور جن کے متعلق اجازت حاصل کرنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑے مثلاً جنازہ پڑھنے کے بعد واپس ہو جانا، جنازے کے اندر چونکہ سینکڑوں افراد شامل ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر ہر فرد پر واپسی کی اجازت طلب کرنا لازم کر دیا جائے تو یہ بات اہل میت کے لیے مشقت بن جائے گی۔ بنابریں حسن بصریؒ جنازہ پڑھنے کے بعد میت والوں سے اجازت لیے بغیر واپس آجاتے تھے۔(۳۱۸)

۳۔ اجازت کی حد کے اندر اپنے آپ کو محدود رکھنا: اجازت حاصل کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اجازت کی حد تک اپنے آپ کو محدود رکھے اور اس سے تجاوز نہ کرے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے نفلی حج کی اجازت طلب کی۔ شوہر نے اسے اس کی اجازت نہیں دی۔ پھر اس نے زیارت کی اجازت طلب کی۔ شوہر نے اسے اس کی اجازت دے دی۔ اس نے سفید لباس پہن کر حج کا احرام باندھ لیا۔ جب حسن بصریؒ سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''عورت کو ایسا کرنے کا حق نہیں تھا۔''(۳۱۹)

۴۔ بعد میں ملنے والی اجازت۔ (اجازت لاحقہ)

اگر اجازت حاصل کرنے کی شرط ہو تو بعض تصرفات کی صحت کے لیے اجازت ضروری ہوگی، مثلاً عقود۔ اگر کوئی شخص اجازت دینے کے مجاز شخص سے اجازت حاصل کیے بغیر کوئی عقد یعنی سودا وغیرہ کر لے تو موقوف صورت میں اس کا انعقاد ہو جائے گا اور اس کے اثرات ظہور پذیر نہیں ہوں گے۔ اگر اس کے بعد مجاز شخص اجازت دیدے تو عقد جائز ہو جائے گا اور اگر اجازت نہ دے تو مذکورہ عقد باطل ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے اور پھر آقا اس کی اجازت دیدے تو یہ نکاح جائز ہو جائے گا۔''(۳۲۰) ایک عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح بیٹی کے اولیاء کی اجازت کے بغیر کر دیا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر بیٹی کے اولیاء نکاح کی خبر معلوم ہونے پر اس کی اجازت دیدیں تو یہ نکاح جائز ہو جائے گا۔''(۳۲۱)

۵۔ اندر آنے کی اجازت طلب کرنا:

أ۔ محارم (ایسی عورتیں جن سے نکاح حرام ہے) کے پاس آنے کی اجازت حاصل کرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ محرم خواتین کے پاس اجازت لے کر جانا واجب ہے کیونکہ بعض مواقع پر وہ ایسی حالت میں ہو سکتی ہیں جس کے دوران ان پر نظر ڈالنا حلال نہیں ہوتا۔ آپ فرمایا کرتے: ''انسان اپنی ماں اور اپنی بہن کے پاس اجازت لے کر جائے۔''(۳۲۲)

ب۔ رجعی طلاق یافتہ بیوی کے پاس اجازت لے کر جانا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو رجعی طلاق دیدے تو اس کے پاس اندر اسے اپنی آمد کا احساس دلائے بغیر' اور یہ محسوس کیے بغیر نہ جائے کہ بیوی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''رجعی طلاق یافتہ بیوی کے پاس اس کا شوہر جب جائے تو اپنی آمد کا احساس دلا کر نیز کھانس کر جائے اور اندر جا کر اس سے قرب اختیار نہ کرے۔''(۳۲۳)

۶۔ نکاح کے لیے اجازت طلب کرنا:

اَ۔ عورت کا اپنے اولیاء سے نکاح کی اجازت طلب کرنا۔(دیکھئے مادہ نکاح نمبر۴ کا جز ب نیز نمبر۵ کا جز واؤ)

ب۔ غلام کا اپنے آقا سے نکاح کی اجازت حاصل کرنا: حسن بصریؒ غلام کے لیے یہ بات واجب قرار دیتے تھے کہ وہ اگر نکاح کرنا چاہے تو پہلے اپنے آقا سے اس کی اجازت حاصل کرے۔ اگر وہ بغیر اجازت نکاح کر لے تو اس کا یہ نکاح آقا کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر آقا اجازت دیدے تو نکاح جائز قرار پائے گا ورنہ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی۔ آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لینے والے غلام کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''اگر آقا چاہے تو دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کردے اور اگر چاہے تو انہیں اپنے نکاح پر برقرار رہنے دے۔''(۳۲۴) آپ کے قول: ''آقا'' کی اجازت کے بغیر غلام کا کوئی نکاح نہیں'' کا یہی مفہوم ہے۔(۳۲۵) (دیکھئے مادہ اجازۃ نمبر۲) مکاتب بھی اجازت حاصل کرنے کے وجوب کے اندر غلام کی طرح ہے۔(۳۲۶)

اگر غلام آقا کی اجازت لیے بغیر نکاح کر کے بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لے اور اسے مہر کی ادائیگی بھی کر دے تو مہر کی یہ رقم بیوی کی ہو جائے گی اور اس سے کوئی رقم واپس نہیں لی جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر آقا میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کر دے تو مہر کی وصول شدہ رقم بیوی کی ہو جائے گی کیونکہ غلام نے اس مہر کے بدلے اس کی شرم گاہ کو اپنے لیے حلال بنایا تھا۔''(۳۲۷) لیکن اگر غلام نے بیوی کے ساتھ ابھی ہمبستری نہ کی ہو یا ہمبستری کر لی ہو لیکن مہر کی رقم اسے نہ دی ہو تو ان صورتوں میں اسے کوئی رقم نہیں ملے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر غلام آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے اور مہر بھی دیدے تو اگر وہ اس کے ساتھ ہمبستری کر چکا ہو تو یہ مہر اس کا ہو جائے گا اور اگر ہمبستری نہ کی ہو تو آقا مہر واپس لے لے گا۔'' (۳۲۸) اگر کوئی آزاد عورت کسی غلام کے ساتھ اس کے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس عورت نے اپنی شرم گاہ مباح کر دی۔ اسے کچھ نہیں ملے گا۔''(۳۲۹) ایسے نکاح کی چونکہ کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اس بنا پر یہ نکاح مذکورہ عورت کو تین طلاقیں دینے والے شوہر کے لیے حلال نہیں کرے گا۔(دیکھئے مادہ تحلیل)

۷۔ تسری کے لیے اجازت حاصل کرنا: غلام کے لیے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر لونڈی کے ساتھ تسری کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ غلام کی جانب سے تسری کا یہ عمل ایسی چیز کے اندر تصرف ہے جس کا وہ مالک نہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر آقا اپنے غلام کو تسری کی اجازت دیدے تو تسری کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۳۳۰) (دیکھئے مادہ تسری نمبر۲ کا جز ج)

۸۔ عزل کے لیے اجازت حاصل کرنا: آزاد بیوی کا چونکہ بچے کے اندر حق ہوتا ہے۔ اس لیے شوہر اپنی آزاد بیوی کی اجازت سے ہی اس سے عزل کر سکتا ہے۔ حسن نے فرمایا: ''آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے۔''(۳۳۱)

۹۔ جہاد کے لیے اجازت حاصل کرنا:

أ۔ کوئی شخص اپنے والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کے لیے نہیں نکل سکتا اگر اس کے والدین زندہ ہوں۔ اگر وہ اسے اجازت دے دیں تو وہ جہاد پر چلا جائے اور اگر اجازت نہ دیں تو نہ جائے۔ جہاد پر جانے کی اجازت دینے والے والدین کے بارے میں حسن بصریؒ نے ان کے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اگر تمہیں یہ بات نظر آئے کہ تمہارے والدین کی دلی خواہش یہ ہے کہ تم گھر بیٹھ رہو تو پھر گھر بیٹھ جاؤ۔'' (۳۳۲) (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۳)

ب۔ لشکر اسلام کے کسی دستے کے لیے امیر لشکر کی اجازت کے بغیر دشمن کے مقابلہ پر جانا درست نہیں ہے۔ اگر یہ دستہ امیر لشکر کی اجازت سے جائے تو حاصل شدہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ امام المسلمین لے لے گا اور باقی ماندہ مال اس دستے کے درمیان تقسیم ہو جائے گا۔ اگر دستہ امیر کی اجازت کے بغیر چلا گیا ہو تو حاصل شدہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ امام المسلمین کا ہو گا اور باقی ماندہ مال پورے لشکر میں تقسیم ہو جائے گا۔ (۳۳۳) اگر امیر لشکر دستے کے سپاہیوں کو اس غنیمت میں سے کوئی مال نفل یعنی انعام کے طور پر دیدے تو یہ مال ان کا ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''کوئی دستہ اپنے امیر کی اجازت کے بغیر کسی مہم پر نہ جائے، امیر انہیں جو چیز نفل کے طور پر دیدے، وہ ان کی ہو جائے گی۔'' (۳۳۴) (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۷)

۱۰۔ وصیت کے سلسلے میں استئذان: کسی شخص کو اپنے مملوکہ مال کی تہائی سے زائد کی وصیت کا حق نہیں ہے۔ اگر وہ تہائی سے زائد کی وصیت کرنا چاہے تو ورثاء سے اجازت حاصل کرنا اس پر لازم ہو گا۔ اگر ورثاء اجازت دے دیں تو یہ وصیت جائز ہو جائے گی اور اگر اجازت نہ دیں تو جائز نہیں ہو گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص تہائی سے زائد کی وصیت کے لیے اپنے ورثا سے اجازت مانگے اور وہ اسے اس کی اجازت دے دیں تو یہ وصیت جائز ہو کر ان پر لازم ہو جائے گی۔'' (۳۳۵) (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۱)

۱۱۔ نماز جمعہ کیلئے اجازت کا حصول: حسن بصریؒ کے نزدیک جمعہ کے انعقاد کے لیے امام المسلمین کی اجازت شرط ہے۔ اگر سلطان سے اجازت حاصل کرنے کی قدرت ہو تو اس صورت میں اس کی اجازت کے بغیر جمعہ درست نہیں ہو گا۔ اگر سلطان سے اجازت حاصل کرنا مشکل ہو تو اس صورت میں قاضی نیز پولیس کے افسر اعلیٰ کے لیے جمعہ قائم کرنا جائز ہو جائے گا۔ (۳۳۶) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز أ کا جز ۲)

۱۲۔ تبرعات کے اندر بیوی کا اپنے شوہر سے اجازت حاصل کرنا۔ (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)

مالی کفارات ادا کرنے کے لیے غلام کا اپنے آقا سے اجازت لینا۔ (دیکھئے مادہ ظھار نمبر ۳ کا جز أ)

استبراء (استبرائے رحم کرنا)

۱۔ تعریف: استبراء یہ ہے کہ لونڈی نیز وہ عورت جس کے ساتھ عقد فاسد کے تحت ہمبستری کی گئی ہو، اتنی مدت

تک انتظار کرے جس کے نتیجے میں یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس کا رحم حمل سے خالی ہے۔

۲۔ لونڈی کا استبراء کب واجب ہوتا ہے؟

أ۔ تبدل ملک: جب لونڈی کی ملکیت ایک شخص سے منتقل ہو کر دوسرے شخص کے ہاتھ میں چلی جائے تو اس کے آقا پر اس کا استبراء واجب ہوگا۔ مثلاً وہ عورت جو جنگی قیدی بن کر لونڈی کے طور پر کسی کے حوالے کر دی گئی ہو، نیز فروخت شدہ، ہبہ شدہ اور آزاد شدہ لونڈیاں خواہ لونڈی کا مالک کوئی مرد ہو یا عورت۔ اس لیے کہ استبراء کا عمل تعبدی کے طور پر واجب ہوا ہے۔ (۳۳۷) یعنی شرعی حکم کے طور پر۔ جنگ میں گرفتار ہو کر آنے والی عورت کے سلسلے میں ایک شخص نے حسن بصریؒ سے استفسار کرتے ہوئے پوچھا: ''ابوسعید! جب آپ لوگ مجوسی عورتوں کو جنگ میں گرفتار کر لیتے تو پھر کیا کرتے؟'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''ہم ایسی عورت کو قبلہ رخ کر کے اسے مسلمان ہو جانے اور اللہ کی وحدانیت نیز حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دینے کا حکم دیتے۔ اس کے بعد اسے غسل کرنے کے لیے کہتے۔ پھر اس کا مالک اس کا استبراء کیے بغیر اس کے ساتھ ہمبستر نہ ہوتا۔'' (۳۳۸) آزاد ہو جانے والی لونڈی کے سلسلے میں آپ نے فرمایا: ''ام ولد کا آقا جب فوت ہو جائے تو وہ پورا ایک حیض گزارے بغیر کسی سے نکاح نہ کرے۔'' (۳۳۹) ایک روایت میں ہے کہ: ''تین حیض گزارے بغیر۔'' (۳۴۰) اگر وہ آیسہ ہو یعنی اس کا حیض مستقل طور پر بند ہو چکا ہو تو تین ماہ گزارے۔ (۳۴۱) ایک روایت میں ہے کہ چار ماہ دس دن گزارے۔ (۳۴۲)

⊙ لونڈی خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ، حیض آتا ہو یا ابھی حیض نہ آیا ہو، حاملہ ہونے کی اس میں صلاحیت ہو یا صلاحیت نہ ہو، اس کے آقا نے اس کے ساتھ ہمبستری کی ہو یا ہمبستری نہ کی ہو، ہر صورت میں استبراء واجب ہوگا۔ (۳۴۳) ایک شخص نے کنواری لونڈی خریدی۔ آپ نے اس کے استبراء رحم کا بھی حکم دیا۔ (۳۴۴) نیز فرمایا: ''لونڈی خواہ باکرہ یعنی کنواری کیوں نہ ہو، ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء ہوگا۔'' (۳۴۵)

ب۔ فاسد نکاح: اگر کسی نے کسی کے ساتھ فاسد طریقے سے نکاح کر لیا ہو اور پھر اس کی وجہ سے دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا گیا ہو تو علیحدگی کے بعد منکوحہ کا استبراء واجب ہوگا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی لونڈی کے ساتھ یا نکاح کی بنا پر کسی اور کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے جب کہ وہ اس کی بیوی کی رضاعی بہن ہو، فرمایا: ''لونڈی کا استبراء رحم ہونے تک وہ اپنی بیوی سے الگ رہے گا۔'' (۳۴۶) یعنی ہمبستری نہیں کرے گا۔

ج۔ زنا: اگر زانیہ نکاح کرنے کا ارادہ کرے تو اس پر اپنے رحم کا استبراء واجب ہوگا۔ (۳۴۷)

۳۔ استبراء کی مدت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر لونڈی کو حیض آتا ہو تو ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء ہو گا۔ خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ آپ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ: ''لونڈی خواہ باکرہ کیوں نہ ہو، ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء ہوگا۔'' نیز فرمایا: ''فروخت ہونے والی لونڈی کا ایک حیض کے ذریعے استبراء ہوگا۔'' (۳۴۸) اگر حیض کے دوران ملکیت منتقل ہوئی ہو تو اس حیض کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ اور ایک حیض کے ذریعے

استبراء ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص لونڈی ایسی حالت میں خریدے کہ اسے حیض آ رہا ہو تو وہ ایک اور حیض کے ذریعے اس کا استبراء کرے۔'' (۳۴۹) اگر لونڈی کو حیض نہ آتا ہو اور اس کی وجہ یا تو کم سنی ہو یا سن ایاس تو تین ماہ کی مدت کے ذریعے اس کا استبراء ہوگا۔ منصور نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ سے اس لونڈی کے استبراء کے بارے میں پوچھا گیا جسے حیض نہیں آتا۔ آپ نے جواب دیا: ''تین ماہ کا استبراء کرے گی۔'' (۳۵۰)

۴۔ لونڈی کا استبراء کون کرے گا؟: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جو آقا اپنی لونڈی کی ملکیت کسی اور کی طرف منتقل کرنا چاہے، اس پر لازم ہوگا کہ ملکیت منتقل کرنے سے پہلے ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء کرلے۔ پھر جب لونڈی دوسرے کی ملکیت میں پہنچ جائے، وہ مزید ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء کرے۔ آپ نے فرمایا: ''ایک شخص اگر ایک لونڈی فروخت کرے تو ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء کرے۔'' (۳۵۱) جو شخص کسی سے لونڈی خریدے، اس کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''وہ اس کا استبراء کرے۔'' (۳۵۲) باکرہ لونڈی کے خریدار کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''وہ اس کا استبراء رحم کرے۔'' (۳۵۳) نیز فرمایا: ''لونڈی کا بائع اس کا استبراء ایک حیض کے ذریعے کرے اور اس کا مشتری بھی اس کا استبراء ایک حیض کے ذریعے کرے۔'' (۳۵۴) عبدالرزاق نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ مذکورہ لونڈی کا بائع اگر ایک حیض کے ذریعے استبراء کرلے تو یہی حیض کافی ہوگا اور مشتری مزید ایک حیض کے ذریعہ اس کا استبراء نہیں کرے گا۔ (۳۵۵) لیکن پہلی روایت حسن بصریؒ سے مروی محفوظ روایت ہے۔

۵۔ استبراء کے اثرات:

أ۔ استبراء کے دوران آقا اپنی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرنے سے باز رہے گا۔ البتہ بوس و کنار اور شرم گاہ کے سوا دیگر اعضاء سے استمتاع وغیرہ درست ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''استبراء والی لونڈی کے ساتھ آقا شرم گاہ کے سوا دیگر اعضاء سے استمتاع کرسکتا ہے۔'' (۳۵٦): ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں مذکور ہے کہ حسن بصریؒ استبراء والی لونڈی کے ساتھ بوس و کنار میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۳۵۷)

ب۔ اگر ایک شخص شادی شدہ ہو اور پھر وہ کوئی لونڈی خرید لے اور اس کے ساتھ ہمبستری کرلے، پھر معلوم ہو کہ یہ لونڈی اس کی بیوی کی رضاعی بہن ہے تو اس پر اس کا استبراء واجب ہوگا نیز وہ اس کے ساتھ ہمبستر ہونے سے باز رہے گا۔ اس پر یہ بھی واجب ہوگا کہ استبراء کے دوران وہ اپنی بیوی کے ساتھ بھی جو مذکورہ لونڈی کی رضاعی بہن ہے، ہمبستر ہونے سے باز رہے۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی لونڈی کے ساتھ یا نکاح کی بنا پر کسی اور کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرے جب کہ مذکورہ لونڈی اس کی بیوی کی رضاعی بہن نکلے، فرمایا: ''جب تک لونڈی کا استبراء رحم نہ ہو جائے اس وقت تک وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری سے دور رہے۔'' (۳۵۸)

استتابۃ (توبہ کرنا)

۱۔ تعریف: مرتد کو اپنا کفر ترک کرنے اور اسلام کی طرف واپس آنے کی دعوت دینا استتابہ کہلاتا ہے۔

۲۔ استتابہ کا حکم:

اَ۔ جادوگر کا استتابہ: حسن بصریؒ سے مروی روایات میں اس امر پر اتفاق ہے کہ جادوگر کو قتل کر دیا جائے گا، توبہ نہیں کرائی جائے گی۔ آپ نے فرمایا: ''جادوگروں کو قتل کیا جائے گا اور ان سے توبہ نہیں کرائی جائے گی۔'' (۳۵۹)

ب۔ مرتد عورت کا استتابہ: حسن بصریؒ سے اس امر کے بارے میں روایات کے اندر اتفاق ہے کہ مرتد عورت سے توبہ کرائی جائے گی۔ (۳۶۰) اگر وہ توبہ نہ کرے تو پھر اس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ اس بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ اس کا ذکر (مادہ ردۃ نمبر ۴ کے جز ب) میں آئے گا۔

ج۔ مردِ مُرتد کا استتابہ: مرتد مرد کے استتابہ کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق مرتد مرد سے توبہ کرنے کا مطالبہ واجب نہیں حتیٰ کہ وہ قتل ہو جائے بلکہ استتابہ کے بغیر اسے فی الحال قتل کر دینا جائز ہے۔ (۳۶۱) اگر مرتد مرد کا استتابہ واجب نہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ مستحب بھی نہیں ہے۔ ابن قدامہ نے: ''المغنی'' کے اندر حسن بصریؒ سے مرتد کے استتابہ کا استحباب نقل کیا ہے۔ (۳۶۲) دوسری روایت کے مطابق حسن بصریؒ کا قول ہے کہ مرتد سے ایک سو مرتبہ توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ (۳۶۳) اس کا مفہوم یہ ہے کہ استتابہ واجب ہے یعنی مرتد کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ ہمیشہ جاری رکھا جائے گا۔ میرے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ یہ حکم مرتد عورتوں کے بارے میں ہے۔ مرتد مردوں کے بارے میں نہیں۔ اس کی تفصیل (مادہ ردۃ نمبر ۴ کے جز اُ اور جز ب) میں آئے گی۔

استثناء (استثناء کرنا)

۱۔ تعریف: استثناء کا لفظ کہہ کر اس سے دو معنی مراد ہوتے ہیں۔

اول: تصرف کو اللہ کے ارادے پر معلق کرنا مثلاً شوہر بیوی سے کہے: ''تمہیں طلاق اگر اللہ چاہے'' (مادہ تعلیق) کے تحت اس پر ہم گفتگو کریں گے۔

دوم: استثناء کے بعد باقی رہ جانے والے امر کا ارادہ کرنا۔ یہاں ہماری بحث کا موضوع یہی معنی ہے۔

۲۔ استثناء کی شرطیں: درج ذیل شرائط کے وجود پر ہی استثناء معتبر ہوگا۔

اَ۔ استثناء کرنے والا اپنی زبان سے استثناء کا لفظ ادا کرے، دل کے ذریعے استثناء کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ (۳۶۴) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر وہ اپنی زبان کو حرکت دے تو استثناء کے لیے اس کی اتنی بات کافی ہو گی۔'' (۳۶۵)

ب۔ استثناء اس کے کلام کے ساتھ متصل ہو۔ اس اتصال کی تفسیر میں حسن سے روایات کا اختلاف ہے۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق اتصال اس وقت ہوگا جب متکلم مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے درمیان کسی ایسے کلام کے ذریعے فصل نہ کرے جس کا موضوع کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں: ''اس کا استثناء درست ہوگا بشرطیکہ اس کے درمیان کوئی اور کلام نہ ہو۔'' (۳۶۶) 'سنن سعید بن منصور' میں مذکور ہے کہ حسن بصریؒ طلاق کے اندر استثناء کو جائز قرار دیتے تھے۔ خواہ متکلم نے طلاق کا ذکر پہلے کیا ہو یا اسے موخر رکھا ہو۔ بشرطیکہ اس نے اپنے کلام اور بات کے ساتھ اسے متصل رکھا ہو۔'' (۳۶۷)
دوسری روایت کے مطابق استثناء اس وقت متصل شمار ہوگا جب متکلم اسی مجلس کے اندر اپنی زبان سے اسے کہے کیونکہ مجلس متفرق امور کو یکجا کر دیتی ہے۔ (۳۶۸) تیسری روایت کے مطابق قسم کے اندر استثناء ایک سال کے بعد بھی ہو سکتا ہے کیونکہ ارشاد باری ہے (وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ۔ وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے) پھر جب سال گزر گیا تو ارشاد ہوا (اِلَّا مَنْ تَابَ۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں۔) (۳۶۹)

ج۔ استثناء کے بعد باقی رہ جانے والا امر معلوم ہو: بنابریں اگر ایک شخص لونڈی فروخت کرے اور اس کے حمل کو بیع سے مستثنیٰ رکھے تو یہ بیع اور استثناء دونوں جائز ہوں گے۔ (۳۷۰) اسی طرح اگر کوئی جانور فروخت کر کے اس کے حمل کو مستثنیٰ رکھے تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔ (۳۷۱) اگر کوئی شخص اپنے باغ کے پھل فروخت کر دے اور ایک صاع (پیمانے کا نام) پھل مستثنیٰ رکھے تو یہ استثناء جائز نہیں ہوگا۔ (۳۷۲) کیونکہ استثناء کے بعد باقی رہ جانے والا پھل مجہول ہے۔ اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ باغ ایک صاع کے سوا کوئی اور پھل نہ دے یا اس سے کم یا زیادہ پھل دے۔ البتہ اگر وہ ایک متعین درخت کا پھل مستثنیٰ کر دے تو یہ صورت جائز ہو جائے گی کیونکہ ایسی صورت میں استثناء کے بعد باقی رہ جانے والا پھل معلوم ہے۔ یونس نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص اپنی زمین کے پھل فروخت کرے اور ایک کُرّ (پیمانے کا نام) مستثنیٰ کر دے تو آپ کو یہ بات پسند تھی کہ وہ اپنی مذکورہ زمین کے کچھ معلوم درخت مستثنیٰ کر دے۔ (۳۷۳)
اگر کوئی شخص اپنی لونڈی آزاد کر دے اور اس کا حمل مستثنیٰ رکھے تو یہ استثناء جائز نہیں ہوگا۔ (۳۷۴) اس لیے کہ شارع حکیم تو ایقاع عتق کے لیے ادنیٰ سبب کا ملتمس ہوتا ہے۔ بیع کی صورت اس سے مختلف ہے۔ ایک شخص نے اپنی لونڈی سے کہا: ''تم آزاد ہو سوائے اس حمل کے جو تمہارے بطن میں ہے۔'' حسن نے فرمایا: ''لونڈی اور اس کے پیٹ میں موجود حمل دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ آقا کا یہ استثناء درست نہیں ہے۔'' (۳۷۵)

استحاضۃ (استحاضہ)

۱۔ تعریف: ایام حیض و نفاس کے سوا دیگر ایام میں عورت کی شرم گاہ سے نکلنے والے خون کو استحاضہ کہتے ہیں۔

۲۔ درج بالا تعریف سے ہمیں یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں:

أ۔ عورت اپنے حمل کے دوران جو خون دیکھے گی، وہ استحاضہ کا خون ہوگا۔ اس لیے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ حاملہ عورت اگر خون دیکھے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا: ''ایسی عورت مستحاضہ کے بمنزلہ ہوگی۔ وہ ہر روز ظہر کی نماز کے وقت غسل کرے گی۔''(۳۷۶) آپ سے ایک اور روایت کے مطابق جب تک خون آنا بند نہ ہو جائے، اس وقت تک وہ نماز نہیں پڑھے گی۔ (۳۷۷)
عورت دردزہ کے دوران جو خون دیکھے گی، وہ نفاس کا خون ہوگا۔ (دیکھئے مادہ نفاس)

ب۔ اگر خون نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت سے تجاوز کر جائے تو وہ استحاضہ ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس سے لے کر پچاس دنوں تک ہے۔ اس سے زائد کی صورت میں عورت مستحاضہ ہوگی۔''(۳۷۸)

ج۔ عورت کو حیض کے جتنے ایام کی عادت ہو، اس سے تجاوز کر جانے والا خون۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورت جب خون دیکھے تو نماز سے رک جائے۔ وہ اپنے ایام حیض سے ایک یا دو دن تجاوز کرے گی۔ اس کے بعد وہ مستحاضہ ہوگی۔''(۳۷۹) ایک عورت اگر اپنے طہر کے ایام میں خون دیکھے تو اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''میری رائے ہے کہ وہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔''(۳۸۰)

د۔ آیسہ (ایسی عورت جسے حیض آنا بند ہو چکا ہو) جو خون دیکھے گی، وہ استحاضہ کا خون ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر آیسہ خون دیکھے تو وہ استحاضہ ہوگا۔''(۳۸۱)

۳۔ استحاضہ والی عورت کس طرح پاک ہوگی؟ جب تک استحاضہ جاری رہے، اس وقت تک مستحاضہ ہر روز ظہر کے وقت غسل کر کے پاک ہوگی اور پھر ہر نماز کے لیے وضو کرے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مستحاضہ ایک طہر سے لے کر دوسرے طہر تک کے لیے غسل کرے گی اور ہر نماز کے لیے وضو کرے گی۔''(۳۸۲) نیز فرمایا: ''مستحاضہ ظہر کی نماز کے وقت اگلے طہر تک کے لیے غسل کرے گی۔''(۳۸۳) نیز فرمایا: ''مستحاضہ ہر نماز کے لیے وضو کرے گی۔''(۳۸۴)

۴۔ استحاضہ کے اثرات:

أ۔ عبادات: مستحاضہ عبادات کے وجوب اور اس سے عبادتوں کی قبولیت کے اعتبار سے طاہر عورت کی طرح ہوتی ہے۔ بنا بریں استحاضہ نماز، روزہ اور کعبہ کے طواف سے مانع نہیں ہوتا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مستحاضہ نماز پڑھے گی، روزے رکھے گی، اس کا شوہر اس سے ہمبستری کرے گا اور وہ تمام مناسک ادا کرے گی۔''(۳۸۵) البتہ وہ ان ایام میں روزہ، نماز اور طواف سے باز رہے گی جن کے دوران اس پر حائضہ ہونے کا حکم عائد کیا گیا ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ہر ماہ جب حیض کے ایام آ جائیں تو مستحاضہ نماز سے رک جائے گی۔''(۳۸۶)

ب۔ ہمبستری: مستحاضہ کے ساتھ اس کا شوہر ہمبستری کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواز کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ (۳۸۷) آپ سے مشہور روایت تو یہی ہے کہ مستحاضہ کے

ساتھ ہمبستری جائز ہے۔ اس بارے میں آپ سے منقول نص اوپر گزر چکا ہے۔ (۳۸۸) بنا بریں مستحاضہ کا شوہر اس سے ہمبستری جاری رکھے گا یہاں تک کہ جب اس کے حیض کے ایام آ جائیں گے تو ہمبستری چھوڑ دے گا۔ مستحاضہ کے ساتھ ہمبستری کی حلت ان ایام کے اندر ہوگی جو اس کے طہر کے ایام ہوں گے۔ ایام حیض کے سوا دیگر ایام میں ہمبستری کی ممانعت نہیں ہوگی خواہ استحاضہ کا خون کیوں نہ آتا ہو۔ (۳۸۹) آپ سے مروی ایک اور روایت کے مطابق مستحاضہ کا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کرے گا۔ آپ نے فرمایا: ''مستحاضہ کا شوہر اس سے قربت نہیں کرے گا۔'' (۳۹۰)

ج۔ عدت: اگر طلاق یافتہ مستحاضہ حاملہ نہ ہو تو وہ اپنی عدت حیض کے اعتبار سے گزارے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مستحاضہ کی عدت اس کے حیض کے اعتبار سے ہوگی۔'' (۳۹۱) نیز فرمایا: ''جس مستحاضہ کو اپنے ایام حیض کا علم ہو، اگر اسے طلاق ہو جائے اور طویل عرصے تک خون آتا رہے تو وہ اپنے حیض کے بقدر تین حیض کی عدت گزارے گی۔'' (۳۹۲)

استحقاق (مستحق ہونا)

۱۔ تعریف: ایک چیز کا کسی کے لیے واجب حق بن کر ظاہر ہو جانا استحقاق کہلاتا ہے۔

۲۔ جس چیز پر کسی کا حق ظاہر ہو جائے، اسے اس کے حق دار کو واپس کرنا: اگر یہ بات واضح ہو جائے کہ فلاں معین چیز دوسرے کا حق ہے تو ممکن حد تک اسے اس کے حوالے کر دینا واجب ہوگا۔ اگر اس کی واپسی اس بنا پر مشکل ہو جائے کہ وہ تلف ہو چکی ہو یا اس کے ساتھ کسی اور کا حق اس طرح متعلق ہو گیا ہو کہ اسے اس سے علیحدہ کرنا مشکل ہو یا اسے واپس نہ کرنے میں شارع کا کوئی متعین مقصد سامنے ہو تو ان صورتوں میں اس کی مثل کے ذریعہ اس کا تاوان بھر دینا واجب ہوگا بشرطیکہ اس کی مثل موجود ہو۔ اگر مثل موجود نہ ہو تو قیمت کے ذریعے اس کا تاوان بھرا جائے گا۔ بنا بریں اگر ایک لونڈی کسی شہر میں آئے اور پھر دعویٰ کرے کہ وہ آزاد ہے اور کسی کے ساتھ نکاح کر لے اور بچے بھی پیدا ہو جائیں اور اس کے بعد معلوم ہو کہ یہ لونڈی ہے یعنی اس کے بچوں پر اس کے آقا کا حق ہے، تو اس صورت میں بچوں کے باپ پر لازم ہوگا کہ وہ ان کا تاوان ان کی ماں یعنی اپنی بیوی کے آقا کو ادا کرے اور انہیں مذکورہ آقا کے حوالے نہ کرے کیونکہ غلامی ان بچوں کے لیے ضرر رساں ہوگی۔ نیز یہ کہ شارع حکیم کے نقطہ نظر سے انسان کو غلامی سے آزاد کرانے پر پورا زور دیا جاتا ہے اور اس کے لیے پوری رغبت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ حسن بصریؒ نے غارہ (ایسی لونڈی جو اپنے آپ کو آزاد ظاہر کرے، پھر اس کے جھوٹ کا پول کھل جائے) کی اولاد کے بارے میں فرمایا: ''ان کے باپ پر لازم ہوگا کہ ہر غلام کے بدلے ایک غلام فدیہ کے طور پر دے۔'' (۳۹۳) یعنی ان میں سے ہر ایک کے بدلے ایک غلام ان کی ماں کے آقا کے حوالے کر دے۔ اس طرح یہ بچے آزاد قرار پائیں گے۔ یہاں غلام کے ذریعے تاوان بھرا جائے گا۔ قیمت کے ذریعے نہیں بھرا جائے گا کیونکہ مثل کے ذریعے تاوان قیمت کے ذریعے تاوان پر مقدم ہوتا ہے۔

ایک شخص وفات پا گیا اور اپنے پیچھے دو بیٹے اور دو ہزار درہم چھوڑ گیا۔ دونوں نے یہ رقم آپس میں مساوی طور پر تقسیم کر لی۔ پھر ایک بیٹا کہیں چلا گیا، اس کے جانے کے بعد ایک شخص آیا اور میت پر ایک ہزار درہم کا اپنا حق ثابت کر دیا۔ اس صورت کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مذکورہ مستحق شخص حاضر بیٹے کے ہاتھ میں موجود پوری رقم لے لے گا اور پھر مذکورہ بیٹے سے کہا جائے گا کہ تم اپنے بھائی کا پیچھا کرو اور اس سے آدھی رقم یعنی پانچ سو درہم وصول کر لو۔'' (۳۹۴) اس لیے کہ ایک ہزار کی رقم کا حق میت پر اس کے مال میں ثابت ہو گیا تھا۔ اس لیے یہ رقم جہاں سے بھی ملے، وصول کر لی جائے گی۔

استسعاء (کمائی کرانا)

۱۔ تعریف: استسعاء یہ ہے کہ غلام کو کام کرنے کا مکلّف بنا دیا جائے تا کہ وہ کمائی کر کے وہ رقم ادا کرے جو اس کے باقی ماندہ جز کی آزادی کے بالمقابل اس پر واجب ہوئی ہو۔

۲۔ غلام سے کمائی کرانے کے بعض حالات کا ذکر۔

أ۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مکاتب اگر بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز رہے تو اس سے دو سالوں تک کمائی کرائی جائے گی۔ اگر وہ اس کے نتیجے میں بدل کتابت ادا کرنے کے قابل ہو جائے تو فبہا ورنہ اسے غلامی میں واپس بھیج دیا جائے۔ (۳۹۵)

ب۔ یونس نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک غلام دو افراد کی مشترکہ ملکیت ہو اور پھر ایک آقا غلام کے اندر اپنا حصہ آزاد کر دے تو آپ نے اس کے متعلق فرمایا: ''اگر آزاد کرنے والا شریک خوش حال ہو تو وہ دوسرے شریک کے حصے کا تاوان بھر دے گا اور غلام کی پوری ولاء اسے حاصل ہو جائے گی اور اگر وہ تندرست ہو تو غلام سے کمائی کرائی جائے گی اور اسے آزاد کر دیا جائے گا اور ولاء دونوں شرکاء کے درمیان رہے گی۔'' (۳۹۷)

ج۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام کے حق میں اپنے شائع مال کا کوئی جز مثلاً تہائی یا چوتھائی یا چھٹے حصے کی وصیت کر جائے تو یہ وصیت درست ہو گی۔ اگر غلام وصیت میں سے نکل آئے تو آزاد ہو جائے گا اور باقی وصیت کا حق دار ہو جائے گا۔ اگر وہ وصیت کنندہ کے تہائی مال میں سے نہ نکل سکے تو اس کی قیمت کے باقی ماندہ حصے کی وصولی کے لیے اس سے کمائی کرائی جائے گی۔ (۳۹۸)()

د۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی وفات کے وقت اپنے غلام کا تہائی حصہ آزاد کر دے اور اس غلام کے سوا آقا کا کوئی اور مال نہ ہو تو اس کا تہائی حصہ آزاد ہو جائے گا اور دو تہائی حصوں کے لیے اس سے کمائی کرائی جائے گی۔'' (۳۹۹)

حجاج بن ارطاۃ نے قتادہ سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص اپنی وفات کے وقت اپنا غلام آزاد کر دے اور اس غلام کے سوا اس کا کوئی اور مال نہ ہو اور اس پر دین بھی ہو تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''اسے آزاد کر دیا جائے گا اور اپنے ثمن کی ادائیگی کے سلسلے میں قرض خواہوں کے لیے کمائی

کرے گا۔''(۴۰۰) (دیکھئے مادہ دین نمبر ۶ کا جزھ)

ھ۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر عیسائی ام ولد مسلمان ہو جائے تو اپنی قیمت کما کر اپنے آقا کو ادا کرے گی اور آقا کا اس پر کوئی اختیار باقی نہیں رہے گا۔''(۴۰۱)

استعاذۃ (اللہ کی پناہ حاصل کرنا)

۱۔ تعریف: اعوذ باللہ (میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں) کہنا استعاذہ ہے۔

۲۔ تلاوت سے پہلے استعاذہ کرنا:

أ۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ نماز سے باہر قرآن کی تلاوت سے قبل استعاذہ سنت ہے کیونکہ سورۂ نحل آیت نمبر ۹۸ میں ارشاد باری ہے (فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ جب تم قرآن کی تلاوت کرو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔) یعنی جب تم قرآن کی تلاوت کا ارادہ کرو۔

ب۔ حسن کی رائے تھی کہ نماز کے اندر استعاذہ ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ اس کا محل و مقام پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کی قرأت سے پہلے ہے۔ اس کے بعد نمازی پھر استعاذہ نہ کرے۔: ''مصنف عبدالرزاق'' میں مذکور ہے کہ حسن بصریؒ نماز کی ابتدا میں ایک مرتبہ استعاذہ کرتے تھے۔(۴۰۲) ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ جب نماز شروع کرتے تو سورۂ فاتحہ کی قرأت سے پہلے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھتے۔(۴۰۳)

استغفار (استغفار کرنا) دیکھئے مادہ دعاء۔

استلام (کوئی چیز کسی سے اپنے قبضے میں لینا) دیکھئے مادہ قبض۔

استماع (غور سے سننا)

۱۔ تعریف: استماع یہ ہے کہ کان میں پڑنے والی بات کو قصداً اور غور سے سنا جائے۔

۲۔ استماع کا حکم:

أ۔ حرام بات کا استماع: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حرام شدہ باتوں مثلاً موسیقی اور فحش گانے نیز دین کے استہزاء وغیرہ کا استماع حلال نہیں ہے کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۴۰ میں ارشاد باری ہے۔ (وَإِذَا سَمِعْتُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ۔ اور جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار ہو رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی اور گفتگو میں لگ جائیں) اسی طرح سورۂ انعام آیت نمبر ۶۸ میں ارشاد ہے (وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ اٰيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ۔ اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں

لگ جائیں۔) اسی طرح سورۂ قصص آیت نمبر ۵۵ میں ارشاد ہے (وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ۔ اور جب وہ کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔)

ب۔ استماع قرآن: نماز کے اندر مقتدی پر قرأت قرآن کا استماع واجب ہے اور ہر اس مسلمان پر بھی جو نماز سے باہر ہو۔ سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۰۴ میں ارشاد باری ہے (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ اور جب قرآن کی قرأت کی جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔) حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''فرض نماز کے اندر اور ذکر کے وقت۔'' (۴۰۴) یعنی نماز سے باہر تقرب الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے اس کی تلاوت کے وقت۔ آپ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی کتاب کی ایک آیت کا استماع کرے، اس کے لیے ایک نیکی کئی گنا کر کے لکھی جائے گی اور جو شخص ایک آیت تلاوت کرے، قیامت کے دن یہ اس کے لیے نور بن جائے گی۔'' (۴۰۵) بنابریں امام سکتہ کے دوران سورۂ فاتحہ کی قرأت کرے گا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جزج کے جز ۳ کا جز ط)

ج۔ واجب خطبے کا استماع: جمعہ اور عیدین میں امام کے خطبے کا استماع واجب ہے۔ حسن بصریؒ نے ایک شخص کو جمعہ کے خطبے کے دوران باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اسے کنکریاں ماریں۔ (۴۰۶) (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۴ کا جز ب)

استمتاع (لذت اندوزی)

۱۔ تعریف: جنسی تلذذ اور حظ اٹھانے کو استمتاع کہتے ہیں۔

۲۔ استمتاع کی قسمیں: استمتاع ہمبستری کے ذریعے یا ہمبستری کے بغیر بوس و کنار اور ہم آغوشی کے ذریعے یا صرف نظر بازی کے ذریعے ہوتا ہے۔

۳۔ استمتاع کا حکم:

أ ہمبستری وغیرہ کے ذریعے استمتاع حلال نہیں اگر یہ دو مردوں یا دو عورتوں کے درمیان ہو۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ (دیکھئے مادہ لواطۃ)

ہمبستری وغیرہ کے ذریعے ایک مرد اور عورت کے درمیان استمتاع حلال نہیں اگر دونوں کے مابین عقد نکاح نہ ہو (دیکھئے مادہ نکاح) یا عورت مرد کے ملک یمین میں نہ ہو (دیکھئے مادہ تسری)

ہمبستری وغیرہ کے ذریعے استمتاع معتکف کے لیے (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۶) اور حج یا عمرہ کے محرم کے لیے حلال نہیں۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ی)

جانور کے ساتھ جنسی عمل وغیرہ کے ذریعے استمتاع حلال نہیں۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ط)

ب۔ صرف ہمبستری کے ذریعے استمتاع: حیض اور نفاس والی عورت کے ساتھ ہمبستری کے ذریعے استمتاع حلال نہیں۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز ز) نیز (مادہ نفاس) ہمبستری کے سوا دیگر صورتوں سے ان سے

استمتاع حلال ہے۔
مستحاضہ سے ہمبستری کے ذریعے استمتاع کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ البتہ روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ ہمبستری کے سوا دیگر طریقوں کے ذریعے مستحاضہ سے استمتاع حلال ہے۔ (دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر ۴ کا جز ب)
لونڈی کے استبراء رحم کے دوران اس کے ساتھ ہمبستری کے ذریعے استمتاع حلال نہیں ہے۔ اس کے سوا دیگر طریقوں سے استمتاع حلال ہے۔ (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۵ کا جز أ)
ظہار کرنے والا شوہر جب تک کفارۂ ظہار ادا نہ کر دے، اس وقت تک وہ ظہار کی زد میں آنے والی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کے ذریعے اس سے استمتاع نہیں کر سکتا البتہ دیگر طریقوں سے استمتاع حلال ہو گا۔ (دیکھئے مادہ ظہار نمبر ۶) روزہ دار کے لیے ہمبستری کے ذریعے استمتاع حلال نہیں ہے۔ دیگر طریقوں سے حلال ہے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جز ط اور نمبر ۱۰ کا جز ب)
دبر میں عمل جنسی کے ذریعے استمتاع حلال نہیں ہے خواہ مذکر کا دبر ہو یا مونث کا۔ (دیکھئے مادہ دبر نمبر ۲ کا جز أ) نیز (مادہ لواطۃ)

۴۔ استمتاع کے اثرات:

⊙ ہمبستری کے ذریعے استمتاع کے نتیجے میں غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ انزال نہ بھی ہو۔ دیگر طریقوں سے استمتاع پر انزال کی صورت میں غسل واجب ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز أ)

⊙ حرام ہمبستری پر گناہ اور حد کا ترتب ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴) حلال ہمبستری پر مہر اور نکاح کے تمام اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ نکاح)

⊙ ہمبستری کے بغیر دیگر طریقوں سے حرام استمتاع پر گناہ اور تعزیر کا ترتب ہوتا ہے۔ حلال استمتاع کی صورت میں انزال ہونے پر غسل کا ترتب ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز أ)

⊙ دبر سے استمتاع کی صورت میں گناہ اور عقوبت کا ترتب ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ لواطۃ نمبر ۲)

⊙ جانور سے استمتاع پر گناہ اور سزا کا ترتب ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ط)

⊙ استمتاع پر معتکف کے لیے اس کے اعتکاف کا فساد مرتب ہوتا ہے۔ حج یا عمرہ کے محرم پر استمتاع کے نتیجے میں اس کے حج یا عمرے کے فساد کا ترتب ہوتا ہے۔ اگر استمتاع ہمبستری کے ذریعے ہوا ہو تو جزا کا بھی ترتب ہو گا۔ اگر ہمبستری کے سوا دیگر طریقوں سے استمتاع ہوا ہو اور انزال بھی نہ ہوا ہو تو صرف جزاء کا ترتب ہو گا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ی)

استمناء (مادہ تولید نکالنا)

۱۔ تعریف: ہمبستری کے بغیر لذت کے تحت عمداً انزال کو استمناء کہتے ہیں۔

۲۔ استمناء کے ذرائع: بعض دفعہ عضو تناسل کو ہاتھ کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے چھیڑتے رہنے سے استمناء

ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ صرف نظر بازی کی بنا پر ایسا ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ صرف جنسی سوچ میں ڈوب جانے کی وجہ سے استمناء کا عمل مکمل ہو جاتا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

٣۔ استمناء کا حکم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر کوئی مرد یا عورت زنا کاری کے شر سے اپنے آپ کو بچانے کی خاطر استمناء پر مجبور ہو جائے تو ایسا کر لینے میں اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔(٤٠٧) قتادہ کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنے عضو تناسل کو ہاتھ سے چھیڑ چھیڑ کر انزال کر لے، فرمایا: ''مغازی کے اندر لوگ اسی طرح کرتے تھے۔''(٤٠٨) یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ضرورت پڑنے پر مرد کے لیے استمناء کی اباحت ہوتی ہے۔ ضرورت کے وقت عورت کے لیے اس کی اباحت کے سلسلے میں ابن جریج نے کہا ہے کہ مجھے ایک سچے شخص نے حسن بصریؒ کے متعلق بتایا ہے کہ آپ اس امر میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ عورت زنا کاری سے بچنے کے لیے اپنی شرم گاہ میں کوئی چیز داخل کر کے لذت اندوز ہو جائے۔(٤٠٩) (دیکھیے مادہ زنا نمبر ٢ کا جزی)

٤۔ استمناء کے اثرات: اس پر وہی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو ہمبستری پر ہوتے ہیں۔ البتہ اس میں حد واجب نہیں ہوتی۔

أ۔ استمنا روزے کو فاسد کر دیتا ہے حتیٰ کہ اگر روزہ دار کسی عورت کو دیکھ دیکھ کر لذت اندوز ہوتا رہے اور پھر انزال ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر قضا اور کفارہ دونوں کا لزوم ہوگا۔(٤١٠) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر روزہ دار رمضان کے اندر دن کے وقت بوس و کنار یا ہم آغوش یا چھیڑ خانی کرے تو اس پر کوئی چیز عائد نہیں ہوگی۔ البتہ وہ بہت برا کرے گا لیکن اگر اس کے نتیجے میں انزال ہو جائے تو اس کا یہ عمل ہمبستری کے بمنزلہ ہوگا۔''(٤١١) نیز فرمایا: ''اگر روزے کی حالت میں کوئی شخص بوس و کنار کرے یا ہاتھ لگائے اور پھر انزال ہو جائے تو یہ ہمبستری کرنے والے کے بمنزلہ ہوگا۔''(٤١٢) (دیکھیے مادہ صیام نمبر ١٠ کا جزب)

ب۔ استمناء حج کو فاسد کر دیتا ہے: اگر حج کا محرم اپنی بیوی کو دیکھتا چلا جائے اور انزال ہو جائے تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر ہدی نیز حج کی قضا لازم ہو جائے گا۔(٤١٣) اس لیے کہ یہ انزال ایک ممنوع فعل کے ذریعے ہوا تھا، اس لیے یہ مباشرت کی بنا پر ہونے والا انزال شمار ہوگا۔ (دیکھیے مادہ حج نمبر ١٠)

ج۔ استمناء غسل واجب کر دیتا ہے: ایک شخص اگر اپنی بیوی کے ساتھ شرم گاہ کے سوا کسی اور مقام پر جنسی عمل کرے تو اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر عورت کو انزال ہو جائے تو وہ غسل کرے گی اور اگر انزال نہ ہو تو وضو کرے گی اور جسم میں جس جگہ مرد کا مادۂ تولید لگا ہوگا، اسے دھو لے گی۔''(٤١٤) (دیکھیے مادۂ غسل نمبر ٢ کا جز أ)

استنجاء (استنجاء کرنا)

١۔ تعریف: قبل اور دبر سے نکلنے والی نجاست کو دھو کر قبل اور دبر کو صاف کر لینا استنجاء کہلاتا ہے۔

۲۔ استنجاء کرنے کے ذرائع:

اُ۔ کن چیزوں سے استنجاء ہوتا ہے؟: استنجاء چونکہ ازالہ نجاست کا نام ہے، اس لیے پتھر، کپڑے کے ٹکڑے اور کاغذ وغیرہ سے استنجاء کرنا جائز ہے۔ پتھر کے ٹکڑے کے ساتھ استنجاء کرنے کی صحت کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس کے ساتھ پہلے استنجاء نہ کیا گیا ہو بلکہ اگر پتھر کا ٹکڑا بڑا ہو اور اس کے کئی گوشے ہوں تو نجاست سے پاک گوشے کے ساتھ استنجاء کر لینا درست ہو گا اور اس طرح ایک پتھر اس مقصد کے لیے کئی بار استعمال ہو سکے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر پتھر بڑا ہو اور اس کے کئی کنارے ہوں تو استنجاء میں استعمال ہو جانے والے ایسے پتھر کے ساتھ بعد میں بھی استنجاء کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''(۴۱۵) لیکن اگر پتھر اتنا چھوٹا ہو کہ ایک مرتبہ استعمال سے اس کا اکثر حصہ نجاست کے ساتھ ملوث ہو جائے تو ایسی صورت میں استنجاء کے عمل کی تکمیل کے لیے کئی پتھر استعمال میں لانا ضروری ہو گا۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اس قسم کے چھوٹے پتھروں میں استنجاء کے لیے کم از کم تین پتھر استعمال کیے جائیں۔(۴۱۶)

پانی کے ساتھ استنجاء کرنا درست ہے کیونکہ پانی طبعی طور پر نجاست کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ حسن بصریؒ پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کرتے تھے۔(۴۱۷) اس کے یہ معنی نہیں کہ پانی کے ساتھ استنجاء کرنا درست نہیں ہوتا۔ اس لیے استنجاء میں پانی استعمال کرنے کی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے۔ حسن بصریؒ شاید سہولت کی خاطر ایسا کرتے تھے یا سلف میں سے بعض حضرات کی پیروی میں آپ پتھر کے ساتھ استنجاء کرتے تھے یا یہ وجہ تھی کہ پتھر استعمال کرنے میں کشف عورت کم ہوتا ہے یا اس لیے کہ لوگوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

ب۔ کن چیزوں کے ذریعے استنجاء جائز نہیں ہوتا؟: خشک گوبر، جانور کی بیٹ اور ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنا جائز نہیں۔: ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں مذکور ہے کہ حسن بصریؒ خشک گوبر، جانور کی بیٹ اور ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے(۴۱۸) کیونکہ یہ جنات کا طعام ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجاء نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائی جنات کی خوراک ہیں۔''(۴۱۹)

۳۔ استنجاء کے آداب: کشف عورت ہر حال میں قابل مذمت ہے۔ اس لیے جو شخص استنجاء کرنا چاہے، وہ کم سے کم مقدار میں کشف عورت کرے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ حسن بصریؒ پتھر کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔: ''کشف الغمۃ عن الائمۃ'' میں مذکور ہے کہ حضرت حسن بصریؒ استنجاء کے لیے کشف عورت سے منع فرماتے تھے۔(۴۲۰)

یہ بات مستحب ہے کہ ایسی چیز کے ساتھ استنجاء نہ کیا جائے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو یا جس کی کوئی قیمت ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حسن بصریؒ پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کرتے تھے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا)

ناک کے اندرونی حصے کو پانی کے ذریعے دھونا استنشاق کہلاتا ہے۔ غسل اور وضو کے اندر استنشاق کا حکم

(دیکھئے مادہ غسل نمبر ۵ کا جز واؤ) نیز (مادہ وضو نمبر ۴ کا جز د)

استہلال (پیدائش کے بعد بچے کا آواز نکالنا)

۱۔ تعریف: پیدائش کے بعد بچے کا چیخنا استہلال کہلاتا ہے۔ یہ ولادت کے بعد زندہ ہونے کی علامت ہے۔

۲۔ استہلال کے قائم مقام بن جانے والی بات: نومولود کے زندہ ہونے پر دلالت کرنے والی بات جو استہلال کے قائم مقام بن جاتی ہے۔ وہ اس کی ارادی حرکت ہے جو اختلاج کے بغیر اس سے صادر ہو۔ غیر ارادی طور پر صادر ہونے والی حرکت کو اختلاج کہتے ہیں۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ عورت بچے کو جنم دیتی ہے اور یہ بچہ استہلال نہیں کرتا؟ آپ نے جواب دیا: ''اگر بچہ حرکت کرے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی یہ حرکت زندگی کی بنا پر ہے، اختلاج کی بنا پر نہیں تو وہ وارث قرار پائے گا۔ اگر اس کی یہ حرکت زندگی کی بنا پر نہ ہو بلکہ اختلاج کی بنا پر ہو تو وہ وارث نہیں بنے گا۔'' (۴۲۱)

۳۔ استہلال کا اثبات: چونکہ استہلال ولادت کے بعد وجود میں آتا ہے اور ولادت یعنی بچے کی پیدائش کے موقعہ پر عام طور پر مرد موجود نہیں ہوتے بلکہ بعض دفعہ تو دائی جنائی کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہوتا۔ اس بنا پر حسن بصریؒ کی رائے ہے کہ صرف ایک عورت کی گواہی کی بنیاد پر استہلال ثابت ہو جائے گا۔ (۴۲۲) اگر ایک عورت کی گواہی کے ذریعے اس کا اثبات ہو سکتا ہے تو اس سے اعلیٰ گواہی یعنی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے ذریعے اس کا بطریق اولیٰ اثبات ہوگا۔

۴۔ استہلال کے اثرات: اگر نومولود استہلال کرلے تو اسے زندہ تصور کیا جائے گا اور پھر اس استہلال پر زندوں کے حق میں ثابت ہونے والے تمام حقوق اور ان پر عائد ہونے والے تمام فرائض کا ترتب ہوگا۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

اُ۔ نماز جنازہ: اگر مسلمان نومولود استہلال کے بعد فوت ہو جائے تو اس کی تغسیل و تکفین واجب ہوگی اور اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ جس طرح فوت ہو جانے والے کسی بھی مسلمان کے لیے یہ سب کچھ کیا جاتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر نوزائیدہ بچہ استہلال کرے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔'' (۴۲۳)

ب۔ وراثت: اگر نومولود استہلال کرے تو وہ اپنے مورث مثلاً باپ یا دادا یا بھائی وغیرہ کی میراث میں اس حصے کا وارث بن جائے گا جو اس کے لیے موقوف رکھا گیا ہوگا۔ اس کے بعد اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کی یہ میراث اس کے جائز وارثوں کو مل جائے گی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۷ کے جزء اُ کا)

استیاک (مسواک کرنا)

۱۔ تعریف: مسواک وغیرہ کے ذریعے دانتوں کی صفائی کو استیاک کہتے ہیں۔

۲۔ استیاک کا حکم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مسواک کرنا ہر حال میں سنت ہے۔ اس لیے کہ پاکیزگی اور گندگی وغیرہ کا ازالہ اس سے ہر حال میں مطلوب ہوتا ہے۔ میل کچیل اور بدبو وغیرہ کسی بھی حالت میں تقرب الٰہی کا ذریعہ نہیں بنتے۔ بنا بریں حسن بصریؒ کے نزدیک حج یا عمرہ کرنے والا محرم اگر مسواک استعمال

کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ فرماتے: ''محرم کے لیے مسواک کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' (۴۲۴) (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز س) اسی طرح آپ روزہ دار کے لیے دن کے ابتدائی حصے میں یا آخری حصے میں جب کہ پیاس کی وجہ سے اس کے منہ کی بو شدت اختیار کر جاتی ہے۔ مسواک کر لینے میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے۔ آپ فرماتے: ''روزہ دار کے لیے دن کے آخری حصے میں مسواک کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ مسواک تو پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ اس لیے وہ دن کے اول یا آخر حصے میں مسواک کر لیا کرے۔'' (۴۲۵) اس سلسلے میں آپ خشک اور تر مسواک کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ آپ فرماتے: ''اگر روزہ دار تر مسواک استعمال کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۴۲۶)

استیلاد (ام ولد بنانا)

مملوک لونڈی کے ساتھ اولاد کی طلب میں ہمبستری کرنے کو استیلائد کہتے ہیں۔

استیلاد کے احکام۔ (دیکھئے مادہ تسری)

اسر (جنگ میں گرفتار ہونا)

۱۔ تعریف: برسرِ پیکار دشمن کا جنگ کے دوران اپنے دشمن کے ہاتھ زندہ لگ جانا اسر کہلاتا ہے۔

۲۔ جنگی قیدی کا انجام: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جنگی قیدیوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ فرماتے: ''قیدیوں کو صرف جنگ کے دوران قتل کیا جائے۔ ایسا کر کے ہم دشمن پر اپنی دھاک بٹھا دیں۔'' (۴۲۷) آپ کی رائے میں امام المسلمین کو جنگی قیدیوں کے سلسلے میں دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کی اجازت ہوتی ہے۔ یا تو ان پر احسان کر کے انہیں مفت رہا کر دے یا مال کا فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دے۔ اس لیے کہ سورۂ محمد آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری ہے (فَشُدُّوْا الْوِثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً۔ رسیاں مضبوطی سے باندھو اور پھر یا تو محض احسان کرو یا فدیہ لے لو۔) امام المسلمین کو ان دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے۔ (۴۲۸)

رہ گیا غلام بنانے کا مسئلہ تو لگتا ہے کہ حسن بصریؒ کی رائے میں اس کا تعلق معاملہ بالمثل کے ساتھ ہے۔ یعنی اگر ہمارے دشمن ہمارے قیدیوں کو غلام بنالیں تو ہم بھی ان کے قیدیوں کو غلام بنالیں گے۔ واللہ اعلم۔ اس لیے کہ سورۂ نحل آیت نمبر ۱۲۶ میں ارشاد باری ہے (وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ۔ اور اگر تم سزا دو تو جو سزا ان کے ہاتھوں تمہیں برداشت کرنی پڑی ہو، اسی کی مثل سزا دو۔)

۳۔ اسر کے احکام:

أ۔ اسیر کو چھوڑ دینا: مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ وہ جنگی قیدیوں کو مال لے کر یا مال کے بغیر رہا کر دیں جیسا کہ سابقہ فقرے میں یہ بات بیان ہو چکی ہے۔

کافروں کے ہاتھ میں مسلمان جنگی قیدی کو اگر وہ اس سے یہ حلف لے کر رہا کر دیں کہ وہ واپس جا کر اپنا فدیہ انہیں بھیج دے گا یا پھر ان کے پاس واپس آ جائے گا تو وہ ان کے پاس ہرگز واپس نہیں جائے گا۔ پھر

اگر انہوں نے اسے اس معاہدے پر مجبور کیا ہو تو وہ ان کی طرف کوئی فدیہ نہیں بھیجے گا۔ اگر انہوں نے اسے مجبور نہ کیا ہو اور اسے فدیہ ارسال کرنے کی قدرت ہو تو فدیہ بھیجنا اس پر لازم ہوگا۔ (۴۲۹)

ب۔ شادی کرنا: حسن بصریؒ نے مسلمان قیدی کے لیے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ وہ مشرکین کی سرزمین میں شادی کر لے۔ (۴۳۰) کیونکہ وہ ایسا کر کے اپنی بیوی اور بچوں کو خطرات سے دوچار کر دے گا اور اس کے نتیجے میں دین بگڑ جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۱۰)

ج۔ اسیر کا تبرع: مسلمان اسیر ہبہ یا صدقہ یا وصیت کی صورت میں جو بھی تبرع کرے گا، وہ اس کے تہائی مال سے جاری ہوگا۔ اس کے اس تبرع کی حیثیت وہی ہوگی جو مرض الموت میں گرفتار شدہ شخص کے تبرع کی ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اسیر جو کچھ دے، وہ تہائی مال سے جاری ہوگا۔'' (۴۳۱) دشمن کے پاس گرفتار مسلمان قیدی کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''اگر وہ کوئی عطیہ دے یا کھجور کے کچھ درخت ہبہ کر دے یا اپنے تہائی مال کی وصیت کر دے تو یہ بات جائز ہوگی۔'' (۴۳۲) یعنی تہائی مال سے جائز ہوگی۔ (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ھ)

د۔ اسیر کی وراثت: اگر دشمن کی سرزمین میں قیدی مسلمان کا کوئی رشتہ دار سرزمین اسلام میں وفات پا جائے تو مذکورہ اسیر اس کا وارث ہوگا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جز واؤ)

ھ۔ اسیر کی ملکیت: اگر ایک مسلمان دشمن کے پاس قید کسی مسلمان اسیر کو خرید لے تو وہ اسے کمائی کرنے کا موقعہ دے گا اور دشمن کے طور پر دی ہوئی رقم اس سے وصول کر کے اسے چھوڑ دے گا۔ (۴۳۳) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی مسلمان دشمن کی سرزمین میں داخل ہو جائے اور وہاں کسی مسلمان قیدی کو خرید لے تو وہ اسے مذکورہ دشمن کے بدلے فروخت کر دے۔'' (۴۳۴)

اسراف (فضول خرچی)

مباح کاموں میں معتاد حد سے زائد خرچ کرنے کو اسراف کہتے ہیں۔ اسراف کرنے والے پر پابندی لگانا۔ (دیکھئے مادہ حجر)

اسقاط (ساقط کرنا) اسقاط کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اَ۔ اسقاط حمل: یعنی ماں مدت پوری ہونے سے پہلے ہی اپنا حمل مردہ صورت میں گرا دے۔

ب۔ اسقاط حق: یعنی حق دار اپنے حق سے متعلقہ شخص کو بری الذمہ کر دے۔

۲۔ اسقاط حمل کے اثرات:

اَ۔ عدت کا انقضاء: اگر حاملہ عورت عدت طلاق یا عدت وفات گزار رہی ہو اور وہ اپنا حمل گرا دے تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی خواہ گرنے والا حمل جمے ہوئے خون کی شکل میں ہو یا گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں جس کے اندر انسانی صورت کی تخلیق ہوگئی ہو یا تخلیق نہ ہوئی ہو بشرطیکہ عورت کو معلوم ہو کہ یہ حمل ہے۔ (۴۳۵) حسن بصریؒ سے مروی ایک قول کے مطابق اگر عورت اپنا واضح حمل گرا دے تو اس کی عدت ختم ہو

جائے گی۔ (۴۳۶) اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حمل کے اعضاء واضح ہوں بلکہ مراد یہ ہے کہ حمل گرنا واضح ہو خواہ اس کے اعضاء ظاہر نہ بھی ہوئے ہوں۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جزج کے جزء۴ کا جزب)

ب۔ ام ولد کا آزاد ہو جانا: اسقاط کی وجہ سے ام ولد اسی طرح آزاد ہو جائے گی جس طرح ولادت کی بنا پر آزاد ہو جاتی ہے۔ (۴۳۷) (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کا جز ج)

ج۔ اسقاط حمل کی سزا: اگر عورت جان بوجھ کر اپنا حمل گرادے یا کوئی شخص عمداً یا خطاً اس کے پیٹ پر ضرب لگائے اور مردہ شکل میں اس کا حمل گر جائے تو غرہ اور کفارہ واجب ہو جائے گا۔ (غرہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جزب کے جز ا کا جز ج) آزاد جنین یعنی حمل کی نسبت سے غرہ کی مقدار کے بارے میں ہمیں حسن بصریؒ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔ غلام جنین کی نسبت سے غرہ کی مقدار اس کی ماں کے ثمن کا دسواں حصہ ہے۔ (۴۳۸)

رہ گیا کفارہ تو وہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔ (۴۳۹)

د۔ سقط (گرے ہوئے حمل) کا جنازہ نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جز ا کا جز ۲)

۳۔ حق کا اسقاط (دیکھئے مادہ ابراء)

اسلام (مسلمان ہو جانا)

۱۔ تعریف: اس دین میں داخل ہونے کو اسلام لانا کہتے ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اس دین کو بھی اسلام کہتے ہیں جس کے ساتھ اللہ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔

۲۔ اسلام کے احکام:

- جو شخص اسلام میں داخل ہونا چاہے، اس کے قبول اسلام کی شرط یہ ہے کہ وہ کلمۂ شہادت: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کرے۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۱)
- مسلمان کی قربانی کا جانور ذبح کرنے والے کے لیے اسلام کی شرط۔ (دیکھئے اضحیۃ نمبر ۵)
- احصان کے لیے اسلام کی شرط۔ (دیکھئے مادہ احصان نمبر ۲ کا جز ا کا جز ۲)
- مسلمان اور کافر کے درمیان توارث۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جز ج)
- نصرانی کی ام ولد اگر مسلمان ہو جائے تو آقا کو اپنی قیمت ادا کرنے کے لیے کمائی کرے گی۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کا جز ا) نیز (مادہ استسعاء نمبر ۲ کا جز ھ)
- عبادات کے وجوب اور ان کی صحت کے لیے اسلام کی شرط۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴) نیز (مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز ا) نیز (مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ا) نیز (مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۲ کا جز ا) نیز (مادہ نذر نمبر ۲ کا جز ج)
- کافروں کے ساتھ قتال کرنے سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا۔ (دیکھئے مادہ جھاد نمبر ۷)
- باغیوں کے لیے اسلام کی شرط۔ (دیکھئے مادہ بغی نمبر ۱)

- جو شخص ماہ رمضان کے کچھ دن گزر جانے کے بعد مسلمان ہو جائے ،اس کا روزہ۔(دیکھئے مادہ صیام نمبر ۲ کا جز أ)
- گرفتار شدہ مجوسی عورت کے ساتھ تسری کرنے سے پہلے اسے مسلمان ہو جانے کے لیے کہنا۔(دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز ب)
- اگر زوجہ مسلمان ہو تو زوج کے اسلام کی شرط۔(دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کا جز أ)
- اگر کافر کی بیوی دخول یعنی ہمبستری سے پہلے مسلمان ہو جائے تو کافر شوہر سے مہر کا سقوط۔(دیکھئے مادہ مہر نمبر ۱۳ کا جز ب)
- اگر ایک شخص مسلمان ہو جائے اور اس کے عقد میں چار سے زائد بیویاں ہوں تو اس کا حکم۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)
- دو سگی بہنوں کو اپنے عقد میں رکھنے والا شخص اگر مسلمان ہو جائے تو اس کا حکم۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۱)
- اگر ایک شخص مسلمان ہو جائے اور اس کے عقد میں ایک عورت اور اس عورت کی بیٹی ہوں تو اس کا حکم۔ (دیکھئے حوالہ درج بالا)
- طلاق دینے والے کی طلاق کی صحت کے لیے اسلام کی شرط۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز ب)
- زوجین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہو جانے پر دونوں میں علیحدگی۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۲ کا جز ج)
- مسلمان کے خلاف کیا گیا فوج داری جرم اور اس جرم پر واجب ہونے والی سزا۔(دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۳ کا جز ب)
- مسلمان بچے کی پرورش وہ کرے گا جو اس کے والدین میں سے مسلمان ہو گا۔(دیکھئے مادہ حضانۃ نمبر ۲ کا جز أ)
- ایسے امور جن کی بنا پر ایک مسلمان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔(دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۲)
- اس شخص کا اسلام جو دشمن کی سرزمین سے اپنے ساتھ کافر غلام لے کر آئے اور پھر غلام مسلمان ہو جائے۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۴)
- مسلمان بچے کو دودھ پلانے والی عورت کے لیے اسلام شرط نہیں۔(دیکھئے مادہ رضاع نمبر ۲)
- گواہی قبول ہونے کے لیے اسلام کی شرط۔(دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۳ کا جز أ)
- اگر غلام اپنے آقا کے ساتھ دارالکفر سے نکل آئے اور آقا کے مسلمان ہونے سے پہلے مسلمان ہو جائے تو آزاد ہو جائے گا۔(دیکھئے مادہ رق نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۴ کا جز أ)
- اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائے تو اس کی ولاء اس کے لیے ثابت نہیں ہو گی۔(دیکھئے مادہ ولاء نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ ارث نمبر ۵ کے جز ج کا جز ۳)

- زکوٰۃ لینے والے کے لیے اسلام کی شرط۔(دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کے جزب کا جز۱) نیز صدقۂ فطر اور کفارات لینے والے کے لیے اسلام کی شرط (دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۲ کا جز اُ) نیز (مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جزج کا جز ۶) نیز (مادہ احرام نمبر ۹)
- کفارہ میں آزاد کیے جانے والے غلام کے لیے اسلام کی شرط۔(دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز اُ کا جز ۲)
- مسلمان پر شفعہ کے استحقاق کے لیے اسلام کی شرط۔(دیکھئے مادہ شفعۃ نمبر ۳ کا جز اُ)
- اگر تجارت کے اندر کافر کے ساتھ مسلمان کی مشارکت ہوتو اس تجارت سے متعلقہ امور کی انجام دہی مسلمان کرے گا۔(دیکھئے مادہ شرکۃ نمبر ۲)
- شہید کے شہید قرار پانے کے لیے اسلام کی شرط۔(دیکھئے مادہ شہید نمبر ۱)
- میت کی نماز جنازہ کے لیے اس کے مسلمان ہونے کی شرط۔(دیکھئے مادہ موت نمبر ۱۰ کے جُز اُ کا جُز ۱)
- مسلمان میت کو غسل دینے والے کے لیے اسلام کی شرط۔(دیکھئے مادہ موت نمبر ۴ کا جز ب کا جز ۱)
- وصی کے لیے اسلام کی شرط۔(دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۶ کا جز ج)
- اسلام میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا۔(دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز ج)

اسم (نام)

۱۔ تعریف: اسم اس لفظ کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کی ذات پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا جائے۔

۲۔ اسم کے احکام:

اُ۔ نومولود کا نام کب رکھا جائے؟: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ بچے کی ولادت کے بعد سات دن گزر جانے سے پہلے اس کا نام نہ رکھا جائے۔ نیز یہ کہ ساتویں دن اس کا نام رکھنا سنت ہے۔ (۴۴۰)

ب۔ ابوالقاسم کی کنیت اختیار کرنا: حسن بصریؒ کسی شخص کے لیے حضور ﷺ کی کنیت: ''ابوالقاسم'' اختیار کرنا جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ (۴۴۱) آپ نے یہ بات امام بخاری کی اس روایت پر عمل کرتے ہوئے فرمائی ہے جو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت اختیار نہ کرو۔'' (۴۴۲)

اشارۃ (اشارہ کرنا)

مراد پر حرکت کے ذریعے دلالت کو اشارہ کہتے ہیں۔

اشارہ کے ذریعے تین طلاق دینا۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کا جز اُ کا جز ۳)

برہنہ تن نمازی رکوع اور سجود اشارے سے کریں گے۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کا جز ج)

اشتراط (شرط کرنا) دیکھئے مادہ شرط۔

اشتراک (اشتراک کرنا)

أ۔ تعریف: ایک سے زائد افراد کا ایک کام مل کر کرنا اشتراک کہلاتا ہے۔

۲۔ جنایت (فوجداری جرم) کے اندر اشتراک (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۳ کے جز ج کا جز ھ)

اموال کو بڑھانے کے اندر اشتراک۔ (دیکھئے مادہ شرکت)

حرم کے اندر شکار مارنے میں اشتراک اور اس پر واجب ہونے والا جرمانہ۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۲)

اشربۃ (مشروبات)

ا۔ تعریف: ہر ایسی مائع اور رقیق نیز خوشگوار چیز کو اشربہ کہا جاتا ہے جو منہ سے بہہ کر معدے میں پہنچ جائے اور چبانے کی ضرورت نہ پڑے۔

۲۔ مشروبات کی انواع: اشربہ کی کئی انواع ہیں۔ ان میں سے بعض تو بالاتفاق حلال ہیں یعنی غیر نشہ آور مشروب مثلاً سنگترے کا رس اور کشمش کی نبیذ وغیرہ۔ بعض مشروبات بالاتفاق حرام ہیں یعنی نشہ آور مشروب مثلاً انگوری شراب وغیرہ۔ ہم ذیل میں پہلے خمر پر بحث کریں گے پھر نبیذ پر اور پھر ان سے پیدا ہونے والے نشہ پر مرتب ہونے والے اثرات کو زیر بحث لائیں گے۔

۳۔ خمر یعنی شراب:

أ۔ خمر کی ماہیت: شوکانی نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ کی رائے میں ہر نشہ آور مشروب خمر ہے خواہ اسے انگور کے رس سے تیار کیا گیا ہو یا کسی اور چیز سے۔ (۴۴۳)

ب۔ خمر پینے کا حکم: شراب نوشی بالاجماع حرام ہے کیونکہ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۹۰ میں ارشاد باری ہے (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. اے ایمان والو! خمر، جوا، آستانے اور پانسے شیطانی عمل کی گندگی ہیں۔ ان سے پرہیز کرو تاکہ فلاح پاجاؤ۔)

جہاں تک طلاء کا تعلق ہے تو وہ خمر نہیں اور اسے پینا جائز ہے۔ (۴۴۴) طلاء انگور کے اس رس کو کہتے ہیں جسے اتنا پکایا جائے کہ اس کا دو تہائی حصہ ختم ہو جائے۔

ج۔ شرابی کی سزا: چونکہ شراب نوشی حرام ہے اس لیے شرابی کی سزا یہ ہے کہ اگر وہ آزاد ہو تو اسے اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر غلام ہو تو چالیس کوڑے لگیں گے خواہ اس نے خمر قلیل مقدار میں استعمال کی ہو یا کثیر مقدار میں اور خواہ اس پر نشہ طاری ہو گیا ہو یا طاری نہ ہوا ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''خمر کی کثیر اور قلیل مقدار میں خواہ ایک گھونٹ کیوں نہ ہو، حد جاری ہوگی۔'' (۴۴۵) نیز فرمایا: ''اگر غلام شراب نوشی کا اعتراف کرلے تو اس کا آقا اسے چالیس کوڑے لگائے۔'' (۴۴۶) شراب نوشی پر کوڑا زنی قذف پر کوڑا زنی سے ہلکی ہوگی اور قذف پر کوڑا زنی زنا کاری پر کوڑا زنی سے ہلکی ہوگی۔ (دیکھئے مادہ جلد نمبر ۳)

د۔ خمر کو سرکہ میں تبدیل کر لینا: ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ کی رائے میں اگر خمر سرکہ میں تبدیل ہو جائے تو ایسے

سرکہ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ یہ تبدیلی از خود ہوئی ہو اور اس میں خمر کے مالک کا کوئی ہاتھ نہ ہو۔ اس بارے میں حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''خمر سے بنے ہوئے سرکہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' (۴۴۷) لیکن اگر خمر کسی انسان کے اپنے فعل سے سرکہ میں تبدیل ہو جائے مثلاً خمر کے ساتھ دیگر مواد کا اضافہ کر دیا گیا ہو یا اسے دھوپ میں رکھ دیا گیا ہو یا کوئی اور صورت ہو تو حسن بصریؒ اس کے استعمال کو حلال قرار نہیں دیتے تھے۔ ایک شخص خمر کا وارث بنا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آیا وہ اس کا سرکہ بنا لے؟ آپ نے جواب میں اسے مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا۔ آپ یہ بات جائز قرار نہیں دیتے تھے کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیا جائے۔ (۴۴۸)

ھ۔ خمر کے ثمن کا استعمال: نووی نے یہ عجیب بات کہی ہے کہ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ خمر کی قیمت کے استعمال کی رخصت دیتے تھے۔ (۴۴۹) جو قابل اعتماد مراجع مجھے دستیاب ہیں، ان کے اندر میں نے اس روایت کی کوئی اصل نہیں پائی۔ شاید آپ کی مراد یہ ہو کہ مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ ذمی کے ہاتھ فروخت شدہ خمر کا ثمن اپنے دین کی ادائیگی یا خرید شدہ سامان کے ثمن کی ادائیگی وغیرہ کے لیے اس سے طلب کرے۔

و۔ ذمی سے خمر کی چوری: غیر مسلموں کے نزدیک خمر کو مال شمار کیا جاتا ہے جب کہ مسلمانوں کے نزدیک یہ مال نہیں ہے۔ اور حد سرقہ اس صورت میں لازم ہو جاتی ہے جب مسروقہ چیز سرقہ کے نصاب کو پہنچ چکی ہو اور اس کے مالک کے نزدیک یہ مال ہو۔ خواہ چور کے نزدیک یہ مال نہ بھی ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مسلمان کسی یہودی یا نصرانی سے خمر چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔'' (۴۵۰) (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۴ کا جز أ)

۴۔ نبیذ:

أ۔ نبیذ کی تعریف: نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں جس میں کچھ خشک کھجوریں یا خشک انگور یا جو وغیرہ ڈال دیا جائے اور پانی میں تبدیلی آ جائے لیکن وہ نشہ آور نہ بنے۔

ب۔ نبیذ پینے کا حکم: حسن بصریؒ چند شرطوں کے ساتھ نبیذ پینے کی حلت کے قائل تھے۔

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ متغیر نہ ہوئی ہو۔ (۴۵۱) کیونکہ متغیر ہونے کی صورت میں یہ احتمال پیدا ہو جائے گا کہ کہیں وہ نشہ آور نہ بن گئی ہو۔ نشہ آور بننے کی صورت میں اس کا استعمال حرام ہوگا۔ اگر ایک شخص نبیذ پی لے اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ نشہ آور بن گئی ہے اور پھر پی کر اسے نشہ آ جائے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ اسی مفہوم پر ابن حزم کی یہ روایت محمول ہوگی کہ حسن بصریؒ کے نزدیک نبیذ پی کر نشہ میں آنے والے پر کوئی حد نہیں ہے۔ (۴۵۲) لیکن اگر پینے والے کو معلوم ہو کہ یہ نشہ آور بن چکی ہے تو اس کا حکم شراب پینے والے کے حکم کی طرح ہوگا۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ یہ نبیذ دو پھلوں کو ملا کر تیار نہ کی گئی ہو کیونکہ حضور ﷺ نے خلیطین سے منع فرمایا ہے۔

بخاری اور مسلم نیز دیگر کتب حدیث میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ: ''خشک کھجور اور خشک انگور ایک ساتھ ملا کر نیز تر کھجور اور گدر کھجور ایک ساتھ ملا کر نبیذ تیار کرنے سے روکا گیا ہے۔'' (۴۵۳) لیکن اگر ان سے الگ الگ نبیذ تیار کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''صرف گدر کھجور سے تیار شدہ نبیذ پی لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (۴۵۴)

اگر انگور کا گچھا یا کھجور کا خوشہ اس میں لگے ہوئے پھلوں کے ساتھ پانی میں ڈال کر نبیذ تیار کر لی جائے تو اسے خلیطین میں شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ مذکورہ گچھا یا خوشہ اور اس میں لگے ہوئے دانے ایک ہی اصل سے شمار ہوں گے۔ ابن حزم نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ اس بات میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے کہ گچھے یا خوشے سے اس میں لگے ہوئے پھلوں سمیت نبیذ تیار کر لی جائے۔ (۴۵۵)

یہ صورت بھی خلیطین میں شمار نہیں ہوگی کہ ایک نبیذ کی تلچھٹ دوسری نبیذ میں ملا دی جائے بشرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہو۔ حسن بصریؒ اپنی نبیذ میں تلچھٹ ملا لیا کرتے تھے۔ (۴۵۶)

ج۔ نبیذ کے ساتھ وضو: ابن قدامہ نے: ''المغنی'' کے اندر بیان کیا ہے کہ حسن بصریؒ نبیذ کے وضو میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۴۵۷) دوسرے حضرات نے نقل کیا ہے کہ آپ نبیذ کے ساتھ وضو کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ نبیذ پر پانی کے نام کا اطلاق نہیں ہوتا۔ (۴۵۸) یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

۵۔ سکران (نشہ کی زد میں آیا ہوا شخص) کے تصرفات

أ۔ سکران کے فعلی تصرفات: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ سکران اپنے فعلی تصرفات کا پوری طرح ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے وہ ہوش مند انسان کی طرح ہے۔ اگر وہ کوئی چیز تلف کر دے اور اس کے نتیجے میں تاوان لازم ہوتا ہو تو وہ تاوان بھر دے گا۔ اگر اس کے نتیجے میں قصاص لازم ہوتا ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر سکران قتل کا ارتکاب کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔'' (۴۵۹) (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۳ کا جزب) اگر وہ حد والے کسی جرم کا ارتکاب کرے گا تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر سکران چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔'' (۴۶۰) (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۲)

ب۔ سکران کے قولی تصرفات: اگر اس کے قولی تصرفات اس کے لیے نقصان دہ ہوں تو ان کا اسی طرح اعتبار ہو گا جس طرح ہوش مند انسان کے قولی تصرفات کا اعتبار ہوتا ہے۔ مثلاً طلاق اور عتاق وغیرہ۔ (۴۶۱) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''سکران کی دی ہوئی طلاق جائز ہے۔ اس کی پشت پر کوڑے لگائے جائیں گے۔'' (۴۶۲) نیز فرمایا: ''سکران کی طلاق اور عتاق جائز ہیں۔'' (۴۶۳) ایک شرابی نے نشہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ اسے اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور عورت اس سے بری ہو جائے گی۔'' (۴۶۴)

ایسے قولی تصرفات غیر معتبر ہوں گے جو اس کے لیے نفع مند ہوں مثلاً ہبہ قبول کرنا نیز ایسے تصرفات جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر ہوں مثلاً خرید و فروخت۔ ان تصرفات کے اعتبار سے سکران کا حکم دیوانے کے

حکم کی طرح ہے۔ یہ بات اس کے لیے سزا کے طور پر ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''سکران کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔'' (۴۶۵)

ج۔ سکران کی نماز: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر سکران نماز پڑھے تو اس کی نماز درست ہوگی بشرطیکہ وہ نماز کے فرائض کی پوری ادائیگی کر لے۔ اگر وہ امامت کرائے تو اس کی امامت درست ہوگی بشرطیکہ ارکان صلوٰۃ کی پوری ادائیگی کرے۔ سکران کی امامت کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر وہ مقتدیوں کے ساتھ رکوع و سجود پوری طرح ادا کرے تو اس کی اور مقتدیوں دونوں کی نماز درست ہو جائے گی۔ (۴۶۶) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز د کے جزا کا جز واؤ)

اشہاد (گواہ بنانا)

۱۔ تعریف: کسی معین تصرف کے سلسلے میں گواہی کی تحمیل کو اشہاد کہتے ہیں۔

۲۔ عقود معاوضہ میں اشہاد: نووی وغیرہ نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ عقود معاوضہ مثلاً خرید و فروخت اور اجارہ وغیرہ (ماسوائے نکاح) کے اندر گواہ بنانا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ (۴۶۷) اس لیے کہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۸۲ میں ارشاد باری ہے (وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ . جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو۔) اس آیت میں اشہاد کے وجوب کا حکم اس سے بعد کی آیت کے ذریعے منسوخ ہو گیا ہے یعنی (فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهُ۔ اگر تم میں سے کوئی شخص دوسرے پر بھروسہ کر کے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرے تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے، اسے چاہیے کہ امانت ادا کرے۔) (۴۶۸) اسی مفہوم پر وہ روایت محمول کی جائے گی جسے بیہقی نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ: ''اگر چاہے تو گواہ بنا لے اور اگر چاہے تو گواہ نہ بنائے۔'' (۴۶۹)

⊙ عقد نکاح کے اندر گواہ بنانے کی شرط۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۸)

⊙ ایلاء کے اندر رجعت پر گواہ بنانے کی شرط۔ (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۸) نیز رجعت کی دیگر صورتوں کے اندر (دیکھئے مادہ رجعۃ نمبر ۵)

⊙ اگر قاضی کسی اور قاضی کی طرف مراسلہ بھیجے تو اس پر گواہی قائم کرے۔ (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۴ کا جز ب)

اصبع (انگلی)

۱۔ انگلیوں کی تشبیک: شاید حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جمعہ کے دن خطبے کے دوران مسجد میں انگلیوں کی تشبیک (ایک دوسری میں پیوست کر دینا) مکروہ نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ مسجد میں انگلیوں کی تشبیک کیا کرتے تھے۔ (۴۷۰)

۲۔ وضو کے اندر پانی کے ذریعے انگلیوں کا خلال۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۴ کا جز ج)

انگلی کی دیت (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)

اضحیۃ (قربانی)

۱۔ تعریف: اضحیہ اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جو سنت کی اقامت کی خاطر ایام النحر (دسویں تا بارہویں یا تیرہویں ذی الحجہ) میں ذبح کیا جائے۔

۲۔ اضحیہ کا حکم: اضحیہ سنت ہے، واجب نہیں ہے۔(۴۷۱) یہ عقیقہ کے لیے اور عقیقہ اس کے لیے کفایت کر جاتا ہے۔(۴۷۲) عتیرہ یعنی رجب کے مہینے میں ذبح ہونے والا ذبیحہ مشروع نہیں ہے اور اسلام کے اندر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔(۴۷۳)

اضحیہ حاجی کے لیے مشروع ہے۔ اگر وہ اضحیہ ذبح کرے گا تو اسے اس کا اجر مل جائے گا خواہ حج تمتع کی بنا پر یا حج قران کی وجہ سے۔ وہ ہدی ذبح کر چکا ہو یا ذبح نہ کیا ہو۔ حسن بصریؒ نے حج تمتع کیا اور دو بکریاں ذبح کیں۔ ایک بکری ہدی کے طور پر اور ایک بکری اضحیہ کے طور پر ذبح کی۔(۴۷۴)

۳۔ اضحیہ کا وقت: شہر کے اندر اضحیہ کا وقت دسویں ذی الحجہ کو خطبہ عید سے امام کی فراغت کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے۔ اگر نماز عید سے پہلے کوئی شخص قربانی کا جانور ذبح کر دے تو اس کا یہ عمل قربانی کے لیے درست نہیں ہو گا۔(۴۷۵) دیہات کے اندر چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی، اس لیے وہاں اضحیہ کا وقت عید کے دن طلوع شمس کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ قربانی کا وقت مذکورہ اوقات سے شروع ہو کر ایام تشریق کے آخری دن سورج غروب ہونے تک باقی رہتا ہے۔(۴۷۶) بنا بریں ایام النحر یہ ہیں، دسویں ذی الحجہ یعنی یوم النحر اور اس کے بعد تین دن۔ یہی ایام التشریق بھی ہیں۔(۴۷۷) حسن بصریؒ سے صحیح روایت یہی ہے۔ ایک روایت کے مطابق یوم النحر اور اس کے بعد دو دن۔ آپ سے تیسری روایت یہ بھی ہے کہ اضحیہ کا وقت ذی الحجہ کے آخری دن تک ممتد ہوتا ہے۔(۴۷۸)

۴۔ اضحیہ کے اندر کون سے جانور کتنے افراد کے لیے کافی ہوتے ہیں؟:

أ۔ بکری ایک فرد کی طرف سے قربانی کے طور پر کافی ہوتی ہے۔ اسی طرح گائے اور اونٹ اگر جذع سے کم عمر ہوں۔(۴۷۹) یعنی گائے دو سال سے کم اور اونٹ پانچ سال سے کم ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اضحیہ کے اندر حوار ایک فرد کی طرف سے کافی ہے۔(۴۸۰) حوار اونٹنی کے اس بچے کو کہتے ہیں جو ابھی پیدا ہوا ہو۔ گائے اور اونٹ اگر جذع ہوں تو وہ سات افراد کی طرف سے کافی ہوں گے۔(۴۸۱)

ب۔ اضحیہ کے اندر موجود عیوب: خصی کی قربانی جائز ہے اس لیے کہ خصی ہونا اضحیہ کے اندر عیب نہیں ہے کیونکہ یہ گوشت کو لذیذ بنا دیتا ہے۔(۴۸۲)

بتیرا یعنی دم کٹے جانور کی قربانی جائز ہے۔ اس لیے کہ دم کھانے کے کام نہیں آتی۔(۴۸۳) جس جانور کی سینگ ٹوٹی ہوئی ہو، اس کی قربانی جائز ہے کیونکہ سینگ ٹوٹ جانے کا گوشت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔(۴۸۴) نصف سے کم کن کٹے جانور کی قربانی جائز ہے۔ اگر جانور نصف یا اس سے زائد کن کٹا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔(۴۸۵)

یک چشم جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔اس کا ذکر اگلے فقرے میں آ رہا ہے۔

اندھے جانور کی قربانی بطریق اولی جائز نہیں ہوگی۔

ج۔ قربانی کے جانور میں عیب پیدا ہو جانا: اگر کوئی شخص قربانی کے لیے صحیح سالم جانور خرید لے اور پھر اس میں کوئی عیب پیدا ہو جائے جس کے نتیجے میں اس کی ایک آنکھ جاتی رہے یا کان کا اکثر حصہ کٹ جائے یا اسی قسم کا کوئی اور عیب پیدا ہو جائے جو قربانی درست ہونے میں مانع ہو تو ان صورتوں میں مذکورہ جانور کی قربانی جائز ہوگی۔ (۴۸۶)

د۔ اضحیہ کا ضیاع: اگر کوئی شخص قربانی کا جانور خرید لے اور یہ جانور گم ہو جائے اور مذکورہ شخص اس کے بدل کے طور پر کوئی اور جانور خرید لے اور پھر گم شدہ جانور اسے مل جائے تو دونوں جانوروں کو ذبح کرنا اس پر واجب ہوگا۔ (۴۸۷) کیونکہ ان میں سے ہر ایک جانور کا اضحیہ ہونا متعین ہے۔

ھ۔ جانور خریدنے کے بعد نیت بدل جانا: اگر کوئی شخص قربانی کا جانور خرید لے اور پھر اس کے دل میں اسے ذبح نہ کرنے کا خیال پیدا ہو جائے تو اس کے لیے اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اضحیہ کے طور پر مذکورہ جانور متعین ہو چکا ہے۔ (۴۸۸)

۵۔ ذابح: اگر ایک شخص اپنی قربانی خود ذبح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو خود ذبح کرے کیونکہ یہی سنت ہے۔ اگر استطاعت نہ رکھتا ہو تو کوئی مسلمان اس کی قربانی ذبح کرے، کسی کافر کا اسے ذبح کرنا جائز نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تمہاری قربانیاں یہود و نصاریٰ ذبح نہ کریں۔ قربانی صرف مسلمان ہی ذبح کرے۔'' (۴۸۹)

۶۔ بسم اللہ پڑھنا: حسن بصریؒ جب قربانی کا جانور ذبح کرنے لگتے تو فرماتے: ''بسم اللہ واللہ اکبر۔ یہ قربانی تجھ سے اور تیرے لیے ہے، اسے فلاں کی طرف سے قبول کر لے۔'' (۴۹۰) (بسم الله والله اكبر، هذا منك ولك، تقبل من فلان)

۷۔ قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا:

اً۔ اگر کوئی شخص قربانی کا جانور خرید لے اور ذبح سے پہلے اس کے جسم سے اون اتار لے تو اس اون کا صدقہ کر دینا اس پر واجب ہوگا۔ ایک شخص نے خرید شدہ قربانی کے جانور کے جسم سے اون اتار لیا تو حسن بصریؒ نے اسے مذکورہ اون صدقہ کر دینے کا حکم دیا۔ (۴۹۱)

ب۔ جب قربانی کا جانور ذبح ہو جائے تو اس کی کھال قصائی کو اجرت کے طور پر دے دینا اس کے لیے جائز ہوگا۔ (۴۹۲) (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۳ کا جزءا) اس کے لیے یہ بھی جائز ہوگا کہ مذکورہ کھال اپنے گھر میں رکھ لے اور اسے چٹائی اور مصلّی کے طور پر استعمال کرے۔ (۴۹۳) یہ بھی جائز ہے کہ اسے فروخت کر کے اس کے ثمن سے گھریلو استعمال کی اشیاء مثلاً چھلنی وغیرہ خرید لے۔ (۴۹۴)

ج۔ اپنی قربانی کا گوشت خود کھا لینا، اسے تحفہ کے طور پر دینا اور مسلمان فقیر کو کھلانا جائز ہے۔ (۴۹۵) جو قسم

وغیرہ کے کفارہ میں جن فقراء کو کھلانا واجب ہو، انہیں قربانی کا گوشت کھلا دینا جائز نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے اس بات کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ قسم کے کفارہ میں ایک شخص اپنی قربانی کا گوشت فقراء کو کھلا دے۔ (۴۹۶)

۸۔ اضحیہ کا عقیقہ کے لیے کفایت کر جانا (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر۱)

اضطباع (جسم پر چادر ڈالنے کا ایک طریقہ)

۱۔ تعریف: چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنے کو اضطباع کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا حکم:

أ۔ طواف کے اندر اضطباع: ہر ایسے طواف کے پہلے تین چکروں میں جس کے بعد سعی آتی ہو، اضطباع سنت ہے اور حسن بصریؒ کے نزدیک اس کے ترک سے دم واجب ہو جاتا ہے۔ (۴۹۷) (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۱ کا جزد)

ب۔ نماز کے اندر اضطباع: حسن بصریؒ کی رائے میں اضطباع کی حالت میں نماز ادا کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے کیونکہ اس کی تحریم کا کوئی نص موجود نہیں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ نمازی اپنا ہاتھ اپنے گلے کے پاس سے چادر سے باہر نکالے ہوئے ہو۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ اپنا دین ان لوگوں کے حوالے کر دیتا تو یہ لوگ اس کے بندوں کے لیے تنگی پیدا کر دیتے۔'' (۴۹۸) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۴ کے جزج کا جز۲)

اطعام (کھانا کھلانا)

کفارات میں اطعام (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر۵ کا جزب) کفارہ یمین میں اطعام (دیکھئے مادہ یمین نمبر۶ کا جز أ) کفارۂ ظہار میں اطعام (دیکھئے مادہ ظہار نمبر۷ کے جزج کا جز۳) رمضان کا روزہ چھوڑ دینے کے کفارہ میں اطعام (دیکھئے مادہ صیام نمبر۳ کا جز واؤ)

کفارات کے اندر نیز حرم میں شکار مارنے کی جزا کے اندر کافر اور مملوک کو مذکورہ کھانا نہ کھلانا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۹)

اعادۃ (لوٹانا)

۱۔ تعریف: کسی فعل کی ادائیگی میں خلل کی بنا پر وقتِ اداء کے اندر اس فعل کو دوبارہ کرنا اعادہ کہلاتا ہے۔

۲۔ حسن بصریؒ کی فقہ میں اعادہ کی صورتیں:

أ۔ اگر ایک مسلمان کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی موجود نہ ہو اور وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اس نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے اسے پانی مل جائے تو اس پر وضو کر کے نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اسے نماز کے وقت کے اندر پانی مل جائے تو وہ نماز کا اعادہ کر

لے۔''(۴۹۹) لیکن اگر نماز کا وقت نکل جانے کے بعد پانی ملے تو اس صورت میں اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو نماز لوٹا لے اور چاہے تو نہ لوٹائے۔ اسی مفہوم پر حسن بصریؒ کا یہ قول محمول ہوگا کہ: ''جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اسے پانی مل جائے تو غسل کر لے۔ پھر اگر چاہے تو نماز کا اعادہ کر لے اور اگر چاہے تو اعادہ نہ کرے۔''(۵۰۰) نیز فرمایا: ''جو شخص نماز پڑھ لے، پھر اپنے کپڑے پر جنابت کا نشان دیکھے تو اگر نماز کا وقت باقی ہو تو نماز کا اعادہ کر لے۔''(۵۰۱)

اگر ایک شخص قبلہ کی جہت کے بارے میں اپنی سوجھ بوجھ سے کام لے کر نماز پڑھ لے لیکن قبلہ کی جہت غلط ہو اور پھر اسے اپنی غلطی معلوم ہو جائے تو اگر نماز کا وقت باقی ہو تو اعادہ کر لے ورنہ اعادہ نہ کرے۔(۵۰۲) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لے تو غلطی معلوم ہونے پر اگر نماز کا وقت باقی ہو تو اعادہ کر لے۔''(۵۰۳)

اگر کسی شخص کو اپنی نماز کے بارے میں شک ہو جائے کہ پڑھی ہے یا نہیں تو وقت باقی ہونے کی صورت میں وہ نماز کا اعادہ کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر نماز سے فراغت کے بعد اسے شک ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اسے شک ہو کہ نماز پڑھی ہے یا نہیں پڑھی ہے تو اگر وقت کے اندر یہ شک ہو تو نماز کا اعادہ کر لے اور اگر نماز کا وقت نکل گیا ہو تو اعادہ نہ کرے۔''(۵۰۴)

اگر ایک شخص تنہا فرض نماز پڑھ کر مسجد میں آئے اور لوگوں کو جماعت کی صورت میں نماز کے اندر پائے تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لے یعنی پڑھی ہوئی نماز کا ان کے ساتھ اعادہ کر لے ماسوائے فجر اور عصر کی نماز کے کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بعد نفل نماز نہیں پڑھی جاتی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک شخص فرض نماز پڑھ کر مسجد میں اگر آئے اور لوگ وہی نماز باجماعت پڑھ رہے ہوں تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لے سوائے فجر اور عصر کی نماز کے۔ اگر وہ فرض نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے۔''(۵۰۵) نیز فرمایا: ''عصر اور فجر کی نمازوں کے سوا تمام نمازوں کا اعادہ کر لو۔''(۵۰۶)

ب۔ اگر ایک شخص درست طریقے سے پڑھی ہوئی فرض نماز کا اس خیال سے اعادہ کر لے کہ پہلی مرتبہ ادائیگی کی بہ نسبت زیادہ کامل طریقے سے اس کی ادائیگی ہو جائے تو حسن بصریؒ کی رائے میں فرض نماز وہ ہوگی جسے اس نے پہلے ادا کیا ہے۔ دوسری بار ادا کی ہوئی نماز اس کے لیے نفل شمار ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ''ایک شخص اگر اپنے گھر میں فرض نماز پڑھ لے اور پھر جماعت کے ساتھ یہی نماز ادا کر لے تو پہلی نماز فرض نماز ہوگی اور دوسری نماز نفل ہوگی۔''(۵۰۷) نیز فرمایا: ''عصر اور فجر کی نمازوں کے سوا تمام نمازوں کا اعادہ کر لو۔ پہلی نماز تمہاری فرض نماز ہوگی۔''(۵۰۸)

اعارۃ (کوئی چیز عاریت کے طور پر کسی کو دینا)

۱۔ تعریف: کسی معاوضہ کے بغیر منافع (جمع منفعت) کی تملیک کو اعارۃ کہتے ہیں۔

۲۔ اعارہ کے احکام: ہمیں اعارہ کے بہت سے احکام کے بارے میں حسن بصریؒ کے اقوال ہاتھ نہیں آئے۔

اس سلسلے میں جو کچھ ہمیں مل سکا ہے، اس کا ذکر درج ذیل ہے۔

أ۔ سورۂ ماعون کے آخر میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:
(پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہے۔ وہ جو ریا کاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیز کو روکتے ہیں۔) یہ آیت اعارہ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ کے بارے میں ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب نماز پڑھتا ہے تو ریا کاری کرتا ہے اور اگر نماز فوت ہو جائے تو اس پر اسے افسوس نہیں ہوتا اور اپنے مال کی زکوٰۃ روک لیتا ہے۔''(۵۰۹) یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔

ب۔ شرم گاہوں کا اعارہ: حسن بصریؒ شرم گاہوں کے اعارے کو حلال قرار نہیں دیتے تھے خواہ یہ بیوی کی شرم گاہ ہو یا لونڈی کی۔ آپ فرماتے: ''فروج یعنی شرم گاہوں کا اعارہ نہیں ہوتا۔''(۵۱۰) اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کی شرم گاہ کا اعارہ کر دے تو یہ اعارہ مستعیر کے حق میں مذکورہ لونڈی کی تملیک ہوگا یعنی عاریت کے طور پر شرم گاہ حاصل کرنے والا شخص (مستعیر) اگر مذکورہ لونڈی کو آزاد کر دینا چاہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہو گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی لونڈی کسی کے لیے حلال کر دے تو اسے آزاد کرنا اس دوسرے شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور اگر وہ حاملہ ہو جائے تو پیدا ہونے والا بچہ اس کے ساتھ ملحق ہو جائے گا۔''(۵۱۱)

ج۔ زیورات کا اعارہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ زیورات کا اعارہ ان زیورات کی زکوٰۃ ہے۔ (دیکھئے مادہ حلی نمبر ۳)

د۔ عاریت کی ضمانت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ عاریت اگر مستعیر کے ہاتھ میں تلف ہو جائے تو اس سے اس کا تاوان بھروالیا جائے گا خواہ مستعیر نے عاریت کے ساتھ کوئی تعدی اور زیادتی کی ہو یا زیادتی نہ کی ہو۔ پھر آپ نے اس رائے سے رجوع کر لیا اور یہ رائے اختیار کر لی کہ عاریت مستعیر کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے اور وہ اس کا صرف اس صورت میں تاوان بھرے گا جب اس کی زیادتی کے نتیجے میں عاریت تلف ہوگئی ہو۔ اس سلسلے میں عاریت کی حیثیت وہی ہے جو دیگر امانتوں کی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ: ''خیانت نہ کرنے والے مستعیر پر کوئی تاوان نہیں۔''(۵۱۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مستعیر نے عاریت پر اس کے مالک کی اجازت سے قبضہ کیا تھا۔ اس لیے یہ عاریت ودیعت کی طرح ہوگی۔(۵۱۳)

ھ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ معاوضہ کے بغیر منافع (جمع منفعت) کی تملیک جس لفظ کے ذریعے کی جائے، وہ اعارہ ہوگی۔ بنابریں اگر کوئی شخص کسی سے کہے: ''میرا مکان تمہارے لیے سکنیٰ (جائے سکونت) ہے۔'' تو یہ اعارہ ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''سکنیٰ عاریت ہے۔''(۵۱۴)

اعتداء (زیادتی کرنا) دیکھئے مادہ تعدی۔

اعتکاف (اعتکاف کرنا)

ا۔ تعریف: تقرب الٰہی کی نیت سے مسجد میں ٹھہرے رہنا اعتکاف کہلاتا ہے۔

۲۔ اعتکاف کی جگہ: مرد کا اعتکاف صرف مسجد میں درست ہوتا ہے اور صرف ایسی مسجد میں جائز ہوتا ہے جہاں باجماعت نماز ہوتی ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''صرف جماعت والی مسجد میں اعتکاف ہوتا ہے۔''(۵۱۵) بنابریں محلوں یعنی قبائل کی مساجد میں اعتکاف درست ہے۔ حسن بصریؒ محلوں اور قبائل کی ایسی مساجد میں اعتکاف کرنے کی رخصت دیتے تھے جہاں باجماعت نماز ہوتی ہو۔(۵۱۶)

۳۔ اعتکاف کی نیت: اعتکاف کرنے والا اگر اعتکاف کی نیت کرے تو اس کے لیے ایسی شرط عائد کرنا جائز ہوگا جو اعتکاف کو توڑنے والی نہ ہو مثلاً یہ شرط کہ وہ رات کا کھانا گھر والوں کے ساتھ کھائے گا۔ اپنی شرط سے تجاوز کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر معتکف چاہے تو یہ شرط عائد کردے کہ وہ رات کا کھانا اپنے اہل میں کھائے گا۔ ایسی صورت میں وہ چھت کے نیچے داخل نہیں ہوگا بلکہ اس کا کھانا اس کے گھر کے صحن میں لایا جائے گا۔''(۵۱۷)

۴۔ معتکف کا روزہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ معتکف پر روزہ فرض نہیں کیا جائے گا۔ وہ اگر چاہے، روزہ رکھ لے اور اگر چاہے، نہ رکھے۔ الا یہ کہ وہ اپنے اوپر روزہ خود فرض کرلے مثلاً وہ روزے کے ساتھ اعتکاف کی نذر مان لے۔ آپ نے فرمایا: ''معتکف پر کوئی روزہ نہیں الا یہ کہ وہ اپنے اوپر روزہ خود فرض کر لے۔''(۵۱۸)

۵۔ معتکف کے لیے مباح امور: معتکف کے لیے جمعہ کی نماز کی خاطر نکلنا جائز ہے۔ اس لیے کہ جمعہ کی نماز فرض ہے اور اعتکاف سنت ہے اور مسنون فعل کے لیے فرض ترک نہیں کیا جا سکتا۔ مریض کی عیادت کے لیے جانا، جنازے میں شریک ہونا اور کسی شرعی حکم کے استفسار کے لیے جانا بھی جائز ہے۔ اسی طرح کسی ایسے کام کے بارے میں پوچھ گچھ کے لیے جانا بھی جائز ہے جو اس کے لیے اہم ہو اور اسے فکر مندی میں مبتلا کر رہا ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''معتکف جمعہ پڑھنے کے لیے جا سکتا ہے۔ راستے میں کھڑے ہو کر کسی شخص سے کچھ پوچھ بھی سکتا ہے۔ قضائے حاجت کے لیے جا سکتا ہے۔ جنازے کا ساتھ دے سکتا ہے اور مریض کی عیادت کر سکتا ہے۔''(۵۱۹) تاہم قبر کے اندر داخل ہونا اس کے لیے مکروہ ہے۔(۵۲۰)

۶۔ عورتوں کے ساتھ اختلاط: معتکف کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ شہوت کے بغیر اختلاط جائز ہے لیکن شہوت کے ساتھ اختلاط جائز نہیں ہے۔ عمداً ہمبستری اعتکاف کو فاسد اور کفارہ واجب کر دیتی ہے۔ اس کا کفارہ وہی ہے جو رمضان میں ہمبستری کرنے والے کا کفارہ ہے۔ جو شخص اعتکاف کے دوران اپنی بیوی سے ہمبستری کر لے، اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''یہ رمضان میں ہمبستری کرنے والے کی طرح ہے۔ اس پر وہی بات لازم ہوگی جو رمضان میں ہمبستری کرنے والے پر لازم ہوتی ہے۔'' ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے گا۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے گا۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے گا۔(۵۲۱)

اعرابی (دیہاتی)

۱۔ تعریف: دیہات میں رہنے والے قلیل العلم شخص کو اعرابی کہتے ہیں۔

۲۔ اعرابی کے احکام:

⊙ اعرابی پر صدقہ فطر کا وجوب اور صدقہ فطر میں دودھ دینے کا جواز۔(دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر نمبر۲ کا جزھ نیز نمبر۴)

⊙ نماز میں اعرابی کی امامت۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۷ کے جزد کے جزا کا جزب)

⊙ اعرابی پر اس کے دیہات میں جمعہ واجب نہیں اور نہ عید۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۸ کے جزاُ کا جزا نیز نمبر۹ کا جزب)

⊙ اعرابی کے اضحیہ کی ذبح کا وقت۔(دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۳)

⊙ دیہاتی کے لیے شہری کی خرید وفروخت۔(دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کا جزج)

اعرج (لنگڑا) دیکھئے مادہ عرج۔

اعسار (تنگ دستی)

۱۔ تعریف: کسی کے ذمہ عائد ہونے والے مالی حقوق کی فی الحال ادائیگی کی قدرت نہ رکھنے کو اعسار کہتے ہیں۔

۲۔ اعسار کے اثرات: اعسار پر کئی اثرات مرتب ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

اُ۔ فراخی آنے تک مہلت دینا: یہ حکم سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۸۰ پر عمل کی بنا پر ہے۔اس آیت میں ارشاد باری ہے (وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۔اگر وہ تنگ دست ہو تو فراخی تک مہلت ہے۔) یہ آیت تمام لوگوں کے لیے عام ہے یعنی جو شخص بھی تنگ دست ہو، اسے مہلت دی جائے۔ (۵۲۲)

ب۔ تنگ دست مقروض کو اس کے دین کی بنا پر قید میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے محنت مزدوری کرنے کا اسے موقع دیا جائے گا۔شاید اللہ تعالیٰ اس کی اس محنت مزدوری کے ذریعہ قرض کی ادائیگی کی صورت پیدا کردے۔ (۵۲۳)

ج۔ اگر شوہر بیوی کا نان ونفقہ دینے سے تنگ دست ہو جائے تو دونوں کے درمیان علیحدگی نہیں کی جائے گی بلکہ بیوی کو صبر کرنے کا حکم دیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے شوہر کے لیے فراخی پیدا کردے۔حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو نان ونفقہ دینے سے عاجز ہو جائے تو کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا: ''بیوی اس کی خبر گیری کرتی رہے' اللہ سے ڈرتی رہے' اور صبر سے کام لے' اور شوہر اپنی استطاعت کے مطابق اسے خرچہ دیتا رہے۔'' (۵۲۴) اگر شوہر اپنی تنگ دستی کی وجہ سے نفقہ دینا بند کردے تو بیوی کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو صبر سے کام لیتی رہے اور چاہے تو اس سے علیحدہ ہو جائے۔ (۵۲۵)

اعلان (ظاہر کرنا)

۱۔ تعریف: اظہار اور جہر میں مبالغہ کو اعلان کہتے ہیں۔

۲۔ اعلان حدود (دیکھئے مادہ حد نمبر ۷)

زکوٰۃ علی الاعلان دینا اور علی الاعلان صدقات نہ دینا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۵) نیز (مادہ صدقہ نمبر ۴)

اعمٰی (نابینا) دیکھئے مادہ عمی۔

اعور (یک چشم) دیکھئے مادہ عور۔

اغاثۃ (فریاد رسی کرنا)

۱۔ تعریف: مصیبت زدہ انسان کی فریاد رسی کرنا اغاثہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم: شاید حسن بصریؒ مصیبت زدہ انسان کی فریاد رسی کو ایسا فرض تصور کرتے تھے جس کا ترک جائز نہیں۔ بنابریں مصیبت میں مبتلا شخص کی فریاد رسی کی خاطر جمعہ کی نماز ترک کر دینے کی آپ رخصت دیتے تھے۔ (۵۲۶)

اغماء (بے ہوش ہو جانا)

۱۔ تعریف: کسی صدمے اور تکلیف کی وجہ سے ہوش و حواس کھو بیٹھنا اور بے حس و حرکت ہو جانا اغماء کہلاتا ہے۔

۲۔ اغماء کے اثرات: اغماء پر کئی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اُ۔ وضو کا ٹوٹ جانا: اگر نیند وضو کو توڑ دیتی ہے تو اغماء کو ناقض وضو قرار دینا بطریق اولیٰ ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جس شخص پر غشی طاری ہو جائے، وہ ہوش میں آنے کے بعد وضو کرے گا۔'' (۵۲۷)

ب۔ روزے کی قضا: اگر ایک شخص پر رمضان کے کچھ دنوں کے دوران اغماء کی کیفیت رہے تو وہ ہوش میں آنے کے بعد ان ایام کے روزوں کی قضا کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اغماء کی زد میں آنے والا شخص روزوں کی قضا کرے گا۔'' (۵۲۸)

ج۔ نماز کی عدم قضا: اغماء کی زد میں آنے والا شخص ان نمازوں کی قضا نہیں کرے گا جن کا وقت فوت ہو چکا ہو۔ (۵۲۹) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مغمیٰ علیہ (اغماء کی زد میں آنے والا) روزے کی قضا کرے گا، نماز کی قضا نہیں کرے گا۔'' (۵۳۰) آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر ایک شخص پر دو نمازوں تک اغماء کی کیفیت رہے تو وہ ان کا اعادہ نہیں کرے گا اور اگر صرف ایک نماز تک یہ کیفیت رہے تو وہ اس نماز کا اعادہ کرے گا'' (۵۳۱)

د۔ اغماء والے شخص کا وقوف عرفہ: اگر حج کے ایام میں کسی شخص پر بے ہوشی طاری ہو جائے اور اسی حالت میں وہ وقوف عرفہ کرلے اور وقوف کا وقت نکل جانے تک وہ اغماء کی کیفیت میں رہے تو اس کا یہ وقوف اس کے لیے کفالت نہیں کرے گا۔ (۵۳۲)

ھ۔ اغماء طواف اور سعی کو باطل نہیں کرتا: اگر ایک شخص طواف کرتے ہوئے بے ہوش ہو جائے اور پھر وہاں سے

اٹھا کر اس کے گھر پہنچا دیا جائے اور اس کے بعد وہ ہوش میں آ جائے تو وہ طواف کا باقی ماندہ حصہ مکمل کر لے گا۔ (۵۴۳) (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جز واؤ)

افلاس (دیوالیہ ہو جانا) دیکھئے مادہ فلس۔

اقارب (رشتے دار) دیکھئے مادہ قرابة۔

اقالة (سودا ختم کر دینا)

ا۔ تعریف: متعاقدین کی رضامندی سے فسخ عقد کو اقالہ کہتے ہیں۔

۲۔ اقالہ کا حکم:

أ۔ اقالہ پہلے ثمن پر یا اس سے کم پر جائز ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص سلعہ (خرید شدہ مال) واپس کر دے اور اس کے ساتھ کوئی چیز بھی واپس کر دے۔'' (۵۴۴)

ب۔ اقالہ ہر مبیع کے اندر جائز ہے۔ چاہے وہ بیع سلم کا مبیع ہو یا کسی اور بیع کا۔ البتہ یہ صورت جائز نہیں ہے کہ بیع سلم کے مبیع یعنی مسلم فیہ کے بعض حصے میں اقالہ کر لیا جائے اور بعض حصے میں نہ کیا جائے کیونکہ اس میں تفریق صفقہ (ایک سودے میں فرق) کا پہلو ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تم یا تو اپنا سلم لے لو یا اپنا راس المال۔'' (۵۴۵) الربیع بن حبیب کہتے ہیں کہ ہم اناج کی خریداری کے لیے دیہات میں چلے جاتے۔ اس وقت فصلیں کٹ چکی ہوتیں اور ڈھیروں کی شکل میں پڑی ہوتیں۔ ہم ان کے مالکوں سے کسی نرخ پر مثلاً ایک کرّ (پیمانے کا نام) اناج خرید لیتے اور انہیں نقد قیمت ادا کر دیتے۔ پھر جب اناج کی گہائی کا کام ختم ہو جاتا تو بعض لوگ ایسے ہوتے جو اناج کی مقررہ مقدار ہمیں دیدیتے اور بعض لوگ کہتے کہ گہائی کے بعد دانے کم نکلے ہیں۔ اس لیے دانے جتنی مقدار میں کم ہوئے ہیں، اسی مقدار میں راس المال ہم واپس کیے دیتے ہیں۔ میں نے حسن بصریؒ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے اسے مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا اور فرمایا کہ مذکورہ شخص یا تو مبیع کی مقررہ مقدار تمہیں ادا کر دے یا تم اپنا ادا کردہ سارا مال یعنی ثمن واپس لے لو۔ پھر میں نے ابن سیرین سے یہی مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تمہارے ادا کردہ دراہم بعینہٖ موجود ہوں اور ان کی واپسی ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے عطاء سے یہی مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میری رائے میں تو تم نے اس کے ساتھ نرمی برتی ہے اور اس پر احسان کیا ہے۔ (۵۴۶)

اقامة الصلوٰة (نماز کے لیے اقامت کہنا)

ا۔ تعریف: مخصوص الفاظ کے ذریعے نماز میں داخل ہونے کی تمہید کو اقامت صلوٰۃ کہتے ہیں۔

۲۔ اقامت صلوٰۃ کے احکام:

أ۔ نماز کے لیے اقامت کہنا نہ تو نماز کی شرط ہے اور نہ فرض۔ اگر ایک شخص اقامت کہے بغیر نماز ادا کر لے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

ب۔ عورتوں کی اقامت کا حکم: مردوں کے لیے اقامت کہنے کی مشروعیت ہے، عورتوں کے لیے نہیں۔ اس لیے کہ عورتوں کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورتوں پر اقامت نہیں ہے۔'' (۵۳۷)

ج۔ مسافر اقامت کہے یا نہ کہے: اصل تو یہ ہے کہ اقامت نماز کے لیے اور اذان جماعت کے لیے ہوتی ہے۔ بنا بریں مسافر کو اذان نہ کہنے کی رخصت حاصل ہے، اقامت ترک کرنے کی رخصت نہیں ہے۔ (۵۳۸) لیکن اگر وہ اقامت کہنا بھول جائے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی اور نماز کا اعادہ اس پر لازم نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اقامت نماز کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے اور نہ یہ فرض ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص سفر کے اندر اقامت کہنا بھول جائے، اس پر نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے۔'' (۵۳۹)
اقامت کہنے کے مسئلے میں چرواہا مسافر کی طرح ہے۔ (۵۴۰)

د۔ منفرد کی اقامت کا حکم: اقامت چونکہ نماز کے لیے کہی جاتی ہے، جماعت کے لیے نہیں۔ اس لیے تنہا نماز پڑھنے والا اقامت کہے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص اکیلا نماز پڑھے، وہ اذان دے اور اقامت کہے۔'' (۵۴۱)

ھ۔ اقامت کون کہے گا؟: یہ شرط نہیں ہے کہ اذان دینے والا ہی اقامت کہے اگرچہ رواج یہی ہے بلکہ یہ جائز ہے کہ اذان کوئی دے اور اقامت کوئی کہے۔ البتہ افضل یہی ہے کہ اذان دینے والا ہی اقامت کہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ اذان ایک شخص دے اور اقامت دوسرا شخص کہے۔'' (۵۴۲)
(دیکھیے مادہ اذان نمبر ۱۱)

و۔ اقامت کہنے کی جگہ: زمین پر کھڑے ہو کر اقامت کہنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر ایک شخص مثلاً اپنی سواری پر اقامت کہے اور پھر سواری سے اتر کر زمین پر نماز ادا کر لے تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص اپنی سواری کے جانور پر اذان اور اقامت کہے اور پھر نیچے اتر کر زمین پر نماز پڑھ لے۔'' (۵۴۳)

ز۔ اقامت کہنے کے لیے باوضو ہونا: اقامت کہنے والے کا باوضو ہونا لازم ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بے وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اقامت بہر حال باوضو کہی جائے۔'' (۵۴۴)

ح۔ اقامت کہنے کے دوران کلام کرنا: اقامت کے دوران کلام کرنے سے اقامت باطل نہیں ہوتی لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اقامت کہنے کے دوران کلام نہ کیا جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اقامت کہنے کے دوران کلام کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (۵۴۵)

ط۔ اقامت کا سقوط: اگر ایک شخص مسجد میں جائے جہاں لوگوں نے اذان و اقامت کہہ کر باجماعت نماز ادا کر لی ہو تو ان کی یہی اذان و اقامت اس کے لیے کافی ہوگی اور وہ اذان و اقامت کے بغیر نماز ادا کر لے۔ (۵۴۶)

ی۔ فوت شدہ نمازوں کے لیے اقامت کہنا: اگر ایک شخص کی کئی نمازیں فوت ہو چکی ہوں اور وہ ان کی قضا کرنا چاہے تو تمام نمازوں کے لیے ایک اقامت کافی ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''کئی فوت شدہ نمازوں کے لیے ایک اقامت کافی ہے۔'' (۵۴۷)

ک۔ اقامت کے بعد نفل نماز: اگر ایک شخص مسجد میں آئے اور اقامت سن لے تو پھر نفل نماز میں مشغول ہو جانا اس کے لیے مکروہ ہوگا خواہ یہ نفل نماز تحیۃ المسجد ہو یا سنت موکدہ۔ (۵۴۸) اگر کوئی شخص مسجد کے پاس سے گزرے اور اقامت کی آواز سن لے تو اس پر لازم ہوگا کہ اس مسجد میں داخل ہو کر باجماعت نماز ادا کر لے۔ عمرو بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ بعض دفعہ میں ایک مسجد کے پاس سے گزرتا ہوں اور وہاں اقامت کی آواز سن لیتا ہوں اور پھر وہاں سے آگے کسی اور مسجد میں نماز ادا کرنا چاہتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا: ''ایسا ہوتا تھا کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے جب وہ اقامت کی آواز سن لیتا، کہتا کہ اب تو تمہیں روک لیا گیا۔'' (۵۴۹)

۳۔ اقامت کی کیفیت: اذان کے الفاظ کی طرح اقامت کے الفاظ ہیں۔ البتہ اذان کے الفاظ دہرے ہیں اور اقامت کے الفاظ اکہرے ہیں۔ صرف: ''قد قامت الصلوٰۃ'' کا فقرہ: ''حی علی الفلاح'' کے بعد دو مرتبہ کہا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ کہے جائیں گے، ایک ایک مرتبہ کہے جائیں گے،: ''قد قامت الصلوٰۃ'' کا فقرہ دو مرتبہ کہا جائے گا۔'' (۵۵۰)

ب۔ اقامت کہنے کی کیفیت: اذان کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہے جائیں گے لیکن اقامت کے الفاظ تیز تیز کہے جائیں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب موذن اقامت کہے تو تیزی سے کہے اور ٹھہر ٹھہر کر نہ کہے۔'' (۵۵۱)

۴۔ اقامت کہنے کے بعد دعا کرنا: حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''جب تم موذن کے الفاظ سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے۔ جب: ''حی علی الصلوٰۃ'' کہا جائے تو: ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کہو اور جب موذن: ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہے تو تم کہو: ''اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ اعط محمداً سؤلہ یوم القیامۃ.'' (اے اس دعوت کاملہ اور قائم ہونے والے نماز کے رب! قیامت کے دن محمد (ﷺ) کی درخواست قبول کر لے۔) جو شخص بھی اقامت کے وقت یہ دعا مانگے گا، اللہ اسے قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت کے طفیل جنت میں داخل کر دے گا۔'' (۵۵۲)

الاقامۃ من السفر (سفر سے اقامت کی حالت میں آنا) دیکھیے مادہ سفر نمبر ۳ اور ۴

عمرہ کرنے والا مکہ میں تین دن اقامت کرے گا۔ (دیکھیے مادہ حرم نمبر ۲ کا جزب)

اقرار (اقرار کرنا)

۱۔ تعریف: مکلف کا اپنے اوپر عائد شدہ حق کا اعتراف کر لینا اقرار کہلاتا ہے۔

۲۔ اقرار کنندہ:

أ۔ اس شخص کا اقرار جس پر پابندی لگی ہو یعنی وہ مجور ہو۔ مجور مثلاً نابالغ اور مفلس (دیوالیہ) نیز غلام کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے ذمہ کسی مالی حق کا اقرار کرے کیونکہ اس کا یہ اقرار تبرع کے بمنزلہ ہوگا۔ جب کہ اس کے لیے تبرع کا عمل ممنوع ہوتا ہے۔ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت دوسرے شخص کے حق میں ایک ہزار درہم کا اقرار کیا اور تیسرے شخص نے اپنے حق میں ایک ہزار درہم کا بینہ پیش کر دیا جب کہ میت نے صرف ایک ہزار درہم چھوڑا۔ حسن بصریؒ نے فتویٰ دیا کہ مذکورہ ایک ہزار درہم دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو جائے گا۔ البتہ اگر اقرار کنندہ مفلس (دیوالیہ) ہو تو اس کا اقرار جائز نہیں ہوگا۔'' (۵۵۳)

اگر ایک شخص کی اہلیت ناقص ہو اور وہ غیر مالی حق مثلاً حد وغیرہ کا اقرار کر لے تو اس کا یہ اقرار جائز ہوگا اور اگر اس میں اہلیت کا فقدان ہو تو جائز نہیں ہوگا۔ بنا بریں اگر غلام سرقہ کا اعتراف کر لے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ (۵۵۴) اور اگر شراب نوشی کا اعتراف کر لے تو اسے حد لگائی جائے گی۔ (دیکھیے مادہ اشربۃ نمبر ۳ کا جزج)

ب۔ مریض کا اقرار: اصول تو یہ ہے کہ مرض الموت میں گرفتار مریض کا اپنے مال میں تبرع یعنی صرف تہائی کے حدود میں جائز ہوتا ہے۔ اس اصول سے صرف اس کا وہ اقرار مستثنیٰ ہے جو وہ اپنے اوپر کسی مالی حق کے سلسلے میں کرے۔ پھر جس شخص کے حق میں مال کا اقرار کیا گیا ہے یعنی مقر لہ خواہ وہ ورثاء میں سے ہو یا غیر ورثا میں سے، مذکورہ حکم میں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ عامر الاحول نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ سے مریض کے اس اقرار کے بارے میں پوچھا گیا جو وہ اپنے کسی وارث کے حق میں دین کے سلسلے میں کرے۔ آپ نے جواب دیا: ''میں اس کا یہ اقرار اس پر لاد دوں گا اور اس کی گردن سے اتار کر اپنے ذمہ نہیں لوں گا۔'' (۵۵۵) یعنی آپ نے اس کے مذکورہ اقرار کو جائز قرار دیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی موت کے وقت اپنی بیوی کے لیے اس کے مہر کا اقرار کر لے تو بیوی کے لیے مہر مثل جائز ہوگا۔'' (۵۵۶) مریض کے اقرار کو جائز قرار دینے کی آپ نے یہ علت بیان کی کہ انسان جب موت کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت سب سے زیادہ سچا اور مال نیز دین کے بارے میں سب سے زیادہ بے رغبت ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جب انسان دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن پر پہنچ جائے تو وہ اس بات کا سب سے بڑھ کر حق دار ہوتا ہے کہ اس کی کہی ہوئی بات سچ سمجھ لی جائے۔'' (۵۵۷)

۳۔ وہ بات جس کا اقرار کیا جائے یعنی مقر بہ: اقرار کے ذریعے مالی اور غیر مالی حقوق ثابت ہو جاتے ہیں۔ مالی حقوق کے بارے میں حسن بصریؒ سے منقول نصوص پہلے گزر چکے ہیں۔ رہے غیر مالی حقوق مثلاً نسب اور حدود وغیرہ تو نسب کے اقرار کی تفصیل اگلے فقرہ (نمبر ۴ کے جزد) میں آئے گی۔ حد کے اقرار کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کہے کہ: ''میں نے فلاں عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔'' تو اس پر زنا کی حد جاری ہوگی۔'' (۵۵۸) نیز فرمایا: ''اگر غلام شراب نوشی کا اعتراف کر لے تو اس کا آقا اسے چالیس کوڑے لگائے گا۔'' (۵۵۹)

ایک اقرار دو باتوں کا اقرار ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اقرار کنندہ ان دونوں باتوں کی گرفت میں آ جائے گا۔ حماد بن سلمہ نے ابو مرہ سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک آزاد عورت کسی مرد سے کہے کہ: ''میں نے تمہارے ساتھ بدکاری کی ہے۔'' اور مرد اس سے انکاری ہو تو آپ نے فرمایا کہ مذکورہ عورت کو دو حدوں کے کوڑے لگائے جائیں گے۔ (۵۶۰) پہلی حد تو زنا کاری کی حد ہو گی کیونکہ اس عورت نے اپنے بارے میں زنا کاری کا اعتراف کر لیا تھا اور دوسری حد قذف کی حد ہو گی کیونکہ اس نے مرد پر زنا کاری کی تہمت یہ کہہ کر لگائی تھی کہ: ''میں نے تمہارے ساتھ بدکاری کی ہے۔'' اور مرد نے اس کی تکذیب کی تھی۔

۴۔ اقرار کے احکام:

أ۔ کئی مرتبہ اقرار کی تعداد: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ تمام حقوق ان کے بارے میں ایک مرتبہ اقرار کے ذریعے ثابت ہو جاتے ہیں خواہ یہ مالی حقوق ہوں یا غیر مالی حقوق اور خواہ یہ حد زنا ہو یا کوئی اور حد ہو۔ بنا بریں حسن بصریؒ سے ماثور ہے کہ اگر کوئی شخص زنا کاری کا ایک مرتبہ اقرار کر لے تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ (۵۶۱)

ب۔ اقرار کا لزوم اقرار کنندہ کے سوا کسی اور کو نہیں ہوتا: حسن بصریؒ کی یہ بھی رائے تھی کہ اقرار ایک ایسی حجت ہے جو اقرار کنندہ تک محدود رہتی ہے۔ بنا بریں حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''اگر ورثا میں سے کوئی وارث میت کے ذمہ دین کا اقرار کر لے تو اس کے حصے میں یہ اقرار نافذ ہو جائے گا۔'' (۵۶۲) آپ نے ایک شخص کے مقدمے میں یہی فیصلہ دیا تھا۔ اس نے میت پر ایک ہزار درہم کا دعویٰ کیا تھا۔ میت کے دو بیٹے تھے۔ ایک نے اس دین کا اقرار کر لیا اور دوسرے نے انکار کر دیا۔ میت نے دو ہزار درہم چھوڑے تھے۔ حسن بصریؒ نے فیصلہ دیا کہ اقرار کرنے والا بیٹا پانچ سو درہم دے گا۔ (۵۶۳)

اگر ورثا میں سے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں یا ایک مرد اور غیر ورثا میں سے ایک مرد دین کا اقرار کر لیں تو یہ گواہی کی صورت ہو گی اور اس کے ذریعے میت پر دین ثابت ہو جائے گا اور تمام ورثا پر لازم ہو گا۔ ایک شخص وفات پا گیا۔ اس پر کسی نے دین کا دعویٰ کر دیا اور ورثا میں سے بعض نے اس دین کا اقرار کر لیا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ورثا میں سے ایک فرد اس دین کا اقرار کر لے تو ترکہ کے اندر اس کا جو حق ہو گا، اس میں اس کے حصے کی نسبت سے دین اس پر لازم ہو جائے گا۔ اگر ورثا میں سے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس دین کا اقرار کر لیں تو تمام ورثا پر اس دین کا لزوم ہو جائے گا۔'' (۵۶۴) نیز فرمایا: ''اگر ورثا میں سے دو افراد میت پر دین کا اقرار کر لیں تو پورے ترکہ میں تمام ورثا پر اس دین کا لزوم ہو جائے گا۔'' (۵۶۵)

ج۔ اقرار اور گواہی میں ٹکراؤ: اگر ایک شخص اپنی موت کے وقت کسی کے حق میں ایک ہزار درہم کا اقرار کر لے اور کوئی اور شخص ایک ہزار درہم کا بینہ پیش کر دے اور میت کا ترکہ ایک ہزار درہم ہو تو اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک ہزار درہم کا یہ مال دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو جائے گا البتہ اگر اقرار کنندہ

مفلس (دیوالیہ) ہوتو اس کا اقرار جائز نہیں ہوگا۔"(۵۶۶) چار افراد نے ایک شخص کے خلاف گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے لیکن مذکورہ شخص نے اس سے انکاری ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کا اقرار کیا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اس پر حد جاری نہیں ہوگی، اس لیے کہ وہ مخاصم یعنی مقدمہ کا فریق ہے۔"(۵۶۷)

ب۔ اقرار سے رجوع کر لینا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص کسی حق یا حد کا اقرار کر لے تو اس کے بعد اسے اپنے اقرار سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ اگر وہ رجوع کر لے تو اس کے اس رجوع کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا بلکہ اس پر مذکورہ حق یا حد لازم ہو جائے گی۔(۵۶۸) اس اصول سے صرف یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ ایک شخص قاضی کی عدالت کے سوا کسی اور مقام پر حد کا اقرار کرے اور پھر قاضی کی مجلس میں اپنے اقرار سے رجوع کر لے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو حسن بصریؒ سے مروی دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق حد کے بارے میں اس کا اقرار ساقط ہو جائے گا۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں جو سلطان کے سوا کسی اور کے سامنے حد کا اقرار کر لے اور پھر جب معاملہ سلطان کے سامنے پیش ہو تو اپنے اقرار سے مکر جائے، فرمایا: "میری رائے میں اس پر حد کا یہ اقرار لازم نہیں ہوگا۔"(۵۶۹) دوسری روایت کے مطابق اس کا رجوع درست نہیں ہوگا اور وہ اپنے پہلے اقرار کی وجہ سے گرفت میں آ جائے گا۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں جو لوگوں کے سامنے حد کا اقرار کرے اور پھر قاضی کے سامنے اس سے مکر جائے، فرمایا: "اس اقرار کی بنا پر اس سے مواخذہ ہوگا۔"(۵۷۰) اگر ایک شخص حد کے سوا کسی اور حق کا لوگوں کے سامنے اقرار کر لے اور قاضی کے سامنے اس سے مکر جائے تو اس اقرار کی بنا پر وہ گرفت میں آ جائے گا۔ حسن بصریؒ سے اس بارے میں ایک ہی روایت ہے۔ ایک شخص کسی غائب شخص کے حق میں وصیت کرے اور پھر وہ غائب شخص آ جائے اور وصیت کنندہ وصیت کا اقرار کر لے اور پھر انکار کر دے تو حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اسے انکار کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔"(۵۷۱)

نسب کے اقرار کے بارے میں آپ نے فرمایا: "اگر ایک شخص اپنے ولد کا اقرار کر لے تو اسے اس ولد کی نفی کا اختیار نہیں ہوگا۔"(۵۷۲) تاہم عثمان بن سعید نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص اپنے ولد کا اقرار کرنے کے بعد اس کا انکار کر دے تو وہ اس ولد کی ماں یعنی اپنی بیوی کے ساتھ لعان کرے گا اور بچہ اس عورت کا ہو جائے گا۔ جب تک بچے کی ماں اس کی زوجیت میں رہے گی اس وقت تک وہ لعان کر سکے گا۔"(۵۷۳) یعنی جب تک مذکورہ عورت اس کی زوجیت میں ہوگی۔ اس وقت تک لعان کے ذریعے ولد کی نفی کرنا اس کے لیے درست ہوگا۔

قاضی کے لیے یہ بات مناسب ہوگی کہ وہ اقرار سے رجوع کا دروازہ کھلا رکھے بشرطیکہ اقرار کا تعلق حد کے ساتھ ہو۔ حسن بصریؒ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے سرقہ کا اقرار کر لیا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "تم نے شاید اختلاس کیا تھا۔" یعنی نظریں بچا کر مال ہتھیا لیا تھا۔ آپ نے یہ فقرہ اس لیے کہا تھا کہ مذکورہ

ملزم اس کا جواب حرف: ''لا'' کے ذریعے دے جس کا مفہوم یہ لیا جائے کہ: ''نہیں'' میں نے چوری نہیں کی۔ (۵۷۴)

اقعاء (بیٹھنے کی ایک صورت)

اقعاء یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے سرینوں کے بل اس طرح بیٹھے کہ اس کی پنڈلیاں کھڑی ہوں اور دونوں ہتھیلیاں زمین پر ہوں۔

نماز کے اندر اقعاء کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز د کا جز ۱)

اقلف (ایسا شخص جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔)

اقلف غیر مختتن مذکر کو کہتے ہیں۔

اقلف کے احکام (دیکھئے مادہ ختان)

اکتحال (سرمہ لگانا)

۱۔ تعریف: آنکھوں میں سرمہ ڈالنے یا آنکھوں پر اسے چھڑکنے کو اکتحال کہتے ہیں۔ خواہ یہ تزین کے لیے ہو یا علاج کے لیے۔

۲۔ اکتحال کے اثرات:

⊙ محرم کے لیے علاج کی خاطر سرمہ لگانا جائز ہے۔ زینت کے لیے نہیں۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ز)

⊙ روزہ دار کے لیے سرمہ لگانا جائز ہے۔ اس سے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جز ح)

اکتناز (مال جمع کرنا)

۱۔ تعریف: مال جمع کرتے رہنا اور اس پر واجب ہونے والی زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنا اکتناز کہلاتا ہے۔

۲۔ اکتناز کا حکم: اکتناز حرام ہے کیونکہ سورۂ توبہ آیت نمبر ۳۴ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ (وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو۔) حسن بصریؒ کے نزدیک ہر اس مال کو کنز کہا جائے گا جس کی زکوۃ ادا نہ کی جائے۔ (۵۷۵)

اکراہ (مجبور کرنا)

۱۔ تعریف: اکراہ یہ ہے کہ کسی انسان کو کوئی کام کرنے یا کسی کام سے باز رکھنے پر ناحق مجبور کیا جائے۔

۲۔ اکراہ کے اثرات: اکراہ پر کئی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

أ۔ اکراہ کی زد میں آئے ہوئے شخص کے تمام قولی تصرفات کا باطل ہونا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اکراہ اقوال کے اندر رخصت کی اباحت کر دیتا ہے یعنی اگر اکراہ کے نتیجے میں یہ اقوال وقوع پذیر ہو جائیں تو ان کے

اثرات باطل ہوتے ہیں۔ (۵۷۶) بنابریں اگر کسی شخص کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس کی یہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ ایسے شخص کی دی ہوئی طلاق کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے۔ (۵۷۷) آپ فرماتے: ''مکرہ کی طلاق کوئی چیز نہیں۔'' (۵۷۸) ایک دفعہ آپ سے مکرہ کی طلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''مجبور کرنے والوں نے دراصل طلاق دی ہے۔'' آپ نے ایسی طلاق کو کوئی حیثیت نہیں دی۔ (۵۷۹) جس شخص کو چور طلاق دینے پر مجبور کریں اور وہ طلاق دیدے، اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''یہ طلاق جائز نہیں۔'' (۵۸۰)

جس شخص کو ظالم سلطان اس کی جان کا حلف دے یا کسی شخص کی نشاندہی یا کسی شخص کے مال کی نشاندہی کا حلف دے اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر اسے اپنی جان یا اپنے مال کا خطرہ ہو تو وہ حلف اٹھالے اور اپنی قسم کا کفارہ نہ دے۔'' یہ بات قرطبی نے حسن بصریؒ سے نقل کی ہے جب کہ ابن ابی شیبہ نے آپ سے کفارہ کے وجوب کی روایت کی ہے۔ (۵۸۱) موسیٰ بن معاویہ نے ذکر کیا ہے کہ امام مالکؒ کے رفیق ابو سعید بن اشرس کو سلطان نے تونس کے مقام پر ایک شخص کے بارے میں جسے وہ قتل کرنا چاہتا تھا، یہ قسم دی کہ انہوں نے نہ تو مذکورہ شخص کو پناہ دی ہے اور نہ انہیں اس کی جگہ کا علم ہے۔ ابن اشرس نے قسم اٹھالی جب کہ وہ ان دنوں مذکورہ شخص کو پناہ دیئے ہوئے تھے اور اس کے مقام کا بھی انہیں پتہ تھا۔ سلطان نے ابن اشرس کو تین طلاق کی قسم دی۔ ابن اشرس نے یہ قسم اٹھالی اور اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جانے کے لیے کہا۔ چنانچہ بیوی ان سے علیحدہ ہوگئی۔ پھر ابن اشرس بہلول بن رشاد قیروانی کے پاس گئے اور انہیں سارا ماجرا بتایا۔ بہلول نے ان سے کہا کہ امام مالک کے قول کے مطابق تم حانث ہو یعنی تمہاری بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی ہے۔ ابن اشرس نے جواب میں کہا: ''میں نے امام مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے، میں تو صرف اس میں کوئی رخصت اور گنجائش چاہتا ہوں۔'' بہلول نے ان سے کہا: ''حسن بصریؒ کے قول کے مطابق تم حانث نہیں ہوئے۔'' یہ سن کر ابن اشرس اپنی بیوی کی طرف لوٹ آئے اور حسن بصریؒ کے قول پر عمل کیا۔ (۵۸۲) یہ بات حسن بصریؒ سے قرطبی کی نقل کردہ بات کی تائید کرتی ہے۔ اس اصول سے صرف یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کو نکاح پر مجبور کر سکتا ہے۔ اگر وہ اسے نکاح پر مجبور کر دے تو نکاح جائز ہوگا اور اسے درست قرار دیا جائے گا۔ (۵۸۳) خواہ بیٹی نابالغ ہو یا بالغ، اس سے مذکورہ حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵ کا جزد) البتہ بیٹے کو نکاح پر مجبور کرنا درست نہیں ہے۔ اگر وہ اسے نکاح پر مجبور کر دے تو یہ نکاح باطل ہوگا۔ (۵۸۴)

جہاں تک افعال کا تعلق ہے تو اکراہ انہیں کر لینے کی رخصت کی اباحت نہیں کرتا۔ بنابریں اگر ایک شخص کو غیر اللہ کے سجدے پر یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے پر یا کسی مسلمان کے قتل پر مجبور کیا جائے تو وہ یہ کام نہ کرے خواہ قتل کیوں نہ ہو جائے۔ (۵۸۵) اگر اسے زناکاری پر مجبور کیا جائے تو وہ یہ فعل نہ کرے خواہ اس کی جان کیوں نہ چلی جائے۔ اگر وہ مذکورہ کام کر لے تو گنہگار ہوگا اور اس پر حد لازم ہو جائے گی۔ (۵۸۶)

ب۔ دنیوی سزا کا سقوط: اگر کسی شخص کو حد والے کسی جرم مثلاً زنا اور سرقہ وغیرہ پر مجبور کر دیا جائے تو اکراہ کی وجہ سے سزا اس سے ساقط ہو جائے گی۔ تاہم حسن بصریؒ زنا پر عورت کو مجبور کرنے کا تصور تو رکھتے تھے اور اس کے نتیجے میں آپ نے اکراہ کی بنا پر عورت سے حد زنا کو ساقط کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ: ''اکراہ کی زد میں آنے والی عورت پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی۔'' (۵۸۷) لیکن مرد کو زنا پر مجبور کرنے کا تصور نہیں رکھتے تھے۔ اسی لیے آپ نے زنا پر مجبور کیے جانے والے شخص سے حد زنا ساقط نہیں کی۔ (۵۸۸)

کفارات کا تعلق بھی دنیوی سزاؤں سے ہے۔ بنا بریں ایسے شخص سے کفارہ ساقط ہو جائے گا جسے کفارہ واجب کر دینے والے کسی فعل پر مجبور کیا گیا ہو۔ حسن بصریؒ کا یہی قول ہے۔ (۵۸۹)

لیکن کیا یہ سزا اکراہ کی زد میں آنے والے شخص سے منتقل ہو کر اکراہ کے مرتکب پر لازم ہو جائے گی؟ ظاہر تو یہی ہے کہ یہ حدود کے اندر منتقل نہیں ہوگی کیونکہ حدود شبہات کی بنا پر ٹل جاتی ہیں اور حدود کے سوا دیگر صورتوں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جس نے حالت احرام میں اپنی بیوی کو ہمبستری پر مجبور کیا تھا، فتویٰ دیا کہ بیوی کا کفارہ مذکورہ شوہر پر لازم ہوگا۔ (۵۹۰) آپ نے بیوی سے کفارہ ساقط کر دیا اور اسے مجبور کرنے والے پر اسے واجب کر دیا۔

ج۔ قضا کا عدم سقوط: اکراہ کی بنا پر قضا ساقط نہیں ہوتی۔ بنا بریں اگر کوئی شخص کسی کو ترک صلوٰۃ پر مجبور کر دے یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جائے تو اس پر اس کی قضا واجب ہو جائے گی۔ اگر رمضان کے اندر روزہ دار بیوی کو اس کا شوہر ہمبستری پر مجبور کر دے تو بیوی پر روزے کی قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (۵۹۱)

د۔ اکراہ کے مرتکب پر تاوان کا وجوب: اگر ایک شخص کسی کو ایسے فعل پر مجبور کر دے جس میں تاوان واجب ہوتا ہو تو مجبور کرنے والے پر تاوان واجب ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر غلام لونڈی کے ساتھ زبردستی کرے تو اس پر اس کا مہر لازم ہوگا۔'' (۵۹۲) ایک دفعہ کسی غلام نے ایک عورت کے ساتھ زبردستی بدکاری کر لی اور پھر دونوں کا مقدمہ حسن بصریؒ کے سامنے پیش ہوا۔ آپ اس زمانے میں قاضی تھے۔ آپ نے غلام کو حد لگائی اور مذکورہ غلام عورت کو دے دینے کا فیصلہ سنایا۔ (۵۹۳) آپ نے یہ غلام اس عورت کے حوالے اس کے مہر کے طور پر کیا تھا کیونکہ غلام کے آقا نے غلام پر واجب شدہ مال ادا کر کے اسے چھڑانے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ کے سامنے ایک عورت کو پیش کیا گیا جس کے ساتھ ایک غلام نے زبردستی بداخلاقی کی تھی۔ آپ نے فیصلہ سنایا کہ مذکورہ غلام کے ذمہ اس عورت کے مہر کے طور پر دو سو درہم ہوں گے اور عورت کے حق میں پولیس افسر کو مراسلہ لکھ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس دن حسن بصریؒ رو رہے تھے حالانکہ آپ قاضی تھے۔ (۵۹۴) ایک غلام نے ایک آزاد بوڑھی عورت کے ساتھ زبردستی بدکاری کی۔ آپ نے فیصلہ سناتے ہوئے غلام کو پچاس کوڑے لگانے اور مہر کے طور پر اس سے پچاس درہم بھروانے کا حکم دیا۔ (۵۹۵) (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جزی)

ھ۔ عقد ذمہ کا سقوط: حسن بصریؒ کے نزدیک ذمی کا کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا بالجبر کرنا اس کے عقد ذمہ کو

ساقط کر دیتا ہے اور پھر وہ برسرِ پیکار دشمن تصور ہوتا ہے اور اس کا خون مباح ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا:
''اگر ذمی مسلمان عورت کے ساتھ زبردستی بداخلاقی کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔''(۵۹۶)

و۔ تقیہ کرنا: حسن بصریؒ اکراہ سے بچنے کے لیے تقیہ کرنے کے جواز کے قائل تھے۔ آپ فرماتے: ''مومن کے لیے قیامت تک تقیہ جائز ہے البتہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ کے اندر تقیہ کرنے کی گنجائش نہیں رکھی۔''(۵۹۷) فتنہ سے آپ کی مراد افعال ہیں۔ اس لیے کہ اکراہ سے بچنے کے لیے ممنوع افعال مثلاً زنا کاری، غیر اللہ کو سجدہ کرنا وغیرہ بروئے کار لانا جائز نہیں ہے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔ (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۲ کا جز أ)

ام (ماں)

والدہ کو ام کہتے ہیں۔

ماں کی میراث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۰ کا جز ی)

ماں اپنے ولد زنا نیز لعان کے ذریعے نسب سے منفی شدہ بیٹے کا عصبہ ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۱ کے جزب کے جز ا کا جز ب)

آزادی اور غلامی کے اندر ولد اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز أ)

بچے کی پرورش کے معاملہ میں ماں باپ پر مقدم ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ حصانۃ نمبر ۲ کا جز ب)

اپنی بیوی کو طلاق دینے کے معاملہ میں ماں کی اطاعت ماں کے ساتھ نیکی میں شمار نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۲) نیز (مادہ ابؔ)

امارت (حکومت، اقتدار)

۱۔ تعریف: امارت علی العموم ریاست یعنی سرداری کو کہتے ہیں یا یہ شہر یا مملکت کے اندر سب سے بلند ریاست یعنی اقتدار کی سب سے اونچی منزل ہوتی ہے۔

۲۔ امارت کے احکام:

ا۔ امارت پر متمکن صاحبِ اقتدار یعنی امیر پر ان امور کے اندر اہل علم اور اہل رائے سے مشورہ لینا واجب ہے جن کے بارے میں نص موجود نہ ہو کیونکہ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹ میں ارشاد باری ہے۔ (وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۔ اور معاملات کے اندر ان سے مشورہ کیجئے۔) حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:
''اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ حضور ﷺ کو صحابہ کرام سے مشورہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن اللہ نے یہ چاہا کہ بعد کے لوگ اس سنت پر عمل پیرا رہیں۔''(۵۹۸) نیز فرمایا: ''کوئی قوم جب آپس میں مشورے کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے افراد کو مستقبل میں پیش آنے والی صورتوں میں سے افضل ترین صورت کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے۔''(۵۹۹) (دیکھئے مادہ شوریٰ)

ب۔ احکام شریعت کا انطباق: امیر پر احکام شریعت کا انطباق واجب ہے۔ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ اپنے تمام معاملات میں احکام شریعت کو حکم اور معیار قرار دے نیز ہوا و ہوس سے دور رہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے حکام سے تین باتوں کا وعدہ لیا ہے۔ اول یہ کہ وہ ہوا و ہوس کی پیروی نہ کریں۔ دوم یہ کہ اللہ سے ڈریں، لوگوں سے نہ ڈریں اور سوم یہ کہ اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ خریدیں۔''(۶۰۰)

ج۔ امیر کی اجازت کے بغیر جمعہ درست نہیں ہوتا: اگر اجازت حاصل کرنا مشکل ہو تو حکومت میں اس کے نائب کے جمعہ کی اجازت دے دینا جائز ہے۔(۶۰۱)

د۔ زکوٰۃ اکٹھی کرنا اور اس کے درست مصارف میں اسے صرف کرنا، حدود قائم کرنا اور لوگوں کے درمیان عادلانہ فیصلے کرنا امیر کی ذمہ داری ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''چار باتیں سلطان کے ذمہ ہوتی ہیں زکوٰۃ اور نماز یعنی نماز جمعہ، حدود اور فیصلے۔''(۶۰۲) (دیکھئے مادہ حد نمبر ۸)

ھ۔ نماز جنازہ کے لیے امیر کو مقدم کرنا: میت کا جنازہ پڑھانے کا امیر میت کے ولی سے زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ (۶۰۳)

و۔ علماء کا امراء کے پاس آنا جانا: حسن بصریؒ امراء کے پاس علماء کی آمد و رفت کو ناپسند کرتے تھے تاکہ اس طرح علماء شک و شبہ اور تہمت کی زد میں نہ آ جائیں۔ آپ فرماتے: ''اپنے کان کسی ہوا و ہوس کے اسیر کی طرف نہ لگاؤ، کسی حاکم کے پاس نہ جاؤ خواہ وہ تمہیں قرآن کی ایک سورت تلاوت کرنے کے لیے کیوں نہ بلائے کیونکہ تم اس کے پاس جا کر پہلے سے زیادہ بری حالت میں واپس آ ؤ گے۔''(۶۰۴) آپ کا گزر ایک قاری (عالم دین) کے پاس سے ہوا۔ یہ قاری سلطان کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''تم نے اپنی پیشانی سجدہ کر کر کے سیاہ کر لی، اپنی جوتیاں گھسا لیں اور علم کا بوجھ اپنی گردن پر لاد کر ان امراء کے دروازوں پر آ گئے لیکن انہوں نے تمہیں منہ نہیں لگایا۔ اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے یہاں تک کہ خود یہ لوگ تمہیں پیغام بھیج بھیج کر بلواتے تو یہ بات ان کی نظروں میں تمہارے لیے زیادہ عظمت کی حامل ہوتی۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ اللہ تمہارے اعضاء الگ الگ کر دے!''(۶۰۵)

ز۔ سلطان کا ظلم و جور اس کی حرمت کو ساقط کر دیتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تین آدمیوں کی کوئی حرمت نہیں ہوتی۔ خواہشات کے اسیر کی، علی الاعلان فسق و فجور کے مرتکب کی اور ظالم امام یعنی حاکم کی۔'' (۶۰۶)

امام المسلمین کو ولایت عامہ حاصل ہوتی ہے۔ جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو، نکاح کے اندر امام اس کا ولی ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵ کے جزأ کا جز ۵)

جہاد کے لیے امام المسلمین کی اجازت واجب ہے۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۷)

عرفات سے افاضہ یعنی واپسی امام المسلمین سے پہلے نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جز ب)

سلطان کا تبرع (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۴ کا جز واؤ)

امامۃ (امامت)

امامت کے دو معنی ہیں۔اول اسلامی حکومت میں سب سے اونچا عہدہ یعنی خلافت (دیکھئے مادہ امارۃ) دوم نماز کی امامت، وہ یہ کہ نمازیوں میں سے ایک شخص آگے آئے اور اس کی اقتدا میں تمام نمازی نماز ادا کریں،اس کے متعلق ہم (مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزد) میں بحث کریں گے۔

امانۃ (امانت)

۱۔ تعریف:امانت اس عقد کو کہتے ہیں جس کے تحت کوئی چیز متعاقدین میں سے کسی ایک کے پاس اسے تملیک کیے بغیر رکھ دی جائے۔

یا امانت غیر کے اس مال کو کہتے ہیں جس کی حفاظت عقد کی بنا پر یا عقد کے بغیر واجب ہوتی ہے۔

۲۔ عقود امانت کی انواع:ان کی دو انواع ہیں۔پہلی نوع وہ ہے جس میں مال امین کے ہاتھ محض امانت کے طور پر ہوتا ہے۔مثلاً مستعیر کے ہاتھ میں عاریت۔(دیکھئے مادہ اعارۃ نمبر ۲ کا جزج) مودَع کے ہاتھ میں ودیعت (دیکھئے مادہ ودیعۃ) اور ملتقط کے ہاتھ میں لقط (دیکھئے مادہ لقطۃ)

دوسری نوع وہ ہے جس میں مال ایک جہت سے امانت ہوتا ہے اور ایک جہت سے نہیں ہوتا مثلاً اجارے پر حاصل شدہ چیز جو مستاجر کے ہاتھ میں ہو۔(دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۴)

۳۔ امانت کے احکام:

أ۔ زیادتی اور تعدی کی بنا پر تاوان کا لزوم:تمام امانتوں کا حکم یہ ہے کہ اگر امین کی کسی زیادتی اور تعدی کے بغیر وہ تلف ہو جائیں تو مالکوں کے حساب میں ہوگا۔اگر امین کی کسی زیادتی کی وجہ سے یہ امانتیں تلف ہوئی ہوں تو امین اپنی اس زیادتی کی بنا پر اس کا تاوان بھرے گا کیونکہ مذکورہ تعدی کی وجہ سے وہ غاصب شمار ہو گا۔تعدی کی دو صورتیں ہیں۔

اول: جان بوجھ کر یعنی عمداً اتلاف:اگر امین نے جان بوجھ کر اور قصداً امانت تلف کی ہو تو اس صورت میں وہ اس کی قیمت کا تاوان بھرے گا۔خواہ قیمت کی مقدار کتنی زیادہ کیوں نہ ہو۔(۶۰۷)

دوم: امانت کے مالک یعنی موتمن کے حکم کی خلاف ورزی کرنا:کیونکہ اس خلاف ورزی کی بنا پر امانت امین کی ضمانت کے تحت آ جائے گی یعنی وہ اس کا ضامن بن جائے گا۔اس لیے کہ خلاف ورزی کے بعد اسے غاصب شمار کیا جائے گا۔پھر اس خلاف ورزی کے نتیجے میں اگر امین کو کوئی منافع حاصل ہو تو وہ اس کا ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ گناہ بھی ہوگا۔اور اگر کلی یا جزوی طور پر اتلاف ہو تو اس کا نقصان کا بوجھ اس پر ہوگا۔حسن بصریؒ نے فرمایا:''اگر مستودع (وہ شخص جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہو) اس حکم کی خلاف ورزی کرے جو اسے دیا گیا ہو تو وہ ضامن ہوگا یعنی تاوان بھرے گا اور اگر ودیعت میں کوئی اضافہ ہو جائے تو اس کی ضمانت کی بنا پر یہ اضافہ اس کا ہوگا۔''(۶۰۸) ودیعت کو اپنے استعمال میں لے آنا خلاف ورزی کی ایک صورت ہے۔بنا بریں مودع (وہ شخص جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہو) کے لیے ودیعت کے مالک کی

اجازت کے بغیر اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اگر اجازت کے بغیر وہ اسے استعمال کر لے تو اس پر اس کا تاوان عائد ہوگا اور اگر اسے کوئی منافع حاصل ہو تو وہ اس کا ہوگا۔ (۶۰۹)

ب۔ امانتوں کی واپسی کو اولیت دینا: اگر ایک شخص وفات پا جائے اور اس کے پاس کئی امانتیں ہوں تو اس کی تجہیز و تکفین نیز تدفین کے بعد سب سے پہلا کام ان امانتوں کو واپس کرنے کا کیا جائے گا۔ پھر اس کے دیون ادا کیے جائیں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک شخص اگر وفات پا جائے اور اس کے پاس ودیعت ہو تو امانتوں کی واپسی کو اولیت دی جائے گی۔'' (۶۱۰)

ج۔ امانتوں کی واپسی کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جانا: اگر امین اپنے پاس کسی کی امانت کے وجود کا اقرار کر کے یہ دعویٰ کرے کہ اس نے یہ امانت واپس کر دی ہے جب کہ اس کے پاس اس سلسلے میں کوئی گواہی یعنی بینہ موجود نہ ہو تو اس کا یہ قول قابل اعتبار ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص دوسرے سے کہے کہ: ''میرے پاس تمہاری ودیعت تھی اور پھر میں نے یہ ودیعت تمہیں واپس کر دی تھی۔'' تو اس کے اس قول کی تصدیق کی جائے گی۔ اگر اس نے بینہ کے بغیر مذکورہ ودیعت واپس کی ہو۔'' (۶۱۱)

امر بالمعروف: (امر بالمعروف کرنا)

اگر ایک شخص کو امر بالمعروف کرنے کی قدرت ہو اور مخاطب کی اثر پذیری کی اسے توقع ہو تو اس صورت میں یہ عمل اس پر واجب ہوگا۔ حسن بصریؒ کی رائے میں اس اصول سے صرف والدین ہی مستثنیٰ ہیں۔ آپ کی رائے تھی کہ اگر والدین کو اپنے بیٹے کے امر بالمعروف کا فعل ناپسند ہو تو بیٹے پر لازم ہوگا کہ وہ انہیں امر بالمعروف کرنے سے باز رہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آیا کوئی شخص اپنے والدین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''اگر والدین اسے قبول کر لیں تو وہ ایسا کر لے اور اگر ناپسند کریں تو خاموش رہے۔'' (۶۱۲)

امناء (مادۂ تولید کا اخراج)

۱۔ تعریف: انزال منی کو امناء کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا حکم:

⊙ نظر بازی یا باہم آغوشی وغیرہ کے ذریعے عمداً انزال۔ (دیکھئے مادہ استمناء)

⊙ بغیر قصد کے انزال مثلاً نیند کے اندر۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز أ)

⊙ اگر ایک عورت کو طلاق مغلظہ ہو گئی ہو اور وہ کسی اور مرد سے نکاح کر لے اور ہمبستری ہو جائے تو پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس ہمبستری میں انزال بھی ہوا ہو۔ (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۳ کا جز ھ)

ام ولد (ام ولد لونڈی) دیکھئے مادہ رق

اناء (برتن)

۱۔ تعریف: کھانے پینے کے برتن کو اناء کہتے ہیں۔

۲۔ اناء کے احکام:

اُ۔ حسن بصریؒ ایسے برتنوں میں کھانے پینے کو مکروہ تصور کرتے تھے جن پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو۔ البتہ اسے حرام قرار نہیں دیتے تھے۔ قتادہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ چاندی کا پانی چڑھے ہوئے گلاس وغیرہ کو ناپسند کرتے تھے تاہم اگر اس میں پانی ڈال کر پینے کو دیا جاتا تو پی لیتے۔ (۶۱۳)

ب۔ آپ یہ بات بھی ناپسند کرتے تھے کہ برتن میں چاندی کے حلقے بنا دیئے جائیں یا اس کے کناروں پر چاندی کا پانی چڑھا دیا جائے (۶۱۳ ب) کیونکہ اس سے چاندی کے برتن میں کھانے پینے کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے یا یہ احتمال ہوتا ہے کہ پانی پینے والا پینے کے دوران بھول کر یا تساہل کی بنا پر اپنا منہ اس حصے میں لگا دے گا جہاں چاندی موجود ہو اور اس طرح وہ چاندی کے برتن میں پانی پینے کا مرتکب ہو جائے گا۔

انتہاب (لوٹ مار کرنا) دیکھئے مادہ نہبۃ۔

انزال (مادہ تولید کا اخراج) دیکھئے مادہ امناء۔

اھاب (کچی کھال) دیکھئے مادہ جلد۔

اھل الکتاب (اہل کتاب یعنی یہودی اور نصرانی) دیکھئے مادہ کتابی۔

ایام التشریق (ایام تشریق)

ا۔ تعریف: ایام تشریق چار ہیں۔ یوم عید الاضحیٰ اور بعد کے تین دن جیسا کہ (مادہ اضحیۃ) میں گزر چکا ہے یعنی ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ۔

۲۔ ایام تشریق کا حکم:

- ایام تشریق میں تکبیر کہنا۔ (دیکھئے مادہ تکبیر نمبر ۵)
- ایام تشریق میں قربانی کرنا۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۳)
- ایام تشریق میں حاجیوں کے کرنے والے کام۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۶، ۱۷)

ایلاء (ایلاء کرنا)

ا۔ تعریف: بیوی کے ساتھ ہمبستری ترک کرنے کی قسم کھا لینے کو ایلاء کہتے ہیں۔

۲۔ ایلاء کے صیغے یعنی الفاظ۔

اُ۔ ایلاء کے اندر ہمبستری ترک کرنے کی قسم کھانا شرط ہے: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایلاء صرف قسم کے ذریعے ہوتا ہے۔'' (۶۱۴) اللہ کی قسم کے قائم مقام ہر وہ فقرہ بن جاتا ہے جو قسم کے معنوں میں ہو مثلاً طلاق دینے کی قسم کھانا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے کہ: ''اگر میں نے ایک سال تک تم سے قربت کی تو تمہیں تین طلاق۔'' اس کے بعد اگر وہ چار ماہ گزرنے سے پہلے اس سے قربت کرے گا تو

بیوی کو تین طلاق ہو جائے گی اور اگر چار ماہ گزر جائیں اور وہ اس سے قربت نہ کرے تو بیوی ایک طلاق کی بنا پر یعنی ایلاء کی وجہ سے بائن ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر چاہے تو اس سے نکاح کر لے۔ تاہم ایک سال گزر جانے سے پہلے وہ اس کے ساتھ دخول یعنی ہمبستری نہیں کرے گا۔(۶۱۵) اگر اس کے بعد وہ اس سے نکاح کر لے یعنی ایلاء کی بنا پر طلاق کے بعد اور سال گزرنے سے پہلے تو اس پر کوئی ایلاء نہیں ہوگا۔ طلاق اور نکاح دونوں مل کر ایلاء کو منہدم یعنی ساقط کر دیں گے۔(۶۱۶)

قسم کے قائم مقام شوہر کے یہ الفاظ بھی ہیں: ''اگر میں نے تم سے قربت کی تو تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہوگی۔'' حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر کہے: ''اگر میں نے تم سے قربت کی تو تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہوگی۔'' اور پھر چار ماہ تک اس سے قربت نہ کرے تو یہ ایلاء ہوگا۔''(۶۱۷)

اگر شوہر ہمبستری ترک کرنے کی قسم کھائے بغیر ہمبستری ترک رکھے تو یہ ایلاء نہیں۔ خواہ یہ مدت طویل ہو یا مختصر۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جس نے سات ماہ تک بیوی کے ساتھ ہمبستری ترک رکھی، فرمایا: ''اس نے بڑے طویل عرصے تک ہمبستری ترک رکھی۔'' سائل نے پوچھا کہ آیا یہ ایلاء کی صورت ہوگی؟ آپ نے کہا کہ اس نے قسم بھی کھائی تھی؟ سائل نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''ایلاء تو صرف قسم کے ذریعے ہوتا ہے۔''(۶۱۸)

اگر شوہر ظہار کرنے کی وجہ سے چار ماہ تک ہمبستری ترک رکھے تو یہ ایلاء نہیں ہوگا کیونکہ اس میں قسم موجود نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے ظہار کرنے والے شوہر کے متعلق جس پر چار ماہ کا عرصہ گزر جائے، فرمایا: ''یہ ایلاء نہیں ہے۔ شوہر جس وقت بھی ظہار کا کفارہ ادا کر دے، مذکورہ عورت اس کی بیوی ہوگی۔''(۶۱۹)

ب۔ یہ بھی شرط ہے کہ قسم ہمبستری ترک کرنے کی ہو، کسی اور بات کی قسم نہ ہو۔ اگر شوہر یہ قسم کھائے کہ اس کی بیوی جہاں مقیم ہے، وہاں وہ نہیں جائے گا بلکہ بیوی پر اس کے پاس آنا لازم ہوگا اور بیوی اس کے پاس نہ آئے اور اس کے نتیجے میں چار ماہ تک اس کے ساتھ ہمبستری نہ ہو سکے تو یہ ایلاء کی صورت نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر بیوی ناراض ہو کر میکے جانے لگے اور شوہر کہے کہ: ''خدا کی قسم میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا جب تک تم میرے پاس نہیں آؤ گی۔'' اور پھر اسی کیفیت میں چار ماہ گزر جائیں تو یہ ایلاء کی صورت نہیں ہوگی۔''(۶۲۰)

ج۔ یہ بھی شرط ہے کہ ایلاء کی قسم غصے کی حالت میں کھائی گئی ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایلاء تو وہ ہے جو غصے کی حالت میں ہو۔''(۶۲۱) بنا بریں اگر شوہر قسم کھالے کہ اس کی بیوی جب تک بچے کا دودھ نہیں چھڑائے گی، اس وقت تک وہ اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کرے گا تو یہ ایلاء کی صورت نہیں ہوگی کیونکہ شوہر نے یہ کہہ کر اصلاح کا ارادہ کیا تھا۔(۶۲۲)

د۔ ایلاء کے اندر یہ شرط نہیں کہ جس مدت کے لیے ہمبستری ترک کر دینے کی قسم کھائی گئی ہو، ایلاء میں اس کا تعین بھی کر دیا گیا ہو کیونکہ حسن بصریؒ کے نزدیک مدت کے تعین کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ اس مدت کا اعتبار ہوتا

ہے جس میں ہمبستری بالفعل متروک رہی ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر کہے کہ: ''خدا کی قسم! میں آج رات بیوی سے قربت نہیں کروں گا۔'' اور پھر وہ چار ماہ تک بیوی کے پاس نہ جائے تو اگر اس نے بیوی سے قربت اپنی قسم کی بنا پر متروک رکھی ہو تو یہ ایلاء کی صورت ہوگی۔'' (۶۲۳) نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی بیوی سے ایک ماہ کے لیے ایلاء کر لے اور پھر اس کے پاس نہ جائے یہاں تک کہ چار ماہ گزر جائیں تو یہ ایک بائن طلاق ہوگی۔'' (۶۲۴)

اگر شوہر حلف اٹھا لے کہ وہ بیوی کے ساتھ چار ماہ سے زائد عرصہ تک ہمبستری نہیں کرے گا تو چار ماہ گزرنے کے ساتھ وہ اس سے بائن ہو جائے گی۔ اس سے پہلے حسن بصریؒ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے کہ: ''اگر میں نے ایک سال تک تم سے قربت کی تو تمہیں تین طلاق۔'' تو اس کے بعد اگر چار ماہ گزرنے سے پہلے وہ اس سے قربت کر لے تو اسے تین طلاق ہو جائے گی اور اگر چار ماہ تک اس کے قریب نہ جائے تو اس مدت کے گزرنے کے ساتھ وہ ایک بائن طلاق کی بنا پر اس سے جدا ہو جائے گی۔'' (۶۲۵) یعنی ایلاء کی بنا پر بائن ہو جائے گی۔

۳۔ جس عورت سے ایلاء ہو یعنی مولیٰ منھا: یہ شرط ہے کہ مولیٰ منھا بیوی ہو۔ ہمبستری کی خاطر خریدی ہوئی لونڈی یعنی سرّیہ سے ایلاء نہیں ہوتا۔ بیوی کے لیے یہ شرط نہیں کہ اس کے ساتھ دخول یعنی ہمبستری بھی ہو چکی ہو کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۶ کے اندر ارشاد باری میں عموم ہے۔ (لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۔ جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں، ان کے لیے چار ماہ کا انتظار ہے۔) یہ آیت ہر بیوی کے لیے عام ہے۔ ابوالجہم نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ قبل الدخول ایلاء کو واقع تصور کرتے تھے۔ (۶۲۶) آپ نے فرمایا: ''ایلاء کا وقوع ہو جائے گا خواہ دخول نہ بھی ہوا ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ) (۶۲۷) (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۶)

۴۔ ایلاء کی مدت: اللہ تعالیٰ نے درج بالا آیات نمبر ۲۲۶، ۲۲۷ میں ایلاء کی مدت کا ذکر کیا ہے۔ پوری آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں، ان کے لیے چار ماہ کا انتظار ہے۔ اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے اور اگر طلاق کا عزم کر لیں تو اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔)

ان دونوں آیتوں کے اندر اللہ سبحانہ نے جس مدت کا ذکر کیا ہے، وہ آزاد بیوی سے ایلاء کی مدت ہے۔ خواہ شوہر آزاد ہو یا نہ ہو۔ لونڈی بیوی سے ایلاء کی مدت دو ماہ ہے خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام کیونکہ ایلاء کے اندر مدت عورت کے تابع ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''آزاد بیوی سے غلام شوہر کا ایلاء چار ماہ کا ہوتا ہے اور لونڈی بیوی سے اس کا ایلاء دو ماہ کا ہوتا ہے۔'' (۶۲۸)

۵۔ ایلاء کے نتیجے میں کیا چیز واقع ہوتی ہے؟: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جب ایلاء کی مدت یعنی چار ماہ گزر جائے تو مدت کے گزرنے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جائے گی اور ایلاء کرنے والے شوہر کو طلاق واقع

کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ واقع ہونے والی یہ طلاق ایک بائن طلاق ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ''ایلاء کے اندر اگر چار ماہ کی مدت گزر جائے تو یہ ایک بائن طلاق ہوگی۔''(۶۲۹) بنابریں اگر شوہر ایلاء کی مدت گزر جانے کے بعد بیوی کو طلاق دے تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ وہ اس کی بیوی نہیں رہی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایلاء کی مدت گزر جانے کے بعد شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو یہ طلاق کوئی چیز نہیں ہوگی۔''(۶۳۰)

۶۔ ایلاء کے ساتھ طلاق کا اجتماع: اگر کسی عورت پر طلاق کے ساتھ ایلاء کا اجتماع ہو جائے تو اس صورت میں عورت ان میں سے مدت کے اعتبار سے اقدم بات کی مدت گزر جانے پر بائن ہو جائے گی۔ مثلاً اگر شوہر اپنی بیوی سے ایلاء کر لے اور پھر اسے طلاق بھی دیدے اور اسے ایک حیض آ جائے اور اس کے بعد کئی ماہ تک اس کا حیض بند رہے اور پھر حیض آ جائے تو اس صورت میں ایلاء کی تاریخ سے چار ماہ گزر جانے کے بعد وہ ایلاء کی بنا پر اپنے شوہر سے بائن ہو جائے گی۔ اگر شوہر اپنی بیوی سے ایلاء کر لے اور پھر اسے طلاق دیدے اور بیوی کو تین ماہ کے اندر تین حیض آ جائے یا بیوی آیسہ ہو یعنی اس کا حیض ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہو اور وہ تین ماہ کی عدت گزار لے تو عدت کی مدت گزر جانے کے ساتھ ہی وہ اپنے شوہر سے طلاق کی بنا پر بائن ہو جائے گی۔ شوہر اگر اپنی بیوی سے ایلاء کرنے کے بعد اسے طلاق دیدے تو اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''یہ دونوں باتیں گھڑ دوڑ میں دو گھوڑوں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جو بھی آگے نکل جائے گا، اسے لے لیا جائے گا۔ اگر دونوں ایک ساتھ آگے نکل جائیں یعنی ایک ہی وقت میں دونوں کا وقوع ہو تو دونوں کو لے لیا جائے گا۔''(۶۳۱)

۷۔ طلاق کی بنا پر ایلاء کا انہدام: حسن بصریؒ سے محفوظ روایت کے مطابق اگر شوہر اپنی بیوی سے ایلاء کر لے اور پھر اسے طلاق دیدے اور ایلاء کی مدت گزرنے سے پہلے طلاق کی عدت گزر جائے اور پھر وہ اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لے تو دونوں کے درمیان ایلاء باقی نہیں رہے گا کیونکہ طلاق ایلاء کو منہدم کر دیتی ہے۔ (۶۳۲) آپ نے اس شخص کے متعلق جس نے قسم کھائی ہو کہ اگر وہ ایک سال تک اپنی بیوی سے قربت کرے تو اسے تین طلاق، فرمایا: ''جب چار ماہ گزر جائیں تو بیوی اس سے بائن ہو جائے گی۔ اس کے بعد اگر وہ اس سے نکاح کر لے تو ایلاء باقی نہیں رہے گا بلکہ طلاق اور نکاح دونوں اسے منہدم کر دیں گے۔''(۶۳۳) عبدالرزاق کے پاس حسن بصریؒ سے منقول ایک شاذ روایت ہے جس کے مطابق آپ نے فرمایا: ''طلاق ایلاء کو اور ایلاء طلاق کو منہدم نہیں کرتا۔''(۶۳۴)

۸۔ ایلاء کے اندر رجوع کر لینے کا عمل:

اَ۔ رجوع کرنے کی مدت: اگر ایک شخص اپنی بیوی سے ایلاء کر لے تو ایلاء پر چار ماہ گزر جانے سے پہلے وہ جس وقت بھی چاہے، رجوع کر سکتا ہے لیکن اگر رجوع کیے بغیر چار ماہ گزر جائیں تو ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ (مادہ ایلاء نمبر ۵) میں گزر چکا ہے۔

ب۔ رجوع کے عمل کی صورت: ایلاء کے اندر رجوع کا عمل ہمبستری کے ذریعے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔ اگر بیماری یا حیض یا نفاس یا قید یا کبرسنی وغیرہ کی صورت میں ہمبستری سے مانع موجود ہو تو رجوع کے لیے اپنی زبان سے یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ: ''میں نے تم سے رجوع کیا یا میں نے تمہیں واپس کر لیا۔'' یا اسی طرح کا کوئی اور فقرہ۔ تاہم ایسی صورت میں رجوع کے اس عمل پر گواہی قائم کرنا لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر کو بیماری یا قید یا کبرسنی کا کوئی عذر لاحق ہو تو اس کے لیے کافی ہوگا کہ زبان سے رجوع کر لینے کا ذکر کر کے اس پر گواہی قائم کر لے۔'' (۶۳۵) ایک روایت کے مطابق اگر شوہر کو بیماری یا بیوی کو حیض یا نفاس کا عذر لاحق ہو تو رجوع پر گواہی قائم کر لینا ہی رجوع کا عمل ہوگا۔'' (۶۳۶) نیز فرمایا: ''ایلاء کرنے والے کو اگر کوئی ایسا عذر درپیش ہو جس کی بنا پر اسے معذور قرار دیا جائے اور پھر وہ اس بات پر گواہی قائم کر لے کہ اس نے بیوی سے رجوع کر لیا ہے تو یہ اس کا رجوع ہوگا۔'' (۶۳۷)

ج۔ کفارہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر ایلاء کرنے والا شوہر اپنی بیوی سے رجوع کر لے تو اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۶ میں ارشاد باری ہے (فَاِنْ فَاءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔) یہ مسلک اختیار کر کے حسن بصریؒ نے جمہور کی مخالفت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ایلا کے اندر اگر شوہر بیوی کی طرف لوٹ جائے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں کیونکہ ارشاد باری ہے۔ فَاِنْ فَاءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.) (۶۳۸)

حرف الالف میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) المحلی جلد ۸ ص ۱۰۵

(۲) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۲۹، المحلی ج ۸ ص ۱۰۵

(۳) حوالہ مذکورہ بالا

(۴) اخبار القضاۃ لوکیع ج ۱ ص ۳۳۷

(۵) خراج ابی یوسف ص ۲۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۰

(۶) البخاری فی الھبۃ باب ھبۃ الولد، مسلم فی الھبات باب کراھیۃ تفضیل بعض الاولاد فی الحبۃ

(۷) المغنی لابن قدامۃ ج ۵ ص ۶۰۴

(۸) المغنی ج ۲ ص ۵۲۷

(۹) المحلی ج ۱۰ ص ۱۳۱، المغنی ج ۷ ص ۴۸۸، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/ ۳۹، الاشراف ج ۴ ص ۱۰۶

(۱۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۲ ب

(۱۱) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۶
(۱۲) الاشراف ج ۱ ص ۳۱۳
(۱۳) الاشراف ج ۱ ص ۲۱۱
(۱۴) عبدالرزاق ج ۸ ص ۷۱
(۱۵) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۹۵، المغنی ج ۶ ص ۵۱
(۱۶) المغنی ج ۸ ص ۴۰۷، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۶۰، عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۴۷
(۱۶ ب) المجموع ج ۹ ص ۲۴۶
(۱۷) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۸۲، المحلی ج ۹ ص ۴۲۴ ج ۱۰ ص ۳۱۲
(۱۸) المحلی ج ۱۰ ص ۳۱۳
(۱۹) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۸۲، المحلی ج ۹ ص ۴۲۴ ج ۱۰ ص ۳۱۲
(۲۰) نیل الاوطار ج ۵ ص ۳۷۴
(۲۱) شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۱۹
(۲۲) المحلی ج ۸ ص ۱۹۸
(۲۳) عبدالرزاق ج ۸ ص ۹۴، المحلی ج ۵ ص ۳۹۴ ج ۸ ص ۱۹۰، ۲۱۳، الاجماع لابن المنذر ص ۱۲۷
(۲۴) البخاری فی الھبۃ باب فضل المنیحۃ، مسلم فی البیوع باب کراء الارض
(۲۴ ب) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۱۵
(۲۵) ابوداؤد فی الجہاد باب کراء المقاسم
(۲۶) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۶
(۲۷) المغنی ج ۹ ص ۳۷
(۲۸) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۲۷
(۲۹) الاشراف ج ۱ ص ۱۹، شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۶۸، المغنی ج ۵ ص ۵۰۶
(۳۰) المجموع ج ۹ ص ۲۷۱
(۳۱) شرح السنۃ ج ۸ ص ۱۳۹، نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۴۲
(۳۲) المغنی ج ۵ ص ۴۹۱
(۳۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵ ب
(۳۴) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۱۶
(۳۵) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۲۲، المحلی ج ۸ ص ۱۹۸، المغنی ج ۵ ص ۴۳۸
(۳۶) المحلی ج ۸ ص ۱۸۴

(۳۷) المغنی ج ۸ ص ۶۲۴، المجموع ج ۸ ص ۳۳۶، نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۲۱
(۳۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۷، عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۳۵، المحلی ج ۸ ص ۴۲۹، المغنی ج ۴ ص ۹
(۳۹) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۰۰، المحلی ج ۸ ص ۲۲۹
(۴۰) الاشراف ج ا ص ۲۳۲
(۴۱) المحلی ج ۸ ص ۱۸۸
(۴۲) شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۵۸
(۴۳) المحلی ج ۸ ص ۲۰۲، المغنی ج ۵ ص ۴۷۹
(۴۴) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۹۱، المحلی ج ۸ ص ۱۸۶
(۴۵) شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۶۵
(۴۶) خراج ابی یوسف ص ۲۳۶
(۴۷) عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۲۹، المحلی ج ۷ ص ۳۳۳
(۴۸) شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۱۶، المحلی ج ۷ ص ۳۳۲
(۴۹) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۰۶، المغنی ج ۶ ص ۱۴، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰۹ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۴۱
(۵۰) الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ (مادہ اجازۃ)
(۵۱) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳، المحلی ج ۸ ص ۸۵
(۵۲) المغنی ج ۴ ص ۴۳۵
(۵۳) المغنی ج ۶ ص ۶۹۳
(۵۴) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۴۶
(۵۵) الربا والحسم الزمنی فی الاقتصاد الاسلامی۔
(۵۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۷۱، المغنی ج ۴ ص ۴۸، ۴۹۰ ج ۹ ص ۵۰۹
(۵۷) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۵
(۵۸) المغنی ج ۳ ص ۳۲۶، المجموع ج ۵ ص ۴۵۹
(۵۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۸۷ ب
(۶۰) حوالہ درج بالا۔
(۶۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷۰
(۶۲) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۶
(۶۳) الاحتراف وآثارہ فی الفقہ الاسلامی۔
(۶۴) المغنی ج ۵ ص ۴۹۱

(۶۵) المغنی ج ۴ص ۲۲۱، شرح السنۃ ج ۸ص ۱۷۹

(۶۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۵۹، المغنی ج ۷ص ۵۱۷ تفسیر قرطبی ج ۳ص ۱۸۱، الا جماع ص ۱۱۰، الاشراف ج ۴ص ۳۹۴

(۶۷) مسند احمد ج ۶ص ۴۳۸

(۶۸) المحلی ج ۱۰ص ۲۷۸ تفسیر قرطبی ج ۳ص ۱۸۱، الا جماع ص ۱۱۲،۱۱۱

(۶۹) سنن سعید ج ۳ص ۱/۳۲۳، المحلی ج ۱۰ص ۲۴۸ عبدالرزاق ج ۷ص ۴۲، الاشراف ج ۴ص ۳۷۶

(۷۰) تفسیر قرطبی ج ۳ص ۱۷۷، عبدالرزاق ج ۷ص ۳۸، شرح السنۃ ج ۹ص ۳۰۳، المغنی ج ۷ص ۵۲۱، الاعتبار ص ۱۸۴

(۷۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۵۰ ب، عبدالرزاق ج ۷ص ۲۵

(۷۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۷۱ ب، احکام القرآن للجصاص ج ۱ص ۲۸۹

(۷۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۸۱

(۷۴) عبدالرزاق ج ۸ص ۴۵۳، المغنی ج ۳ص ۲۹۵

(۷۵) المغنی ج ۳ص ۲۹۵، المحلی ج ۷ص ۶۹

(۷۵ب) تفسیر قرطبی ج ۲ص ۳۹۷، احکام القرآن ج ۱ص ۲۸۹

(۷۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۹۴

(۷۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۷۰

(۷۸) شرح السنۃ ج ۷ص ۴۲، المغنی ج ۳ص ۲۶۴

(۷۹) المغنی ج ۳ص ۲۶۶

(۸۰) المغنی ج ۳ص ۲۶۷، المجموع ج ۷ص ۲۰۱، ۲۰۷

(۸۱) المحلی ج ۷ص ۴۷

(۸۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۶۴

(۸۳) المحلی ج ۷ص ۱۱۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۹۰

(۸۴) المغنی ج ۳ص ۱۷۱، المجموع ج ۷ص ۲۱۳، الا جماع ص ۵۵

(۸۵) احکام القرآن ج ۱ص ۳۶۱

(۸۶) احکام القرآن ج ۲ص ۴۶۹، المغنی ج ۳ص ۵۰۵، عبدالرزاق ج ۴ص ۳۹۳، تفسیر قرطبی ج ۴ص ۳۰۸

(۸۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۹۸، المجموع ج ۷ص ۳۲۷

(۸۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۰۵

(۸۹) الدر المنثور ج ۲ص ۳۲۷

(۹۰) المغنی ج ۲ص ۵۰۴

(۹۱) سنن بیہقی ج ۵ص ۲۰۹

(۹۲)ابن ابی شیبہ ج اص۲۰۱
(۹۳)تفسیر قرطبی ج ۶ص ۳۰۴
(۹۴)ابن ابی شیبہ ج اص ۷۵، ۴۷۰
(۹۵)المجموع ج ۷ص ۳۳۹
(۹۶)المحلی ج ۷ص ۲۲۷،المغنی ج ۳ص ۵۲۲،المجموع ج ۷ص ۴۲۱
(۹۷)ابن ابی شیبہ ج اص۲۰۱ب
(۹۸)عبدالرزاق ج ۴ص ۴۳۶
(۹۹)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۱
(۱۰۰)المغنی ج ۳ص ۳۱۴،المجموع ج ۷ص ۳۳۶،احکام القرآن ج ۲ص ۴۶۷
(۱۰۱)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۶
(۱۰۲)احکام القرآن ج ۲ص ۱۶۸،المجموع ج ۷ص ۳۳۶
(۱۰۳)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۵
(۱۰۴)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۹ب،المغنی ج ۳ص ۳۱۵ج ۸ص ۶۰۱
(۱۰۵)الدرالمنثور ج ۲ص ۳۳۰
(۱۰۶)المجموع ج ۷ص ۴۱۹
(۱۰۷)ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۷
(۱۰۸)عبدالرزاق ج ۴ص ۳۹۶،المحلی ج ۷ص ۲۲۲،المجموع ج ۷ص ۴۱۹،المغنی ج ۳ص ۵۲۱
(۱۰۹)تفسیر قرطبی ج ۳ص ۳۰۸،تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۱۰۱،الدرالمنثور ج ۲ص ۳۲۷،المغنی ج ۳ص ۵۲۲،المجموع ج ۷ص ۳۲۹،احکام القرآن ج ۲ص ۴۷۵
(۱۱۰)عبدالرزاق ج ۴ص ۳۹۳
(۱۱۱)ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۵
(۱۱۲)المغنی ج ۳ص ۵۰۰
(۱۱۳)تفسیر قرطبی ج ۶ص ۳۰۸
(۱۱۴)المغنی ج ۳ص ۵۴۳
(۱۱۵)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۹ب
(۱۱۶)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۱، ۲۰۴
(۱۱۷)المحلی ج ۷ص ۸۲
(۱۱۸)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۷۷

(۱۱۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸۸

(۱۲۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰۶، المغنی ج ۳ ص ۳۰۷

(۱۲۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰۴ ب

(۱۲۲) المحلی ج ۷ ص ۲۵۹

(۱۲۳) المحلی ج ۷ ص ۲۵۸

(۱۲۴) حوالہ درج بالا۔

(۱۲۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸۷ ب

(۱۲۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۹۰ ب

(۱۲۷) المغنی ج ۳ ص ۴۹۷

(۱۲۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷۲ ب، ص ۱۷۵، المحلی ج ۷ ص ۲۱۲، ۲۱۳، المغنی ج ۳ ص ۴۹۲، ۴۹۵، احکام القرآن ج ا ص ۲۸۱

(۱۲۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷۲، المحلی ج ۷ ص ۲۱۳

(۱۳۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۸

(۱۳۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۳، المحلی ج ۷ ص ۲۴۷

(۱۳۲) المغنی ج ۳ ص ۳۲۷

(۱۳۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۸

(۱۳۴) المجموع ج ۷ ص ۲۸۴

(۱۳۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۴

(۱۳۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸۱ ب

(۱۳۷) المجموع ج ۷ ص ۲۷۰

(۱۳۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۳، احکام القرآن ج ا ص ۳۰۸

(۱۳۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۳

(۱۴۰) المغنی ج ۳ ص ۳۳۷

(۱۴۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۳، المغنی ج ۳ ص ۳۳۷، المجموع ج ۷ ص ۴۰۷

(۱۴۲) المحلی ج ۷ ص ۱۹۱

(۱۴۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۵ ب

(۱۴۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۸

(۱۴۵) المغنی ج ۳ ص ۳۱۶، المجموع ج ۷ ص ۲۸۴

(۱۴۶) المغنی ج ۳ ص ۳۱۷

(۱۴۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۳ ب، المغنی ج ۷ ص ۸۲
(۱۴۸) المحلی ج ۷ ص ۲۵۸
(۱۴۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۷
(۱۵۰) شرح السنۃ ج ۷ ص ۲۵۸، المحلی ج ۷ ص ۲۵۸، المجموع ج ۷ ص ۳۶۱، المغنی ج ۳ ص ۳۰۵
(۱۵۱) المغنی ج ۳ ص ۳۰۶، المجموع ج ۷ ص ۲۷۰، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۲۶۱
(۱۵۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۲
(۱۵۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۳
(۱۵۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۰ ب
(۱۵۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۳
(۱۵۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸ ب
(۱۵۷) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۸۵، المغنی ج ۳ ص ۳۵۸
(۱۵۸) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۹۴
(۱۵۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۴ ب
(۱۶۰) المجموع ج ۸ ص ۱۶۱، الاجماع ص ۶۶
(۱۶۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۴
(۱۶۲) المغنی ج ۱ ص ۱۲۵
(۱۶۳) المحلی ج ۷ ص ۲۰۵
(۱۶۴) حوالہ درج بالا۔
(۱۶۵) احکام القرآن ج ۱ ص ۲۷۷
(۱۶۶) المغنی ج ۳ ص ۳۵۸، المحلی ج ۷ ص ۲۰۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۶، احکام القرآن ج ۱ ص ۲۷۲
(۱۶۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۹
(۱۶۸) احکام القرآن ج ۱ ص ۲۷۲
(۱۶۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۳، عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۰۹
(۱۷۰) عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۰۷، الاشراف ج ۴ ص ۸۸
(۱۷۱) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۴۳
(۱۷۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲ ب، عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۰۶، المغنی ج ۸ ص ۱۶۳
(۱۷۳) سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/۱۹۶
(۱۷۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲، الاشراف ج ۴ ص ۸۶

(۱۷۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲، الاشراف ج ۴ ص ۸۶

(۱۷۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۷

(۱۷۷) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۵ ب

(۱۷۸) حوالہ درج بالا، الاشراف ج ۴ ص ۲۶۴

(۱۷۹) تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۱۷۵

(۱۸۰) المحلی ج ۱۱ ص ۲۷۱، الاشراف ج ۴ ص ۲۶۵

(۱۸۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۶ ب

(۱۸۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸ ب، المغنی ج ۸ ص ۲۳۰

(۱۸۳) المحلی ج ۸ ص ۲۴۰، ۲۶۰، المغنی ج ۵ ص ۶۷۸

(۱۸۴) الاستخراج الاحکام الخراج لابن رجب ص ۵۹

(۱۸۵) اخبار القضاۃ ج ۱ ص ۳۴۷، المحلی ج ۱۱ ص ۳۲۲

(۱۸۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۰

(۱۸۷) شرح السنۃ ج ۸ ص ۱۵

(۱۸۸) احکام القرآن ج ۳ ص ۱۰۶

(۱۸۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۵

(۱۹۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴ ب

(۱۹۱) طرح التثریب ج ۲ ص ۱۵۹، المغنی ج ۱ ص ۴۲۱

(۱۹۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴ ب

(۱۹۳) عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۷، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵، المغنی ج ۱ ص ۴۲۲

(۱۹۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵، المغنی ج ۱ ص ۴۲۲

(۱۹۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۱ ب، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۴۴

(۱۹۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵، المحلی ج ۲ ص ۱۱۷، طرح التثریب ج ۲ ص ۲۰۶

(۱۹۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵ ب

(۱۹۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳ ب

(۱۹۹) حوالہ درج بالا۔

(۲۰۰) عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۶۸

(۲۰۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳، ۳۴

(۲۰۲) عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۶۹، المحلی ج ۳ ص ۱۴۵

(۲۰۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۳ ب، المغنی ج ا ص ۴۲۴

(۲۰۴) شرح السنۃ ج ۲ ص ۲۵۵، الاعتبار ص ۷۱

(۲۰۵) عبدالرزاق ج ا ص ۴۶۵، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۲ ب

(۲۰۶) المغنی ج ا ص ۴۰۷، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۳، نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۸

(۲۰۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۶

(۲۰۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۴

(۲۰۹) المحلی ج ۴ ص ۱۹۶

(۲۱۰) نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۳۰

(۲۱۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴ ب، المجموع ج ا ص ۴۵۳

(۲۱۲) المحلی ج ۹ ص ۴۲۵

(۲۱۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵

(۲۱۴) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۶۸

(۲۱۵) احکام القرآن ج ا ص ۳۶

(۲۱۶) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۸۰

(۲۱۷) المحلی ج ۱۰ ص ۴۷۵

(۲۱۸) سنن دارمی ج ۲ ص ۳۷۸

(۲۱۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۳

(۲۲۰) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۱۵

(۲۲۱) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۱۶

(۲۲۲) احکام القرآن ج ۲ ص ۷۱، المحلی ج ۸ ص ۱۲۸، ج ۹ ص ۳۱۱ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۴۵۵

(۲۲۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷ ب

(۲۲۴) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۴۹

(۲۲۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۶ ب، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۸۷، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۷۰

(۲۲۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۶ ب

(۲۲۷) عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۳۰۰، المحلی ج ۹ ص ۳۰۳

(۲۲۸) المغنی ج ۶ ص ۲۶۶

(۲۲۹) عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۵۳

(۲۳۰) سنن دارمی ج ۲ ص ۳۸۹

(۲۳۱) المغنی ج ۶ ص ۳۰۴

(۲۳۲) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۰

(۲۳۲ ب) المغنی ج ۶ ص ۱۸۶

(۲۳۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۷ ب

(۲۳۴) المحلی ج ۹ ص ۴۷۹

(۲۳۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۹ ب

(۲۳۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۳ ب، عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۹۵، ۴۸۰، الاشراف ج ۴ ص ۱۸۸

(۲۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴، المحلی ج ۱۰ ص ۲۱۹، ۲۲۲، عبدالرزاق ج ۷ ص ۶۳، المغنی ج ۶ ص ۳۳۰

(۲۳۸) عبدالرزاق ج ۷ ص ۶۸، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۴۶، المحلی ج ۱۰ ص ۲۲۲، المغنی ج ۶ ص ۳۳۱۔

(۲۳۹) الاشراف ج ۴ ص ۱۸۸

(۲۴۰) المغنی ج ۶ ص ۳۳۰

(۲۴۱) المغنی ج ۶ ص ۳۳۴

(۲۴۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ ب، عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۸۶، المغنی ج ۶ ص ۳۳۴ ج ۷ ص ۱۹۰

(۲۴۳) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۷۵

(۲۴۴) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۸۷، المحلی ج ۱۰ ص ۲۱۴

(۲۴۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ ب

(۲۴۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۶ ب، المغنی ج ۷ ص ۲۶۰، الاشراف ج ۴ ص ۱۹۸

(۲۴۷) سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/ ۲۸۹

(۲۴۸) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۳۲، الاشراف ج ۴ ص ۲۴۳

(۲۴۹) عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۰۹، الاشراف ج ۴ ص ۲۶۸

(۲۵۰) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۶۶

(۲۵۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۹ ب، عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۰، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۵، المغنی ج ۶ ص ۳۸۰

(۲۵۲) سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/ ۵۸

(۲۵۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۹ ب

(۲۵۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۹

(۲۵۵) المغنی ج ۶ ص ۲۷۰

(۲۵۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۹۲، المغنی ج ۶ ص ۲۶۸

(۲۵۷) تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۲۵۴
(۲۵۸) المغنی ج ۶ ص ۲۶۶
(۲۵۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۶ ب، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۶
(۲۶۰) احکام القرآن ج ۱ ص ۳۶، المغنی ج ۶ ص ۲۹۱
(۲۶۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۷، عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۷
(۲۶۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۷ ب
(۲۶۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۷، المحلی ج ۷ ص ۳۲۳
(۲۶۴) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۸، ۳۰، ج ۱۰ ص ۳۴۹
(۲۶۵) المغنی ج ۶ ص ۲۹۴
(۲۶۶) شرح السراجیۃ ص ۲۱
(۲۶۷) عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۰۷، ج ۱۰ ص ۳۳۸، ۳۴۰، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۶ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۱/۸۱، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۴۹، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۰۲، المحلی ج ۹ ص ۳۵، شرح السنۃ ص ۸ ص ۳۶۵، المغنی ج ۶ ص ۳۰۱
(۲۶۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۲
(۲۶۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۶
(۲۷۰) المغنی ج ۶ ص ۲۹۹
(۲۷۱) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۵۴
(۲۷۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۰ ب
(۲۷۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۷ ب
(۲۷۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۷ ب، ۳۰۸، المغنی ج ۶ ص ۲۶۷
(۲۷۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۷، المحلی ج ۹ ص ۳۰۹، المغنی ج ۶ ص ۱۸۸
(۲۷۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۸
(۲۷۷) المغنی ج ۶ ص ۳۰۸
(۲۷۷ ب) حوالہ درج بالا۔
(۲۷۸) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۶۵
(۲۷۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۶ ب
(۲۸۰) المغنی ج ۶ ص ۲۵۴، تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۵۲
(۲۸۱) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۲۴، المحلی ج ۹ ص ۲۸۸، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۶۸

(۲۸۲) المغنی ج ۶ ص ۱۶۸
(۲۸۳) المحلی ج ۹ ص ۲۶۸
(۲۸۴) سنن دارمی ج ۲ ص ۳۶۲، شرح السنۃ ج ۸ ص ۳۶۲
(۲۸۵) المحلی ج ۹ ص ۲۶۰، المغنی ج ۶ ص ۱۸۰
(۲۸۶) المحلی ج ۹ ص ۲۷۸
(۲۸۷) المحلی ج ۹ ص ۲۹۱
(۲۸۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۵ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۱/۳۴، المحلی ج ۹ ص ۲۸۰، المغنی ج ۶ ص ۲۱۱، شرح السراجیۃ ص ۵۰
(۲۸۹) المحلی ج ۹ ص ۲۷۵، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۷۱
(۲۹۰) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۳۲، المغنی ج ۶ ص ۲۰۷
(۲۹۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۵، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۳۶، المغنی ج ۶ ص ۲۰۸
(۲۹۲) المغنی ج ۶ ص ۱۸۶
(۲۹۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۶، المغنی ج ۶ ص ۲۶۵
(۲۹۴) سنن دارمی ج ۲ ص ۳۶۳
(۲۹۵) شرح السنۃ ج ۸ ص ۳۶۲
(۲۹۶) سنن دارمی ج ۲ ص ۳۶۲
(۲۹۷) سنن دارمی ج ۲ ص ۳۸۹، المغنی ج ۶ ص ۲۶۰، ۲۶۲
(۲۹۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۵، ۱۸۶ ب
(۲۹۹) المغنی ج ۶ ص ۳۵۲، ۳۶۷
(۳۰۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۷
(۳۰۱) المغنی ج ۶ ص ۳۵۵
(۳۰۲) المغنی ج ۶ ص ۳۵۴
(۳۰۳) اخبار القضاۃ ج ۱ ص ۳۳۸
(۳۰۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۲ ب
(۳۰۴ ب) المغنی ج ۶ ص ۳۷۶
(۳۰۵) ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۸۸ ب، المغنی ج ۶ ص ۳۷۴
(۳۰۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۸ ب
(۳۰۷) المغنی ج ۹ ص ۵۲۰

(۳۰۸)شرح السراجیۃ ص ۱۶۴
(۳۰۹)ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۱ ب
(۳۱۰)ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۹ ب
(۳۱۱)ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۹
(۳۱۲)خراج یحییٰ بن آدم ص ۲۷، الاستخراج الاحکام الخراج لابن رجب ص ۱۵
(۳۱۳)الاستخراج الاحکام الخراج ص ۵۹
(۳۱۴)المحلی ج ۵ ص ۲۰۷
(۳۱۵)المغنی ج ۲ ص ۲۹۷
(۳۱۶)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸۹ ب
(۳۱۷)احکام القرآن ج ۳ ص ۳۳۵
(۳۱۸)المحلی ج ۵ ص ۱۵۵
(۳۱۹)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸۹ ب
(۳۲۰)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰۹ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۴۱
(۳۲۱)المحلی ج ۹ ص ۴۵۵
(۳۲۲)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۳۱ ب
(۳۲۳)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۵۲ ب
(۳۲۴)عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۴۴، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۹۸، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰۹ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۴۱
(۳۲۵)عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۴۲، الاشراف ج ۴ ص ۱۲۹
(۳۲۶)المغنی ج ۹ ص ۴۴۰
(۳۲۷)سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۹۸
(۳۲۸)ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۰
(۳۲۹)المحلی ج ۹ ص ۴۹۳
(۳۳۰)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۱۲ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۲۷، الاشراف ج ۴ ص ۱۳۰
(۳۳۱)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۱۶ ب
(۳۳۲)عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۷۶
(۳۳۳)عبدالرزاق ج ۵ ص ۱۹۱
(۳۳۴)سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۲۷۶
(۳۳۵)عبدالرزاق ج ۹ ص ۸۷، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۰۱

(۳۳۶) المجموع ج ۴ ص ۴۵۲، المغنی ج ۲ ص ۲۳۰
(۳۳۷) الاشراف ج ۴ ص ۳۱۴
(۳۳۸) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۷۱، ج ۵ ص ۱۲۲
(۳۳۹) المغنی ج ۷ ص ۵۰۰، الاشراف ج ۴ ص ۲۸۹، ۳۲۱
(۳۴۰) الاشراف ج ۴ ص ۳۲۲
(۳۴۱) المغنی ج ۷ ص ۵۰۲، المحلی ج ۱۰ ص ۳۱۸
(۳۴۲) الاشراف ج ۴ ص ۲۸۹، ۳۲۲
(۳۴۳) المغنی ج ۷ ص ۵۰۹
(۳۴۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۶ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۲/۱۰۱، الاشراف ج ۱ ص ۱۸۲ ج ۴ ص ۳۱۳
(۳۴۵) سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۵۰
(۳۴۶) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۴۰۱
(۳۴۷) المغنی ج ۷ ص ۴۵۰، الاشراف ج ۴ ص ۳۲۳
(۳۴۸) عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۲۶، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۷، الاشراف ج ۱ ص ۱۸۰ ج ۴ ص ۳۱۳
(۳۴۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۷، الاشراف ج ۱ ص ۱۸۵ ج ۴ ص ۳۱۵
(۳۵۰) المحلی ج ۱۰ ص ۳۱۸، سنن سعید ج ۳ ص ۲/۱۰۰
(۳۵۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۷
(۳۵۲) سنن سعید ج ۳ ص ۲/۱۰۱
(۳۵۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۶ ب
(۳۵۴) سنن سعید ج ۳ ص ۲/۱۰۱، المحلی ج ۱۰ ص ۳۱۸، الاشراف ج ۱ ص ۱۸۸
(۳۵۵) عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۲۷
(۳۵۶) سنن سعید ج ۳ ص ۲/۱۰۲، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۳۰
(۳۵۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۷، المغنی ج ۷ ص ۵۰۹
(۳۵۸) سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/۴۰۱
(۳۵۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷، احکام القرآن ج ۱ ص ۵۰
(۳۶۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷ ب
(۳۶۱) شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۲۳۹، المغنی ج ۸ ص ۱۲۴ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۴۷، نیل الاوطار ج ۸ ص ۷
(۳۶۲) المغنی ج ۸ ص ۱۳۴
(۳۶۳) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۴۷

(۳۶۴) المغنی ج ۸ ص ۷۱۶

(۳۶۵) عبدالرزاق ج ۸ ص ۵۱۹، المحلی ج ۸ ص ۴۵، الاشراف ج ا ص ۴۲۶

(۳۶۶) حوالہ درج بالا۔

(۳۶۷) سنن سعید ج ۳ ص ۱۲/۳

(۳۶۸) احکام القرآن ج ۳ ص ۲۱۴، المغنی ج ۸ ص ۷۱۶، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۲۰، الاشراف ج ا ص ۴۲۶

(۳۶۹) تفسیر قرطبی ج ٦ ص ۲۷۳

(۳۷۰) المحلی ج ۸ ص ۴۰۰

(۳۷۱) المغنی ج ۴ ص ۱۰۳

(۳۷۲) المغنی ج ۴ ص ۱۰۰

(۳۷۳) المحلی ج ۸ ص ۳۳۳

(۳۷۴) المحلی ج ۸ ص ۴۰۰، ج ۹ ص ۱۸۹

(۳۷۵) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۸۰، عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۷۳، المحلی ج ۹ ص ۱۸۹

(۳۷٦) عبدالرزاق ج ا ص ۳۱٦، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۰، سنن دارمی ج ا ص ۲۲۷، المحلی ج ا ص ۲٦۳، ۲٦۲، شرح السنۃ ج ۹ ص ۳۲۲، المغنی ج ا ص ۳٦۱، المجموع ج ۲ ص ۳۹۸، الاوسط ج ۲ ص ۲۳۸، ۲۴۰

(۳۷۷) الاوسط ج ۲ ص ۲۴۰

(۳۷۸) عبدالرزاق ج ا ص ۳۱۲

(۳۷۹) سنن دارمی ج ا ص ۲۱۰

(۳۸۰) سنن دارمی ج ا ص ۲۰۳

(۳۸۱) الاوسط ج ۲ ص ۲۵٦

(۳۸۲) سنن دارمی ج ا ص ۲۰۵، ۲۰٦، الاوسط ج ا ص ۱٦۱

(۳۸۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۲، عبدالرزاق ج ا ص ۳۰۴، ۳۱٦، المجموع ج ۲ ص ۵۴۱

(۳۸۴) المحلی ج ا ص ۲۵۲

(۳۸۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸٦ ج ۲ ص ۲۲۱ ب، عبدالرزاق ج ا ص ۲۱۰، سنن دارمی ج ا ص ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰٦، ۲۲۷، شرح السنۃ ج ۲ ص ۱۴٦ ج ۹ ص ۳۲۲ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۸٦

(۳۸٦) سنن دارمی ج ا ص ۲۰۲، ۲۰٦

(۳۸۷) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۸٦

(۳۸۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۱ ب، عبدالرزاق ج ا ص ۲۱۰، سنن دارمی ج ا ص ۲۰٦، شرح السنۃ ج ۲ ص ۱۴٦، الاوسط ج ۲ ص ۲۱٦

(۳۸۹) المجموع ج۲ص۳۸۴
(۳۹۰) سنن دارمی ج۱ص۲۰۸
(۳۹۱) عبدالرزاق ج۶ص۳۴۶، ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۴۸، الاشراف ج۴ص۲۸۵
(۳۹۲) سنن دارمی ج۱ص۲۰۲
(۳۹۳) المحلی ج۸ص۱۳۸،۱۴۱
(۳۹۴) سنن دارمی ج۲ص۲۸۳
(۳۹۵) المحلی ج۹ص۲۴۱، المغنی ج۹ص۴۲۰۔
(۳۹۶) یہ نمبر غلطی سے لکھا گیا۔ (مترجم)
(۳۹۷) المحلی ج۹ص۱۹۴،۱۹۵
(۳۹۸) المغنی ج۶ص۱۰۹
(۳۹۹) عبدالرزاق ج۹ص۱۶۲، المحلی ج۹ص۳۴۹
(۴۰۰) سنن دارمی ج۲ص۴۲۲، المحلی ج۹ص۳۴۹
(۴۰۱) الاشراف ج۴ص۳۱۰
(۴۰۲) عبدالرزاق ج۲ص۸۹، المجموع ج۳ص۲۸۳،۲۸۴
(۴۰۳) عبدالرزاق ج۲ص۸۶، المحلی ج۳ص۲۴۹، المغنی ج۱ص۴۷۵،۵۳۱
(۴۰۴) الدرالمنثور ج۳ص۱۵۷
(۴۰۵) مسند احمد ج۲ص۳۴۱ تفسیر ابن کثیر ج۲ص۲۸۱
(۴۰۶) ابن ابی شیبہ ج۱ص۸۷ب
(۴۰۷) المحلی ج۱۱ص۳۹۲
(۴۰۸) حوالہ درج بالا۔
(۴۰۹) المحلی ج۱۱ص۳۹۰، الاشراف ج۴ص۱۵۸
(۴۱۰) المجموع ج۶ص۳۶۴،۳۹۲
(۴۱۱) المغنی ج۳ص۱۱۳، عبدالرزاق ج۴ص۱۹۲
(۴۱۲) ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۲۷ب
(۴۱۳) المجموع ج۷ص۲۰۲، المغنی ج۳ص۳۳۹
(۴۱۴) ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۵ب
(۴۱۵) ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۵
(۴۱۶) المحلی ج۱ص۹۹

(۴۱۷) المغنی ج ۱ ص ۱۵۱، الاوسط ج ۱ ص ۳۴۷

(۴۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵

(۴۱۹) ترمذی، نسائی، ابوداؤد فی طھارۃ باب کراھۃ ما یستنجی بہ۔

(۴۲۰) کشف الغمۃ ج ۱ ص ۳۸

(۴۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۸ ب

(۴۲۲) المحلی ج ۹ ص ۳۹۹، المغنی ج ۹ ص ۱۵۶، عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۳۳

(۴۲۳) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۹، المحلی ج ۵ ص ۱۵۹، المغنی ج ۲ ص ۵۲۲

(۴۲۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۳

(۴۲۵) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۰۲

(۴۲۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۴ ب، المحلی ج ۶ ص ۲۱۷

(۴۲۷) عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۰۶

(۴۲۸) فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۲، خراج ابی یوسف ص ۲۳۲، ۲۵۵، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۹۱، نیل الاوطار ج ۷ ص ۳۲۴، ج ۸ ص ۱۴۵، المغنی ج ۸ ص ۴۷۲، تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۲۲۷ تا ۲۲۹، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۴۹۹

(۴۲۹) المغنی ج ۸ ص ۴۸۲

(۴۳۰) المغنی ج ۸ ص ۴۵۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۲

(۴۳۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۸

(۴۳۲) حوالہ درج بالا۔

(۴۳۳) المغنی ج ۸ ص ۴۴۴

(۴۳۴) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۳۱۵

(۴۳۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۸ ب، المغنی ج ۷ ص ۴۷۵

(۴۳۶) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۶۶، المحلی ج ۱۱ ص ۳۴

(۴۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۸ ب

(۴۳۸) المغنی ج ۷ ص ۸۰۷

(۴۳۹) المغنی ج ۷ ص ۸۱۵، ج ۸ ص ۹۶، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۳

(۴۴۰) شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۲۶۹، ترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی تعجیل تسمیۃ المولود۔

(۴۴۱) شرح السنۃ ج ۱۲ ص ۳۳۱

(۴۴۲) البخاری فی الادب باب تسموا باسمی، مسلم فی الادب باب النھی عن التکنی بابی القاسم۔

(۴۴۳) نیل الاوطار ج ۹ ص ۶۳
(۴۴۴) الاشراف ج ۲ ص ۳۸۰، نیل الاوطار ج ۹ ص ۷۶
(۴۴۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷ ب، المغنی ج ۸ ص ۳۰۶
(۴۴۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷ ب
(۴۴۷) المحلی ج ۷ ص ۵۱۷، المغنی ج ۸ ص ۳۲۰
(۴۴۸) الاموال لابی عبید ص ۱۰۳، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۴۳۴
(۴۴۹) المجموع ج ۹ ص ۲۴۹
(۴۵۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸
(۴۵۱) نیل الاوطار ج ۹ ص ۷۷
(۴۵۲) المحلی ج ۱۱ ص ۳۷۴
(۴۵۳) البخاری، مسلم، ابوداؤد، الترمذی، النسائی فی الاشربۃ باب الخلیطین۔
(۴۵۴) عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۱۷
(۴۵۵) المحلی ج ۷ ص ۵۱۳
(۴۵۶) المحلی ج ۷ ص ۴۹۰
(۴۵۷) المغنی ج ۱ ص ۱۰
(۴۵۸) البخاری ج ۱ ص ۳۶۷، شرح السنۃ ج ۲ ص ۶۳
(۴۵۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸
(۴۶۰) حوالہ درج بالا۔
(۴۶۱) المحلی ج ۱۰' ص ۲۰۹، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۵۱، شرح السنۃ ج ۹ ص ۲۲۳' المغنی ج ۷ ص ۱۱۵
(۴۶۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵ ب، ج ۱ ص ۲۳۷
(۴۶۳) سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۹، الاشراف ج ۴ ص ۱۹۱
(۴۶۴) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۶۶
(۴۶۵) سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۹
(۴۶۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۰
(۴۶۷) المجموع ج ۹ ص ۱۶۲، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۴۰۳
(۴۶۸) المحلی ج ۸ ص ۳۴۶
(۴۶۹) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۴۵
(۴۷۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷

(۴۷۱) المحلی ج ۷ ص ۳۵۸

(۴۷۲) شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۲۶۷

(۴۷۳) شرح السنۃ ج ۴ ص ۳۵۳

(۴۷۴) المحلی ج ۷ ص ۲۷۲

(۴۷۵) المجموع ج ۸ ص ۳۰۳، المغنی ج ۸ ص ۶۳۸، نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۱۴

(۴۷۶) شرح السنۃ ج ۴ ص ۳۲۹

(۴۷۷) احکام القرآن ج ۳ ص ۲۳۴ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۴۵ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۶، المحلی ج ۷ ص ۳۷۸، المغنی ج ۳ ص ۴۳۳ ج ۸ ص ۶۳۸، المجموع ج ۸ ص ۳۰۴، نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۱۶

(۴۷۸) تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۴۳

(۴۷۹) المحلی ج ۷ ص ۳۶۲، ۳۶۸

(۴۸۰) المحلی ج ۷ ص ۳۶۲

(۴۸۱) المحلی ج ۷ ص ۳۸۲، المغنی ج ۸ ص ۶۲۰

(۴۸۲) المغنی ج ۸ ص ۶۲۵

(۴۸۳) المحلی ج ۷ ص ۳۶۰، المغنی ج ۸ ص ۶۲۶

(۴۸۴) المغنی ج ۳ ص ۵۵۴ ج ۸ ص ۶۲۴

(۴۸۵) المحلی ج ۷ ص ۳۶۰

(۴۸۶) المحلی ج ۷ ص ۳۷۶، المغنی ج ۸ ص ۶۲۶

(۴۸۷) المحلی ج ۷ ص ۳۷۶

(۴۸۸) المحلی ج ۷ ص ۳۷۵

(۴۸۹) المحلی ج ۷ ص ۳۸۰، المغنی ج ۸ ص ۶۴۰

(۴۹۰) المغنی ج ۸ ص ۶۴۲ تفسیر قرطبی ج ۱۵ ص ۱۱۰

(۴۹۱) المحلی ج ۷ ص ۳۷۶

(۴۹۲) المغنی ج ۸ ص ۶۲۴، المجموع ج ۸ ص ۳۳۶، نیل الاوطار ج ۵ ص ۳۲۱

(۴۹۳) المحلی ج ۷ ص ۳۸۶

(۴۹۴) المغنی ج ۸ ص ۶۳۵

(۴۹۵) المغنی ج ۸ ص ۶۳۲، المجموع ج ۸ ص ۳۴۱

(۴۹۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۰

(۴۹۷) حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۲۸۵

(۴۹۸)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۱

(۴۹۹)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۱۱

(۵۰۰)حوالہ درج بالا۔

(۵۰۱)ابن ابی شیبہ ج اص ۶۰

(۵۰۲)احکام القرآن ج اص ۶۳

(۵۰۳)عبدالرزاق ج ۲ص ۳۴۴،ابن ابی شیبہ ج اص ۵۱

(۵۰۴)عبدالرزاق ج ۲ص ۳۱۸

(۵۰۵)ابن ابی شیبہ ج اص ۹۶ ب،المجموع ج ۴ص ۱۲۴،الاوسط ج ۲ص ۴۰۳

(۵۰۶)عبدالرزاق ج ۲ص ۴۲۳

(۵۰۷)ابن ابی شیبہ ج اص ۹۶

(۵۰۸)عبدالرزاق ج ۲ص ۴۲۳

(۵۰۹)تفسیر ابن کثیر ج ۴ص ۵۵۵،المغنی ج ۵ص ۲۰۴

(۵۱۰)الدرالمنثور ج ۵ص ۵

(۵۱۱)عبدالرزاق ج ۷ص ۲۱۵،المحلی ج ۱۱ص ۲۵۸

(۵۱۲)نیل الاوطار ج ۶ص ۳۷

(۵۱۳)المغنی ج ۵ص ۴۰۴،تفسیر قرطبی ج ۵ص ۲۵۷،شرح السنۃ ج ۲ص ۲۸،کشف الغمۃ ج ۲ص ۲۸،الاشراف ج ا ص ۲۷۱،نیل الاوطار ج ۶ص ۳۸

(۵۱۴)ابن ابی شیبہ ج اص ۲۷۳

(۵۱۵)عبدالرزاق ج ۴ص ۳۴۷،المحلی ج ۵ص ۱۹۵

(۵۱۶)عبدالرزاق ج ۴ص ۳۴۷

(۵۱۷)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۹،المغنی ج ۳ص ۱۹۶

(۵۱۸)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۹،المحلی ج ۵ص ۱۸۲،شرح السنۃ ج ۶ص ۳۹۵،احکام القرآن ج اص ۲۴۵،المجموع ج ۶ص ۵۱۵،المغنی ج ۳ص ۱۸۶

(۵۱۹)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۹ ب،شرح السنۃ ج ۶ص ۳۹۸،تفسیر قرطبی ج ۲ص ۳۳۵،نیل الاوطار ج ۴ص ۲۸۲،المغنی ج ۳ص ۱۹۵،المجموع ج ۶ص ۵۴۲،۵۴۴

(۵۲۰)ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۹

(۵۲۱)حوالہ درج بالا نیز عبدالرزاق ج ۴ص ۲۶۳،المغنی ج ۳ص ۱۹۸،المجموع ج ۶ص ۵۵۹،حلیۃ العلماء ج ۳ص ۱۸۸،تفسیر قرطبی ج ۲ص ۳۳۲،ابن کثیر ج اص ۲۲۴،احکام القرآن ج اص ۲۴۷

(۵۲۲) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۷۲
(۵۲۳) المحلی ج ۸ ص ۱۷، اخبار القضاۃ ج ۲ ص ۹
(۵۲۴) المحلی ج ۱۰ ص ۹۷
(۵۲۵) المغنی ج ۷ ص ۵۷۳، الاشراف ج ۴ ص ۱۴۳
(۵۲۶) المغنی ج ۱ ص ۶۳۲
(۵۲۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱ ب
(۵۲۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۵ ب
(۵۲۹) الاستذکار ج ۱ ص ۶۱، المحلی ج ۲ ص ۲۳۴
(۵۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۵ ب
(۵۳۱) حوالہ درج بالا۔
(۵۳۲) المغنی ج ۳ ص ۴۱۶
(۵۳۳) المغنی ج ۳ ص ۳۹۶
(۵۳۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۷
(۵۳۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷ ب
(۵۳۶) المحلی ج ۹ ص ۵
(۵۳۷) عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۱۴ ج ۳ ص ۱۳۷، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵، المغنی ج ۱ ص ۴۲۲
(۵۳۸) طرح التثریب ج ۲ ص ۱۵۹
(۵۳۹) عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۱۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴ ب
(۵۴۰) المغنی ج ۱ ص ۴۲۱
(۵۴۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴ ب' المغنی ج ۱ ص ۴۱۸
(۵۴۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴
(۵۴۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳ ب
(۵۴۴) حوالہ درج بالا۔
(۵۴۵) حوالہ درج بالا۔
(۵۴۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵
(۵۴۷) المغنی ج ۱ ص ۴۲۲' ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۷
(۵۴۸) المجموع ج ۳ ص ۵۵۰
(۵۴۹) عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۰۷

(۵۵۰)ابن ابی شیبہ ج اص ۳۲ ب، شرح السنۃ ج ۲ص ۲۵۵، الاعتبار ص ۷۱

(۵۵۱)ابن ابی شیبہ ج اص ۳۴

(۵۵۲)ابن ابی شیبہ ج اص ۳٦ ج ۲ص ۱۵۵

(۵۵۳)سنن دارمی ج ۲ص ۳۱۱

(۵۵۴)الاشراف ج اص ۵۱٦

(۵۵۵)المحلی ج ۸ص ۲۵۴، المغنی ج ۵ص ۱۹۷

(۵۵٦)سنن سعید ج ۳ص ۱/۸۴، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۳۰

(۵۵۷)سنن بیہقی ج ۵ص ۸۵، سنن دارمی ج ۲ص ۲۱۸

(۵۵۸)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۴ب

(۵۵۹)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۷ب

(۵٦۰)المحلی ج ۱۱ص ۲۹۰

(۵٦۱)شرح السنۃ ج ۱۰ص ۲۸۱، المغنی ج ۸ص ۱۹۱، نیل الاوطار ج ۷ص ۲٦۲

(۵٦۲)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۷۹، سنن دارمی ج ۲ص ۳۸۳، المغنی ج ۵ص ۱۹۳

(۵٦۳)سنن سعید ج ۳ص ۱/۸۳

(۵٦۴)سنن سعید ج ۳ص ۱/۸۲، المغنی ج ۸ص ۲۱۷

(۵٦۵)عبدالرزاق ج ۱۰ص ۲۹۲

(۵٦٦)سنن دارمی ج ۲ص ۳۸۱

(۵٦۷)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۹

(۵٦۸)شرح السنۃ ج ۱۰ص ۲۹۱، المغنی ج ۸ص ۱۹۷

(۵٦۹)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۴ب

(۵۷۰)حوالہ درج بالا۔

(۵۷۱)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۷۸

(۵۷۲)ابن ابی شیبہ ج اص ۲۳۱ب

(۵۷۳)عبدالرزاق ج ۷ص ۱۰۱

(۵۷۴)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۰ب

(۵۷۵)احکام القرآن ج ۳ص ۱۰٦

(۵۷٦)تفسیر قرطبی ج ۱۰ص ۱۸۲

(۵۷۷)ابن ابی شیبہ ج اص ۲۳۸ب، سنن سعید ج ۳ص ۱/۴/۲۷، سنن بیہقی ج ۷ص ۳۵۸، احکام القرآن ج ۳ص

۱۹۳، شرح السنۃ ج۹ ص۲۲۲، المحلی ج۸ ص۳۳۲ ج۱۰ ص۲۰۳، المغنی ج۷ ص۱۱۸

(۵۷۸) عبدالرزاق ج۶ ص۴۱۰، تفسیر قرطبی ج۱۰ ص۱۸۴

(۵۷۹) عبدالرزاق ج۶ ص۴۰۷

(۵۸۰) تفسیر قرطبی ج۱۰ ص۱۸۴، الاشراف ج۴ ص۱۹۲

(۵۸۱) تفسیر قرطبی ج۱۰ ص۱۸۹، ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۵۹

(۵۸۲) تفسیر قرطبی ج۱۰ ص۱۸۹

(۵۸۳) المحلی ج۹ ص۴۵۹

(۵۸۴) کشف الغمۃ ج۲ ص۶۰

(۵۸۵) تفسیر قرطبی ج۱۰ ص۱۸۲

(۵۸۶) تفسیر قرطبی ج۱۰ ص۱۸۳

(۵۸۷) ابن ابی شیبہ ج۲ ص۱۲۸، خراج ابی یوسف ص۱۹۹

(۵۸۸) تفسیر قرطبی ج۱۰ ص۱۸۳

(۵۸۹) المغنی ج۳ ص۱۲۱، ۱۲۳

(۵۹۰) ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۶۸

(۵۹۱) المغنی ج۳ ص۱۲۳

(۵۹۲) عبدالرزاق ج۷ ص۴۱۰

(۵۹۳) ابن ابی شیبہ ج۲ ص۱۲۸

(۵۹۴) اخبار القضاۃ ج۲ ص۱۰

(۵۹۵) حوالہ درج بالا۔

(۵۹۶) ابن ابی شیبہ ج۲ ص۱۳۴ ب

(۵۹۷) تفسیر قرطبی ج۱۰ ص۱۹۰

(۵۹۸) سنن بیہقی ج۱۰ ص۱۰۹، تفسیر قرطبی ج۴ ص۲۵۰

(۵۹۹) تفسیر قرطبی ج۴ ص۲۵۱

(۶۰۰) احکام القرآن ج۳ ص۳۸۱، تفسیر قرطبی ج۶ ص۱۹۱

(۶۰۱) المجموع ج۴ ص۴۵۲، المغنی ج۲ ص۲۳۰

(۶۰۲) ابن ابی شیبہ ج۲ ص۱۲۸، المحلی ج۱۱ ص۱۶۵

(۶۰۳) المجموع ج۵ ص۱۷۳

(۶۰۴) عبدالرزاق ج۱۱ ص۳۲۶

(۶۰۵)صفۃ الصفوۃ ج ۳ص ۲۳۶
(۶۰۶)تفسیر قرطبی ج ۱۶ص ۳۳۹
(۶۰۷)المحلی ج ۸ص ۲۰۲، المغنی ج ۵ص ۴۷۹، ۴۸۰، تفسیر قرطبی ج ۵ص ۲۵۷، شرح السنۃ ج ۲ص ۲۸، کشف الغمۃ ج ۲ص ۲۸
(۶۰۸)عبدالرزاق ج ۸ص ۱۸۳
(۶۰۹)الاشراف ج ۱ص ۲۵۷
(۶۱۰)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۷۳
(۶۱۱)عبدالرزاق ج ۸ص ۱۸۴
(۶۱۲)شرح السنۃ ج ۱۰ص ۳۷۹
(۶۱۳)عبدالرزاق ج ۱۱ص ۷۰
(۶۱۳ب)المغنی ج ۸ص ۳۲۲
(۶۱۴)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۷
(۶۱۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۵۸ب
(۶۱۶)عبدالرزاق ج ۶ص ۴۵۲، الاشراف ج ۴ص ۲۲۷
(۶۱۷)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۳، الاشراف ج ۴ص ۲۲۸
(۶۱۸)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۷
(۶۱۹)عبدالرزاق ج ۶ص ۴۴۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۳
(۶۲۰)سنن سعید ج ۳ص ۲/۳۳
(۶۲۱)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۷، سنن سعید ج ۳ص ۲/ ۲۵، المحلی ج ۱۰ص ۴۵، المغنی ج ۷ص ۳۱۵، تفسیر قرطبی ج ۳ص ۱۰۶، الاشراف ج ۴ص ۲۲۷
(۶۲۲)الاشراف ج ۴ص ۲۳۵
(۶۲۳)سنن سعید ج ۳ص ۲/ ۳۴، المحلی ج ۱۰ص ۴۴، نیل الاوطار ج ۷ص ۴۹
(۶۲۴)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۶ب
(۶۲۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۵۸ب
(۶۲۶)عبدالرزاق ج ۶ص ۴۶۱
(۶۲۷)عبدالرزاق ج ۶ص ۴۶۸
(۶۲۸)سنن سعید ج ۳ص ۲/ ۳۵، المغنی ج ۷ص ۳۱۸، تفسیر قرطبی ج ۳ص ۱۰۷، الاشراف ج ۴ص ۲۳۲
(۶۲۹)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۶، المحلی ج ۱۰ص ۴۶، المغنی ج ۷ص ۳۱۹

(٦٣٠)ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۷ ب

(٦٣١)ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۷، سنن سعید ج ۳ص ۲/ ۳۵، الاشراف ج ۴ص ۲۲۸

(٦٣٢)المغنی ج ۷ص ۳۳۴

(٦٣٣)عبدالرزاق ج ۶ص ۴۵۲، الاشراف ج ۴ص ۲۲۷

(٦٣٤)عبدالرزاق ج ۶، ص ۴۶۵

(٦٣٥)عبدالرزاق ج ۶ص ۴۶۲، المغنی ج ۷ص ۳۲۷، ۳۳۰، تفسیر قرطبی ج ۳ص ۱۰۹

(٦٣٦)سنن سعید بن منصور ج ۳ص ۲/ ۳۰

(٦٣٧)ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۷

(٦٣٨)عبدالرزاق ج ۶ص ۴۶۹، المغنی ج ۷ص ۳۲۵، تفسیر قرطبی ج ۳ص ۱۰۹، الاشراف ج ۴ص ۲۳۰

حرف الباء

بائن (علیحدہ ہو جانے والا)

⊙ طلاق بائن اس طلاق کو کہتے ہیں جس کے اندر طلاق یافتہ عورت اپنے شوہر کے لیے نئے عقد کے ذریعے حلال ہوتی ہے۔

⊙ بائن طلاق کی انواع اور اس کے احکام۔ (دیکھیے مادہ طلاق نمبر ۳ کے جزب کا جز ج نیز جزھ نیز نمبر ۶ کا جز ج)

بئر (کنواں)

⊙ کنواں اس گہرے گڑھے کو کہتے ہیں جس میں پانی جمع ہو جاتا ہے خواہ زمین سے پھوٹ کر یا اوپر سے جمع ہو کر۔

⊙ کنویں میں نجاست نیز انسان کے گرنے کے احکام اور اس کی تطہیر کے طریقے۔ (دیکھیے مادہ ماء نمبر ۲ کا جز ج)

⊙ کنویں کا حریم (دیکھیے مادہ حریم نمبر ۲)

بحر (سمندر)

⊙ جہاں پانی عظیم مقدار میں جمع ہو، اسے بحر کہتے ہیں۔

⊙ مجوسیوں کے سمندری شکار کو کھا لینے کی اباحت۔ (دیکھیے مادہ صید نمبر ۲)

⊙ سمندری مردار کو کھانے کی مع الکراہت اباحت۔ (دیکھیے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز د)

⊙ سمندر سے نکالے ہوئے موتی وغیرہ کی زکوٰۃ (دیکھیے مادہ رکاز نمبر ۲)

⊙ سمندری جہاز پر سوار افراد جہاز کو غرق ہونے سے بچانے کے لیے اپنا جو اپنا سامان پھینک دیں، اسے اٹھا لینا۔ (دیکھیے مادہ احیاء الموات نمبر ۲) نیز (مادہ لقطۃ نمبر ۲ کا جز أ)

بدعۃ (بدعت)

۱۔ تعریف: دین کے اندر ہر نو ایجاد بات کو بدعت کہتے ہیں جس پر نہ تو صحابہ کرامؓ کا عمل رہا ہو اور نہ تابعین عظام کا اور نہ مذکورہ بات مقاصد شریعت سے مناسبت رکھتی ہو۔

۲۔ بدعت کا حکم:

أ۔ اوپر بیان شدہ تعریف سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کا کوئی عمل خواہ وہ نو ایجاد

کیوں نہ ہو، بدعت نہیں کہا سکتا۔ حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے دن ایک اذان کا اضافہ کر دیا تھا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن پہلی اذان وہ ہے جو امام کے خروج کے وقت دی جاتی ہے۔ اس سے پہلے دی جانے والی اذان تو ایجاد ہے۔''(۱) اسی طرح مقاصد شریعت کو بروئے کار لانے کے لیے لوگوں کے نئے کاموں کو بدعت نہیں کہا جا سکتا مثلاً گندم یا جو کے بدلے فقراء کو دراہم یعنی نقد رقمیں دے دینا جب کہ ایسا کرنا ان کے حق میں زیادہ مناسب اور فائدہ مند ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر صدقۂ فطر میں دراہم دے دیئے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۲)

ب۔ البتہ لوگوں نے جو باتیں مقاصد شریعت کے برخلاف ایجاد کر لی ہیں، وہ قابل مذمت بدعات ہیں اور ان سے اجتناب واجب ہے۔ مثلاً جنازے کے آگے آگے چیختے ہوئے جانا کہ: ''میت کے لیے استغفار کرو۔'' اسی طرح میت پر آہ و بکا کرنا اور اس طرح کے دیگر امور۔ حسن بصریؒ ایک جنازے کے ساتھ نکلے۔ لوگوں نے جنازے پر چیخ پکار شروع کر دی۔ جنازے کے ساتھ جانے والے ایک شخص ثابت یہ دیکھ کر واپس ہو گئے۔ ان سے حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تم ایک باطل چیز کی خاطر حق کو چھوڑے جا رہے ہو۔'' یہ کہہ کر آپ جنازے کے ساتھ چل پڑے۔(۳) یہ واقعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حسن بصریؒ اللہ یا اس کے رسول ﷺ کے امر کردہ فرض یا واجب یا سنت کو اس کے ساتھ کسی بدعت کے وجود کی بنا پر اسے ترک کر دینے کی رخصت نہیں دیتے تھے۔ آپ نے جنازے کے ساتھ جانے کو جو کہ سنت ہے، جنازے کے پیچھے چیخ و پکار کی بدعت کے ظہور کی وجہ سے ترک کرنے کی رخصت نہیں دی۔ طلاق بدعت بھی اس نوع کی بدعت ہے جو شریعت کے اہداف اور اس کے مقاصد کے ساتھ ٹکراتی ہے۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز ھ)

ج۔ عقیدے میں بدعت قبیح ترین بدعت ہے۔ اسلام میں بدعات پر مبنی عقائد ہر وہ عقیدہ ہے جو اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کے خلاف ہو۔ مذکورہ عقائد کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ کافر بنا دینے والی بدعات جو اپنے معتقد کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتی ہیں۔ مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو وجود تھے۔ ایک لاہوتی اور دوسرا ناسوتی۔ آپ زمین پر تو علی تھے لیکن آسمان میں (نعوذ باللہ) الٰہ تھے۔ آپ نے وفات نہیں پائی۔ آسمان کی طرف واپس چلے گئے؛ یا مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ سبحانہ بذاتہ بندوں کے اجساد میں حلول کر گیا ہے۔ (نعوذ باللہ) یا اسی طرح کے دیگر عقائد جو دائرۂ اسلام سے خارج کر دینے والے ہوتے ہیں۔

۲۔ کافر نہ بنانے والی بدعات مثلاً معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ کے عقائد۔ انہیں اہل اہواء اور مبتدعہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ حسن بصریؒ نے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ ایک شخص نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے جواب دیا: ''نماز پڑھ لو۔ نماز پڑھانے والے کی بدعت اس کے اپنے سر ہو گی۔''(۴)

۳۔ مبتدع یعنی بدعتی: جب ہم مبتدع کا کلمہ بولتے ہیں تو اس سے عقیدے کا مبتدع مراد ہوتا ہے۔ مبتدع پر: "صاحب الھوی" (خواہش کے غلام) کے اسم کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔

حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مبتدع یعنی صاحب الھویٰ کی حرمت اس کے ابتداع کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی کے متعلق آپ فرمایا کرتے: "تین افراد کی کوئی حرمت نہیں ہوتی۔ صاحب الھویٰ کی، علانیہ فاسق کی اور ظالم امام یعنی حاکم کی۔" (۵) جب مبتدع کی حرمت ساقط شدہ ہے تو اس کی غیبت کرنے والا گنہگار قرار نہیں پائے گا۔ بنا بریں حسن بصریؒ فرمایا کرتے: "اہل بدعات کی کوئی غیبت نہیں۔" (۶)

(دیکھئے مادہ غیبۃ نمبر ۳)

⊙ مبتدع کے جنازے کے ساتھ جانا۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۶ کا جز اُ کا جز ۳)

بدل (بدل)

⊙ دیت کے اندر بدل حوالہ کرنا۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کے جز ا کا جز ب)

⊙ صدقۂ فطر میں بدل کے اخراج کا جواز۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۴) مال کی زکوۃ میں نہیں۔ (دیکھئے زکاۃ نمبر ۴ کا جز ج)

⊙ اصل متعذر ہونے کی صورت میں بدل کو بروئے کار لانا۔ (دیکھئے مادہ تیمم) نیز (مادہ نذر نمبر ۳ کے جز ج کے جز د کا جز ھ) نیز (مادہ ظھار نمبر ۷ کا جز ج) نیز (مادہ یمین نمبر ۲) نیز (مادہ قتل نمبر ۵ کے جز د کا جز ۳) نیز (مادہ حج نمبر ۷ کے جز ب کا جز ۶ نیز جز ج کا جز ۳)

⊙ یہ جائز ہے کہ دراہم کے بدلے ایک چیز فروخت کر کے اسی دن کے بھاؤ کے حساب سے دینار وصول کر لیے جائیں۔ (۷)

⊙ اگر بیع صرف (سونے چاندی کی بیع) کے اندر دونوں بدل (ثمن اور مبیع) میں سے کسی ایک کے اندر عیب پایا جائے تو متعلقہ فریق کے لیے اس کے بدل کا مطالبہ جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ھ کا جز ۲)

بدوی (بدو) دیکھئے مادہ اعرابی

برغوث (پسو)

حسن بصریؒ نے فرمایا: "مکھی، مچھر اور پسو کے خون میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔" (۸)

بسملۃ (بسم اللہ پڑھنا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا بسملۃ کہلاتا ہے۔

⊙ وضو اور تیمم کے لیے بسم اللہ پڑھنا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کا جز ب) نیز (مادہ تیمم نمبر ۷ کا جز ب)

⊙ غسل کے لیے بسم اللہ پڑھنا۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۵ کا جز اُ)

⊙ نماز کے اندر بسم اللہ پڑھنا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جز ج کا جز ۲)

- ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۵)
- اضحیہ یعنی قربانی کے جانور پر بسم اللہ پڑھنا۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۶)
- شکار پر بسم اللہ پڑھنا۔ (دیکھئے مادہ صید نمبر ۳ کا جزج)

بعوض (مچھر)

حسن بصریؒ مچھر کے خون میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (دیکھئے مادہ دم نمبر ۲ کا جزب)

بعیر (اونٹ) دیکھئے مادہ ابل

بغاء (کسبن ہونا)

عورت کا اجرت لے کر بدکاری کرنا بغاء کہلاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ زنا)

بغل (خچر)

گھوڑی اور گدھے کے ملاپ سے پیدا ہونے والے بچے کو خچر کہتے ہیں۔

- اگر خچر برائے تجارت نہ ہوں تو ان پر زکوۃ عائد نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جزواؤ کا جزے)
- خچر کا گوشت کھانے کا حکم۔ (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جزج)
- خچر کا جھوٹا۔ (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کے جزب کا جز۲)
- اگر جنگ کے اندر کوئی مجاہد خچر پر سوار ہو کر لڑے تو اس بنا پر مذکورہ خچر مال غنیمت میں سے کسی مقررہ حصے کا مستحق نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۶ کے جزج کا جز۲)

بغی (بغاوت)

۱۔ تعریف: مسلمانوں کی کسی جماعت کا جس کے اندر اپنے دفاع کی صلاحیت ہو، امام المسلمین کے خلاف کسی تاویل کے تحت خروج/بغی کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم:

أ۔ حسن بصریؒ فتنوں، خون ریزیوں اور آبروؤں کے بارے میں سب سے بڑھ کر علم رکھتے تھے۔ (۹) آپ کا یہی علم آپ کے زمانے میں حجاج کے ظلم وستم کے خلاف اٹھنے والی بغاوتوں میں شرکت کے جال میں پھنسنے سے روکتا رہا۔ باوجودیکہ ان بغاوتوں کے بعض قائدین نے بڑا زور لگایا تھا اور بڑی تمنا کی تھی کہ آپ ان کی صف میں شامل ہو جائیں۔ حجاج کے خلاف بغاوت کرنے والے سالار ابن الاشعث کے رفقاء نے اس سے کہا تھا کہ: ''اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے اردگرد اسی طرح اپنی جانیں قربان کریں۔ جس طرح انہوں نے حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے اردگرد اپنی جانیں قربان کی تھیں تو حسن بصریؒ کو نکالو اور انہیں پیغام بھیج کر اپنے ساتھ شامل کرنے پر انہیں مجبور کرو۔'' (۱۰)

ب۔ ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ ظالم حاکم کے خلاف صرف اس کے ظلم کی وجہ سے خروج کو جائز قرار نہیں دیتے تھے بلکہ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک حاکم سے صریح کفر کا ظہور نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں۔ لوگوں نے آپ سے کہا: ''اس سرکش انسان کے خلاف جنگ کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جس نے ناحق خون بہایا اور لوگوں کا مال ناحق لے لیا؟'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''میری رائے ہے کہ تم اس کے خلاف جنگ نہ کرو۔ اگر یہ اللہ کی طرف سے سزا کے طور پر مسلط ہوا ہے تو تم اپنی تلواروں کے ذریعے اللہ کی سزا کو نہیں لوٹا سکتے۔ اگر یہ بلا بن کر نازل ہوا ہے تو صبر کرو حتی کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے۔ وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔'' لوگ یہ سن کر آپ کے پاس سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ: ''کیا ہم اس موٹے عجمی کی بات مان لیں!!'' پھر یہ لوگ ابن الاشعث کے ساتھ ہو گئے اور سب کے سب مارے گئے۔ (۱۱) آپ سے جب کہا جاتا کہ: ''آپ خروج کر کے موجودہ نظام کو کیوں نہیں بدل ڈالتے؟'' تو آپ جواب دیتے: ''اللہ تعالیٰ صرف توبہ کے ذریعے حالات میں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے، تلوار کے ذریعے نہیں۔'' (۱۲)

۳۔ باغی کے خون کا مباح ہو جانا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ باغی جب شرعی یعنی قانونی امام کے خلاف تلوار اٹھا لے تو اس کا خون ہدر یعنی مباح ہو جاتا ہے۔ عباد بن عوف نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''چور نیز حروری یعنی باغی اور مستعرض کو قتل کر دو۔'' (۱۳) (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ز) مستعرض سے مراد صائل یعنی حملہ آور ہے۔

بقر (گائیں)

گائے کی زکوٰۃ۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جز واؤ کا جز ۵)

دیت کے اندر کتنی گائیں دی جائیں گی؟ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ا کا جز ب)

قربانی کے اندر دو سالہ گائے یا بیل کی سات افراد کی طرف سے قربانی جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۴ کا جز أ) ہدی کے طور پر بھی اس کا جواز ہے۔ (دیکھئے مادہ ھدی نمبر ۲ کا جز ھ)

بکارۃ (پردۂ بکارت)

ا۔ تعریف: بکارت اس باریک پردے کو کہتے ہیں جو عورت کے اندام نہانی کے اگلے حصے کو ڈھانپے رہتا ہے۔

۲۔ بکارت کے اثرات:

- پردۂ بکارت چاک کرنے کے نتیجے میں عائد ہونے والا جرمانہ۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز واؤ)
- پردۂ بکارت کا زائل ہو جانا زنا کاری کی دلیل نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جز د)
- اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ: ''میں نے تمہیں کنواری نہیں پایا'' تو یہ قذف نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۲ کا جز أ)

⊙ کنواری کے ساتھ یہ بات مختص ہے کہ جب اس کے ساتھ نکاح ہو تو ابتدائی تین راتیں اس کے پاس گزاری جائیں۔ (۱۴) (دیکھئے مادہ قسمۃ نمبر ۴ کا جزج)

⊙ اگر باکرہ یعنی کنواری عورت بدکاری کرے تو اس پر جاری ہونے والی حد زنا۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز أ کا جز ۲)

بلہ (کم عقلی)

۱۔ تعریف: ایسے کم عقل انسان کو ابلہ کہا جاتا ہے جس کی عقل پوری طرح زائل نہ ہوئی ہو۔ اس لیے کہ زوال عقل جنون کہلاتا ہے۔

۲۔ ابلہ کے احکام: حسن بصریؒ ابلہ کو نابالغ کی طرح تصور کرتے تھے کیونکہ دونوں ہی ضعیف العقل ہوتے ہیں۔ ابلہ کے سامنے عورت کے لیے بے پردہ ہونا اور اپنے بال کھولنا آپ جائز قرار دیتے تھے۔ (۱۵)

بلوغ (بالغ ہونا)

۱۔ تعریف: نابالغی کے مرحلے کی انتہاء اور مکلف قرار پانے کی ابتداء کو بلوغ کہتے ہیں۔

۲۔ بلوغ کی علامتیں: فقہائے سلف کے مابین اس امر پر اتفاق ہے کہ بیداری یا نیند کی حالت میں مادۂ تولید کا خروج مذکر کے بلوغ کی اور حیض کا آ جانا یا حمل کا استقرار مونث کے بالغ ہو جانے کی علامت ہے۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۱)

۳۔ بلوغ کے اثرات: بالغ ہونے کی بنا پر انسان دنیا اور آخرت دونوں میں مکلف قرار پاتا ہے۔ آخرت کے اعتبار سے اس کی نیکیوں اور بدیوں کی فہرست تیار ہونی شروع ہو جاتی ہے تاکہ اس کا محاسبہ ہو سکے۔ بچے کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب بچہ بارہ برس کا ہو جاتا ہے تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بدیاں لکھی نہیں جاتیں۔ یہاں تک کہ جب وہ بالغ ہو جاتا ہے تو اس کی نیکیاں اور بدیاں دونوں لکھی جاتی ہیں۔'' (۱۶)

دنیاوی اعتبار سے درج ذیل تصرفات کے لیے بالغ ہونا شرط ہے:

⊙ بالغ ہوئے بغیر اس پر عبادت کا وجوب نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴ کا جز أ) نیز (مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ صیام نمبر ۲)

⊙ اس کے عقود کی صحت کے لیے بلوغ شرط ہے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جز أ) نیز (مادہ نکاح نمبر ۵ کے جز أ کا جزء) نیز (مادہ تحلیل نمبر ۳ کا جز ب)

⊙ اس کے تبرعات کے لیے بلوغت شرط ہے۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ وصیۃ نمبر ۵ کا جز أ)

⊙ اسقاطات کے لیے اس کی بلوغت شرط ہے کیونکہ اپنے حقوق کا اسقاط دراصل تبرع کی صورت ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ ابراء) نیز (مادہ شفعۃ نمبر ۳ کا جز ب)

⊙ اس کے اقرار کی تمام صورتوں کے لیے اس کا بالغ ہونا شرط ہے۔ (دیکھئے مادہ اقرار نمبر ۲ کا جز أ)

⊙ تمام ذمہ داریاں اور عہدے سنبھالنے کے لیے بلوغت شرط ہے۔(دیکھئے مادہ امارۃ) نیز (مادہ ولایۃ نمبر۱) نیز (مادہ وصیۃ نمبر ۶ کا جزج) نیز (مادہ شھادۃ نمبر ۳ کا جزد)

⊙ تصرفات سے قاصر فرد پر ولی کی ولایت کے خاتمے کے لیے قاصر کا بالغ ہو جانا شرط ہے۔(دیکھئے مادہ حضانۃ نمبر ۲ کا جزج) نیز (مادہ خیار نمبر ۲ کا جزھ)

⊙ مجرم پر حدود اور قصاص کے اجراء کے لیے اس کا بالغ ہونا شرط ہے۔(دیکھئے مادہ احصان نمبر ۲ کا جز ا کا جزا نیز جزب کا جزا) نیز (مادہ حد نمبر ۲ کا جز ا) نیز (مادہ جنایۃ نمبر ۳ کا جزج) نیز (مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ا) نیز (مادہ سرقۃ نمبر ۲) نیز (مادہ قذف نمبر ۳ کا جز ا) نیز (مادہ صغیر)

بنت (بیٹی)

بیٹی کی میراث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۰ کا جز واؤ)

⊙ ایک شخص اگر: ''بنو فلان'' کہے تو اس میں بیٹیاں بھی داخل ہوں گی۔(دیکھئے مادہ ابن) نیز (دیکھئے مادہ تولد)

بھیمۃ (چوپایہ) دیکھئے مادہ حیوان

بول (پیشاب)

۱۔ تعریف: بول اس بہنے والے مادے کو کہتے ہیں جسے گردے خارج کرتے ہیں اور جو مثانہ میں جمع ہوتا رہتا ہے اور پھر مثانہ اسے ایک خاص راستے سے جسم سے خارج کر دیتا ہے۔

۲۔ پیشاب کی نجاست: پیشاب یا تو انسان کا ہوگا یا جانور کا۔

ا۔ انسانی پیشاب: انسان کا پیشاب علی العموم ناپاک ہوتا ہے۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے اس بات سے روکا ہے کہ انسان ایسی جگہ پیشاب کرے جہاں وہ غسل کر رہا ہو یعنی وہ جگہ ایسی ہو کہ غسل کا پانی وہاں جمع ہو جاتا ہو۔ ایسی جگہ پیشاب کرنا پانی کے اندر نجاست پھیل جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ ہشام نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ غسل کے مقام میں پیشاب کرنے کو مکروہ تصور کرتے تھے۔(۱۷) کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو بھی آپ ناپسند کرتے تھے۔(۱۸) تاکہ پیشاب کا کوئی حصہ پلٹ کر پیشاب کرنے والے کو نہ لگ جائے۔ اگر پیشاب ناپاک نہ ہوتا تو آپ یہ بات مکروہ قرار نہ دیتے۔ ایک بچے نے کنویں میں پیشاب کر دیا۔ آپ نے کنویں سے پانی نکالنے کا حکم دیا۔(۱۹) نیز فرمایا: ''اگر کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جائے اور اسے معلوم نہ ہو کہ کہاں لگا ہے تو اگر پیشاب لگنے کا یقین ہو تو سارا کپڑا دھوئے۔''(۲۰)

ب۔ جانور کا پیشاب: حسن بصریؒ حلال جانور اور حرام جانور کے پیشاب میں فرق کرتے تھے:

ا۔ ایسے جانور کا پیشاب جس کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔ غیر ماکول اللحم جانور مثلاً چوہے وغیرہ کا پیشاب ناپاک ہے۔ عمرو بن عبید نے حسن بصریؒ سے کہا: ''میں وضو کا پانی رکھتا ہوں اور پھر چوہیا اس سے آ کر پی لیتی

ہے۔'' آپ نے جواب دیا: ''اسے بہا دو کیونکہ چیزوں کو خراب کرنے والی یہ چوہیا جب کوئی پانی پیتی ہے تو اس میں پیشاب بھی کر دیتی ہے۔''(۲۱) (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۲ کا جز أ) اسی مفہوم پر آپ کا یہ قول محمول ہوگا کہ: ''زمین پر چلنے والے ہر جانور کا پیشاب دھویا جائے گا۔''(۲۲) اس اصول سے پرندوں کا پیشاب اور ان کی بیٹ مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔ اشعث نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے چمگادڑوں کے پیشاب کے سلسلے میں رخصت دی ہے۔(۲۳) گدھی کا پیشاب اگرچہ ناپاک ہے لیکن علاج کی خاطر اسے پی لینے کی آپ نے رخصت دی ہے۔(۲۴) (دیکھئے مادہ تداوی نمبر ۳ کا جز د) نیز (مادہ حمار نمبر ۴)

۲۔ ایسے جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب پاک ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جگالی کرنے والے جانور کے پیشاب میں کوئی مضائقہ نہیں۔''(۲۵)

۳۔ پیشاب سے تطہیر:

أ۔ دھونا: جن پیشابوں کے بارے میں ہم نے کہا ہے کہ یہ ناپاک ہیں، دھونے کے ذریعے ان سے تطہیر حاصل ہو جاتی ہے۔(۲۶)

ب۔ پانی چھڑکنا: درج بالا قاعدے سے ایسے بچے کا پیشاب مستثنیٰ ہے جس نے ابھی ٹھوس غذا کھانا نہ شروع کی ہو۔ اس کے پیشاب پر پانی چھڑک کر اسے پاک کیا جا سکتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بچے کے پیشاب پر اس وقت تک پانی چھڑک کر اسے پاک کیا جائے گا جب تک وہ طعام کھانا شروع نہ کر دے اور بچی کا پیشاب دھویا جائے گا۔''(۲۷) ایک اور روایت کے مطابق دونوں کے پیشاب کو غذا خوری تک پانی چھڑک کر پاک کیا جائے گا۔(۲۸) ایسے جانوروں کا پیشاب جن سے بچنا مشکل ہو اور جو انسانوں کے ساتھ ہمیشہ رہتے ہوں مثلاً کام کرنے والے جانور وغیرہ تو حسن بصریؒ کی رائے میں اس پر پانی چھڑک دینا کافی ہوگا۔ آپ فرمایا کرتے تھے: ''جانوروں کے پیشاب پر پانی چھڑک کر اگر تطہیر کر لی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (۲۹)

ج۔ اگر ناپاک پیشاب کسی کپڑے کو لگ جائے اور اس کے مقام کی تحدید نہ ہو سکے تو سارا کپڑا دھونا واجب ہو گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جائے لیکن اسے معلوم نہ ہو کہ کہاں لگا ہے تو اسے پیشاب لگ جانے کا یقین ہو تو سارا کپڑا دھوئے۔''(۳۰)

بیت المال (بیت المال)

۱۔ تعریف: بیت المال اس اعتباری ڈھانچے کو کہتے ہیں جہاں حکومت کا سارا مال جمع ہوتا ہے اور جہاں سے حکومت کے تمام اخراجات حاصل کیے جاتے ہیں۔

۲۔ بیت المال کی آمدنی کے ذرائع: یہ ذرائع بہت ہیں۔

أ۔ ظاہر اموال کی زکوٰۃ مثلاً مویشیوں، فصلوں، دفینوں اور تجارتی اموال کی زکوٰۃ، اسی طرح مال داروں کی

طرف سے اپنی نکالی ہوئی زکوٰۃ کی رقمیں جنہیں وہ بیت المال میں جمع کراتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۷)

ب۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ: یہی حصہ مال غنیمت میں سے حکومت کا ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۶ کا جز اُ)

ج۔ کافروں کے ایسے اموال جنہیں مسلمان جنگ کے بغیر جائز طریقے سے حاصل کریں مثلاً خراج اور جزیہ وغیرہ۔ (دیکھئے مادہ جزیۃ)

د۔ گمشدہ جانور اور لقطہ اگر اسے اٹھانے والا شخص اپنے پاس اسے نہ رکھنا چاہے۔ (دیکھئے مادہ لقطۃ)

ھ۔ ہر ایسا مال جس کا کوئی مالک نہ ہو مثلاً ایک شخص وفات پا جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو مثلاً لقیط (ایسا بچہ جو کہیں گرا پڑا ملا ہو) اگر وفات پا جائے اور اس کی نہ تو کوئی بیوی ہو اور نہ کوئی بچہ۔ (دیکھئے مادہ وارث نمبر ۱۴)

۳۔ بیت المال کے مصارف: بیت المال کے تین شعبے ہوتے ہیں۔

اُ۔ شعبۂ زکوٰۃ: اس شعبے سے ان آٹھ مصارف پر مال خرچ کیا جائے گا جن کا ذکر اللہ نے سورۂ توبہ آیت نمبر ۶۰ میں کیا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو نیز یہ گردنیں چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال ہونے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔)

ب۔ شعبۂ غنائم: اس شعبے سے ان مصارف پر مال خرچ کیا جائے گا جن کا ذکر اللہ نے سورۂ انفال آیت نمبر ۴۱ میں فرمایا ہے۔ آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے، اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔)

ج۔ شعبۂ فئی: زکوٰۃ اور مال غنیمت کے پانچویں حصے کے سوا حکومت کی دیگر تمام آمدنیاں اسی شعبے میں جمع ہوتی ہیں اور حکومت کے تمام اخراجات یہیں سے کیے جاتے ہیں مثلاً ملازمین کی تنخواہیں، شاہراہوں کی مرمت نیز بے سہارا افراد اور لقیط الطفل کے اخراجات وغیرہ۔ (۳۰ ب) (دیکھئے مادہ نفقۃ نمبر ۵)

۴۔ بیت المال سے مال چرانا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ بیت المال کے اندر ہر مسلمان کا حق ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی مسلمان بیت المال میں چوری کا ارتکاب کرے تو مذکورہ حق وہ شبہ ہوگا جس کے تحت حد سرقہ اس سے ساقط ہو جائے گی۔ بیت المال کے چور کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''اگر بیت المال میں اس کا حصہ ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر حصہ نہ ہو تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔'' (۳۱) (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جز د)

۵۔ بیت المال کی لونڈی کے ساتھ تسری (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جزج)

بیض (انڈے)

حرم کے اندر جانور کے انڈوں کا اتلاف اور اس پر واجب ہونے والا جرمانہ۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جزب کا جزا)

بیع (خرید و فروخت)

۱۔ تعریف: ملکیت میں لینے اور ملکیت میں لینے کی غرض سے مال کے ساتھ مال کے تبادلے کو بیع کہتے ہیں۔

۲۔ متبایعان (فروخت کنندہ اور خریدار یعنی بائع اور مشتری)

اً۔ عاقل ہونا: دونوں میں سے ہر ایک کا عاقل ہونا بیع کے لیے شرط ہے۔ اگر دیوانگی یا نشہ کی وجہ سے عقل زائل ہو چکی ہو تو اس کی بیع درست نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۵ کا جزب)

ب۔ وصی کا ترکہ میں سے کسی چیز کی خریداری کرنا: اگر ایک شخص کسی کو اس بات کی وصیت کر جائے کہ وہ اس کی وفات کے بعد اس کے اموال کی دیکھ بھال کرے گا نیز اس کا ترکہ تقسیم کرے گا تو اسے اس ترکہ میں سے کسی چیز کی خریداری کا حق نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ وصی ترکہ میں سے کسی چیز کی خریداری کرلے۔'' (۳۲) لیکن اگر وہ ایسا کرلے تو کیا اس کی یہ خریداری درست ہوگی؟ اس بارے میں ہمیں آپ کا کوئی قول ہاتھ نہیں لگا۔ ظاہر یہی ہے کہ مذکورہ خریداری درست نہیں ہوتی کیونکہ اس کی مثال اس شخص جیسی ہوگی جس کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو کوئی مال فروخت کردے۔

ج۔ دیہاتی کے لیے شہری کی خرید و فروخت اور اسی طرح کی دیگر صورت: حسن بصریؒ نے دیہاتی کے لیے شہری کی خریداری کو جائز قرار دیا ہے۔ (۳۳) لیکن اس کے لیے فروخت کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ: ''اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے فروخت کا کام نہ کرے۔'' (۳۴) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بدوی کے لیے خریداری کرو لیکن اس کے لیے فروخت کا کام نہ کرو۔'' (۳۵) یہ جائز ہے کہ شہری دیہاتی سے دیہاتی کے لیے خریداری کرے۔ ابن حزم نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''شہری اگر دیہاتی سے دیہاتی کے لیے خریداری کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' آپ سے پوچھا گیا: ''اگر شہری سے دیہاتی کے لیے خریداری کرے تو؟'' آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ (۳۶)

شہری کی دیہاتی کے لیے بیع کے اندر یہ صورت بھی داخل ہے کہ ایک شخص اپنی فروخت شدہ چیز کو اس کے مشتری کی نیابت کے تحت آگے فروخت کردے۔ اس لیے کہ بائع ایک مال اور اس کے بھاؤ کے متعلق مشتری سے بڑھ کر جانکاری رکھتا ہے۔ ایسی صورت کے اندر خریداروں کو ملنے والے مواقع ان کے ہاتھوں سے گنوا دینا لازم آتا ہے۔ ابوکعب کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ: ''میں ریشم فروخت کرتا ہوں اور عورتیں نیز دیہاتی مجھ سے اس کی خریداری کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ: ''اب اسے ہمارے لیے

فروخت بھی کر دو کیونکہ بازار کے بارے میں تمہیں زیادہ معلومات ہیں۔'' حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا: ''تم نہ اسے فروخت کرو اور نہ خریدو۔ بس انہیں بازار کے بارے میں رہنمائی کر دو۔'' (۳۷)

د۔ ولی کا یتیم کے مال سے تجارت کرنا: تجارت کرنے والا چونکہ اپنا منافع کی طرح نقصان کے حوالے بھی کر دیتا ہے۔ اس لیے حسن بصریؒ ولی کے لیے یتیم کے مال سے تجارت کرنے کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے کیونکہ ایسا کرنے میں یتیم کے مال کے لیے خطرہ مول لینا ہوتا اور ایسا نہ کر کے خسارے اور گھاٹے سے اجتناب ہو جاتا۔ نیز یتیم کا مال ذخیرہ رکھنا اس کے لیے زیادہ محفوظ ہوتا۔ تاہم جمہور کی رائے اس کے برخلاف ہے حتیٰ کہ ابن قدامہ نے: ''المغنی'' میں بیان کیا ہے کہ: ''ہمیں نہیں معلوم کہ کسی نے یتیم کے مال سے تجارت کرنا جائز قرار دیا ہو سوائے اس رائے کے جو حسن بصریؒ سے مروی ہے۔'' (۳۸)

ھ۔ دشمن کے ساتھ تجارت کرنا: مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ایسے فعل سے باز رہیں جس سے دشمن کو تقویت پہنچتی ہو سوائے ایسے کاموں کے جن کے لیے وہ مجبور ہوں۔ بنا بریں حسن بصریؒ کے نزدیک اصولی طور پر دشمن کے ساتھ تجارت کی ممانعت ہے۔ خواہ یہ اشیائے خوردنی وغیرہ کی تجارت ہو یا مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مددگار ثابت ہونے والی اشیاء مثلاً ہتھیاروں اور جنگی جانوروں کی تجارت ہو۔ جو شخص دشمن کی سرزمین میں اشیائے خوردنی لے کر جائے، اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''یہی ہیں فاسق لوگ۔'' (۳۹) نیز فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ مسلمانوں کے دشمنوں کے پاس ایسے ہتھیار پہنچائے جو انہیں مسلمانوں کے خلاف تقویت پہنچائیں، نہ جنگی گھوڑے لے کر جائیں اور نہ ایسے ہتھیار اور جانور جو دشمن کے لیے مددگار ثابت ہوتے ہوں۔'' (۴۰) کافر کے ہاتھ مسلمانوں کے غلام اور لونڈی کی فروخت جائز نہیں ہے خواہ یہ غلام اور لونڈی مسلمان ہوں یا کافر۔ (۴۱)

و۔ مریض کی بیع و شراء: حسن بصریؒ کے نزدیک اصولی طور پر مرض الموت میں گرفتار مریض کے تمام عقود معاوضہ کا جواز ہے خواہ یہ عقود بیع کی صورت میں ہوں یا شراء کی شکل میں کیونکہ مریض بھی منفعت کا متلاشی ہوتا ہے اور کسی تہمت کا بھی انتفاء ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''مریض کی تزویج (کسی سے کسی کا نکاح کرا دینا) اور اس کی فروخت اور خرید سب جائز ہیں۔'' (۴۲) اگر اس کی بیع میں تہمت کا کوئی پہلو پایا جائے مثلاً وہ اس بیع کے ذریعے اپنے اموال کو دور کرنا چاہتا ہو تا کہ یہ اموال اس کے ورثاء کے ہاتھ نہ آئیں تو پھر اس کی یہ بیع جائز نہیں ہو گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مریض اپنی بیع کے ذریعے نقصان پہنچانا چاہتا ہو تو یہ بیع جائز نہیں ہو گی۔'' (۴۳)

۳۔ مبیع (فروخت ہونے والا مال) بیع کی صحت کے لیے مبیع کے اندر درج ذیل شرائط کا وجود ضروری ہے۔

أ۔ مبیع مسلمانوں کے نزدیک مال ہو۔ مال کے کلمہ سے ہماری مراد ہر وہ چیز ہے جس کی قیمت مال کے ذریعے سے لگائی جا سکتی ہو۔

ا۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے مصاحف کی بیع کو جائز قرار دیا ہے۔ مصاحف کے حصول کے لیے جو مال خرچ کیا

جائے گا، وہ دراصل کاغذ اور اس سیاہی کا ثمن ہوگا جس کے ذریعے اللہ کے کلام کی کتابت کی گئی ہو۔ یہ اللہ کے کلام کا ثمن نہیں ہوگا۔ حمید نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ مصاحف کی فروخت کو ناجائز قرار دیتے تھے پھر مطر الوراق آپ کے پیچھے لگے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے انہیں اس کی رخصت دے دی۔ (۴۴) آپ نے بلے کی بیع کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اس کی بیع کی ممانعت میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔ (۴۶) آپ نے ایک شوہر کے لیے اپنی بیوی کے اس بچے کی فروخت کو بھی جائز قرار دیا ہے جو ولد زنا ہو۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو بدکاری کے کام پر لگا دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ بچے کو جنم دیتی ہے۔ آیا وہ اس حرامی بچے کو فروخت کر کے اس کا ثمن کھا سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''یہ بچہ مذکورہ شخص کے بعض مال کی طرح ہے۔''(۴۷)

۲۔ اگر مبیع حلال مال ہو تو بیع کی صحت پر بائع کا یہ علم اثر انداز نہیں ہوگا کہ مشتری اس مبیع کو حرام کام میں استعمال کرے گا یا وہ حلال مبیع کو حرام میں تحویل کر دے گا۔ اگر چہ بیع نہ کرنا احسن ہے۔ حسن بصریؒ نے فتویٰ دیا تھا کہ ایسے شخص کے ہاتھ خشک کھجور فروخت کر دینے میں کوئی حرج نہیں جو اس کے ذریعے نشہ آور مشروب تیار کرنا چاہتا ہو۔ (۴۸) حسن بصریؒ نے ان اشیاء کی بیع کو اس لیے جائز قرار دیا تھا کہ یہ مال کہلاتی تھیں۔

البتہ اگر ایک چیز مسلمانوں کے نزدیک مال نہ ہو تو مسلمان کے لیے اس کی فروخت جائز نہیں ہوگی خواہ وہ غیر مسلموں کے نزدیک مال کیوں نہ ہو۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے درج ذیل اشیاء کی فروخت کی ممانعت کی ہے۔

آپ نے ولاء کی فروخت کی ممانعت فرمائی اور اس کی بیع کو جائز قرار نہیں دیا کیونکہ ولاء نسب کی طرح ہے اور مال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ولاء نسب کی طرح ایک شاخ ہے۔ اسے نہ تو فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ۔''(۴۹) آپ نے کتے کی بیع کو جائز قرار نہیں دیا خواہ وہ تعلیم یافتہ یعنی سدھایا ہوا کیوں نہ ہو۔ (۵۰) کیونکہ اصل کے اعتبار سے یہ ناپاک ہے اور ناپاک اشیاء کی ملکیت نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ مال نہیں ہوتیں۔ حضرت ابو مسعود بدریؓ نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ ﷺ نے کتے کے ثمن، پیشہ کرانے والی عورت کے مہر اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا ہے۔''(۵۱) آپ نے مردار کی کھال کی فروخت کو اس وقت تک جائز قرار نہیں دیا جب تک اسے کمالیا نہ جائے۔ (۵۲) کیونکہ ایسی کھال ناپاک ہوتی ہے اور ناپاک اشیاء مال نہیں ہوتیں۔ اسی طرح آزاد فرد کو فروخت کر دینا بھی آپ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اس لیے کہ آزاد انسان مال نہیں ہوتا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک آزاد شخص دوسرے سے کہے کہ تم مجھے فروخت کر دو اور جو ثمن حاصل ہوگا، وہ ہمارے درمیان آدھا آدھا ہو جائے گا تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ دونوں کو سزا دی جائے گی اور خریدار کو اس کا ثمن واپس کر دیا جائے گا۔ (۵۳) اپنی بیوی کو فروخت کر دینے والے شخص کے بارے میں آپ کا قول ہے کہ: ''دونوں کو سزا دی جائے گی اور خوب خبر لی جائے گی۔''(۵۴) آپ نے لقیط (بچہ جو کسی کو کہیں پڑا ہوا مل جائے) کی بیع کو بھی جائز قرار نہیں دیا۔ اس لیے کہ لقیط آزاد ہوتا

ہے اور آزاد شخص مال نہیں ہوتا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آیا لقیط کو فروخت کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''اللہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ کیا تم سورۂ یوسف نہیں پڑھتے؟''(۵۵) اگر ایک شخص اپنے بھائی یا نانی کو فروخت کرے تو یہ فروخت بھی آپ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ مذکورہ شخص ان کا مالک بنتے ہی یہ اس پر آزاد ہو جائیں گے۔ یونس کہتے ہیں کہ جب حسن بصریؒ سے رضاعی بھائی اور نانی کو فروخت کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اسے ناجائز قرار دیا۔(۵۶) ام ولد کی بیع کو بھی آپ نے ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ بچے کو جنم دینے کے ساتھ ہی یہ آزاد ہو جاتی ہے۔(۵۷) مدبر (ایسا غلام جسے اس کا آقا یہ کہہ دے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو) کی بیع کو بھی جائز نہیں سمجھا البتہ اگر اس کا کوئی اور مال نہ ہو تو وہ اسے فروخت کر سکتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''آقا اپنی مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے۔ لیکن وہ اسے فروخت نہیں کر سکتا نہ رجوع کر سکتا ہے۔''(۵۸) نیز فرمایا: ''مدبر کو فروخت نہیں کیا جا سکتا۔'' آپ سے کہا گیا: ''اگر اس کے آقا کو اسے فروخت کر دینے کی ضرورت پیش آ جائے اور آقا کے پاس اس کے سوا کوئی اور مال نہ ہو تو وہ کیا کرے؟'' لوگ آپ سے یہی سوال دہراتے رہے حتیٰ کہ آپ نے مدبر غلام کی فروخت کی انہیں رخصت دے دی۔(۵۹)

ب۔ مبیع بائع کی ملکیت ہو: مبیع کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ عقد کے وقت بائع کی ملکیت ہو۔ اگر اس کی ملکیت نہیں ہوگا تو اس کی بیع جائز نہیں ہوگی۔ بنابریں حسن بصریؒ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ کوئی شخص تمہارے پاس آ کر ایسی چیز کا مول تول کرے، جو تمہارے پاس موجود نہ ہو اور تم اس سے کہو کہ: ''کل آنا'' اور تمہاری نیت یہ ہو کہ مذکورہ چیز تم اس کے لیے کہیں سے خرید لاؤ۔(۶۰) اسی طرح آپ اشیائے خوردنی وغیرہ کے اندر مبیع کی پوری مواصفت کو مکروہ قرار دیتے تھے۔(۶۱) مواصفت یہ ہے کہ آپ گاہک کو ایک مال کسی وصف کی بنیاد پر فروخت کریں اور وہ چیز اس وصف کے ساتھ آپ کے پاس موجود نہ ہو اور آپ اس چیز کی خریداری کر کے اسے اپنے گاہک کے حوالے کر دیں۔ اسی طرح حسن بصریؒ نے قربانی کے جانور کی بیع کو جائز قرار نہیں دیا۔ جب کہ اس کے مالک نے قربانی کے لیے اس کا تعین کر دیا ہو یا قربانی کر کے جانور کے گوشت کا کچھ حصہ فروخت کرنا چاہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ قربانی کے لیے جانور کا تعین ہونے کے بعد وہ اس کی ملکیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۴ کا جزھ) آپ نے گھاس کو اس کے اگنے کی جگہ میں فروخت کرنے کو بھی جائز قرار نہیں دیا کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''تمام مسلمان تین چیزوں میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں پانی میں، گھاس میں اور آگ میں۔'' (۶۲) عبدالکریم بن ابی امیہ نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ تمام گھاس کی فروخت کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے خواہ وہ گھاس چراگاہ کی ہو یا میدانی علاقے کی یا پہاڑی۔(۶۳)

شاید اسی بنا پر ایسے فرد کی بیع کا عدم جواز تھا جو نسب یا رضاعت کی بنا پر فروخت کنندہ کا محرم ہو کیونکہ مذکورہ فرد اس کی ملکیت میں آتے ہی اس پر آزاد ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ رضاع نمبر ۶ کا جز ب)

ج۔ مبیع معلوم ہو: مبیع کے لیے اس کا معلوم ہونا شرط ہے۔ اس کے متعلق علم کا تحقق یا تو مشاہدہ وغیرہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے یا وصف کے ذریعے۔

⊙ مشاہدہ کے ذریعے مبیع کے بارے میں علم: حسن بصریؒ نے ایک شخص کے لیے اپنے باغ کی پھلوں کی فروخت اور ایک معین درخت کے پھلوں کو بیع سے مستثنیٰ رکھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ استثناء کو اور اپنے جانور کی فروخت اور اس کے حمل کے استثناء کو آپ نے جائز قرار دیا ہے۔ (دیکھئے مادہ استثناء نمبر۲ کا جزج) اسی طرح متعین بکری کا دودھ ایک معلوم مدت کے لیے فروخت کرنا جائز قرار دیا ہے جب کہ بائع اور مشتری دونوں کو بکری کے تھنوں سے نکلنے والے دودھ کی مقدار معلوم ہو کیونکہ اس طرح مبیع کی صفت اور مقدار دونوں کا علم ہو جائے گا۔ (٦٤)

تاہم آپ نے ایک شخص کے لیے اپنے باغ کے پھلوں کی فروخت اور ان پھلوں میں سے معلوم کیل (پیمانے کا نام) کے استثناء کو جائز قرار نہیں دیا کیونکہ اس طرح یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ باقی پھلوں کی مقدار کتنی ہے۔ (دیکھئے مادہ استثناء نمبر۲ کا جزج) اسی طرح مچھلیوں کو ان کی کھائیوں میں فروخت کرنا جائز قرار نہیں دیا۔ (٦٥) کیونکہ ان کی مقدار معلوم نہیں ہوگی۔ اسی طرح ان سبزیوں وغیرہ کی فروخت کو جائز قرار نہیں جن کی جڑیں زمین میں ثابت رہتی ہوں اور زمین کے اوپر ظاہر ہونے والے حصوں کو تھوڑا تھوڑا کر کے کاٹ لیا جاتا ہو مثلاً پودینہ اور کاسنی وغیرہ البتہ ظاہر حصوں کو فوری طور پر کاٹ لینے کی شرط کے ساتھ ان کی بیع جائز ہوگی۔ (٦٦)

⊙ وصف کے ذریعے مبیع کے بارے میں علم: حسن بصریؒ نے ایسی غائب چیز کی بیع کو جائز قرار نہیں دیا ہے جس کے اوصاف بیان نہ کیے گئے ہوں اور نہ اسے پہلے دیکھا گیا ہو۔ (٦٧) ایسی غائب چیز کی بیع جسے پہلے نہ دیکھا گیا ہو، اس صورت میں جائز ہوگی جب اس کا وصف اس طرح بیان کر دیا جائے جس کے نتیجے میں وہ دیگر اشیاء سے ممتاز ہو جائے اور اس وصف کے ذریعے وہ معلوم بن جائے البتہ ایسی صورت میں مشتری کے لیے اسے دیکھنے پر خیار رویت ثابت ہو جائے گا۔ خواہ وہ شرط شدہ اوصاف کے مطابق کیوں نہ ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص تم سے ایک چیز کسی صفت کی بنیاد پر خرید لے اور مذکورہ چیز تمہارے بیان کردہ وصف کے خلاف بھی نہ نکلے تو مشتری جب اسے دیکھے گا، اسے خیار حاصل ہو جائے گا۔'' (٦٨) نیز فرمایا: ''اگر کوئی شخص ایسی چیز خرید لے جسے اس نے دیکھا نہ ہو تو جب وہ اسے دیکھے گا، اسے خیار حاصل ہو جائے گا۔'' (٦٩)

د۔ مبیع سے فائدہ اٹھانا ممکن ہو: مبیع کے لیے یہ شرط ہے کہ اس سے مشروع فائدہ حاصل کرنا ممکن ہو۔ اگر یہ بات ممکن نہ ہو تو اس کی بیع جائز نہیں ہوگی۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے بندر کی بیع کی ممانعت کر دی ہے۔ (٧٠) کیونکہ اس کے اندر منفعت کا کوئی پہلو نہیں ہے نہ اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔ اپنے کرتبوں سے لوگوں کو اس کا ہنسانا ایسی منفعت نہیں ہے جو شرعی طور پر معتبر مانی جا سکتی ہو۔

ھ۔ مبیع پر عدم تسلیم (مشتری کے حوالے نہ کیے جانے) کا خطرہ طاری نہ ہو:

ا۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے ایک چیز کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے روکا ہے خواہ مذکورہ چیز مکیلات یا موزونات سے تعلق رکھتی ہو یا تعلق نہ رکھتی ہو۔ الربیع بن صبیح کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو طعام خرید کر اسے کسی اور کے حوالے کر دیتا ہے یعنی اس کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اسے ایسا کرنے کا اس وقت تک اختیار نہیں ہوگا جب تک وہ اسے اپنے قبضے میں نہ لے لے۔ یہ سن کر عبدالملک بن الشعشاع نے آپ سے پوچھا کہ آپ یہ بات اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''یہ بات میں اپنی رائے سے نہیں کہتا بلکہ ہم نے یہ مسئلہ اپنے سلف اور اپنے اصحاب سے اخذ کیا ہے۔'' (۷۱) قتادہ نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ نے اس صورت کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا تھا کہ کوئی شخص ایک چیز ناپ یا تول کے بغیر نقد خرید لے اور پھر اسے اپنے قبضے میں لیے بغیر آگے فروخت کر دے۔ (۷۲) حسن بصریؒ سے ایک اور روایت کے مطابق قبضے میں نہ آئی ہوئی چیز کی آگے فروخت کی ممانعت کا حکم صرف مکیلات اور موزونات کے ساتھ خاص ہے۔ اس لیے جو چیز کیل اور وزن کے تحت نہ آتی ہو، اسے قبضہ میں لیے بغیر اس کی آگے فروخت جائز ہوگی۔ (۷۳) تاہم پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ (دیکھیے مادہ قبض)

آپ نے عین کے بدلے دین کی فروخت سے روکا ہے کیونکہ دین ابھی قبضے میں واپس نہیں آیا نیز یہ بیع صرف (سونے چاندی کی بیع) کی صورت ہے، اس میں بس طرفین سے تقابض کی شرط کی گئی ہے۔ (۷۴)

حسن بصریؒ نے قبضے میں نہ آئی ہوئی چیز کی آگے فروخت سے اس لیے روکا ہے کہ یہ احتمال موجود ہوتا ہے کہ مذکورہ چیز قبضے میں آنے سے پہلے کہیں تلف نہ ہو جائے۔ (۷۵)

۲۔ کیل اور وزن کے تحت فروخت ہونے والی چیز کو آپ نے مذکورہ پیمانوں کے درست ہونے کے بارے میں تیقن حاصل کیے بغیر آگے فروخت کرنے سے روکا ہے کیونکہ اس میں غلطی واقع ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ آگے ایک چیز مثلاً دس کیل (پیمانے کا نام) کہہ کر فروخت کرے اور وہ نو کیل نکلے اور بائع باقی ماندہ مقدار کو حوالہ کرنے سے عاجز رہے۔ حالانکہ عقد دس کیل پر ہوا تھا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص طعام خریدے اور وہ بائع کے کیل کو دیکھتا رہے تو کیا اتنی بات مذکورہ طعام آگے فروخت کرنے کے لیے کافی ہو جائے گی؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے فرمایا: ''اتنی بات کافی نہیں ہوگی جب تک وہ اسے خود کیل نہ کر لے۔'' (۷۶) ایک شخص طعام یا پھلوں کے کئی ٹوکرے لے کر آیا اور دوسرے شخص نے اس سے یہ ٹوکرے خرید لیے اور ایک ٹوکرے کا کیل کر کے باقی ٹوکرے اسی کیل کے حساب سے لینا چاہے۔ حسن بصریؒ نے اسے مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا۔ (۷۷)

۳۔ آپ نے درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی فروخت سے اس وقت تک کے لیے روکا جب تک ان پھلوں کے اندر استعمال کی صلاحیت نہ پیدا ہو جائے۔ الربیع بن صبیح نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے

گندم کے خوشوں کی فروخت سے اس وقت تک کے لیے روکا جب تک خوشے سفید نہ ہو جائیں یعنی جب تک وہ قابل استعمال نہ ہو جائیں۔ (۷۸) بنابریں آپ نے ایسی سبزیوں کی فروخت سے منع فرمایا جن کی جڑیں زمین کے اندر موجود رہتی ہوں اور زمین کے اوپر سے جن کے حصے تھوڑا تھوڑا کر کے کاٹے جاتے ہوں مثلاً پودینہ اور کاسنی۔ البتہ اگر ان کے ظاہری حصوں کو فوری طور پر کاٹ لینے کی شرط کے ساتھ مالک ان کی بیع کرے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہوگا۔ یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزج)

د۔ مبیع تقسیم شدہ ہو مشاع نہ ہو: اگر مبیع مشاع ہوگا یعنی اگر اس کے ہر جز میں شرکاء کی شراکت ہوگی تو تقسیم ہونے سے قبل اس کی بیع جائز نہیں ہوگی۔ خواہ مشتری اس مشترک چیز میں خود ایک شریک کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر مذکورہ مشاع یعنی مشترک چیز ناقابل تقسیم ہو یا تقسیم کی وجہ سے اس کی مالیت میں کمی آ جانے کا خطرہ ہو تو ان صورتوں میں ایک شریک کے لیے مذکورہ مشترک چیز کے اندر اپنے مشاع حصے کی فروخت جائز ہوگی۔ (۷۹)

ز۔ مبیع ایسی چیز نہ ہو جس کا مشتری نے صدقہ کر دیا ہو: حسن بصریؒ نے ایک شخص کو ایسی چیز کی خریداری سے روکا جس کا اس نے صدقہ کر دیا ہو۔ اس لیے کہ اس کی طرف سے مذکورہ چیز کی خریداری اس بات کی نشاندہی کر دے گی کہ اس کا دل ابھی تک مذکورہ چیز کے ساتھ لگا ہوا ہے حالانکہ صدقہ کرنے کی بنا پر اس کے لیے لازم تھا کہ وہ اللہ کی خاطر اپنے دل سے اس کا خیال بالکلیہ نکال دیتا۔ ایک اور وجہ سے بھی مذکورہ چیز کی خریداری درست نہیں۔ وہ یہ کہ جس شخص نے مذکورہ چیز صدقے کے طور پر لی ہے، اگر صدقہ کرنے والا اس سے وہ چیز خرید لے گا تو وہ اس کا لحاظ کرتے ہوئے ثمن میں لامحالہ کمی کر دے گا یا پس پردہ کوئی اور بات ہو گی۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو ایک چیز صدقہ کر دے اور پھر اس کا وارث بن جائے، فرمایا: "وارث بن جانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اسے خرید لینا مکروہ ہے۔" (۸۰) یعنی جائز نہیں ہے۔

ح۔ مشتری نے مبیع کو ادھار فروخت نہ کیا ہو: حسن بصریؒ نے ایک شخص کو اس بات سے روکا ہے کہ وہ جس چیز کو ادھار فروخت کرے، اسے نقد خرید لے کیونکہ ایسا کرنے میں ربوا یعنی سود کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ مذکورہ چیز کا ثمن ادھار فروخت کرنے کی صورت میں اس ثمن سے عادۃً زیادہ ہوتا ہے جو نقد خریدنے کی صورت میں ملتا ہے۔ اسے بیع عینہ کہتے ہیں۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے ہاتھ طعام ایک مقررہ مدت کے لیے ادھار فروخت کرے اور پھر خریدار اسی طعام کو بائع کے ہاتھ نقد فروخت کر دینا چاہے؟ آپ نے جواب دیا: "اگر اس نے دوسرے شخص کے ہاتھ مذکورہ طعام نقد فروخت کیا ہو تو اس کے لیے اس سے یہ طعام نقد خرید لینا جائز ہوگا۔ اگر اس نے اسے ادھار فروخت کیا ہو تو وہ اسے مذکورہ ثمن سے کم پر صرف اس وقت خریدے، جب ثمن کی ادائیگی کا وقت آ جائے۔" (۸۱) یعنی وقت آ جانے پر وہ ثمن کی ادائیگی کر کے پھر خریدے۔

ط۔ ایک چیز کو اسی کی جنس کے بدلے فروخت کرنا: اس موضوع پر ہم آگے چل کر ثمن کے عنوان کے تحت بحث کریں گے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جزھ)

ی۔ مبیع کے ساتھ ملحق ہونے والی اشیاء: درج ذیل اشیا مبیع کے ساتھ ملحق ہوتی ہیں:

۱۔ ہر وہ چیز مبیع کے ساتھ ملحق ہوتی ہے جس کے الحاق کا عرف میں رواج ہو۔ اس بات کا عرف میں رواج ہے کہ اگر آقا اپنے غلام کو کوئی مال ہبہ کر دے اور بعد میں یہ غلام فروخت کر دے تو غلام کے پاس موجود مذکورہ مال بھی مشتری کا ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنا غلام آزاد کر دے تو غلام کے پاس موجود مال غلام کا ہوگا۔'' (۸۲) اسی طرح یہ بھی رواج ہے کہ اگر ایک شخص اپنی لونڈی کو آراستہ کر کے اسے فروخت کے لیے پیش کرے تو عقد بیع میں اس کی آراستگی کا سامان بھی داخل ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی لونڈی بناؤ سنگھار کر کے فروخت کر دے تو لونڈی کے جسم پر موجود بناؤ سنگھار کا سامان بھی مشتری کا ہوگا۔'' (۸۳) البتہ اگر عقد بیع میں عرف کے خلاف نص کر دیا گیا ہو تو اس صورت میں عرف پر عمل بے اثر ہو جائے گا مثلاً اگر بائع یہ شرط عائد کر دے کہ لونڈی کے جسم پر موجود زیورات عقد بیع میں داخل نہیں ہوں گے یا غلام کے پاس موجود مال عقد بیع میں داخل نہیں ہوگا تو ان صورتوں میں مذکورہ زیورات یا مال بیع میں داخل نہیں ہوگا اور اسی شرط کے ساتھ عقد بیع قبول کیا جائے گا یعنی مذکورہ زیورات اور مال بائع کے ہوں گے اور بیع کے اندر مبیع کے تابع نہیں ہوں گے۔'' (۸۴)

۲۔ ہر وہ چیز جس کی عقد بیع میں شرط عائد کر دی گئی ہو، یہ بات واضح ہے۔

۳۔ مبیع کے اندر ہر وہ منفصل اضافہ جو مشتری کی ملکیت کے دوران وجود میں آیا ہو، خیار کی بنا پر مبیع واپس ہونے کی صورت میں مبیع کے ساتھ واپس نہیں ہوگا بلکہ مشتری کا رہے گا۔ کیونکہ مبیع مشتری کی ضمانت میں تھا۔ اگر اس دوران وہ تلف ہو جاتا تو مشتری کے حساب میں تلف ہوتا اور قاعدہ یہ ہے کہ فائدے کا حصول ضمانت کی بنا پر ہوتا ہے۔ بنا بریں اگر ایک شخص کوئی جانور خرید کر اسے اجارے پر دیدے اور اس کی اجرت اپنے قبضے میں لے لے یا کوئی بکری خرید کر اس کا دودھ نکالے اور اسے اپنے استعمال میں لے آئے یا فروخت کر دے یا بکری اس کے ہاں بچہ دیدے اور پھر وہ مذکورہ جانور یا بکری کے اندر کوئی ایسا عیب دیکھ لے جو پرانا ہو اور بائع کے ہاں سے وہ عیب چلا آرہا ہو اور اس کے نتیجے میں وہ خیار عیب کی بنا پر مذکورہ جانور یا بکری بائع کو واپس کر دے تو وہ اس کی وصول شدہ اجرت یا بکری کے دودھ کا وصول شدہ ثمن یا بکری کا بچہ واپس نہیں کرے گا۔ (۸۵)

ک۔ مبیع کے اندر عیب ظاہر ہو جانا۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جز ب)

ل۔ مملوک کی فروخت خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اس کے حق میں طلاق شمار ہوگی۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۷ کا جز ی)

م۔ مبیع کا تلف ہو جانا: اگر ایک شخص کوئی مال فروخت کرے تو اس پر مشتری کے قبضے تک وہ مال مذکورہ شخص کی

ضمانت میں رہے گا۔ اگر قبضے سے پہلے وہ تلف ہو جائے تو بائع کے مال سے تلف ہونے والا شمار ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مبیع پر مشتری کے قبضے تک ضمانت بائع کی رہے گی۔''(۸۶)

ن۔ اگر موجر اجارے پر دی ہوئی چیز کو فروخت کر دے تو اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۵)

۴۔ ثمن:

أ۔ حرام کے ساتھ ثمن کی مخالطت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص اپنا مال ایسے شخص کے ہاتھ جس کا مال حرام مال کے ساتھ مخلوط ہو، فروخت کر کے اس سے مبیع کا ثمن وصول کر لے تو وصول شدہ ثمن اس کے لیے جائز ہوگا۔(۸۷) کیونکہ ہمارے دین میں آسانی ہے، تنگی نہیں ہے۔ اگر لوگوں کو اس قسم کے لوگوں سے لین دین کرنے سے روک دیا جائے تو اس سے انہیں تنگی لاحق ہو جائے گی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مال خالص حلال ہو۔

ب۔ بیع المزایدہ (نیلامی): حسن بصریؒ نے نیلامی کرنے والے کی بیع کو مکروہ یعنی ناجائز تصور کیا ہے سوائے اس صورت کے جب کہ مواریث اور غنائم کو نیلامی کی صورت میں فروخت کیا جائے۔(۸۸) (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۵) کیونکہ نیلامی کی بیع کے اندر ایک شخص اپنے بھائی یعنی دوسرے مسلمان کے لگائے ہوئے مول پر اپنا مول لگاتا ہے جب کہ حضور علیہ السلام نے یہ فرما کر ایسا کرنے سے منع کیا ہے کہ: ''تم میں سے بعض بعض کی فروخت پر بیع نہ کرے۔''(۸۹)

ج۔ بیع العربون: حسن بصریؒ بیع عربون کو باطل سمجھتے تھے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کوئی مال خریدے اور بائع کو ایک یا اس سے زائد درہم دے کر کہے کہ: ''اگر میں یہ مال لے لوں تو میری دی ہوئی رقم کا حساب اس میں ہو جائے گا۔ اگر نہ لوں تو میری دی ہوئی رقم بلا کسی عوض کے تمہاری یعنی بائع کی ہو جائے گی۔''(۹۰) یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ حسن بصریؒ کی مراد یہ ہو کہ بیع تو درست ہے اور عربون یعنی بیعانہ کی شرط باطل ہے۔ یہ تاویل شرائط کے بارے میں حسن بصریؒ کے نظریہ کے مطابق ہے کیونکہ آپ کے نزدیک فاسد شرط باطل ہو جاتی ہے اور عقد درست ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ شرط نمبر ۲ کے جزج کا جز ۲)

د۔ بیع العینۃ: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے ہاتھ اپنا مال ادھار فروخت کر کے اس سے وہی مال مقررہ ثمن سے کم ثمن کے ذریعے نقد خرید لے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ح)

ہ۔ ایک چیز کو اس کی جنس کے بدلے فروخت کرنا:

۱۔ حسن بصریؒ مکیلات یا موزونات سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کو اس کی جنس کے بدلے تفاضل کی صورت میں فروخت کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے بلکہ ایسی بیع کی صحت کے لیے مبیع اور ثمن میں مساوات نیز مجلس عقد کے اندر دونوں پر بائع اور مشتری کے قبضے کی شرط عائد کرتے تھے۔ بنا بریں آپ ستو کے بدلے گندم کی ہم وزن فروخت کے سوا فروخت کی کسی اور صورت کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے۔(۹۱) آپ نے گندم کے آٹے کے بدلے گندم ماپ کر فروخت کرنے کو جائز قرار نہیں دیا کیونکہ دونوں کے درمیان اس

صورت میں تساوی اور یکسانیت کا امکان نہیں ہوتا۔(۹۲)

۲۔ اگر جنس مختلف ہو اور مبیع نیز ثمن موزوں کے بدلے موزوں یا مکیل کے بدلے مکیل ہو تو تقابض (دونوں پر بائع اور مشتری کے قبضے) کی شرط کے ساتھ تفاضل یعنی عدم یکسانیت جائز ہے۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے سونے کے بدلے چاندی کا برادہ اور چاندی کے بدلے سونے کا برادہ مجلس بیع میں تقابض کی شرط کے ساتھ فروخت کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔(۹۳) آپ نے تانبے کے بدلے لوہے کی متفاضل بیع کو جائز قرار دیا ہے اور اس میں ادھار کرنا جائز کہا ہے۔(۹۴) اسی طرح تقابض کی شرط کے ساتھ جو کے بدلے گندم کی متفاضل بیع کو جائز کہا ہے۔(۹۵) عبدالرزاق سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ''ہم نے معمر سے دو مد (ایک پیمانے کا نام) آٹے کے بدلے ایک مد آٹے کی بیع کے بارے میں پوچھا۔'' انہوں نے جواب دیا: ''اگر مبیع اور ثمن مختلف ہوں تو حسن اور قتادہ ایسی بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔''(۹۶) یعنی ایک آٹا گندم کا ہو اور دوسرا جو کا۔ آپ نے عین کے بدلے دین کی بیع کو جائز قرار نہیں دیا کیونکہ یہ بیع صرف (سونے چاندی کی بیع) کی صورت ہے اور اس میں تقابض کی شرط کی کمی ہوتی ہے۔(۹۷) اگر ایک شخص چاندی کے بدلے سونا فروخت کرے اور دونوں پر دونوں کا قبضہ ہونے سے پہلے ایک فریق کو اپنی خریدی ہوئی چیز میں عیب نظر آ جائے جب کہ ابھی دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوئے ہوں تو ایسی صورت میں اسے بدل کے مطالبہ کا حق ہوگا۔ خواہ عیب اس کی جنس سے تعلق رکھتا ہو یا غیر جنس سے۔ اگر مشتری مبیع کے عیب کے ساتھ اسے لینے پر رضامند ہو جائے جب کہ عیب اس کی جنس میں سے ہو تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔ اگر وہ عیب کا بدل لینا پسند کرے تو اس صورت میں اگر دونوں چیزیں ایک ہی جنس کی ہوں تو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس سے جس عقد میں تماثل کی شرط تھی، اس میں تفاضل پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ دونوں دو جنسوں کی ہوں تو ایسا کرنا جائز ہو جائے گا۔ اگر بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں اور پھر مشتری اسی کی جنس کا عیب دیکھے تو اسے عیب کا بدل لینے کا حق ہوگا۔(۹۸) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر سکوں کے اندر کھوٹے سکے ہوں تو انہیں بدل دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔''(۹۹)

۳۔ اگر ایک چیز مکیلات اور موزونات سے تعلق نہ رکھتی ہو تو اسے یا اسی کی جنس کے بدلے فروخت کیا گیا ہوگا یا غیر جنس کے بدلے۔

⊙ اگر اسی کی جنس کے بدلے فروخت کی گئی ہو تو ایسی بیع میں تقابض اور قیمت کے اعتبار سے تماثل شرط ہوگی۔ تعداد کے اعتبار سے تماثل کا کوئی لحاظ نہیں ہوگا۔ جہاں تک تقابض کا تعلق ہے تو عبدالرزاق نے کہا ہے کہ میں نے معمر سے روئی کے دھاگے کے بدلے کپڑے ادھار فروخت کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ دونوں چیزیں روئی سے تعلق رکھتی ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ حسن بصریؒ ایسی بیع کو مکروہ یعنی ناجائز تصور کرتے تھے۔(۱۰۰) جہاں تک قیمت کے اعتبار سے تماثل کا تعلق ہے یعنی تحریم تفاضل کا تو دو کپڑوں کے بدلے جن کی قیمت ایک دینار ہو، ایسا ایک کپڑا فروخت کرنا جائز ہے جس کی قیمت بھی ایک دینار ہو اور

ایک ایسے کپڑے کے بدلے جس کی قیمت دو دینار ہو، ایک ایسا کپڑا فروخت کرنا حرام ہے جس کی قیمت ایک دینار ہو۔ (۱۰۱)

اگر مکیلات یا موزونات سے تعلق نہ رکھنے والی چیز کو اس کی جنس کے سوا کسی اور جنس کے بدلے فروخت کیا جائے تو تفاضل بھی حلال ہوگا اور ادھار بھی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مبیع اور ثمن عروض یعنی سامان کی شکل میں ہوں اور ان کا تعلق مکیلات اور موزونات سے نہ ہو تو دو کرباس (کھردرے کپڑوں) کے بدلے ایک طاق (ایک قسم کا کپڑا جو گریبانوں کے بغیر ہوتا ہے) فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں مبیع اور ثمن میں سے ایک چیز کے بارے میں تعجیل کی گئی ہو۔'' (۱۰۲) یعنی فوری طور پر وصول کر لیا گیا ہو اور دوسری کی وصولی کو موخر رکھا گیا ہو۔ (مترجم) معمر نے کہا ہے کہ حسن بصریؒ کھردرے کپڑے کے بدلے سوتی دھاگے کی ادھار فروخت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۱۰۳) حسن بصریؒ سے جانور کے بدلے جانور کی فروخت کا مسئلہ پوچھا گیا۔ آپ نے جواب دیا: ''اگر دونوں مختلف ہوں تو ادھار فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔'' آپ فرماتے: ''گائے کے بدلے بھیڑ بکری اور اونٹ کے بدلے گائے اور اسی طرح کی بیع میں کوئی حرج نہیں۔'' (۱۰۴) اسی بنا پر امام نووی نے یہ تنقیح کی ہے کہ حسن بصریؒ کے نزدیک ربوا یعنی سود کی علت منفعت مع الجنس ہے۔ (۱۰۵) یہ بات اس صورت میں تو درست ہے جب ہم یہ اعتبار کریں کہ ایک چیز کی قیمت اس کی منفعت کے ساتھ بہر صورت متناسب ہوتی ہے اور بس۔ لیکن چونکہ قاعدہ اس بنا پر درست نہیں ہے کہ اشیاء کی قیمتیں بہت سے عوامل سے متاثر ہوتی ہیں۔ ان عوامل میں سے ایک بات منفعت ہے اور دوسری بات مذکورہ چیز کی بازار کے اندر کمیابی ہے نیز اسی طرح کی دیگر باتیں۔ بنا بریں ہمارا یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ حسن بصریؒ کے نزدیک ربوا کی علت قیمت مع الجنس ہے۔ واللہ اعلم۔

حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر ایک چیز اپنی جنس کے سوا کسی اور جنس کے ساتھ مخلوط ہو جائے اور اس کے نتیجے میں ایک چیز دوسری چیز پر غالب آ جائے اور مجموعے پر غالب چیز کے اسم کا اطلاق ہو تو اس صورت میں حکم وہ ہوگا جو غالب چیز کا حکم ہے۔ مثلاً جڑاؤ تلوار اور جڑاؤ پٹکا۔ ان دونوں کے ساتھ تلوار اور پٹکے کا معاملہ کیا جائے گا۔ زیور یعنی جڑاؤ کا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔ سفیان ثوری نے کہا ہے کہ حسن بصریؒ نے جڑاؤ تلوار، جڑاؤ انگوٹھی اور جڑاؤ پٹکے کے بارے میں جنہیں ان کے اندر موجود جڑاؤ سے زیادہ یا کم رقم پر یا ادھار خرید لیا جائے، فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱۰۶) نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص چاندی کے جڑاؤ والی تلوار ادھار خرید لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (۱۰۷) نیز فرمایا: ''جڑاؤ تلوار اور جڑاؤ انگوٹھی دراہم کے بدلے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۱۰۸)

بیع تولیت (ایک چیز جتنے میں خریدی جائے، اتنے میں آگے فروخت کر دی جائے) حسن بصریؒ اس بات کو سراہتے تھے کہ ایک شخص کوئی مال جتنے میں خریدے، اتنے میں ہی آگے فروخت کر دے اور کوئی نفع نہ لے۔ اسے آپ ایسی نیکی شمار کرتے تھے جس کا کرنے والا قابل تعریف ہوتا ہے اور فرماتے: ''بیع تولیت میں کوئی

حرج نہیں۔ یہ تو ایک نیکی ہے۔''(۱۰۹)

ز۔ بیع مرابحہ (نفع لے کر فروخت کرنا) انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا مال اصل لاگت سے کچھ زائد معلوم نفع لے کر فروخت کر دے۔ ایسی صورت میں اصل لاگت کا یہ کہہ کر تعین ضروری ہے کہ: ''یہ مال مجھے ... میں پڑا ہے، میں نے تمہارے ہاتھ اسے سو پر دس درہم منافع لے کر فروخت کیا۔'' اگر وہ لاگت کا تعین نہ کرے تو ایسا کرنا درست نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح بیع میں مجہولیت کا پہلو آ جائے گا مثلاً بائع کہے: ''میں نے تمہارے ہاتھ یہ مال اصل لاگت پر دس فیصد منافع کے ساتھ فروخت کیا۔''(۱۱۰) حسن بصریؒ نے: ''دہ دوازدہ'' (دس پر بارہ) کی بیع کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ: ''میں تم سے دس پر بارہ کے حساب سے منافع لے کر یہ مال فروخت کرتا ہوں۔'' اور اصل لاگت یعنی قیمت خرید کا تعین نہ کرے۔(۱۱۱) اگر بائع نے مال پر اس کے حمل ونقل کی اجرت یا اس کی اصلاح وغیرہ کے سلسلے میں کوئی رقم خرچ کی ہو تو وہ اس رقم کو اصل لاگت میں ضم کر دے گا اور مجموعی رقم پر نفع لے گا۔ یہ مرابحہ درست ہے۔ قتادہ سے مروی ہے کہ حسن بصریؒ اس امر میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص اپنے مال کی اصل لاگت اور اس پر خرچہ کے مجموعے پر نفع لے کر بیع مرابحہ کر لے۔(۱۱۲)

۵۔ عقد بیع:

اً۔ جمعہ کے دن بیع: بیع ہر وقت حلال ہے۔ اس سے صرف جمعہ کا وقت یعنی زوال سے لے کر نماز کے اختتام تک کا وقت مستثنیٰ ہے کیونکہ سورۂ جمعہ آیت نمبر ۹ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اے ایمان لانے والو! جب جمعہ کے دن اذان ہو جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور خرید وفروخت ترک کر دو۔ یہ بات تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں اس کا علم ہو۔ پھر جب نماز ہو جائے تو زمین میں بکھر جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تا کہ فلاح پا جاؤ۔)

حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن جب سورج ڈھل جائے تو جمعہ کی نماز ادا ہونے تک خرید وفروخت حرام ہے۔''(۱۱۳)

ب۔ بیع کے اندر شرط: اگر بائع یا مشتری عقد بیع کے اندر ایسی شرط عائد کر دے جس کا عقد مقتضی ہو اور جو عقد کے مناسب ہو مثلاً طرفین میں سے کسی ایک کے لیے خیار کی شرط عائد کرنا (دیکھئے مادہ خیار) یا ثمن موجل ہونے کی شرط لگانا یا پھلوں کو اتار لینے کی شرط کے ساتھ انہیں فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزج) اسی طرح کی کوئی اور شرط تو ایسی شرط جائز ہوگی اور اس پر عمل پیرا ہونا واجب ہوگا۔

اگر عقد بیع میں طرفین میں سے کسی کی طرف سے ایسی شرط عائد کر دی جائے جس کا عقد بیع مقتضی نہ ہو اور نہ وہ اس کے مناسب ہو تو اس صورت میں شرط لغو ہو جائے گی اور عقد درست ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص کوئی لونڈی اس شرط کے ساتھ خریدے کہ وہ اسے نہ تو فروخت کرے گا اور نہ اس کا ہبہ کرے گا تو بیع جائز ہو جائے گی اور مذکورہ شرط باطل قرار پائے گی۔''(۱۱۴) یا مثلاً مشتری یہ شرط لگائے کہ اگر ...

بازار میں چل گیا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ اسے واپس کر دے گا یا یہ شرط لگائے کہ اگر کوئی غاصب مبیع غصب کر لے تو وہ اس کا ثمن بائع سے وصول کر لے گا۔ (۱۱۵) وغیرہ وغیرہ۔

ج۔ عقد بیع پر گواہی قائم کرنا۔ (دیکھئے مادہ اشھاد نمبر ۲)

د۔ عقد بیع میں خیار مجلس۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جز اُ)

۔ بیع کی انواع: بیع کی کئی انواع ہیں۔ ان میں سے ہمیں درج ذیل انواع کے بارے میں حسن بصریؒ کے اقوال ملے ہیں:

۔ بیع سلم: اس بیع کے سلسلے میں پہلے ہم ثمن پر، پھر مسلم فیہ پر، پھر اس بیع کے اقالہ پر اور پھر اس کی توثیق پر بحث کریں گے۔

۔ ثمن: ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ بیع سلم کے اندر ثمن نقد یعنی رقم کی صورت میں ہونے کی شرط عائد نہیں کرتے تھے بلکہ ہر اس چیز کو ثمن قرار دینا جائز سمجھتے تھے جس کی مال کے ذریعے قیمت لگائی جا سکتی ہو۔ بنا بریں آپ یہ شرط لازم کرتے تھے کہ اگر مسلم فیہ مکیلات سے تعلق رکھتا ہو تو ثمن مکیل نہ ہو اور اگر موزونات سے متعلق ہو تو ثمن موزوں نہ ہو۔ یہ بات ایک چیز کو اس کی جنس کے بدلے فروخت کرنے کے سلسلے میں آپ کے مقرر کردہ قاعدے کے مطابق ہے۔ اس پر (مادہ بیع نمبر ۷ کے جز ھ کے جز ۲ اور ۳) میں بحث گزر چکی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیل کے تحت آنے والی چیز کے بدلے نہ کرو۔ اسی طرح وزن کے تحت آنے والی چیز کی کیل کے تحت آنے والی چیز کے بدلے بیع سلم کرو۔ وزن کے تحت آنے والی چیز کے بدلے نہ کرو۔'' (۱۱۶) دوسری بات جو محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ سلم کے ثمن کے بارے میں معجّل ہونے کی شرط عائد کرتے تھے کیونکہ بیع سلم کی حقیقت ثمن کی تعجیل کی متقضی ہوتی ہے۔

۔ مسلم فیہ (بیع سلم کا مبیع) حسن بصریؒ مسلم فیہ کے سلسلے میں درج ذیل شرائط عائد کرتے ہیں۔

۔ اس کی مقدار اور اس کا وصف معلوم ہو۔ اس کے بعد خواہ وہ طعام ہو یا جانور یا کوئی اور چیز، اس کا عقد پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر معلوم مدت تک کے لیے معلوم کیل (پیمانے کا نام) کے تحت سلم کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (۱۱۷)

یونس کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ جانور کے اندر بیع سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے بشرطیکہ جانور کی عمر اور حوالگی کی مدت معلوم ہو (۱۱۸)

ب۔ مسلم فیہ کی حوالگی کی مدت متعین کر دی گئی ہو۔ اوپر کے فقرے میں اس کے متعلق حسن بصریؒ کا قول گزر چکا ہے۔

ج۔ یہ شرط نہیں کہ بائع کے نزدیک مسلم فیہ اصل کے اعتبار سے موجود بھی ہو بلکہ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ مسلم فیہ بازار سے خرید کر مشتری کے حوالے کر دے۔ آپ نے فرمایا: ''معلوم مدت تک سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں خواہ مسلم فیہ کی اصل اس کے یعنی بائع کے پاس موجود ہو یا موجود نہ ہو۔'' (۱۱۹)

د۔ یہ بھی شرط ہے کہ اگر مسلم فیہ کا تعین وزن کے اعتبار سے ہوا ہو تو مشتری اسے وزن کے تحت اپنے قبضے میں لے اور اگر اس کا تعین کیل یعنی ماپ کے اعتبار سے ہوا ہو تو اسے ماپ کر اپنے قبضے میں لے۔ حسن بصریؒ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ اگر تم وزن کے اندر سلم کرو تو مسلم فیہ ماپ کر وصول کرو یا ماپ کے اندر سلم کر کے مسلم فیہ وزن کر کے وصول کر لو۔ (۱۲۰)

ھ۔ مشتری کے لیے مسلم فیہ کے اندر کوئی تصرف مثلاً بیع اور ہبہ وغیرہ اسے اپنے قبضے میں لینے کے بعد ہی جائز ہو گا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم کسی چیز میں سلم کرو تو اسے اپنے قبضے میں لیے بغیر اس کے اندر کوئی تصرف نہ کرو۔'' (۱۲۱)

۳۔ مسلم کی توثیق: عقد سلم اصل کے اعتبار سے لوگوں کے لیے سہولت کی خاطر مشروع ہوا ہے۔ اس سہولت کی صورت یہ ہے کہ ایک معدوم چیز کی بیع کو جائز قرار دیا گیا اور ایک معلوم مدت کے بعد اس کی حوالگی کی گنجائش دے دی گئی جب کہ دوسری طرف بائع کے لیے اپنی ضرورت پوری کرنے کی خاطر فوری طور پر ثمن اپنے قبضے میں لینے کو جائز رکھا گیا۔ سہولت کی اسی روح کی خاطر ہم دیکھتے ہیں کہ حسن بصریؒ مشتری کی طرف سے مسلم فیہ کے سلسلے میں کوئی کفیل لینے یا رہن رکھنے کی بائع پر عائد کردہ شرط کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر بائع رہن رکھنے کے لیے ایک چیز کا مالک ہوتا تو بیع سلم کرنے پر مجبور نہ ہوتا۔ اگر اسے دین کے سلسلے میں کوئی کفیل مل جاتا تو بیع سلم کے بغیر اس کی ضرورت پوری ہو جاتی۔ قتادہ نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ نے سلم کے اندر کفیل اور رہن کو ناپسند کیا ہے۔ (۱۲۲) (دیکھیے مادہ کفالۃ نمبر ۴)

۴۔ سلم کے اندر اقالہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ سلم کے اندر اقالہ جائز ہے بشرطیکہ یہ اقالہ پورے مبیع یعنی مسلم فیہ کے اندر ہو۔ مبیع کے بعض حصے کا اقالہ جائز نہیں ہے۔ اگر مسلم فیہ کی حوالگی کا وقت آ جائے لیکن بائع کو صرف نصف مقصود علیہ (مبیع) حوالہ کرنے کی قدرت ہو اور وہ مشتری سے باقی ماندہ نصف کے اندر اقالہ طلب کرے تو یہ بات جائز نہیں ہو گی بلکہ اس کے لیے پوری بیع کا اقالہ جائز ہو گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تم صرف اپنا سلم ہی لو یا اپنا راس المال۔'' (۱۲۳) آپ نے اس صورت کو نا جائز قرار دیا کہ سلم کرنے والا اپنے سلم کا بعض حصہ دراہم کی شکل میں اور بعض حصہ طعام کی صورت میں وصول کرے۔ (۱۲۴) الربیع بن حبیب کہتے ہیں کہ ہم لوگ اناج یعنی طعام کی خریداری کے سلسلے میں دیہاتوں میں چلے جاتے، اس وقت فصل کٹ کر ڈھیروں کی شکل میں ہوتی اور پھر ہم لوگوں سے فلاں فلاں نرخ پر مثلاً ایک کر (پیمانے کا نام) اناج خرید کر نقد کی شکل میں ثمن انہیں دے دیتے۔ جب فصل کی گہائی مکمل ہو جاتی تو اس کے بعد فصل کے بعض مالکان تو مقررہ مقدار میں اناج ہمارے حوالے کر دیتے اور بعض یہ کہتے کہ گہائی کے بعد دانے کم نکلے ہیں اور ہم سے مطالبہ کرتے کہ اناج میں جس قدر کمی ہوئی ہے، اس کی مقدار ہم اپنا راس المال ان سے واپس لے لیں۔ ہم نے یہ مسئلہ حسن بصریؒ سے پوچھا۔ آپ نے اسے مکروہ یعنی نا جائز قرار دیتے ہوئے ہمیں ہدایت کی کہ ہم یا تو مقررہ مقدار میں اناج وصول کر لیں یا پھر اپنا سارا راس المال واپس لے لیں۔

(۱۲۵) (دیکھئے مادہ اقالۃ نمبر۲ کا جز ب)

ب۔ بیع العینۃ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کا جز ج)

ج۔ بیع الصرف (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کے جز ھ کا جز ۱، ۲)

د۔ بیع المرابحہ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۴ کا جز ز)

ھ۔ بیع التولیۃ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۴ کا جز واؤ)

و۔ بیع العربون (دیکھئے مادہ بیع نمبر۴ کا جز ج)

ز۔ بیع المزایدہ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۴ کا جز ب)

حرف الباء میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۸۱ ب، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۴۴

(۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۶ ب

(۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۶ ب

(۴) تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۵۶، المغنی ج ۲ ص ۱۸۶

(۵) تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۳۹

(۶) حوالہ درج بالا۔

(۷) نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۵۵

(۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱

(۹) سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۷۵

(۱۰) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۳

(۱۱) حوالہ درج بالا۔

(۱۲) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۷۲

(۱۳) المحلی ج ۱۱ ص ۱۳

(۱۴) المغنی ج ۷ ص ۴۴، عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۳۶

(۱۵) احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۸

(۱۶) آثار ابی یوسف نمبر ۸۹۰

(۱۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹

(۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱

(۱۹) المغنی ج ا ص ۳۹

(۲۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰

(۲۱) عبدالرزاق ج ا ص ۸۳

(۲۲) سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۳، الاوسط ج ۲ ص ۱۹۷

(۲۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰

(۲۴) عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۵۹

(۲۵) حوالہ درج بالا نیز ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰' آ ثار ابی یوسف نمبر ۳۵' المحلی ج ا ص ۱۷۰

(۲۶) سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۳، المحلی ج ا ص ۱۸۰

(۲۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۱، المحلی ج ا ص ۱۰۲، شرح السنۃ ج ۲ ص ۸۵، المغنی ج ۲ ص ۹۱، الاوسط ج ۲ ص ۱۴۳

(۲۸) الاوسط ج ۲ ص ۱۴۴

(۲۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰

(۳۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰ ب

(۳۰ ب) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۹

(۳۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۰، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۲۶

(۳۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۹

(۳۳) المغنی ج ۴ ص ۲۱۶

(۳۴) البخاری، مسلم فی البیوع باب بیع الحاضر للبادی

(۳۵) المحلی ج ۸ ص ۴۵۴

(۳۶) حوالہ درج بالا

(۳۷) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۹۵

(۳۸) المغنی ج ۴ ص ۲۳۹

(۳۹) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۳۱۸

(۴۰) خراج ابی یوسف ص ۲۲۶

(۴۱) المغنی ج ۸ ص ۳۷۷

(۴۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۲۸ ب

(۴۳) حوالہ درج بالا

(۴۴) المحلی ج ۹ ص ۴۶، عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۱۳، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۴ ب، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۷، شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۶۹، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۸۲، المغنی ج ۴ ص ۲۶۳، المجموع ج ۹ ص ۲۷۴، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۷۔

(۴۵) یہاں کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔ غلطی سے لکھا گیا۔
(۴۶) شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۴، المغنی ج ۴ ص ۲۵۷
(۴۷) سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/۹۱
(۴۸) المغنی ج ۴ ص ۲۲۲
(۴۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۰ ج ا ص ۲۷۸، عبدالرزاق ج ۹ ص ۵
(۵۰) المغنی ج ۴ ص ۲۵۱، المجموع ج ۹ ص ۲۴۶، شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۴
(۵۱) البخاری فی البیوع باب ثمن الکلب مسلم فی المساقاۃ باب ثمن الکلب
(۵۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۶ ب، عبدالرزاق ج ا ص ۶۴
(۵۳) عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۹۳
(۵۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۲
(۵۵) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۲
(۵۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۶ ب، المغنی ج ۶ ص ۳۵۶
(۵۷) المحلی ج ۹ ص ۲۱۹، الاشراف ج ا ص ۳۷۵ ج ۴ ص ۳۰۸
(۵۸) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۴۳، ۱۴۸
(۵۹) المجموع ج ۹ ص ۲۶۵، سنن سعید ج ۳ ص ۱۱۲/۱، شرح السنۃ ج ۹ ص ۳۶۸
(۶۰) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۲
(۶۱) عبدالرزق ج ۸ ص ۴۳
(۶۲) ابوداؤد فی الاجارۃ باب منع الماء
(۶۳) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۰۷، المحلی ج ۹ ص ۵۵
(۶۴) المحلی ج ۸ ص ۳۹۷، المغنی ج ۴ ص ۲۰۹، المجموع ج ۹ ص ۳۵۹
(۶۵) المغنی ج ۴ ص ۲۰۲
(۶۶) المغنی ج ۴ ص ۹۳، المحلی ج ۸ ص ۴۰۷
(۶۷) المغنی ج ۳ ص ۵۸۰
(۶۸) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۴، المحلی ج ۸ ص ۳۳۸، المجموع ج ۹ ص ۳۳۰
(۶۹) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۸
(۷۰) المغنی ج ۸ ص ۵۸۸
(۷۱) المحلی ج ۸ ص ۵۲۰ ج ۹ ص ۲، عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۸
(۷۲) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۴

(۷۳) شرح السنۃ ج ۸ ص ۱۰۸، المغنی ج ۴ ص ۱۰۷، المجموع ج ۹ ص ۲۹۵

(۷۴) نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۵۵

(۷۵) حوالہ درج بالا۔

(۷۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۲ ب، المحلی ج ۸ ص ۵۲۳، شرح السنۃ ج ۸ ص ۱۱۰

(۷۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۲ ب

(۷۸) المحلی ج ۸ ص ۴۰۵

(۷۹) المحلی ج ۹ ص ۸۳، المغنی ج ۴ ص ۱۱۷

(۸۰) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۶۸، المغنی ج ۲ ص ۶۵۱، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۵۹۰

(۸۱) احکام القرآن ج ۱ ص ۶۶۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۴، المحلی ج ۹ ص ۱۰۶، المغنی ج ۴ ص ۱۷۴

(۸۲) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۳۴، المحلی ج ۸ ص ۴۲۳

(۸۳) شرح السنۃ ج ۸ ص ۱۰۵، المغنی ج ۴ ص ۱۷۳

(۸۴) المغنی ج ۴ ص ۱۷۳

(۸۵) المحلی ج ۹ ص ۷۵، ۸۱

(۸۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۷

(۸۷) المجموع ج ۹ ص ۳۹۰

(۸۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۴ ب

(۸۹) البخاری، مسلم فی البیوع باب بیع الرجل علی بیع اخیہ۔

(۹۰) المجموع ج ۹ ص ۳۶۹، المغنی ج ۴ ص ۲۳۳،

(۹۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۵

(۹۲) المغنی ج ۴ ص ۲۴، المجموع ج ۱۱ ص ۷۷

(۹۳) المجموع ج ۹ ص ۳۲۷، المغنی ج ۴ ص ۵۶

(۹۴) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۷

(۹۵) المجموع ج ۱۰ ص ۷۰

(۹۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۱۰

(۹۷) نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۵۵

(۹۸) المغنی ج ۴ ص ۴۵

(۹۹) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۲۰

(۱۰۰) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۶

(۱۰۱) المجموع ج ۹ ص ۴۵۵

(۱۰۲) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۶

(۱۰۳) حوالہ درج بالا۔

(۱۰۴) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۰

(۱۰۵) المجموع ج ۹ ص ۴۵۵

(۱۰۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۶۹، المجموع ج ۱۰ ص ۲۵۲، المحلی ج ۸ ص ۴۹۷

(۱۰۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۴

(۱۰۸) حوالہ درج بالا نیز المغنی ج ۴ ص ۳۴، المجموع ج ۱۰ ص ۲۵۳

(۱۰۹) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۸

(۱۱۰) المغنی ج ۴ ص ۱۷۹

(۱۱۱) المحلی ج ۹ ص ۱۴

(۱۱۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۷، المغنی ج ۴ ص ۱۸۲

(۱۱۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۰ ب، تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۱۰۹

(۱۱۴) سنن سعید ج ۳ ص ۲/۱۱۰، المجموع ج ۹ ص ۴۲۰

(۱۱۵) المغنی ج ۴ ص ۲۲۷

(۱۱۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۰

(۱۱۷) عبدالرزاق ج ۸ ص ۷

(۱۱۸) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۲، عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۵، المغنی ج ۴ ص ۲۷۸

(۱۱۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۸

(۱۲۰) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۴

(۱۲۱) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۴

(۱۲۲) عبدالرزاق ج ۸ ص ۹، شرح السنۃ ج ۸ ص ۱۹۳، المغنی ج ۴ ص ۳۰۹

(۱۲۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۱ ب

(۱۲۴) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۲، المحلی ج ۹ ص ۴، المغنی ج ۴ ص ۳۰۳

(۱۲۵) المحلی ج ۹ ص ۵

حرف التاء

تادیب (تادیب کرنا)

۱۔ تعریف: تادیب اس سزا کو کہتے ہیں جو قاضی کے سوا دیگر ولی اپنی ولایت کے تحت موجود فرد کو اس کی کج روی درست کرنے کے لیے دے۔

۲۔ تادیب کے طریقے: تادیب کئی طریقوں سے کی جا سکتی ہے۔ ایک طریقہ ہجر یعنی علیحدہ کرنے کا ہے۔ دوسرا ڈانٹ ڈپٹ کا اور تیسرا پٹائی کا۔ ان طریقوں کا ذکر حسن بصریؒ نے شوہر کی اپنی سرکش بیوی کی تادیب کے سلسلے میں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر بیوی اپنے شوہر سے سرکش ہو جائے تو شوہر اسے سمجھائے بجھائے اور اللہ سے ڈرائے۔ اگر بیوی اپنا رویہ درست کر کے اعتدال پر آ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ اسے خواب گاہ میں الگ کر دے۔ اگر بیوی درست ہو جائے تو فبہا ورنہ اس کی پٹائی کرے تاہم پٹائی ایسی ہو کہ ضربات کے نشانات جسم پر ظاہر نہ ہو جائیں۔ اگر بیوی درست روی اختیار کر لے تو فبہا ورنہ شوہر کے لیے اس کا مواخذہ کرنا اور اس سے اپنی جان چھڑا لینا حلال ہو جائے گا۔ (۱)

تامین (آمین کہنا)

آمین کہنے کو تامین کہتے ہیں۔

امام کی دعا پر مقتدی کا آمین کہنا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزھ کا جز ۱۵)

تبذیر (حرام کاموں میں مال خرچ کرنا)

حرام کاموں میں مال خرچ کرنا تبذیر کہلاتا ہے۔

تبذیر کرنے والے پر پابندی عائد کرنا۔ (دیکھئے مادۂ حجر)

تبرع (رضا کارانہ طور پر نیکی کرنا)

۱۔ تعریف: عوض کے بغیر تملیک کو تبرع کہتے ہیں۔

۲۔ متبرع یعنی تبرع کرنے والا: تبرع کے عمل کی صحت کے لیے متبرع کے اندر درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

أ۔ عاقل ہونا: دیوانے کا تبرع جائز نہیں ہوتا۔ (۲)

ب۔ بالغ ہونا: نابالغ کا کوئی تبرع مثلاً عتق، وصیت، ہبہ یا صدقہ درست نہیں ہوتا۔
حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نابالغ کی دی ہوئی طلاق، اس کی وصیت، اس کا ہبہ، اس کا صدقہ اور اس کا عتاق اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔''(۳) نیز فرمایا: ''لڑکے کی وصیت جائز نہیں ہوتی جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اور نہ لڑکی کی وصیت جب تک اسے حیض نہ آ جائے۔''(۴)

ج۔ آزاد ہونا: غلام کا ہبہ اور اس کا عتاق اس کے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ اس کے بارے میں مکاتب بھی غلام کی طرح ہے۔(۵) تاہم غلام کے لیے اپنے ساتھ مخصوص چیز کا صدقہ جائز ہے بشرطیکہ اس سے اسے نقصان نہ پہنچے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''غلام اپنی غذا میں سے اس قدر صدقہ کر سکتا ہے جس سے اسے نقصان نہ پہنچے۔''(۶) (دیکھیے مادۂ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز أ)

د۔ شادی شدہ عورت جب تک بچے کو جنم نہ دے یا اس کی شادی پر ایک سال گزر نہ جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورت کے لیے اپنے مال سے کوئی عطیہ دینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ بچے کو جنم نہ دے دے یا شادی پر ایک سال نہ گزر جائے یعنی جوش ختم ہو کر اس میں سنجیدگی پیدا نہ ہو جائے۔''(۷) (دیکھیے مادۂ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)

ھ۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا اپنے مملوکہ مال کے تہائی حصے کے اندر تبرع جائز ہے۔

۱۔ دشمن کے ہاتھ میں قیدی: حسن بصریؒ نے دشمن کے قید میں پڑے ہوئے شخص کے متعلق فرمایا: ''اگر وہ کوئی عطیہ دے یا ہبہ کرے یا اپنے مال کے تہائی حصے کی وصیت کرے تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔''(۸) (دیکھیے مادہ اسر نمبر ۳ کا جز ج) نیز (مادہ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ھ)

۲۔ ایسے ظالم حاکم کا قیدی جو اس کے ہاتھوں قتل ہو جانے سے مامون نہ ہو۔ اسی مفہوم پر حسن بصریؒ کا یہ قول محمول ہوگا کہ: ''قید میں پڑا ہوا شخص اپنے مال میں صرف تہائی کا مالک ہوتا ہے۔''(۹) حمید الطویل کہتے ہیں کہ جب ایاس بن معاویہ حجاج کے زمانے میں شک کی بنا پر دھر لیے گئے تو انہوں نے مجھے پیغام بھیج کر بلوایا اور کہا کہ حسن بصریؒ کے پاس جا کر میرا حال بیان کرو اور ان سے پوچھو کہ موجودہ حالت میں کیا میں اپنے تہائی مال میں کچھ کر سکتا ہوں یا پورے مال میں؟ چنانچہ میں حسن بصریؒ کے پاس گیا اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے جواب دیا: ''ایاس موجودہ حالت میں اپنے مال میں جو کچھ کریں گے، وہ تہائی میں سے جاری ہوگا۔ وہ مریض کے بمنزلہ ہیں۔''(۱۰) (دیکھیے مادۂ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ھ)

۳۔ مرض الموت میں گرفتار مریض: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی موت کے وقت اپنا غلام اپنی موت کے وقت آزاد کر دے تو اس کا تہائی حصہ آزاد ہو جائے گا اور دو تہائی حصوں کے لیے اس سے کمائی کرائی جائے گی۔''(۱۱) اگر اس غلام کے سوا میت کا کوئی اور مال نہ ہو تو اس صورت میں ورثاء کے لیے غلام کی پوری قیمت کے حصول کے لیے اسے کمائی پر لگایا جائے گا۔ حجاج بن ارطاۃ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بتایا کہ حسن بصریؒ سے اس شخص کے متعلق مسئلہ پوچھا گیا جو اپنی موت کے وقت اپنا غلام

آزاد کر دے اور اس کے پاس اس غلام کے سوا کوئی اور مال نہ ہو جب کہ اس کے ذمہ قرض بھی ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ غلام آزاد ہو جائے گا اور اس کی قیمت کے حصول کے لیے اس سے سعی یعنی کمائی کرائی جائے گی۔ (۱۲)

۴۔ اگر ایک شخص میدان جنگ میں دشمن سے مڈبھیڑ یا سمندر میں سفر یا طاعون پھیلنے کی حالت کے اندر اپنے مال سے کسی کو کوئی عطیہ دینے کی بات کرے تو اس کے حکم کے متعلق حسن بصریؒ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔ یہی اختلاف حاملہ عورت کے عطیہ کے متعلق مروی روایات کے اندر بھی ہے۔

✡ ایک روایت کے مطابق مذکورہ بالا افراد کا تبرع تہائی مال کے اندر نافذ ہوگا اور اس سے زائد کے اندر نافذ نہیں ہوگا۔ (۱۳)

✡ دوسری روایت کے مطابق راس المال سے ان کا تبرع تندرست آدمی کے تبرع کی طرح ہے اور دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (۱۴)

✡ مفلس یعنی دیوالیہ شخص کا تبرع (دیکھئے مادہ حجر نمبر۲ کے جز ب کے جز۲ کا جز ج)

✡ حاملہ عورت کا تبرع (دیکھئے مادہ حجر نمبر۲ کے جز ب کے جز۲ کا جز واؤ)

و۔ سلطان کا تبرع: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر سلطان اپنی رعیت کے کسی فرد کو کوئی تبرع کرے تو اس کے لیے اسے قبول کر لینا جائز ہے۔ خواہ سلطان اپنی رعیت کے کسی فرد کو کوئی تبرع کرے تو اس کے لیے اسے قبول کر لینا جائز ہے۔ خواہ سلطان عادل ہو یا ظالم۔ (۱۵) آپ حضرت معاویہؓ کے دیئے ہوئے عطیات قبول کر لیتے تھے۔ (۱۶) عدی بن ارطاۃ آپ کو ہر روز ثرید کے کئی تھال بھر کر بھیجتا۔ آپ خود بھی کھاتے اور اپنے رفقاء کو بھی کھلاتے۔ (۱۷) ابن ارطاۃ نے حسن بصریؒ، شعبی اور محمد بن سیرین کی خدمت میں مال بھیجا۔ اول الذکر دونوں حضرات نے اسے قبول کر لیا اور ابن سیرین نے واپس کر دیا۔ (۱۸) حسن بصریؒ، ابن سیرین اور عامر شعبی عمر بن ہبیرہ کے پاس گئے۔ اس نے ابن سیرین اور شعبی کو ایک ایک ہزار اور حسن بصریؒ کو دو ہزار کا عطیہ دیا۔ حسن بصریؒ نے یہ عطیہ لے لیا۔ ابن سیرین نے لینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ عطیہ کیوں نہیں لیتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک تمام لوگوں کو اس طرح کے عطیے نہ دیئے جائیں، میں یہ عطیہ قبول نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بخدا! اگر میرے اور تمہارے پاس کوئی چور آ کر میری اور تمہاری چادر چرا لے اور پھر اس کے دل میں کوئی خیال آ جائے اور وہ میری چادر مجھے واپس کرنے لگے تو کیا میں اس سے یہ کہوں گا کہ: ''جب تک تم ابن سیرین کی چادر انہیں واپس نہیں کرو گے، میں اپنی چادر قبول نہیں کروں گا!! ابن سیرین مجھے تو یہ بات پسند تھی کہ تم نے ابھی اپنی جس فقاہت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اپنی فقاہت کا مظاہرہ کرتے۔'' (۱۹)

۳۔ متبرع بہ (وہ چیز جو تبرع کے طور پر دی جائے)

اُ۔ متبرع بہ کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ تبرع کے وقت تبرع کرنے والے کا مملوکہ مال ہو اور وہ مال نہیں ہوگا تو

اسے تبرع کے طور پر دینا درست نہیں ہوگا۔ بنابریں نسب اور ولاء بطور تبرع دینا جائز نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ولاء نسب ہے۔ نہ تو اس کی فروخت ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کا ہبہ۔''(۲۰) نیز فرمایا: ''ولاء نسب کی قرابت کی طرح ایک قرابت ہے۔ اس کی نہ تو فروخت ہوسکتی ہے اور نہ اس کا ہبہ۔''(۲۱) ایک اور روایت میں ہے کہ: ''ولاء نسب کی طرح ایک شاخ ہے۔ اس کی نہ فروخت ہوسکتی ہے اور نہ اس کا ہبہ۔''(۲۲) (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ا) منافع (جمع منفعت) کا تبرع جائز ہے کیونکہ مال کے ذریعے ان کی قیمت لگائی جاسکتی ہے۔ اگر منفعت کا تبرع زندگی بھر کے لیے ہو تو اس صورت میں جس عین یعنی مال کے ساتھ یہ منفعت قائم ہو، اس کا وہ شخص مالک بن جاتا ہے۔ جس کے لیے مذکورہ منفعت تبرع کی گئی ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص دوسرے سے کہے کہ یہ مکان زندگی بھر کے لیے تمہارا ہے تو وہ اس کا اور اس کے بعد اس کی اولاد کا ہو جائے گا۔''(۲۳)

مکاتب سے بدل کتابت کا کوئی حصہ کم کر دینا تبرع شمار ہوگا۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کے جز د کا جز ۳)

ب۔ مبترع بہ کی ملکیت کب حاصل ہوتی ہے؟: اگر بیوی کے سوا کسی اور کو کوئی چیز تبرع کے طور پر دی جائے تو اس کی ملکیت قبضے کے ذریعے حاصل ہوگی۔ جب متعلقہ شخص اسے اپنے قبضے میں لے لے گا تو وہ اس کا مالک بن جائے گا اور اس کے بعد تبرع کرنے والے کو اسے مذکورہ شخص سے واپس لینے کا حق نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ہبہ کرنے والا ہبہ واپس نہیں لے گا۔''(۲۴) بنابریں حسن بصریؒ نے عمریٰ (دیکھئے مادہ عمریٰ) کو ناقابل واپس تملیک قرار دیا ہے یعنی جس شخص کے حق میں عمریٰ کی صورت میں ہبہ ہوا ہو، اس کی زندگی میں اس کے لیے اور موت کے بعد اس کے ورثاء کے لیے یہ ہبہ ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عمریٰ متعلقہ شخص کے اہل و عیال کے لیے جائز ہے۔ اس لیے کہ جو شخص زندگی بھر ایک چیز کا مالک رہے، وفات کے بعد مذکورہ چیز اس کے ورثاء کی ہو جائے گی۔''(۲۵) نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص دوسرے سے کہے کہ: ''یہ مکان زندگی بھر کے لیے تمہارا ہے تو وہ اس کا اور اس کے بعد اس کی اولاد کا ہو جائے گا۔''(۲۶)

اگر شوہر اپنی بیوی کے لیے تبرع کرے تو مذکورہ چیز قبضہ یا قبول میں سے کسی ایک کے ذریعے بیوی کی ملکیت میں چلی جائے گی۔ بیوی ان دونوں باتوں میں سے جس بات پر بھی عمل کرے گی، اس کے نتیجے میں مذکورہ چیز پر اس کی ملکیت قائم ہو جائے گی۔ یونس نے حسن بصریؒ سے اس شخص کے متعلق روایت کی ہے جو اپنی بیوی کو کوئی چیز ہبہ کرے کہ آپ نے فرمایا: ''یہ ہبہ اس کے لیے جائز ہو جائے گا خواہ وہ اس پر قبضہ نہ بھی کرے۔''(۲۷) اگر شوہر تبرع کے طور پر بیوی کو کوئی چیز دے اور بیوی کی طرف سے اس بنا پر قبول یا قبضہ نہ ہو کہ اسے شوہر کے اس تبرع کا علم نہ ہو یا اس نے مذکورہ تبرع کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہو یا قبول یا قبضہ اور بیوی کے درمیان کوئی امر حائل ہو گیا ہو تو ان صورتوں میں شوہر کا مذکورہ تبرع نافذ نہیں ہوگا اور نہ اس پر بیوی کی ملکیت واقع ہوگی۔ سعید بن منصور نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ اس تبرع کو کوئی چیز نہ سمجھتے جو شوہر اپنی بیوی کو جلوہ (شب زفاف یا منہ دکھائی) کے وقت دے(۲۸) یعنی اس صورت میں جب

کہ بیوی نہ تو مذکورہ تبرع کو قبول کرے اور نہ اسے اپنے قبضے میں لے۔

۴۔ متبرع الیہ (وہ فرد جس کے حق میں تبرع کیا جائے)

أ۔ تبرع کی صحت کے لیے متبرع الیہ میں درج ذیل شرائط کا وجود ضروری ہے۔

ا۔ تبرع کے وقت وہ زندہ ہو۔ تبرع کے بارے میں جن مسائل کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، ان کے اندر یہ شرط واضح ہے۔

۲۔ اس کا علم ہو۔ کسی نامعلوم شخص کے حق میں تبرع کرنا درست نہیں ہے۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے رُقبیٰ فاسد ہونے کا حکم عائد کیا ہے۔ (دیکھئے مادہ رقبیٰ)

ب۔ اگر متبرع الیہ معین فرد ہو تو وہ قبول کے ذریعے ہی متبرع بہ چیز کا مالک بنے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک شخص اگر کسی غائب شخص کے حق میں وصیت کرے اور پھر وہ آ جائے اور وصیت کو قبول کر لے اور پھر اس کا انکار کر دے تو اسے انکار کرنے کا حق نہیں ہوگا۔'' (۲۹)

ج۔ بیوی کے حق میں تبرع: شوہر اپنی بیوی کے حق میں جو تبرع کرے گا، بیوی اسے قبول کر لینے یا اس پر قبضہ کے ذریعے اس کی مالک بن جائے گی۔ یہ بات (مادہ تبرع نمبر ۳ کے جز ب) میں گزر چکی ہے۔

د۔ اپنے مملوک کے حق میں تبرع: اگرچہ اصولی طور پر مملوک کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، تاہم حسن بصریؒ نے آقا کے کیے ہوئے تبرع پر غلام کی ملکیت کی توثیق کی ہے، بنا بریں آپ نے یہ بات جائز قرار دی ہے کہ آقا اپنی ام ولد کے حق میں کوئی تبرع کرے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر آقا اپنی ام ولد کو کوئی چیز دے اور پھر اس کی وفات ہو جائے تو مذکورہ چیز ام ولد کی ہو جائے گی۔'' (۳۰)

ھ۔ اولاد کے حق میں تبرع کرنا: حسن بصریؒ اولاد کو ہدیہ دینے کے اندر ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے کو مکروہ یعنی ناجائز تصور کرتے تھے۔ (۳۱) (دیکھئے مادہ اُب نمبر ۲ کے جز اُ کا جز ۳)

و۔ تقسیم میراث کے وقت آنے والے غیر وارث اقارب کے لیے جن کے حق میں وصیت بھی نہ ہو، تبرع کرنا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴)

۵۔ عقد تبرع:

أ۔ عقد تبرع ایجاب وقبول کے ذریعے تکمیل کو پہنچتا ہے جب کہ ان دونوں کا صدور ان کی اہلیت رکھنے والے افراد کی جانب سے ہوا ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک غائب شخص کے حق میں وصیت کی گئی ہو اور پھر وہ آ جائے اور وصیت کا اقرار کر لے یعنی اسے قبول کر لے اور پھر انکار کر دے تو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔'' (۳۲)

عقد تبرع کا نفاذ قبضے کے ذریعے ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۳ کا جز ب)

ب۔ ہر ایسی شرط جس کا عقد تبرع متقضی نہ ہو، اور نہ وہ عقد تبرع کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو، لغو شمار ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کہے کہ: ''میری تلوار فلاں کے لیے ہے۔ جب وہ فلاں مر جائے تو فلاں کے لیے ہو جائے گی۔ اگر وہ فلاں بھی مر جائے تو میری طرف لوٹ آئے گی۔'' تو اس صورت میں مذکورہ

تلوار پہلے شخص کی ہو جائے گی۔ (۳۳)

تبسم (مسکراہٹ)

۱۔ تعریف: آواز کے بغیر ہنسی کو تبسم کہتے ہیں۔

۲۔ تبسم کا نماز پر اثر: تبسم نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نماز کے اندر تبسم کوئی بات نہیں۔'' (۳۴) تاہم اس سے بچنا افضل ہے۔ (۳۵) کیونکہ تبسم کے عمل میں پڑ کر نمازی نماز کے بدلے کسی اور کام میں مصروف ہو جائے گا۔

تتابع (پے در پے کرنا)

۱۔ تعریف: سابق کے بعد فصل کے بغیر لاحق کا آ جانا تتابع کہلاتا ہے۔

۲۔ رمضان کی قضاء میں تتابع۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۴ کا جز ۱)

✡ کفارات کے روزوں میں تتابع۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۲) نیز (مادہ ظھار نمبر ۷ کے جز ج کے جز ۲ کا جز ب)

✡ وضو کے افعال میں تتابع۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۴ کا جز ل)

✡ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کا تتابع۔ (دیکھئے مادہ استثناء نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز ب کا جز ۱)

۳۔ روزوں کے اندر تتابع کو قطع کر دینے والے امور: حسن بصریؒ نے جن مسائل میں فتوے دیئے ہیں، ان کے استقراء سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ کی رائے میں روزوں کے اندر تتابع ہر ایسی صورت میں منقطع نہیں ہوتا، جب روزہ دار کے لیے روزہ چھوڑ دینے کے مشروع طریقے سے دامن بچانا ممکن نہ رہے۔ بنا بریں اگر کوئی عذر پیدا ہو جائے اور روزہ دار اس عذر کی بنا پر روزہ نہ رکھے تو اس سے تتابع منقطع نہیں ہوگا۔ معمر نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ روزوں کے تتابع کے سلسلے میں آپ روزہ دار کے لیے اس بات کی رخصت دیتے تھے کہ اگر اسے کوئی عذر لاحق ہو جائے تو وہ تتابع ترک کر کے قضا کر لے۔ (۳۶) آپ نے قسم کے کفارہ کے بارے میں فرمایا: ''اس کفارے کے روزے وہ پے در پے رکھے گا۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے وہ روزہ چھوڑ دے تو اس کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھ لے گا۔'' (۳۷) مذکورہ عذر کبھی بیماری کی صورت میں ہوتا ہے جس کے نتیجے میں متعلقہ شخص روزہ رکھنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔ (۳۸) اور کبھی ایسے سفر کی شکل میں جس کے اندر روزہ نہ رکھنا مباح ہوتا ہے۔ (۳۹) اور کبھی ایسے حیض کی وجہ سے جس سے پاک ہو جانے کے ایام میں ایک کفارہ کے روزوں کی گنجائش نہ ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی عورت کسی کو غلطی سے قتل کر دے اور پھر وہ کفارہ کے روزے رکھے اور اسے حیض آ جائے تو حیض کے بدلے دیگر ایام میں روزے رکھ لے۔'' (۴۰) یعنی حیض کے ایام میں وہ جتنے روزے چھوڑ دے، دیگر ایام میں انہیں پورا کر لے۔

تثویب (جانے کے بعد واپس ہونا)

اذان میں تثویب یہ ہے کہ موذن دو مرتبہ: ''حی علی الفلاح'' کہنے کے بعد دو مرتبہ: ''الصلوۃ خیر من النوم'' بھی کہے۔

تثویب صبح کی اذان کے ساتھ خاص ہے۔ دیگر نمازوں کی اذان کے اندر تثویب نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۹)

تجارۃ (تجارت)

۱۔ تعریف: نفع کمانے کے قصد سے خرید و فروخت کرنے کو تجارت کہتے ہیں۔

۲۔ کن چیزوں کی تجارت حلال ہے؟ قاعدہ عمومی یہ ہے کہ جس چیز کی بیع حلال ہے، اس کی تجارت بھی حلال ہے۔ اس لیے کہ تجارت بیع ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳)

۳۔ دشمن کے ساتھ تجارت۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جز ھ)

تجارتی سامان کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز د)

تجسس (ٹوہ میں رہنا)

۱۔ خفیہ طور پر عیوب کی تفتیش کو تجسس کہتے ہیں۔

۲۔ تجسس کی ممانعت: مومن کے خلاف تجسس کے عمل سے کتاب اللہ میں نہی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ سورۃ حجرات آیت نمبر ۱۲ میں ارشاد باری ہے۔ (وَلَا تَجَسَّسُوْا ۔ اور ٹوہ میں نہ رہو) بنابریں حسن بصریؒ مومن کو اپنے مومن بھائی کے خلاف تجسس سے روکتے تھے۔ آپ فرماتے: ''اپنے بھائی کی ٹوہ میں نہ رہو'' (۴۱)

مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے کی بنا پر ذمی کا عہد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ ذمی نمبر ۳)

تحری (تحری کرنا)

۱۔ تعریف: جب ایک چیز کی حقیقت تک رسائی متعذر ہو تو اس کے بارے میں غلبۂ ظن سے کام لینا تحری کہلاتا ہے۔

۲۔ تحری کا حکم: اگر ایک معاملہ دو یا دو سے زائد صورتوں کے درمیان متردد ہو تو تحری کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص تحری کیے بغیر محتمل امور میں سے کسی ایک پر عمل کر لے تو اس کا یہ عمل درست نہیں ہوگا بلکہ سرے سے اس کا انعقاد ہی نہیں ہوگا مثلاً ایک شخص قبلے کے سلسلے میں اشتباہ میں مبتلا ہو جائے اور پھر تحری کیے بغیر کسی ایک رخ پر نماز ادا کر لے تو اس کی اس نماز کا انعقاد نہیں ہوگا اور نماز درست نہیں ہوگی۔ خواہ قبلے کی طرف اس کا رخ درست کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ تحری کرنے کے بعد کسی ایک جہت کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرے تو اس کی نماز کا انعقاد ہو جائے گا۔ پھر اسے اگر معلوم ہو جائے کہ اس کا رخ درست تھا تو اس

کی نماز درست ہو جائے گی لیکن اگر اسے پتہ چل جائے کہ قبلہ کی جہت غلط ہو گئی تھی تو نماز کا وقت باقی ہونے کی صورت میں اس پر نماز کا اعادہ لازم ہوگا کیونکہ وقت کے اندر نماز کو علیٰ وجہ الکمال ادا کرنا اس کے لیے ممکن ہوگا۔ لیکن اگر نماز کا وقت نکل جائے تو اس پر اعادہ لازم نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ وقت نکل جانے کے بعد خارج وقت میں نماز کا اعادہ نماز کی پہلی ادائیگی سے بڑھ کر کامل نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص قبلے کے سوا کسی اور رخ پر نماز پڑھ لے تو پھر اسے اپنی غلطی معلوم ہو جائے تو وقت باقی ہونے کی صورت میں وہ نماز کا اعادہ کر لے۔''(۴۲)

اگر تین طلاق یافتہ عورت دعویٰ کرے کہ اس نے طلاق دینے والے شوہر کے سوا کسی اور مرد سے نکاح کر لیا تھا جب کہ اس کے پاس کوئی بینہ موجود نہ ہو اور مذکورہ شوہر کے نزدیک وہ قابل تصدیق بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں مذکورہ عورت کی حالت کے بارے میں تحری سے کام لیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۴)

تحریم (حرام کرنا)

۱۔ تعریف: تحریم کے لفظ سے یہاں ہماری مراد یہ ہے کہ ایک شخص تحریم کے لفظ کے ذریعے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے۔

۲۔ تحریم کے اثرات: حسن بصریؒ تحریم کو قسم شمار کرتے تھے بشرطیکہ اس کے ذریعے طلاق کی نیت نہ کی گئی ہو اور اس پر وہی احکام جاری کرتے جو قسم پر جاری ہوتے ہیں۔ اور اس کی خلاف ورزی پر کفارہ واجب قرار دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کہے کہ: ''ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے'' تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔ بشرطیکہ اس نے اپنی بیوی سے طلاق کی نیت نہ کی ہو۔''(۴۳) اگر ایک شخص غصے کی حالت میں تحریم کر دے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''یہ شیطان کی طرف سے اسے ورغلانے کی صورت ہے۔ وہ دس مسکین کو کھانا کھلائے خواہ اس نے اللہ کی اطاعت میں یہ تحریم نہ کی ہو۔''(۴۴)

اگر ایک شخص تحریم کے ذریعے طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کا جزج)

اگر آقا اپنی ام ولد کو اپنے اوپر حرام کر لے تو وہ اس پر حرام نہیں ہوگی بلکہ آقا پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کے جزج کا جز ۲)

تحکیم (حکم یعنی ثالث بنانا)

۱۔ تعریف: تحکیم یہ ہے کہ کسی جھگڑے کے طرفین اپنا جھگڑا ختم کرانے کے لیے کسی تیسرے شخص کے قول کو قبول کرنے پر اتفاق کر لیں۔

۲۔ امام المسلمین کے مقرر کردہ شخص کے سوا جھگڑا ختم کرانے کے لیے کسی اور شخص کی تحکیم جائز ہے بشرطیکہ مذکورہ شخص فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اور جو فیصلہ وہ سنائے، اللہ کی شریعت کے ساتھ اس کا ٹکراؤ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے محرم کے مارے ہوئے شکار کے بدلے کا اندازہ کرنے کے لیے تحکیم کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ

سورۂ مائدہ آیت نمبر ۹۵ میں ارشاد باری ہے (فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ ۔ پس بدلہ ہے چوپایوں میں سے مثل اس جانور کی جسے اس نے ہلاک کیا ہے، اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل افراد کریں گے۔) اسی طرح اللہ نے زوجین کے درمیان تنازعہ کے فیصلے کے لیے تحکیم کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء آیت نمبر ۳۵ میں ارشاد باری ہے۔ (وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۔ اور اگر تمہیں زوجین کے درمیان نااتفاقی کا خطرہ ہو تو شوہر کے خاندان سے ایک ثالث اور بیوی کے خاندان سے ایک ثالث مقرر کرو۔ اگر دونوں اصلاح کا ارادہ کریں تو اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔)

ہم سے پہلے انبیاء کی شریعتوں میں تحکیم ہوتی تھی۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو فصل کے جھگڑے میں ثالث بنایا گیا ہے۔ اس واقعہ کا ذکر اللہ نے سورۂ انبیاء آیت نمبر ۷۸ میں فرمایا ہے۔ (وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ۔ اور داؤدؑ اور سلیمانؑ کا واقعہ یاد کرو جب کہ دونوں فصل کے جھگڑے میں فیصلہ کر رہے تھے جسے قوم کی بکریوں نے اجاڑ دیا تھا اور ہم ان کے فیصلے کو دیکھ رہے تھے۔) اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''فیصلہ وہی ہوا جو سلیمان علیہ السلام نے سنایا تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے فیصلے پر نکتہ چینی نہیں کی۔'' (۴۵)

۳۔ ثالث کے فیصلے کا لزوم: اگر ثالث ایک ہو تو اس کا فیصلہ صادر ہوتے ہی تنازعہ کے فریقوں پر لازم ہو جائے گا لیکن اگر ثالث دو افراد ہوں تو ان کا فیصلہ اس صورت میں لازم ہوگا جب متفقہ ہو لیکن اگر فیصلے کے اندر دونوں کا اختلاف ہو تو اسے قبول کرنا لازم نہیں ہوگا بلکہ جھگڑے کے فریقین پر لازم ہوگا کہ وہ جھگڑا طے کرانے کی خاطر مذکورہ ثالثوں کے علاوہ کوئی اور ثالث تلاش کر لیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر دونوں ثالث متفق ہو جائیں تو ان کا فیصلہ لازم ہو جائے گا اور اگر دونوں کے درمیان اختلاف ہو تو ان کے سوا کسی اور کو تلاش کیا جائے گا۔'' (۴۶)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فیصلے کا لزوم اور فیصلے کی تنفیذ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ بعض دفعہ فیصلے کا لزوم ہو جاتا ہے لیکن جس فریق پر فیصلہ ہو جاتا ہے، وہ اس کی تنفیذ سے باز رہتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا اسے اس کی تنفیذ پر مجبور کیا جائے گا یا اس پر جبراً فیصلہ نافذ کر دیا جائے گا؟ اس بارے میں ہمیں حسن بصریؒ کا کوئی قول ہاتھ نہیں لگا۔ البتہ قاعدہ یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ جبراً نافذ کیا جائے گا لیکن ثالث کا فیصلہ اس صورت میں جبری طور پر نافذ ہوگا جب اسے قاضی نے مقرر کیا ہو اور وہ فیصلہ کرنے میں قاضی کا وکیل یعنی کارندہ ہو۔ اگلے فقرے میں ہم یہ بات دیکھیں گے۔

۴۔ میاں بیوی کے جھگڑوں میں تحکیم: اگر زوجین کے درمیان اختلافات پیدا ہو جائیں اور انہیں دور کرنے کے لیے نہ تو وعظ و نصیحت کارگر ثابت ہو، نہ خواب گاہ میں علیحدگی اور نہ مار پٹائی اور نہ دیگر وسائل جن کے متعلق یہ گمان ہو کہ یہ کارگر ہوں گے تو ایسی صورت میں قاضی زوجین میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک ایک

ثالث مقرر کرے گا جو زوجین کے درمیان پیدا شدہ صورت حال کا بغور مطالعہ کریں گے اور اس کے بعد اپنی سفارشات قاضی کو پیش کر دیں گے جب کہ انہوں نے سفارشات پیش کرنے سے پہلے زوجین کے درمیان پیدا شدہ صورت حال کو درست کرنے کی اپنی حد تک پوری کوشش کر لی ہو۔ البتہ دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دینے کا انہیں اختیار نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''دونوں ثالث زوجین کو جوڑنے کا فیصلہ کریں گے اور دونوں کی علیحدگی کا فیصلہ نہیں کریں گے۔''(۴۷) نیز فرمایا: ''ثالثوں کو اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ اصلاح کریں اور ظالم کے خلاف اس کے ظلم پر گواہ بنیں۔ رہ گئی زوجین کے درمیان علیحدگی تو وہ ثالثوں کے اختیار میں نہیں ہوتی۔''(۴۸)

اگر دونوں ثالث یہ دیکھیں کہ زوجین کا مل کر زندگی گزارنا محال ہے اور زوجین نے انہیں طلاق کا وکیل مقرر کیا ہو تو اس صورت میں ثالثوں کے لیے طلاق دینے کا عمل جائز ہوگا اور ان کی دی ہوئی طلاق درست ہو جائے گی۔ اگر زوجین نے انہیں طلاق کا وکالت نامہ نہ دیا ہو تو وہ اپنی سفارشات قاضی کو پیش کر دیں گے اور پھر قاضی طلاق دے گا۔(۴۹)

- محرم پر شکار کی جزا کے اندازے کے سلسلے میں ثالث مقرر کرنا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۵)
- جنایات (فوجداری جرائم) کے اندر تحکیم (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ج اور ھ)

تحلل (بندش سے باہر آ جانا)

- تعریف: ایک چیز سے تحلل اس سے باہر نکل آنے کو کہتے ہیں۔ احرام سے تحلل سر مونڈنے یا بال چھوٹے کرانے کے ذریعے احرام سے باہر نکل آنے کو کہتے ہیں۔
- تحلل کے مراحل: احرام یا حج کا ہوگا یا عمرے کا۔

حج کے احرام سے تحلل دو مراحل میں مکمل ہوگا۔

پہلا مرحلہ جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد مکمل ہوگا۔ اس مرحلے میں احرام کی بنا پر ہر ممنوع بات محرم کے لیے حلال ہو جائے گی سوائے خوشبو، شکار اور عورت کے۔ (دیکھئے مادۂ حج نمبر ۱۵ کا جز ب)

دوسرا مرحلہ طواف افاضہ کے بعد مکمل ہوگا۔ اس مرحلے پر محرم کے لیے خوشبو، شکار، عورتیں نیز ہر چیز حلال ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ب)

عمرے کے احرام سے تحلل ایک ہی مرحلے میں مکمل ہو جائے گا یعنی عمرے کے احرام سے تحلل کے بعد محرم کے لیے احرام کی بنا پر ہر ممنوعہ چیز حلال ہو جائے گی۔

- تحلل کے ذرائع: عورت کے لیے احرام سے تحلل اپنے بال چھوٹے کرانے کے ذریعے ہوگا اور مرد کے لیے تحلل اپنے بال مونڈ دینے یا انہیں چھوٹے کرانے کے ذریعے ہوگا۔ البتہ اگر محرم کا یہ پہلا حج ہو تو اس صورت میں سر مونڈے بغیر احرام سے تحلل نہیں ہوگا۔ اس کا ذکر (مادہ احرام نمبر ۱) میں گزر چکا ہے۔

تحلی (زیورات پہننا) دیکھئے مادہ حلی

تحلیل (حلالہ کرنا)

۱۔ تعریف: تین طلاق یافتہ عورت کے ساتھ کسی شخص کا اس غرض سے نکاح کر لینا تحلیل کا عمل کہلاتا ہے کہ وہ اسے اس کے طلاق دینے والے شوہر کے لیے حلال کر دے۔

۲۔ تحلیل کی مشروعیت: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے تو اس کے لیے بیوی کی طرف واپسی اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۹ میں ارشاد باری ہے۔ (اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ۔ طلاق دو دفعہ دی جاتی ہے۔ پھر یا تو بھلے طریقے سے روک رکھنا ہوتا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہوتا ہے۔) آگے چل کر ارشاد ہوا۔ (فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ پھر اگر وہ اسے طلاق دیدے تو جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے، اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔)

۳۔ تحلیل کی شرطیں: جب تک درج ذیل شرطیں پائی نہیں جائیں گی، اس وقت تک تحلیل وقوع پذیر نہیں ہو گی۔

اَ۔ عورت کا اپنے شوہر پر حرام ہونا طلاق کے سبب وقوع پذیر ہوا ہو۔ اگر تحریم طلاق کے سوا کسی اور سبب مثلاً لعان کی وجہ سے ہوئی ہو تو لعان کرنے والی بیوی کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرنے کے باوجود لعان کرنے والے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ ایسے میاں بیوی دوبارہ کبھی یکجا نہیں ہو سکتے۔ (۵۰)

ب۔ دوسرے شوہر کا جس کے ساتھ نکاح کے ذریعے تحلیل ہوگی، بالغ ہونا ضروری ہے کیونکہ نابالغ کو بہکا کر اس کے ساتھ مذکورہ عورت کا نکاح کیا جا سکتا ہے اور پھر اسے بہکا کر اس سے طلاق بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جس عورت کو اس کا شوہر طلاق مغلظہ دیدے اور پھر اس کے ساتھ کوئی لڑکا نکاح کر لے جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو تو وہ اسے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں کر سکے گا۔ وہ حقیقت میں شوہر ہی نہیں ہے۔'' (۵۱) یہ بھی شرط ہے کہ دوسرا شوہر آزاد ہو یا غلام ہونے کی صورت میں اس نے اپنے آقا کی اجازت سے مذکورہ مطلقہ کے ساتھ نکاح کیا ہو۔ اگر وہ آقا کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ نکاح کر لے اور پھر اسے طلاق دیدے تو وہ مذکورہ عورت کو اس کے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں کر سکے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مغلظہ طلاق یافتہ عورت کے ساتھ کوئی غلام اپنے آقاؤں کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو وہ شوہر نہیں ہوگا۔'' (۵۲)

ج۔ عقد نکاح صحیح عقد ہو۔ اگر عقد نکاح فاسد ہو تو مذکورہ عورت کے لیے اپنے پہلے شوہر کی طرف واپس جانا حلال نہیں ہوگا۔ (۵۳) اس حکم میں اس امر سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ مذکورہ نکاح کفر کے سائے میں ہوا ہو یا اسلام کے سائے میں۔ بنابریں اگر ایک مسلمان اپنی کتابی بیوی کو تین طلاق دیدے اور پھر کوئی کتابی (یہودی یا عیسائی) اس کے ساتھ نکاح کر کے ہمبستری بھی کر لے اور اس کے بعد اسے طلاق دیدے تو

عورت کے لیے اپنے پہلے شوہر کی طرف واپس ہو جانا جائز ہوگا۔ (۵۴) کیونکہ مذکورہ کتابی شخص صحیح نکاح کے تحت اس کا شوہر بنا تھا۔

د۔ نکاح کے عقد کے ساتھ تحلیل کی شرط نہ لگائی گئی ہو اور نہ تحلیل کی نیت ہو۔ نہ تو بیوی کی طرف سے یا بیوی کے ولی کی طرف سے نہ پرانے شوہر کی طرف سے اور نہ نئے شوہر کی طرف تحلیل کی نیت اور شرط ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر تینوں افراد (مطلقہ عورت یا اس کے ولی یا پہلے شوہر یا دوسرے شوہر) میں سے کسی ایک کا ارادہ تحلیل کا ہو تو نکاح فاسد ہو جائے گا۔'' (۵۵) ایک شخص حسن بصریؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری برادری کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، پھر وہ نادم ہو گیا اور بیوی بھی نادم ہو گئی۔ میں نے ارادہ کیا کہ جا کر مذکر عورت سے نکاح کرلوں اور اسے مہر دیدوں اور پھر اس کے ساتھ اسی طرح ہمبستری کرلوں جس طرح ایک شوہر اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرتا ہے اور پھر اسے طلاق دیدوں تاکہ وہ اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''جوان! اللہ سے ڈرو اور اللہ کی حدود میں آگ کی میخ نہ بنو۔'' (۵۶)

درج بالا بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عقد نکاح میں اگر تحلیل کی شرط یا اس کی نیت داخل ہو جائے تو یہ عقد باطل ہو جائے گا۔ یہ بات حسن بصریؒ کے مذکورہ بالا قول سے واضح ہے کہ: ''اگر تینوں افراد میں سے کسی ایک کا ارادہ تحلیل کا ہو تو نکاح فاسد ہو جائے گا۔'' ابن قدامہ نے حسن بصریؒ کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔ (۵۷) بنابریں آپ فرمایا کرتے تھے کہ: ''حلالہ کرنے والا ملعون ہے۔'' (۵۸)

ھ۔ عقد نکاح کے بعد نیا شوہر مذکورہ عورت کے ساتھ ہمبستری کرے اور اس ہمبستری کے نتیجے میں اس کا انزال بھی ہو جائے۔ (۵۹) گویا حسن بصریؒ نے حدیث نبوی کے اندر وارد لفظ: ''عسیلہ'' یعنی شہد کی تفسیر انزال کے ساتھ کی ہے۔ (حدیث میں وارد ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ: ''جب تک عورت مرد کا شہد اور مرد عورت کا شہد چکھ نہ لے۔'') آیا اس ہمبستری میں عورت کا انزال بھی شرط ہے؟ اس کے متعلق حسن بصریؒ کا کوئی قول ہمارے علم میں نہیں ہے۔

۴۔ تحلیل کا ادعاء: اگر ایک شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے اور پھر ایک مدت گزر جانے کے بعد عورت اس کے پاس آ کر یہ دعویٰ کرے کہ اس نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا تھا اور پھر اس مرد نے اسے طلاق دیدی تھی یا اس کی وفات ہو گئی تھی جب کہ عورت کے پاس اپنے دعوے پر کوئی بینہ یعنی گواہی وغیرہ موجود نہ ہو تو اس صورت میں اس کا پہلا شوہر صورت حال کا جائزہ لے گا۔ اگر اس کا غلبۂ ظن یہ ہو جائے کہ عورت سچ کہہ رہی ہے تو اس کے لیے اسے نئے نکاح کے ذریعے اپنی زوجیت میں لے لینا جائز ہوگا۔ اگر اس کا غلبۂ ظن یہ ہو کہ عورت کی بات قابل اعتبار نہیں ہے تو تحقیق و تفتیش اور سوچ بچار نیز اس کی سچائی کے بارے میں غلبۂ ظن پیدا ہونے کے بعد ہی مرد کے لیے اسے اپنی زوجیت میں واپس لینا حلال ہوگا۔ حسن بصریؒ نے اس شوہر کے بارے میں جو اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے اور پھر مذکورہ بیوی کچھ مدت گزر جانے کے بعد یہ

دعویٰ کرے کہ اس نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا تھا اور نئے شوہر نے اس کے ساتھ ہمبستری بھی کر لی تھی، فرمایا: ''اگر مذکورہ عورت مرد کے نزدیک قابل تصدیق ہو تو وہ اگر چاہے تو اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے اور اگر وہ اس کے نزدیک قابل اعتبار نہ ہو تو مرد کو چاہیے کہ اس کے متعلق لوگوں سے معلومات حاصل کرے اور اس کے دعوے کی تحقیق و تفتیش کرے۔'' (۶۰)

تحیۃ (سلام کہنا)

سلام کو تحیت کہتے ہیں۔

تحیۃ المسجد دو رکعت نماز کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی ایک شخص مسجد میں داخل ہوتے ہی بیٹھنے سے پہلے کرتا ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱ کا جز واؤ)

تحیۃ الکعبہ اس کے گرد طواف کو کہتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱)

تحیۃ الانسان ایک انسان کو: ''السلام علیکم'' کہنے کا نام ہے۔ (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۲)

تخارج (کسی کو درمیان سے خارج کر دینا)

۱۔ تعریف: تخارج اسے کہتے ہیں کہ کسی وارث یا شریک کو کوئی معین چیز دے کر اسے تقسیم سے خارج کر دینے پر اس کے ساتھ مصالحت کر لی جائے۔

۲۔ تخارج کا حکم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ ورثا یا شرکاء میں سے ہر وارث یا شریک اپنا پورا حق وصول کرے۔ نیز یہ کہ وراثت یا شراکت کے اندر کسی وارث یا شریک کا اپنے حق سے دستبردار ہو جانا دھوکے یا ربوا (سود) یا ضرورت مند کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھانے سے خالی نہیں ہوتا۔ جب کہ یہ تمام صورتیں جائز اور حلال نہیں ہیں۔ بنا بریں یونس نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس بات کو ناجائز قرار دیا ہے کہ دو شریک نیز میراث کے حق دار اپنے درمیان سے کسی کو خارج کر دیں۔ (۶۱)

تختم (انگوٹھی پہننا)

۱۔ تعریف: انگوٹھی پہننے کو تختم کہتے ہیں۔ انگوٹھی اس چھلے کو کہتے ہیں جو انگلی میں پہنا جاتا ہے۔

۲۔ کس طرح کی انگوٹھی پہننا جائز ہے؟: مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا بالا جماع جائز نہیں ہے کیونکہ عبداللہ بن زریر نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو فرماتے سنا تھا کہ: ''میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے ریشم اپنے دائیں ہاتھ میں اور سونا اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا: ''یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔'' (۶۲) چاندی کی انگوٹھی پہننا مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے جائز ہے۔ حسن بصریؒ چاندی کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ قرہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ کی انگوٹھی چاندی کے چھلے کی شکل میں دیکھی تھی۔ (۶۳)

۳۔ انگوٹھی کا نقش: انگوٹھی پر اللہ کے نام کا نقش جائز ہے۔ حضور ﷺ کی انگوٹھی کا نقش اللہ کے نام کا تھا۔ اگر ایک شخص کی انگوٹھی پر اللہ کا نام نقش ہو تو انگوٹھی کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہونا جائز ہوگا اگرچہ اس سے پرہیز کرنا افضل ہے۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص کی انگوٹھی پر اسم الٰہی کندہ ہو اور وہ اسے پہن کر بیت الخلاء میں جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۶۴) ہم نے کہا ہے کہ اس سے پرہیز کرنا افضل ہے۔ اس لیے کہ حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ: ''اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' یہ تعبیر اس مفہوم کی حامل ہے کہ ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حسن بصریؒ نے اپنی انگوٹھی میں اللہ کا نام کندہ نہ کرانا افضل سمجھا تھا۔ معمر کہتے ہیں کہ مجھے حسن بصریؒ کی انگوٹھی دیکھنے والے شخص نے خبر دی کہ اس پر لکیریں کندہ تھیں جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی تھی۔ (۶۵)

۴۔ وضو کرنے کے دوران انگوٹھی کو ہلانا: وضو کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وضو کا پانی وضو میں دھلنے والے اعضاء کے ہر جز تک پہنچ جائے۔ بنابریں حسن بصریؒ کو یہ بات پسند تھی کہ وضو کے دوران انگلی میں موجود انگوٹھی ہلا لی جائے تاکہ پانی اس کے نیچے تک پہنچ جائے۔ آپ خود بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ آپ نے وضو کیا اور اپنی انگوٹھی کو حرکت دی۔ (۶۶) (دیکھیے مادہ وضو نمبر ۴ کا جز ج)

تخلّی (رفع حاجت کے لیے جانا)

۱۔ تعریف: پیشاب، پاخانے کی حاجت رفع کرنے کو تخلی کہتے ہیں۔

۲۔ تخلی کے آداب:

أ۔ ناپاکی کی آلودگی سے بچنا: جو شخص رفع حاجت کے لیے جائے، اس پر لازم ہے کہ ناپاکی کی آلودگی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے۔ بنابریں حسن بصریؒ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۶۷) کہ پیشاب کے چھینٹے کہیں پیشاب کرنے والے پر نہ پڑ جائیں۔ اسی طرح آپ نے غسل کی جگہ میں پیشاب کرنے کو بھی مکروہ یعنی ناجائز کہا ہے۔ (۶۸) کیونکہ یہ بات نجاست کے ساتھ آلودہ ہو جانے کی باعث بنتی ہے۔

ب۔ اللہ کا ذکر: حسن بصریؒ نے رفع حاجت کے دوران اللہ کے ذکر کو ناجائز قرار دیا ہے تاکہ ناپاکی کے مقامات سے اللہ کے نام کو دور رکھا جا سکے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کو بیت الخلاء میں چھینک آ جائے تو وہ اپنے دل میں: ''الحمد للہ'' کہہ لے۔ (۶۹)

ج۔ اللہ کے لکھے ہوئے نام کو لے کر بیت الخلاء میں جانا: حسن بصریؒ نے اس بات کی رخصت دی ہے کہ ایک شخص بیت الخلاء میں کوئی ایسی چیز اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے جس پر اللہ کا نام لکھا ہو۔ (۷۰) اگرچہ اس سے پرہیز کرنا افضل ہے۔ اگر مذکورہ چیز کو چھپا لینا ممکن ہو مثلاً دراہم وغیرہ تو اسے اپنی جیب یا کپڑوں میں چھپا لینا مستحب ہوگا۔ اگر کپڑوں میں چھپائے تو افضل ہوگا کہ مذکورہ چیز اس کی جلد کو مس نہ کرے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ مذکورہ چیز اور میری جلد کے درمیان کوئی تیسری چیز موجود

ہو۔"(۷۱) اگر بیت الخلاء میں جانے والے نے مذکورہ چیز پہن رکھی ہو مثلاً انگوٹھی وغیرہ تو اس صورت میں اسے اس طرح بیت الخلاء میں لے جانے کی حسن بصریؒ نے رخصت دی ہے جب کہ اس سے پرہیز افضل ہے۔ آپ نے اس شخص کے متعلق جو اللہ کے نام کا نقش رکھنے والی انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء میں چلا جائے، فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (دیکھیے مادہ ختم نمبر ۳)

تخییر (اختیار دینا) دیکھیے مادہ خیار

تداوی (دوا کرنا، علاج کرنا)

۱۔ تعریف: کسی بیماری سے شفا حاصل کرنے کی غرض سے دوا وغیرہ استعمال کرنا تداوی کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کی مشروعیت: ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ تداوی کی مشروعیت کے قائل تھے بلکہ وسیلۂ شفا کے طور پر اس کے وجوب کے قائل تھے۔ بنا بریں آپ نے محرم کے لیے حالت احرام میں دوا کے طور پر سرمہ وغیرہ کے استعمال کی اباحت کر دی تھی۔ اسی طرح عورت کے لیے بھی خواہ اس کی وجہ سے اس کے جسم کا وہ حصہ کیوں نہ کھل جائے جسے ڈھانپے رکھنا واجب ہے کیونکہ ایک واجب کو دوسرے واجب کی خاطر ترک کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۳۔ تداوی کے احکام:

أ۔ محرم کے لیے دوا وغیرہ کا استعمال: حسن بصریؒ محرم کے لیے ایسی چیز دوا کے طور پر استعمال کی اباحت کرتے تھے جس کے متعلق اسے گمان ہو کہ اس سے اس کی بیماری دور ہو جائے گی اور عبادت کرنے میں کمزوری پیدا نہیں ہوگی مثلاً دوا کے طور پر آنکھوں میں سرمہ لگانا (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ز) نیز گھی اور روغن زیتون کے ساتھ زخموں کا علاج کرنا (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ح) لیکن اگر علاج سے محرم کے اندر کمزوری پیدا ہو جانے کا امکان ہو مثلاً سینگی لگوانے کے ذریعے علاج تو حسن بصریؒ ایسے علاج کو محرم کے لیے مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے اور اسے کر لینے پر جرمانہ عائد کرتے تھے۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ل)

ب۔ روزہ دار کا اپنے منہ میں دوا لگانا: روزہ دار کے لیے مباح ہے کہ وہ اپنے منہ میں دوا لگا لے اور اس کا کوئی حصہ حلق سے نیچے نہ اتارے۔ خاص طور پر جب کہ دوا کڑوی ہو۔ ہشام نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ سے اس روزہ دار کے متعلق پوچھا گیا جس کے منہ میں زخم یا کوئی بیماری ہو تو آپ نے جواب دیا کہ: "وہ اپنے اس زخم پر حضض (ایلوے کی طرح تلخ گوند) اور اس قسم کی کوئی اور دوا رکھ لے۔"(۷۲) (دیکھیے مادہ صیام نمبر ۹ کے جز واؤ کا جز ۴)

ج۔ علاج کی خاطر کشف عورت: اگر علاج کرنے والا طبیب یا ڈاکٹر جسم کے مستور حصے کو علاج کی غرض سے دیکھنے پر مجبور ہو جائے تو اس کے سامنے اس حصے کو برہنہ کرنا جائز ہوگا اور طبیب کے لیے اس پر نظر ڈالنا بھی درست ہوگا بشرطیکہ کشف اور نظر دونوں کو ضرورت کی حد تک محدود رکھا جائے۔ اس لیے کہ ضرورت کے بقدر ضرورت کا اندازہ مقرر کیا جاتا ہے۔ جس عورت کے جسم پر زخم ہو، اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا

کہ زخم کے اوپر سے جسم کا کپڑا پھاڑ دیا جائے گا اور پھر طبیب اس پھٹن سے اس کا زخم دیکھ لے گا۔ (۴۳)

د۔ جھاڑ پھونک اور تعویذوں کے ذریعے تداوی کا جواز (دیکھئے مادہ رقیۃ) نیز (مادہ قرآن نمبر۴ کا جز ب) نیز (مادہ تمیمۃ) نشرہ (افسوں اور منتر) کے ذریعے تداوی کا عدم جواز۔ (دیکھئے مادہ نشرۃ)

قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ حسن بصریؒ نے دودھ اور شہد کے سوا کسی اور چیز کے ذریعے تداوی کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۴۳ب) اس قول کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ مذکورہ دونوں اشیاء کے ذریعے تداوی دیگر اشیاء کی بہ نسبت افضل ہے کیونکہ یہ غذا بھی ہیں اور دوا بھی۔ یہ اگر دوا کے طور پر نافع نہیں ہوں گی تو غذا کے طور پر نافع بن جائیں گی جب کہ دیگر ادویہ کے اندر یہ بات نہیں پائی جاتی۔ ان کے اندر ضرر کا بھی احتمال ہوتا ہے اور نافع نہ ہونے کا بھی۔ یہ ادویہ اگر دوا کے طور پر نافع نہیں ہوں گی تو غذا کے طور پر بھی نافع نہیں بنیں گی۔ واللہ اعلم۔

حسن بصریؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے دوا کے طور پر گدھی کے پیشاب کے استعمال کی رخصت دی ہے۔ (۴۴) (دیکھئے مادہ اتان) نیز (مادہ حمار نمبر۴)

ھ۔ علاج کرنے پر اجرت لینے کا جواز (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جزأ کے جز۳ کا جز ج)

تدبیر (غلام یا لونڈی کو مدبر کرنا)

غلام یا لونڈی کی آزادی کو اس کے آقا کی موت پر معلق کر دینے کا نام تدبیر ہے۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر۴)

تذکیۃ (جانور ذبح کرنا)

تذکیہ ذبح کے اس عمل کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ذبیحہ کے استعمال کی حلت ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ ذبح)

تراویح (نماز تراویح)

رمضان کی راتوں میں قیام کی نماز کو تراویح کی نماز کہتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱ کا جز ط)

ترتیب (ترتیب کا عمل)

۱۔ تعریف: ترتیب یہ ہے کہ مخصوص افعال کو ایک مخصوص طریقے سے اس طرح سرانجام دیا جائے کہ متاخر فعل متقدم فعل سے مقدم نہ ہونے پائے۔

۲۔ فوت شدہ نمازوں کی قضا میں ترتیب نیز فوت شدہ نماز اور حاضر یعنی موجودہ نماز کے درمیان ترتیب۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۳ کے جزأ کا جز ۱۱)

✡ حج کے اندر طواف اور سعی کے درمیان ترتیب۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۲ کا جز د)

✡ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے اندر یہ ترتیب کہ ابتداء صفا سے ہو اور پھر مروہ سے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۲ کا جز د)

☆ حج کے اندر رمی جمار میں ترتیب۔(دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۶ کا جزب)
☆ حج کے اندر رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب۔(دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ا)
☆ وضو کے افعال میں ترتیب۔(دیکھئے مادہ وضو نمبر ۴ کا جزک)
☆ غسل کے افعال میں ترتیب۔(دیکھئے مادہ غسل نمبر ۵ کا جزز)

ترکۃ (ترکہ)

۱۔ تعریف: ترکہ ان اموال کو کہتے ہیں جو میت اپنے پیچھے چھوڑ جائے اور یہ اموال اپنی کسی معین چیز کے ساتھ غیر کے حق کے تعلق سے پاک ہوں۔

۲۔ ترکہ کا معاملہ کون نمٹائے گا؟: وصی یعنی میت کی طرف سے یا قاضی کی جانب سے معین شدہ شخص میت کی وفات کے بعد اس کے ترکے کا معاملہ نمٹائے گا۔ اگر اسے ترکہ میں سے کسی چیز کی فروخت کی ضرورت پڑ جائے تو وہ اسے فروخت کر دے گا البتہ اسے یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ اپنے لیے ترکہ میں سے کوئی چیز خرید لے کیونکہ اس طرح وہ شکوک وشبہات اور تہمت کی زد میں آ جائے گا۔ حسن بصریؒ نے اس امر کو مکروہ قرار دیا ہے کہ وصی میراث میں سے کوئی چیز اپنے لیے خرید لے۔(۷۵)

۳۔ ترکہ میں داخل ہونے والی اور داخل نہ ہونے والی اشیاء(دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳)

۴۔ نیلامی کے ذریعے ترکہ کی فروخت: حسن بصریؒ ایک چیز کی بذریعہ نیلامی فروخت کو ناجائز قرار دیتے تھے کیونکہ اس میں ظاہری طور پر اپنے مسلمان بھائی کی بولی اور مول تول پر اپنی بولی اور مول تول کا پہلو ہوتا ہے۔(اور حضورﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے) البتہ آپ نے ترکہ اور اموال غنیمت کی بذریعہ نیلامی فروخت کی رخصت دی ہے کیونکہ یہ اموال کسی معین شخص کے ساتھ خاص نہیں ہوتے۔ ابن ابی شیبہ نے اشعث سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے مواریث اور غنائم کے سوا بذریعہ نیلامی تمام چیزوں کی فروخت کو ناجائز قرار دیا ہے۔(۷۶) اگر نیلامی کی اباحت کی مذکورہ بالا علت ہے تو پھر ہر عام اور غیر معین مال کی نیلامی کے ذریعے فروخت کو مباح قرار دینا واجب ہوگا۔(۷۷)

۵۔ ترکہ سے متعلق حقوق(دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳)

تسری (تسری کرنا)

۱۔ تعریف: ملک یمین کی بنا پر لونڈی کے ساتھ ہمبستری کو تسری کہتے ہیں۔

۲۔ تسری کا حق کیسے حاصل ہوتا ہے؟:

الملکیت' نیز' اسلام تسری کا حق آقا کو اپنی مملوکہ لونڈی کے اندر حاصل ہوتا ہے۔ البتہ مالکن کو اپنے مملوک غلام کے ساتھ تسری کا بالاجماع حق حاصل نہیں ہوتا۔ اگر لونڈی مسلمان ہو تو تسری کرنے والے آقا کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ اگر ایک کافر آقا کی ام ولد مسلمان ہو جائے تو اسے اس کے ساتھ ہمبستری کا حق حاصل نہیں رہے گا بلکہ لونڈی سے آقا کو قیمت کی ادائیگی کی خاطر کمائی کرائی جائے گی۔ حسن بصریؒ نے

فرمایا: ''اگر عیسائی کی ام ولد مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے آقا کو اپنی قیمت کی ادائیگی کے لیے سعی یعنی کمائی کرے گی۔'' (۷۸)

ب۔ وہ شخص جس کے لیے شرم گاہ حلال کر دی گئی ہو: لونڈی کا آقا جس شخص کے لیے اپنی لونڈی کی شرم گاہ حلال کر دے، وہ اس کے ساتھ تسری کر سکتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ آقا کی طرف سے کسی کے لیے اپنی لونڈی کی شرم گاہ حلال قرار دینے کے عمل کو مذکورہ شخص کے حق میں اس لونڈی کی تملیک قرار دیتے ہیں کیونکہ آپ نے یہ بات مباح قرار دی ہے کہ جس شخص کے لیے لونڈی کی شرم گاہ حلال قرار دی گئی ہو، وہ اس لونڈی کو آزاد کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص دوسرے شخص کے لیے اپنی لونڈی کی شرم گاہ حلال کر دے تو مذکورہ لونڈی کی آزادی اس کے ہاتھ میں چلی جائے گی اور اگر وہ حاملہ ہو جائے تو جنم پانے والے بچے کا الحاق بھی اسی کے ساتھ ہو گا۔'' (۷۹) یعنی اس شخص کے ساتھ جس کے لیے شرم گاہ حلال کی گئی ہو۔ البتہ شرم گاہ عاریت پر دینے کی بات کی حسن بصریؒ نے تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ: ''شرم گاہیں عاریت پر نہیں دی جا سکتیں۔'' (۸۰)

ج۔ غلام: اگر آقا اپنے غلام کو تسری کی اجازت دیدے تو اس کے لیے تسری کرنا جائز ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''غلام کے لیے تسری میں کوئی حرج نہیں اگر اس کا آقا اسے اس کی اجازت دیدے۔'' (۸۱) (دیکھیے مادہ استئذان نمبر ۷) شاید حسن بصریؒ نے آقا کی طرف سے اپنی لونڈی کی شرم گاہ کسی اور کے لیے حلال کرنے کے جواز کو آقا کی طرف سے اپنے غلام کے لیے تسری کی اجازت پر قیاس کیا ہے کیونکہ اس اجازت کی حقیقت احلال ہے اس لیے کہ غلام جس چیز کا مالک ہوتا ہے، وہ آقا کی ملکیت ہوتی ہے۔

د۔ باپ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ باپ کے لیے اپنے بیٹے کی لونڈی کے ساتھ تسری جائز ہے بشرطیکہ بیٹے نے مذکورہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو اور نہ ہمبستری کے دواعی کے ذریعے اس سے جنسی لذت اندوزی کی ہو۔ آپ نے فرمایا: ''ایک شخص اپنے بیٹے کے مال میں سے جتنا چاہے، لے سکتا ہے اور اگر لونڈی ہو تو اس کے ساتھ حسب منشا تسری بھی کر سکتا ہے۔'' (۸۲) ایک واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ معاویہ بن قرہ نے اپنے بیٹے ایاس کی لونڈی لے لی۔ ایاس نے باپ سے کہا کہ آپ کس طرح میری لونڈی لے سکتے ہیں؟ دونوں اپنا جھگڑا حسن بصریؒ کے پاس لے گئے۔ حسن بصریؒ نے معاویہ سے کہا کہ: ''تم یہ لونڈی لے لو۔'' پھر ایاس سے فرمایا: ''تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔'' ایاس نے یہ سن کر کہا: ''آپ بڈھے کھوسٹ ہو گئے ہیں۔ کیا میرا باپ میری لونڈی لے سکتا ہے؟'' (۸۳)

اگر بیٹے نے اپنی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لی ہو تو باپ کے لیے اس کے ساتھ تسری کرنا جائز نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر اس نے اپنی لونڈی سے ہمبستری کے دواعی مثلاً شہوت کے تحت لمس کیا ہو یا اس کی شرم گاہ پر نظر ڈالی ہو تو باپ کے لیے تسری کا عمل جائز نہیں ہو گا۔ (۸۴) ہشام بن حسان نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر باپ نے لونڈی کو برہنہ کیا ہو تو وہ بیٹے پر حرام ہو جائے گی اور اگر بیٹے نے

اسے برہنہ کیا ہو تو وہ باپ پر حرام ہو جائے گی۔'' (۸۵) اسی مفہوم پر حسن بصریؒ سے مروی آپ کا یہ قول محمول ہو گا کہ: ''باپ کے لیے بیٹے کا ہر مال حلال ہے سوائے شرم گاہ کے۔'' (۸۶) یعنی سوائے اس شرم گاہ کے جس میں بیٹے نے جنسی عمل کیا ہو یا ہمبستری کے دواعی بروئے کار لائے ہوں۔ عبدالرزاق نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ ہمبستری کے دواعی باپ کی لونڈی کو بیٹے پر حرام نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ باپ کی ہمبستری ہی بیٹے پر اسے حرام کرتی ہے۔ اس حکم کو نکاح پر قیاس کیا گیا ہے کیونکہ نکاح کے اندر اصول کے ساتھ دخول فروع پر انہیں حرام کر دیتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بیٹے پر لونڈی کو صرف باپ کی ہمبستری ہی حرام کر دیتی ہے۔'' (۸۷) یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ حسن بصریؒ کا مذکورہ بالا قول نکاح کے بارے میں ہو، تسری کے بارے میں نہ ہو لیکن راوی نے یہ سمجھا ہو کہ یہ تسری کے بارے میں ہے۔ واللہ اعلم۔

ھ۔ بیٹا: بیٹے کے لیے اپنے باپ یا ماں کی لونڈی کے ساتھ تسری جائز نہیں ہے۔ اسی طرح پوتے کے لیے اپنے دادا یا دادی کی لونڈی کے ساتھ تسری جائز نہیں۔ اگر وہ ایسا کر لے تو اس پر حد جاری نہیں ہو گی اس لیے کہ شبہ کی بنا پر مذکورہ حد اس سے ساقط ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی ماں کی لونڈی کے ساتھ بدکاری کر لیتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس پر حد جاری نہیں ہو گی۔ (۸۸) اگر ایک شخص اپنی ماں کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس پر حد جاری نہیں ہو گی۔ دادا یا دادی کی لونڈی باپ یا ماں کی لونڈی کی طرح ہے۔ (۸۹)

و۔ شوہر: اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ شوہر کے لیے تسری جائز نہیں ہے۔ حسن بصریؒ سے جب پوچھا گیا کہ ایک شخص اگر اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس کا کیا حکم ہو گا؟ آپ نے جواب میں سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۵ تلاوت کی۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے جن کے وہ مالک ہیں، وہ ایسا کر کے قابل ملامت نہیں ہوں گے۔'' (۹۰)

اگر شوہر اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس پر حد جاری ہو گی (۹۱) کیونکہ ملکیت الگ الگ ہو گی نیز بیوی کو یہ بات ہرگز پسند نہیں ہو گی کہ اس کی لونڈی کے ساتھ اس کا شوہر ہمبستری کرے، شوہر پر تاوان بھی عائد ہو گا۔ اگر شوہر نے مذکورہ لونڈی کی ہمبستری پر مجبور کیا ہو تو اسے اپنی بیوی کو لونڈی کی مثل تاوان کے طور پر بھرنا ہو گی اور لونڈی آزاد ہو جائے گی۔ اور اگر لونڈی نے ہمبستری کی بات بخوشی مان لی ہو تو شوہر لونڈی کی مثل تاوان کے طور پر اپنی بیوی کو بھر دے گا اور لونڈی شوہر کی ملکیت ہو جائے گی۔ (۹۲)

ز۔ راہن: آیا راہن کے لیے اپنی مرہون لونڈی کے ساتھ تسری جائز ہے؟ حسن بصریؒ سے اس مسئلے کا کوئی جواب ہمارے ہاتھ نہیں لگا۔ تاہم جواز کا احتمال ہے کیونکہ ایسی صورت کے اندر راہن اپنی مملوکہ چیز کے تصرف کرنے والا قرار پائے گا۔ یہاں عدم جواز کا بھی احتمال ہے کیونکہ راہن کی طرف تسری کا یہ عمل مرتہن

کے حق کی تفویت کا سبب بن جائے گا کیونکہ اس طرح مذکورہ لونڈی ام ولد بن جائے گی۔ خواہ جواز ہو یا عدم جواز۔ اپنی لونڈی کے ساتھ راہن کے تسری کے عمل کے نتیجے میں راہن پر حد جاری نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر ایک شخص اپنی لونڈی رہن رکھ دے اور پھر اس کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔" (۹۳)

ح۔ شریک: مشترک لونڈی کے ساتھ شریک کے لیے تسری جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ایسا کر کے اپنے حق نیز اپنے غیر کے حق میں متصرف شمار ہوگا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص دو افراد کے درمیان مشترک لونڈی کے ساتھ نکاح کر کے ان میں سے ایک کا حصہ خرید لے تو کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ مذکورہ لونڈی کے ساتھ اس وقت تک قربت نہ کرے جب تک دوسرے شریک کا حصہ بھی اس کی ملکیت میں نہ آ جائے۔" (۹۴) اگر ایک شریک مشترک لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس صورت میں لونڈی کی قیمت کا بوجھ اس پر پڑ جائے گا اور وہ اپنے شریک کو لونڈی کے اندر اس کے حصے کی قیمت کا تاوان بھر دے گا۔ (۹۵)

ط۔ مکاتب (مکاتب بنانے والا آقا) جو آقا اپنی لونڈی کو مکاتب بنا دے، اس کے لیے اس کے ساتھ تسری کا عمل حلال نہیں ہوگا کیونکہ مکاتب بنانے کی وجہ سے لونڈی کا بعض حصہ اس کی ملکیت ہوگا اور بعض حصہ اس کی ملکیت میں نہیں ہوگا جب کہ ہمبستری غیر منقسم ہوتی ہے اور حرام ہمبستری سرے سے حلال نہیں ہوتی۔ اگر اس نے مذکورہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لی تو اس پر اس کا مہر لازم ہو جائے گا اور وہ اس مہر کا حساب لونڈی کے بدل کتابت میں ادا کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر آقا اپنی مکاتب لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو وہ اس کے مہر مثل کا حساب بدل کتابت کے اندر کرے گا۔" (۹۶) ابن قدامہ نے حسن بصریؒ کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ اگر آقا اپنی مکاتب لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو وہ زانی شمار ہوگا۔ اس پر حد جاری ہوگی اور اس ہمبستری کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بچہ اس کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا۔ (۹۷) تاہم شاید پہلی روایت ہی زیادہ درست ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ تو شبہ کا وجود ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مہر کا وجوب حد کو ساقط کر دیتا ہے۔

ی۔ مدبر: آقا اپنی جس لونڈی کو مدبر قرار دے، اس کے ساتھ تسری کا عمل اس کے لیے جائز ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "آقا اپنی مدبر لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرے گا لیکن اسے فروخت نہ کرے اور نہ اسے مدبر قرار دینے کے عمل سے رجوع کرے۔" (۹۸)

۳۔ متسری بہا (لونڈی جس کے ساتھ تسری کا عمل کیا جائے)

أ۔ ملکیت تامہ: متسری بہا کی شرط یہ ہے کہ وہ تسری کرنے والے شخص یا اس کے بیٹے کی مکمل طور پر مملوکہ ہو اور مالک کے لیے اسے فروخت کرنا، آزاد کرنا اور اس کا نکاح کرا دینا جائز ہو۔" (۹۹)

ب۔ اسلام: اس کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ اگر وہ مشرکہ یا مجوسیہ یا کتابیہ ہو تو اسے مسلمان ہو جانے کے لیے کہا

جائے گا۔ اگر وہ اسلام لے آئے گی تو اس کے ساتھ حلال ہو گا۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ لوگ جب مجوسی عورتیں جنگ میں گرفتار کر لیتے تو پھر کیا طریق اختیار کرتے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہم انہیں قبلہ رخ کر کے مسلمان ہو جانے اور کلمۂ شہادت پڑھنے کے لیے کہتے، پھر غسل کراتے اور پھر جب تک ان کے مالکان ان کا استبراء نہ کرا لیتے، ان کے ساتھ ہمبستری نہ کرتے۔ (۱۰۰) ابن المنذر نے کتابی لونڈی کے ساتھ تسری کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ اس مسئلے میں صرف حسن بصریؒ تنہا عدم جواز کے قائل ہیں۔ (۱۰۱)

ج۔ زنا کاری سے پاک دامنی: حسن بصریؒ کے نزدیک لونڈی کے ساتھ تسری کے لیے اس کا زنا کاری سے عفیفہ ہونا شرط ہے خواہ یہ زنا کاری آقا کے ساتھ خریداری سے پہلے ہوئی ہو یا کسی اور کے ساتھ۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو کسی لونڈی سے پہلے بدکاری کر لے اور پھر اس کے ساتھ تسری کرے، فرمایا: ''مذکورہ لونڈی کے ساتھ اس کی قربت مکروہ یعنی ناجائز ہے۔'' (۱۰۲) اگر ایک شخص اپنی لونڈی کو بدکاری کرتے دیکھ لے تو کیا وہ اس کے ساتھ ہمبستری کرے یا نہ کرے؟ حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا کہ: ''ہمبستری نہ کرے۔ اب اس لونڈی کی کوئی عزت باقی نہیں رہی۔'' (۱۰۳) نیز فرمایا: ''اگر تم اپنی لونڈی کے اندر بدکاری دیکھو تو پھر اس کے قریب نہ جاؤ۔'' (۱۰۴)

د۔ تسری کرنے والے کے لیے تسری کی بنیاد پر ہمبستری کے اندر ایسی دو لونڈیاں یکجا کر لینا جائز نہیں جن میں سے ایک لونڈی کو اگر مذکر تصور کیا جائے تو وہ دوسری کی محرم رشتہ دار بن جائے مثلاً دو بہنیں۔ یونس نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص کی ملکیت میں دو بہنیں لونڈیوں کے طور پر ہوں اور وہ ان میں سے ایک کے ساتھ ہمبستری کر لے اور پھر اس کے ساتھ ہمبستری سے باز رہے تو کیا اس صورت میں وہ دوسری کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے؟ حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا تھا کہ بہتر بات یہی ہے کہ آقا بیع یا ہبہ وغیرہ کے ذریعے جب تک اسے اپنی ملکیت سے خارج نہ کر دے، اس وقت تک دوسری کے ساتھ ہمبستری نہ کرے۔ (۱۰۵)

ھ۔ ایسی لونڈی جس کی ماں یا بیٹی سے جنسی حظ اٹھایا گیا ہو خواہ ہمبستری کے ذریعے یا شہوت کے تحت لمس کے ذریعے یا شرم گاہ پر نظر ڈالنے کے ذریعے، اس کے ساتھ تسری جائز نہیں۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ سے دریافت کیا کہ میری ایک لونڈی تھی جس کے ساتھ میں ہمبستری کرتا تھا، اس کی ایک لڑکی تھی جس کی عمر شیر خوار بچی سے کچھ زیادہ تھی۔ ایک دن جب وہ برہنہ تھی، میں نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور شہوت محسوس کی۔ یہ سن کر حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اب اس کی ماں کے قریب نہ جاؤ۔'' (۱۰۶)

و۔ ایسی لونڈی جس کا بعض حصہ ایک شخص کی ملکیت میں ہو اور بعض حصہ کسی اور کی ملکیت میں ہو، مذکورہ شخص کے لیے اس کے ساتھ بھی تسری جائز نہیں خواہ مذکورہ لونڈی اس شخص کی اپنی بیوی کیوں نہ ہو۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو دو افراد کے درمیان مشترک لونڈی سے نکاح کر لے اور پھر ان میں سے ایک کا

حصہ خرید لے، فرمایا: ''وہ اس کے ساتھ اس وقت تک قربت نہ کرے جب تک دوسرے شریک کا حصہ بھی نہ خرید لے۔'' (۱۰۷) اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ لونڈی کا بعض حصہ اس کی ملکیت میں نہیں تھا اور لونڈی کے ایک حصے کے مالک ہو جانے کی وجہ سے نکاح فسخ ہو گیا۔ اس لیے جب تک دوسرے شریک کا حصہ اس کی ملکیت میں نہ آ جائے، اس وقت تک وہ اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کر سکتا کیونکہ ہمبستری منقسم نہیں ہوتی۔

ز۔ اگر کوئی شخص ایک لونڈی کے ساتھ نکاح کر لے اور پھر اسے طلاق مغلظہ دیدے اور اس کے بعد اسے خرید لے تو خواہ مذکورہ لونڈی نے کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ بھی کیا ہو، ملک یمین کے تحت وہ اس کے ساتھ تسری کر سکتا ہے۔ (۱۰۸) اس لیے کہ تبدل ملک تبدیل عین کی طرح ہوتا ہے۔

ح۔ فئی میں حاصل شدہ لونڈی کے ساتھ تقسیم سے پہلے کسی کے لیے تسری کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح بیت المال کی لونڈی کے ساتھ۔ اگر کسی نے مذکورہ لونڈی کے ساتھ تسری کا عمل کر لیا تو اسے اس کا تاوان بھرنا پڑے گا اور اس پر حد واجب نہیں ہو گی۔ فئی کے تحت حاصل شدہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرنے والے شخص کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر فئی کے اندر مذکورہ شخص کا کوئی حصہ ہو تو اسے معذور قرار دے کر لونڈی کی قیمت اس سے وصول کر لی جائے گی۔'' (۱۰۹) اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ اگر فئی کے اندر اس کا کوئی حصہ نہ ہو تو اسے معذور قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ اس پر حد زنا جاری کی جائے گی۔ (زکوٰۃ اور عشر کے سوا بیت المال کی دیگر آمدنیوں کو فئی کہا جاتا ہے۔ مترجم)

ط۔ جنگ میں گرفتار ہونے والی عورت کے ساتھ تسری جائز ہے خواہ دارالحرب میں اس کا شوہر موجود کیوں نہ ہو۔ ایسی عورت کا استبراء رحم کیا جائے گا اور پھر اس کا مالک اگر چاہے تو اس کے ساتھ تسری کر لے گا اس لیے کہ جنگ میں گرفتاری سے شوہر اور بیوی کے درمیان علیحدگی ہو جاتی ہے۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ اگر شوہر والی عورت جنگ میں گرفتار ہو جائے تو وہ جس مسلمان کے حصے میں آئے، اس کے لیے اس کے ساتھ تسری کا عمل جائز ہو گا؟ یہ سن کر حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تم نے فرزدق کا یہ شعر نہیں سنا؟ وذات حلیل قد انکحتھا رماحنا۔ (۱۱۰)

اور شوہروں والی عورتوں کا ہمارے نیزوں نے ہمارے ساتھ نکاح پڑھا دیا۔

حسن بصریؒ نے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے کہ یہ حضرات جنگ میں دشمن کی عورتوں کو گرفتار کر لیتے اور ایک حیض کے ذریعے ان کا استبراء کرنے کے بعد ان کے ساتھ ہمبستری کرتے۔ (۱۱۱)

ی۔ مکاتب لونڈی نیز مدبر لونڈی کے ساتھ تسری۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کا جز د اور نمبر ۶ کا جز ج) ان کے بارے میں گفتگو (مادہ تسری نمبر ۲ کے جز ط اور جز ی) میں گزر چکی ہے۔

۴۔ جنگ میں گرفتار ہونے والی لونڈی کا استبراء رحم نیز اس لونڈی کا استبراء جو تسری سے پہلے اس کی ملکیت میں آ چکی ہو۔ (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کا جز ا)

اگر آقا اپنی لونڈی کے ساتھ تسری کر کے اسے اپنے لیے خاص کر لے تو پردہ اس پر واجب ہو جائے گا۔

(دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۲)

تسلیم (سلام کہنا)

تسلیم کا لفظ دو معنوں میں آتا ہے۔

اول: ''السلام علیکم'' کے ذریعے تحیت کے معنوں میں۔ اس پر ہم (مادہ سلام) میں گفتگو کریں گے۔

دوم: ایک چیز پر کسی کو قبضہ کرنے کا پورا موقعہ دے کر اسے اس کے حوالہ کر دینے کے معنوں میں۔ اس پر ہم (مادہ قبض) میں گفتگو کریں گے۔

تشریق (تشریق) دیکھئے مادہ ایام التشریق۔

تشمیت (چھینک مارنے والے کو: ''یرحمک اللہ'' کہنا۔)

چھینک مارنے والے کے حق میں دعا کرنا اور اسے: ''یرحمک اللہ'' (اللہ تم پر رحم کرے) کہنا تشمیت کہے۔ (دیکھئے مادہ عطاس)

امام کے خطبے کے دوران چھینک مارنے والے کو تشمیت کرنا۔ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۴ کا جز ج)

تشھد (تشہد پڑھنا)

تشہد کا لفظ دو معنوں کے لیے آتا ہے۔ اول شہادتین (کلمۂ شہادت) کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کرنا اور دوم وہ مخصوص ذکر جو نماز کے اندر دونوں قعدوں میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ شہادتین کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کرنا: شہادتین سے ہماری مراد یہ قول ہے: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ۔'' (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔) جو شخص اسلام لانا چاہے، اس کے اسلام کی قبولیت کے لیے زبان سے شہادتین کی ادائیگی شرط ہے۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ لوگ جب جنگ کے اندر مجوسی عورتوں کو گرفتار کر لیتے تو کیا طریق کار اختیار کرتے؟ آپ نے جواب دیا: ''ہم انہیں قبلے کے رخ کھڑا کر دیتے اور پھر اسلام لانے اور اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدً رسول اللہ پڑھنے کے لیے کہتے۔ پھر انہیں غسل کرنے کا حکم دیتے۔ اس کے بعد اگر ان کے مالکان ان کے ساتھ ہمبستری کرنا چاہتے تو استبراء رحم کے بعد ہمبستری کرتے۔'' (۱۱۲)

۲۔ نماز کے اندر تشہد پڑھنا:

أ۔ تشہد کے الفاظ: معمر اس شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے حسن بصریؒ کو تشہد پڑھتے سنا تھا کہ آپ نماز کے اندر تشہد میں یہ الفاظ پڑھتے: ''التحیات للہ الطیبات، الصلوات للہ، السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ، السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین، اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔'' (۱۱۳)

ب۔ تشہد کا حکم: نمازی قعدۂ اولیٰ کے اندر تشہد پڑھے گا اور اس قعدہ میں تشہد کے سوا کچھ اور نہیں پڑھے گا۔ (۱۱۴)حسن بصریؒ نے فرمایا کہ پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ کے اندر تشہد پر کسی اور چیز کا اضافہ نہیں کیا جائے گا۔'' اگر وہ قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھنا بھول جائے اور تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور رکوع کرنے سے پہلے اسے یاد آ جائے تو قعدہ میں واپس آئے گا اور نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرے گا۔ (دیکھئے مادہ سجود السہو نمبر۳ کا جزب) اگر نمازی قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنا بھول جائے تو اس کے حکم کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق تشہد رکن ہے اور اس کا ترک نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔(۱۱۵) دوسری روایت کے مطابق قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا فرض نہیں ہے اور اس کا ترک نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: ''نمازی جب آخری سجدے سے اپنا سر اٹھائے اور پھر اسے حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی۔''(۱۱۶) نمازی اگر تشہد پڑھنا بھول جائے اور تشہد پڑھے بغیر نماز سے باہر آ جائے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''اگر وہ نماز سے باہر آ چکا ہو تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی اور اگر ابھی باہر نہ آیا ہو تو تشہد پڑھ لے۔''(۱۱۷) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۵ کا جزب)

ج۔ تشہد کب پڑھے؟: نمازی چار رکعتوں والی نماز کے اندر دو رکعتوں کے بعد قعدۂ اولیٰ کے اندر تشہد پڑھے گا اور اس کے ساتھ کچھ اور نہیں پڑھے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ کے اندر نمازی تشہد پر کسی اور چیز کا اضافہ نہیں کرے گا۔''(۱۱۸) قعدہ اخیرہ کے اندر نمازی تشہد کے ساتھ حضور ﷺ پر درود بھی پڑھے گا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۶ کا جزج) سجدۂ سہو کے اندر تشہد نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''سجدۂ سہو کے اندر نہ تو تشہد ہے اور نہ تسلیم۔''(۱۱۹)

تشہیر (تشہیر کرنا)

ایک چیز کے بارے میں اعلان اور اعلان کی اشاعت کو تشہیر کہتے ہیں۔

تعزیری تشہیر (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر۲ کا جزب)

تطیب (خوشبو لگانا) دیکھئے مادہ طیب

تعدی (حد سے تجاوز کرنا)

۱۔ تعریف: مشروع حق کے بغیر تصرف کو تعدی کہتے ہیں۔

۲۔ تعدی کی صورتیں: اللہ کے اوامر ونواہی کی خلاف ورزی کر کے تعدی کا ارتکاب ہوتا ہے۔ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۸۷ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اے ایمان والو! اللہ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی ہیں، انہیں حرام مت کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔) اسی طرح سورۂ مومنون آیت نمبر ۵ تا ۷ میں ارشاد باری ہے۔ ترجمہ درج ذیل ہے:

(اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں سے اور اپنی لونڈیوں سے جن کے وہ مالک ہیں، ایسا کر کے وہ قابل ملامت نہیں ہوتے۔ جو لوگ اس کے ماوراء جانا چاہیں گے وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہوں گے۔)

شرط یا شرط کے حکم میں پائی جانے والی بات کی خلاف ورزی سے بھی تعدی کا ارتکاب ہوتا ہے۔ مثلاً رب المال (سرمایہ کار) مضارب پر مال کے ساتھ سفر نہ کرنے کی شرط عائد کر دے یا مثلاً کرائے پر کار دینے والا کار لینے والے پر سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زائد کار نہ چلانے کی شرط لگا دے اور اسی طرح کی دیگر صورتیں۔

وہ بات جو شرط کے حکم میں ہے، وہ عرف ہے۔ اس لیے کہ عرف میں جو بات معروف ہو، وہ شرط کے ساتھ مشروط بات کی طرح ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص ایک مشین اجارے یعنی کرائے پر حاصل کرے اور اسے غیر معتاد طریقے سے استعمال کرے تو اپنے اس استعمال کی وجہ سے اسے تعدی کا مرتکب قرار دیا جائے گا یا مثلاً کسی شخص کے پاس کوئی امانت رکھ دی جائے اور وہ اس امانت کو اپنے استعمال میں لے آئے۔ (دیکھئے مادہ امانۃ نمبر ۳ کا جز اُ)

۳۔ تعدی کی صورت میں نیت کا اثر:

اُ۔ اللہ کے صریح امر اور نہی کے اندر تعدی میں نیت کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ اگر نیت کا کوئی اعتبار کر لیا جائے تو پھر مجرم لوگ نیت کا دعویٰ کریں گے اور اس کے نتیجے میں حدود معطل ہو کر رہ جائیں گی اور روئے زمین پر فساد کا غلبہ ہو جائے گا۔

ب۔ البتہ یہ بات واضح ہے کہ نیت کا اس تعدی پر اثر ہوتا ہے جو متعاقدین کے درمیان طے شدہ شرائط پر کی جائے اور جس میں متعاقدین کا فائدہ ہو مثلاً اگر رب المال یعنی سرمایہ کار مضارب پر یہ شرط عائد کر دے کہ وہ فلاں مال کی تجارت نہ کرے یا یہ کہ وہ فلاں شخص کے پاس مال ودیعت کے طور پر نہ رکھے اور پھر مضارب اس شرط کی خلاف ورزی کر جائے، مضارب کے لیے مذکورہ شرط کی خلاف ورزی جائز ہوگی اس لیے کہ اسے شرط کے تحت ممنوعہ مال کی تجارت میں سرمایہ کے لیے فائدہ نظر آیا ہوگا یا شرط کے تحت ممنوعہ شخص کے پاس مال ودیعت رکھنے میں مال کی حفاظت نظر آئی ہوگی۔ بنا بریں اس تعدی کی وجہ سے مضارب مال کا تاوان نہیں بھرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مضارب تعدی کرے اور اس تعدی سے اس کا ارادہ بھلائی کا ہو تو ایسی صورت میں اس پر کوئی تاوان عائد نہیں ہوگا۔''(۱۴۰)

۴۔ تعدی کی بنا پر لازم ہونے والے امور:

✡ جان یا جان سے کم پر تعدی یعنی زیادتی قصاص لازم کر دیتی ہے، اگر قصاص لینا ممکن ہو۔ اگر قصاص ممکن نہ ہو تو ارش یعنی دیت لازم کر دیتی ہے۔ اس کی تفصیل (مادہ جنایۃ) میں دیکھئے۔

✡ عزت و آبرو پر تعدی حد یا حد اور مہر لازم کر دیتی ہے۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کے جز اُ کا جز واؤ) نیز (مادہ

قذف نمبر ۵)

☆ اموال پر تعدی تاوان واجب کر دیتی ہے۔ (دیکھئے مادہ ضمان) یا تاوان اور حد واجب کر دیتی ہے۔ (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۶)

☆ جس شخص کی جان یا مال یا عزت و آبرو کے ساتھ زیادتی کی جائے، اس کے لیے زیادتی کرنے والے کا مقابلہ کرنا مشروع ہے۔ (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۳ کا جز ا)

تعریض (کسی دوسرے پر ڈھال کر بات کہنا)

۱۔ تعریف: تعریض یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام سے ایسے معنی کا ارادہ کرے جسے سامع اس کی تصریح کے بغیر سمجھ جائے۔

۲۔ عدت گزارنے والی عورت کو تعریض کی شکل میں پیغام نکاح دینا۔ (دیکھئے مادہ خطبہ نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

تعریف (میدان عرفات میں وقوف کرنا)

تعریف کے کلمہ سے دو معنی مراد لیے جاتے ہیں۔

اول: ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو عصر کے بعد سے رات تک عرفات میں وقوف کرنا۔ اس پر ہم (مادہ حج نمبر ۱۳) میں بحث کریں گے۔

دوم: ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو عصر کے بعد مسلمانوں کا شہروں کی مساجد میں ذکر الٰہی کے لیے جمع ہونا۔

۲۔ تعریف کا حکم: حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں کہ درج بالا دوسرے معنی میں تعریف بصرہ کے اندر معروف نہیں تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے بصری میں تعریف شروع کی۔ (۱۲۱)

تعریف کے بارے میں حسن بصریؒ کے موقف کے متعلق مروی روایات کے اندر تناقض ہے۔ ایک روایت کے مطابق جس کا ذکر ابن ابی شیبہ نے ہشیم سے، انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے کیا ہے، آپ عرفہ کی شام کو مسجد میں نہیں جاتے تھے۔ (۱۲۲) یعنی آپ تعریف نہیں مناتے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق جس کا ذکر بیہقی نے ابوعوانہ سے کیا ہے کہ: ''میں نے حسن بصریؒ کو عرفہ کے دن عصر کے بعد دیکھا کہ آپ بیٹھے اور دعا نیز ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔'' مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''میں نے حسن بصریؒ کو دیکھا کہ آپ یوم عرفہ کو عصر کے بعد مقصورہ سے باہر آئے اور بیٹھ گئے اور پھر تعریف منائی۔ (۱۲۳) ابن قدامہ نے: ''المغنی'' کے اندر حسن بصریؒ سے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''لوگ یوم عرفہ کو مسجدوں میں آ جاتے تھے۔'' (۱۲۴) لوگوں سے آپ کی مراد وہ کم عمر صحابہ کرامؓ اور کبار تابعین ہیں جنہیں آپ نے دیکھا تھا۔ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ آپ تعریف کو واجب نہیں سمجھتے تھے بلکہ یہ مستحب ہے نیز یہ کہ آپ کبھی تعریف مناتے تھے اور کبھی نہیں مناتے۔

۳۔ ہدی کی تعریف یعنی عرفہ کے دن ہدی کو میدان عرفات میں لے جا کر کھڑا کرنا۔ (دیکھئے مادہ ہدی نمبر ۲ کا جز واؤ)

تعزیۃ (تعزیت کرنا)

۱۔ تعریف: تعزیت یہ ہے کہ جس شخص کو اپنے کسی عزیز کی موت وغیرہ کا صدمہ پہنچا ہو، اس کے صدمے کو ہمدردی کے الفاظ سے کم کیا جائے۔

۲۔ تعزیت کا حکم: تعزیت کرنا سنت ہے۔ یہ میت کے عزیز و اقارب کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ میت پر اس کے ساتھ کسی لگاؤ کی بنا پر ہر غم زدہ کے لیے عام ہے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ ایک میت کے اہل خانہ کے پاس سے گزرے اور ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''اللہ تمھیں بڑا اجر دے اور تمہارے عزیز یعنی میت کی بخشش فرمائے۔'' یہ کہہ کر آپ آگے چلے گئے اور وہاں نہیں بیٹھے۔ ہم نے آپ سے دریافت کیا کہ کس شخص سے تعزیت کرنی چاہیے؟ آپ نے جواب دیا: ''ہر غم زدہ سے تعزیت کی جانی چاہیے کیونکہ بعض دفعہ ایک شخص اپنے دوست اور اپنے بھائی کی موت پر اس کے اہل وعیال سے بڑھ کر غم زدہ ہوتا ہے۔'' (۱۲۵)

تعزیر (تعزیر کرنا)

۱۔ تعریف: تعزیر اس سزا کو کہتے ہیں جسے قاضی کسی ایسی شرعی خلاف ورزی کے مرتکب پر جاری کرتا ہے جس کے لیے شرع میں کوئی مقررہ سزا موجود نہ ہو۔

۲۔ تعزیر کے ذرائع: ہم تعزیر کو معین ذرائع اور صورتوں کے اندر محدود نہیں کر سکتے کیونکہ قاضی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ تعزیر کے ایسے ذرائع استعمال کرے جن کے متعلق اس کا گمان ہو کہ یہ مجرم کو آئندہ جرم کرنے سے باز رکھیں گے تاہم بحث وتتبع کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حسن بصریؒ نے درج ذیل تعزیری وسائل بطور نص بیان فرمائے ہیں۔

أ۔ کوڑے لگانا: حسن بصریؒ نے نصاً بیان کیا ہے کہ اگر اجنبی مرد اور عورت ایک ہی لحاف میں پائے جائیں تو انہیں کوڑوں کی سزا دی جائے۔ (۱۲۶) نیز جھوٹی گواہی دینے والے کو بھی یہی تعزیری سزا دی جائے۔ (۱۲۷) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ تعزیر کے اندر لگنے والے کوڑے حدود کے اندر لگنے والے کوڑوں سے ہلکے ہونے چاہئیں کیونکہ آپ کی رائے تھی کہ زنا کاری میں کوڑوں کی ضرب قذف میں لگنے والے کوڑوں کی ضرب سے زیادہ شدید ہوتی ہے اور قذف کے اندر ضرب شراب نوشی میں لگنے والے کوڑوں کی ضرب سے زیادہ شدید ہوتی ہے اور شراب نوشی کے اندر ضرب تعزیر کے اندر لگنے والے کوڑوں کی ضرب سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ (۱۲۸)

ب۔ تشہیر: آپ نے جھوٹی گواہی دینے والے کی تشہیر کے ذریعے سزا پر نص کیا ہے۔ (۱۲۹)

ج۔ مال کا اتلاف: آپ نے غنیمت کے مال میں چوری کی سزا کے بارے میں نص کیا ہے کہ مال کے اتلاف (چور کی چھولداری جلا دینے) کے ذریعے ایسے شخص کی تعزیر کی جائے۔ (۱۳۰) (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جز ھ)

د۔ تنکیل: آپ نے تنکیل کے ذریعے ایسے شخص کی تعزیر پر نص کیا ہے جو ایک ہی نشست میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے۔(۱۳۱) اور جو اپنی بیوی کو فروخت کر ڈالے۔(۱۳۲)

تنکیل اس سزا کو کہتے ہیں جو مجرم کو آئندہ جرم کرنے سے روک دے اور دیگر افراد کے دلوں میں خوف پیدا کردے جس کے نتیجے میں وہ مجرم کے جرم کی طرح کوئی جرم کرنے کی ہمت ہی نہ کر پائیں۔ تنکیل کے اندر سزا کی کسی متعین نوع کی تحدید نہیں ہوتی اور اس کی کوئی معین حد ہوتی ہے۔

۳۔ تعزیری سزا:

اُ۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ تعزیری سزا کے لیے ضروری ہے کہ وہ آئندہ جرم کرنے سے باز رکھنے والی اور اس کے لیے مانع بن جائے تاکہ اس سزا سے شارع کا جو مقصد ہے، وہ پورا ہو جائے۔ آپ نے اس سزا کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے: ''اس کی تنکیل کی جائے۔'' آپ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی فروخت کر دے، فرمایا: ''دونوں کو سزا دی جائے اور دونوں کی تنکیل کی جائے۔''(۱۳۳)

ب۔ آپ کی رائے تھی کہ شرعی خلاف ورزی اگر ایسی ہو جس کی ہم جنس خلاف ورزی پر شریعت کی طرف سے سزا کے طور پر کوئی حد مقرر ہو تو اس خلاف ورزی کی تعزیر بھی مذکورہ حد کی جنس میں سے ہوگی۔ مثلاً غیر محصن زانی کی سزا چونکہ کوڑوں کی صورت میں ہے، اس لیے زنا کے دواعی کی تعزیری سزا بھی کوڑے لگا کر دی جائے گی۔ آپ نے ایک لحاف کے اندر موجود اجنبی مرد اور عورت کے متعلق فرمایا کہ: ''انہیں کوڑے لگائے جائیں گے۔''(۱۳۴)

ج۔ حسن بصریؒ کی رائے یہ بھی تھی کہ تعزیری سزا کے لیے ضروری ہے کہ وہ جرم کے ساتھ متناسب ہو۔ بنا بریں آپ نے جھوٹی گواہی دینے والے کے بارے میں فرمایا کہ اس کی تھوڑی سی پٹائی کی جائے یعنی کوڑے لگائے جائیں اور لوگوں کے درمیان یہ کہتے ہوئے اس کی تشہیر کی جائے کہ: ''اس نے جھوٹی گواہی دی ہے۔''(۱۳۵) کوڑوں کی صورت میں پٹائی کی وجہ یہ ہے کہ وہ آئندہ دوبارہ جھوٹی گواہی نہ دے اور تشہیر کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس سے بچیں۔ آپ نے مال غنیمت سے سرقہ یعنی غلول کرنے والے کے متعلق فرمایا کہ اس کی چھولداری جلا دی جائے۔(۱۳۶) چھولداری جلا دینے کی بنا پر ایک طرف تو مسروقہ مال چور کے ہاتھ سے نکل جائے گا' اس لیے کہ وہ اکثر احوال میں مذکورہ مال اپنی چھولداری میں رکھتا ہے اور دوسری طرف اسے اپنے مال کے تلف ہو جانے کا صدمہ پہنچ جائے گا۔ یہ بات مذکورہ چور کی سزا کے لیے بہت مناسب ہے۔

۴۔ حسن بصریؒ کے تعزیری فیصلے:

☆ نابالغ اگر بدکاری کرے تو اسے تعزیری سزا دی جائے۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کا جز 'ا')

☆ آپ نے ایک لحاف کے اندر موجود اجنبی مرد اور عورت کو کوڑوں کی صورت میں تعزیری سزا دی ہے۔(۱۳۷)

☆ آپ نے جھوٹی گواہی دینے والے کے بارے میں فرمایا کہ اسے تھوڑے سے کوڑے لگائے جائیں اور لوگوں میں یہ کہہ کر اس کی تشہیر کی جائے کہ: ''اس نے جھوٹی گواہی دی ہے۔'' (۱۳۸)

☆ اپنی بیوی کو فروخت کرنے والے کے متعلق آپ نے فرمایا کہ دونوں کو سزا دی جائے اور دونوں کی تنکیل کی جائے۔ (۱۳۹)

☆ آزاد شخص کو ثمن کے اندر نصفا نصف کی بات طے کر کے فروخت کرنے والے کے متعلق آپ نے فرمایا کہ دونوں کو سزا دی جائے گی اور مذکورہ ثمن خریدار کو واپس کر دیا جائے گا۔ (۱۴۰)

☆ تغریر (دھوکہ دہی) کی تعزیری سزا (دیکھئے مادہ تغریر جز ج)

☆ غلول کرنے والے (مال غنیمت میں چوری کرنے والے) کے متعلق فرمایا کہ اس کی جھول داری جلا دی جائے۔ (۱۴۱)

☆ آپ نے فرمایا کہ لوگ (یعنی صحابہ کرامؓ اور تابعین) ایک ہی نشست میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے والے کی تنکیل کرتے تھے یعنی اسے سزا دیتے تھے۔ (۱۴۲)

☆ آپ نے فرمایا کہ طمانچے نیز جسم میں لکڑی وغیرہ چبھو دینے کا کوئی قصاص نہیں۔ان کے اندر تادیب کے طور پر تعزیر ہے اور اگر ان کا اثر باقی رہ جائے تو ایک عادل آدمی جو جرمانہ عائد کر دے، مجرم اس کی ادائیگی کرے گا۔ (۱۴۳) (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۲ اور جز ۴)

☆ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنے والے کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اس کی سزا کا معاملہ سلطان کے سپرد ہوگا۔ (۱۴۴) یہاں یہ احتمال ہے کہ آپ نے مذکورہ بالا فقرے سے یہ مراد لی ہو کہ مذکورہ مجرم پر سلطان حد جاری کرے گا۔اس کا ذکر (مادہ زنا نمبر ۲ کے جز ط) میں آئے گا۔

تعلیق (معلق کرنا)

۱۔ تعریف: ایک چیز کے وجود کو دوسری چیز کے وجود کے ساتھ مربوط کر دینے کا نام تعلیق ہے۔

۲۔ تعلیق کی شرائط: تعلیق کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کا ذکر اتنی بلند آواز میں کیا جائے کہ جس فرد کو سنانا مقصود ہو، وہ اسے سن لے یا اگر اللہ کی مشیت کے ساتھ تعلیق ہو تو تعلیق کرنے والا اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت دے۔اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ تعلیق کرنے والے کے کلام کے ساتھ تعلیق متصل ہو۔ان دونوں شرطوں پر (مادہ استثناء نمبر ۲) میں بحث گزر چکی ہے۔تعلیق کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اس میں تناقض موجود نہ ہو مثلاً نکاح پر طلاق کی اور ملکیت پر عتق کی تعلیق اس کا ذکر زیر بحث مادے کے نمبر ۴ کے جز اُ میں آئے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر تعلیق:

اَ۔ بندوں کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کی مشیت ایک مجہول امر ہے۔بندوں کو اس کا کوئی علم نہیں ہوتا۔اس لیے اللہ کی مشیت پر تعلیق ایک مجہول امر پر تعلیق ہوگی۔بنا بریں اس تعلیق کے ایسے احکام ہیں جو دیگر تعلیقات کے

نہیں ہیں۔ اللہ کی مشیت پر تعلیق کے احکام میں شارع کے وہ مقاصد سب سے بڑا کردار ادا کرتے ہیں جو احکام کے اندر اس کے پیش نظر ہوتے ہیں۔

ب۔ قسم کی تعلیق: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ قسم کی اللہ کی مشیت پر تعلیق قسم کو باطل کر دیتی ہے حتیٰ کہ اگر قسم کھانے والا اپنی اس قسم کو توڑ بھی ڈالے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص قسم کھاتے ہوئے: ''انشاء اللہ'' بھی کہہ دے تو اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔''(۱۴۵) (دیکھئے مادہ یمین نمبر ۳ کا جز ب)

ج۔ عتق کی تعلیق: شارع حکیم نے مملوک آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے اور کفارات کے اندر اسے رکھا ہے نیز اسے تقرب الٰہی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ حسن بصریؒ نے شارع کے اس مقصد کی پوری ہمنوائی اور نمائندگی کی ہے چنانچہ آپ نے اللہ کی مشیت پر معلق عتق کو بھی نافذ قرار دیا ہے اور عتق کو درست قرار دے کر تعلیق کو لغو ٹھہرایا ہے کیونکہ یہ تعلیق ایک مجہول امر پر تعلیق کی صورت ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ: ''عتاق کے اندر کوئی استثناء نہیں۔''(۱۴۶)

د۔ طلاق کی تعلیق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کا جز ب)

☆ طلاق کی تعلیق کی حالت میں زوجین کے درمیان توارث کا مسئلہ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۵)

ھ۔ نیت کی تعلیق: اللہ کی مشیت پر نیت کی تعلیق گویا نیت کو لغو قرار دینا ہے۔ بنابریں اگر ایک شخص دوسرے سے پوچھے کہ تم روزے سے ہو؟ اور وہ جواب میں: ''ہاں'' کہتے ہوئے: ''انشاء اللہ'' بھی کہہ دے تو یہ نیت نہیں قرار پائے گا اور اسے اختیار رہوگا کہ چاہے تو روزہ رکھ لے اور چاہے تو نہ رکھے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۸)

تعلیم (علم سکھانا)

تعلیم پر اجرت لینے کی کراہت (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز أ کے جز ۳ کا جز ب)

تغریب (جلاوطن کر دینا)

۱۔ تعریف: وطن سے دور کر دینے اور غیر وطن میں اقامت اختیار کرنے پر مجبور کر دینے کا نام تغریب ہے۔

۲۔ جلاوطن کسے کیا جا سکتا ہے؟: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جلاوطنی آزاد شخص کے لیے ہوتی ہے، غلام یا لونڈی کے لیے نہیں ہوتی۔(۱۴۷) کیونکہ ان کے ساتھ غیر یعنی آقا کا حق متعلق ہوتا ہے اور انہیں جلاوطن کرنے کے نتیجے میں آقا ان کے اندر اپنے حق سے محروم ہو جائے گا۔ بنابریں حسن بصریؒ نے لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا کہ: ''شوہر کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ اپنی اس بیوی کو شہر سے باہر لے جائے۔''(۱۴۸) کیونکہ شہر سے باہر لے جانے کی صورت میں بیوی کے ساتھ اس کے آقا اور مالک کے متعلقہ حق میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کے جز أ کا جز ۳)

۳۔ غیر محصن زانی کو کوڑے لگنے کے بعد جلاوطنی۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کے جز أ کا جز ۲)

☆ رہزن کو دار السلام سے جلاوطن کر دینا۔ (دیکھئے مادہ حرابۃ نمبر ۳ کا جز ب)

☆ عقد نکاح کے اندر عورت کی طرف سے یہ شرط کہ اس کا شوہر اسے اس کے وطن سے باہر نہیں لے جائے گا۔ (دیکھیے مادہ نکاح نمبر ۷ کا جزب)

تغریر (دھوکے میں رکھنا)

ا۔ تعریف: تغریر یہ ہے کہ ایک چیز کی طرف رغبت دلانے کی خاطر اسے اس کی حقیقی صورت میں پیش کرنے کی بجائے کسی اور صورت میں پیش کیا جائے۔

۲۔ تغریر کے اثرات: تغریر پر کئی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

أ۔ اگر عقود کے اندر تغریر کا پہلو ہوتو ایسے عقد فاسد ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر غرر (مجہولیت کی بنا پر دھوکہ) ایک عقد کو فاسد کرسکتا ہے (دیکھیے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزج) تو تغریر بطریق اولیٰ اسے فاسد کرسکتی ہے کیونکہ تغریر کے اندر عمداً غرر ہوتا ہے۔ بنابریں دھوکہ دینے والا اجیر عقد کے اندر مقررہ اجرت کا مستحق نہیں ہوگا کیونکہ یہ عقد فاسد ہوگا البتہ وہ اجرت مثل کا مستحق ہوگا۔ اگر وہ مستاجر کی ذات کے ساتھ قائم کوئی کام سرانجام دے دے لیکن اگر وہ مذکورہ کام سرانجام نہیں دے گا تو کسی اجرت کا مستحق نہیں ہوگا۔ مثلاً ایک شخص جس نے خود اپنا حج نہ کیا ہو، کسی اور کی طرف سے حج کرے اور اس کے اولیاء کو یہ نہ بتائے کہ: ''میں نے ابھی اپنا حج نہیں کیا ہے۔'' ایسی صورت میں وہ غیر کی طرف سے حج کر کے کسی اجرت کا مستحق نہیں ہوگا کیونکہ اس کا یہ حج اس کی ذات کی طرف سے ادا ہوگا مذکورہ غیر کی طرف سے ادا نہیں ہوگا۔ (۱۴۹) بنابریں اگر غلام کسی اجنبی کو کچھ مال دے کر کہے کہ: ''اس مال کے بدلے تم مجھے میرے آقا سے خرید لو اور پھر مجھے آزاد کر دو۔'' اور مذکورہ اجنبی ایسا کرلے تو اس صورت میں خریداری اور عتق دونوں باطل قرار پائیں گے۔ (۱۵۰) (دیکھیے مادہ رق نمبر ۷ کے جزج) اگر غلام کو آزاد عورت کے ساتھ نکاح کر لینے کی اجازت مل گئی ہو اور وہ اس کے ساتھ نکاح کرلے اور بیوی کو دھوکے میں رکھے اور بعد میں جا کر اسے پتہ چلے کہ اس کا شوہر غلام ہے تو بیوی کو خیار حاصل ہو جائے گا۔ (۱۵۱)

ب۔ دھوکہ کرنے والے پر تاوان کا لزوم: اگر تغریر کے نتیجے میں مالی ادائیگیاں واجب ہو جائیں تو ان ادائیگیوں کا ذمہ دار دھوکہ کرنے والے فرد کو قرار دیا جائے گا، دھوکہ کھانے والے کو قرار نہیں دیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ: ''اگر دو افراد دو سگی بہنوں سے نکاح کرلیں لیکن دونوں میں سے ہر ایک کو دھوکے سے دوسرے کی بیوی کے پاس پہنچا دیا جائے اور وہ اس کے ساتھ شب باشی کرلے تو دونوں عورتوں کو مہر ملے گا اس لیے کہ مذکورہ دونوں مردوں نے ان کی شرم گاہوں کو اپنے لیے حلال کیا تھا۔ پھر یہ دونوں افراد مہر کے طور پر جو رقم ادا کریں گے، اس کی وصولی اس شخص سے کریں گے جس نے انہیں دھوکے میں رکھا تھا۔'' (۱۵۲) اگر ایک شخص کسی ایسی عورت سے نکاح کرلے جس کے اندر نکاح کے مقصود میں خلل انداز ہونے والا عیب موجود ہوتو حسن بصریؒ نے اس کے متعلق فرمایا: ''اگر عورت کے ولی کو اس عیب کا علم تھا تو مہر کی ادائیگی اس پر لازم ہوگی کیونکہ اس نے شوہر کو دھوکے میں رکھا۔ اگر اسے اس عیب کا علم نہیں تھا تو وہ اس کی

بیوی ہوگی۔ اگر چاہے تو اسے طلاق دیدے اور اگر چاہے تو زوجیت میں رہنے دے۔'' (۱۵۳) (دیکھئے مادہ مہر نمبر ۱۰)

ج۔ سزا: لوگوں کو تغریر سے روکنے کے لیے حسن بصریؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی فروخت کردے تو میاں بیوی دونوں کو سزا دی جائے گی اور دونوں کی تنکیل کی جائے گی۔ (دیکھئے مادہ تنکیل) (۱۵۴) شوہر کے ساتھ بیوی کو بھی اس لیے سزا ملے گی کہ اس نے مشتری کو دھوکے میں رکھنے اور اس کے سامنے اپنے آپ کو لونڈی ظاہر کرنے کے اندر اپنے شوہر کا پورا پورا ساتھ دیا تھا۔

د۔ دھوکے میں رکھنے والی عورت کے بچے کا فدیہ۔ (دیکھئے مادہ استحقاق نمبر ۲)

تفریق (علیحدہ کردینا)

تفریق کا لفظ دو معنوں میں آتا ہے۔

اول: تسلسل اور تتابع کو منقطع کردینا۔ (دیکھئے مادہ تتابع) مثلاً کفارہ کے روزوں کی تفریق اور وضو کے افعال کی تفریق الخ۔

دوم: جدا کردینا اور ایک دوسرے سے علیحدہ کردینا مثلاً زوجین کے درمیان قاضی کی تفریق۔ میاں بیوی کے درمیان قاضی کی تفریق کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: دونوں کے درمیان طلاق کے ذریعے تفریق مثلاً عنین (نامرد) اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق۔ یہ تفریق طلاق ہوگی۔ (دیکھئے مادہ عنۃ نمبر ۲ کا جزب)

دوسری قسم: طلاق کے بغیر دونوں کے درمیان علیحدگی کی وجہ سے تفریق مثلاً میاں بیوی کے درمیان میاں یا بیوی کے ارتداد کی وجہ سے تفریق یا بیوی رضائی بہن ظاہر ہونے کی بنا پر دونوں کے درمیان تفریق یا اسی طرح کی دیگر صورتیں۔ ان سب کا بیان (مادہ طلاق نمبر ۷) میں آئے گا۔

تفکیر (دل میں خیال پیدا کرنا)

۱۔ تعریف: یہاں لفظ تفکیر سے ہماری مراد دل میں پیدا ہونے والا خیال یا حدیث النفس ہے۔

۲۔ اس کا حکم: حدیث النفس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے دل میں اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس کی یہ طلاق کوئی چیز نہیں۔'' (۱۵۵) جب تک وہ زبان سے اس کی ادائیگی نہ کرے۔ اگر وہ زبان سے طلاق کا لفظ کہے گا تو طلاق واقع ہوجائے گی کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دلوں میں پیدا ہونے والی باتوں کو معاف کردیا ہے تاوقتیکہ وہ ان باتوں کو بروئے کار نہ لے آئیں یا زبان سے ان کی ادائیگی نہ کردیں۔'' (۱۵۶)

تفلیس (مفلس یعنی دیوالیہ قرار دینا) دیکھئے مادہ فلس

تفویض (تفویض کردینا)

۱۔ تعریف: تفویض یہ ہے کہ کسی مخصوص شخص کو تصرف کی آزادی دے دی جائے۔

۲۔ تفویض کی قسمیں: اس کی دو قسمیں ہیں۔تفویض عام اور تفویض خاص۔تفویض عام یہ ہے کہ ایک شخص اپنے امور عمومی طور پر کسی کو تفویض کر دے۔اس کے متعلق ہمیں حسن بصریؒ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔البتہ ظاہر بات یہ ہے کہ تفویض عام صرف اس صورت میں جائز ہے جب کہ اہلیت مکمل طور پر مفقود ہو جائے مثلاً دیوانگی کی حالت۔ایسی صورت میں دیوانے کے ولی کو اس کی نیابت کے طور پر تصرفات کی تفویض ہو گی۔

تفویض خاص جائز ہے اور اس تفویض کا نفاذ صرف ان حدود کے اندر ہو گا جنہیں تفویض کرنے والے نے مقرر کر دیا ہو۔حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے کا معاملہ کسی کے سپرد کر دے تو یہ معاملہ اسی طرح ہو گا جس طرح اس نے کہا ہے۔''(۱۵۷) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۴ کے جز أ کے جز ۲ کا جز أ)

تقبیل (بوسہ لینا)

۱۔ تعریف: کسی چیز پر اپنا منہ رکھ کر اسے چوم لینا تقبیل کا عمل کہلاتا ہے۔

عورت کی تقبیل:

✡ استبراء رحم کے دوران لونڈی کو چوم لینے کی اباحت۔(دیکھئے مادہ استبرائی نمبر۵ کا جز أ)

✡ اپنی بیوی سے ظہار کرنے والے شوہر کے لیے مذکورہ بیوی کا بوسہ لینے کی اباحت۔(دیکھئے مادہ ظھار نمبر۶ کا جز ب)

✡ اگر محرم اپنی بیوی یا لونڈی کا بوسہ لے لے تو اس پر دم واجب ہو جائے گا خواہ انزال نہ بھی ہوا ہو۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر۸ کا جز ی)

✡ روزہ دار کے لیے تقبیل کی اباحت۔(دیکھئے مادہ صیام نمبر۹ کا جز ط)

✡ عورت کا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(دیکھئے مادہ وضو نمبر۶ کا جز أ)

تقلید (تقلید کرنا)

تقلید یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے کے فعل کی طرح فعل کرے اور اس میں کوئی حکمت نہ ہو۔

✡ یہود کی تقلید میں نوزائیدہ بچے کا ساتویں دن ختنہ کرنے کی کراہت۔(دیکھئے مادہ ختان نمبر۲)

تقیۃ (تقیہ کرنا)

تقیہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے اعتقاد کے خلاف کسی بات کا اظہار کرے تا کہ اس طرح وہ اپنے آپ کو پہنچنے والی کسی اذیت سے بچا سکے۔

اقوال کے ذریعے تقیہ کرنے کا جواز نہ کہ افعال کے ذریعے۔(دیکھئے مادہ اکراہ نمبر۲ کا جز واؤ)

تکبیر (اللہ اکبر کہنا)

۱۔ تعریف: اللہ اکبر کہنا اصل کے اعتبار سے تکبیر ہے۔اس پر بعض اضافے بھی کیے جا سکتے ہیں۔

۲۔ نماز کے اندر تکبیر تحریمہ: نماز میں داخل ہونے والے پر فرض ہے کہ وہ اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہو۔ یہ تکبیر تحریمہ ہے۔ نمازی یہ تکبیر کہنے کے دوران اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر لے جائے گا۔ اگر مسبوق امام کو رکوع کے اندر پائے تو دو تکبیریں کہے گا۔ ایک تکبیر تحریمہ اور دوسری رکوع کی تکبیر۔ اگر اس کے لیے دو تکبیریں کہنے کی گنجائش نہ ہو تو نماز شروع کرنے نیز رکوع میں جانے کے لیے ایک تکبیر اس کے لیے کافی ہو جائے گی۔ (۱۵۸) اسی طرح اگر نمازی تکبیر تحریمہ کہنا بھول جائے تو رکوع میں جانے کی تکبیر مذکورہ تکبیر کے لیے کافی ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے تکبیر تحریمہ بھول جانے والے شخص کے بارے میں فرمایا: ''اس کے لیے رکوع میں جانے کی تکبیر کافی ہو جائے گی۔'' (۱۵۹) تکبیر تحریمہ کے ساتھ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھائے جائیں گے۔ (۱۶۰) امام اس وقت تکبیر تحریمہ کہے گا جب موذن اقامت کہنے سے فارغ ہو جائے گا۔ (۱۶۱)

نماز کے اندر تکبیرات انتقال: ہم تکبیرات انتقال اور ان کے دوران رفع یدین پر (مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جزد) میں نیز نماز جنازہ کی تکبیرات اور ان کے دوران رفع یدین پر (مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جز ۴ اور ۵) میں بحث کریں گے۔

۳۔ عیدین کے اندر تکبیرات زوائد: عیدین کے اندر ان زائد تکبیروں کی تعداد کے بارے میں حسن بصریؒ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں اور دوسری رکعت میں تین تکبیریں کہی جائیں گی۔ دوسری روایت کے مطابق پہلی رکعت میں تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں دو تکبیریں کہی جائیں گی۔ (۱۶۲) تیسری روایت کے مطابق عید کی نماز میں نو تکبیریں کہی جائیں گی۔ (۱۶۳) (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ز)

۴۔ خطبۂ عید کی تکبیرات (دیکھیے مادہ خطبۃ نمبر ۳)

۵۔ تکبیر تشریق:

أ۔ تکبیر تشریق یہ ہے کہ تین مرتبہ اللہ اکبر کہا جائے۔ (۱۶۴) اور پھر اس کے ماثور الفاظ مکمل کیے جائیں۔ تکبیر تشریق فرض اور نفل نمازوں کے بعد کہی جائے گی۔ (۱۶۵) اس کی ابتداء یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کی ظہر کی نماز سے کی جائے گی اور ایام التشریق کے دوسرے دن عصر کی نماز تک جاری رکھی جائے گی۔ حمید نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ یوم النحر کے ظہر کی نماز سے لے کر نضر اول (ایام التشریق کے دوسرے دن) کی عصر کی نماز تک تکبیر کہتے تھے۔ (۱۶۶)

ب۔ تکبیر تشریق مردوں کے لیے مشروع ہے عورتوں کے لیے نہیں کیونکہ عورتوں کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہوتا ہے: ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں مذکور ہے کہ حسن بصریؒ ایام تشریق میں نمازوں کے بعد عورتوں پر تکبیر تشریق کے لزوم کے قائل نہیں تھے۔ (۱۶۷) مرد نمازی خواہ تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ اور خواہ فرض نماز ادا کرے یا نفل، ایام تشریق میں نماز کے بعد تکبیر کہے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''کوئی شخص خواہ تنہا نماز

پڑھے یا جماعت کے ساتھ یا نفل پڑھے، ایام تشریق میں نماز کے بعد تکبیر کہے گا۔" (۱۶۸)

ج۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ ایام تشریق کے اندر اگر کسی شخص کی ایک رکعت یا اس سے زائد رکعتیں امام کے ساتھ ادا ہونے سے رہ جائیں تو جب امام نماز ختم کرلے گا، مذکورہ شخص اس کے ساتھ تکبیر کہے گا اور پھر فوت شدہ رکعتیں پڑھنے کے لیے اٹھے گا۔ ہشام نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ کے درمیان اس شخص کے بارے میں اختلاف رائے ہوگیا جس کی نماز کا کچھ حصہ ایام تشریق میں امام کے ساتھ ادا ہونے سے رہ جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مذکورہ شخص امام کے ساتھ تکبیر کہے گا اور پھر فوت شدہ حصہ ادا کرنے کے لیے اٹھے گا۔ ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ مذکورہ شخص فوت شدہ حصہ ادا کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے گا اور پھر اپنی نماز سے فارغ ہو کر تکبیر کہے گا۔ (۱۶۹) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جزھ کے جز ۱۰ کا جزک)

تلبیۃ (تلبیہ پڑھنا)

۱۔ تعریف: "لبیک اللھم لبیک، لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک، لا شریک لک لبیک." کہنا تلبیہ ہے۔

۲۔ تلبیہ کون کہے گا؟: تلبیہ کہنا اصولی طور پر حج نیز عمرہ کرنے والے کے لیے ہے تاہم جو شخص حج یا عمرے کا احرام کھول چکا ہو، اس کے لیے بھی تلبیہ کہنا جائز ہے۔ (۱۷۰)

۳۔ کثرت سے نیز بآواز بلند تلبیہ کہنا: حج اور عمرہ کرنے والے کے لیے کثرت سے تلبیہ کہنا مسنون ہے اور تلبیہ با آواز بلند کہنا بھی مسنون ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "کثرت سے تلبیہ کہو اور اونچی آواز سے کہو۔" (۱۷۱)

۴۔ تلبیہ کہنے کی ابتداء اور اس کا اختتام: حج اور عمرہ کرنے والا شخص احرام باندھتے ہی تلبیہ کہنا شروع کردے گا۔ عمرہ کرنے والا نیز حج تمتع کرنے والا حرم میں داخل ہوتے ہی تلبیہ کہنا منقطع کردے گا۔ (۱۷۲) حج افراد اور حج قران کرنے والا حج کا احرام باندھنے کے ساتھ تلبیہ کہنا شروع کرے گا اور یوم عرفہ کو صبح کی نماز پڑھنے تک اسے جاری رکھے گا اور صبح کی نماز پر تلبیہ کہنا بند کردے گا۔ (۱۷۳) (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۷)

۵۔ تلبیہ کے اندر وکیل اپنے اصیل کا نام لے گا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۵ کا جزد)

تلثم (ڈھاٹا باندھنا)

۱۔ تعریف: ناک اور منہ کے گرد ڈھاٹا باندھنے کو تلثم کہتے ہیں۔

۲۔ تلثم کا حکم: حسن بصریؒ نے اس بات کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ ایک شخص اپنا منہ اور ناک دونوں ڈھانپ کر نماز پڑھے۔ (۱۷۴) تاہم اس بات کی اباحت کردی ہے کہ ان میں سے ایک عضو ڈھکا ہوا ہو اور دوسرا کھلا ہو اور پھر اس حالت میں کوئی نماز پڑھ لے: "مصنف ابن ابی شیبہ" میں مذکور ہے کہ حسن بصریؒ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ نمازی اپنا منہ ڈھانپے رکھے اور ناک کھلی رہنے دے۔ (۱۷۵)

نماز پڑھنے والی عورت کے حق میں بھی یہی حکم ہے۔ حسن بصریؒ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ عورت نماز کے اندر اپنی ناک کے کنارے یعنی نرم حصے پر نقاب باندھ کر اس کے ذریعے ناک اور اس کے نیچے والا حصہ یعنی منہ ڈھانپ لے۔ (۱۷۶)

اگر نمازی سردی کی وجہ سے یا کسی عذر کی بنا پر تلثم کرے تو اسے اس کی رخصت ہوگی۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۶)

تلقین (لقمہ دینا)

تلقین یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو کوئی کلام اس غرض سے کہے کہ وہ اس کلام کی اپنی زبان سے ادائیگی کر لے۔

نماز کے اندر اگر امام کو قرأت وغیرہ میں کوئی رکاوٹ پیش آ جائے تو اسے تلقین کرنا یعنی لقمہ دینا مستحب ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کا جز ۱۴)

تمتع (فائدہ اٹھانا)

تمتع یہ ہے کہ ایک شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کر لے اور اپنا احرام کھول دے اور پھر بعد میں حج کا احرام باندھے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کا جز ب)

تمثال (مجسمہ) دیکھئے مادہ صنم

تمیمۃ (تعویذ)

۱۔ تعریف: بچوں کے گلوں میں نظر وغیرہ لگ جانے کے خوف سے لٹکائی جانے والی تعویذ کو تمیمہ کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا حکم: حسن بصریؒ اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ کاغذ وغیرہ پر کوئی قرآنی آیت لکھ کر اسے بچے کے گلے میں اس توقع کے ساتھ ڈال دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ بچے کو ہر تکلیف اور اذیت سے محفوظ رکھے گا تاہم آپ اس بات کو ناجائز قرار دیتے تھے کہ مذکورہ مقصد کے حصول کے لیے قرآنی آیت کے ساتھ کوئی اور چیز بھی لکھ دی جائے۔ آپ فرماتے: ''لوگ یعنی صحابہ کرامؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ وہ قرآن کے ساتھ کوئی اور چیز بھی تعویذ کے طور پر لٹکائیں۔'' (۱۷۵) (دیکھئے مادہ قرآن نمبر ۴ کا جز ب)

تمییز (ایک چیز کی دوسری چیز سے شناخت)

۱۔ لفظ تمییز سے یہاں ہماری مراد نافع اور ضار کی ایک دوسرے سے شناخت ہے۔

۲۔ نابالغ کے تصرفات میں تمییز کے اثرات۔ (دیکھئے مادہ صغیر نمبر ۶)

تنشیف (تولیے وغیرہ سے پانی خشک کرنا)

۱۔ تعریف: ایک چیز سے تولیے وغیرہ کے ذریعے پانی خشک کر لینے کو تنشیف کہتے ہیں۔

۲۔ اعضائے وضو کی تنشیف: سلف میں سے بعض حضرات نے اعضائے وضو سے پانی خشک کر لینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ شاید ان کا نقطہ نظر یہ ہو کہ مذکورہ پانی مبارک پانی ہے جس کے ذریعے سیئآت یعنی گناہوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔ ان حضرات نے غسل کے پانی کی تنشیف کی اباحت کی ہے اس لیے کہ اگر غسل کا پانی جسم پر باقی رہے گا تو اس سے کپڑے گیلے ہو جائیں گے اور متعلقہ شخص کو اس سے نقصان پہنچے گا۔ حسن بصریؒ کی رائے میں وضو کے پانی کی تنشیف بھی جائز ہے اگرچہ عدم تنشیف زیادہ پسندیدہ ہے:: ''مصنف عبدالرزاق'' میں مرقوم ہے کہ آپ وضوء کے بعد تنشیف میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۱۷۹): ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں مذکور ہے کہ آپ وضو کے بعد تولیے وغیرہ کے ذریعے چہرہ پونچھ لینے میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے۔ (۱۸۰)

تنفل (نفل پڑھنا) دیکھیے مادہ نفل۔

تنفیل (حصے سے زائد دینا)

۱۔ تعریف: اگر امیر لشکر کسی مجاہد کو مال غنیمت میں سے اس کے حصے سے کچھ زائد عطا کر دے تو اسے تنفیل کہتے ہیں۔

۲۔ تنفیل کا حکم: کسی شخص یا خاص مہم پر روانہ کرنے کے لیے پورے لشکر سے علیحدہ کیے ہوئے دستے کے لیے تنفیل جائز ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''امام المسلمین ایک شخص کے لیے نیز ایک دستے کے لیے تنفیل کر سکتا ہے۔'' (۱۸۱) نیز فرمایا: ''امام المسلمین جس چیز کی تنفیل کر دے، وہ جائز ہے۔'' (۱۸۲) کسی شخص کے لیے تنفیل کی صورت یہ ہے کہ مثلاً امیر لشکر یا امام المسلمین یہ اعلان کر دے کہ: ''جو شخص فلاں قلعہ سر کرے گا، اسے اس کے مقررہ حصے سے اتنا زائد ملے گا۔'' دستے کے لیے تنفیل کی صورت یہ ہے کہ مثلاً لشکر اسلام کا سالار دارالحرب میں جنگ کی نیت سے داخل ہو جائے اور اپنے آگے کوئی دستہ اس غرض سے بھیج دے کہ وہ دشمن پر اچانک حملہ کر کے اس کی قوت کا اندازہ لگائے اور اس دستے کے لیے خمس کے بعد چوتھا حصہ مقرر کر دے۔ یعنی یہ اعلان کر دے کہ مال غنیمت میں سے بیت المال کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال کا چوتھا حصہ انہیں مل جائے گا۔ ایسی صورت میں مذکورہ دستہ جو کچھ مال غنیمت لے کر واپس آئے گا، اس کا پانچواں حصہ بیت المال کے لیے الگ کر دیا جائے گا اور باقی ماندہ کا چوتھا حصہ دستے میں شامل مجاہدین کا ہوگا اور پھر باقی ماندہ مال پورے لشکر میں تقسیم ہوگا۔ اس میں سے بھی دستے کے مجاہدین کو متناسب حصہ ملے گا۔ اگر سالار لشکر دشمن کی سرزمین سے واپس ہوتے ہوئے کوئی دستہ حملے کی غرض سے دوبارہ بھیج دے اور اس کے لیے خمس کے بعد تہائی حصہ مقرر کر دے تو دستے کی واپسی پر حاصل شدہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کا ہوگا اور پھر باقی ماندہ کا تہائی حصہ دستے کے افراد کو دیا جائے گا اور اس کے بعد باقی ماندہ مال پورے لشکر میں بشمول مذکورہ دستہ تقسیم کر دیا جائے گا۔ (۱۸۳) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''کوئی دستہ امیر لشکر کی اجازت کے بغیر کسی مہم پر نہ جائے۔ امیر ان کے لیے تنفیل کے طور پر جو حصہ مقرر کرے گا،

وہ انہیں مل جائے گا۔ مثلاً خمس کے بعد تہائی یا چوتھائی حصہ۔'' (۱۸۴)

تھجد (تہجد پڑھنا)

عشاء کی نماز کے بعد سو کر اٹھنے پر جو نفل نماز ادا کی جاتی ہے، اسے تہجد کہتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱ کا جزح)

تھنئۃ (مبارک باد پیش کرنا)

۱۔ تعریف: جس شخص کو کوئی خیر کی بات حاصل ہو، اس کا مسرت آمیز چہرے کے ساتھ سامنا کرنا اور اس کے حق میں یہ دعا کرنا کہ اللہ اسے مذکورہ چیز سے فائدہ اٹھانا نصیب کرے، تہنیت کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم: تہنیت کا عمل مستحب ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کے درمیان اخوت کا ایک مظہر ہے۔ مبارک باد پیش کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس مقصد کے لیے بہترین الفاظ کا انتخاب کرے کیونکہ ایسے مواقع پر ان الفاظ کا تہنیت پانے والے کے دل پر گہرا اثر ہوتا ہے اور اس کے نقوش دیرپا ہوتے ہیں۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ کے بیٹے کی ولادت پر آپ کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ: ''آپ کو شہسوار مبارک ہو۔'' آپ نے اس سے کہا کہ: ''تمہیں کیا معلوم کہ یہ شہسوار ہوگا یا گدھا سوار؟'' یہ سن کر اس شخص نے پوچھا کہ: ''پھر میں کیا کہوں؟'' آپ نے جواب دیا کہ یہ الفاظ کہو: ''بچے کے اس تحفے میں برکت ہو۔ آپ تحفہ دینے والے کا شکر کریں۔ یہ اپنی جوانی کو پہنچے اور آپ کو اس کا نیک سلوک نصیب ہو۔'' (۱۸۵)

تواطؤ (خفیہ گٹھ جوڑ)

۱۔ تعریف: تواطؤ یہ ہے کہ ایک معاملے پر خفیہ طور سے اتفاق کر لیا جائے اور اس کا ذکر عقد کے اندر نہ ہو لیکن عقد سے مقصود وہی ہو۔

۲۔ تواطؤ کا حکم اور اس کے اثرات:

أ۔ اگر تو اطؤ خیر پر ہوا ہو تو وہ جائز ہوگا مثلاً دو افراد خفیہ طور پر یہ طے کر لیں کہ فلاں شخص اور اس کی بیوی یا دوست کے درمیان تعلقات کی درستی کی خاطر اس کے محاسن بیان کیے جائیں۔

اگر تواطؤ شر پر ہوا ہو تو یہ ناجائز ہوگا۔

ب۔ بعض دفعہ تواطؤ یعنی خفیہ گٹھ جوڑ تغریر (دھوکہ دہی) کی ایک قسم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس پر وہی اثرات مرتب ہوں گے جو تغریر پر مرتب ہوتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ تغریر) نیز (مادہ رق نمبر ۷ کا جزج)

ج۔ بعض دفعہ تواطؤ شریعت کے مقاصد کو بے اثر بنانے کی غرض سے اس کے احکام کے بارے میں حیلے سازی کی ایک شکل ہوتا ہے۔ یہ تواطؤ ایک طرف تو تصرف کو فاسد کر دیتا ہے اور دوسری طرف سزا کا موجب بن جاتا ہے مثلاً اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دینے والا شوہر کسی کے ساتھ یہ گٹھ جوڑ کر لے کہ وہ حلالہ کرنے کی خاطر مذکورہ بیوی سے نکاح کر لے۔ یہ تواطؤ نکاح کو فاسد کر دے گا اور سزا کا موجب بن جائے گا نیز اس نکاح

کی وجہ سے مذکورہ مطلقہ اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال بھی نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۳ کا جزد)

توبۃ (توبہ کرنا)

۱۔ تعریف: گناہ کرنے کے بعد اللہ کی طرف رجوع کر لینے کو توبہ کہتے ہیں۔

۲۔ قذف کے مرتکب کی گواہی قبول ہونے میں اس کی توبہ کا اثر۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۳) زنا کار عورت کے ساتھ نکاح کی حلت کے اندر اس کے توبہ کا اثر۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز ج اور جز د)

توثیق (پختہ کر دینا)

۱۔ تعریف: ایک چیز پختہ کر دینے کو اس کی توثیق کہتے ہیں۔ دین کی توثیق یہ ہے کہ اسے اس طرح پختہ کر دیا جائے کہ پھر دائن کے حق میں اس کا ضیاع نہ ہو سکے۔ دین کے سلسلے میں تحریر بھی اس کی توثیق کی ایک صورت ہے کیونکہ تحریر کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

۲۔ توثیق کے ذرائع: درج ذیل امور میں سے کسی ایک کے ذریعے توثیق کا معاملہ مکمل ہوتا ہے۔

أ۔ تحریر کے ذریعے: عقود اور دیون کی تحریر کے ذریعے توثیق مندوب و مستحب ہے۔ اگر ایک شخص کی تحریر اچھی ہو اور اس سے دین وغیرہ کی دستاویز لکھنے کے لیے کہا جائے تو اس پر یہ کام واجب ہوگا بشرطیکہ اس مقام پر مذکورہ شخص کے سوا کوئی اور لکھنے والا پایا نہ جاتا ہو اور تحریر سے باز رہنے کی صورت میں دائن کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔ البتہ اگر وہاں ایک سے زائد کاتب موجود ہوں تو اس صورت میں ایک کاتب کے لیے یہ گنجائش ہوگی کہ اس کی بجائے کوئی اور کاتب لکھائی کا کام سرانجام دیدے۔ (۱۸۶)

ب۔ گواہی قائم کرنے کے ذریعے: گواہی قائم کر کے عقود اور دیون کی توثیق مستحب ہے۔ یہ بات (مادہ اشھاد) میں گزر چکی ہے۔

ج۔ رہن رکھنے کے ذریعے: اس پر (مادہ رھن) میں گفتگو ہوگی۔

د۔ کفالہ کے ذریعے: اس پر بھی (مادہ کفالۃ) میں گفتگو ہوگی۔

تولیۃ (بیع کی ایک صورت کا نام)

تولیہ بیع کی اس صورت کو کہتے ہیں جس میں ایک مال کو اس کی قیمت خرید پر ہی آگے فروخت کر دیا جائے اور کوئی منافع نہ لیا جائے نہ کوئی گھاٹا اٹھایا جائے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جز واؤ)

تیمّم (تیمّم کرنا)

۱۔ تعریف: حدث کے ازالہ کے لیے پانی کے بدل کے طور پر مٹی استعمال کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

۲۔ تیمّم کن نجاستوں کو دور کر دیتا ہے؟: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ تیمّم حدث اور نجاست کی تمام صورتوں کا ازالہ کر دیتا ہے۔

أ۔ احداث (جمع حدث) کا ازالہ: تیمم تمام احداث کو دور کر دیتا ہے مثلاً حدث اصغر (ایسا حدث جو وضو کے

ذریعے دور ہوتا ہو) ایسی صورت میں تیمّم وضو کے قائم مقام بن جائے گا اور مثلاً حدث اکبر (ایسا حدث جو غسل کے ذریعے دور ہوتا ہو) ایسی صورت میں تیمّم غسل کے قائم مقام تصور ہوگا۔ حدث اکبر خواہ احتلام کی وجہ سے یا ہمبستری یا حیض کی بنا پر لاحق ہوا ہو، اس سے مذکورہ حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا اگر ایک شخص آج یا کل تک پانی پر پہنچ جانے والا ہو تو ایسی صورت میں جب تک پانی پر پہنچ نہ جائے، اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کرے۔ لیکن اگر وہ اپنی بھیڑ بکریوں یا اپنے اونٹوں کے گلّے کے ساتھ پانی سے دور ہو تو اس صورت میں بیوی سے ہمبستری کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہمبستری کے بعد وہ تیمّم کر لے۔" (۱۸۷) نیز فرمایا: "اگر عورت حائضہ ہو اور سفر کی حالت میں طہر ہو جائے اور اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ تیمّم کر کے پاک ہو جائے۔ پھر اس کا شوہر اگر چاہے تو اس کے ساتھ ہمبستری کر لے۔" (۱۸۸)

ب۔ نجاستوں کا ازالہ: ابن قدامہ نے: "المغنی" کے اندر حسن بصریؒ کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ اگر کسی شخص کے جسم پر نجاست لگی ہو اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے یا ضرر کے خوف سے وہ نجاست کو دھو ڈالنے سے عاجز ہو تو وہ مذکورہ نجاست کے لیے تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔ (۱۸۹) نجاست کے لیے تیمّم کرنے سے آپ کی مراد شاید یہ ہے کہ وہ نجاست کو مٹی کے ذریعے دور کر دے جیسا کہ سفیان ثوری کا مسلک ہے۔ (۱۹۰) اس لیے کہ مادی یعنی ظاہری نجاست سے طہارت محل نجاست میں حاصل ہو جاتی ہے کسی اور جگہ نہیں۔

۳۔ تیمّم کی اباحت کرنے والے اسباب: حسن بصریؒ درج ذیل اسباب کی بنا پر تیمّم کی اباحت کرتے تھے۔

أ۔ پانی کی عدم موجودگی: اس سبب کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء آیت نمبر ۴۳ اور سورۂ مائدہ آیت نمبر ۶ میں فرمایا ہے۔ (اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ۔ یا تم نے بیویوں کے ساتھ ہمبستری کی ہو اور تمہیں پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی کے ساتھ تیمّم کر لو۔) اگر مذکورہ شخص کے پاس پانی نہ ہو، بلکہ کسی اور شخص کے پاس پانی ہو لیکن وہ اسے قیمت لیے بغیر پانی دینے پر تیار نہ ہو تو اس پر اس پانی کی خریداری لازم ہوگی۔ خواہ پانی کا ثمن اس کے ثمن مثل سے زائد کیوں نہ ہو۔ اس کے لیے تیمّم کرنے کی اباحت نہیں ہوگی کیونکہ اسے وضو کرنے کے لیے پانی میسر ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر اسے ثمن دے کر ہی پانی ملے تو اس پر وضو کرنے کے لیے اس کی خریداری لازم ہوگی خواہ اسے اس کے لیے اپنا سارا مال خرچ کر دینا کیوں نہ پڑ جائے۔" (۱۹۱)

اگر ایک شخص جنبی ہو اور اس کے پاس غسل کرنے کے لیے کافی پانی نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں اس کے لیے تیمّم کرنے کی اباحت ہوگی یا اباحت نہیں ہوگی؟ اس بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق وہ اس پانی کو رہنے دے گا اور تیمّم کر لے گا۔ آپ نے فرمایا: "اگر ایک شخص کو جنابت لاحق ہو جائے اور اس کے پاس غسل کرنے کے لیے کافی مقدار میں پانی موجود نہ ہو تو وہ تیمّم کرے گا۔" (۱۹۲) نیز فرمایا: "جنبی شخص اگر صرف اتنا پانی پائے جس کے ساتھ وہ وضو کر سکتا ہو تو وہ تیمّم کرے گا، وضو نہیں کرے گا۔" (۱۹۳) دوسری روایت کے مطابق مذکورہ شخص اپنے جسم کے

اتنے اعضاء دھولے گا جنہیں دھونے کے لیے پانی کافی ہو۔ اس کا اتنا عمل اس کے لیے کافی ہو جائے گا اور وہ تیمّم نہیں کرے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص کو سفر کی حالت میں جنابت لاحق ہو جائے اور اس کے پاس صرف اتنی مقدار میں پانی ہو جو نماز کے لیے اس کے وضو کو کافی ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ مذکورہ پانی سے وضو کر لے اور تیمّم نہ کرے۔ (۱۹۴) آپ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کو جنابت لاحق ہو جائے اور اس کے پاس صرف اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھونے کی مقدار میں پانی ہو تو وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ دھولے اور تیمّم نہ کرے۔'' (۱۹۵)

ب۔ پانی تک رسائی سے عاجز ہونا: پانی تک رسائی سے عاجزی پانی کی عدم موجودگی کے حکم میں ہے مثلاً یہ کہ پانی ایسے کنوئیں میں موجود ہو جس میں اترنا اس کے لیے ممکن نہ ہو اور اس کے پاس پانی نکالنے کے لیے نہ تو ڈول ہو اور نہ رسی یا مثلاً پانی موجود ہو لیکن متعلقہ شخص بیمار ہو اور اسے پانی تک جانے کی استطاعت نہ ہو یا اسی طرح کی کوئی اور صورت ہو۔ اگر مریض کو کسی ایسے شخص کے آ جانے کی توقع ہو جو اسے نماز کا وقت نکل جانے سے پہلے پانی لا کر دے سکتا ہو تو مذکورہ شخص کی آمد کا اس پر انتظار واجب ہو گا اور تیمّم کرنا اس کے لیے حلال نہیں ہو گا لیکن اگر اس کی آمد سے پہلے نماز کا وقت نکل جانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے تیمّم کرنا جائز ہو گا اور نماز کا اعادہ اس پر لازم نہیں ہو گا۔ (۱۹۶) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مریض کے ساتھ پانی ہو لیکن اسے پانی پکڑانے والا کوئی نہ ملے تو وہ تیمّم کرلے۔'' (۱۹۷)

ج۔ بیماری: مرض کو تیمّم کی اباحت کے لیے عذر قرار دینے کے بارے میں حسن بصریؒ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق مرض کی بنا پر تیمّم جائز نہیں ہوتا۔ (۱۹۸) آپ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے برف کے ساتھ غسل کر لیا تھا اور ٹھنڈ لگ جانے کی وجہ سے وفات پا گیا تھا۔ آپ نے جواب دیا: ''اسے کیسی زبردست شہادت نصیب ہوئی!'' (۱۹۹) چیچک میں مبتلا شخص کے متعلق جسے جنابت لاحق ہو جائے، آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے پانی گرم کیا جائے گا اور وہ اس پانی کے ذریعے غسل کرے گا۔ اس کے لیے غسل کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔'' (۲۰۰) دوسری روایت کے مطابق ایسی بیماری کے اندر تیمّم کا جواز ہے جسے پانی ضرر پہنچاتا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے جسم پر زخم ہو یا جو چیچک زدہ ہو یا خسرے کی بیماری میں مبتلا ہو، وہ غسل کے بدلے تیمّم کرے گا۔ (۲۰۱) جس شخص کو پانی استعمال کرنے کی صورت میں اپنی جان کا خطرہ ہو، اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ وہ تیمّم کرے گا۔ (۲۰۲)

د۔ پیاس کا خوف: اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب ہو مثلاً سفر کا راستہ وغیرہ اور اس کے پاس وضو کے لیے کافی پانی ہو لیکن وضو میں مذکورہ پانی استعمال کر لینے کی صورت میں اسے پیاس کی بنا پر اپنی جان کا خطرہ ہو تو اس کے لیے مذکورہ پانی پینے کے لیے رکھ لینا جائز ہو گا اور تیمّم کر لینا مباح ہو جائے گا۔
حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کسی کو پیاس کی بنا پر اپنی جان کا خطرہ ہو اور اس کے پاس پانی موجود ہو تو وہ تیمّم کرے گا۔'' (۲۰۳)

ھ۔ ایسی نماز کے فوت ہو جانے کا خطرہ جس کی قضا نہیں: اگر کسی شخص کو ایسی نماز کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو جس کی قضا نہیں مثلاً نماز جنازہ اور عیدین کی نماز تو اس کے لیے تیمم کر کے امام کے ساتھ ملنا جائز ہو گا۔ (۲۰۴) ایک اور روایت کے مطابق کوئی شخص نماز جنازہ کے لیے تیمم نہیں کرے گا بلکہ نماز جنازہ باوضو ہی ادا کرے گا۔ (۲۰۵)

و۔ ایسی عورت کا تیمم جو حیض سے پاک ہو چکی ہو اور اسے غسل کے لیے پانی نہ ملے اور اس کا شوہر اس سے ہمبستر ہونا چاہے۔ (دیکھیے مادہ حیض نمبر ۶)

ز۔ ٹھنڈ: حسن بصریؒ ٹھنڈ کو تیمم کی اباحت کے لیے عذر قرار نہیں دیتے تھے۔ آپ فرماتے: ''ٹھنڈ کی وجہ سے تیمم کر لینا جائز نہیں بلکہ متعلقہ شخص غسل کرے گا خواہ اس کی موت کیوں نہ واقع ہو جائے۔'' (۲۰۶)

۴۔ آخر وقت تک تیمم میں تاخیر کرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ تیمم کی اباحت کرنے والے عذر کی موجودگی کے باوجود معذور شخص کو آخر وقت تک تیمم میں تاخیر کرنا مستحب ہو گا۔ (۲۰۷) اگر معذور شخص کو وقت کے اندر عذر زائل ہو جانے کی توقع ہو تو مذکورہ استحباب وجوب میں بدل جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک شخص کو جب تک یہ امید ہو کہ وہ وقت کے اندر پانی کے استعمال پر قادر ہو جائے گا، وہ تیمم نہیں کرے گا۔'' (۲۰۸) اگر وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر تیمم کی اباحت کرنے والا مذکورہ عذر نماز کے وقت کے اندر دور ہو جائے تو حسن بصریؒ سے منقول دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق اس پر تیمم کے ساتھ پڑھی گئی نماز کا اعادہ لازم ہو گا، آپ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اسے پانی مل جائے تو نماز کا وقت باقی ہونے کی صورت میں وہ نماز کا اعادہ کرے گا۔'' (۲۰۹) دوسری روایت کے مطابق اسے اختیار رہو گا کہ اگر چاہے تو غسل کر کے نماز کا اعادہ کر لے اور اگر چاہے تو اپنی مذکورہ نماز باقی رہنے دے۔ (۲۱۰)

۵۔ غسل کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں ہمبستری ترک نہ کرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ تیمم ہر اس شخص کے لیے رخصت کی صورت ہے جس کے پاس پانی موجود نہ ہو یا وہ اس کے استعمال کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ اس کی تفصیل سابقہ پیرے میں گزر چکی ہے۔ آپ کی یہ رائے بھی تھی کہ پانی کی عدم موجودگی میں تیمم پانی کی طرح ہوتا ہے یعنی ایسی صورت میں انسان ان مباحات اور مستحبات میں سے جن کے لیے یا جن کی وجہ سے اس پر غسل یا وضو لازم ہو، کوئی چیز یہ کہہ کر نہیں ترک کرے گا کہ اسے پانی ہاتھ آنے والا نہیں ہے اور تیمم کرنے پر اسے مجبور ہونا پڑے گا۔ بنابریں حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر انسان سفر میں ہو اور اس کے پاس پانی نہ ہو تو ایسی صورت میں بیوی کے ساتھ ہمبستری کر کے تیمم کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو گا۔ (۲۱۱) البتہ اگر اسے یہ علم ہو کہ آج یا کل پانی مل جائے گا تو ایسی صورت میں اس پر صبر سے کام لینا لازم ہو گا۔ اس سے زائد صبر کرنے کا اسے مکلّف نہیں بنایا جائے گا کیونکہ اس مختصر مدت تک صبر سے کام لینے میں کوئی مشقت نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص سفر میں ہو اور وہ دو یا تین دنوں کی مسافت کی مقدار پانی سے دور ہو تو ایسی صورت میں اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر کے تیمم کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو گا۔''

(۲۱۲) نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص آج یا کل پانی تک پہنچ جانے والا ہو تو ایسی صورت میں اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری نہ کرے جب تک پانی پر پہنچ نہ جائے لیکن اگر وہ اپنی بھیڑ بکریوں یا اپنے اونٹوں کے ساتھ پانی سے دور ہو تو اپنی بیوی سے ہمبستری کر کے تیمّم کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔'' (۲۱۳)

۶۔ کن چیزوں کے ذریعے تیمّم کیا جائے؟: اللہ تعالیٰ سورۂ نساء آیت نمبر ۴۳ میں فرماتا ہے۔ (فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔ پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کے ساتھ تیمّم کر لو۔) اس امر پر سب کا اجماع ہے کہ صعید مٹی کو کہتے ہیں لیکن معدنیات مثلاً سونے چاندی وغیرہ کے سوا سطح زمین پر چڑھی ہوئی چیزیں جو مٹی کے سوا ہوں، کیا صعید میں شمار ہوں گی؟ اس کے متعلق ہمیں حسن بصریؒ کا کوئی قول ہاتھ نہیں لگا۔ اس بارے میں جو کچھ ہمیں ہاتھ لگا ہے، وہ آپ کا یہ قول ہے کہ: ''اگر نماز کا وقت ہو جائے اور ایک شخص کے پاس پانی نہ ہو اور اس کے لیے زمین تک پہنچنے کی بھی گنجائش نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنی سواری پر موجود زین یا اس کے نمدے پر مارے اور اس پر تیمّم کر لے۔'' (۲۱۴) آپ کا یہ قول قطعیت کے ساتھ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ زمین کی مٹی نیز زین یا نمدے یا دیوار پر موجود گرد وغبار وغیرہ کے ساتھ تیمّم کر لینا جائز ہے۔ نیز اس قول میں معدنیات کے سوا سطح زمین پر چڑھی اور جمی ہوئی چیز کے ساتھ تیمّم کے جواز کا احتمال ہے۔ معدنیات کا اس بنا پر استثناء ہے کہ سونے چاندی وغیرہ دیگر معدنیات کے ذریعے تیمّم کے عدم جواز پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

۷۔ تیمّم کرنے کی کیفیت:

اَ۔ نیت کرنا: قرطبی نے حسن بصریؒ سے حکایت کی ہے کہ وضو اور تیمّم کی صحت کے لیے نیت کرنے کی شرط نہیں ہے۔ یہ دونوں افعال نیت کے بغیر بھی درست ہو جاتے ہیں۔ (۲۱۵) اس لیے کہ یہ وسائل ہیں، مقاصد نہیں ہیں۔

ب۔ بسم اللہ پڑھنا: ابن قدامہ نے: ''المغنی'' کے اندر حسن بصریؒ سے حکایت کی ہے کہ آپ غسل، وضو اور تیمم میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب قرار دیتے تھے (۲۱۶) لیکن ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ذریعے حسن بصریؒ کا جو قول نقل کیا ہے، وہ وضو کے اندر نیت کے سنت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ایک شخص جب وضو کرنے لگے تو بسم اللہ پڑھے۔ اگر وہ یہ نہ بھی پڑھے تو اس کا وضو درست ہو جائے گا۔'' (۲۱۷)

ج۔ مٹی کے ساتھ مسح کرنا: حسن بصریؒ کے نزدیک تیمّم صرف اس صورت میں درست ہوتا ہے جب مٹی پر دو مرتبہ ہاتھ مارے جائیں۔ پہلی مرتبہ ہاتھ مار کر تیمّم کرنے والا اپنے چہرے کا مسح کرے گا اور دوسری دفعہ ہاتھ مار کر کہنیوں تک اپنے دونوں بازوؤں کا مسح کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک دفعہ چہرے کے لیے اور ایک دفعہ کہنیوں تک دونوں بازوؤں کے لیے۔'' (۲۱۸) آپ سے جب تیمّم کرنے کا طریقہ پوچھا گیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ ایک مرتبہ زمین پر مار کر اپنے چہرے کا مسح کر لیا اور دوسری مرتبہ زمین پر ہاتھ مار کر کہنیوں تک اپنے بازوؤں کا مسح کر لیا۔ (۲۱۹)

۸۔ تیمم توڑ دینے والے امور:

أ۔ حدث لاحق ہونا: تیمم وضو کا بدل ہے اور وضو حدث کی تمام صورتوں کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے جب کہ اس پر اجماع ہے کہ اصل کو توڑ دینے والی چیز بدل کو بھی توڑ دیتی ہے۔

ب۔ پانی دیکھ لینا: تیمم دو چیزوں کا بدل ہوتا ہے وضو کا اور غسل کا۔

۱۔ اگر وہ وضو کا بدل ہو تو اس صورت میں صرف حدث لاحق ہونے پر ٹوٹے گا۔ تیمّم کی اباحت کرنے والے عذر کے اختتام کی بنا پر نہیں ٹوٹے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''صرف حدث ہی تیمّم کو توڑتا ہے۔''(۲۲۰) نیز فرمایا: ''اگر تیمّم کرنے والا شخص پانی کے پاس سے گزرے اور اسے وضو کرنے کی ضرورت درپیش نہ ہو اور وہ اس پانی سے آگے نکل جائے۔ پھر نماز کا وقت ہو جائے اور اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ تیمّم کا اعادہ نہیں کرے گا اس لیے کہ پانی کے استعمال پر اس کی قدرت اس کے پہلے تیمّم کو نہیں توڑے گی۔''(۲۲۱)

۲۔ اگر تیمّم غسل کا بدل ہو تو تیمّم کی اباحت کرنے والے عذر کے اختتام کے ساتھ ہی اس کا غسل ٹوٹ جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک شخص (جسے غسل کرنے کی حاجت درپیش ہو) اگر تیمّم کر لے اور اس کے بعد اسے پانی مل جائے تو وہ غسل کرے گا۔ اس کے بعد اگر چاہے تو نماز کا اعادہ کر لے اور اگر چاہے تو اعادہ نہ کرے۔''(۲۲۲)

ج۔ وقت یا نماز کا انقضاء: نماز کا وقت گزر جانا یا جس نماز کے لیے نمازی نے تیمّم کیا ہو، اس کی ادائیگی سے فارغ ہو جانا تیمّم کو نہیں توڑتا۔ اس لیے کہ تیمّم وضو کا بدل ہے۔ اس لیے وضو کا حکم حاصل کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک شخص اگر تیمّم کر لے تو جب تک اسے حدث لاحق نہ ہو، اس تیمّم کے ساتھ اس کی تمام نمازیں ہو جائیں گی۔ تیمّم پانی کے بمنزلہ ہے۔''(۲۲۳)

۹۔ اگر امام تیمّم کرنے والا اور مقتدی وضو کرنے والے ہوں تو اس کا حکم:

تیمّم اگرچہ غسل کا بدل ہے تاہم تیمّم والے شخص کے لیے باوضو نیز تیمّم والے افراد کی امامت جائز ہے جس طرح یہ بات جائز ہے کہ باوضو شخص تیمّم والے نیز باوضو افراد کی امامت کر سکتا ہے۔(۲۲۴)

حرف التاء میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۳۹

(۲) المغنی ج ۹ ص ۳۳۳

(۳) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۶، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۰

(۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷، عبد الرزاق ج ۹ ص ۱۸۱، المحلی ج ۹ ص ۳۳۱، المغنی ج ۶ ص ۱۰۱

(۵) المغنی ج ۹ ص ۴۴۳، ۴۴۴

(۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۵

(۷) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۲۴، المحلی ج ۸ ص ۳۱۰، ۳۱۱، احکام القرآن ج ا ص ۴۸۷

(۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۸ ب

(۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۸، المحلی ج ۹ ص ۳۵۱

(۱۰) سنن سعید ج ۳ ص ا/۹۹، المحلی ج ۸ ص ۲۹۸ ج ۹ ص ۳۴۹، المغنی ج ۶ ص ۸۸

(۱۱) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۶۲، المحلی ج ۸ ص ۲۹۲ ج ۹ ص ۳۴۹

(۱۲) المحلی ج ۹ ص ۳۴۹، سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۲

(۱۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۸

(۱۴) حوالہ درج بالا نیز المحلی ج ۸ ص ۲۹۸ ج ۹ ص ۳۵۰، المغنی ج ۶ ص ۸۶

(۱۵) احکام القرآن ج ا ص ۱۷۱، المغنی ج ۴ ص ۲۶۹

(۱۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۶

(۱۷) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۵۰

(۱۸) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۵۱

(۱۹) المغنی ج ۶ ص ۴۴۴، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۶

(۲۰) عبدالرزاق ج ۹ ص ۵

(۲۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۸

(۲۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۰

(۲۳) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۹۳

(۲۴) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۰۹، المحلی ج ۹ ص ۱۳۹

(۲۵) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۸۷

(۲۶) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۹۳، المغنی ج ۹ ص ۶۲۹

(۲۷) المحلی ج ۹ ص ۱۲۶

(۲۸) سنن سعید ج ۳ ص ۲/۹۱

(۲۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۸، سنن دارمی ج ۲ ص ۴۱۶

(۳۰) عبدالرزاق ج ۹ ص ۸۹

(۳۱) المغنی ج ۵ ص ۶۰۴

(۳۲) حوالہ درج بالا۔

(۳۳) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۰
(۳۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۹
(۳۵) المجموع ج ۴ ص ۲۲
(۳۶) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۲۹
(۳۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۸ ب
(۳۸) المغنی ج ۷ ص ۳۶۵
(۳۹) المغنی ج ۷ ص ۳۶۶
(۴۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۷ ب
(۴۱) عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۱۸۱
(۴۲) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۴۴، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۱، احکام القرآن ج ا ص ۶۳
(۴۳) احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۵، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۹۲، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۴۱، المحلی ج ۱۰ ص ۱۲۶
(۴۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۱ ب
(۴۵) الدر المنثور ج ۴ ص ۳۲۵
(۴۶) تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۳۱۲
(۴۷) عبدالرزاق ج ۶ ص ۵۱۱ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۴۹۳ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۷۶
(۴۸) الدر المنثور ج ۲ ص ۱۵۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۰۷، المحلی ج ۱۰ ص ۸۸
(۴۹) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۷۶، المغنی ج ۷ ص ۴۹
(۵۰) المغنی ج ۷ ص ۴۱۴
(۵۱) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۵۰، المغنی ج ۷ ص ۲۷۷، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۵۴
(۵۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰۹، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۵۴
(۵۳) المغنی ج ۷ ص ۲۷۵، الاشراف ج ۴ ص ۲۰۱
(۵۴) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۵۱، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۹، المغنی ج ۷ ص ۲۷۷، الاشراف ج ۴ ص ۲۰۱
(۵۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۲۳ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۵۰، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۵۲، المحلی ج ۱۰ ص ۱۸۱
(۵۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۲۳، عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۶۷، المحلی ج ۱۰ ص ۱۸۲
(۵۷) المغنی ج ۶ ص ۲۴۷
(۵۸) المحلی ج ۱۰ ص ۱۸۲
(۵۹) المحلی ج ۸ ص ۵۵ ج ۱۰ ص ۱۷۸، تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۷۹ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۴۷
(۶۰) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۹۲، الاشراف ج ۴ ص ۲۰۲

(٦١) عبد الرزاق ج ٨ ص ٢٨٨

(٦٢) ابوداؤد فی اللباس باب الحریر للنساء النسائی فی الزینۃ باب تحریم الذھب علی الرجال۔

(٦٣) طبقات ابن سعد ج ٧ ص ١٦٠

(٦٤) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٩١ ب، المغنی ج ا ص ١٦٧، الاوسط ج ا ص ٣٤١

(٦٥) عبد الرزاق ج ١٠ ص ٣٩٦

(٦٦) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٧ ب

(٦٧) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢١

(٦٨) ابن ابی شیبہ ج ا ص ١٩

(٦٩) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٠، المجموع ج ٢ ص ٩٧

(٧٠) المجموع ج ٢ ص ٨١

(٧١) ابن ابی شیبہ ج ا ص ١٩ ب

(٧٢) ابن ابی شیبہ ج ا ص ١٢٥ ب

(٧٣) شرح السنۃ ج ٩ ص ٢٤ ج ١٢ ص ١٥٢

(٧٣ ب) تفسیر قرطبی ج ١٠ ص ١٣٩

(٧٤) عبد الرزاق ج ٩ ص ٢٥٩

(٧٥) ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ١٧٩

(٧٦) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٧٤ ب

(٧٧) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٧٢

(٧٨) الاشراف ج ٤ ص ٣١٠

(٧٩) عبد الرزاق ج ٧ ص ٢١٥، المحلی ج ١١ ص ٢٥٨

(٨٠) الدر المنثور ج ٥ ص ٥

(٨١) سنن سعید ج ٣ ص ٢/٢٧، ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢١٢، عبد الرزاق ج ٧ ص ٢١٤، المحلی ج ٩ ص ٤٤٤

(٨٢) عبد الرزاق ج ٩ ص ١٢٩، المحلی ج ٨ ص ١٠٥

(٨٣) اخبار القضاۃ ج ا ص ٣٣٧

(٨٤) المغنی ج ٦ ص ٢٢٨

(٨٥) سنن سعید ج ٣ ص ٢/ ٩٨، المحلی ج ٩ ص ٥٢٥

(٨٦) المحلی ج ٨ ص ١٠٥

(٨٧) عبد الرزاق ج ٦ ص ٢٨٢، المحلی ج ١٠ ص ٥٢٧

(۸۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۰

(۸۹) خراج ابی یوسف ص ۲۱۱

(۹۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۹ ب

(۹۱) حوالہ درج بالا ۔

(۹۲) المغنی ج ۸ ص ۱۸۶

(۹۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵

(۹۴) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۰۷

(۹۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۹ ب

(۹۶) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۹۱ ، الاشراف ج ۱ ص ۳۲۹ ، ۳۳۰

(۹۷) المغنی ج ۹ ص ۲۳۷

(۹۸) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۴۳ ، ۱۴۸

(۹۹) الاشراف ج ۴ ص ۷۰

(۱۰۰) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۷۱ ، المحلی ج ۹ ص ۴۴۶

(۱۰۱) الاجماع ص ۹۶ ، الاشراف ج ۴ ص ۱۲۲

(۱۰۲) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۵۵ ، ۶۱

(۱۰۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۳

(۱۰۴) عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۰۹

(۱۰۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۲ ، المغنی ج ۶ ص ۵۸۵ ، عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۹۱ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۱۸ ، الاشراف ج ۴ ص ۹۷

(۱۰۶) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۹۹

(۱۰۷) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۰۷

(۱۰۸) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۵۱ ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۸۰

(۱۰۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۹ ب

(۱۱۰) عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۸۲

(۱۱۱) المحلی ج ۹ ص ۴۴۶

(۱۱۲) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۷۱ ، المحلی ج ۹ ص ۴۴۶

(۱۱۳) عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۰۲

(۱۱۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۶

(۱۱۵) شرح السنۃ ج ۳ ص ۱۸۴، المغنی ج ۱ ص ۵۴۰، المجموع ج ۳ ص ۴۴۲، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۳

(۱۱۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۶ ب، عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۵۴

(۱۱۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۹

(۱۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۶

(۱۱۹) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۱۵، المغنی ج ۲ ص ۳۴

(۱۲۰) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۵۵

(۱۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۲

(۱۲۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۲ ب

(۱۲۳) سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۷

(۱۲۴) المغنی ج ۲ ص ۳۹۹

(۱۲۵) عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۹۶

(۱۲۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷

(۱۲۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۲

(۱۲۸) احکام القرآن ج ۳ ص ۲۵۹

(۱۲۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲

(۱۳۰) سنن سعید ص ۳ ج ۲/ ۲۹۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۲، عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۴۷، المغنی ج ۸ ص ۴۷۰

(۱۳۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۴ ب

(۱۳۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۲

(۱۳۳) حوالہ درج بالا۔

(۱۳۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷

(۱۳۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲

(۱۳۶) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۲۹۱

(۱۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷

(۱۳۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲

(۱۳۹) حوالہ درج بالا۔

(۱۴۰) عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۹۳

(۱۴۱) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۲۹۱

(۱۴۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۴ ب

(۱۴۳) شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۶۸
(۱۴۴) تہذیب الآثار للطبری ج ۲ ص ۱۴۲
(۱۴۵) عبدالرزاق ج ۸ ص ۵۱۶
(۱۴۶) سنن سعید ج ۳ ص ۲/۱۲، المغنی ج ۸ ص ۱۸۷
(۱۴۷) المغنی ج ۸ ص ۱۷۵
(۱۴۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶ ب
(۱۴۹) المجموع ج ۱ ص ۱۰۰
(۱۵۰) المغنی ج ۹ ص ۳۸۵
(۱۵۱) الاشراف ج ۴ ص ۱۳۱
(۱۵۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۹ ب
(۱۵۳) المحلی ج ۱۰ ص ۱۱۱، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۰۵
(۱۵۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۲
(۱۵۵) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۱۲، المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹، المغنی ج ۷ ص ۱۲۱
(۱۵۶) البخاری فی الایمان والنذور باب اذا احنث ناسیا، مسلم فی الایمان باب التجاوز عن حدیث النفس۔
(۱۵۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹
(۱۵۸) الاستذکار ج ۱ ص ۸۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۸
(۱۵۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷ ب، المغنی ج ۱ ص ۴۶۱، المجموع ج ۳ ص ۲۵۴، شرح السنۃ ج ۳ ص ۱۸
(۱۶۰) المحلی ج ۴ ص ۸۹، المغنی ج ۱ ص ۴۹۷
(۱۶۱) المغنی ج ۱ ص ۴۵۸
(۱۶۲) المجموع ج ۵ ص ۲۳
(۱۶۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۵ ب
(۱۶۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۴ ب، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۶
(۱۶۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷
(۱۶۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۴ ب، المجموع ج ۵ ص ۴۵
(۱۶۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷ ب
(۱۶۸) حوالہ درج بالا۔
(۱۶۹) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۲۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷، المجموع ج ۵ ص ۴۳
(۱۷۰) المغنی ج ۳ ص ۲۹۳

(۱۷۱)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۹۴ب
(۱۷۲)المغنی ج ۳ص ۴۰۱
(۱۷۳)شرح السنۃ ج ۷ص ۱۸۶، المغنی ج ۳ص ۴۳۱، المجموع ج ۸ص ۱۴۹
(۱۷۴)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۰۳ب، الاستذکار ج ۱ص ۱۵۵
(۱۷۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۰۳
(۱۷۶)حوالہ درج بالا نیز عبدالرزاق ج ۲ص ۴۵۴
(۱۷۷)حوالہ درج بالا۔
(۱۷۸)عبدالرزاق ج ۱ص ۳۴۶
(۱۷۹)عبدالرزاق ج ۱ص ۱۸۳، ۱۸۴
(۱۸۰)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۵، الاوسط ص ۴۱۰، المغنی ج ۱ص ۱۴۲، المجموع ج ۱ص ۴۹۸
(۱۸۱)سنن سعید ج ۳ص ۲/۲۷۶
(۱۸۲)الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۱۸۳
(۱۸۳)المغنی ج ۸ص ۳۷۹
(۱۸۴)الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۱۸۰
(۱۸۵)المغنی ج ۸ص ۶۴۹
(۱۸۶)تفسیر قرطبی ج ۳ص ۳۸۴
(۱۸۷)عبدالرزاق ج ۱ص ۲۳۵، الاوسط ج ۲ص ۱۷
(۱۸۸)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۷ب
(۱۸۹)المغنی ج ۱ص ۲۷۳
(۱۹۰)موسوعۃ فقہ سفیان الثوری مادہ تیمم۔
(۱۹۱)المحلی ج ۲ص ۱۳۶، تفسیر قرطبی ج ۵ص ۲۲۸، المجموع ج ۲ص ۲۷۸، الاوسط ج ۲ص ۴۴
(۱۹۲)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲ب، المغنی ج ۱ص ۲۳۸
(۱۹۳)سنن بیہقی ج ۱ص ۲۲۸، الاوسط ج ۲ص ۲۲
(۱۹۴)عبدالرزاق ج ۱ص ۲۳۳، الاوسط ج ۲ص ۳۳
(۱۹۵)عبدالرزاق ج ۱ص ۲۳۴، حلیۃ العلماء ج ۱ص ۱۹۷
(۱۹۶)المغنی ج ۱ص ۲۴۰
(۱۹۷)البخاری ج ۱ص ۴۵۷، المغنی ج ۱ص ۲۳۹، الاوسط ج ۲ص ۲۲، ۳۱
(۱۹۸)حلیۃ العلماء ج ۱ص ۲۰۲، المغنی ج ۱ص ۲۵۷

(۱۹۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۸ ب

(۲۰۰) الاوسط ج ۲ ص ۲۱

(۲۰۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸

(۲۰۲) حوالہ درج بالا۔

(۲۰۳) عبدالرزاق ج ا ص ۲۳۳، احکام القرآن ج ۲ ص ۳۷۴، المغنی ج ا ص ۲۶۵، الاوسط ج ۲ ص ۲۸

(۲۰۴) المغنی ج ا ص ۲۶۷، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴۸ ب، الاوسط ج ۲ ص ۱۷

(۲۰۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴۸ ب

(۲۰۶) طرح التثریب ج ۲ ص ۱۱۵، المغنی ج ا ص ۲۶۱، المجموع ج ۲ ص ۳۵۱، نیل الاوطار ج ا ص ۳۲۵، الاوسط ج ۲ ص ۲۶

(۲۰۷) المغنی ج ا ص ۲۴۰، ۲۴۳

(۲۰۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۶ ب

(۲۰۹) عبدالرزاق ج ا ص ۲۱۷، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۱، حلیۃ العلماء ج ا ص ۲۰۸، المحلی ج ۲ ص ۱۲۴

(۲۱۰) الاوسط ج ۲ ص ۶۴

(۲۱۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷ ب، المحلی ج ۲ ص ۱۴۳، المغنی ج ا ص ۲۷۶، المجموع ج ۲ ص ۲۲۷

(۲۱۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷ ب

(۲۱۳) عبدالرزاق ج ا ص ۲۳۵، ۲۴۰

(۲۱۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۶ ب، احکام القرآن ج ۲ ص ۳۹۱

(۲۱۵) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۱۳

(۲۱۶) المغنی ج ا ص ۱۰۲

(۲۱۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲

(۲۱۸) عبدالرزاق ج ا ص ۲۱۲، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۴۰، طرح التثریب ج ۲ ص ۱۰۰ ج ۲ ص ۱۵۲، شرح السنۃ ج ۲ ص ۱۱۴، الاعتبار ص ۶۱، المغنی ج ا ص ۲۴۴، المجموع ج ۲ ص ۲۲۹

(۲۱۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۵، الاوسط ج ۲ ص ۴۸، نیل الاوطار ج ا ص ۳۳۳

(۲۲۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۶ ب، الاوسط ج ۲ ص ۵۸

(۲۲۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۱

(۲۲۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۱

(۲۲۳) عبدالرزاق ج ا ص ۲۱۵، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶، المحلی ج ۲ ص ۱۲۱، احکام القرآن ج ۲ ص ۳۸۲، شرح السنۃ ج ا ص ۴۴۹، المجموع ج ۲ ص ۳۲۴

(۲۲۴) المحلی ج ۲ ص ۱۴۳، المجموع ج ۴ ص ۱۶۳

حرف الثاء

ثعلب (لومڑی)

لومڑی کا گوشت کھا لینے کا جواز۔ (دیکھیے مادہ طعام نمبر ۲ کا جزج)

ثوب (کپڑا) دیکھیے مادہ لباس

ثیب (ثیبہ)

۱۔ تعریف: جس مرد یا عورت پر ہمبستری کا مرحلہ گزر چکا ہو، اسے ثیب کہیں گے۔

۲۔ اس کے احکام:

اَ۔ ثیب کا ولی اس کی اجازت حاصل کیے بغیر اس کا نکاح کرا سکتا ہے۔ (دیکھیے مادہ نکاح نمبر ۴ کا جزب اور نمبر ۵ کے جزد کا جز ۳)

ب۔ ثیب کے لیے شب باشی کی تقسیم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ کوئی شخص اگر باکرہ سے نکاح کرے تو اپنی دیگر بیویوں کو چھوڑ کر اس کے پاس تین راتیں گزارے اور اس کے بعد شب باشی کی تقسیم میں تمام بیویوں کے درمیان مساوات قائم کرے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو اس کے ساتھ صرف دو راتیں گزارے اور پھر تمام بیویوں کے درمیان یکسانی پیدا کر دے۔ آپ فرماتے: ''جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے تو باکرہ کے لیے تین راتیں اور ثیبہ کے لیے دو راتیں مخصوص کر دے۔''(۱) (دیکھیے مادہ قسمۃ نمبر ۴ کا جزج)

ج۔ اگر ثیبہ بدکاری کرے تو اسے لگنے والی حد۔ (دیکھیے مادہ زنا نمبر ۴ کے جز اَ کا جز ۱، جز ۲)

حرف الثاء میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۳۶، المغنی ج ۷ ص ۴۴

حرف الجیم

[جا]ئزۃ (انعام)

کسی اچھے کام پر دیئے جانے والے عطیے کو جائزہ کہتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ ھبۃ)

[جا]موس (بھینس)

بھینسوں کی زکوٰۃ گائے کی زکوٰۃ کی طرح ہے۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جز واؤ کا جز ۵)

[جب]یرۃ (زخم پر باندھی جانے والی پٹی)

تعریف: زخموں اور ٹوٹی ہوئی ہڈیوں پر باندھی جانے والی پٹی کو جبیرہ کہتے ہیں۔

جبیرہ کے احکام: اگر کوئی انسانی عضو ٹوٹ جائے یا اس پر زخم آ جائے اور اس پر گچ یا سوتی کپڑے وغیرہ کی پٹی باندھ دی جائے جب کہ یہ عضو وضو کے اعضاء میں شامل ہو مثلاً بازو ہو تو جبیرہ کے بالائی حصے پر مسح کر لینا کافی ہوگا اور یہ مسح جبیرہ کے نیچے آئے ہوئے بدن کو دھونے کے مترادف ہوگا۔ حسن بصریؒ نے ٹوٹے ہوئے عضو پر بندھے ہوئے جبیرہ کے بارے میں فرمایا: ''جبیرہ پر مسح کیا جائے گا۔''(۱) آپ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اگر کسی شخص کی ران یا پنڈلی ٹوٹ جائے اور اسے غسل جنابت لاحق ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ جبیرہ پر مسح کرے۔''(۲)

مہندی کی پٹیوں پر مسح کرنے کا عدم جواز۔ (دیکھئے مادہ خضاب نمبر ۳)

[جح]ود (انکار کرنا، مکر جانا)

تعریف: حق کا علم رکھنے کے باوجود اس سے انکاری ہو جانے کو جحود کہتے ہیں۔

جحود کے اثرات: اگر ایک شخص اپنے اوپر عائد حق سے مکر جائے اور اس کا انکار کر دے اور اس کے فریق مخالف کے پاس کوئی بینہ یعنی گواہی وغیرہ نہ ہو تو اس صورت میں مکر جانے والے شخص کو قسم دلائی جائے گی کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''مدعی کے ذمے بینہ پیش کرنا ہے اور مدعا علیہ کے ذمے قسم ہے۔''(۳) یعنی جب مدعا علیہ حق کو تسلیم نہ کرے اور مدعی کے پاس اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی بینہ نہ ہو۔ یہی حکم کسی بھی دعوے کو تسلیم نہ کرنے اور اس سے انکاری ہونے کی صورت میں عائد ہوگا۔ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۵ کا جز ھ) حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر اس سے مکر جائے، فرمایا: ''اس کا معاملہ سلطان یعنی حاکم وقت کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہ اس سے حلف اٹھوائے گا۔''(۴) اگر وہ حلف اٹھا لے اور اس کے بعد اس کی وفات ہو جائے تو اس صورت میں مذکورہ بیوی اس کی وارث ہوگی۔(۵)

جد (دادا، نانا)

۱۔ تعریف: جد کی دو قسمیں ہیں۔

اَ۔ جد عصبی یعنی دادا خواہ اوپر تک کیوں نہ چلا جائے۔

ب۔ جد رحمی یعنی نانا۔

۲۔ جد کے احکام:

☆ میراث کے اندر دادا اور نانا کے احوال۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۰ کا ب)

☆ دادا پر اپنے پوتے کے نفقہ یعنی خرچہ کا لزوم (دیکھئے مادہ نفقۃ نمبر ۴ کا جز ب)

☆ اگر پوتا اپنے دادا کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرے تو اس سے زنا کی حد ساقط رہے گی۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کے جز د کا جز ۲)

☆ نکاح کرانے کے اندر جد کی ولایت۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵ کے جز اَ کا جز ۱)

☆ جد کو زکوۃ حوالہ کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۴)

جدۃ (دادی، نانی)

جدہ نانی ہے یا دادی خواہ اوپر تک کیوں نہ چلی جائے۔

☆ میراث کے اندر جدہ کے احوال۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۰ کا جز ک)

☆ اگر پوتا اپنی دادی کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرے تو اس سے زنا کی حد ساقط رہے گی۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کے جز د کا جز ۲)

جرح (زخم لگانا)

☆ زندہ انسان یا جانور کا گوشت کاٹ دینے کو جب کہ اس میں پیپ نہ پڑے، جرح کہتے ہیں۔

زخموں کے نتیجے میں واجب ہونے والا جرمانہ۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز اَ کے جز ۲ نیز جز ب کا جز ۲)

جزاء (جزا، بدلہ)

۱۔ تعریف: جزاء اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی خیر یا شر کی مقابلۃً تلافی ہو جائے۔

۲۔ احرام اور حج کی خلاف ورزیوں کی جزاء: اگر محرم احرام کی کسی خلاف ورزی کا یا حاجی حج کی کسی خلاف ورزی کا مرتکب ہو جائے تو اس پر جزاء لازم ہو جائے گی۔ اس کا ذکر ہم نے (مادہ احرام نمبر ۸ اور ۹ نیز مادہ حج) میں کر دیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ خلاف ورزی خواہ عمداً ہو یا خطاء، یہ جزا واجب ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز اَ) نیز یہ کہ ایک ہی خلاف ورزی کی تکراری صورت میں صرف ایک جزاء واجب ہوگی۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۲) اسی طرح ایک ہی مجلس میں کئی خلاف ورزیوں کی جزا بھی

صرف ایک ہوگی۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۹)

اگر جزا کے طور پر دم واجب ہو جائے تو اسے مکہ مکرمہ میں ذبح کرنا واجب ہوگا۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۹)

اگر یہ دم شکار مارنے کی جزا کے طور پر واجب ہوا ہو تو دم دینے والے کو اس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہوگا۔

اگر کسی اور خلاف ورزی کی بنا پر دم واجب ہوا ہو تو دم دینے والے کے لیے اس کا گوشت کھانا جائز ہوگا۔

(دیکھیے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۸)

۳۔ جان لینے کے جرم کی نیز جان لینے سے کم تر جرم کی جزاء۔ (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۵)

☆ مال کو نقصان پہنچانے والے جرم کی جزاء۔ (دیکھیے مادہ ضمان) نیز (مادہ سرقۃ نمبر ۶)

☆ عزت و آبرو کو نقصان پہنچانے والے جرم کی جزا۔ (دیکھیے مادہ زنا نمبر ۴) نیز (مادہ قذف نمبر ۵)

☆ عقل کو نقصان پہنچانے والے جرم کی جزا۔ (دیکھیے مادہ اشربۃ نمبر ۳ کا جز ج نیز نمبر ۵)

☆ نقصان پہنچانے والے ایسے جرم کی سزا جس میں کوئی حد بطور سزا مقرر نہ ہو۔ (دیکھیے مادہ تعزیر)

جزیۃ (جزیہ)

۱۔ تعریف: جزیہ اس مال کو کہتے ہیں جو ذمی پر اسلامی حکومت کی اس کے لیے خدمات کے بالمقابل عائد کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ جزیہ کی مشروعیت: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اسلام کی دعوت واجب کر دی ہے۔ اگر اس دعوت کی راہ میں کافر حائل ہو جائیں اور مسلمانوں کو اس سے روکیں تو اس صورت میں اللہ نے ان کے خلاف جنگ کرنا واجب قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ یا تو دین اسلام میں داخل ہو جائیں یا اپنے ملک پر اسلام کی حکمرانی قائم ہو جانے دیں یا خود اسلام کو ان پر غلبہ حاصل ہو جائے اور ان کی نہ صرف قوت پاش پاش ہو جائے بلکہ ان کا ملک اسلام کے جھنڈے تلے آ جائے۔ آخری دونوں صورتوں کے اندر ان غیر مسلموں پر اسلامی حکومت کو ایک معین رقم کی ادائیگی واجب ہوگی جس کا تعین ان کی مالی اور اقتصادی حالت کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا۔ اسلامی حکومت کی طرف سے ان پر یہ رقم ان خدمات اور جان و مال کے اس تحفظ کے بدلے عائد ہوگی جس کی ذمہ داری اسلامی حکومت اٹھائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ آیت نمبر ۲۹ میں فرمایا۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(ان اہل کتاب سے لڑو جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ اور اس کے رسول نے جو باتیں حرام قرار دی ہیں، انہیں یہ حرام نہیں سمجھتے اور نہ دین حق کو دین کے طور پر اپناتے ہیں یہاں تک کہ یہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔)

۳۔ ذمیوں پر جزیہ کے سوا کوئی اور مالی ادائیگی لازم نہیں ہوگی نہ تو صدقہ اور نہ کوئی اور چیز۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اہل ذمہ پر ان کے اموال میں کوئی صدقہ عائد نہیں ہوگا اور ان پر جزیہ کے سوا کسی اور چیز کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔'' (۶)

۴۔ مسلمان جس کا فر غلام کا مالک ہو اور پھر اسے آزاد کر دے، اس کے جزیہ کا حکم:
اگر ذمی کسی کافر غلام کا مالک ہو تو اس پر اس کا اپنا اور اپنے غلام دونوں کا جزیہ واجب ہوگا۔ اگر مسلمان کسی کافر غلام کا مالک ہو تو اس پر اس غلام کا کوئی جزیہ عائد نہیں ہوگا۔ اگر وہ اسے آزاد کر دے اور آزاد ہو کر وہ کفر پر ہی رہے تو حسن بصریؒ کے نزدیک اس پر جزیہ نہیں لگایا جائے گا کیونکہ اس پر پہلے جزیہ نہیں لگا تھا اس لیے بعد میں بھی نہیں لگے گا۔ ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک مسلمان اپنا عیسائی غلام آزاد کر دے تو اس آزاد شدہ غلام پر جزیہ عائد نہیں ہوگا۔ (۷) تاہم عامر شعبی، ابراہیم نخعی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حسن بصریؒ کی اس رائے سے اختلاف کیا ہے۔

جلالۃ (گندگی کھانے والا جانور)

جلالۃ اس جانور کو کہتے ہیں جو صرف گندگی غذا کے طور پر کھاتا ہو، کوئی اور چیز نہ کھاتا ہو۔
جلالہ کا گوشت کھا لینے کی اباحت۔ (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ز)

جلد (کھال)

۱۔ تعریف: جلد اس کھال کو کہتے ہیں جسے دباغت دی جا چکی ہو یعنی پکی کھال، اور اہاب اس کھال کو کہتے ہیں جو انسانی اور حیوانی جسم پر غلاف کی طرح محیط ہے اور جس پر بال اگتے ہیں یعنی کچی کھال۔

۲۔ اہاب (کچی کھال) کی قسمیں: اس کی دو قسمیں ہیں۔ انسان کی کچی کھال اور جانور کی کچی کھال۔ پھر جانور کی کچی کھال کی کئی قسمیں ہیں۔ حلال جانور کی کچی کھال اور حرام جانور کی کچی کھال اور پھر ان میں سے ہر ایک یا تو مردہ جانور کی کچی کھال ہوگی یا ذبح شدہ جانور کی۔

۳۔ ناپاک کھالوں کی تطہیر: ناپاک کھالوں کی دو قسمیں ہیں۔

أ۔ ایسی کچی کھالیں جن کے جانور زندگی کے اندر نجس العین ہوں مثلاً سور۔ ایسی کھالیں کبھی بھی پاک نہیں ہو سکتیں۔

ب۔ ایسی کچی کھالیں جن کے جانور زندگی کے اندر طاہر العین ہوں لیکن موت کی وجہ سے ناپاک ہو گئے ہوں مثلاً لومڑی وغیرہ۔ ایسی کھالیں دباغت کی بنا پر پاک ہو جاتی ہیں (دیکھئے مادہ دباغۃ) حسن بصریؒ نے مرداروں کی کھالوں کے متعلق فرمایا کہ ان کی تطہیر ان کی دباغت ہے۔ (۸) میری رائے میں یہ بات ابن المنذر کی اس بات سے بہتر ہے جسے انہوں نے حسن بصریؒ کے مسلک کے سلسلے میں نقل کر دیا ہے کہ (۹): ''دباغت ہر اس جانور کی کھال کو پاک کر دیتی ہے جسے ذبح کیا جاتا ہو اور وہ مر جائے۔''

۴۔ جلد سے فائدہ اٹھانے کا مسئلہ:

أ۔ ناپاک کھالیں اگر دباغت کے بغیر خشک ہو جائیں تو جب تک خشک رہیں، انہیں بطور لباس وغیرہ استعمال کرنا جائز ہوگا کیونکہ خشکی انتقال نجاست سے مانع ہوگی تاہم ان کی فروخت اور ان پر نماز جائز نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''لومڑیوں کی کھال پہن لو لیکن اس میں نماز نہ پڑھو۔'' (۱۰) نیز مردار کی کھال کے

متعلق فرمایا: ''اس کی دباغت اس کی تطہیر ہے۔ اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا لیکن اسے فروخت نہیں کیا جائے گا۔''(۱۱) یعنی دباغت سے پہلے اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا لیکن اس کی فروخت نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کے جز أ کا جز۲) اسی مفہوم پر حسن بصریؒ سے منقول اس روایت کو محمول کیا جائے گا جس میں ذکر ہے کہ آپ نے درندوں کی کھالیں پہننے کی رخصت دی ہے اور ان کے اندر نماز کو مکروہ یعنی ناجائز کہا ہے۔(۱۲)

آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے چیتے کی کھال کی بنی ہوئی کاٹھی یعنی زین پر سواری کو ناجائز کہا ہے۔ نیز ایسی کھالوں کو فرش کے طور پر بچھانے اور ان پر بیٹھنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔(۱۳) یہ روایت اس امر پر محمول ہوگی کہ کراہت کا حکم شاید تکبر پیدا ہونے کے خطرے کی بنا پر لگایا گیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اس زین پر سواری کرنے کی رخصت دی ہے جس کے ایک حصے میں چیتے کی کھال لگی ہو۔(۱۴) ایسی صورت میں تکبر پیدا ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہوتا بخلاف اس صورت کے جب چیتے کی کھال فرش کے طور پر بچھی ہو یا زین کا پورا حصہ چیتے کی کھال کا بنا ہو۔

ب۔ ایسی کھالیں جو دباغت کی بنا پر پاک ہو جاتی ہیں، انہیں جب کما لیا جائے تو وہ پاک ہو جائیں گی اور ان سے ہر طرح کا فائدہ اٹھانا جائز ہو جائے گا۔(۱۵) مثلاً نماز (۱۶) لباس کے طور پر استعمال اور ان پر سواری وغیرہ۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''چیتوں کی کھالوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ان پر سواری کی جاتی تھی۔''(۱۷) ان کی بیع بھی جائز ہے: ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ آپ نے مردار کی کھال کی فروخت اس وقت تک ناجائز قرار دی ہے جب تک اسے کما لیا نہ جائے۔(۱۸) (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کا جز أ کا جز۲) راکھ اور نمک کے ذریعے کمائی جانے والی چیتوں کی کھالوں کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''یہی ان کی دباغت ہے۔'' آپ نے ان کی فروخت میں کوئی حرج تصور نہیں کیا۔(۱۹)

ج۔ قربانی کی کھالوں کی فروخت (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۷ کا جز ب)

جلد (کوڑے لگانا)

۱۔ کوڑے لگانے کو جلد کہتے ہیں۔

۲۔ کوڑے کھانے والے شخص کے کپڑے: حد کے اندر انسان کو اس کے ان ہی کپڑوں میں کوڑے لگائے جائیں گے جنہیں وہ عادتاً پہنتا ہو۔ یعنی اگر گرمی کا موسم ہو تو گرمی کے موسم والے کپڑوں میں اور اگر سردی کا موسم ہو تو موسم سرما کے کپڑوں میں۔ اس کے یہ کپڑے اتارے نہیں جائیں گے اور نہ لباس میں سے کوئی چیز جسم سے الگ کی جائے گی۔ البتہ اگر اس نے پوستین یا جیکٹ وغیرہ پہن رکھی ہو جو جسم تک ضرب کا اثر پہنچنے میں مانع ہو تو اسے اس کے جسم سے اتار دیا جائے گا۔(۲۰) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی کو موسم سرما میں قذف کرے تو حد لگانے کے لیے اسے موسم گرما کے کپڑے نہیں پہنائے جائیں گے بلکہ اسی

لباس میں اسے کوڑے لگائے جائیں گے جس کے اندر اس نے قذف کیا تھا۔ اسی طرح اگر ایک شخص کسی کو موسم گرما میں قذف کرے تو حد قذف لگانے کے لیے اسے موسم سرما کے کپڑے نہیں پہنائے جائیں گے بلکہ قذف والے کپڑوں میں ہی اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔'' (۲۱)

۳۔ ضرب کی شدت: جس شخص کو کوڑے لگائے جاتے ہیں، اس پر کوڑوں کی ضرب کی شدت کے اندر جرائم کے اعتبار سے اختلاف ہوتا ہے۔ حد زنا میں لگنے والے کوڑوں کی ضرب سب سے شدید ہوتی ہے اور حد قذف میں اس سے ہلکی اور شراب نوشی کی حد میں اس سے بھی ہلکی جب کہ تعزیر کے طور پر لگنے والے کوڑوں کی ضرب شراب نوشی کی حد میں لگنے والے کوڑوں کی ضرب سے بھی ہلکی ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حد زنا حد قذف سے زیادہ شدید ہے اور حد قذف حد شرب سے زیادہ شدید ہے۔'' (۲۲) ایک اور روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''زانی کو شراب خور کی بہ نسبت زیادہ شدید ضرب لگائی جائے گی۔'' (۲۳) اس روایت کے مطابق آپ نے شراب نوشی کی ضرب کو قذف کی ضرب سے زیادہ شدید قرار دیا ہے۔ تاہم پہلی روایت آپ سے صحیح ترین روایت ہے۔

۴۔ آقا کا اپنے غلام پر کوڑوں کی حد جاری کرنا۔ (دیکھیے مادہ حد نمبر ۲)

✡ زنا کاری میں کوڑوں کی سزا۔ (دیکھیے مادہ زنا نمبر ۴ کے جز أ کا جز ۴)

✡ قذف میں کوڑوں کی سزا۔ (دیکھیے مادہ قذف نمبر ۵ کا جز أ)

✡ تعزیر میں کوڑوں کی سزا۔ (دیکھیے مادہ تعزیر نمبر ۲ کا جز أ)

جمرات (جمع جمرہ)

۱۔ تعریف: جمرات کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اول: ان چھوٹی چھوٹی کنکریوں کے معنی میں جنہیں حاجی عام طور پر مزدلفہ سے اکٹھا کر کے اپنے ساتھ لے آتا ہے تا کہ منیٰ کے اندر مخصوص مقامات پر انہیں مارے۔

دوم: ان تین مخصوص مقامات کے معنی میں جو منیٰ کے اندر ہیں اور جنہیں حاجی مزدلفہ سے اپنے ساتھ لائی ہوئی کنکریاں مارتا ہے۔ عرف عام میں انہیں: ''شیطان'' کہا جاتا ہے۔

۲۔ رمی جمرات کے احکام۔ (دیکھیے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ب نیز نمبر ۱۶)

جمعۃ (جمعہ کا دن)

۱۔ تعریف: جمعہ ہفتے کے سات دنوں میں سے ایک مخصوص دن کا نام ہے جس سے پہلے جمعرات کا دن اور جس کے بعد ہفتے کا دن آتا ہے۔

۲۔ جمعہ کے احکام:

✡ یوم جمعہ کے لیے غسل کرنے کا وجوب۔ (دیکھیے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز واؤ)

✡ جمعہ کے دن کا روزہ۔ (دیکھیے مادہ صیام نمبر ۹ کا جز أ)

✡ جمعہ کی نماز کے لیے اذان۔(دیکھیے مادہ اذان نمبر ۲ کا جز واؤ)

✡ جمعہ کی نماز۔(دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۸)

✡ جمعہ کے دن سفر۔(دیکھیے مادہ سفر نمبر ۲)

✡ جمعہ کے دن زوال سے لے کر نماز جمعہ کے اختتام تک خرید و فروخت کی تحریم۔(دیکھیے مادہ بیع نمبر ۵ کا جز أ)

جنابۃ (جنابت)

۱۔ تعریف: جنابت اس معنوی نجاست کو کہتے ہیں جو ہمبستری کی وجہ سے یا خروج منی کی بنا پر انسان کو لاحق ہو جاتی ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ حسن بصریؒ کی رائے میں بیداری یا نیند کی حالت میں مرد یا عورت کی شرم گاہ سے خروج منی کی بنا پر مذکورہ عورت یا مرد جنبی بن جاتا ہے۔ بنا بریں اگر ایک شخص ہمبستری کرنے کے بعد غسل کر لے اور اس کے بعد باقی ماندہ مادۂ تولید اس کی شرم گاہ سے خارج ہو جائے تو اس پر غسل کا اعادہ لازم ہو جائے گا۔ اگر عورت ہمبستری کے بغیر اپنی شرم گاہ میں مادۂ تولید داخل کر لے تو اس کی خروج کے ساتھ ہی اس پر غسل واجب ہو جائے گا۔

ایک شخص شک کی بنا پر جنبی نہیں ہوگا: بنا بریں اگر ایک شخص نیند سے بیدار ہو کر اپنے کپڑوں میں تری دیکھے لیکن اسے احتلام یاد نہ ہو تو اس صورت میں اگر اس نے سونے سے قبل مہیج شہوت فعل کیا ہو تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا کیونکہ یہ احتمال ہوگا کہ کپڑوں پر پائی جانے والی مذکورہ تری کہیں مذی نہ ہو۔(۲۴) لیکن اگر اس نے سونے سے پہلے شہوت کو بھڑکانے والا فعل نہ کیا ہو اور سو کر اٹھنے کے بعد کپڑوں پر تری دیکھے تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا۔(دیکھیے مادہ غسل نمبر ۲) مذی اس رقیق مادے کو کہتے ہیں جو کسی مہیج شہوت فعل کی بنا پر قضیب سے خارج ہوتا ہے۔(مترجم)

۲۔ جنابت کے اثرات: جنابت پر بہت سے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ان میں سے جن اثرات کے بارے میں حسن بصریؒ سے ہمیں منقولہ روایات دستیاب ہوئی ہیں، ان کا ذکر درج ذیل ہے:

أ۔ نماز: جنابت نماز کی ادائیگی سے مانع ہوتی ہے۔ اگر ایک شخص جنابت کی حالت میں نماز ادا کرے گا تو اس کی نماز کا انعقاد نہیں ہوگا۔ البتہ اگر امام جنابت کی حالت میں امامت کرا دے اور مقتدی کو اس کی اس حالت کا علم نہ ہو تو اس کی جنابت مقتدی کی نماز کی صحت کے لیے مانع نہیں بنے گی۔(۲۵) اس حکم میں سجدۂ تلاوت نماز کی طرح ہے۔(دیکھیے مادہ سجود نمبر ۳)

ب۔ طواف اور سعی: جنابت کعبہ کے گرد طواف سے بھی مانع ہوتی ہے:: ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں مذکور ہے کہ حسن بصریؒ نے اس بات کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ کوئی شخص طہارت کے بغیر طواف کرے۔(۲۶) اگر ایک شخص جنابت کی حالت میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر لے تو احرام کھولنے سے پہلے پہلے وہ سعی کا اعادہ کرے گا۔(دیکھیے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جز ج)

ج۔ روزہ: اگر ایک شخص رات کے وقت جنبی ہو جائے یا عورت حیض یا نفاس سے رات کے وقت پاک ہو جائے

یعنی اس کا حیض یا نفاس ختم ہو جائے اور یہ افراد روزے کی نیت کر کے ناپاکی کی حالت میں سو جائیں اور فجر ہونے کے بعد بیدار ہوں تو اس صورت میں اگر ان کا روزہ نفلی ہو تو وہ اپنا روزہ جاری رکھیں گے اور ان کا روزہ درست ہو جائے گا اور ان پر قضا واجب نہیں ہوگی۔ لیکن اگر ان کا روزہ فرض روزہ ہو تو وہ اپنا روزہ جاری رکھیں گے اور اس کے بعد وہ اس روزے کی قضا کریں گے۔ (۲۷) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص رمضان میں جنابت کی حالت میں صبح کرے، وہ فرض روزے کی صورت میں اس کی قضا کرے گا۔'' (۲۸) نیز فرمایا: ''جو شخص جنابت کی حالت میں صبح کرے تو نفلی روزے کی صورت میں اس کا روزہ درست ہو جائے گا اور فرض روزے کی صورت میں وہ اس کی قضا کرے گا۔'' (۲۹) البتہ اگر ایک شخص رات کے وقت روزے کی نیت کر کے طہارت کی حالت میں سو جائے اور پھر بیدار ہو کر کپڑوں میں تری دیکھے تو یہ بات اس کے روزے پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ (۳۰)

د۔ مسجد میں ٹھہرنا: جنابت مسجد میں ٹھہرنے سے مانع ہوتی ہے۔ خواہ جنبی نے وضو کر لیا ہو یا وضو نہ کیا ہو۔ (۳۱) البتہ مسجد سے گزرنا جنبی نیز حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے جائز ہے۔ (۳۲) حسن بصریؒ نے ایک جنبی شخص سے فرمایا: ''اگر مسجد سے گزرنا تمہارے لیے قریب تر ہو تو وہاں سے گزر جاؤ۔'' (۳۳) جس شخص کو حدث لاحق ہو، اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''وہ مسجد سے گزر جائے گا اور وہاں نہیں بیٹھے گا۔'' (۳۴) یہ قول مسجد سے گزرنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے خواہ بلاضرورت ہی کیوں نہ ہو۔

جنبی نیز حائضہ کے لیے مسجد میں جھاڑو دینا اور پانی چھڑکنا مباح ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر جنبی اور حائضہ مسجد میں پانی چھڑکائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (۳۵) اسی طرح ان کے لیے مسجد سے کوئی چیز اٹھا لینا یا وہاں کوئی چیز رکھنا بھی مباح ہے۔ حسن بصریؒ اس امر میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ حائضہ مسجد سے کوئی چیز اٹھا لے یا وہاں کوئی چیز رکھ دے۔ (۳۶)

ھ۔ قرآن کی قرأت اور اسے چھونا: جنابت قرآن کی قرأت سے مانع ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ فرمایا کرتے کہ حائضہ اور جنبی قرآن کی کوئی قرأت نہیں کریں گے۔ آپ فرماتے: ''قرآن کی تلاوت صرف طاہر شخص کرے۔'' (۳۷) (دیکھیے مادہ قرآن نمبر ۲ کا جز أ) اسی طرح جنابت کسی حائل یعنی آڑ کے بغیر قرآن کو ہاتھ لگانے سے مانع ہوتی ہے۔ (۳۸) حسن بصریؒ سے اس کی اباحت بھی مروی ہے۔ (۳۹) تاہم آپ سے منقول روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جنابت کی حالت میں کسی حائل اور آڑ مثلاً کپڑے وغیرہ کے ساتھ قرآن کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر قرآن جزدان یا کسی اور چیز میں بند ہو اور ناپاک شخص اسے اٹھا لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۴۰) آپ سے جو یہ روایت منقول ہے کہ جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن کو ہاتھ لگانے کی اباحت ہے، وہ شاید اسی معنی پر محمول ہے۔ واللہ اعلم۔ یا وہ اس معنی پر محمول ہے کہ دراہم پر جو آیات قرآنی درج ہوں، انہیں جنبی اور حائضہ کے لیے ہاتھ لگانے کی اباحت ہے کیونکہ اس میں عموم بلویٰ پایا جاتا ہے یعنی عام طور پر لوگ اسی طرح کرتے ہیں۔ اس لیے کہ حسن بصریؒ نے

ان دراہم کو بے وضو ہاتھ لگانے کی رخصت دی ہے جن پر ذکر یعنی آیات وغیرہ درج ہوں۔ آپ فرماتے: ''لوگوں کی فطرت یہی ہے۔''(۴۱)

و۔ سونے نیز ہمبستری کے لیے وضو کرنا: اگر جنبی سونے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے وضو کر لینا مستحب ہوگا اور وضو کیے بغیر سو جانا مکروہ ہوگا۔ (۴۲) ابن حزم نے حسن بصریؒ سے حکایت کی ہے کہ اگر جنبی دوبارہ ہمبستری کا ارادہ کرے تو اس پر وضو کرنا واجب ہوگا۔ (۴۳) لیکن ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ کی رائے میں اس امر میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لے اور پھر وضو کیے بغیر دوبارہ یہی عمل دہرائے۔ (۴۴) یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے لیے وضو کرنا مستحب ہوگا۔ حسن بصریؒ سے یہ دوسری روایت درست ہے۔

ابن حزم سے حسن بصریؒ کے قول کی تفسیر میں غلطی ہوگئی ہے۔ واللہ اعلم۔

ز۔ پانی کی جنابت: حضرت ابن عمرؓ کی پیروی میں حسن بصریؒ کی بھی رائے تھی کہ جنبی کے اندر موجود معنوی نجاست پانی کو اس کا ہاتھ لگتے ہی پانی میں منتقل ہو جاتی ہے جس طرح گیلی ظاہری نجاست مجاورت یعنی پانی سے قرب کی بنا پر اس میں منتقل ہو جاتی ہے۔ معمر نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ جنبی اگر بھول کر اپنا ہاتھ اس پانی میں ڈال دے جس کے ساتھ وہ غسل کرنے والا ہو تو آپ نے فرمایا کہ مذکورہ پانی پھینک دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ نہ تو وضو کیا جائے گا اور نہ غسل۔ (۴۵) اس کی تفصیل (مادہ ماء نمبر ۲ کے جزد) میں آئے گی۔

ح۔ میت کو نہلانا: حسن بصریؒ نے یہ بات ناجائز قرار دی ہے کہ جنبی یا حائضہ میت کو نہلائے۔ (۴۶) (دیکھئے مادہ موت نمبر ۴ کے جزب کا جز ۲)

ط۔ جانور ذبح کرنا: جانور ذبح کرنے کی صحت پر جنابت اثر انداز نہیں ہوتی۔ حسن بصریؒ نے جنبی کے لیے جانور ذبح کرنے کی رخصت دی ہے۔ (۴۷) (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۳ کا جزب)

۳۔ جنابت کا ازالہ: غسل کے ذریعے جنابت دور کی جائے گی۔ اگر غسل معتذر ہو تو پھر تیمم کے ذریعے اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ تیمم)

میت سے اس کی موت کی وجہ سے غسل جنابت ساقط نہیں ہوگا اور نہ میت کے غسل کے اندر مذکورہ غسل مدغم ہوگا کہ غسل جنابت اور غسل میت دونوں کے لیے ایک ہی غسل کافی ہو جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر جنبی وفات پا جائے تو اسے دو غسل دیئے جائیں گے۔ ایک غسل جنابت اور دوسرا غسل میت۔ اسی طرح حائضہ کا حیض اگر ختم ہو جائے اور وہ غسل کرنے سے پہلے وفات پا جائے تو اسے دو غسل دیئے جائیں گے۔ (۴۸) اسی طرح یہ غسل جنابت ناپاکی کے دیگر غسل کے اندر بھی مدغم نہیں ہوگا۔ مثال کے لیے دیکھئے (مادہ غسل نمبر ۲ کے جزا کے جز ۲ کا جزد)

جنازۃ (جنازہ) دیکھئے مادہ موت۔

جنایۃ (فوجداری جرم)

۱۔ تعریف: جنایت ان ممنوعہ اور ضرررساں افعال کو کہتے ہیں جو کسی کی جان پر یا جان سے کم تر یعنی اعضاء پر واقع ہوں۔

۲۔ جنایت کی اقسام: جنایت کی چار قسمیں ہیں۔

اَ۔ عمد (جان بوجھ کر کی جانے والی جنایت): جس کے اندر نقصان پہنچانے کی وہ صورت مقصود ہو جو اس جنایت کا لازمہ ہو۔ چونکہ قصد ایک مخفی امر ہے، اس لیے آلہ کے ذریعے اس کی نشاندہی ہوگی۔ چنانچہ قتل کے فعل کے اندر عمد کی صورت اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک لوہے کے ذریعے ضرب نہ لگائی گئی ہو۔ یعنی آلہ قتل لوہے کا بنا ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''صرف لوہے کے ذریعے یعنی آلہ قتل لوہے کا ہونے کی صورت میں عمد وجود میں آئے گا۔'' (۴۹) عمد کے اندر قصاص واجب ہوتا ہے۔ (۴۹ ب) اس کی تفصیل (مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز اُ) میں ملاحظہ کیجئے۔

ب۔ شبہ عمد: یہ صورت قتل کے ساتھ خاص ہے۔ قتل کے اندر شبہ عمد کی صورت یہ ہوتی ہے کہ لوہے کے آلے کے بغیر کسی ایسی چیز کے ذریعے قتل کا ارتکاب کیا جائے جس کے متعلق غالب گمان یہ ہو کہ مقتول کی جان اس سے نکل جائے گی مثلاً کسی بھاری چیز کے ذریعے اس کی جان لے لینا۔ شبہ عمد کے اندر قصاص واجب نہیں ہوتا بلکہ دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے۔ (۵۰) (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ج)

ج۔ خطا: خطا کی صورت یہ ہے کہ جنایت کا فعل اس کے فاعل سے اس طرح صادر ہوا ہو کہ جنایت کی زد میں آنے والے شخص پر اسے واقع کرنے کا فاعل کو کوئی قصد اور ارادہ نہ ہو۔ اس میں تاوان بذریعہ مال واجب ہوتا ہے۔

د۔ شبہ خطا: جنایت کی اس صورت کو شبہ خطا کہتے ہیں جس کے اندر مجرم اور جرم کی زد میں آنے والے کے درمیان جرم کے وقوعہ کے سلسلے میں بلاواسطہ کوئی رابطہ نہ ہو نہ جنایت کا قصد ہو بلکہ اس کے اندر جانی یعنی مجرم جنایت کا سبب بنا ہو۔ اس میں بھی تاوان بذریعہ مال واجب ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ سوار سے اس صورت میں تاوان بھروا لیتے تھے جب سواری کا جانور اپنی اگلی یا پچھلی ٹانگوں سے کسی چیز یا شخص کو روند ڈالے کیونکہ سواری کا جانور اپنے سوار کی قیادت اور ماتحتی میں ہوتا ہے اور سوار کے لیے مذکورہ جانور کو اچھی طرح چلا کر اس حادثے کے وقوع پذیر ہونے سے روک دینا ممکن تھا تاہم اگر جانور اپنے گھر کے کنارے سے کسی چیز کو نقصان پہنچا دیتا تو آپ سوار سے اس کا تاوان وصول نہ کرتے کیونکہ اس صورت سے بچاؤ پر سوار کو کوئی قدرت نہیں ہوتی۔

ھ۔ سرایت کی بنا پر جان یا عضو کا نقصان:

سرایت سے یہ مراد ہے کہ ایک فعل یا سزا کے اثرات فعل کی زد میں آنے والے یا سزا یافتہ کے لیے جان لیوا

بن جائیں یا اس کا کوئی عضو تلف کر دیں۔ (مترجم) سرایت کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ اس کا سبب بننے والی جنایت کو دیکھا جائے گا۔ بنابریں اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ قطعیت کے حامل کسی حق کی وصولی کے نتیجے میں وقوع پذیر سرایت: عقوبات یعنی سزاؤں کے اندر قطعیت کے حامل حقوق حدود اور قصاص ہیں۔ اگر حدود یا قصاص کے اجراء کے نتیجے میں سرایت واقع ہو جائے تو اس کا تاوان نہیں لیا جائے گا مثلاً اگر ایک شخص کا ہاتھ چوری کی سزا میں کاٹ دیا جائے اور حد زنا میں اسے سو کوڑے لگائے جائیں اور یہ سزا اس کی جان تک سرایت کر جائے اور اس کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ (۵۱) یعنی بلا تاوان رہے گا۔ اسی طرح جس شخص کا ہاتھ قصاص میں کاٹ دیا گیا ہو اور اس کا اثر اس کی جان تک سرایت کر جائے اور اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کا خون بھی رائیگاں جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص قصاص کے نتیجے میں مر جائے، اس کی کوئی دیت نہیں ہے۔'' (۵۲)

۲۔ جنایت عمد کی بنا پر سرایت: اگر سرایت کی وجہ جنایت عمد ہو تو اس میں قصاص واجب ہوگا یعنی اصل اور سبب کے اعتبار سے۔ بنابریں حسن بصریؒ نے ہاتھ پاؤں وغیرہ کے اندر قصاص لینے سے روکا ہے تا وقتیکہ زخم نہ بھر جائیں۔ (۵۳) اس بارے میں امام ابو یوسف نے حسن بصریؒ کا مسلک نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''اگر ایک شخص نے کسی کو ایک یا دو مقام پر عمداً دو زخم لگائے ہوں اور ان میں سے ایک زخم بھر گیا ہو اور دوسرے زخم سے زخمی کی موت واقع ہوگئی ہو تو مجرم پر جان کے اندر قصاص واجب ہوگا اور جس زخم سے زخمی کو صحت یابی ہوگئی تھی، اس کا فدیہ یعنی ارش وصول نہیں کیا جائے گا۔ (۵۴)

۳۔ جنایت خطا کی بنا پر سرایت: اگر سرایت کی وجہ جنایت خطا ہو تو اس میں اصل کی رعایت سے دیت کا وجوب ہوگا قصاص کا نہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص کسی کو ایک یا دو مقام پر خطا سے دو زخم لگائے اور ان میں سے ایک زخم بھر گیا ہو اور دوسرے زخم سے زخمی کی موت واقع ہوگئی ہو تو مجرم کے عاقلہ پر جان کی دیت لازم ہوگی (دیکھیے مادہ عاقلۃ) اور بھر جانے والے زخم کا کوئی ارش یعنی فدیہ لازم نہیں ہوگا۔'' (۵۵)

۴۔ جانی یعنی جنایت کا مرتکب:

اُ۔ جانی کا مجہول ہونا: جانی یا تو معروف ہوگا یا مجہول۔ ایسی صورت میں درج ذیل احوال پیش آئیں گے۔

۱۔ اگر ایک شخص قتل ہو جائے اور اس کا قاتل نامعلوم ہو جب کہ موت سے پہلے کسی گروہ کے ساتھ اس کی دشمنی چل رہی ہو یا اس کی لاش ایسے محلے سے ملی ہو جہاں عام طور پر اہل محلّہ ہی آتے جاتے ہوں اور مقتول کے اولیاء ان پر اس کے قتل کا الزام دھرتے ہوں تو ایسی صورت میں مذکورہ گروہ یا اہل محلّہ میں سے پچاس آدمی لیے جائیں گے جو خدا کی قسم کھا کر کہیں گے کہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا ہے اور نہ انہیں اس کے قاتل کے بارے میں کوئی علم ہے۔ اگر ملزمان پچاس سے کم ہوں تو ایسی صورت میں ان میں سے ہر ایک سے قسم لی جائے گی اور پھر یہی قسم ان پر لوٹا کر پچاس قسمیں پوری کر لی جائیں گی۔ ان قسموں کے نتیجے میں ملزمان

مقتول کے خون سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔ اگر مذکورہ افراد قسم اٹھانے سے انکار کر دیں تو مقتول کے اولیاء میں سے پچاس افراد قسم کھا کر کہیں گے کہ ہمارا حق ان لوگوں کی طرف ہے۔ ایسی صورت میں مدعا علیھم پر دیت ثابت ہو جائے گی۔ (۵۶) اس صورت کو قسامہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ قسامہ کی بنا پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے، قصاص واجب نہیں ہوتا۔ (۵۷) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''قسامہ کی بنا پر مقتول کے اولیاء دیت کے مستحق ہوں گے خون یعنی قصاص کے مستحق نہیں ہوں گے۔'' (۵۸)

۲۔ اشعث نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کچھ لوگ ہتھیار بند ہو کر لڑ پڑیں اور کوئی شخص ان کی زد میں آ کر اپنی جان کھو بیٹھے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی موت کس کے ہاتھوں واقع ہوئی ہے تو ایسی صورت میں ان سب پر اس کی دیت واجب ہو جائے گی۔ (۵۹)

۳۔ اگر ایک شخص بھیڑ کے اندر قتل ہو جائے تو اس کی دیت وہاں پر موجود لوگوں پر عائد ہوگی کیونکہ ان کی وجہ سے قتل کا یہ وقوعہ ہوا تھا۔ اس لیے اس کی دیت میں سب شریک ہوں گے۔ (۶۰)

ب۔ نشہ میں مدہوش شخص کی جنایت: نشہ کی زد میں آیا ہوا شخص یعنی سکران اپنے تمام تصرفات کا ایک ہوش مند انسان کی طرح مکمل طور پر ذمہ دار ہوتا ہے۔ بنا بریں اگر وہ کوئی جنایت یعنی جرم کرے گا تو اس سے اس کا مواخذہ ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر سکران قتل کا ارتکاب کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔'' (۶۱)
(دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۵ کا جز ا)

ج۔ قاصر (تصرفات کی اہلیت سے عاری قرار پانے والے شخص) کی جنایت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ قاصر کی جنایت عمد کے ساتھ جنایت خطا کا معاملہ کیا جائے گا اور اس میں قصاص کی بجائے دیت واجب ہوگی۔ اگر جنایت کے ارتکاب میں ایک مکلف اور ایک قاصر کی شرکت ہو تو قصاص ممتنع ہوگا اور شبہ کے وجود کی بنا پر دیت واجب ہوگی۔ حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ اگر خطا کے اندر عمد داخل ہو جائے تو دیت کا وجوب ہو گا۔ (۶۲) بنا بریں اگر قتل کے وقوعہ میں ایک بچہ، ایک دیوانہ اور ایک بالغ شریک پائے جائیں تو ان میں سے کسی کو بھی قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ بالغ پر اس کے اپنے مال سے تہائی دیت کی ادائیگی واجب ہوگی جب کہ نابالغ اور دیوانے میں سے ہر ایک کے عاقلہ پر تہائی دیت واجب ہوگی اور دونوں کے اموال میں سے ایک غلام آزاد کیا جائے گا اس لیے کہ ان دونوں کا عمد خطا کی صورت شمار ہوتا ہے۔ (۶۳) حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر ایک مرد اور ایک بچہ دونوں مل کر کسی کو عمداً قتل کر دیں تو دیت واجب ہوگی۔ قتل کا وجوب نہیں ہوگا۔ (۶۴)

د۔ ایک گروہ کے خلاف ایک فرد کی جنایت: اگر ایک فرد ایک گروہ پر قتل عمد کا جرم کرے تو اسے ان مقتولین کے بدلے قتل کر دیا جائے گا اور اس پر کوئی دیت واجب نہیں ہوگی۔ ایک شخص نے تین افراد کو قتل کر دیا۔ حسن بصریؒ سے جب پوچھا گیا کہ آیا قاتل کو ان مقتولین کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا؟ تو آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ (۶۵)

ھ۔ فرد کے خلاف گروہ کی جنایت: اگر ایک گروہ ایک فرد کے خلاف قتل عمد کا جرم کرے تو اس کے بدلے مذکورہ گروہ کے تمام افراد کو قتل کر دیا جائے گا جس طرح اس صورت میں ہوتا جب مذکورہ گروہ کا ایک فرد اسے تنہا قتل کرتا (۶۶) کیونکہ پورے گروہ کے قتل کا یہ حکم ارتکاب جرم کی جڑ اور زیادہ کاٹ دے گا۔

اگر دو افراد کسی کو خطاءً قتل کر دیں تو ان میں سے ہر ایک پر نصف دیت عائد ہوگی اور کامل کفارہ اس لیے کہ کفارات کی تجزی نہیں ہوتی۔ حسن بصریؒ نے ایسے دو افراد کے بارے میں جو کسی کو قتل کر دیں، فرمایا:

''دونوں پر ایک ایک کفارہ لازم ہوگا۔'' (۶۷)

و۔ غلام کی جنایت: اگر غلام کوئی جنایت کرے تو اس کے آقا پر اس کی حوالگی لازم ہوگی۔ اگر اس کی قیمت اس پر واجب ارش یعنی جرمانے کی بقدر یا اس سے کم ہوگی تو اس صورت میں آقا کو اختیار ہوگا کہ وہ اس کی جنایت کا ارش ادا کر کے اسے چھڑا لے یا اسے جنایت کے ولی کے حوالے کر دے۔ (۶۸) اگر غلام یکے بعد دیگرے کئی جنایات کا ارتکاب کرے تو وہ ان جنایات کے اولیاء کے درمیان حصص کی بمقدار رہے گا۔ (۶۹) مدبر غلام کی جنایت دیگر تمام غلاموں کی جنایت کی طرح ہے۔ (۷۰)

ز۔ مکاتب کی جنایت: اگر مکاتب مال واجب کرنے والی کوئی جنایت کرے تو اس جنایت کا ارش یعنی جرمانہ اس کی گردن کے ساتھ متعلق ہوگا اور وہ اس کا ارش اپنے ہاتھ میں موجود مال سے ادا کرے گا۔ اگر اس کے ہاتھ میں کوئی مال موجود نہ ہو تو وہ کمائی کر کے بدل کتابت کی ادائیگی سے پہلے اپنے ذمہ عائد ہونے والا ارش ادا کرے گا۔ (۷۱) اگر وہ اپنے ذمہ عائد شدہ جرمانہ ادا کرنے سے پہلے وفات پا جائے تو اس کی موت کے بعد اس کے آقا کو اس کے دیون کی ادائیگی پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''جنایت کا مرتکب کا بوجھ خود اس کی ذات پر ہوگا۔'' (۷۲) اگر اس نے قصاص واجب کر دینے والی کوئی جنایت کی ہو تو اس کا آقا اسے قصاص کی خاطر متعلقہ لوگوں کے حوالے کر دے گا۔

ح۔ گواہی سے پھر جانے کی جنایت: اگر ایک شخص کسی کے خلاف ایسے جرم کی گواہی دے جو قتل کو واجب کرنے والا ہو اور پھر اس گواہی کے بموجب مشہود علیہ یعنی مجرم کی گردن اڑا دی جائے اور اس کے بعد گواہ اپنی گواہی سے یہ کہہ کر پھر جائے کہ: ''میں اس کے خلاف گواہی دینے میں جھوٹا تھا'' تو اس صورت میں گواہ کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے ایسا فعل کیا تھا یعنی جھوٹی گواہی دی تھی جو حتمی طور پر مجرم کے قتل پر منتج ہوا تھا۔ اس لیے وہ براہ راست قتل عمد کا مرتکب شمار ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو گواہ مشہود علیہ یعنی مجرم کے قتل ہو جانے کے بعد اپنی گواہی سے پھر جائے، اس پر قتل کا حکم عائد کر دیا جائے گا۔'' (۷۳) بیہقی نے کہا ہے کہ قتل کا یہ حکم اس وقت عائد ہوگا جب گواہ یہ کہے کہ: ''میں نے قصداً اور جان بوجھ کر اس کے خلاف گواہی دی تھی تا کہ وہ قتل ہو جائے۔'' میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ قیاس کا تقاضہ ہے کہ اگر گواہ نے مجرم کے خلاف قصداً اس لیے گواہی نہ دی ہو کہ وہ قتل ہو جائے تو اس پر دیت واجب ہونی چاہیے۔ قرطبی نے یہی بات حسن بصریؒ کے مسلک کے طور پر نقل کی ہے۔ (۷۴)

ط۔ جانی یعنی جنایت کے مرتکب کی موت: اگر ایک شخص قصاص کی موجب جنایت کا ارتکاب کرکے بھاگ جائے اور مقتول کے اولیاء خون معاف نہ کریں اور قاتل پکڑا نہ جائے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے تو قصاص فوت ہو جائے گا۔ اس لیے کہ قصاص کا محل اب باقی نہیں رہا۔ قاتل کی موت کے بعد مقتول کے اولیاء کو قصاص سے ہٹ کر دیت کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو کسی کو قتل کرکے بھاگ جائے اور پھر پکڑا نہ جائے، یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے اور کچھ مال چھوڑ جائے، فرمایا: ''مقتول کے اولیاء کو صرف اس سے قصاص لینے کا حق ہوگا'' (۷۵) البتہ اگر وہ مال کی موجب کسی جنایت کا ارتکاب کرکے بھاگ جائے اور پھر نہ وہ پکڑا جائے اور نہ اس کا مال ہاتھ لگے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کی موت کے بعد اس کے مال میں دیت لازم ہوگی۔

☆ مذکر کے خلاف مونث کی جنایت۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ھ)

☆ یک چشم کی درست آنکھوں والے کے خلاف جنایت۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ح)

۴۔ مجنی علیہ (جنایت کی زد میں آنے والا شخص)

ا۔ مسلمان کے خلاف جنایت: اگر کسی مسلمان پر جنایت کا ارتکاب کیا جائے تو جنایت کے مرتکب پر قصاص عائد ہو جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، آزاد ہو یا غلام۔ البتہ اگر جنایت کی زد میں آنے والا مسلمان دار عہد میں مقیم ہو تو اس صورت میں جنایت کرنے والے پر قصاص عائد نہیں ہوگا بلکہ دیت اور کفارہ کا وجوب ہوگا کیونکہ حسن بصریؒ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹۲ (وَ اِنْ کَانَ مِنْ قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَھُمْ مِیْثَاقٌ فَدِیَۃٌ مُسَلَّمَۃٌ اِلٰی اَھْلِہٖ۔ اور اگر اس کا تعلق ایسی قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو تو دیت لازم ہوگی جو اس کے وارثوں کے حوالے کی جائے گی) کی قرأت اس طرح کرتے تھے (وَ اِنْ کَانَ مِنْ قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَھُمْ مِیْثَاقٌ (وھو مومن) فِدْیَۃٌ مُسَلَّمَۃٌ اِلٰی اَھْلِہٖ) (۷۶) اس آیت میں جملہ: ''وھو مومن'' (اور وہ مومن ہو) کا اضافہ شاید آیت کی تفسیر کے قبیل سے تھا۔

اگر مسلمان کو کوئی شخص شبہ عمد کے طور پر یا خطاءً قتل کر دے تو اس میں پوری دیت لازم ہوگی۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ (مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جزب کے جزا کے جزب اور ج) میں آئے گی۔

ب۔ غلام کے خلاف جنایت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر آزاد شخص کسی غلام کی جان لینے یا جان سے کم تر مثلاً کسی عضو کو نقصان پہنچانے کا جرم کرے تو اس سے اس کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔ (۷۷) کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۷۸ میں ارشاد باری ہے۔ (یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ الحر بالحر و العبد بالعبد و الانثیٰ بالانثیٰ۔ اے ایمان لانے والو! تم پر مقتولین کا قصاص واجب کر دیا گیا ہے آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔) بنا بریں اگر آقا اپنے غلام کو قتل کر دے تو اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اس پر دیت عائد ہوگی البتہ اس کی تعزیر کی جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر آزاد شخص اپنے غلام کو قتل کر دے تو اسے اس کے قصاص میں

قتل نہیں کیا جائے گا۔" (۷۸) اگر کوئی شخص کسی کے غلام کو قتل کر دے تو اس پر مال کی صورت میں اس کا تاوان لازم ہوگا۔ اگر یہ مقتول غلام جنگ میں گرفتار ہوا ہو اور ابھی اس کی تقسیم عمل میں نہ آئی ہو تو اس صورت میں قاتل پر اس جیسا غلام تاوان کے طور پر لازم ہو جائے گا جسے قاتل سے لے کر گرفتار شدگان میں رکھا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اہل جاہلیت میں سے جنگ میں گرفتار ہونے والوں کے بارے میں یہ قاعدہ ہے کہ قتل شدہ غلام کی جگہ ایک غلام لیا جائے گا۔"

اگر مذکورہ مقتول غلام کسی متعین شخص کی ملکیت ہو تو قاتل پر اس کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا خواہ یہ قیمت کتنی زیادہ کیوں نہ ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر غلام خطاءً قتل ہو جائے تو اس کی قیمت لازم ہوگی خواہ یہ قیمت جتنی بھی ہو۔" (۷۹)

ج۔ کافر کے خلاف جنایت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مسلمان اگر کسی کافر کو قتل کر دے خواہ وہ ذمی ہو یا غیر ذمی تو قاتل کو اس کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ قاتل پر اس کی دیت لازم ہو جائے گی۔ (۸۰) آپ نے فرمایا "اگر مسلمانوں کا مقابلہ دشمن سے ہو جائے اور مسلمان ان کے لیے پانچ دنوں کی مہلت مقرر کر دیں اور اس دوران ان کے ہاتھوں دشمن کافروں کا کوئی آدمی مارا جائے تو مسلمانوں پر اس کی دیت لازم ہوگی۔" (۸۱) اس دیت کی مقدار کیا ہوگی؟ اس کی تفصیل (مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کے جزا کے جز ھ اور واو) میں آئے گی۔

اگر ایک مسلمان کسی کافر کو خطاءً قتل کر دے تو اس پر صرف دیت لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر مسلمان کسی ذمی کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا" (۸۲) آپ اپنے قول کے حق میں سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹۲ سے استدلال کرتے تھے جس میں ارشاد ہے (وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاءً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ۔ اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو کفارہ میں ایک مومن غلام آزاد کرنا ہوگا۔) اس کا مفہوم یہ ہے کہ غیر مومن کے قتل کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔ گزشتہ سطور کے اندر (فقرہ نمبر ۴ کے جز ا) میں گزر چکا ہے کہ آپ مذکورہ آیت نمبر ۹۲ کی تفسیر میں جملہ "وَهُوَ مُؤْمِنٌ" کی زائد قرأت کرتے تھے۔ یہ قرأت درج بالا مفہوم کو واضح کر دیتی ہے۔

د۔ جنین کے خلاف جنایت: یہاں ہم جنین سے مطلق حمل مراد لیتے ہیں۔ جب یہ بات پکی ہو جائے کہ اس کی پیدائش ہوگئی تھی خواہ وہ خون کا لوتھڑا ہو یا گوشت کی بوٹی جس میں انسانی اعضاء کے نشانات پیدا ہو چکے ہوں یا ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں، اس میں عمد اور خطا دونوں یکساں ہیں کیونکہ اس کا عمد بھی خطا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مباشرت یعنی براہ راست فعل کا انعدام ہوتا ہے نیز یہ کہ جنین کی زندگی معرض خطر میں ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ کا ایک قول مروی ہے کہ: "عورت جب: "جنین سقط" گرا دے تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔" (۸۳) اس سے آپ کی مراد یہ نہیں ہے کہ گر جانے والے اس حمل کے اعضاء واضح ہوں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا گر جانا واضح ہو خواہ اس کے اعضاء کے نشانات ابھی ظاہر نہ ہوئے ہوں۔ اگر

ایک شخص کسی عورت کو ضرب لگائے اور عورت ایک آزاد سقط یعنی حمل گرا دے تو اس میں غرہ واجب ہوگا یعنی مذکورہ حمل کی ماں کی دیت کا دسواں حصہ نیز کفارہ اور اگر مذکورہ سقط غلام ہو تو اس میں اس کی ماں کی قیمت کا دسواں حصہ اور کفارہ واجب ہوگا۔ (۸۴)

ھ۔ مرد کی عورت کے خلاف جنایت اور اس کے برعکس: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے بقدر ہوتی ہے۔ نصف کو نہ پہنچ جائے جب نصف کو پہنچ جائے گی تو اس صورت میں اس کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوگی۔ (۸۵) جب ہم اس اصول کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۸ کے ساتھ لیتے ہیں جس میں ارشاد ہے (یا ایُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی۔ اے ایمان لانے والو! قتل کے مقدموں میں تمہارے لیے قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔ آزاد آدمی کے بدلے آزاد آدمی، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت) تو دیکھتے ہیں کہ اس نے بعض علماء کے نزدیک عورت کے بدلے مرد کو قتل کرنے کے مسئلہ میں شبہ پیدا کر دیا ہے۔ یہ شبہ سب سے پہلے حضرت علیؓ کو پیدا ہوا اور ان کی متابعت میں حسن بصریؒ، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ (حضرت ابن عباسؓ کے غلام) اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بھی اس بارے میں شبہ لاحق ہوگیا۔

حسن بصریؒ سے مروی روایت کے مذکورہ بالا حصے پر اتفاق کے بعد عورت کے بدلے مرد کو قتل کرنے کے مسئلے میں آپ کا مسلک نقل کرنے میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ بعض حضرات نے مذکورہ مسئلے میں آپ کی رائے کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ عورت کے بدلے مرد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ صرف دیت واجب ہوگی۔ (۸۶) جب کہ بعض دیگر حضرات نے آپ کے مسلک کی تحقیق و تدقیق کے بعد کہا ہے (اور بجا کہا ہے) کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو قتل کر دے تو اس صورت میں اگر مقتولہ کے اولیاء چاہیں تو قاتل کو قتل کر دیں اور اس کے اولیاء کو نصف دے دیں اور اگر چاہیں تو قاتل کو زندہ رہنے دیں اور اس سے عورت کی دیت وصول کر لیں۔ اگر کوئی عورت کسی مرد کو قتل کر دے تو اس صورت میں اگر مقتول کے اولیاء چاہیں تو قاتلہ کو قتل کر دیں اور نصف دیت بھی وصول کر لیں اور اگر چاہیں تو قاتلہ کو زندہ رہنے دیں اور مقتول کی دیت وصول کر لیں۔ (۸۷) خاص طور پر جب کہ حضرت علیؓ کے مسلک کی تفصیل بھی یہی ہے اور ان مسائل میں حسن بصریؒ حضرت علیؓ کی متابعت کرتے ہیں۔ اس کی وضاحت ہم نے (موسوعۃ فقہ علی بن ابی طالب، مادہ جنایۃ کے نمبر ۲ کے جزھ) میں کر دی ہے۔

و۔ قاتل کے خلاف جنایت: اگر مقتول کا ولی دیت پر صلح ہونے سے قبل قاتل کو قتل کر دے تو اسے اس کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور اس پر اس کی کوئی دیت واجب نہیں ہوگی اس لیے کہ اس نے ایسے شخص کو قتل کیا جسے قتل کر دینے کا اسے حق حاصل تھا۔ اسی طرح اگر مقتول کا ولی دیت پر صلح ہو جانے اور قصاص معاف کیے جانے کے بعد بھی قاتل کو قتل کر دے تو اس صورت میں درج بالا حکم عائد ہوگا۔ البتہ اگر ولی نے دیت وصول کر لی ہو تو یہ دیت اس سے واپس لے لی جائے گی اور مقتول (یعنی اصل قاتل) کے ورثاء کو واپس کر

دی جائے گی۔ یونس بن عبید نے حسن بصریؒ سے اس شخص کے بارے میں روایت کی ہے جس کا کوئی آدمی مارا گیا ہو اور وہ قاتل کو قصاص معاف کر کے دیت وصول کر لے اور پھر اسے یعنی قاتل کو قتل کر دے۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے دیت لے لی جائے گی اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔'' (۸۸) اگر قاتل کو مقتول کے اولیاء کے سوا کوئی اور شخص قتل کر دے تو اس صورت میں مذکورہ اولیاء کے ہاتھوں سے قصاص نکل جائے گا اس لیے کہ قصاص کا محل اب باقی نہیں رہے گا۔ دوسرے قاتل نے اگر قتل عمد کا ارتکاب کیا ہو تو اسے قصاص میں قتل کر دیا جائے گا۔ (۸۹) اور اگر اس نے اصل قاتل کو خطاءً قتل کیا ہو تو اس صورت میں وہ اپنے مقتول کی دیت اس کے ورثاء کو ادا کرے گا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جس نے کسی کو عمداً قتل کیا ہو اور پھر اسے کوئی خطاءً قتل کر دے، فرمایا: ''پہلے مقتول کے ورثاء کو قاتل سے قصاص لینے کا حق تھا اور اس کے قتل ہو جانے کے بعد ان کے لیے کچھ نہیں رہا۔ اب اس کی دیت خطاءً قتل ہو جانے والے کے ورثاء کو مل جائے گی۔'' (۹۰)

ز۔ حملہ آور اور باغی کے خلاف جنایت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جو شخص کسی کی جان یا مال یا عزت پر حملہ آور ہو، اس کا ہتھیار لے کر مقابلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر حملہ آور متعلقہ شخص کے ہاتھوں مارا جائے تو اس کا خون رائیگاں جائے گا یعنی کوئی قصاص نہیں لیا جائے اور اور کوئی دیت وصول نہیں کی جائے گی۔ معمر نے ایک شخص سے جسے چوروں نے گھیر لیا تھا، روایت کی ہے کہ اس نے کہا: ''مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حسن بصریؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ ان کے خلاف ہتھیار لے کر لڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۹۱) امام المسلمین کے خلاف بغاوت کرنے والا حملہ آور کی طرح ہے اور اسے قتل کر دینا جائز ہے۔ اس کے قاتل پر نہ تو قصاص لازم ہوگا اور نہ دیت۔ ابن ابی جمیلہ عباد بن عوف نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''چوروں کو، حروری کو اور مستعرض کو قتل کر دو۔'' (۹۲) مستعرض سے وہ شخص مراد ہے جو کسی پر حملہ آور ہو جائے اور حروری سے امام کے خلاف تلوار اٹھانے والا مراد ہے۔

ح۔ یک چشم کی جنایت اور اس کے خلاف جنایت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر کانا شخص درست آنکھوں والے کسی شخص کی آنکھ عمداً پھوڑ دے تو اس سے بطور جرمانہ ایک ہزار دینار یعنی کامل دیت کی وصولی کی جائے گی اور اگر خطاءً پھوڑ دے تو نصف دیت یعنی پانچ سو دینار کی وصولی ہوگی۔ (۹۳) مجھے نہیں معلوم کہ حسن بصریؒ سے پہلے بھی کسی نے یہ قول اختیار کیا تھا۔ آپ نے اس شخص کے متعلق جس کی ایک آنکھ میں موتیا اترا ہو اور دوسری آنکھ درست ہو اور اس کی یہ درست آنکھ پھوڑ دی جائے، فرمایا: ''ہماری رائے میں اس کی ضائع ہو جانے والی آنکھ کی دیت میں اتنی مقدار کا اضافہ کر دیا جائے جس کی کمی اس کی موتیا والی آنکھ میں ہو۔'' (۹۴)

۵۔ سزا: جنایت پر واجب ہونے والی سزا قصاص یا دیت، کفارہ اور میراث سے محرومی ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

أ۔ قصاص: جنایات یعنی فوجداری جرائم کی سزاؤں کے بارے میں حسن بصریؒ سے منقولہ روایات کے استقراء سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ قصاص کی سزا جاری کرنے کے لیے آپ کے نزدیک چند شرطیں ضروری ہیں۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ جنایت کے مرتکب نے عمداً جنایت کا ارتکاب کیا ہو، قصاص صرف عمد کی صورت میں لازم ہوتا ہے خواہ یہ جنایت کسی کی جان پر یا جان سے کم یعنی اعضاء پر کی گئی ہو۔حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عمد کی تمام صورتوں میں قصاص ہے۔'' (۹۵)

۲۔ جنایت یعنی جرم اور سزا میں مساوات ممکن ہو، اگر مساوات ممکن نہ ہو تو قصاص لینا ممتنع ہو جائے گا۔ جان نکالنے میں مساوات ممکن ہوتی ہے یعنی جو شخص کسی کی جان لے گا، اس کی جان لے لی جائے گی۔اسی طرح اعضاء کے اتلاف یا انہیں قطع کرنے میں مساوات ممکن ہے۔ چنانچہ آنکھ کے بدلے آنکھ نکال دی جائے گی۔ (۹۶) اللہ سبحانہ نے سورۂ مائدہ آیت نمبر ۴۵ میں فرمایا، اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(توراۃ میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ) اس طرح درج ذیل زخموں کے اندر مساوات ممکن ہے اور عمد کی صورت میں ان کا قصاص لیا جائے گا۔

- ✡ حارصہ: یہ وہ زخم ہے جو جلد میں خراش پیدا کر دیتا ہے لیکن اس سے خون نہیں نکلتا۔
- ✡ دامعہ: یہ وہ زخم ہے جو جلد میں خراش پیدا کر دیتا ہے اور اس سے زخم پر آنسو کے قطرے کی طرح خون ظاہر ہو جاتا ہے لیکن بہتا نہیں۔
- ✡ دامیہ: یہ وہ زخم ہے جو جلد کو پھاڑ دیتا ہے اور اس سے خون بہہ پڑتا ہے۔
- ✡ باضعہ: یہ وہ زخم ہے جو جلد سے تجاوز کر کے گوشت تک پہنچ جاتا ہے اور اسے زخمی کر دیتا ہے۔
- ✡ متلاحمہ: یہ وہ زخم ہے جو گوشت کا ایک ٹکڑا جسم سے کاٹ کر الگ کر دیتا ہے لیکن ہڈی کی جھلی تک نہیں پہنچتا۔
- ✡ سمحاق: یہ وہ زخم ہے جو ہڈی اور گوشت کے درمیان واقع جھلی تک پہنچ جاتا ہے۔

کوڑے کی ضرب کے اندر بھی مساوات ممکن ہے۔ بنابریں حسن بصریؒ نے اس میں قصاص واجب کر دیا ہے۔ (۹۷)

درج ذیل زخموں کے اندر مماثلت اور مساوات ممکن نہیں ہے۔ بنابریں حسن بصریؒ کے نزدیک ان کے اندر قصاص جاری نہیں ہوگا۔

- ✡ موضحہ: یہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو برہنہ کر دے۔
- ✡ ہاشمہ: یہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ ڈالے لیکن اسے اپنی جگہ سے نہ ہٹائے۔
- ✡ منقلہ: یہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ کر اسے اپنی جگہ سے ہٹا دے۔ حسن بصریؒ اس زخم کے بارے میں کسی حد کی تحدید نہیں کرتے تھے۔ (۹۸)

✡ آمّہ: یہ وہ زخم ہے جو دماغ کی جھلی تک پہنچ کر اسے ہڈی سے علیحدہ کر دے۔

✡ دامغہ: یہ وہ زخم ہے جو دماغ کی جھلی یعنی ام الدماغ کو پھاڑ ڈالے اور دماغ تک پہنچ جائے۔

✡ جائفہ: یہ وہ زخم ہے جو پیٹ یا سینے کی دیوار کو پھاڑ کر جوف اور احشاء (پیٹ اور سینے میں موجود اعضاء) وغیرہ تک پہنچ جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''موضحہ سے کم میں قصاص نہیں ہے۔''(۹۹) غرض علی العموم یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ گردن کاٹنے کے سوا ہڈیوں پر ہونے والی جنایات کے اندر مساوات ممکن نہیں ہوتی۔ بنابریں حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''ہڈی میں ماسوائے سر کے قصاص نہیں ہے۔''(۱۰۰) طمانچے اور گھونسے میں مساوات ممکن نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''طمانچے اور گھونسے میں قصاص نہیں ہے۔''(۱۰۱) ان کے اندر صرف تادیب کے طور پر تعزیر ہے اور اگر ان کا اثر باقی رہ جائے تو پھر ایک عادل شخص کے فیصلے کے مطابق مجرم سے جرمانہ وصول کیا جائے گا۔(۱۰۲)

✡ اگر دو افراد کسی ایک فرد کا ہاتھ کاٹ دیں تو ان سے ان کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کے ذریعے قصاص نہیں لیا جائے گا کیونکہ حسن بصریؒ کے نزدیک عدم مساوات کی وجہ سے ایک ہاتھ کے بدلے دو ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔(۱۰۳) ابن ابی شیبہ نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ کی رائے میں جان لیوا جرم سے کمتر جرم میں ایک شخص کا قصاص دو شخصوں سے نہیں لیا جائے گا۔(۱۰۴)

۳۔ جنایت کا مرتکب مکلّف یعنی عاقل بالغ ہو اور اس کے ساتھ اس جنایت میں کوئی قاصر فرد یعنی بچہ یا دیوانہ شریک نہ ہوا ہو۔ اس کا ذکر (مادہ جنایۃ نمبر ۳ کے جز ج) میں گزر چکا ہے۔

۴۔ جنایت کا مرتکب یعنی جانی معصوم الدم ہو یعنی اس کی جان لینے کی ممانعت ہو۔ اگر وہ مہدر الدم ہو یعنی اس کا خون حلال اور رائیگاں ہو تو اس کے قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بنابریں اگر امام المسلمین کا کوئی وفادار اس کے کسی باغی کو قتل کر دے تو اس سے نہ تو قصاص لیا جائے گا اور نہ دیت وصول کی جائے گی۔ حملہ آور شخص باغی کی طرح ہوتا ہے۔ ہتھیار کے ساتھ اس کا مقابلہ جائز ہوتا ہے اور اس کے قاتل پر کوئی چیز عائد نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ز) قاتل مقتول کے اولیاء کے سوا دیگر افراد کے اعتبار سے معصوم الدم ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز واؤ)

۵۔ دین اور حرمت کے اندر جانی اور مجنی علیہ (جنایت کی زد میں آنے والے شخص) کے درمیان تکافؤ یعنی درجے میں یکسانیت: بنابریں کسی کافر کے قصاص میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ج) نہ غلام کے بدلے آزاد کو (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ب) نہ جنین یعنی حمل کے بدلے ولادت شدہ کو (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز د)

۶۔ محل قصاص کا ہاتھ سے نکل نہ جانا: اگر محل قصاص ہاتھ سے نکل جائے یعنی فوت ہو جائے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ بنابریں حسن بصریؒ نے فیصلہ دیا تھا کہ اگر قاتل کو مقتول کے ولی کے سوا کوئی اور شخص قتل کر دے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور پہلے مقتول کا خون باطل ہو جائے گا کیونکہ محل قصاص فوت ہو چکا ہے۔ بنابریں یہ

صورت اس صورت کے مشابہ ہوگی جب قتل کے مجرم غلام کو قتل کر دیا گیا ہو۔ (۱۰۵) آپ نے اس شخص کے متعلق جس نے کسی شخص کو عمداً قتل کر دیا ہو اور پھر اسے خطاء کوئی شخص قتل کر دے، فرمایا: ''پہلے مقتول کے اولیاء کو صرف قصاص لینے کا حق تھا۔ اب قاتل کے قتل ہو جانے کے بعد ان کے لیے کوئی چیز باقی نہیں رہی (کیونکہ محل قصاص فوت ہو چکا تھا) اب اس کی دیت خطاء قتل ہو جانے والے کے ورثا کو مل جائے گی۔''
(۱۰۶) آپ نے اس شخص کے بارے میں جو کسی شخص کو قتل کر کے فرار ہو گیا ہو اور پھر ہاتھ آئے بغیر مر گیا ہو اور اپنے پیچھے کچھ مال چھوڑ گیا ہو، فرمایا: ''مقتول کے اولیاء یعنی ورثاء کے لیے صرف قصاص تھا۔''(۱۰۷) اور محل کے فوت ہو جانے کی وجہ سے قصاص فوت ہو گیا۔

۷۔ جنایات کا عدم تداخل: اس لیے کہ اگر جنایات کا تداخل ہو جائے یعنی مجرم کے کئی فوجداری جرائم یکجا ہو جائیں تو اس صورت میں سب سے شدید جنایت کا قصاص لینے پر اکتفا کر لیا جائے گا۔ بنابریں اگر ایک شخص کسی کا کوئی عضو تلف کر دے تو اس سے اس کا قصاص اس وقت تک نہیں لیا جائے گا جب تک مذکورہ زخمی شخص صحت یاب نہ ہو جائے اس لیے کہ عضو کاٹنے کا یہ جرم بعض دفعہ جان لیوا ثابت ہوتا ہے اور زخمی شخص زخم کی تاب نہ لاتے ہوئے مر جاتا ہے۔ ایسی صورت میں سب سے شدید سزا پر اکتفا کر لیا جائے گا جو جان لینے سے کم تر جرم یعنی عضو تلف کرنے کی سزا پر بھی مشتمل ہوگی۔ یہ شدید ترین سزا قتل ہے۔ (۱۰۸) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی کو اس کے جسم کے ایک یا دو مقام پر عمداً دو زخم لگائے اور مجروح کا ایک زخم تو بھر جائے لیکن دوسرے زخم کی بنا پر اس کی موت واقع ہو جائے تو مجرم سے جان کا قصاص لیا جائے گا اور بھر جانے والے زخم کی کوئی دیت نہیں لی جائے گی۔''(۱۰۹)

۸۔ مقتول کے اولیاء کا قاتل کو معاف نہ کرنا: اس بات کی وضاحت کے لیے ہمارے لیے یہاں ضروری ہے کہ ہم پہلے یہ معلوم کریں کہ قاتل کو معاف کر دینے کا حق کن لوگوں کو حاصل ہوتا ہے اور پھر یہ معلوم کریں کہ معاف کرنے کی بنا پر کیا واجب ہوتا ہے:

أ۔ معاف کر دینے کا حق کن لوگوں کو حاصل ہوتا ہے؟: معاف کر دینے کا حق جنایت یعنی جرم کی زد میں آنے والے (مجنی علیہ) کو ہوتا ہے۔ اگر جنایت عمداً کی گئی ہو اور مجنی علیہ کسی مال کے بغیر قصاص معاف کر دے تو اس کی یہ معافی درست ہوگی۔ یونس بن عبید نے حسن بصریؒ سے اس شخص کے متعلق روایت کی ہے جسے عمداً تلوار ماری گئی ہو اور وہ اپنی موت سے پہلے مجرم کو معاف کر دے تو آپ نے فرمایا: ''یہ معافی جائز ہے اور تہائی مال سے نہیں ہوگی۔''(۱۱۰) اگر جنایت خطاء ہو اور مجنی علیہ اپنی موت سے پہلے معاف کر دے اور پھر اسی جنایت کے نتیجے میں فوت ہو جائے تو اس کی دی ہوئی یہ معافی درست ہوگی اور اس معافی کی دیت کا حساب تہائی مال سے کیا جائے گا یعنی اس کے تہائی مال سے جس کی وصیت اس کے لیے جائز تھی، یعنی وہ اپنے تہائی مال کی وصیت کر سکتا تھا، اس سے زائد کی نہیں۔ ہشام نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ: ''اگر جنایت خطاء ہو اور مجنی علیہ جانی یعنی مجرم کو معاف کر دے تو یہ معافی اس کے تہائی مال سے شمار ہو

گی۔''(۱۱۱)

معاف کرانے کا حق شوہر اور بیوی کے سوا مجنی علیہ کے تمام ورثاء کو حاصل ہوتا ہے۔(۱۱۲) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''قصاص معاف کرنے کا حق بیویوں کو حاصل نہیں ہوتا۔''(۱۱۳) اگر کچھ ورثا معاف کر دیں اور کچھ معاف نہ کریں تو ایسی صورت میں معاف نہ کرنے والے ورثاء کو دیت میں سے ان کا حصہ دے دیا جائے گا اور قصاص ساقط ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جسے عمداً قتل کر دیا گیا ہو اور اس کے ایک بیٹے نے قاتل کو معاف کر دیا ہو اور دوسرے بیٹے نے معاف نہ کیا ہو، فرمایا: ''جس بیٹے نے قاتل کو معاف نہیں کیا، اسے دیت کا نصف حصہ دے دیا جائے گا۔''(۱۱۴)

ب۔ معافی کی صورت میں کیا واجب ہوگا: اگر مقتول کا ولی قصاص معاف کر دے تو اس کی یہ معافی یا تو مال یعنی دیت پر ہوگی یا مال کے بغیر ہوگی۔ ولی کو ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کو اپنانے کا اختیار ہوگا اور مجرم کو اسے قبول کر لینے پر مجبور کیا جائے گا۔ قرطبی وغیرہ نے حسن بصریؒ کا یہی مسلک نقل کیا ہے(۱۱۵) طبری نے ''تہذیب الآثار'' میں حسن بصری کا جو قول نقل کیا ہے، اس سے بھی درج بالا مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''قتل عمد کے اندر مقتول کے اولیاء جس طرح چاہیں، مصالحت کر سکتے ہیں۔''(۱۱۶) بیہقی نے: ''سنن بیہقی'' کے اندر بھی حسن بصریؒ کا اس جیسا قول نقل کیا ہے کہ: ''مقتول کا ولی اگر چاہے تو قاتل کو قتل کر دے اور اگر چاہے تو دیت لے لے اور اگر چاہے تو قاتل کو معاف کر دے۔''(۱۱۷) تاہم امام بغوی نے: ''شرح السنۃ'' کے اندر حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ مقتول کے ولی کو صرف قصاص لینے کا حق ہوگا۔ اگر وہ قاتل کو معاف کر دے تو اسے قاتل کی رضامندی کے بغیر کوئی دیت نہیں ملے گی۔(۱۱۸) شاید پہلی روایت حسن بصریؒ کے مسلک کے بارے میں صحیح ترین روایت ہے۔

✡ اگر قصاص سرایت کر کے جان لے لے تو اس کا تاوان نہیں لیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۲ کا جزھ)

✡ حرم مکی کے اندر قصاص کی عدم اقامت۔ (دیکھئے مادہ حد نمبر۴)

✡ جس شخص پر قصاص واجب ہو چکا ہو، قصاص کے سلسلے میں اس کا کفالہ۔ (دیکھئے مادہ کفالۃ)

ب۔ دیت یعنی خون بہا: دیت یا تو جان پر کی گئی جنایت کی دیت ہوگی یا جان سے کم تر یعنی عضو پر کی گئی جنایت کی دیت ہوگی۔ اسے ارش کہا جاتا ہے۔ ذیل میں ہم دونوں پر بحث کریں گے۔

ا۔ جان پر کی گئی جنایت کی دیت یعنی خون بہا:

اَ۔ ابتدا ہی میں جس بات سے آگاہ کر دینا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ اگر جانی یعنی مجرم پر قصاص واجب ہو جائے لیکن محل قصاص فوت ہو جانے کی وجہ سے قصاص لینا ممتنع ہو تو ایسی صورت میں قصاص سے ہٹ کر دیت کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا۔ حسن بصریؒ کا اس شخص کے متعلق قول پہلے گزر چکا ہے جو کسی کو عمداً قتل کر دے اور پھر اسے کوئی شخص خطاءً قتل کر دے۔ آپ نے فرمایا: ''پہلے مقتول کے اولیاء کو تو صرف قصاص لینے کا حق تھا اور اب ان کے لیے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔''(۱۱۹) اگر ایک شخص کسی کو قتل کر کے فرار

ہو جائے اور ہاتھ آئے بغیر مر جائے اور کچھ مال بھی چھوڑ جائے تو اس کے متعلق بھی آپ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ: ''مقتول کے اولیاء کو تو صرف قصاص لینے کا حق تھا۔'' (۱۲۰)

ب۔ قتل خطا اور قتل عمد کی دیت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ قتل خطا کی دیت نیز قتل عمد کی جب مقتول کے اولیاء قاتل کو خون معاف کر دیں یا کسی سبب سے قصاص لینا ممتنع ہو جائے، یکساں ہوتی ہے۔ (۱۲۱) اس دیت کی مقدار سو اونٹ ہیں جن میں پچیس جذعہ (پانچویں سال کے)، پچیس حقہ (چوتھے سال کے)، پچیس بنت لبون (تیسرے سال کی)، اور پچیس بنت مخاض (دوسرے سال کی) ہوں۔ (۱۲۲) مجرم کے لیے جائز ہے کہ وہ دیت میں بدل کے طور پر بھیڑ بکریاں یا گائیں یا کپڑوں کے جوڑے یا سونا یا چاندی دے دے (۱۲۳) بھیڑ بکریوں والے جانی (مجرم) کو بھیڑیاں دینے پر اور گائیں رکھنے والے مجرم کو گائیں دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا بلکہ اونٹ دینا بھی ان کے لیے جائز ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر گائیں یا بھیڑ بکریاں رکھنے والا اونٹ دینا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔'' (۱۲۴)

اگر جانی سونا دینا چاہے تو سونے کے اندر دیت کی مقدار ایک ہزار دینار ہوگی، اگر چاندی دینا چاہے تو اس کی مقدار بارہ ہزار درہم ہوگی۔ (۱۲۵) اگر وہ گائیں یا حلے (کپڑوں کے جوڑے) دینا چاہے تو ان کی مقدار دو سو ہے۔ (۱۲۶)

ج۔ دیت مغلظہ: یہ قتل شبہ عمد کے اندر واجب ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''شبہ عمد کی صورت میں قتل کے ارتکاب پر دیت مغلظہ ہو جاتی ہے۔'' (۱۲۷) دیت کی تغلیظ اونٹوں کے اندر ہوتی ہے یعنی سو اونٹوں کی درج ذیل تین ٹکڑیاں بنائی جاتی ہیں۔ (۱) چالیس گابھن جذعہ (پانچ سال سے لے کر دس سال تک کی) (۲) تیس حقہ (چوتھے سال کی) اور (۳) تیس بنت لبون (تیسرے سال کی۔) (۱۲۸)

جو شخص ماہ حرام میں قتل کا ارتکاب کرے، اس پر دیت کی تغلیظ حسن بصریؒ کے ہاں موجود نہیں ہے۔ (رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے مہینے حرمت والے مہینے کہلاتے ہیں۔) قتادہ سے مروی ہے کہ سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار اور عطاء بن ابی رباح کا قول تھا کہ: ''جو شخص ماہ حرام میں قتل ہو جائے، اس کی دیت ایک پوری دیت مع تہائی دیت ہوگی۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ: ''جب میں نے حسن بصریؒ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''میں اسے نہیں جانتا۔'' (۱۲۹) دیت کسی چیز کے ذریعے بھی مغلظہ نہیں ہوتی۔ (۱۳۰)

د۔ غلام کی دیت: حسن بصریؒ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ غلام کی دیت اس کی قیمت ہے خواہ وہ کتنی ہی کیوں نہ ہو اور خواہ اس کی مقدار کئی دیتوں کے برابر ہی کیوں نہ ہو جائے۔ نیز غلام کو عمداً قتل کیا گیا ہو یا خطاء۔ (۱۳۱)

ھ۔ آزاد کتابی کی دیت: آپ سے مروی روایات کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ آزاد کتابی کی دیت خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، چار ہزار درہم ہے۔ یعنی مسلمان کی دیت کی تہائی۔ آپ نے فرمایا: ''یہودی اور نصرانی کی

دیت چار ہزار درہم ہے۔" (۱۳۲)

و۔ آزاد مجوسی کی دیت: اسی طرح آپ سے مروی روایات کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ آپ نے فرمایا: "مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔" (۱۳۳)

ز۔ عورت کی دیت: ان تمام صورتوں کے اندر جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔ یہ بات (مادہ جنایۃ نمبر ۴ کے جزھ) میں گزر چکی ہے۔ بنا بریں مجوسی عورت کی دیت چار سو درہم ہوگی۔ (۱۳۴)

ح۔ گر جانے والے حمل کی دیت: اگر حاملہ عورت کو ضرب وغیرہ لگائی جائے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنا حمل گرا دے تو اگر وہ حرہ ہو تو اس کی دیت کا دسواں حصہ مذکورہ سقط (گرے ہوئے حمل) کی دیت ہوگا اور اگر وہ لونڈی ہو تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ دیت ہوگا۔ (۱۳۵) خواہ یہ ضرب عمداً لگائی گئی ہو یا خطاء (دیکھئے مادہ اسقاط نمبر ۲ کا جز ب)

۲۔ قتل کے جرم سے کمتر جرم کی دیت:

أ۔ حسن بصریؒ کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جان لینے سے کم تر جنایت کی دیت دو حالتوں کے اندر واجب ہوتی ہے۔ پہلی حالت جب جنایت کا ارتکاب خطاء ہوا ہو اور دوسری حالت جب قصاص لینا ممکن نہ ہو، اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔

ب۔ اعضاء قطع کر دینے یا انہیں بے کار بنا دینے کے نتیجے میں ارش یعنی دیت کے تعین کے لیے آپ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ اگر مذکورہ عضو انسانی جسم کے اندر صرف ایک ہو تو اسے کاٹ ڈالنے یا بے کار بنا دینے کی دیت پوری وصول کی جائے گی اور اگر مذکورہ عضو ایک سے زائد ہو مثلاً دونوں بازو یا انگلیاں تو اس صورت میں دیت کو اعضاء کی تعداد پر تقسیم کیا جائے گا اور ہر عضو کے حصے میں جو آئے گا، وہ اس کی دیت قرار پائے گا۔ (۱۳۶) بنا بریں آپ نے زبان کو اس طرح نقصان پہنچانے پر کہ وہ کلام کرنے سے بے کار ہو جائے، پوری دیت کا فیصلہ دیا تھا۔ (۱۳۷) نیز جنایت کے نتیجے میں اگر ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے اور جڑ نہ سکے تو اس میں دیت ہے (۱۳۸) نیز مارن (ناک کے نرم حصے) میں بھی دیت کا فیصلہ دیا تھا۔ (۱۳۹) آپ نے دونوں کانوں، (۱۴۰) دونوں پنڈلیوں اور دونوں ہاتھوں، (۱۴۱) دونوں ابروؤں (اگر جنایت کے نتیجے میں ان پر بال نہ اگیں) (۱۴۲) اور عورت کے دونوں پستانوں (۱۴۳) پر جنایت کی پوری دیت ادا کرنے کا فیصلہ سنایا تھا اور ایک پر نصف دیت کا کیونکہ جسم انسانی میں مذکورہ اعضاء کے جوڑے ہیں۔ آپ نے چاروں پلکوں پر جنایت کی پوری دیت کا اور ایک پلک پر چوتھائی دیت کا فیصلہ دیا تھا۔ (۱۴۴)

ج۔ کسی اصیل یعنی غیر زائد عضو کا دائمی طور پر بے کار ہو جانا اس کی پوری دیت واجب کر دیتا ہے خواہ مذکورہ عضو باقی کیوں نہ رہے مثلاً ہاتھ اگر شل ہو جائے، بنا بریں آپ نے فیصلہ دیا تھا کہ اگر ایک شخص دوسرے کے دانت کو اس طرح ضرب لگائے کہ مذکورہ دانت اس کے نتیجے میں سیاہ ہو جائے تو اس میں پوری دیت دی

جائے گی (۱۴۵) کیونکہ اس دانت کا سیاہ ہو جانا اس کے بے کار ہو جانے کی دلیل ہے۔ اگر جنایت کی زد میں آنے والا عضو اصیل نہ ہو بلکہ زائد ہو مثلاً زائد دانت تو اس میں ایک عادل آدمی کا فیصلہ تسلیم کیا جائے گا۔ (۱۴۶) اگر عضو کا بے کار ہونا دائمی نہ ہو مثلاً نابالغ کا دانت تو اس میں دو عادل آدمیوں کی رائے لی جائے گی۔ اگر بے کار ہو جانے والے دانت کی جگہ دوسرا دانت نکل آئے تو دیت کے طور پر تھوڑی بہت رقم دی جائے گی اور اگر دوسرا دانت نہ نکلے تو اسے بالغ شخص کے دانت کی طرح شمار کیا جائے گا اور دیت کے طور پر اس میں پانچ اونٹ دیے جائیں گے۔ (۱۴۷)

د۔ بعض دفعہ ایک ہی شخص کو کئی دیتوں کی ادائیگی ہوتی ہے جب کہ وہ زندہ ہو۔ یہ صورت اس وقت پیش آتی ہے جب ایک جنایت مذکورہ شخص کے جسم کے کئی منافع (جمع منفعت) کو جڑ سے ختم کر دے۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے حق میں جسے ضرب لگائی گئی تھی اور اس کے نتیجے میں اس کی سماعت، بصارت اور کلام کرنے کی قوت زائل ہوگئی تھی، فیصلہ دیا تھا کہ: ''اسے تین دیتیں دی جائیں۔'' (۱۴۸)

ھ۔ جہاں تک زخموں، ضربات اور گھونسوں وغیرہ کا تعلق ہے تو ان میں سے بعض صورتیں منضبط ہیں اور ان کی دیتوں کا تعین شارع حکیم کی جانب سے کر دیا گیا ہے اور اس پر اجماع منقول ہے۔ (۱۴۹) ان کا ذکر درج ذیل ہے:

✡ سر اور چہرے میں لگے ہوئے موضحہ زخم (ایسا زخم جس میں ہڈی نظر آنے لگے) کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''مواضح (موضحہ کی جمع) کے اندر پانچ پانچ ہیں۔'' (۱۵۰) یعنی پانچ پانچ اونٹ۔ جسم کے موضحہ زخم میں ایک عادل آدمی کا فیصلہ قابل تسلیم ہوگا۔

✡ آمہ (دماغ کی جھلی تک پہنچ جانے والا زخم)، جائفہ (پیٹ یا سینے کی دیوار کو پھاڑ کر اندر تک پہنچ جانے والا زخم) اور منقلہ (ہڈی کو توڑ کر اسے اپنی جگہ سے ہٹا دینے والا زخم): عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے اہل یمن کے نام ایک مکتوب ارسال کیا تھا جس میں فرائض، سنن اور دیات کا ذکر تھا۔ یہ مکتوب آنحضور ﷺ نے حضرت عمرو بن حزمؓ کے ہاتھ ارسال فرمایا تھا۔ اس میں درج تھا: ''مامومہ (آمہ زخم) کے اندر تہائی دیت ہے، جائفہ کے اندر تہائی دیت ہے اور منقلہ کے اندر پندرہ اونٹ ہیں۔'' (۱۵۱)

جو جنایات منضبط نہیں ہیں، ان کے اندر ایک عادل آدمی کا فیصلہ قبول کیا جائے گا۔ بنا بریں آپ نے جسم میں لگے ہوئے موضحہ زخم کے بارے میں فیصلہ دیا تھا کہ اس میں ایک عادل آدمی جو رائے دے گا، وہ قبول کر لی جائے گی۔ (۱۵۲) اس لیے کہ انسانی جسم کے اندر گوشت میں ہڈی کی گہرائی مختلف مقامات پر مختلف ہوتی ہے۔ بنا بریں سرین میں لگا ہوا موضحہ زخم بازو میں لگے ہوئے موضحہ زخم سے، اسی طرح بازو کا موضحہ زخم کے سینے کے موضحہ زخم سے مختلف ہوتا ہے۔ آپ نے ہاشمہ زخم (ہڈی کو توڑ دینے والا زخم جو اسے اپنی جگہ سے نہ ہٹائے) میں بھی ایک عادل کا فیصلہ قبول کرنے کا فیصلہ دیا تھا۔ (۱۵۳) آپ نے طمانچے،

گھونسے اور جسم میں لکڑی وغیرہ چبھونے میں تادیب کے طور پر تعزیر کا فیصلہ سنایا تھا اور اگر ان کا اثر باقی رہ جائے تو ایک عادل آدمی کا فیصلہ قابل قبول ہونے کا حکم دیا تھا۔ (۱۵۴)

۳۔ اگر ایک مجرم پر جان کی دیت کے ساتھ زخموں کی نیز ضربات اور اعضاء کی دیتیں بھی جمع ہو جائیں تو یہ دیتیں ساقط ہو جائیں گی اور صرف جان کی دیت وصول کرنے پر اکتفا کر لیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص دوسرے شخص کے جسم پر ایک یا دو مقامات میں دو زخم لگا دے اور پھر زخمی کا ایک زخم بھر جائے اور دوسرے زخم سے اس کی موت واقع ہو جائے تو مجرم کے عاقلہ پر جان کی دیت لازم ہو جائے گی اور بھر جانے والے زخم کی کوئی دیت نہیں لی جائے گی۔'' (۱۵۵)

۴۔ غلاموں کے زخموں کا ارش یعنی دیت ان کی قیمتوں کے اعتبار سے ہوگا جس طرح آزادوں کے زخموں کا ارش ان کی دیتوں کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ (۱۵۶) اگر ایک آزاد شخص کا ہاتھ قطع کر دیا جائے تو اس میں اس کی دیت کا نصف لازم ہوگا اور اگر ایک غلام کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اس میں اس کی قیمت یعنی ثمن کا نصف لازم ہو جائے گا۔

۵۔ دیت کی ادائیگی کا بوجھ کس پر ڈالا جائے گا؟ جنایت عمد کی دیت جنایت کے مرتکب کے مال میں واجب ہو گی۔ اس دیت کی ادائیگی میں عاقلہ کی شرکت نہیں ہوگی البتہ اگر عاقلہ تبرع کے طور پر اس دیت کی ادائیگی میں شریک ہو جائے تو ایسا ہو سکتا ہے، عاقلہ پر اس کا لزوم نہیں ہوگا۔ اس مسئلے پر اجماع ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ شبہ عمد اور خطا کی دیت کا بوجھ عاقلہ پر ڈالا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ عاقلہ) یہ بوجھ عاقلہ کو جانی یعنی مجرم کی طرف سے چند شرطوں کے تحت اٹھانا ہوگا۔ وہ شرطیں یہ ہیں:

✡ جانی غلام نہ ہو کیونکہ غلام کے لیے کوئی عاقلہ نہیں ہے اور غلام کے مالکان کو اس کی طرف سے دیت بھرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ حماد بن سلمہ نے حمید سے روایت کی ہے کہ بنی جشم کے ایک غلام نے ایک شخص کو غلطی سے قتل کر دیا۔ عدی بن ارطاۃ نے حسن بصریؒ سے اس کے متعلق مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''موالی یعنی غلاموں کی طرف سے عرب دیت نہیں بھریں گے۔'' (۱۵۷) ذمی لوگ اگر آپس میں عاقلہ کے ذریعے دیت بھرتے ہوں تو ان سے متعلقہ دیتیں ان کے عاقلہ پر لازم ہوں گی اور اگر وہ عاقلہ کے ذریعے دیتیں نہ بھرتے ہوں تو دیت مجرم کے مال سے بھروائی جائے گی اور اس کے ذمہ ہوگی۔ عمرو بن عبید سے روایت ہے کہ حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی معاہد یعنی ذمی کسی کو قتل کر دے تو اس صورت میں اگر یہ لوگ ایک دوسرے کی دیت بھرتے ہوں تو مذکورہ قتل کی دیت عاقلہ کے ذمے ہوگی اور اگر وہ ایسا نہ کرتے ہوں تو مذکورہ دیت قاتل کے مال میں اور اس کے ذمہ دین ہوگی۔ (۱۵۸)

✡ جانی پر جنایت کا ثبوت اس کے اقرار کی وجہ سے نہ ہوا ہو، اگر جانی اپنی ذات پر قتل خطا یا قتل شبہ عمد کا اقرار کر لے تو دیت اس کے مال میں واجب ہوگی۔ اس کی ادائیگی میں عاقلہ کی شرکت نہیں ہوگی۔ (۱۵۹)

✡ رہ گئی یہ شرط کہ زخموں کا ارش (دیت) تہائی دیت تک پہنچ گیا ہو، اس سے کم کا بوجھ عاقلہ پر نہیں ڈالا جائے

گا بلکہ مجرم خود برداشت کرے گا تو اس کے متعلق مجھے حسن بصریؒ کا کوئی قول ہاتھ نہیں لگا۔

ج۔ تعزیر: اگر جنایت کا جسم پر الم کے سوا کوئی اثر نہ پڑا ہو تو اس میں تعزیر واجب ہوگی مثلاً طمانچے، گھونسے اور جسم میں لکڑی وغیرہ چبھونے کی صورت میں گر اس جنایت کا کوئی اثر جسم پر باقی رہ جائے مثلاً نیل پڑ جائے یا اسی طرح کی کوئی اور صورت ہو تو اس میں ایک عادل آدمی کا فیصلہ قبول کر لیا جائے گا۔ یہ بات (مادہ جنایۃ نمبر۵ کے جز اُ کے جز ۲) میں گزر چکی ہے۔(۱۶۰)

د۔ کفارہ:

۱۔ قتل خطا، قتل شبہ عمد اور حمل کے اسقاط کے اندر کفارہ واجب ہوتا ہے۔

۲۔ نابالغ، بالغ اور حمل کی جان کے خلاف جنایت کے اندر کفارہ واجب ہوتا ہے۔(۱۶۱)

۳۔ کفارہ واجب ہونے کے لیے مقتول کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ کافر خواہ ذمی کیوں نہ ہو، اس کے قتل میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔''(۱۶۲) کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۹۲ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کر دے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے الا یہ کہ وہ خون بہا معاف کر دیں لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری دشمنی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام آزاد کرنا ہوگا۔ پھر جو غلام نہ پائے، وہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و دانا ہے۔) آیت کی ابتدا میں قرآن نے مقتول مومن کے بارے میں تعمیم کا انداز اختیار کیا اور پھر آگے چل کر اس کی تفصیل بیان کر دی۔ کیونکہ مقتول مومن یا تو مومن قوم کا فرد ہوگا یا دیار کفر میں ہوگا یا اہل ذمہ میں سے ہوگا۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے مذکورہ بالا آیت کے آخری حصے کی قرأت اس طرح کی تھی، ترجمہ درج ذیل ہے:

(اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے تمہارا معاہدہ ہو: ''اور وہ خود مومن ہو'' تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا) یعنی آپ نے آیت میں: ''وھو مومن'' (اور وہ مومن ہو) کا اضافہ تفسیر کے طور پر کیا تھا۔(۱۶۳) (دیکھیے مادہ کفارۃ)

۴۔ اگر ایک گروہ ایسے قتل میں شریک ہو جو کفارہ واجب کرتا ہو تو گروہ کے ہر فرد پر ایک ایک کفارہ واجب ہوگا۔ حسن بصریؒ نے ایسے افراد کے بارے میں جو کسی شخص کو غلطی سے قتل کر دیں، فرمایا: ''ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک کفارہ واجب ہوگا۔''(۱۶۴) اسی طرح اگر دو افراد مل کر ایک شخص کو قتل کر دیں تو ان کے متعلق آپ نے فرمایا: ''دونوں پر ایک ایک کفارہ واجب ہوگا۔''(۱۶۵)

ھ۔ میراث سے محرومی: جو شخص اپنے مورث کو قتل کر دے، اس کے متعلق یہی گمان ہوگا کہ اس نے اپنے مورث کو موت کے گھاٹ اتارنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے تا کہ اس کا مال حاصل کر لے۔ بنا بریں اس کے ساتھ اس کے قصد اور ارادے کے برعکس معاملہ کیا جائے گا یعنی اسے میراث سے محروم کر دیا جائے گا۔ بالفاظ دیگر قتل عمد کا مرتکب اپنے مقتول سے کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا۔ رہ گیا قتل خطا کا مرتکب تو وہ مقتول کے مال میں وارث بنے گا۔ اس کی دیت سے اسے کوئی وراثت نہیں ملے گی کیونکہ اگر وہ اس کی دیت میں وارث قرار دیا جائے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کسی کا ایک ہاتھ اس کے دوسرے ہاتھ کو کوئی چیز دیدے۔ (۱۶۶) (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جز ا کا جز ۴ نیز نمبر ۷ کا جز ب)

و۔ وصیت سے محرومی: اگر وہ شخص جس کے حق میں وصیت کی گئی ہو، وصیت کرنے والے کو قتل کر دے تو وہ مذکورہ وصیت سے محروم ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۷ کا جز ب)

۲۔ وصیت سے محرومی: اگر وہ شخص جس کے حق میں وصیت کی گئی ہو، وصیت کرنے والے کو قتل کر دے تو وہ مذکورہ وصیت سے محروم ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۷ کا جز ب)

۲۔ جنایت کا اثبات: تمام جنایات کا اثبات اقرار کے ذریعے ہوتا ہے۔ ہم سابقہ سطور میں دیکھ چکے ہیں کہ حسن بصریؒ نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ اگر ایک شخص اپنی ذات پر خطا یا شبہ عمد کی حامل جنایت کا اقرار کر لے تو اس پر جنایت ثابت ہو جائے گی اور پھر دیت عاقلہ پر ثابت نہیں ہوگی بلکہ خود اس کے مال میں واجب ہو گی۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۵)

جنایت کا اثبات گواہی کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔ خطا اور شبہ عمد کی حامل جنایات جن کے نتیجے میں مال واجب ہو، ان کی گواہی کا نصاب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں کیونکہ اس گواہی کا تعلق مال سے ہوتا ہے۔ قتل کے سوا قصاص کی دیگر صورتوں کو واجب کرنے والی جنایات عمد کی گواہی کا نصاب دو مرد ہیں جن کے درمیان کوئی عورت نہ ہو۔ قتل عمد جو قصاص کا موجب ہوتا ہے، اس کی گواہی کا نصاب چار مرد ہیں جن کے درمیان کوئی عورت نہ ہو۔ اس گواہی کے بغیر قصاص والے قتل کا اثبات نہیں ہو سکتا۔ (۱۶۷) اس مسئلے کے اندر حسن بصریؒ متفرد ہیں۔

جنون (دیوانگی)

ا۔ تعریف: کسی آفت کی وجہ سے عقل کا بالکلیہ زائل ہو جانا جنون کہلاتا ہے۔

۲۔ جنون کے اثرات:

اَ۔ جنون سے افاقہ ہونے پر دیوانے کا غسل کرنا: جب دیوانے کو اپنی دیوانگی سے افاقہ ہو جائے اور اس کی عقل واپس آ جائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''دیوانے کو جب افاقہ ہو جائے تو وہ غسل کر لے۔'' (۱۶۸)

ب۔ دیوانے کے اقوال: دیوانے کے تمام اقوال یعنی اس کے عقود، فسوخ، اقرارات اور قذف وغیرہ لغو قرار

پائیں گے اور ان کے نتائج مرتب نہیں ہوں گے۔ بنابریں دیوانہ شخص اگر اپنی بیوی کو طلاق دے گا تو اس کی یہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۱۶۹) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کسی شخص پر دیوانگی طاری ہو جائے اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس طلاق کا اس پر لزوم نہیں ہوگا'' (۱۷۰) یعنی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ نیز فرمایا: ''دیوانے کو جب تک افاقہ نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کی دی ہوئی طلاق جائز نہیں ہوگی۔'' (۱۷۱) (دیکھئے مادہ حجر نمبر۲ کا جز اُ) نیز (مادہ بیع نمبر۲ کا جز اُ) نیز (مادہ تبرع نمبر۲ کا جز اُ) اگر مجنون اپنے غلام کو مدبر بنادے تو مدبر بنانے کا اس کا یہ عمل درست نہیں ہوگا۔ (۱۷۲)

ج۔ دیوانے کے افعال: ان افعال کی کئی قسمیں ہیں:

ا۔ عبادات: دیوانے پر عبادات کا وجوب نہیں ہوتا کیونکہ وہ اہل خطاب میں سے یعنی مکلّف نہیں ہوتا اور اگر وہ یہ عبادات سرانجام دے دے تو انہیں درست قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ عبادات کی درستی نیت کی بنا پر ہوتی ہے اور دیوانے کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ بھی مالی عبادات میں سے ایک عبادت ہے۔ بنابریں حسن بصریؒ نے قرار دیا ہے کہ دیوانے کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ (۱۷۲ب) (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۲ کا جز ب) اسی طرح حج بھی ایک عبادت ہے اور وقوف عرفہ اس کا ایک رکن ہے۔ اگر دیوانہ شخص وقوف کے زمانے میں عرفہ کے اندر وقوف کرے لیکن اپنی دیوانگی سے اسے افاقہ نہ ہو یہاں تک کہ وقوف کا عرصہ گزر جائے تو یہ وقوف اس کے لیے کافی نہیں ہوگا۔ (۱۷۳) (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۳ کا جز اُ)

۲۔ غیر کو نقصان پہنچانے والے افعال: اگر دیوانے کسی حد والے جرم کا ارتکاب کر لے یا دوسرے کو نقصان پہنچانے والا فعل مثلاً عمداً قتل کرنے یا زخم لگانے کا مرتکب ہو جائے تو ان صورتوں میں وہ اپنے مال سے دیت یا ارش کی ادائیگی کے ذریعے تاوان بھرے گا۔ جس طرح اس صورت میں جب کہ وہ مذکورہ افعال غلطی سے کر بیٹھتا، اس لیے کہ دیوانے کا عمد بھی جنایات کے اندر خطا شمار ہوتا ہے اور ان پر اسے حد یا قصاص کے ذریعے سزا نہیں دی جاتی کیونکہ جرم کی نیت اس کے اندر منعدم ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۳ کا جز ج) نیز (مادہ سرقۃ نمبر۲)

د۔ گواہ کا گواہی دینے کے بعد اور فیصلے کا اعلان ہونے سے پہلے دیوانہ ہو جانا۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر۳ کا جز ک)

جنین (رحم مادر میں موجود حمل)

ا۔ تعریف: حمل جب تک رحم مادر میں رہے، اسے جنین کہیں گے۔

۲۔ جنین کے احکام:

اُ۔ جنین کی ذبح: اگر بکری ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلے جس کے بال یا اون اگے ہوئے ہوں تو اسے ذبح کیے بغیر کھالینا جائز ہوگا۔ اگر بچہ زندہ برآمد ہو اور پھر مر جائے تو زندہ ہونے کی حالت میں اسے ذبح کیے بغیر کھانا جائز نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر جنین مردہ حالت میں برآمد ہو جب کہ اس کے

بال یا اون اگ آئے ہوں تو اس کی ماں کی ذبح اس کی ذبح ہوگی۔"(۱۷۴)(دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۶ کا جز ھ)

ب۔ انسانی جنین کے خلاف جنایت اور اس میں غرّہ کا وجوب۔(دیکھئے مادہ اسقاط نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ جنایہ نمبر ۵ کے جز ب کے جز ا کا جز ح نیز نمبر ۴ کا جز د)

✡ جو حمل گر جائے، اس کی نماز جنازہ نہیں۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جز اُ کا جز ۲)

✡ جنین کے اسقاط سے عدت کا اختتام۔(دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جز ج کے جز ۴ کا جز ب) نیز (مادہ اسقاط نمبر ۲ کا جز اُ)

✡ جنین کے اسقاط سے ام ولد کا آزاد ہو جانا۔(دیکھئے مادہ اسقاط نمبر ۲ کا جز اُ) نیز (مادہ رق نمبر ۵ کا جز ج)

✡ جنین پر حد جاری نہیں ہوتی۔(دیکھئے مادہ حد نمبر ۲ کا جز اُ) نیز (مادہ زنا نمبر ۲ کا جز اُ) نیز (مادہ قذف نمبر ۳ کا جز اُ)

جھادٌ (جہاد)

۱۔ تعریف: میدان جنگ میں ہتھیار کے ساتھ کافر دشمن کا مقابلہ کرنا جہاد کہلاتا ہے۔

۲۔ دشمن کو قوت بہم پہنچانے والے اقدامات: حسن بصریؒ کسی ایسے اقدام کو جائز قرار نہیں دیتے تھے جس سے دشمن کے لیے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں فائدہ اٹھانا اور قوت حاصل کرنا ممکن ہو۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ کارآمد اور واضح چیزیں ہتھیار اور جنگ میں استعمال ہونے والے جانور مثلاً گھوڑے، خچر اور گدھے وغیرہ ہیں۔ بنابریں آپ نے فرمایا: "کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ مسلمانوں کے دشمنوں کے پاس ایسے ہتھیار لے جائے جن کی وجہ سے انہیں مسلمانوں کے خلاف قوت حاصل ہو جائے، نہ جنگ میں کام آنے والے جانور لے کر جائے اور نہ ایسی چیزیں جو ہتھیار اور جانور کے حصول میں مددگار ثابت ہوں۔"(۱۷۵)(دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جز ھ)

۳۔ جہاد پر جانے کے لیے والدین سے اجازت حاصل کرنا: حسن بصریؒ فرض کفایہ والے جہاد میں شرکت کے لیے والدین سے اجازت کے حصول کو واجب قرار دیتے تھے۔ اگر والدین اجازت دیدیں تو بیٹا جہاد پر نکل جائے۔ اگر اجازت نہ دیں تو نہ نکلے' بلکہ آپ کی رائے یہ تھی کہ والدین کی طرف سے اجازت مل جانے کے باوجود اگر بیٹا یہ محسوس کرے کہ والدین اسے اپنے ساتھ رکھنے کے خواہش مند ہیں تو ایسی صورت میں اس کے لیے والدین کے ساتھ رہ جانا جہاد پر نکلنے کی بہ نسبت افضل ہوگا۔ عبدالرزاق نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اگر والدین اپنے بیٹے کو جہاد پر جانے کی اجازت دیدیں لیکن بیٹے کو محسوس ہو کہ وہ اس کے رک جانے اور جہاد پر نہ جانے کے خواہش مند ہیں تو اسے رک جانا چاہیے۔(۱۷۶)(دیکھئے مادہ استیذان نمبر ۹ کا جز اُ)

۴۔ جہاد کا حکم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جہاد پہلے فرض تھا۔ چنانچہ سورۂ توبہ آیت نمبر ۳۹ میں ارشاد باری

ہے۔(اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۔اگر تم نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔) پھر یہ فرضیت سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۲ کے ذریعے منسوخ ہوگئی جس میں ارشاد ہے۔(وَمَا کَانَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لِیَنۡفِرُوۡا کَآفَّۃً۔اہل ایمان کے لیے یہ بات نہیں کہ وہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔)(۱۷۷)

کفار کے خلاف جنگ کرنے کے لیے یہ شرط نہیں کہ اس جنگ سے امام المسلمین کا جو ارادہ اور نیت ہو، اس کا بھی علم ہو نہ امام المسلمین کی سلامت، روی اور فسق سے اس کی پاکیزگی شرط ہے بلکہ نیکوکار اور فاسق و فاجر کی قیادت میں کافروں کے خلاف جنگ کرنا مشروع ہے خواہ امام المسلمین کی نیت جو بھی ہو۔ کہمس کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے عرض کیا کہ: ''ہم لوگ امرائے لشکر کی قیادت میں جنگ کرتے ہیں، یہ امراء ہمیں کچھ نہیں بتاتے سوائے اس کے کہ وہ جس کے ساتھ صلح کرلیں۔ ہم بھی اس سے صلح کرلیں اور جس کے خلاف جنگ کریں، ہم بھی اس کے خلاف جنگ کریں۔'' آپ نے میری بات سن کر فرمایا: ''مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرو۔''(۱۷۸) آپ سے ائمہ سوء (برے حکمرانوں) کی قیادت میں جہاد کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: ''تمہیں اس جہاد کا فضل و شرف اور ثواب حاصل ہوجائے گا اور ان پر اس کا گناہ پڑے گا۔''(۱۷۹)

۵۔ جہاد میں بیوی بچوں کو ساتھ لے جانا: حسن بصریؒ بیوی بچوں کو سرحدی علاقوں اور مورچوں میں رکھنے اور انہیں اپنے ساتھ میدان جنگ میں لے جانے کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ اس اقدام سے انہیں گویا قتل یا گرفتاری کے حوالے کیا جائے گا جب کہ ایسا کرنے میں کوئی قابل ذکر فائدہ بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ شکست کھا کر بھاگنے والے کو کوئی چیز میدان جنگ کی طرف واپس نہیں لاسکتی۔(۱۸۰)

۶۔ سریہ یعنی فوجی دستے کے لیے کسی مہم پر جانے کے سلسلے میں امیر لشکر کی اجازت کا حصول: جنگ کے اندر تمام تصرفات اور اقدامات کے سلسلے میں امیر لشکر کے اوامر کا التزام اسے اپنے جنگی منصوبے پر پوری طرح اور کامیابی کے ساتھ عمل درآمد کرنے کے قابل بنا دیتا ہے اور یہی چیز فتح مندی کی کلید ہے۔ اس کے برعکس اگر جنگ میں انفرادی اور بے ربط اقدامات کیے جائیں تو اس سے امیر لشکر نہ صرف پیچیدگیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے بلکہ لشکر پر اس کا کنٹرول بھی متاثر ہوتا ہے۔ بنا بریں حسن بصریؒ امیر لشکر کی اجازت کے بغیر چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں کو مہمات پر جانے سے منع کرتے تھے۔ آپ فرماتے: ''کوئی فوجی دستہ اپنے امیر کی اجازت کے بغیر کسی مہم پر نہ جائے۔''(۱۸۱) (دیکھیے مادہ استئذان نمبر ۹ کا جزب)

۷۔ جنگ شروع کرنے سے پہلے اسلام کی دعوت: کافر دشمن کو اگر اسلام کی کوئی معرفت نہ ہو تو جنگ شروع کرنے سے پہلے اسے اسلام کی دعوت دینا ضروری ہے۔ اس بارے میں حسن بصریؒ کا قول ہے کہ: ''جب تم مشرکین کے خلاف جنگ کرو تو انہیں پہلے اسلام کی دعوت دو(۱۸۲) البتہ اگر دشمن کو اسلام کے متعلق نیز عقائد اسلام اور اس کے مقاصد و اہداف کے بارے میں علم ہو تو اسے دعوت اسلام دینا واجب نہیں بلکہ دعوت دینے سے پہلے اس کے خلاف جنگ جائز ہے۔ حسن بصریؒ اس امر میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ

آپ کے زمانے میں مشرکین کے خلاف جنگ شروع کرنے سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت نہ دی جائے۔ آپ فرماتے: ''مشرکین کو تمہارے دین کے بارے میں نیز جس بات کی تم دعوت دیتے ہو، اس کے متعلق معرفت حاصل ہے۔'' (۱۸۳) اسی طرح اگر دشمن کو پہلے سے دعوت اسلام دی جا چکی ہو تو جنگ کے موقعہ پر اس دعوت کو دہرانے کی ضرورت ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ ہر جنگ سے پہلے دعوت اسلام دینا شرط نہیں ہے بلکہ ایک دفعہ دعوت دینا حسن بصریؒ کے نزدیک کافی ہو جاتا ہے خواہ اس دعوت پر ایک مدت کیوں نہ گزر گئی ہو۔ آپ فرمایا کرتے: ''رومیوں کے لیے کوئی دعوت نہیں۔ انہیں ہمیشہ کے لیے دعوت اسلام دی جا چکی ہے۔'' (۱۸۴) بنا بریں کافروں کے ساتھ جہاد کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہے گا اور انہیں دعوت اسلام دینے کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ انہیں یا تو پہلے سے دعوت اسلام دی جا چکی ہے یا یہ اسلام کے عقائد و اصول اور اس کے مقاصد سے واقف ہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مشرکین کے ساتھ جہاد کا سلسلہ قائم ہے۔'' (۱۸۵)

۸۔ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مل کر جنگ میں شریک رہنا: اگر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ چھڑ جائے تو ہر فرد مسلم پر لازم ہے کہ وہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ میں شریک رہے کیونکہ یہ بات اس کی جان کے لیے زیادہ حفاظت اور اس کی پشت کے لیے زیادہ بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ مسلمانوں کی صف سے آگے نکل جانا اور اپنے رفقاء سے آگے بڑھ جانا کوئی بہادری نہیں ہے کیونکہ اس میں بہت سے خطرات ہیں۔ کہمس سے روایت ہے کہ انہوں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آیا ایک مسلمان آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کر دے یا مسلمانوں کی صف کے اندر رہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ صف کے اندر رہے اور جب دوسرے مسلمان حملہ کرنے کے لیے بڑھیں تو وہ بھی ان کے ساتھ آگے بڑھے۔ نیز فرمایا: ''حضور ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا تھا کہ: ''صف کے اندر رہو۔ پھر جب مسلمان حملہ کریں تو تم بھی ان کے ساتھ حملہ کرو۔'' (۱۸۶) آپ مبارزت طلب کرنے کو مکروہ یعنی ناجائز تصور کرتے تھے۔ اس بارے میں آپ نے جمہور سے اختلاف رائے کیا ہے کیونکہ جمہور امام کی اجازت سے مبارزت طلب کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔ (۱۸۷)

۹۔ جنگ کے دوران دشمن کے کن لوگوں کو قتل کرنے سے گریز کیا جائے؟: اہل اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دشمن کے بچوں، ان کی عورتوں، ان کے بوڑھوں اور ان کے راہبوں کو اس صورت میں قتل کرنا جائز نہیں ہے جب وہ خود جنگ نہ کر رہے ہوں۔ حسن بصریؒ سے بوڑھے شخص کو قتل کرنے کی ممانعت مروی ہے۔ (۱۸۸)

۱۰۔ جنگ سے فرار: جمہور کی رائے ہے کہ جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''ہلاک کرنے والی سات باتوں سے بچتے رہو۔'' صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ: ''اللہ کے رسول ﷺ وہ کون سی باتیں ہیں؟'' آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اللہ نے جس جان کو محترم یعنی حرام قرار دیا ہے اسے ناحق قتل کرنا،

یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جنگ کے دن پیٹھ دکھانا اور پاک دامن نیز بے خبر مومن خواتین پر تہمت لگانا۔"
(۱۸۹) عبید بن عمیر نے اپنے والد سے جو حدیث روایت کی ہے، اس میں ذکر ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے کبائر کے بارے میں سوال کیا۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا: "کبائر نو ہیں۔" آپؐ نے شرک، جادو، قتل نفس، سود خوری، یتیم کا مال کھانے، جنگ کے دن پیٹھ دکھانے، پاک دامن خواتین پر تہمت لگانے، والدین کی نافرمانی اور قطع تعلقی نیز بیت اللہ کے استحلال (بے حرمتی) کا ذکر فرمایا ہے اور کہا کہ بیت حرام تمہارے زندوں اور مردوں سب کا قبلہ ہے۔ (۱۹۰)

حسن بصریؒ اور ضحاک دونوں کی رائے تھی کہ جنگ کے دوران راہ فرار اختیار کرنا صرف معرکۂ بدر کے دن گناہ کبیرہ تھا، کسی اور جنگ کے دن گناہ کبیرہ نہیں (۱۹۱) کیونکہ سورۂ انفال آیت نمبر ۱۶ میں ارشاد باری (وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ۔ جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری۔ الا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لیے وہ یہ قدم اٹھائے۔ تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا) کا نزول خاص طور پر اہل بدر کے لیے ہوا تھا۔ (۱۹۲)

۱۱۔ ہدنہ یعنی مصالحت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مشرکین کے ساتھ جنگ سے مصالحت جائز نہیں ہے۔ قول باری (وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا۔ اگر وہ صلح کی طرف مائل ہو جائیں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔) اور ایک قول باری (فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ۔ مشرکین سے لڑو جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ) کے ذریعہ منسوخ کر دیا گیا ہے۔ (۱۹۳)

۱۲۔ دشمن کے مال میں سے کھالینا اور اپنے جانوروں کے لیے چارہ وغیرہ حاصل کرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ لشکر اسلام جب دشمن کی سرزمین میں داخل ہو جائے تو دشمن کی جو اشیائے خورنی اور جانوروں کا چارہ وغیرہ اس کے ہاتھ لگے، اسے استعمال میں لے آنا جائز ہے۔ (۱۹۴) اس لیے کہ کافر دشمن کے اموال مسلمانوں کے لیے مباح ہوتے ہیں۔ کہمس کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ لوگ جہاد پر جاتے ہوئے راستے میں دشمن کی کون سی چیزیں استعمال میں لے آتے تھے؟ آپ نے جواب دیا: "بھوسہ اور ایندھن کی لکڑیاں۔" میں نے کہا: "ایک شخص دشمن کے پھل دار درختوں کے پاس سے اگر گزرے تو کیا کرے؟" آپ نے جواب دیا: "پھل کھالے لیکن اپنے ساتھ نہ لے جائے۔" (۱۹۵) آپ نے فرمایا: "حضور ﷺ کے صحابہ کرام جب مغانم (اموال غنیمت) حاصل کرتے تو ان میں موجود اونٹ اور گائیں ذبح کر کے کھا لیتے نیز اپنے جانوروں کو چارہ کھلاتے اور فروخت نہ کرتے۔ اگر فروخت کرتے تو اسے تقسیم ہونے والے مال غنیمت میں لوٹا دیتے۔" (۱۹۶)

۱۳۔ دار الحرب میں نکاح کرنا: ایک شخص کے لیے افضل صورت یہ ہے کہ وہ دار الحرب میں نکاح نہ کرے۔ اگر وہ اپنے آپ کو بدکاری سے بچانے کے لیے نکاح کرنے پر مجبور ہو جائے تو دار الاسلام واپس آتے ہوئے

اپنی اولاد کو دارالحرب میں چھوڑ آنا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا بلکہ انہیں اپنے ساتھ لے آنا اس پر لازم ہوگا کیونکہ دارالحرب میں رہتے ہوئے اس کا بچہ کفر کے فتنے میں مبتلا ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ ابن ابی شیبہ نے اشعث سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ اس بات کو مکروہ تصور کرتے تھے کہ کوئی مسلمان دارالحرب میں نکاح کرے اور پھر اپنے بچے کو کافروں کے درمیان چھوڑ کر چلا آئے۔ (۱۹۷) (دیکھیے مادہ نکاح نمبر ۱۰)

۱۴۔ جنگ کے دوران نماز یعنی صلوٰۃ الخوف۔ (دیکھیے مادہ خوف نمبر ۲)

✿ جنگ میں حاصل ہونے والا مال یعنی مال غنیمت۔ (دیکھیے مادہ غنیمۃ)

جھر (اظہار)

۱۔ تعریف: اظہار کو جہر کہتے ہیں۔ اظہار یا تو اقوال کے اندر ہوگا یا افعال کے اندر۔ اقوال کے اندر اظہار کی دو قسمیں ہیں:

اول: اپنے آپ کو سنانے کی حد تک آواز میں بولنا۔

دوم: دوسرے کو سنانے کی حد تک آواز میں بولنا۔

اَ۔ پہلی قسم کا وجوب درج ذیل احوال کے اندر ہوتا ہے:

۱۔ قولی عبادات کے اندر مثلاً کلمۂ شہادت پڑھنا، نماز کے اندر تکبیر تحریمہ کہنا اور قرآن کی قرأت کرنا وغیرہ۔ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جزج کے جز ۳ کا جز د) نیز (مادہ قرآن نمبر ۲ کا جز ز) دعا کرنا (دیکھیے مادہ دعا نمبر ۴) اور قسم کے اندر استثناء وغیرہ کرنا (دیکھیے مادہ استثناء نمبر ۲ کا جز اُ)

۲۔ ایسے امور جن کے اندر انفرادی اور یک طرفہ ارادے کے ساتھ تصرف نافذ العمل ہو جاتا ہے اور دوسری جانب سے قبول کی ضرورت نہیں پڑتی مثلاً ایلاء اور طلاق وغیرہ۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی بیوی کو اپنے دل میں طلاق دے، اس کی یہ طلاق کوئی چیز نہیں ہوگی۔'' (۱۹۸) نیز فرمایا: ''طلاق کے بارے میں دل کی گفتگو کوئی چیز نہیں۔'' (۱۹۹) (دیکھیے مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز اُ کا جز ۲)

ب۔ درج بالا دوسری قسم کا وجوب درج ذیل احوال کے اندر ہوتا ہے۔

۱۔ ایسے امور جن کے اتمام اور انعقاد کے لیے قبول کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً بیع، نکاح، خلع اور تمام عقود۔

۲۔ ایسے امور جن کا واجب ہونا صرف سامع ہی کے ذریعے ہوتا ہے مثلاً اذان اور سلام۔ (دیکھیے مادہ خطبۃ نمبر ۴ کا جز ج)

۳۔ ہر ایسا تصرف جس کے اندر قائل کا قول سامع کے قول کے قائم مقام ہوتا ہے اور اس کی ضرورت ختم کر دیتا ہے مثلاً جہری نمازوں کے اندر امام کی قرأت۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''دن کی نمازیں گونگی ہیں۔ ان کے اندر آواز بلند نہیں کی جائے گی سوائے صبح اور جمعہ کی نمازوں کے۔'' (۲۰۰) اگر ایک شخص جہری نمازیں تنہا پڑھے تو اس کے لیے ان کے اندر سری قرأت کرنا جائز ہوگا۔ حسن بصریؒ نے مغرب کی نماز تنہا پڑھنے

والے کے متعلق فرمایا: ''وہ اپنی قرأت اپنے دونوں کانوں کو سنائے گا۔'' (۲۰۱) اگر امام سری نماز میں جہری قرأت یا جہری نماز میں سری قرأت کرلے تو اس کی نماز جائز ہو جائے گی اور اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔ (۲۰۲)

ب۔ ایسے امور جنہیں جہری صورت میں ادا کرنے کا شارع نے حکم دیا ہے۔ اس لیے کہ وہ شعائر میں شمار ہوتے ہیں مثلاً حج کے اندر تلبیہ کہنا۔ (دیکھئے مادہ تلبیۃ نمبر ۳)

ج۔ معاصی کے بارے میں جہر حرام ہے حتیٰ کہ معاصی کے کھلم کھلا مرتکب کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے اور اس کی غیبت کر کے غیبت کرنے والا گنہگار نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ بدعۃ نمبر ۳)

اللہ نے جو امور فرض کر دیئے ہیں، ان کی کھلم کھلا ادائیگی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۵)

جہل (جہالت، عدم علم)

☆ ایک چیز کے بارے میں اس کی اصل اور حقیقت کے برخلاف اعتقاد رکھنا جہل کہلاتا ہے۔

☆ اگر عقود کے ارکان میں سے کسی رکن کے بارے میں علم نہ ہو یعنی وہ مجہول ہو تو اس سے یہ عقود فاسد ہو جاتے ہیں البتہ نکاح کے اندر اگر مہر مجہول ہو تو اس سے عقد نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (دیکھئے مادہ مہر نمبر ۲ کا جزب)

☆ احکام شرعیہ کے بارے میں جہل یعنی عدم علم حقوق اللہ کے اندر قابل قبول عذر ہے کیونکہ حدود کی تحریم کا علم نہ ہونا ان کی سزاؤں کو ساقط کر دیتا ہے۔ (دیکھئے مادہ حد نمبر ۲ کا جزد) نیز (مادہ زنا نمبر ۲ کا جزج) اگر ایک شخص حج کے اندر سات کنکریاں ایک ایک کر کے مارنے کے بارے میں لاعلم ہو اور اس کے نتیجے میں ایک ہی مرتبہ ساتوں کنکریاں مار دے تو اس پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جزب) احکام سے لاعلم ہونے کی وجہ سے بندے کو عام طور پر معذور قرار دیا جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جزواؤ)

☆ احکام کے بارے میں بندے کا لاعلم ہونا عذر شمار ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جزواؤ)

☆ قتل کے جرم کا مجرم یعنی قاتل اگر نامعلوم ہو اور مقتول کی لاش خون آلود پڑی ہو تو اس صورت میں قسامہ کا وجوب ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۳ کا جزأ)

☆ نماز کے اندر جاہل شخص کی امامت۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزد کے جز ۱ کا جزد)

☆ اگر ایک شخص کی چند بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کو طلاق دیدے اور مطلقہ نامعلوم ہو تو ایسی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے مطلقہ بیوی کا تعین کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جزک)

☆ اگر شوہر کو اپنی بیوی پر طلاق واقع ہونے کا علم نہ ہو تو ایسی صورت میں رجعت کی مدت میں امتداد ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ رجعۃ نمبر ۲)

☆ اگر استثناء کے اندر مستثنیٰ کے بعد باقی ماندہ کے بارے میں لاعلمی ہو تو اس سے استثناء فاسد ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ استثناء نمبر ۲ کا جزج)

جوار (پڑوس)

۱۔ تعریف: سکونت اور اقامت میں پاس پاس ہونے کو جوار کہتے ہیں۔

۲۔ جوار کے حدود: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ دار یعنی احاطے کی چاروں جہات میں سے ہر جہت سے چالیس مکانات تک جوار کی حد ہے۔ (۲۰۳)

۳۔ جوار کے سبب شفعہ کا ثبوت۔ (دیکھئے مادہ شفعۃ)

جورب (جراب)

۱۔ تعریف: جورب سوت وغیرہ کی بنی ہوئی ان جرابوں کو کہا جاتا ہے جنہیں ٹخنوں سے اوپر تک پہنا جاتا ہے۔

۲۔ وضو کے اندر جرابوں پر مسح: حسن بصریؒ وضو کے اندر پاؤں دھونے کی بجائے بدل کے طور پر جرابوں پر مسح کی اباحت کرتے تھے۔ (۲۰۴) آپ کی رائے تھی کہ احکام کے اندر جرابوں پر مسح اسی طرح ہے جیسے خفین یعنی موزوں پر مسح ہے۔ آپ فرماتے کہ جرابیں اور جوتے موزوں کے بمنزلہ ہیں۔ آپ نہیں سمجھتے تھے کہ خفین پر تو مسح جائز ہے اور جرابوں پر جائز نہیں ہے۔ (۲۰۵) یعنی مسح کے جواز کے اندر دونوں کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے۔ تاہم آپ جرابوں پر مسح کی درستی کے لیے جرابوں کے دبیز اور گف ہونے کی شرط عائد کرتے تھے تاکہ مسح کرتے وقت پانی اندر سرایت نہ کر سکے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر جرابیں گف اور موٹی ہوں تو ان پر مسح کرلیا جائے۔'' (۲۰۶)

۳۔ جراب کے احکام: وضو کے اندر جرابوں پر مسح کے وہی احکام ہیں جو موزوں پر مسح کے ہیں۔ (دیکھئے مادہ خف)

حرف الجیم میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳، المغنی ج ۱ ص ۲۷۷

(۲) سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۲۹

(۳) الترمذی کتاب الاحکام باب البینۃ علی المدعی مسلم فی الاقضیۃ۔

(۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱ ب، الاشراف ج ۴ ص ۱۹۸

(۵) الاشراف ج ۴ ص ۱۹۸

(۶) الاموال لابی عبید ص ۹۱

(۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۹

(۸) عبدالرزاق ج ۱ ص ۶۴، نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۰۷، المغنی ج ۱ ص ۶۶

(۹) الاوسط ج۲ص ۲۶۷
(۱۰) ابن ابی شیبہ ج اص ۹۴ ب
(۱۱) عبدالرزاق ج اص ۶۴
(۱۲) الاوسط ج ۲ص ۳۰۱
(۱۳) الاوسط ج ۲ص ۲۹۹
(۱۴) عبدالرزاق ج اص ۳۷، مشکل الآثار ج ۴ص ۲۶۶
(۱۵) الاعتبار ص ۵۷
(۱۶) ابن ابی شیبہ ج اص ۹۴ ب، المغنی ج اص ۶۸
(۱۷) عبدالرزاق ج اص ۴۲
(۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۲۷۶ ب
(۱۹) الاوسط ج ۲ص ۳۰۰
(۲۰) احکام القرآن ج ۳ص ۲۶۲
(۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۷
(۲۲) احکام القرآن ج ۳ص ۲۵۹، عبدالرزاق ج ۷ص ۳۶۸، الاشراف ج ۲ص ۲۶
(۲۳) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۰، ۱۳۲
(۲۴) عبدالرزاق ج اص ۲۵۳
(۲۵) المجموع ج ۴ص ۱۵۹
(۲۶) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۳ ب
(۲۷) المغنی ج ۳ص ۱۳۷، المجموع ج ۶ص ۳۴۵، تفسیر ابن کثیر ج اص ۲۲۳
(۲۸) المحلی ج ۶ص ۲۱۹، حلیۃ العلماء ج ۳ص ۱۶۰، تفسیر ابن کثیر ج اص ۲۲۳
(۲۹) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۸ ب، تفسیر قرطبی ج ۲ص ۳۲۶
(۳۰) تفسیر ابن کثیر ج اص ۲۲۳
(۳۱) احکام القرآن ج ۲ص ۲۰۳، المجموع ج ۲ص ۱۷۳
(۳۲) المغنی ج اص ۱۴۵، شرح السنۃ ج ۲ص ۴۶، احکام القرآن ج ۲ص ۲۰۳، المجموع ج ۲ص ۱۷۳، الاوسط ج ص ۱۰۷
(۳۳) ابن ابی شیبہ ج اص ۳۱
(۳۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴ ب، الاوسط ج ۲ص ۱۰۶
(۳۵) ابن ابی شیبہ ج اص ۳۱

(۳۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۴ ب
(۳۷) عبد الرزاق ج ا ص ۳۳۸، شرح السنۃ ج ۲ ص ۴۳، المجموع ج ۲ ص ۱۷۱، ۱۷۸، ۳۷۲، المغنی ج ا ص ۱۴۳، الاوسط ج ۲ ص ۹۷
(۳۸) المغنی ج ا ص ۱۴۷
(۳۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۴
(۴۰) حوالہ درج بالا، المغنی ج ا ص ۱۴۷، الاوسط ج ۲ ص ۱۰۱
(۴۱) الاوسط ج ۲ ص ۱۰۴
(۴۲) المجموع ج ا ص ۱۷۱
(۴۳) المحلی ج ا ص ۸۸
(۴۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳ ب
(۴۵) عبد الرزاق ج ا ص ۹۱
(۴۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴۳، المجموع ج ۵ ص ۱۴۳، المغنی ج ۲ ص ۴۵۲
(۴۷) المغنی ج ۸ ص ۵۸۳
(۴۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴۳ ب، شرح السنۃ ج ۲ ص ۳۹، المجموع ج ۵ ص ۱۲۰، الاوسط ج ۲ ص ۱۰۴
(۴۹) عبد الرزاق ج ۹ ص ۲۷۳، المحلی ج ۱۰ ص ۳۷۱، ۳۸۶
(۴۹ ب) المحلی ج ۱۰ ص ۳۷۱
(۵۰) المغنی ج ۷ ص ۶۳۸، المحلی ج ۱۰ ص ۳۸۶، نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۶۶
(۵۱) المحلی ج ۱۱ ص ۲۲
(۵۲) عبد الرزاق ج ۹ ص ۴۵۶، المغنی ج ۷ ص ۲۸۷
(۵۳) المغنی ج ۷ ص ۲۹۷، الاشراف ج ۲ ص ۱۲۳
(۵۴) الخراج ص ۱۹۰
(۵۵) حوالہ درج بالا۔
(۵۶) المغنی ج ۸ ص ۷۵، ۷۷، المحلی ج ۱۱ ص ۶۷
(۵۷) شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۲۱۷، تفسیر قرطبی ج ا ص ۴۵۹
(۵۸) عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۴۱، الاشراف ج ۲ ص ۲۲۵
(۵۹) المحلی ج ۱۰ ص ۴۶۹
(۶۰) المغنی ج ۸ ص ۶۹، نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۳۳
(۶۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸

(۶۲) عبدالرزاق ج ۹ص ۴۸۸

(۶۳) المغنی ج ۷ص ۶۷۷

(۶۴) عبدالرزاق ج ۹ص ۴۸۸

(۶۵) عبدالرزاق ج ۹ص ۴۸۰

(۶۶) المغنی ج ۷ص ۶۷۱، شرح السنۃ ج ۱۰ص ۱۸۴، الاشراف ج ۲ص ۱۰۳

(۶۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۵۹ تفسیر قرطبی ج ۵ص ۳۲۱، الاشراف ج ۲ص ۲۱۰

(۶۸) المغنی ج ۷ص ۷۸۱، الاشراف ج ۲ص ۲۱۵

(۶۹) المغنی ج ۷ص ۷۸۲، الاشراف ج ۲ص ۲۱۸

(۷۰) الاشراف ج ۲ص ۲۱۸

(۷۱) المغنی ج ۹ص ۴۷۳

(۷۲) المغنی ج ۹ص ۴۸۱، ۴۷۳

(۷۳) عبدالرزاق ج ۱۰ص ۸۸، سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۵۱

(۷۴) تفسیر قرطبی ج ۱۳ص ۱۷۷

(۷۵) عبدالرزاق ج ۹ص ۴۱۳

(۷۶) تفسیر قرطبی ج ۵ص ۳۲۵

(۷۷) سنن بیہقی ج ۸ص ۳۵، شرح السنۃ ج ۱۰ص ۱۷۷، المغنی ج ۷ص ۶۵۸، الاشراف ج ۲ص ۹۸، نیل الاوطار ج ۷ص ۱۵۸

(۷۸) عبدالرزاق ج ۹ص ۴۹۰

(۷۹) سنن بیہقی ج ۸ص ۳۷، خراج ابی یوسف ص ۱۹۰

(۸۰) شرح السنۃ ج ۱۰ص ۱۷۵، المغنی ج ۷ص ۶۵۲، الاعتبار ص ۱۹۰، الاشراف ج ۲ص ۹۹

(۸۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۳

(۸۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۵۹ ب، المحلی ج ۱۰ص ۳۵۸ تفسیر قرطبی ج ۵ص ۳۲۵، المغنی ج ۸ص ۹۳

(۸۳) سنن سعید بن منصور ج ۳ص ۲/ ۶۶

(۸۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۵۸ ب، المحلی ج ۱۱ص ۳۴، عمدۃ القاری ج ۲۲ص ۲۴۳، المغنی ج ۷ص ۷۷۵، ۸۰۷، ۸۱۵، ج ۸ص ۹۶

(۸۵) نیل الاوطار ج ۷ص ۲۲۶

(۸۶) نیل الاوطار ج ۷ص ۱۶۰، شرح السنۃ ج ۱۰ص ۱۶۴ تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۲۱۰، الاجماع ص ۱۴۴

(۸۷) تفسیر قرطبی ج ۲ص ۲۴۷ تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۶۲ تفسیر قرطبی ج ۲ص ۶۲، المغنی ج ۶ص ۶۷۹ تفسیر ماوردی

ج ا ص ۱۹۰

(۸۸) المحلی ج ۱۰ ص ۴۹۳، ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۲۳ ب، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۵۶، المغنی ج ۷ ص ۴۵۷

(۸۹) المغنی ج ۷ ص ۶۲۴، الاشراف ج ۲ ص ۱۲۱

(۹۰) عبدالرزاق ج ۹ ص ۴۱۷

(۹۱) عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۱۳

(۹۲) المحلی ج ۱۱ ص ۱۳، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۵۶

(۹۳) المحلی ج ۱۰ ص ۴۱۹

(۹۴) حوالہ درج بالا۔

(۹۵) المحلی ج ۱۰ ص ۳۷۱، ۳۸۶، المغنی ج ۷ ص ۶۳۸

(۹۶) المغنی ج ۷ ص ۱۵۷

(۹۷) تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۰۷

(۹۸) المغنی ج ۸ ص ۴۵، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۰۵

(۹۹) تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۰۳، المغنی ج ۷ ص ۳۰۷، ۱۰۷

(۱۰۰) عبدالرزاق ج ۹ ص ۴۶۱، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۲

(۱۰۱) عبدالرزاق ج ۹ ص ۴۶۱، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۰۶

(۱۰۲) شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۶۸، الاشراف ج ۱ ص ۱۰۳

(۱۰۳) المغنی ج ۷ ص ۶۷۴

(۱۰۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۳

(۱۰۵) المغنی ج ۷ ص ۶۶۴

(۱۰۶) عبدالرزاق ج ۹ ص ۴۱۷

(۱۰۷) عبدالرزاق ج ۹ ص ۴۱۳

(۱۰۸) المغنی ج ۷ ص ۲۹۷

(۱۰۹) خراج ابی یوسف ص ۱۹۰

(۱۱۰) المحلی ج ۱۰ ص ۴۸۶، المغنی ج ۷ ص ۵۰۷، عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۸

(۱۱۱) المحلی ج ۱۰ ص ۴۸۶

(۱۱۲) شرح السنۃ ج ۸ ص ۳۷۲

(۱۱۳) المحلی ج ۱۰ ص ۴۸۷، المغنی ج ۷ ص ۳۴۷

(۱۱۴) عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۴

(۱۱۵) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۵۲
(۱۱۶) تہذیب الآثار ج ۱ ص ۲۵۳
(۱۱۷) سنن بیہقی ج ۸ ص ۵۱
(۱۱۸) شرح السنۃ ج ۷ ص ۳۰۳
(۱۱۹) عبدالرزاق ج ۹ ص ۴۱۷
(۱۲۰) عبدالرزاق ج ۹ ص ۴۱۳
(۱۲۱) المغنی ج ۷ ص ۷۷۰
(۱۲۲) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۱۹، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۸۸، المغنی ج ۷ ص ۷۷۰، نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۳۸
(۱۲۳) المحلی ج ۱۰ ص ۳۹۲
(۱۲۴) عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۹۲
(۱۲۵) شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۹۱، المحلی ج ۱۰ ص ۳۹۱
(۱۲۶) المغنی ج ۷ ص ۶۷۰
(۱۲۷) المحلی ج ۱۰ ص ۳۸۶
(۱۲۸) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۳۱، المحلی ج ۱۰ ص ۳۸۵
(۱۲۹) عبدالرزاق ج ۹ ص ۳۰۱
(۱۳۰) المغنی ج ۷ ص ۳۷۷
(۱۳۱) المغنی ج ۷ ص ۶۸۲
(۱۳۲) عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۲۸ ج ۱۰ ص ۹۳، المغنی ج ۷ ص ۹۳۷، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۲۰۵
(۱۳۳) عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۲۷ ج ۱۰ ص ۹۵، المغنی ج ۷ ص ۹۶۷
(۱۳۴) المغنی ج ۷ ص ۹۶۷
(۱۳۵) المحلی ج ۱۱ ص ۳۴، المغنی ج ۷ ص ۴۷۵، ۸۰۷
(۱۳۶) المغنی ج ۸ ص ۷
(۱۳۷) سنن بیہقی ج ۸ ص ۸۹
(۱۳۸) المحلی ج ۱۰ ص ۴۵۱، المغنی ج ۸ ص ۳۲
(۱۳۹) سنن بیہقی ج ۸ ص ۸۸
(۱۴۰) المغنی ج ۸ ص ۸، الاشراف ج ۲ ص ۱۵۱
(۱۴۱) المحلی ج ۱۰ ص ۴۳۰
(۱۴۲) المغنی ج ۸ ص ۱۰

(۱۴۳) حوالہ درج بالا، الاشراف ج ۲ ص ۱۷۲
(۱۴۴) المحلی ج ۱۰ ص ۴۲۳، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۹۵، المغنی ج ۸ ص ۷، الاشراف ج ۲ ص ۱۵۵
(۱۴۵) تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۹۸، المغنی ج ۸ ص ۲۶، الاشراف ج ۲ ص ۱۶۰
(۱۴۶) المحلی ج ۱۰ ص ۴۱۷
(۱۴۷) المحلی ج ۱۰ ص ۴۱۸
(۱۴۸) سنن بیہقی ج ۸ ص ۸۶
(۱۴۹) نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۱۷، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۱۱ تا ۴۱۳
(۱۵۰) الترمذی فی الدیات باب الموضحۃ، ابوداؤد فی الدیات باب دیات الاعضاء النسائی فی القسامۃ باب المواضح۔
(۱۵۱) النسائی فی القسامۃ باب العقول
(۱۵۲) تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۰۴
(۱۵۳) المغنی ج ۸ ص ۴۵
(۱۵۴) عبدالرزاق ج ۹ ص ۴۶۱، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۶۸، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۰۶
(۱۵۵) خراج ابی یوسف ص ۱۹۰
(۱۵۶) المحلی ج ۸ ص ۱۵۱
(۱۵۷) المحلی ج ۱۱ ص ۵۹
(۱۵۸) المحلی ج ۱۱ ص ۶۲
(۱۵۹) المغنی ج ۷ ص ۷۶
(۱۶۰) شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۶۸
(۱۶۱) عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۳، المغنی ج ۷ ص ۸۱۵ ج ۸ ص ۹۶
(۱۶۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۹، المحلی ج ۱۰ ص ۳۵۸
(۱۶۳) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۲۵
(۱۶۴) عبدالرزاق ج ۹ ص ۴۸۱، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۳۱، المغنی ج ۸ ص ۹۵
(۱۶۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۹ ب
(۱۶۶) المحلی ج ۹ ص ۳۹۷
(۱۶۷) المحلی ج ۹ ص ۴۰۱ ج ۱۱ ص ۸۳، المغنی ج ۸ ص ۹۸ ج ۹ ص ۱۴۹، الاجماع ص ۸۷ ص ۱۵۴
(۱۶۸) عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۳۲ ج ۲ ص ۴۸۱، الاوسط ج ۱ ص ۱۵۷
(۱۶۹) المغنی ج ۷ ص ۱۱۳، الاشراف ج ۴ ص ۱۹۰
(۱۷۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶ ب

(۱۷۱)سنن سعید ج ۳ص ۱/ ۲۷۰
(۱۷۲)المغنی ج ۹ص ۴۰۶
(۱۷۲ب)المغنی ج ۲ص ۶۲۲
(۱۷۳)المغنی ج ۳ص ۴۱۶
(۱۷۴)عبدالرزاق ج ۴ص ۵۰۱، المحلی ج ۷ص ۴۲۰، المغنی ج ۸ص ۵۷۹
(۱۷۵)آثار ابی یوسف ص ۲۲۶
(۱۷۶)عبدالرزاق ج ۵ص ۱۷۶
(۱۷۷)نیل الاوطار ج ۸ص ۳۰
(۱۷۸)عبدالرزاق ج ۵ص ۲۸۰
(۱۷۹)ابن ابی شیبہ نمبر ۱۵۲۲۶ مطبوعہ نسخے میں ج ۱۲ص ۴۵۰
(۱۸۰)المغنی ج ۸ص ۳۵۷
(۱۸۱)سنن سعید ج ۳ص ۲/ ۲۷۶
(۱۸۲)ابن ابی شیبہ ج ۱۲ص ۲۶۲، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۱۸۰
(۱۸۳)خراج ابی یوسف ص ۲۲۸، الاعتبار ص ۲۱۱، ابن ابی شیبہ ج ۱۲ص ۳۶۵
(۱۸۴)سنن سعید ج ۳ص ۲/ ۲۰۶، شرح السیر الکبیر ج ۱ص ۸۰
(۱۸۵)سنن سعید ج ۳ص ۲/ ۱۵۳
(۱۸۶)عبدالرزاق ج ۵ص ۱۸۲
(۱۸۷)الاجماع ص ۷۱
(۱۸۸)المحلی ج ۷ص ۲۹۸
(۱۸۹)البخاری فی المحاربین باب رمی المحصنات، مسلم فی الایمان باب الکبائر۔
(۱۹۰)جامع الاصول نمبر ۸۲۲۸
(۱۹۱)المحلی ج ۷ص ۲۹۳، المغنی ج ۸ص ۴۸۴
(۱۹۲)تفسیر طبری ج ۱۳ص ۴۳۸، ابن ابی شیبہ ج ۱۲ص ۵۳۸
(۱۹۳)احکام القرآن ج ۳ص ۶۹ تفسیر ماوردی ج ۲ص ۱۱۱
(۱۹۴)المغنی ج ۸ص ۴۳۸
(۱۹۵)عبدالرزاق ج ۸ص ۱۸۱
(۱۹۶)ابن ابی شیبہ ج ۱۲ص ۴۳۹، المحلی ج ۷ص ۴۱۱
(۱۹۷)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۲، المغنی ج ۸ص ۴۵۵

(۱۹۸) عبد الرزاق ج ۶ ص ۴۱۳، المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۹، المغنی ج ۷ ص ۱۲۱

(۱۹۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹

(۲۰۰) عبد الرزاق ج ۲ ص ۴۹۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۶

(۲۰۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۵ ب

(۲۰۲) المحلی ج ۴ ص ۱۱۰

(۲۰۳) المحلی ج ۹ ص ۱۰۱

(۲۰۴) المغنی ج ۱ ص ۲۹۵، المجموع ج ۱ ص ۵۴

(۲۰۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰ ب، المحلی ج ۲ ص ۸۶

(۲۰۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰ ب، الاوسط ج ۱ ص ۴۶۳

حرف الحاء

حاجب (ابرو)

۱۔ تعریف: آنکھوں کے بالائی حصے میں موجود ہڈی پر اگنے والے بال حاجب کہلاتے ہیں۔

۲۔ ابرو کترنا: اپنے ظاہر کو درست حالت میں رکھنا ایک مسلمان کی امتیازی نشانی ہے جب کہ ابرو طویل ہو جانے کی صورت میں چہرے کے حسن منظر میں بگاڑ کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ بنا بریں حسن بصریؒ کے نزدیک دریں صورت انہیں کتر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔(۱)

حارصہ (زخم کی ایک قسم)

حارصہ اس زخم کو کہتے ہیں جو جلد میں خراش پیدا کر دے لیکن اس سے خون نہ نکلے۔ اگر یہ زخم عمداً لگایا گیا ہو تو اس کا قصاص واجب ہوگا اور اگر غلطی سے لگ گیا ہو تو ایک عادل آدمی کا فیصلہ قبول کر لیا جائے گا۔ (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ا کا جز ۲)

حبس (قید کر دینا)

۱۔ تعریف: ایک جگہ بند کر دینے اور وہاں سے باہر نکلنے کا موقعہ نہ دینے کو حبس کہتے ہیں۔

۲۔ مدیون کو محبوس کرنا: اگر مدیون یعنی مقروض خوش حال ہو لیکن دین کی ادائیگی کے سلسلے میں ٹال مٹول کر رہا ہو اور دائن اسے قید میں ڈال دینے کا مطالبہ کرے تو اس صورت میں قاضی کو دین کی ادائیگی تک اسے قید میں رکھنے کا اختیار ہوگا۔ لیکن تنگ دست مدیون کے سلسلے میں اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا کیونکہ اگر قاضی اسے قید میں ڈال دے گا تو اس سے نہ صرف اس کے بال بچوں کو نقصان پہنچے گا بلکہ دائن کو بھی۔ پھر اس اقدام سے دائن کو بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ قید ہو جانے کی صورت میں وہ کمائی کرنے سے محروم ہو جائے گا۔ اس لیے اگر کمائی کرنے کی خاطر اسے قید سے باہر رہنے دیا جائے تو اس کے لیے اپنے اہل و عیال کا خرچ چلانا نیز دین ادا کر دینا ممکن ہوگا۔ دو شخص حسن بصریؒ کے پاس آئے اور ایک نے اقرار کیا کہ اس کے ذمہ اس کے رفیق کا دین ہے۔ دائن نے آپ سے کہا کہ اسے میری خاطر قید میں ڈال دیجیے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں اس کے کسی مال کا علم ہے جسے ہم لے کر تمہیں دے سکیں؟ یا کسی ایسی چیز کا جسے فروخت کر کے ہم اس کا ثمن تمہارے حوالے کر سکیں؟ دائن نے اس کا جواب نفی میں دیا جسے سن کر آپ نے بحیثیت قاضی فرمایا: ''میں اسے تمہاری خاطر قید میں ڈال نہیں سکتا بلکہ اسے باہر ہی رہنے دوں گا تاکہ یہ اپنے لیے اور اپنے بال بچوں کے لیے محنت مزدوری کر سکے۔''(۲) (دیکھیے مادہ دین نمبر ۷) نیز (مادہ اعسار نمبر ۲ کا جز ب)

۳۔ محبوس کا تبرع (دیکھیے مادہ تبرع نمبر۲ کے جز ھ کا جز۲) نیز (مادہ حجر نمبر۲ کے جز ب کے جز۲ کا جز ھ)

✿ لعان سے انکار کرنے والی بیوی کو اس وقت تک قید میں رکھنا جب تک وہ لعان کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے۔ (دیکھیے مادہ لعان نمبر۳)

✿ مرتد ہو جانے والی عورت کو اسلام کی طرف واپسی تک محبوس رکھنا۔ (دیکھیے مادہ ردۃ نمبر۴ کا جز ب)

حج (حج کرنا)

۱۔ تعریف: مخصوص زمانے میں مخصوص اماکن کی زیارت اور ان کے پاس مخصوص افعال کی ادائیگی کو حج کرنا کہتے ہیں۔

۲۔ حج کا حکم: حج کی قدرت رکھنے والے مسلمان پر زندگی بھر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے کیونکہ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۹۷ میں ارشاد باری ہے۔ (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ جس شخص کو بیت اللہ تک جانے کی استطاعت ہو، اس پر یعنی ایسے لوگوں پر اللہ کے لیے اس کا حج فرض ہے۔)

۳۔ حج کا وقت: حج کے مہینے شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔ (۳) ان کے دوران جو شخص عمرہ کرے گا، وہ تمتع کرنے والا شمار ہوگا اور جو شخص ان مہینوں میں حج کا احرام باندھے گا، حج کے لیے اس کا یہ احرام درست ہوگا۔

۴۔ حج کن لوگوں پر واجب ہے؟:

أ۔ ایک عاقل، بالغ اور آزاد مسلمان پر حج واجب ہوتا ہے اور فریضۂ حج کی ادائیگی صرف اس کی ہی درست ہوتی ہے۔ بنا بریں اگر کوئی غلام یا دیوانہ یا نابالغ یا کافر حج کر لے اور پھر مذکورہ غلام آزاد ہو جائے یا مذکورہ دیوانہ شفایاب ہو جائے یا نابالغ بالغ ہو جائے یا کافر مسلمان ہو جائے تو ان کا کیا ہوا حج حجۃ الاسلام یعنی فرض حج کی ادائیگی کے کام نہیں آئے گا بلکہ نئے سرے سے حج کرنا ان پر واجب ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر نابالغ اور غلام حج کریں، پھر وہ بالغ ہو جائے اور غلام آزاد ہو جائے تو ان پر حج لازم ہوگا۔'' (۴) اگر نابالغ یا غلام حج کے لیے احرام باندھ لے اور وقوف عرفہ سے پہلے پہلے وہ بالغ ہو جائے یا غلام آزاد ہو جائے تو ان کا یہ حج فرض حج کے لیے کافی ہو جائے گا۔ (۵)

ب۔ جو شخص حج کے نفقہ یعنی زادراہ اور سواری کا مالک ہو اُسی پر حج فرض ہوگا۔ حسن بصریؒ نے قول باری (مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا) کی تفسیر میں فرمایا: ''زادراہ اور سواری۔'' (۶) آپ نے مزید کہا ہے کہ جب حضور ﷺ نے ارشاد باری (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔) کی تلاوت فرمائی تو صحابہ کرام نے عرض کیا: ''اللہ کے رسول ﷺ! سبیل سے کیا مراد ہے؟'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''زادراہ اور سواری۔'' (۷) بنا بریں اگر ایک شخص کے پاس مکان بھی ہو اور خادم بھی لیکن اس کے پاس حج کا سفر خرچ موجود نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ اس شخص پر

حج فرض نہیں سمجھتے تھے جو صرف مکان اور خادم کا مالک ہوتا ہے۔ (۸) جس شخص کی عادت دست سوال دراز کرنے یا پیدل چلنے کی ہو، اگر اس کے پاس زادراہ اور سواری نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ (۹) جو شخص زادراہ یعنی سفر خرچ اور سواری کے جانور کا مالک نہ ہو لیکن حج کے دوران کام کر کے یا کسی اور کی خدمت وغیرہ کر کے کمائی کر لے تو اس کا حج درست ہوگا۔ (۹ ب) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو مزدور کسی کے ساتھ حج پر جائے تو اس کا حج درست ہو جائے گا۔'' (۱۰)

ج۔ عورت پر اس وقت تک حج فرض نہیں ہوگا جب تک اس کے ساتھ جانے کے لیے کوئی محرم اسے نہ مل جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورت صرف محرم کے ساتھ حج کرے۔'' (۱۱) عدت طلاق اور عدت وفات حج کے لیے سفر کرنے سے مانع نہیں ہوتی۔ یونس بن عبید نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''طلاق بائن پانے والی عورت اپنی عدت کے اندر حج کر سکتی ہے۔'' (۱۲) نیز فرمایا: ''عورت اگر اپنی عدت کے دوران حج کرلے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (۱۳) عورت پر فریضہ حج کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے خواہ اس کا شوہر اسے اس کی اجازت نہ بھی دے کیونکہ فرض حج دین یعنی قرض کے بمنزلہ ہوتا ہے۔ (۱۴) اس لیے جس طرح دین کی ادائیگی کے سلسلے میں شوہر کی ممانعت کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، اسی طرح فریضہ حج کی ادائیگی کے سلسلے میں اس کی ممانعت قابل التفات نہیں سمجھی جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورت اپنے شوہر سے فریضہ حج کی ادائیگی کی اجازت طلب کرے۔ اگر وہ اس کی اجازت نہ دے تو کسی محرم کے ساتھ حج پر روانہ ہو جائے کیونکہ یہ فریضہ اللہ کے عائد کردہ فرائض میں سے ایک ہے۔ اس کی ادائیگی کے سلسلے میں عورت پر اپنے شوہر کی اطاعت لازم نہیں آئے گی۔'' (۱۵) البتہ نفلی حج کی ادائیگی کے لیے عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں نکلے گی۔ حسن بصریؒ نے اس عورت کے بارے میں جس نے اپنے شوہر سے نفلی حج پر جانے کی اجازت مانگی ہو اور اسے اس کی اجازت نہ ملی ہو، پھر اس نے زیارت پر جانے کی اجازت طلب کی ہو اور اسے اس کی اجازت مل گئی ہو اور پھر اس نے سفید لباس پہن کر حج کا احرام باندھ لیا ہو، فرمایا: ''اسے ایسا کرنے کا اختیار نہیں ہے۔'' (۱۶) (دیکھئے مادہ استئذان نمبر ۲ کا جزا)

د۔ اگر ایک شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو جو اس کے لیے سفر حج سے مانع ہو اور اس بیماری سے شفایابی کی امید بھی کم ہو اور پھر اس کے پاس مال ہو اور اسے کوئی ایسا شخص مل جائے جو اس کی طرف سے اجرت پر حج کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے تو اس پر حج فرض ہو جائے گا اور اپنی طرف سے حج کرنے کے لیے مذکورہ شخص اجرت پر حاصل کرنا اس کے لیے ضروری ہوگا۔ (۱۷)

ھ۔ اگر ایک شخص حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد مرتد ہو جائے اور پھر اسلام کی طرف لوٹ آئے تو اس پر دوبارہ حج فرض نہیں ہوگا البتہ حج کر لینا مستحب ہوگا۔ (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۴ کا جز د)

۵۔ غیر کی طرف سے حج کرنا:

أ۔ اس کی مشروعیت: حج مالی اور بدنی عبادت ہے۔ اس کے اندر محدود پیمانے میں نیابت جائز ہے۔ اس بارے میں بنیادوہ حدیث ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک خاتون حضورﷺ کے پاس آئی اور عرض کی: ''اللہ کے رسولﷺ! لوگوں پر اللہ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ حج میرے بوڑھے باپ پر بھی آن پڑا ہے لیکن ان کے اندر سواری پر بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟'' آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ (۱۸)
اسی طرح حضرت ابن عباسؓ ہی کی روایت ہے کہ ایک شخص حضورﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: ''اللہ کے رسولﷺ! میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن اس کی وفات ہوگئی۔ اب کیا کیا جائے؟'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''اگر تمہاری بہن پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تم یہ قرض ادا کرتے؟'' سائل نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''پھر اللہ کا قرض اتارو۔ وہ اس بات کا بڑھ کر حق دار ہے کہ اس کا قرض اتارا جائے۔'' (۱۹) حسن بصریؒ نے فتویٰ دیا تھا کہ جو شخص کسی مشروع عذر کی بنا پر فرض حج ادا کیے بغیر وفات پا جائے اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس کے پورے مال سے اس کی طرف سے حج کرنا واجب ہوگا خواہ وہ حج کرنے کی وصیت کر جائے یا وصیت نہ کرے۔ (۲۰) اگر وہ کسی غیر مشروع عذر کی بنا پر محض سستی اور کوتاہی کی بنا پر حج نہ کرے اور اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کر جائے تو اس صورت میں اس کے تہائی مال سے اس کی طرف سے حج کیا جائے گا۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی زکوۃ ادا کرنے اور اپنا فرض حج ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے، یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو جائے، فرمایا: ''حج اور زکوۃ کی ادائیگی سے ابتدا کی جائے گی۔'' پھر فرمایا: ''نہیں، اس طریق کار میں کوئی عزت اور شرف نہیں ہے۔ وہ اپنی زکوۃ اور اپنے حج کی ادائیگی ترک کیے رکھے یہاں تک کہ جب اس کا مال غیر کا ہونے لگے تو کہے کہ: ''میری طرف سے حج کرلو، میری طرف سے زکوۃ ادا کردو'' یہ ادائیگی اس کے تہائی مال سے ہو گی۔'' (۲۱) اسی مفہوم پر آپ کا یہ قول محمول ہوگا کہ: ''اگر ایک شخص حج کرنے یا زکوۃ دینے کی وصیت کر جائے تو یہ بمنزلہ دین ہوگا۔'' (۲۲)
اگر ایک شخص اپنی طرف سے نفل حج ادا کرنے کی وصیت کر جائے تو اس حج کے اخراجات اس کے تہائی مال سے ادا کیے جائیں گے۔ (۲۳) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ہر واجب کی ادائیگی راس المال یعنی پورے مال سے ہوگی (۲۴) اس کا مفہوم یہ ہے کہ غیر واجب کی ادائیگی تہائی مال سے ہوگی۔ آپ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کر جائے، فرمایا: ''اگر اس نے پہلے حج کرلیا ہو تو وصیت والا حج اس کے تہائی مال سے ہوگا اور اگر اس نے پہلے حج نہ کیا ہو تو یہ حج اس کے پورے مال سے ہوگا خواہ اس نے اس کی وصیت کی ہو یا وصیت نہ کی ہو۔ یہ حج اس پر بمنزلہ دین ہوگا۔'' (۲۵)
اگر ایک شخص اپنے حج کی ادائیگی شروع کردے لیکن اس کے اتمام سے قبل اس کی وفات ہو جائے تو اس کے اتمام کے لیے اجرت پر کسی کو حاصل کیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنے حج

کے تمام افعال ادا کرنے سے پہلے وفات پا جائے، فرمایا: ''اس کی طرف سے حج کے باقی ماندہ افعال ادا کیے جائیں گے۔''(۲۶)

ب۔ غیر کی طرف سے حج کرنے والے کا اپنا حج: جس شخص نے اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو، اس کے لیے حسن بصریؒ کے نزدیک غیر کی طرف سے حج کرنا یعنی حج بدل جائز ہے۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنا فرض ادا کیے بغیر حج بدل کرے، فرمایا: ''اس کا یہ حج درست ہوگا۔''(۲۷) نووی نے آپ سے ایسے حج کے درست نہ ہونے کی بات نقل کی ہے۔(۲۸) (دیکھئے مادہ تغریر نمبر۲ کا جز أ) جو شخص غیر کی طرف سے حج کرے، اس کے لیے اتنے ہی ثواب کی امید کی جائے گی جتنا ثواب مذکورہ غیر کو ملنے والا ہو۔(۲۹)

ج۔ حج بدل کرنے والا کہاں سے چلے: غیر کی طرف سے حج کرنے والے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اسی شہر سے حج پر روانہ ہو جہاں اصیل یعنی مذکورہ غیر رہتا ہو بلکہ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اصیل کے شہر سے حج پر روانہ ہو اور کسی اور شہر سے بھی جہاں وہ مقیم ہو خواہ یہ شہر حرم سے دور ہو یا نہ ہو۔(۳۰)

د۔ تلبیہ کے اندر اصیل کا نام لینا: اگر کوئی شخص کسی غیر کی طرف سے حج کرے تو بہتر یہ ہوگا کہ وہ تلبیہ میں یہ کہے کہ: ''لبیک اللھم عن فلان.'' (اے اللہ! فلاں کی طرف سے لبیک) اگر وہ ایک مرتبہ اس طرح کہہ دے تو کافی ہو جائے گا۔ اگر وہ اپنی زبان سے مذکورہ فقرہ نہ کہے لیکن اپنے دل میں اس کی نیت کر لے تو یہ نیت بھی اس کے لیے کافی ہو جائے گی۔ حج بدل کرنے والے کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس کے لیے یہ کافی ہے کہ تلبیہ کے اندر ایک مرتبہ مذکورہ غیر کا نام لے لے اور کہے کہ: ''لبیک عن فلان'' اگر نام نہ لے تو بھی حج جائز ہو جائے گا۔''(۳۱)

۶۔ فرض حج کا نذر کے حج میں ادغام: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جس شخص نے حج کی نذر مانی ہو جب کہ ابھی فرض حج ادا نہ کیا ہو تو اس کا ایک حج اس کے فرض اور نذر دونوں حج کے لیے کافی ہو جائے گا۔(۳۲)

۷۔ حج کی قسمیں: عمرے کے ساتھ حج کے مربوط ہونے کے اعتبار سے حج کی تین قسمیں ہیں۔

أ۔ حج افراد: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنے شہر سے صرف حج کا قصد کر کے چل پڑے، عمرے کا قصد نہ ہو اور پھر حج کے اختتام یعنی دس ذی الحجہ تک اسی ارادے پر قائم رہے۔

ب۔ حج تمتع:

۱۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ ایک شخص حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کر کے تمتع کرنے والا بن جاتا ہے خواہ اس کے بعد حج کر لے یا حج نہ کرے اور خواہ حرم میں ہی رہے یا اپنے گھر واپس آ جائے۔(۳۳) آپ نے فرمایا: ''جو شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کر لے، وہ تمتع کرنے والا قرار پائے گا۔''(۳۴)

۲۔ حج کے مہینے یعنی اشہر حج شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔ جن کا آخری دن یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) ہے۔ بنابریں جو شخص یوم النحر کو قربانی کرنے کے بعد اس دن کے اختتام سے پہلے پہلے عمرہ کر لے، وہ متمتع شمار ہوگا۔(۳۵) اور اس پر ہدی (قربانی) اسی طرح لازم ہو جائے گا جس طرح حج تمتع

کرنے والے پر لازم ہوتا ہے۔ (۳۶)

۳۔ اشہر حج کے اندر ہمارے مذکورہ بالا عمرے کا اس وقت اعتبار ہوگا جب اس عمرے کا طواف اشہر حج کے اندر کیا جائے۔ بنابریں اگر ایک شخص رمضان میں عمرے کا احرام باندھ کر مکہ آ جائے اور شوال میں جو کہ حج کا مہینہ ہے، اس عمرے کا طواف کرے تو وہ متمتع شمار ہوگا۔ (۳۷)

۴۔ حسن بصریؒ کے نزدیک حج تمتع حج افراد اور حج قران سے افضل ہے۔ (۳۸) بنابریں آپ حج تمتع کرنے کا حکم دیتے تھے۔ (۳۹) آپ کی رائے تھی کہ اگر ایک مسلمان بیس مرتبہ بھی حج کر چکا ہو تو بھی وہ حج تمتع ضرور کرے۔ (۴۰) آپ کی یہ بھی رائے تھی کہ اگر ایک مسلمان اپنے حج میں افراد یا قران کی نیت کر لے تو اس کے لیے بہتر ہوگا کہ طواف اور سعی کرنے کے بعد حج کی نیت فسخ کر کے اسے عمرہ میں تبدیل کر دے اور پھر نئے سرے سے حج کا احرام باندھے۔ البتہ اگر وہ اپنے ہدی یعنی قربانی کا جانور بھی لایا ہو تو پھر وہ اپنے احرام پر قائم رہے۔ (۴۱) منصور بن المعتمر کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ نے حج کیا، آپ کے ساتھ میں نے بھی اسی سال حج کیا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''ابوسعید! (حسن بصریؒ کی کنیت) میں خراسان کا رہنے والا ہوں اور بہت دور سے آیا ہوں۔ میں حج افراد کا احرام باندھ کر آیا ہوں۔'' آپ نے اس سے فرمایا: ''اسے عمرے میں تبدیل کر دو اور احرام کھول دو۔'' آپ کی یہ بات مکہ میں پھیل گئی اور لوگوں کو بڑی اوپری لگی۔ پھر عطاء بن ابی رباح آئے۔ ان کے سامنے اس بات کا تذکرہ ہوا۔ انہوں نے فرمایا: ''شیخ (حسن بصریؒ) نے سچ کہا۔ ہم یہ بات اپنی زبان پر لانے سے ڈرتے تھے۔'' (۴۲)

۵۔ اگر ایک مسلمان حج تمتع کر لے تو یہ حج اس پر واجب عمرے کے لیے بھی کافی ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حج تمتع عمرے کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔'' (۴۳)

۶۔ اشہر حج کے اندر عمرے کی ادائیگی سے متمتع پر ہدی لازم ہو جاتا ہے خواہ وہ اسی سال حج کیے بغیر اپنے گھر واپس کیوں نہ ہو جائے۔ (۴۴) اہل مکہ پر تمتع کا ہدی واجب نہیں ہے۔ (۴۵) تمتع کرنے والا اگر چاہے تو اپنا ہدی میدان عرفات میں لے جا کر کھڑا کرے۔ یہ افضل ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر وہ چاہے تو اپنا ہدی عرفات میں لے جا کر کھڑا کرے اور اگر چاہے تو نہ لے جائے، تاہم ہدی کو عرفات میں لے جا کر کھڑا کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔'' (۴۶) وہ اپنا ہدی منیٰ میں ذبح کرے گا بشرطیکہ اسے یہ بات میسر ہو۔ آپ نے فرمایا: ''اسے منیٰ کے اندر جو مقام میسر آئے، وہاں قربانی کے اپنے اونٹ ذبح کر لے۔'' (۴۷) اگر اسے منیٰ کے اندر قربانی کرنا میسر نہ آئے تو حرم کے اندر جس مقام میں چاہے، اپنا ہدی ذبح کر لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ہر واجب دم یعنی ہدی مکہ کے سوا کسی اور مقام پر ذبح کرنے کا اسے اختیار نہیں۔'' (۴۸) مکہ سے آپ کی مراد حرم ہے۔ (دیکھئے مادہ ھدر)

اگر وہ ہدی کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس صورت میں اس پر دس روزے لازم ہوں گے۔ ان میں سے تین

روزے وہ حج کے دوران اس طرح رکھے گا کہ آخری روزہ یوم عرفہ کو ہوگا۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۶ میں ارشاد باری ہے (فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ۔ حج کے اندر تین دن کے روزے) اس کی تفسیر میں حسن بصریؒ فرماتے: "ان روزوں کا آخری دن یوم عرفہ ہو۔"(۴۹) یہ روزے ایام منیٰ یعنی ایام تشریق میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ (۵۰) بلکہ ان ایام کے بعد رکھے (۵۱) تاہم اگر متمتع کو حرم پہنچنے میں یوم عرفہ تک موخر ہو جانے کا خطرہ ہو تو وہ یہ تین روزے راستے میں رکھ سکتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر متمتع راستے میں ہو اور اسے یہ خدشہ ہو کہ وہ یوم عرفہ ہی کو مکہ پہنچ سکے گا تو اس صورت میں وہ راستے میں یہ تین روزے رکھ لے۔"(۵۲) باقی ماندہ سات روزے وہ اپنے گھر واپس پہنچ کر رکھے گا کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۹۶ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(جو شخص حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھائے، وہ حسب مقدور قربانی دے اور اگر قربانی میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے زمانے میں اور سات گھر پہنچ کر۔ اس طرح پورے دس روزے رکھ لے۔ یہ رعایت ان لوگوں کے لیے ہے جن کے گھر بار مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔"

اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ گھر جاتے ہوئے یہ سات روزے اور ان میں سے بعض راستے ہی میں رکھ لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "متمتع کے سات روزے اگر وہ چاہے تو راستے میں رکھ لے اور اگر چاہے تو گھر پہنچ کر رکھ لے۔"(۵۳)

اگر متمتع روزے شروع کر دے اور ان سے فارغ ہونے سے قبل ہی قربانی دینے کی اسے قدرت حاصل ہو جائے تو روزے چھوڑ کر قربانی دینا اس پر لازم ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "حج تمتع کے اندر اگر تم روزے رکھو اور روزوں سے فراغت سے قبل تمہیں قربانی میسر ہو جائے تو قربانی دو لیکن اگر فراغت کے بعد تمہیں قربانی میسر آ جائے تو قربانی دینا تم پر لازم نہیں ہوگا۔"(۵۴) جصاص رازی نے حسن بصریؒ کا مسلک نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر متمتع کو قربانی میسر نہ ہو اور وہ روزے رکھے لیکن روزے شروع کرنے کے بعد یا انہیں پورا کر لینے کے بعد اور احرام کھولنے سے پہلے اسے قربانی مل جائے تو قربانی دینا اس پر لازم ہوگا۔ (۵۵) ابن قدامہ نے: "المغنی" کے اندر حسن بصریؒ کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ متمتع اگر روزے شروع کر دے اور پھر اسے قربانی میسر آ جائے تو روزے چھوڑ کر قربانی کرنا اس کے لیے ضروری نہیں ہوگا الا یہ کہ وہ ایسا کرنا چاہے۔(۵۶)

ج۔ حج قران: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک مسلمان حج کے ساتھ عمرے کا ادغام کر دے۔ بالفاظ دیگر ایک ہی احرام میں حج اور عمرے کو یکجا کر دینا قران کہلاتا ہے۔

ا۔ اگر چہ حسن بصریؒ قران پر تمتع کو فضیلت دیتے تھے جیسا کہ (مادہ حج نمبر ۷ کے جز ب کے جز ۴) میں گزر چکا ہے تاہم بعض احوال میں قران ہی متعین ہو جاتا ہے۔ آپ نے اس عورت کے بارے میں جو عمرے کے لیے آئے، یعنی متمتعہ ہو اور اسے حیض آ جائے، فرمایا: "وہ اپنے عمرے پر حج کا احرام باندھ کر عرفات کو

جائے۔وہ حج قران کرنے والی شمار ہوگی۔"(۵۷)

۲۔ قران کی صورت میں انسان کے لیے اس کے حج اور عمرہ دونوں کی خاطر ایک طواف اور ایک سعی کافی ہو جائے گی۔حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر ایک شخص حج اور عمرے کو یکجا کر دے تو دونوں کے لیے ایک طواف کر لے۔"(۵۸)

۳۔ قارن پر قربانی دینا لازم ہے۔اگر قربانی میسر نہ ہو تو روزہ لازم ہوگا جیسا کہ حج تمتع کے سلسلے میں گزر چکا ہے۔(دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کے جز ب کا جز ۶)

۸۔ حج کے لیے احرام باندھنا۔(دیکھئے مادہ احرام)

۹۔ حج کے اندر تلبیہ کہنا۔(دیکھئے مادہ تلبیہ)

۱۰۔ حج فاسد ہو جانا: حج صرف ہمبستری کی بنا پر یا بار بار نظر بازی یا لمس کی وجہ سے انزال کی بنا(۵۹) پر فاسد ہو جاتا ہے جب کہ یہ عمل طواف افاضہ مکمل کرنے سے قبل وقوع پذیر ہو جائے۔(۶۰)(دیکھئے مادہ استمناء نمبر ۴ کا جز ب) جب حج فاسد ہو جائے تو متعلقہ شخص پر درج ذیل امور لازم ہو جائیں گے۔

اَ۔ وہ اپنے حج کو عمرے میں تبدیل کر دے گا اور فاسد حج پر قائم نہیں رہے گا۔(۶۱) حسن بصریؒ سے ایک اور روایت کے مطابق وہ اپنا حج پورا کرے گا۔(۶۲)

ب۔ اگلے سال حج کر کے فاسد شدہ حج کی قضا کرے گا۔(۶۳)

ج۔ کفارہ: یعنی ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) حرم میں ذبح کرے گا۔حسن بصریؒ نے اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستر ہو جانے والے شخص کے متعلق فرمایا: "دونوں اپنا حج پورا کریں گے اور اگلے سال حج کریں گے۔ان پر دم لازم ہوگا۔"(۶۴) اگر ایک شخص بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لے اور کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوبارہ ہمبستر ہو جائے تو ہمبستری کے تعدد سے کفارے کے تعدد کی ضرورت نہیں ہوگی۔احرام کی حالت میں اپنی بیوی سے کئی بار ہمبستری کرنے والے شخص کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر اس نے کفارہ نہ دیا ہو تو اس پر ایک قربانی لازم ہوگی۔"(۶۵)

اگر ایک شخص قارن ہو اور اپنا حج فاسد کر دے تو اس پر دو ہدی واجب ہوں گے۔ایک ہدی حج فاسد کرنے کی وجہ سے اور ایک ہدی عمرہ فاسد کرنے کی بنا پر۔قارن اگر اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: "اس پر دو بدنہ لازم ہوں گے۔"(۶۶)

اگر ہمبستری جمرۂ عقبہ کی رمی سے قبل وقوع پذیر ہوئی ہو تو مذکورہ بالا کفارے کے وجوب کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی روایات میں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن آیا جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد اور طواف افاضہ سے قبل ہمبستری کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا؟ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جو طواف افاضہ سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لے۔آپ نے جواب میں فرمایا: "اس پر اگلے سال حج کرنا لازم ہے۔" اور سرے سے قربانی کا ذکر ہی نہیں کیا۔(۶۷) میں (صاحب

کتاب) کہتا ہوں کہ آپ نے قربانی کا ذکر شاید اس لیے نہیں کیا کہ سائل کو یہ بات معلوم تھی۔ اس کا ذکر نہ کرنا اس کے عدم وجوب کی دلیل نہیں ہے۔

د۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ میاں بیوی اگر ہمبستری کر کے اپنا حج فاسد کر دیں اور پھر اگلے سال حج قضا کرنے کے لیے آئیں تو اس وقت دونوں کو ایک دوسرے سے جدا رکھنے کا عمل واجب نہیں ہوگا۔ آپ نے ایسے ایک شخص کے متعلق فرمایا: ''میاں بیوی دونوں اپنا حج پورا کریں گے اور اگلے سال حج کریں گے۔ ان پر دم واجب ہوگا اور وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوں گے۔'' (٦٨)

حج کے افعال:

۱۱۔ طواف قدوم:

أ۔ حجر اسود کا استلام: سنت طریقہ یہ ہے کہ حجر اسود کے استلام یعنی اسے چھونے یا بوسہ دینے کے ساتھ ایک شخص طواف کی ابتدا کرے اور اپنے طواف کا اختتام بھی اسی عمل پر کرے۔ اگر استلام کی قدرت نہ ہو تو تکبیر کہتے ہوئے اس کی طرف اشارہ بھی کافی ہوگا۔ حسن بصریؒ کو طواف کی ابتدا اور اس کے اختتام پر حجر اسود کا استلام بہت اچھا لگتا تھا۔ اگر آپ کو اس کی قدرت نہ ہوتی تو تکبیر کہتے۔ حضور ﷺ پر درود بھیجتے اور آگے چلے جاتے۔ (٦٩) آپ نے یہ بات خود بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''جب ایک شخص بیت اللہ پہنچ جائے تو اگر حجر اسود کا استلام کر سکے تو کر لے ورنہ اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے تین دفعہ تکبیر کہے اور پھر طواف کے سات چکر لگائے۔ جب سات چکر لگا کر طواف سے فارغ ہو جائے تو آخر میں استلام کر سکے تو کر لے ورنہ ہاتھ بلند کر کے تین دفعہ تکبیر کہے۔'' (٧٠) آپ خود جب حجر اسود کا استلام کرتے تو تسبیح کرتے اور تکبیر کہتے اور یہ دعا مانگتے: ''اے اللہ! میں کفر سے، فقر سے اور ذلت کے مواقع سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔'' (٧١)

ب۔ چکروں کی تعداد: اوپر ہم نے حسن بصریؒ سے منقول جس نص کا ذکر کیا ہے، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ طواف قدوم نیز دیگر طوافوں کے اندر چکروں کی تعداد سات ہے۔

ج۔ حجر یعنی حطیم کے پیچھے سے طواف کرنا: حطیم کعبہ میں داخل ہے اور کعبہ کا طواف کرنے والے پر حطیم کو اپنے طواف کے اندر رکھنا لازم ہے۔ اگر کوئی شخص حطیم کو باہر رکھ کر طواف کرے اور اسے اپنے طواف میں داخل نہ کرے تو اس پر طواف کا اعادہ لازم ہوگا۔ جب تک وہ حالت احرام میں مکے کے اندر رہے۔ اگر طواف کا اعادہ کیے بغیر وہ احرام کھول دے تو اس پر دم لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ نے حطیم کو باہر رکھ کر طواف کرنے والے کے متعلق فرمایا: ''وہ طواف کا اعادہ کرے۔ اگر وہ ایسا کیے بغیر احرام کھول دے اور بیوی سے ہمبستری کر لے تو دم دینا اس پر لازم ہوگا۔'' (٧٢)

د۔ رمل اور اضطباع: رمل (کندھے ہلا ہلا کر چلنا) اور اضطباع (داہنی بغل سے چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا اور بازو ظاہر کرنا) غیر مکی مردوں کے لیے سنت ہے، عورتوں کے لیے سنت نہیں کیونکہ نہ تو عورتوں پر رمل ہے نہ اہل مکہ پر اور نہ ان پر جو مکہ سے احرام باندھیں۔ الا یہ کہ اہل مکہ میں سے کوئی شخص مکہ سے باہر ہو

اور پھر مکہ آئے۔(۷۳)حسن بصریؒ نے فرمایا:''عورتوں پر رمل نہیں۔''(۷۴)نیز فرمایا:''اہل مکہ پر رمل نہیں اور نہ ان لوگوں پر جو مکہ سے احرام باندھیں۔''(۷۵)مسنون رمل طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رکن یمانی اور رکن حجر اسود کے سوا باقی ماندہ حصے میں ہے۔رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان طواف کرنے والا قدموں سے چلے گا اور رمل نہیں کرے گا۔(۷۶)اگر طواف کرنے والا مذکورہ شخص طواف کے اندر رمل یا اضطباع ترک کردے گا تو اس پر دم لازم ہوگا۔(۷۷)

ھ- طواف کے دوران قرآن کی تلاوت: حسن بصریؒ طواف کے دوران قرآن کی تلاوت کو مکروہ قرار دیتے تھے۔(۷۸)آپ سے منقول ایک اور روایت کے مطابق ایسا کرلینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۷۹)

و- طواف سے مانع عذر کا زائل ہو جانا: اگر مریض طواف کرنے کی سکت نہ رکھتا ہو اور اسے کسی چیز پر لاد کر طواف کرایا جائے اور چند چکر ختم کر لینے کے بعد اسے طواف کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے تو وہ نیچے اتر آئے اور اپنا طواف مکمل کرلے نیز گزشتہ چکروں کو بھی طواف میں شمار کرے۔حسن بصریؒ نے فرمایا:''اگر مریض کو اٹھا کر طواف کرایا جائے اور چند چکروں کے بعد وہ طواف کرنے کی طاقت محسوس کرے تو نیچے اتر آئے اور اپنے طواف کے باقی ماندہ چکر مکمل کرلے اور گزشتہ اشواط یعنی چکروں کو بھی اپنے طواف میں شمار کرلے۔''(۸۰)

ز- طواف کو درمیان سے قطع کر دینا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر طواف کرنے والا کسی سبب کی بنا پر اپنا طواف درمیان سے قطع کردے مثلاً طواف کے دوران جماعت کھڑی ہو جائے اور وہ فرض نماز کی ادائیگی کی خاطر طواف چھوڑ دے(۸۱)یا طواف کے دوران اسے حدث لاحق ہو جائے اور وضو کرنے کے لیے طواف چھوڑ کر چلا جائے(۸۲)یا اسے کوئی اور ضرورت پیش آئے جس کی وجہ سے وہ طواف قطع کردے تو ان صورتوں میں وہ نئے سرے سے طواف شروع کرے گا اور گزشتہ طواف کے چکروں کو شمار میں نہیں لائے گا۔حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جسے طواف کے دوران کوئی ضرورت پیش آجائے، فرمایا:''وہ اپنا طواف قطع کردے اور پھر نئے سرے سے طواف شروع کردے۔''(۸۳)اس مسئلے میں حسن بصریؒ متفرد ہیں۔

اگر طواف کے دوران ایک شخص پر بے ہوشی طاری ہو جائے تو یہ بے ہوشی اس کے طواف کو باطل نہیں کرے گی۔ہوش میں آنے کے بعد وہ اس طواف کا باقی ماندہ حصہ مکمل کرلے گا۔(دیکھئے مادہ اغماء نمبر۲ کا جزھ)

ح- طواف کے لیے باوضو ہونا: طواف کی صحت کے لیے طواف کرنے والے کا تمام احداث سے پاک ہونا شرط ہے۔بنا بریں طواف کے دوران حدث لاحق ہونے کی صورت میں وہ اپنا طواف چھوڑ کر وضو کرے گا اور پھر نئے سرے سے طواف کرے گا۔(۸۴)استحاضہ عورت کے لیے طواف سے مانع نہیں ہے۔(دیکھئے مادہ استحاضہ نمبر۴ کا جز ا)نیز (مادہ حیض نمبر۵ کا جزھ)

سنت طواف: طواف کے سات چکر مکمل کر لینے کے بعد طواف کرنے والا مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں

ادا کرے گا۔ یہ رکعتیں طواف کی سنت ہیں۔(۸۵) یہاں چند امور ایسے ہیں جن کی وضاحت حسن بصریؒ کے مسلک کے مطابق ضروری ہے۔

اول: یہ بات سنت ہے کہ طواف کرنے والا ہر سات چکروں کے بعد دو رکعتیں ادا کرے۔ اس کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ کئی سات چکر یکجا کر لے اور پھر ہر سات چکروں کے لیے پے در پے دو دو رکعتیں پڑھتا چلا جائے۔ (۸۶)

دوم: اگر وہ طواف کے بعد کوئی فرض نماز ادا کرے تو یہ نماز طواف کی دو رکعتوں کے لیے کافی ہو جائے گی۔(۸۷)

سوم: اگر وہ مقام ابراہیم کے پیچھے طواف کی دو رکعتیں نہ پڑھ سکے بلکہ کسی اور جگہ پڑھ لے تو بھی درست ہوگا اگر چہ یہ رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے ادا کرنا افضل ہے۔(۸۸)

۱۲۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی:

أ۔ سعی کا حکم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی واجب ہے، رکن نہیں ہے اور حج یا عمرے کا احرام باندھنے والا سعی کرنے کے بعد ہی اپنا احرام کھولے۔(۸۹) سعی ترک کرنے والے پر دم لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ نے سعی ترک کرنے والے کے متعلق فرمایا: ''اس پر دم لازم ہوگا۔''(۹۰)

ب۔ سوار ہو کر سعی کرنا: سنت تو یہ ہے کہ مرد اور عورتیں اپنے قدموں پر چل کر سعی کریں۔ حسن بصریؒ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کے لیے مردوں اور عورتوں کے سوار ہونے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔(۹۱)

ج۔ سعی کے لیے باوضو ہونا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے لیے طہارت یعنی باوضو ہونا شرط نہیں ہے۔ کیونکہ حائضہ نیز جنبی اور بے وضو شخص سعی کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر عورت طواف کر لے اور پھر اسے حیض آ جائے تو وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر لے۔''(۹۲) نیز فرمایا: ''اگر کوئی شخص بے وضو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، باوضو شخص میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔''(۹۳) جنبی اگر سعی کر لے تو احرام کھولنے سے پہلے پہلے اس پر سعی کا اعادہ لازم ہوگا لیکن اگر وہ احرام کھول دے تو اس کی سعی درست ہو جائے گی اور اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔(۹۴) اس مسئلے کے اندر بھی حسن بصریؒ متفرد ہیں۔

د۔ ترتیب: سعی کو طواف سے موخر رکھنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے سعی کر لے اور پھر طواف کرے تو یہ سعی قابل اعتبار نہیں ہوگی بلکہ اس پر اس کا اعادہ لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص طواف کرنے سے پہلے سعی کر لے تو یہ سعی کسی شمار میں نہیں آئے گی۔''(۹۵) طواف اور سعی کے درمیان فصل نہ کرنا مستحسن ہے۔ ان دونوں کی آگے پیچھے ادائیگی ہونی چاہیے۔ حسن بصریؒ، طواف اور سعی کے درمیان فصل کو مکروہ سمجھتے تھے۔(۹۶) صفا سے سعی کی ابتدا کرنا اور مروہ پر اسے ختم کرنا واجب ہے۔ اگر ایک شخص مروہ سے سعی کی ابتدا کر لے تو اس کا یہ پہلا شوط یعنی چکر کسی شمار میں نہیں آئے گا بلکہ جب مروہ پر پہنچے گا تو چکر کا حساب شروع کرے گا۔ مروہ پر پہنچنا اس کی سعی کی ابتدا قرار پائے گا۔(۹۷)

ھ۔ رمل: سعی کے پہلے تین چکروں میں وہ: ''میلین اخضرین'' (سبز رنگ کے بنے ہوئے دو نشانات) کے درمیان رمل کرے گا۔ عورتوں پر رمل نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''صفا اور مروہ کے درمیان عورتوں پر رمل نہیں ہے۔''(۹۸) نہ اہل مکہ پر اور نہ ان لوگوں پر جو مکہ سے احرام باندھیں الا یہ کہ کوئی مکی حرم سے باہر کے علاقے سے آئے تو وہ رمل کرے گا۔(۹۹) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اہل مکہ پر رمل نہیں اور نہ ان لوگوں پر جو مکہ سے احرام باندھیں۔''(۱۰۰)

و۔ سعی کو درمیان سے چھوڑ دینا: کسی سبب کی بنا پر سعی کو درمیان سے چھوڑ دینا جائز ہے۔ واپس آ کر وہ اپنی سعی کا باقی ماندہ حصہ مکمل کر لے گا اور نئے سرے سے سعی کرنے کی اسے ضرورت نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ درمیان سے سعی قطع کر کے آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئے تھے۔(۱۰۱) آپ نے فتویٰ دیا تھا کہ جس شخص پر طواف کے دوران غشی طاری ہو جائے اور اسے اٹھا کر گھر پہنچا دیا جائے تو ہوش میں آنے کے بعد وہ اپنا طواف پورا کر لے۔(۱۰۲) (دیکھیے مادہ اغماء نمبر ۲ کا جزھ)

۱۳۔ وقوف عرفہ:

أ۔ وقوف کرنے والے کے لیے شرط ہے کہ وہ مسلمان اور عاقل ہو۔ پھر اس کا وقوف درست ہوگا۔ بنا بریں دیوانے کا نیز ایسے بے ہوش انسان کا وقوف درست نہیں ہوگا جو وقوف عرفہ کا وقت نکل جانے تک ہوش میں نہ آئے۔(۱۰۳) (دیکھیے مادہ جنون نمبر ۲ کے جزج کا جزا) اور (مادہ اغماء کے جز ۲ کا جز د) فرض حج ادا کرنے کے لیے بالغ اور آزاد ہونا شرط ہے۔ اس شرط کے تحت اس کا وقوف عرفہ درست ہوگا۔ یہ بات (مادہ حج نمبر ۴ کے جز أ) میں گزر چکی ہے۔

ب۔ وقوف عرفہ کا وقت: یہ وقت نویں ذی الحجہ کو عصر کے وقت سے لے کر دسویں ذی الحجہ کی فجر تک ہوتا ہے۔ عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں یکجا کر کے پڑھنا سنت ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عرفہ کے اندر ظہر اور عصر کے مابین جمع سنت ہے۔''(۱۰۴) عرفات میں رات اور دن کے درمیان جمع واجب ہے۔ وقوف کرنے والا دن کا کچھ حصہ نیز رات کا کچھ حصہ وقوف میں صرف کرے گا حتیٰ کہ اگر وہ دن کے وقت وقوف کرے اور رات کے کسی حصے میں وقوف نہ کرے بلکہ غروب سے پہلے ہی عرفات سے چل پڑے تو اس پر ہدی کی قربانی لازم ہو جائے گی۔(۱۰۵) اگر وہ رات کے حصے میں وقوف کرے اور دن کے حصے میں وقوف نہ کرے مثلاً عرفات میں دیر سے پہنچے تو اس پر بدنہ (اونٹ یا گائے) کی قربانی لازم ہو جائے گی اور اس کا حج ہو جائے گا۔(۱۰۶) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص دسویں ذی الحجہ کے طلوع فجر سے پہلے عرفات میں وقوف کر لے تو اس کا حج ہو جائے گا خواہ عرفات سے مزدلفہ پہنچنے پر لوگ وہاں سے چلے کیوں نہ گئے ہوں(۱۰۷) پھر جب تک امام عرفہ سے روانہ نہ ہو، وہ عرفہ سے روانہ نہیں ہوگا۔ اگر امام حج سے پہلے وہ عرفات چل پڑے تو اس پر دم واجب ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص امام (یعنی امام حج) سے پہلے عرفات سے چل پڑے، اس پر دم واجب ہے۔''(۱۰۸)

ج۔ وقوف عرفہ کے آداب: جو شخص وقوف عرفہ کرنے والا ہو، اس کے لیے اس دن روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تاکہ بے روزہ ہونے کی صورت میں اس کی جسمانی قوت بحال رہے اور وہ پوری یکسوئی اور لگن کے ساتھ دعاؤں میں یہ دن گزار سکے۔ حسن بصریؒ اگر مکہ میں ہوتے تو عرفہ کے دن روزہ رکھنے کو ناپسند کرتے۔ (۱۰۹) تاہم اس دن کا روزہ رکھنے والے پر آپ نکیر نہیں کرتے کیونکہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ سے جب اس دن کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ: ''حضرت عثمانؓ نے اس دن کا روزہ رکھا تھا جب کہ دن سخت گرم تھا اور دھوپ سے بچانے کے لیے آپ پر سایہ تان دیا گیا تھا۔''(۱۱۰) قبلہ رخ ہو کر وقوف کرنا مستحب ہے کیونکہ اس میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص وقوف عرفہ کرے، وہ اپنا منہ قبلے کی طرف رکھے۔''(۱۱۱)

۱۴۔ مزدلفہ میں رات گزارنا:

أ۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مزدلفہ میں رات گزارنا رکن ہے اور اس کے بغیر حج درست نہیں ہوتا جس طرح وقوف عرفہ کے بغیر درست نہیں ہوتا۔ (۱۱۲) آپ فرمایا کرتے: ''جو شخص مزدلفہ میں وقوف نہ کرے، اس کا حج نہیں ہوگا۔'' (۱۱۳) حسن بصریؒ کے نزدیک مزدلفہ میں رات گزارنے کا مفہوم شاید یہ ہے کہ وہاں اترنے کے بعد نصف شب سے پہلے وہاں سے نہ نکلے۔ اگر نصف شب سے پہلے کوئی حاجی وہاں سے نکل پڑے اور رات گزرنے تک وہاں واپس نہ آئے تو اس پر ایک بکری لازم ہو جائے گی۔ (۱۱۴) اگر ایک شخص عرفات تاخیر سے پہنچے اور فجر سے پہلے وہاں وقوف کر لے اور پھر وہاں سے مزدلفہ روانہ ہو جائے اور لوگوں کی وہاں سے روانگی کے بعد وہ وہاں پہنچے اور رات رہے اور پھر وہاں سے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائے تو اس کا یہ عمل درست ہو جائے گا۔ پہلے گزر چکا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''اگر ایک شخص دسویں ذی الحجہ کے طلوع فجر سے پہلے عرفات میں وقوف کر لے تو اس کا حج ہو جائے گا خواہ عرفات سے مزدلفہ پہنچنے پر لوگ وہاں سے چلے کیوں نہ گئے ہوں۔''(۱۱۵)

ب۔ مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین: سنت طریقہ یہ ہے کہ حاجی مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کی نماز کے ساتھ یکجا کر کے پڑھے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مزدلفہ کے اندر مغرب اور عشاء کے مابین جمع سنت ہے۔''(۱۱۶) تاہم اگر کوئی شخص عرفات کے اندر یا مزدلفہ جاتے ہوئے راستے میں مغرب کی نماز پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہو گا۔ البتہ ایسا کرنا مکروہ تصور ہوگا۔ حسن بصریؒ مزدلفہ پہنچنے سے پہلے نماز کی ادائیگی کو ناپسند کرتے تھے۔ اگر کوئی ایسا کر لے تو اس کے لیے جائز ہوگا۔ (۱۱۷)

۱۵۔ دسویں ذی الحجہ (یوم النحر) سے متعلقہ افعال:

أ۔ یوم النحر سے متعلقہ افعال میں ترتیب: دسویں ذی الحجہ کو چار افعال سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ یعنی جمرۂ عقبہ کی رمی، قربانی، حلق اور طواف افاضہ۔ ان افعال کے درمیان اس طرح ترتیب قائم رکھنا سنت ہے۔ اگر ایک حاجی اس ترتیب کو قائم نہ رکھے بلکہ آگے پیچھے کر دے مثلاً سر مونڈ لے یعنی حلق کو قربانی پر مقدم کر دے

خواہ بھول کر یا لاعلمی کی بنا پر تو اس پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔ (۱۱۸) البتہ اگر جان بوجھ کر وہ اس طرح کرے تو اس پر دم لازم ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "جو شخص اپنے نسک (حج کے افعال) میں سے کسی چیز کو کسی چیز پر مقدم کر دے، وہ دم دے۔" (۱۱۹) یعنی جانور قربان کرے۔

ب۔ رمی جمرۂ عقبہ: طلوع شمس کے بعد سات کنکروں کے ذریعے جمرۂ عقبہ کی رمی کے ساتھ ابتدا کی جائے گی۔ ہر کنکری مارنے کے ساتھ کنکری مارنے والا تکبیر کہے گا۔ اگر ایک شخص رمی کے طریقے سے لاعلم ہو اور وہ سات کنکریاں ایک بار مار دے تو اس کا یہ عمل درست ہو جائے گا۔ (۱۲۰) لیکن اگر کنکریاں مارنے کا طریقہ جانتا ہو تو ایک بار سات کنکریاں مارنا درست نہیں ہوگا بلکہ اسے یہ کنکریاں سات دفعہ مارنا ہوں گی۔ اگر ایک شخص کوئی کنکری بھول جائے اور اسے نہ مارے تو بعد میں مار لے۔ اس کوتاہی کا اس پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔ (۱۲۱) اگر وہ عمداً ایک آدھ کنکری چھوڑ دے اور اس کے ساتھ رمی نہ کرے تو اس پر رمی کا اعادہ لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو چھ کنکریوں کے ساتھ رمی جمار کرے، فرمایا: "وہ رمی کا اعادہ کرے گا۔" (۱۲۲) نابالغ نیز مریض جنھیں رمی کرنے کی طاقت نہ ہو، وہ کسی کو اپنی طرف سے رمی کرنے کی سپرداری دے دیں۔ یہ رمی ان کے لیے کافی ہو جائے گی۔ (۱۲۳) بطن وادی سے جمرۂ عقبہ کی رمی مستحب ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "بطن وادی سے جمرۂ عقبہ کی رمی مجھے زیادہ پسند ہے۔" (۱۲۴) نیز یہ کہ اوپر کی طرف سے رمی کرے۔ حسن بصریؒ اسی طرح کرتے تھے۔ (۱۲۵)

جب حاجی جمرۂ عقبہ کی رمی کر چکے جب کہ اس نے طواف قدوم بھی کر لیا ہو اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی سے بھی فارغ ہو چکا ہو تو خوشبو، عورت اور شکار کے سوا اس پر حرام شدہ تمام امور حلال ہو جائیں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "جب حاجی جمرۂ عقبہ کی رمی کر لے تو اس کے لیے ہر چیز حلال ہو جائے گی ماسوائے خوشبو، عورت اور شکار کے۔" (۱۲۶)

ج۔ نحر (اونٹوں کی ذبح): اس کے بعد حاجی اپنا ہدی یعنی قربانی کا اونٹ منیٰ میں جو جگہ میسر ہو، وہاں نحر کرے گا۔ اگر وہ اپنی قربانی مکہ میں ذبح کرنا پسند کرے تو اس کے لیے یہ بات جائز ہوگی جیسا کہ (مادہ حج نمبر ۷ کے جز ب کے جز ۶) میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

د۔ سر مونڈنا: پھر حاجی اپنا سر مونڈے گا۔ حسن بصریؒ یہ بات مکروہ قرار دیتے تھے کہ محرم جب رمی جمرہ کر لے تو اپنا سر مونڈنے سے پہلے اسے خطمی کے ساتھ دھو ڈالے۔ (۱۲۷) خطمی اس زمانے میں میل کچیل صاف کرنے کا ایک وسیلہ تھا جس طرح آج کل صابن ہے۔

حسن بصریؒ سے یہ مروی ہے کہ پہلی دفعہ حج کرنے والے کے لیے آپ حلق یعنی سر مونڈنا واجب قرار دیتے تھے اور بال چھوٹے کروانے کو اس کے لیے جائز نہیں قرار دیتے تھے۔ (۱۲۸) اس مسئلے میں حسن بصریؒ متفرد ہیں۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ پہلی دفعہ حج کرنے والا اگر چاہے تو حلق کرائے اور اگر چاہے تو بال چھوٹے کروا لے۔ (۱۲۹) عورت اپنے سر کے بال کناروں سے چھوٹے کر لے گی اور حلق نہیں کرائے گی۔

حسن بصریؒ سے عورت کے بال چھوٹے کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''وہ کناروں سے چھوٹے کرے گی۔''(۱۳۰)

ھ۔ طواف افاضہ: یہ طواف حج کا رکن ہے۔ جو شخص اسے ترک کرے گا، اس کا حج باطل ہو جائے گا اور اس پر اگلے سال حج کرنا لازم ہوگا۔(۱۳۱)

۱۶۔ رمی جمار:

أ۔ رمی جمار کا وقت: ذی الحجہ کی گیارہویں تاریخ کو زوال شمس کے بعد شیطانوں کو کنکریاں ماری جائیں گی۔ اس سے قبل رمی جمار جائز نہیں ہے۔ اگر حاجی زوال سے پہلے رمی جمار کر لے تو اسے زوال کے بعد رمی کا اعادہ کرنا ہوگا۔(۱۳۲) حسن بصریؒ زوال شمس کے بعد کنکریاں مارتے تھے۔(۱۳۳) اگر حاجی کنکریاں مارنے کا عمل رات تک موخر کر دے تو جائز ہوگا لیکن مکروہ ہوگا۔ حسن بصریؒ نے رات کے وقت رمی جمار کو مکروہ کہا ہے۔(۱۳۴)

ب۔ رمی کے اندر جمرات کی ترتیب: سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے جمرۂ اولیٰ کی رمی کی جائے۔ یہ جمرہ مکہ سے بعید ترین ہے اور مسجد خیف کے متصل ہے۔ پھر جمرۂ وسطیٰ کی رمی کی جائے اور پھر جمرۂ عقبہ کی۔ تاہم یہ ترتیب واجب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی جمرہ کی رمی کو کسی جمرہ کی رمی پر مقدم کر دیا جائے تو بھی جائز ہو جائے گا اور رمی کرنے والے پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔(۱۳۵) حمید سے مروی ہے کہ وہ یوم النحر کے دوسرے دن حسن بصریؒ کے پاس مکہ آئے اور ترتیب الٹ کر پہلے جمرۂ عقبہ کی، پھر وسطیٰ کی اور پھر جمرۂ اولیٰ کی رمی کرے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے فقہاء مکہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی۔(۱۳۶)

ج۔ بعض جمرات کی رمی بھول جانا: حاجی پر لازم ہے کہ وہ ذی الحجہ کی گیارہویں تاریخ کو تینوں جمرات کی رمی کرے۔ اور اگلے دو دن بھی یہی عمل دہرائے۔ البتہ اگر وہ دو جمرات کی رمی کر لے اور تیسرے جمرہ کو رمی کے بغیر رہنے دے تو اس پر ایک مسکین کو کھانا کھلانا لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر حاجی ایک جمرہ کی رمی ترک کر دے تو وہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔(۱۳۷)

۱۷۔ منیٰ میں رات گزارنا: حسن بصریؒ منیٰ میں رات گزارنے کو واجب نہیں سمجھتے تھے بلکہ حاجی کو اس بات کی رخصت دیتے تھے کہ وہ منیٰ کے ایام میں رمی جمار کرنے کے بعد جہاں چاہے، رات گزار لے خواہ منیٰ میں یا کسی اور مقام پر۔(۱۳۸)

۱۸۔ منیٰ سے روانگی میں تعجیل کرنا: حاجی یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کرے گا۔ پھر اس کے بعد اگلے تین دنوں میں تینوں جمرات کی رمی کرے گا اور پھر ایام تشریق کے تیسرے دن یعنی تیرھویں ذی الحجہ کو منیٰ سے روانہ ہو جائے گا۔ حاجی کے لیے اس بات کی رخصت ہے کہ وہ ایام تشریق کے دوسرے دن زوال کے بعد رمی جمار کے بعد روانگی میں تعجیل سے کام لے۔(۱۳۹) بشرطیکہ منیٰ سے اس کی روانگی ایام

تشریق کے دوسرے دن عصر سے پہلے عمل میں آ جائے۔ اگر دوسرے دن منیٰ میں اسے عصر کا وقت ہو جائے تو پھر تیسرے دن کی رمی جمار کے لیے منیٰ میں ٹھہرے رہنا اس پر لازم ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جس حاجی کو ایام تشریق کے دوسرے دن منیٰ میں عصر کا وقت ہو جائے تو وہ اگلی صبح تک منیٰ سے روانہ نہ ہو۔'' (۱۴۰) اس مسئلے میں حسن بصریؒ متفرد ہیں۔

۱۹۔ طواف وداع: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ طواف وداع واجب ہے۔ اگر حاجی طواف وداع ترک کر دے تو اس کے نتیجے میں اس پر دم واجب ہو جائے گا۔ (۱۴۱) اگر حاجی طواف وداع کرنے کے بعد چل پڑے تو اس کے لیے مکہ سے نکلنے سے پہلے قیام کیے بغیر اپنی ضروریات کی چیزوں کی خریداری جائز ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حاجی جب طواف وداع کر لے تو اپنی ضرورت کی بعض چیزیں خرید لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔'' (۱۴۲)

حجاب (پردہ)

۱۔ تعریف: حجاب اس پردے مثلاً دوپٹے وغیرہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے عورت اپنے جسم کے وہ حصے ڈھانپ لے جن کا ڈھانپنا واجب ہے۔

۲۔ لونڈی کا پردہ: جمہور علماء نے لونڈی کے لیے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ وہ دوپٹے کے بغیر نماز پڑھ لے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ اس بارے میں حسن بصری نے جمہور علماء سے اختلاف رائے کیا ہے۔ آپ کی رائے یہ تھی کہ لونڈی کے لیے نہ تو نماز کے اندر اور نہ نماز سے باہر کسی پردے کی ضرورت ہے۔ البتہ اگر اس کا آقا اس کے ساتھ ہمبستری کر کے اسے اپنے لیے خاص کر لے یا کسی کے ساتھ اس کا نکاح ہو جائے تو اس پر آزاد عورتوں کی طرح پردہ لازم ہو جائے گا اور حجاب کے بغیر اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔ (۱۴۳) شادی شدہ ہونے کی صورت میں اس کا شوہر خواہ غلام ہو یا آزاد، اس سے مذکورہ بالا حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ معمر نے اس شخص سے روایت کی ہے جس نے حسن بصریؒ کو سنا تھا کہ آپ لونڈی کو حکم دیتے کہ جب وہ کسی غلام یا آزاد کے ساتھ نکاح کر لے تو دوپٹہ رکھنا شروع کر دے۔ معمر کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ لونڈی کے لیے دوپٹے کو صرف اسی صورت میں ضروری قرار دیتے تھے جب وہ نکاح کر لے یا اس کا آقا اس کے ساتھ ہمبستری کرے۔ (۱۴۴) اسی مفہوم پر ابن المنذر کی اس روایت کو محمول کیا جائے گا کہ حسن بصریؒ لونڈی پر حجاب کے مطلقاً وجوب کے قائل تھے۔ (۱۴۵) اس مسئلے میں بھی حسن بصریؒ متفرد ہیں۔

۳۔ آزاد عورت کا پردہ:

اَ۔ آزاد عورت پر پردہ کب واجب ہوتا ہے؟: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ بالغ ہونے کے ساتھ ہی آزاد عورت پر پردہ واجب ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے واجب نہیں ہوتا۔ تاہم اگر بلوغت سے پہلے ہی اسے پردہ استعمال کرنے کی مشق کرائی جائے تو یہ ایک مستحسن بات ہوگی جس طرح دیگر عمدہ باتوں کی مشق ایک مستحسن

فعل ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جب لڑکی کو حیض آ جائے تو دوپٹے کے بغیر اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔''(۱۴۶)

۴۔ کن لوگوں سے پردہ کرنا واجب ہے؟:

ا۔ ذوی المحارم (ایسے رشتہ دار جن کے ساتھ نکاح حرام ہو) سے پردہ کرنا: حسن بصریؒ عورت کو صرف اپنے شوہر سے پردہ نہ کرنے کی رخصت دیتے تھے۔ رہ گئے محارم تو آپ ان کے سامنے عورت کے لیے پردے کو واجب قرار دیتے تھے اور اس بات کو جائز قرار نہیں دیتے تھے کہ عورت ان کے سامنے ننگے سر بیٹھ جائے۔ آپ فرماتے: ''عورت کھلے سر کے ساتھ نہ تو بیٹے کے سامنے بیٹھے نہ باپ کے سامنے اور نہ بھائی کے سامنے۔ صرف اپنے شوہر کے سامنے برہنہ سر بیٹھے۔''(۱۴۷) اپنے بھائی کے سامنے دوپٹے کے بغیر بیٹھنے والی عورت کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! اسے اس بات کی اجازت نہیں ہے۔''(۱۴۸) مہلب کی بیٹی ہندہ نے حسن بصریؒ سے کہا کہ بھائی اپنی بہن کی گردن اور کان کی بالیوں پر نظر ڈال دیتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''نہیں یہ کوئی شرافت اور عزت کی بات نہیں ہے۔''(۱۴۹)

۲۔ اپنے غلام سے عورت کا پردہ: حسن بصریؒ اس بات کو حلال قرار نہیں دیتے تھے کہ غلام اپنی مالکن کے سر کے بالوں پر نظر ڈالے۔(۱۵۰)

۳۔ اجنبی مردوں سے پردہ: اجنبی مردوں سے اپنے پورے جسم کو پردے میں رکھنا عورت کے لیے ضروری ہے۔ اور دونوں کف دست نیز چہرے کے نصف بالائی حصے کے سوا جسم کے کسی حصے کو پردے کے بغیر ظاہر کرنے کی اسے رخصت نہیں ہے۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ احرام والی عورت اپنے کون سے زیورات ظاہر کر سکتی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''انگوٹھی۔''(۱۵۱) قول باری ہے (يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ. اپنی چادریں اپنے اوپر (سروں سے) تھوڑی سی نیچی کر لیا کریں) اس کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اپنا نصف چہرہ ڈھانپ کر رکھیں۔''(۱۵۲)

عورت جب گھر سے باہر جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے لباس پر جو عام طور سے زیب و زینت والا ہوتا ہے، لمبی چادر اوڑھ لے تا کہ اس کا لباس لوگوں کی نظروں سے چھپا رہے تاہم اپنے گھر میں اسے یہ چادر اتار کر رکھ دینے کی رخصت ہے خواہ اجنبی مردوں کے سامنے کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ کوئی شخص اپنے مکان کے اندر صرف ایسے افراد کو آنے کی اجازت دیتا ہے جن کے بارے میں اسے اطمینان ہوتا ہے۔

سورۂ نور آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اور اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔)

آیت کے آخری فقرے (بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے) کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''چہرہ اور کپڑے یعنی لباس۔''(۱۵۳)

عورت کے لیے ایسے ابلہ (بے وقوف اور ضعیف العقل) کے سامنے اپنا دوپٹہ اتار کر بال ظاہر کر دینا جائز ہے جو خوب صورت اور بد صورت عورتوں کے درمیان کوئی تمیز نہ کر سکتا ہو کیونکہ ایسا شخص کسی اور قسم کی غرض نہ رکھنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔(۱۵۴) (دیکھئے مادہ بلہ)

عورت کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ طبیب یا ڈاکٹر کے سامنے جسم کے اندر بیماری کے مقام کو علاج کی غرض سے کھول دے اور طبیب کے لیے علاج کی ضرورت کے تحت اس مقام پر نظر ڈالنا بھی جائز ہے۔(۱۵۵) (دیکھئے مادہ تداور)

ج۔ قواعد (ایسی عورتیں جو جوانی سے گزری بیٹھی ہوں اور نکاح کی امیدوار نہ ہوں) کا پردہ: اگر ایک عورت نکاح کی امید چھوڑ چکی ہو(۱۵۶) اور بڑھاپے کی وجہ سے کسی کو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی دلچسپی نہ ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ اپنے گھر میں اپنی چادر اتارے رکھے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اسی حالت میں غیر مردوں کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دیدے۔(۱۵۷) تاہم اگر وہ سڑک یا بازار میں نکلے تو چادر لے کر نکلے۔

حجامۃ (سینگی لگانا)

ا۔ تعریف: سینگی لگوانے کے ذریعے علاج کرانے کو حجامت کہتے ہیں۔ اس میں زخم سے خون یا پیپ کا اخراج چوسنے کے ذریعے ہوتا ہے۔

۲۔ اس کے احکام:

اُ۔ اسے بطور پیشہ اختیار کرنا: حسن بصریؒ کسی کے لیے حجامۃ کو پیشے کے طور پر اپنانے اور اسے اپنی روزی کا ذریعہ بنانے کو مکروہ قرار دیتے تھے(۱۵۸) کیونکہ اس پیشے کے اندر نجاستوں کے ساتھ مخالطت ہوتی ہے۔ بنا بریں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''کتے کا ثمن خبیث ہے، کسب کرانے والی عورت کی کمائی خبیث ہے اور سینگی لگانے کا کام کرنے والے کی کمائی خبیث ہے۔''(۱۵۹) حضور ﷺ کے اس ارشاد کو آپ کے اس فعل کے متعارض قرار نہیں دیا جا سکتا کہ آپ نے سینگی لگانے والے کو اجرت دی تھی کیونکہ علاج کے ایک وسیلے کے طور پر سینگی لگوانے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ اس لیے اس کی اجرت دینا جائز ہے البتہ اسے بطور پیشہ اپنانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں گھٹیا پن اور دنائت کا پہلو ہوتا ہے اور اس کی وہی حیثیت ہے جس طرح دیگر گھٹیا پیشوں مثلاً بیت الخلاء کی صفائی وغیرہ کی ہے۔ (دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جزب) نیز (مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جزا کا جز۳ کا جزج)

ب۔ جس مقام پر سینگی لگے، اس کی تطہیر: خون چونکہ ناپاک ہوتا ہے، اس لیے جہاں یہ لگ جائے اس مقام کی تطہیر واجب ہو جاتی ہے۔ بنا بریں اگر کوئی شخص سینگی لگوائے تو اس پر سینگی کے مقام سے خون دھو ڈالنا واجب ہوگا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ جو شخص سینگی لگوائے، اس کے لیے کیا کرنا ضروری ہوگا؟ آپ نے جواب دیا: ''سینگی کے اثرات کو دھو ڈالنا۔''(۱۶۰) نیز فرمایا: ''سینگی لگوانے والا سینگی کے اثرات کو دھو

ڈالے اور وضو کر کے نماز پڑھ لے۔"(۱۶۱) خود آپ جب سینگی لگواتے تو اس کے نشانات یعنی خون وغیرہ کو دھوڈالتے۔"(۱۶۲) آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ سینگی لگوانے والے کے لیے جائز ہے کہ سینگی کے مقام کو دھوئے بغیر، نیز سینگی کی وجہ سے وضو کیے بغیر نماز پڑھ لے۔(۱۶۳)

ج۔ روزے دار کا سینگی لگوانا: سینگی لگنے کی وجہ سے جسم سے خون کا اخراج ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں جسم کے اندر کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ اسی لیے روزہ دار کا سینگی لگوانا مکروہ تصور کیا گیا ہے۔(۱۶۴) کیونکہ روزے کی کمزوری میں سینگی سے مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ نووی نے حسن بصریؒ کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ سینگی لگوانے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(۱۶۵) (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۰ کا جز ج)

د۔ حالت احرام میں سینگی لگوانا: درج بالا سبب ہی کی بنا پر محرم کا سینگی لگوانا بھی مکروہ قرار دیا گیا ہے تا کہ وہ ایسا نہ کرکے مناسک کی ادائیگی کے لیے اپنی طاقت بحال رکھے۔ اگر وہ سینگی لگوائے گا تو اس پر دم لازم ہوگا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ل)

حجب (رکاوٹ بننا)

۱۔ تعریف: وراثت سے کلی یا جزوی طور پر روک دینے کو حجب کہتے ہیں۔

۲۔ اس کی انواع: اس کی دو قسمیں ہیں۔ حجب حرمان اور حجب نقصان۔

أ۔ حجب حرمان میں وراثت سے بالکلیہ محرومی ہو جاتی ہے۔ اس حجب کے اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔ وراثت کے موانع میں سے کسی مانع کا وجود: یہ موانع غلامی، قتل اور اختلاف دین ہیں۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶)

۲۔ درج بالا تینوں محرومین میں سے کسی کے واسطے سے میت کی طرف نسبت۔ یہ بات (مادہ ارث نمبر ۶ کے جز د) میں گزر چکی ہے۔

۳۔ میت سے درجے کا قرب: ایسی صورت میں زیادہ قرب رکھنے والا رشتہ دار دور کے رشتہ دار کو میراث حاصل کرنے سے روک دیتا ہے۔ بنا بریں باپ یا دادا یا بیٹا یا پوتا میت کے بھائیوں کو خواہ وہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی، میراث سے محروم کر دیتا ہے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۰ کے جز ج کا جز ۳ نیز جز ح کا جز ۵) اسی طرح دو حقیقی بہنیں جب اپنا مقررہ حصہ (دو تہائی ترکہ) حاصل کر لیتی ہیں تو علاتی بہنوں کو کچھ نہیں ملتا۔ اسی طرح حقیقی بہنیں جب حقیقی بھائی کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں تو بھی علاتی بہنوں کے لیے کچھ نہیں رہتا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۰ کے جز ط کا جز ۲) اسی طرح بیٹے کی موجودگی میں پوتے اور دو بیٹیوں کی یا ایک بیٹی اور بیٹے کی موجودگی میں پوتیاں وراثت سے محروم ہو جاتی ہیں۔

ب۔ حجب نقصان: اس کی صورت یہ ہے کہ وارث کو اس کے ایک مقررہ حصے سے کمتر حصے کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے مثلاً شوہر کی نصف سے چوتھائی کی طرف منتقلی جب مرنے والی بیوی کی اولاد ہو۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۰ کے جز د کا جز ۳) بیوی کی چوتھائی سے آٹھویں حصے کی طرف منتقلی جب مرحوم شوہر کی اولاد ہو

(دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۰ کے جزھ کا جز ۲) ماں کی تہائی سے چھٹے حصے کی طرف منتقلی جب میت صاحب اولاد ہو یا بھائی بہن موجود ہوں۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۰ کے جزی کا جز ۱)

حجر (پابندی لگانا)

۱۔ تعریف: کسی مشروع وجہ کی بنا پر انسان کے قولی تصرف پر پابندی لگا دینے کو حجر کہتے ہیں۔

۲۔ حجر کی انواع: اس کی دو قسمیں ہیں۔ حجر کامل اور حجر ناقص۔

اَ۔ حجر کامل یعنی مکمل پابندی:

۱۔ حجر کامل وہ پابندی ہے جو عقود، تبرعات، اقرارات اور فسوخ (جمع فسخ) کے اندر تمام قولی تصرفات کو باطل قرار دیتی ہے۔

۲۔ حجر کامل کا سبب: اس کا ایک سبب تو دیوانگی ہے اور دوسرا سبب نابالغ ہونا ہے۔ اس میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف رائے نہیں ہے حتیٰ کہ قرطبی نے کہا ہے کہ نابالغ اور دیوانے پر پابندی لگنے کے سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (۱۶۶) ابن قدامہ نے یہی بات حسن بصریؒ سے نقل کی ہے۔ (۱۶۷) قول باری (وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ۔ اور تم نادانوں کو اپنے اموال مت دو) کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''سفہاء سے مراد نابالغ ہیں۔'' (۱۶۸) نیز فرمایا: ''صبی یعنی بچے اور لڑکے کی دی ہوئی طلاق جائز نہیں ہوتی نہ اس کی وصیت، نہ اس کا ہبہ، نہ صدقہ اور نہ عتاق جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔'' (۱۶۹) نیز فرمایا: ''لڑکے کی وصیت اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔'' اسی طرح لڑکی کی وصیت جب تک اسے حیض نہ آ جائے۔ (۱۷۰) یہ قول اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کے عقود، اقرارات، تبرعات، اسقاطات اور فسوخ درست نہیں ہوتے۔ (دیکھئے مادہ اقرار نمبر ۲ کا جز اَ)

۳۔ ایسا شخص جس پر مکمل پابندی لگی ہو، کسی کی اس پر ولایت کا مسئلہ۔ (دیکھئے مادہ ولایۃ)

۴۔ پابندی کا اٹھ جانا: جس شخص پر مکمل پابندی لگی ہو، اس سے یہ پابندی اس وقت اٹھائی جائے گی جب اس کے اندر رشد پیدا ہو جائے۔ حسن بصریؒ کے نزدیک رشد دین کی اہلیت اور مال کی حفاظت کا نام ہے۔ (۱۷۱) مال کی حفاظت کی اہلیت صرف عقلی صلاحیت کی بنا پر ہوتی ہے۔ بنا بریں قرطبی نے اس کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے: ''رشد عقلی اور دینی اہلیت کا نام ہے۔'' (۱۷۲) حسن بصریؒ کے نزدیک یہ دونوں صفات ایک دوسری سے جدا نہیں ہوتیں۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۶ میں ارشاد باری ہے (وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ۔ اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم ان کے اندر اہلیت پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔) جصاص رازی نے حسن بصریؒ کا مسلک بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ''بلوغت اور اہلیت پائی جانے کے بعد یتیموں کے اموال ان کے حوالے کر دینا واجب ہے خواہ وہ اس کا مطالبہ نہ بھی کریں کیونکہ انہیں مال حوالے کرنے کا حکم (ان کے مال ان کے حوالے کر دو) مطلق ہے اور ایسا نہ کرنے پر وعید سنائی گئی ہے اور

اس میں یتیم کی طرف سے مطالبہ کی شرط نہیں ہے۔''(۱۷۳)

ب۔ حجر ناقص یعنی نامکمل پابندی:

۱۔ حجر ناقص سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایک شخص کے بعض قولی تصرفات پر پابندی لگی ہو اور بعض پر نہ لگی ہو۔

۲۔ حجر ناقص کا سبب: نامکمل پابندی کئی اسباب کی بنا پر لگائی جاتی ہے۔ ان میں سے حسن بصریؒ کے نزدیک درج ذیل اسباب ہیں:

أ۔ غلامی: اگر غلام مکاتب نہ ہو تو اس پر ایسے قولی تصرفات کی پابندی ہوگی جو اس کے آقا کے لیے خالص ضرر رساں ہوں۔ (۱۷۳ب) ان تصرفات میں تبرعات کی تمام صورتیں شامل ہیں اور ایسے تصرفات بھی جو نفع نقصان کے درمیان دائر ہوں مثلاً عقود معاوضہ۔ غلام کے یہ تصرفات صرف اس کے آقا کی اجازت کی بنا پر درست ہوں گے۔ نکاح بھی ان تصرفات میں شامل ہے کیونکہ آقا کی اجازت کے بغیر غلام کا کیا ہوا نکاح درست نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ استئذان نمبر ۶ اور ۷)

مکاتب پر تبرعات کی پابندی ہوگی اور عقود معاوضہ مثلاً خرید و فروخت وغیرہ کی پابندی نہیں ہوگی کیونکہ اسے بدل کتابت ادا کرنے کے لیے کمائی کرنے کی غرض سے دوڑ دھوپ اور خرید و فروخت کی ضرورت ہوگی۔ بنا بریں آقا کی اجازت کے بغیر وہ نہ تو اپنے ہاتھ میں موجود مال ہبہ کر سکتا ہے (۱۷۴) نہ اپنے غلاموں میں سے کسی کو آزاد کر سکتا ہے (۱۷۵) اور نہ انہیں مکاتب بنا سکتا ہے۔ (۱۷۶)

ب۔ انوثت یعنی مونث ہونا: حسن بصریؒ عورت کو ان افراد میں شمار کرتے تھے جو مال میں اچھی طرح تصرف نہیں کر سکتے کیونکہ عورت کو مالی یعنی دین سے بہت کم سابقہ پڑتا ہے اور اس سلسلے میں اس کا تجربہ بھی بہت کم ہوتا ہے۔ بنا بریں حسن بصریؒ عورت پر ایسے تصرفات کی پابندی کے قائل تھے جو خالص نقصان دہ ہوں۔ تبرعات کی تمام صورتیں ان میں شامل ہیں۔ عورت پر یہ پابندی اس کے نکاح تک جاری رہے گی یہاں تک کہ وہ اپنے شوہر کے گھر بچے کو جنم دے لے یا اس کے نکاح کو ایک سال کا عرصہ گزر جائے۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۵ میں ارشاد باری ہے (وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا۔ اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے، نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو) اس کی تفسیر میں حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ: ''نادان لوگ بچے اور عورتیں ہیں۔''(۱۷۷) آپ فرماتے: ''کسی عورت کے لیے اپنے مال سے عطیہ دینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ بچے کو جنم نہ دیدے یا بردباری کی حد کو نہ پہنچ جائے۔ اس کا عرصہ ایک سال ہے۔''(۱۷۸) شادی سے پہلے عورت پر اس کے باپ یا باپ کے قائم مقام ولی کی ولایت ہوتی ہے اور شادی کے بعد اس کے شوہر کی ولایت ہوتی ہے۔ ابن حزم نے حسن بصریؒ سے یہ بات نقل کی ہے کہ عورت کے لیے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔ (۱۷۹)

ج۔ دیوالیہ ہو جانا: مفلس یعنی دیوالیہ ہو جانے والے شخص کے عقود مثلاً خرید و فروخت وغیرہ پر، اسقاطات مثلاً

عتق اور ابراء وغیرہ پر اور تبرعات مثلاً ہبہ وغیرہ پر پابندی لگا دی جائے گی۔ بغوی نے دیوالیہ پر پابندی کے سلسلے میں حسن بصریؒ کا مسلک نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک شخص اگر دیوالیہ ہو جائے اور اس کا دیوالیہ پن واضح ہو تو اس کا عتق اور اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہوگی۔ (۱۸۰) رہ گئے فسوخ (جمع فسخ) مثلاً طلاق اور اقالہ وغیرہ تو دیوالیہ کے یہ تصرفات جائز ہوں گے۔

د۔ بیماری: مرض الموت میں گرفتار شخص کے اسقاطات اور تبرعات پر پابندی لگا دی جائے گی۔ اس کے یہ تصرفات صرف اس کے تہائی مال کے اندر جائز ہوں گے۔ بنا بریں اگر وہ اپنے مرض الموت میں اپنا غلام آزاد کر دے جب کہ اس کے سوا اس کا کوئی اور مال نہ ہو تو غلام کا تہائی حصہ آزاد ہو جائے گا اور باقی ماندہ دو تہائی کی قیمت وصول کرنے کے لیے اس سے کمائی کرائی جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنی موت کے وقت اپنا غلام آزاد کر دے تو اس کا تہائی حصہ آزاد ہو جائے گا اور باقی ماندہ دو تہائی کے لیے غلام سے کمائی کرائی جائے گی، میت سے تاوان نہیں لیا جائے گا۔'' (۱۸۱) نذر کا شمار تبرعات میں ہوتا ہے۔ دارمی نے ''سنن دارمی'' کے اندر حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص کہے: ''اگر میں فلاں کے گھر میں داخل ہوں تو میرا غلام آزاد ہے'' اور پھر وہ بیماری کی حالت میں مذکورہ گھر میں داخل ہو جائے تو غلام تہائی مال سے آزاد ہوگا اور اگر حالت صحت میں مذکورہ گھر میں داخل ہو جائے تو غلام پورے مال سے آزاد ہوگا۔'' (۱۸۲)

ھ۔ قید میں ہونا: کافر دشمن کے ہاتھ میں مسلمان قیدی کے تبرعات اور اسقاطات پر پابندی لگا دی جائے گی کیونکہ اسقاطات بھی تبرعات کے حکم میں ہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اسیر یعنی قیدی جو کچھ دے گا، وہ اس کے تہائی مال سے جاری ہوگا۔'' (۱۸۳) دشمن کے ہاتھ میں گرفتار قیدی کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''اگر وہ کوئی عطیہ دے یا کوئی ہبہ کرے یا تہائی مال کی وصیت کرے تو یہ جائز ہے۔'' (۱۸۴) یعنی تہائی مال سے جائز ہوگا۔

جس شخص کو شک کی بنا پر پکڑ لیا گیا ہو یعنی اسے حکومت کے خلاف بغاوت کے الزام میں گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا ہو، وہ بھی اسیر کے حکم میں ہوگا۔ حمید الطویل کہتے ہیں کہ ایاس بن معاویہ کو جب شک کی بنا پر پکڑ لیا گیا تو انہوں نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ تم حسن بصریؒ کے پاس جاؤ اور میرا حال بیان کر کے ان سے پوچھو کہ میں اگر اپنے مال میں کچھ تصرف کرنا چاہوں تو تہائی مال میں کروں یا سارے مال میں؟ حمید کہتے ہیں کہ میں حسن بصریؒ کے پاس گیا اور آپ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے جواب دیا: ''ایاس اپنی موجودہ حالت میں اپنے مال کے اندر جو تصرف کریں گے، وہ تہائی مال میں جاری ہوگا۔ وہ اس وقت مریض کے بمنزلہ ہیں۔'' (۱۸۵) ایاس نے آپ کی بات سن کر کہا: ''جو شخص بھی فقیہ بن جاتا ہے وہ لوگوں کے بارے میں بدگمان ہو جاتا ہے۔'' (۱۸۶) اسی مفہوم پر حسن بصریؒ کا یہ قول محمول ہوگا کہ: ''قیدی کے لیے اس کے مال کا صرف تہائی حصہ ہوتا ہے۔'' (۱۸۷)

و۔ ایسا شخص جو موت کا احتمال رکھنے والے مقام میں ہو: جو شخص دشمن پر چڑھائی کے وقت لشکر میں ہو یا سمندری سفر پر ہو یا طاعون والی سرزمین میں ہو یا کوئی حاملہ عورت ہو، اس کے تبرعات اور اسقاطات کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔

آپ سے مروی ایک روایت کے مطابق مذکورہ بالا افراد کے تبرعات تہائی مال سے جاری ہوں گے۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں جو دشمن کے خلاف صف آرا ہونے کی حالت میں یا سمندری سفر کے دوران یا طاعون والی جگہ میں رہتے ہوئے یا عورت حاملہ ہونے کی صورت میں کوئی عطیہ دے، فرمایا: ''ان لوگوں کا عطیہ صرف تہائی مال سے جاری ہوگا۔'' (۱۸۹)

آپ سے مروی دوسری روایت کے مطابق درج بالا افراد پر کوئی پابندی نہیں لگے گی اور ان کے تبرعات اور اسقاطات ان کے پورے مال سے جاری ہوں گے۔ یہ روایت آپ سے منقول زیادہ صحیح روایت ہے۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں جو دشمن کے خلاف صف آرا ہونے کی حالت میں یا سمندری سفر کے دوران یا طاعون والی جگہ میں رہتے ہوئے یا عورت حاملہ ہونے کی صورت میں کوئی عطیہ دے، فرمایا: ''یہ لوگ جو کچھ دیں وہ جائز ہوگا اور اس کا اجراء تہائی مال سے نہیں ہوگا۔'' (۱۹۰) نیز فرمایا: ''حاملہ عورت کا عطیہ تندرست شخص کے عطیے کی طرح ہے۔'' (۱۹۱)

حجر (حطیم)

حجر کے پیچھے سے طواف کرنا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱ کا جزج)

الحجر الاسود (حجر اسود)

حجر اسود وہ معروف پتھر ہے جو کعبہ کے جنوبی رکن میں یعنی باب کعبہ سے قریب ترین رکن کے اندر ثبت ہے۔

طواف کے اندر حجر اسود کا استلام (دیکھئے مادہ طواف نمبر ۱۱ کا جزأ)

حد (سزا)

۱۔ تعریف: مخصوص جرائم کی متعین سزاؤں کو حد کہتے ہیں۔

۲۔ حد کی گرفت میں آنے والا مجرم: کسی شخص پر اس وقت تک حد جاری نہیں ہوگی جب تک اس کے اندر درج ذیل شرائط کا وجود نہ ہو۔

أ۔ عاقل و بالغ ہونا: کسی دیوانے پر اور نہ کسی نابالغ پر حد جاری ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مرد یا عورت جب تک بالغ نہ ہو، اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔'' (۱۹۲) البتہ کسی حرام چیز کے استعمال کے نتیجے میں اگر کسی کی عقل ماری گئی ہو مثلاً نشہ میں مدہوش انسان تو اس پر حد جاری ہوگی۔

ب۔ رضامندی: اگر کسی کو حد والے کسی جرم کے ارتکاب پر مجبور کر دیا جائے اور وہ یہ جرم کر بیٹھے تو اس پر کوئی سزا

عائد نہیں ہوگی۔(دیکھئے مادہ اکراہ نمبر۲ کا جزب)

ج۔ جرم کا مرتکب جرم کی زد میں آنے والے کا نہ تو باپ ہو اور نہ دادا خواہ اوپر تک کیوں نہ گیا ہو(۱۹۳) جب کہ مذکورہ جرم کی حد خالصتاً اللہ کا حق نہ ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''باپ پر اس کے بیٹے کی وجہ سے کوئی حد عائد نہیں ہوگی۔''(۱۹۴) بنابریں اگر باپ بیٹے کا مال چوری کرلے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر وہ اسے قذف کرے تو اس پر حد قذف جاری نہیں ہوگی۔

د۔ تحریم کا علم: اگر مجرم کو اپنے جرم کی تحریم کا علم نہ ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی کو تعلق زن وشو قائم ہونے یعنی دخول سے پہلے ایک یا دو طلاق دیدے اور پھر اس سے یہ سوچ کر ہمبستری کرلے کہ اسے رجوع کرلینے کا اختیار ہے، فرمایا: ''عورت کو مہر مل جائے گا اور دونوں کے درمیان علیحدگی کردی جائے گی۔''(۱۹۵)

۳۔ حدود کا اثبات:

أ۔ کن ذرائع سے حدود کا اثبات ہوتا ہے؟: درج ذیل ذرائع سے حدود کا اثبات ہوجاتا ہے۔

ا۔ گواہی کے ذریعے: گواہوں کے لیے مرد ہونا شرط ہے کیونکہ تنہا عورتوں کی گواہی سے یا عورتوں کے ساتھ ایک مرد کی گواہی سے حدود کا اثبات نہیں ہوتا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''کسی حد یا طلاق یا نکاح میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں خواہ ان کے ساتھ ایک مرد بھی کیوں نہ ہو۔''(۱۹۶) زناکاری کی گواہی کے اندر جائز ہے کہ شوہر بھی چار گواہوں میں شامل ہو۔ چار افراد نے ایک عورت کے خلاف بدکاری کی گواہی دی اور ان میں اس کا شوہر بھی شامل تھا۔ حسن بصریؒ نے ان کے متعلق فرمایا: ''جب یہ سب اکٹھے ہوکر آگئے تو ایسی صورت میں شوہر کی گواہی باقی ماندہ تینوں گواہوں کی گواہی سے بڑھ کر جائز ہوگئی۔''(۱۹۷)

۲۔ اقرار: حد وغیرہ کے بارے میں اقرار پر بحث (مادہ اقرار نمبر۳ اور ۴/أ) میں گزر چکی ہے۔
جو شخص کسی حد والے جرم کا اقرار کرے، اسے قاضی کی طرف سے اپنے اقرار سے رجوع کرلینے کی تلقین (دیکھئے مادہ اقرار نمبر۴ کا جزد)

ب۔ اثبات میں شبہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ حد کے اثبات میں کوئی بھی شبہ حد کے اجراء کے لیے مانع بن جاتا ہے۔ شبہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اثبات کا جرم کے ساتھ براہ راست تعلق نہ ہو۔ ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ چار افراد نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظ دے دی ہے۔ اس نے گواہوں کی یہ بات تسلیم نہیں کی اور مذکورہ بیوی کے ساتھ ہمبستری کا اقرار کیا۔ حسن بصریؒ نے فیصلہ دیا کہ مذکورہ مرد پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ وہ گواہوں کا فریق مخالف ہے۔(۱۹۸) اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگادے اور پھر لعان کرے لیکن بیوی لعان کرنے سے باز رہے تو بیوی پر حد جاری نہیں ہوگی۔(۱۹۹) اس لیے کہ مدعی کی قسم کے ذریعے حدود کا اثبات نہیں ہوتا۔

۴۔ حرم کے اندر حدود کا اجراء: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص حدود حرم سے باہر یعنی حل کے اندر حد

والے کسی جرم کا ارتکاب کر کے حرم میں پناہ لے لے تو حرم کے اندر اس پر یہ حد جاری نہیں کی جائے گی بلکہ اسے حرم سے باہر نکالا جائے گا اور پھر حد کا اجراء کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص حرم سے باہر حد والے کسی جرم کا ارتکاب کر کے حرم میں پناہ لے لے تو اسے جرم سے باہر نکال دیا جائے گا اور پھر اس پر حد جاری کی جائے گی۔''(۲۰۰)

جو شخص حرم کے حدود میں حد والے کسی جرم کا ارتکاب کرے، اس پر حرم کے اندر حد جاری ہوگی یا نہیں؟ اس کے متعلق ہمیں ابھی تک حسن بصریؒ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔ البتہ جصاص رازی نے حسن بصریؒ کے مسلک کے طور پر نقل کیا ہے کہ جو شخص حرم یا غیر حرم میں قصاص کے موجب کسی جرم کا ارتکاب کر کے حرم میں پناہ لے لے تو اسے حرم سے باہر نکالا جائے گا اور پھر اس سے قصاص لیا جائے گا۔(۲۰۱) میری رائے میں اس حکم کے اندر حد بھی قصاص کی طرح ہے۔

۵۔ حد کی گرفت میں آئے ہوئے مجرم کا کفالہ: جس شخص پر حد واجب ہو چکی ہو، اس کے بدن کا کفالہ درست نہیں ہوگا۔ خواہ واجب ہونے والی حد خالصتاً حق اللہ ہو مثلاً حد سرقہ اور حد زنا یا اس میں بندے کا حق غالب ہو مثلاً حد قذف یا خالصتاً بندے کا حق ہو مثلاً قصاص۔(۲۰۲)

۶۔ حدود کا ادغام:

أ۔ اگر کوئی شخص حد والے کسی جرم کا بار بار ارتکاب کرے اور اس دوران اس پر حد جاری نہ کی گئی ہو تو ایسی صورت میں ان تمام جرائم کی سزائیں باہم مدغم ہو جائیں گی اور صرف ایک مرتبہ حد جاری کرنے پر اکتفا کر لیا جائے گا مثلاً ایک شخص چوری کا ارتکاب کرے اور اس پر حد جاری نہ ہو اور وہ پھر چوری کرے اور اس دفعہ بھی حد جاری نہ ہو اور تیسری مرتبہ پھر چوری کرے تو اس کا صرف دایاں ہاتھ کاٹ دینے پر اکتفا کر لیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کسی ایک یا ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ بار بار بدکاری کر چکا ہو تو پکڑے جانے کی صورت میں اس پر ایک حد جاری ہوگی۔ اسی طرح کئی بار چوری کا ارتکاب کرنے والے پر بھی ایک ہی حد جاری ہوگی۔(۲۰۳)

ب۔ اگر کوئی شخص ایسے مختلف جرائم کرے جن میں سے ہر ایک کے بدلے اس پر ایک حد واجب ہوتی ہو لیکن اس دوران اس پر کوئی حد جاری نہ ہوئی ہو تو ایسی صورت میں حدود کا ادغام نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ انہیں واجب کرنے والے اسباب مختلف ہیں بلکہ اس پر تمام حدود کا اجراء ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کئی حدود یکجا ہو جائیں تو مجرم پر ان سب کا اجراء ہوگا۔'' نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص چوری بھی کرے اور شراب بھی پئے نیز قتل بھی کرے تو تمام حدود کا اس پر اجراء کر کے اسے قتل کر دیا جائے گا۔''(۲۰۴)

۷۔ حدود کا علی الاعلان اجراء: اللہ تعالیٰ نے حدود والے جرائم پر سزاؤں کا اجراء اس لیے فرمایا ہے کہ یہ سزائیں مجرم کو آئندہ کسی جرم کے ارتکاب سے باز رکھیں اور اس کے دل میں جرم کرنے کا خیال بھی نہ پیدا ہو نیز دیگر افراد کو بھی جرائم سے دور رکھنے کا سبب بن جائیں۔ اللہ کی اس حکمت کا تحقق صرف اس صورت میں ہوگا

جب یہ سزائیں علی الاعلان دی جائیں۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ حد والی سزا کے اجراء کا مشاہدہ کرنے کے لیے لوگوں کی کم سے کم تعداد دس ہے۔ سورۂ نور آیت نمبر۲ میں ارشاد باری ہے (وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ اور اہل ایمان کا ایک گروہ ان دونوں کو دی جانے والی سزا کا مشاہدہ کرے) اس کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: ''گروہ دس افراد کا ہوتا ہے۔''(۲۰۵)

۸۔ حدود کا اجراء کون کرے: اصول تو یہ ہے کہ حدود کے اجراء کی ذمہ داری سلطان یعنی حکومت کی ہے۔ اس لیے کہ حدود اللہ کے حقوق ہیں اور حقوق اللہ کا محاسبہ سلطان کی ذمہ داری ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''چار امور سلطان کے ذمہ ہیں۔ زکوٰۃ، نماز، حدود اور قضا (مقدمات کے فیصلے)''(۲۰۶) یہاں نماز سے جمعہ کی نماز مراد ہے۔ یہ بات آپ سے مروی ایک اور روایت میں بیان ہوئی ہے۔(۲۰۷) تاہم غلام پر سلطان کی بجائے اس کا آقا حد جاری کرسکتا ہے۔(۲۰۸) اگر غلام کے اقرار کی بنا پر اس پر حد کا اثبات ہو جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر غلام شراب نوشی کا اعتراف کر لے تو اس کا آقا اسے چالیس کوڑے لگائے۔ (۲۰۸ ب) تاہم غلام پر حد جاری کرنا آقا پر واجب نہیں ہے اگرچہ سلطان پر واجب ہے۔(۲۰۹)

۹۔ حد کی معافی: اگر حد کا معاملہ سلطان تک پہنچ جائے تو پھر وہ اسے معاف نہیں کرسکتا۔ جس طرح حد والے جرم کی زد میں آنے والا شخص بھی خود اسے معاف نہیں کرسکتا چہ جائیکہ کوئی اور شخص اس کی معافی دے دے کیونکہ حد کے طور پر ملنے والی سزا شخصی حق نہیں کہ اسے معاف کردیا جائے بلکہ یہ عام حق یعنی حق اللہ ہے خواہ حد کے اندر بندے کا حق غالب کیوں نہ ہو مثلاً قذف اگر مقذوف سلطان سے قاذف پر حد قذف جاری کرنے کا مطالبہ کردے اور پھر قاذف سے حد معاف کردے تو اس معافی سے حد ساقط نہیں ہوگی۔(۲۱۰) ابن عون سے مروی ہے کہ میں نے حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو کسی پر تہمت لگائے یعنی اسے قذف کرے اور پھر مذکورہ شخص اسے معاف کردے۔ حسن بصریؒ نے تو میرے سوال کا جواب نفی میں دیا اور ابن سیرینؒ نے کہا کہ: ''مجھے معلوم نہیں۔''(۲۱۱)

جس شخص کو حد والے کسی جرم کا علم ہو، اس کے لیے جائز ہے کہ پردہ پوشی سے کام لے اور معاملہ سلطان تک نہ پہنچائے۔ اسی مفہوم پر حسن بصریؒ کا یہ قول محمول ہوگا کہ آقا کو اختیار ہے کہ وہ اپنے غلام کی زنا کاری کو معاف کردے۔(۲۱۲) یعنی غلام پر حد زنا جاری کرنا اس پر واجب نہیں اور اس کے لیے جائز ہے کہ یہ معاملہ سلطان تک نہ لے جائے۔

۱۰۔ غلام اور لونڈی پر حد کی تنصیف: قابل تنصیف حدود کی غلام اور لونڈی کے حق میں تنصیف ہوگی۔ اگر غلام یا لونڈی خواہ کنوارے ہوں یا شادی شدہ، زنا کاری کا ارتکاب کرلیں تو ہر ایک کو چالیس چالیس کوڑے لگیں گے۔(۲۱۳) اگر کوئی غلام کسی آزاد کو قذف کرے تو اسے چالیس کوڑے لگیں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر غلام کسی آزاد کو قذف کرے تو اسے چالیس کوڑے مارے جائیں گے۔''(۲۱۴)

حداء (حدی خوانی)

اونٹوں کو اپنی رفتار تیز کرنے پر ابھارنے کی غرض سے گایا جانے والا نغمہ حداء کہلاتا ہے۔ (دیکھیے مادہ غناء)

حداۃ (چیل)

حرم کے اندر چیل ہلاک کر دینے کا جواز۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۸ کا جزب)

حداد (سوگ کرنا) دیکھیے مادہ احداد۔

حرابۃ (مال چھیننا)

۱۔ تعریف: شہروں کے اندر یا شہروں سے باہر جان و مال یا عزت و آبرو پر ہاتھ ڈالنا یا لوگوں کو ہراساں کرنے کی غرض سے ہتھیار لہرانا حرابہ کہلاتا ہے۔

۲۔ حرابہ کی صورت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جو شخص بھی ہراساں کرنے کی غرض سے اور لڑائی کی نیت سے ہتھیار لہرائے، وہ محارب شمار ہوگا۔ اس پر محارب کے احکام منطبق ہوں گے اور حرابہ کی حد جاری ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص ہتھیار لہرائے، وہ محارب ہے۔''(۲۱۵) نیز فرماتے: ''جو شخص لڑائی کرے، وہ محارب ہے۔''(۲۱۶) الحکم بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے ایک شخص کے بارے میں مسئلہ پوچھا جس نے بصرہ میں ایک شخص کو تلوار ماری تھی، آپ نے جواب میں فرمایا: ''لوگ (صحابہ کرام اور تابعین عظام) کہا کرتے تھے کہ: ''جس نے ہتھیار لہرایا، وہ محارب ہے۔''(۲۱۷) آپ کی رائے تھی کہ اگر چور چوری کرنے کی غرض سے گھر میں گھس آئے اور گھر والوں کے سامنے ہتھیار لہرائے تو وہ محارب شمار ہو گا۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر میرے گھر میں چور گھس آئے اور اس کے پاس ہتھیار بھی ہو تو کیا میں اسے قتل کر سکتا ہوں؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے فرمایا: ''جس طریقے سے بھی اسے قتل کر سکتے ہو، قتل کر دو۔''(۲۱۸) اشعث نے حسن بصریؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر رات کے وقت تمہارے گھر میں چور گھس آئے تو وہ محارب شمار ہوگا۔(۲۱۹) یعنی جب تمہیں ہتھیار کی نمائش کے ذریعے ڈرائے دھمکائے اور ہراساں کرے۔

حسن بصریؒ کی یہ رائے بھی تھی کہ مال کے درپے ہو جانے والا شخص بھی محارب ہے۔ صلت بن طریف نے آپ سے کہا کہ: ''میں مختلف اطراف میں جاتا آتا رہتا ہوں، میرے لیے سب سے زیادہ ڈر کی بات یہ ہوتی ہے کہ کہیں مسلمان راستے میں آ کر میرے مال کے درپے نہ ہو جائیں۔ اگر وہ سامنے آ جائیں اور میں ان سے اپنا ہاتھ روک رکھوں تو وہ میرا مال لے جائیں اور اگر ان سے میں لڑائی کروں تو مسلمان سے مسلح لڑائی کی جو سزا ہے، اس سے آپ واقف ہیں۔'' یہ سن کر حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بیٹے! جو شخص تمہارے مال میں ہاتھ ڈالنا چاہے اور تم دفاع میں اسے قتل کر دو تو وہ جہنم رسید ہو جائے گا اور اگر وہ تمہیں قتل کر دے تو تم شہید قرار پاؤ گے۔''(۲۲۰)

۳۔ محارب کی سزا:

أ۔ اللہ سبحانہ نے سورۂ مائدہ آیت نمبر۳۳ میں محارب کی سزا بیان کی ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:
(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں) اس آیت کی مراد کے فہم میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ بعض نے یہ مفہوم لیا ہے کہ رہزنی کی ہر صورت کے اندر درج بالا سزاؤں میں سے کوئی نہ کوئی مناسب سزا دی جائے۔ جصاص رازی نے حسن بصریؒ کا مسلک نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ رہزن اگر مال بھی لے لے اور جان بھی تو امام المسلمین کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ کر اسے قتل کر دے اور سولی پر چڑھا دے اور اگر چاہے تو سولی پر چڑھا دے، ہاتھ پاؤں نہ کاٹے اور اگر چاہے تو قتل کر دے اور سولی پر نہ چڑھائے۔ اگر رہزن مال چھین لے اور جان نہ لے تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں گے۔ اگر وہ نہ مال ہی چھینے اور نہ جان ہی لے تو سخت جسمانی سزا دے کر قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ اپنے چال چلن کے اندر بھلائی کا مظاہرہ کرے۔ (۲۲۱)

ابن کثیر نے حسن بصریؒ کا جو مسلک نقل کیا ہے، وہ جصاص رازی کے نقل کردہ درج بالا مسلک سے مختلف ہے۔ ان کے مطابق حسن بصریؒ کا مسلک یہ ہے کہ رہزن اگر مال چھینیں اور جان بھی لیں تو انہیں قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے۔ اگر وہ صرف جان لیں، مال نہ چھینیں تو انہیں قتل کر دیا جائے، سولی پر لٹکایا نہ جائے۔ اگر وہ مال چھینیں، جان نہ لیں تو ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں اور اگر شاہراہوں پر خوف و ہراس پھیلائیں، مال نہ چھینیں تو انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ (۲۲۲)

ابن قدامہ وغیرہ نے محاربین کے بارے میں حسن بصریؒ کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ امام المسلمین کو ان کے متعلق درج بالا آیت میں مذکورہ چاروں سزاؤں کے درمیان اختیار ہوگا کیونکہ مذکورہ آیت میں حرف: ''او'' کے ذریعے ان سزاؤں کا ذکر ہوا ہے اور حرف: ''او'' تخییر کا مقتضی ہوتا ہے۔ (۲۲۳) اس بارے میں ابن ابی شیبہ نے حسن بصریؒ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ: ''محارب کے بارے میں امام کو اختیار ہوتا ہے۔'' (۲۲۴)

ب۔ اگر محارب کو جلاوطنی کی سزا دی جائے تو حسن بصریؒ کے نزدیک اس جلاوطنی کا مفہوم یہ ہوگا کہ محارب جس جگہ قیام کرے، اسے وہاں سے بھگا دیا جائے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اس کا تعاقب جاری رکھا جائے اور کسی مقام پر صرف اتنی مدت ٹکنے دیا جائے کہ وہ کھا پی سکے اور سو جائے اور اتنا آرام کر لے کہ اس کے بغیر اس کی موت کا خطرہ ہو۔ اس طرح بیماری کی مدت میں اسے ایک جگہ قیام کرنے دیا جائے۔ (۲۲۵)

حربی (برسر پیکار)

حربی اس کافر کو کہتے ہیں جو مسلمانوں سے برسر پیکار ہو یا اس کافر کو جو مسلمانوں سے برسر پیکار حکومت کی

طرف منسوب ہو یعنی اس حکومت کا شہری ہو۔ (دیکھئے مادہ جہاد)

محارب اس مسلمان کو کہتے ہیں جو مسلمانوں پر ہتھیار لہرائے یا ان کی جان یا مال یا عزت پر ڈاکہ ڈالے۔ (دیکھئے مادہ حرابۃ)

حرز (بہت محفوظ مقام)

حرز حفاظت کو کہتے ہیں خواہ یہ حفاظت ایسے مقام کے ذریعے کی جائے جہاں عام طور پر مال محفوظ کیا جاتا ہو یا ایسے شخص کے ذریعے جو نگرانی اور حفاظت پر مامور ہو۔

سرقہ کے اندر قطع ید کے وجوب کے لیے حرز سے مال چرانے کی شرط۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۴ کا جزج)

حرم (حرم)

۱۔ تعریف: یہاں حرم سے ہماری مراد حرم مکہ ہے۔ یہ اس قطعہ ارضی کا نام ہے جو کعبہ شریف اور اس کے اردگرد کے علاقے پر مشتمل ہے۔ حرم کے حدود درج ذیل مقامات سے گزرتے ہیں۔ تنعیم (یہ مقام حدود حرم کا کعبہ سے قریب ترین مقام اور نقطہ ہے) جعرانہ، ثنیہ رجل، طرف عرنہ، اضاءۃ لبن اور حدیبیہ۔ نقشہ یہ ہے۔

۲۔ حرم کے احکام:

اَ۔ حرم میں احرام کے ساتھ داخلہ:

حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جو مسلمان حدود حرم سے باہر ہو، اسے احرام کے بغیر حرم مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ (۲۲۶) اس حکم سے صرف وہی خادم مستثنیٰ ہے جو اپنے مخدوم کی رفاقت میں حرم کے اندر داخل ہو جائے اور اس کے مخدوم نے اسے احرام باندھنے سے منع کر دیا ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنے خادم کو احرام باندھنے سے روک دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۲۲۷) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صرف احرام باندھ لینا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ احرام باندھنے سے مراد عمرہ ادا کرنا ہے۔

ب۔ حرم میں اقامت: حسن بصریؒ عمرہ ادا کرنے والے کے لیے مکہ میں تین دن قیام کرنے کو مستحب قرار دیتے تھے۔ (۲۲۸)

ج۔ مکہ کے مکانات کا کرایہ لینا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مکہ کے مکانات کا کرایہ وصول کرنا حلال نہیں ہے۔ شاید آپ یہ تصور کرتے تھے کہ کرایہ وصول کرنے کے اندر بیت اللہ سے لوگوں کو روکنے کا پہلو ہے یا شاید آپ کی رائے یہ تھی کہ مکہ اور مکہ کے مکانات اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فی یعنی غنیمت کے طور پر عطا کیے ہیں۔ اس لیے ان پر تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ تاہم حضور ﷺ نے یہ مکانات ان کے مالکان کے قبضے میں اس لیے رہنے دیے تھے کہ آپؐ کو اسی میں مصلحت نظر آئی تھی۔

علماء کا ایک دوسرا گروہ مکہ کے مکانات کرائے پر دینے کو جائز تصور کرتا ہے کیونکہ مکہ صلح کے ذریعے فتح ہوا تھا

اور حضورﷺ نے اہل مکہ کو ان کے قبضے میں موجود مال و متاع اور جائیداد پر برقرار رہنے دیا تھا۔ نووی نے: ''المجموع'' میں بیان کیا ہے کہ بیہقی نے اپنی سند کے واسطے سے ابراہیم بن محمد کوفی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں نے امام شافعی کو مکہ میں لوگوں کو فتویٰ دیتے دیکھا، اس وقت اسحٰق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل بھی موجود تھے۔ انہوں نے اسحٰق سے کہا کہ: ''میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں ایک ایسا شخص دکھاؤں گا کہ تمہاری آنکھوں نے اس جیسا شخص کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔'' یہ سن کر اسحٰق نے کہا: ''میری آنکھوں نے اس جیسا شخص کبھی نہیں دیکھا؟'' امام احمد نے اس کا جواب اثبات میں دیا اور اسحٰق کو لے کر امام شافعی کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر اسحٰق امام شافعی کی طرف بڑھے اور ان سے مکہ کے مکانات کا کرایہ وصول کرنے کا مسئلہ پوچھا۔ امام شافعی نے جواب دیا کہ: ''ہمارے نزدیک یہ جائز ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا تھا: ''کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا تھا؟'' یہ سن کر اسحٰق نے کہا: ''ہمیں یزید بن ہارون بن ہشام سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت بیان کی ہے کہ حسن اسے جائز نہیں سمجھتے تھے نیز عطا اور طاؤس بھی اسے درست نہیں سمجھتے تھے۔'' یہ سن کر امام شافعی نے ایک شخص سے جو اسحٰق کو جانتے تھے، پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ: ''یہ اسحٰق بن راہویہ حنظلی خراسانی ہیں'' امام شافعی نے اسحٰق سے مخاطب ہو کر کہا: ''تم ہی وہ شخص ہو جسے اہل خراسان اپنا فقیہ سمجھتے ہیں؟'' اسحٰق نے جواب میں کہا: ''ہاں۔ اہل خراسان کا یہی خیال ہے۔'' یہ سن کر امام شافعی نے کہا: ''مجھے اس بات کی کس قدر شدت سے ضرورت ہے کہ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا اور میں اس کے کان صاف کرنے کا حکم دیتا۔ میں کہتا ہوں کہ: ''رسول اللہﷺ نے فرمایا'' اور تم کہتے ہو کہ: ''طاؤس، حسن بصریؒ اور ابراہیم نخعی نے کہا'' یہ لوگ کرایہ لینے کی بات کو جائز نہیں سمجھتے جب کہ کسی شخص کو یہ جرأت ہے کہ وہ حضورﷺ کے ساتھ دلیل بازی کرے؟ (۲۲۹)

د۔ حرم کے اندر حدود اور قصاص کا عدم اجراء (دیکھیے مادہ حد نمبر ۴)

ھ۔ حرم میں شکار مارنے کی تحریم: حرم میں شکار مارنا حرام ہے خواہ شکاری حالت احرام میں ہو یا احرام کے بغیر ہو۔ اگر وہ شکار مارے گا تو اس پر جزا لازم ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو حرم کے اندر کسی شکار پر تیر چلائے اور وہ حرم سے باہر جا کر مر جائے، فرمایا: ''وہ شکار کا تاوان بھرے گا۔'' اگر شکاری حدود حرم سے باہر یعنی حل میں کسی شکار پر جو حل کے اندر ہو، تیر چلائے اور شکار حرم میں داخل ہو کر مر جائے تو شکاری اس کا تاوان نہیں بھرے گا۔ (۲۳۰) نیز فرمایا: ''اگر کوئی بچہ مکہ کے کبوتروں کا کوئی چوزہ شکار کر لے تو اس پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہو جائے گا۔'' (۲۳۱) اس کی مزید تفصیل اور شرح (مادہ احرام نمبر ۸ کے جز ب) میں گزر چکی ہے۔

و۔ ہدی حرم کے اندر ذبح کرنا: ہدی کے طور پر جو بھی جانور ہو، اسے حرم میں ذبح کیا جائے گا۔ حرم کے سوا کسی اور جگہ اسے ذبح کرنا کافی نہیں ہوگا۔ جو شخص حالت احصار میں آ جائے، وہ احصار کا ہدی حرم میں ذبح

کرائے گا۔ (دیکھئے مادہ احصار نمبر۲) جو شخص حج تمتع یا حج قران کرے، اس پر ہدی واجب ہوگا اور اسے حرم میں ذبح کرنا لازم ہوگا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر۷ کے جز ب کا جز ۲) جو شخص احرام کی کوئی خلاف ورزی کرے، اس پر اس خلاف ورزی کا ہدی واجب ہوگا جسے حرم میں ذبح کرنا لازم ہوگا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر۹)

ز۔ وہ مقام جہاں سے اہل مکہ حج اور عمرے کے لیے احرام باندھیں۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۴ کا جز اً) حج کے لیے اہل مکہ کا احرام باندھنا شوال کا چاند دیکھنے پر ہوگا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۳)

حریر (ریشم)

۱۔ تعریف: حریر ان نرم دھاگوں کو کہا جاتا ہے جنہیں ریشم کے کیڑے پیدا کرتے ہیں اور ان سے نرم اور قیمتی کپڑا تیار کیا جاتا ہے۔

۲۔ حریر کے احکام:

اً۔ مردوں کے لیے ریشم کی تحریم: علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ریشم سے بنا ہوا کپڑا پہننا مردوں کے لیے حرام ہے۔ الا یہ کہ کسی عذر کی بنا پر کوئی ریشمی کپڑا پہن لے اور عورتوں کے لیے ریشم پہننا حلال ہے۔ (۲۴۲)

ب۔ ریشمی کپڑے میں تکفین کی کراہت: حسن بصریؒ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ مرد یا عورت کو ریشمی کپڑے میں کفنایا جائے کیونکہ اس میں اسراف کا پہلو ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ریشمی کپڑا زیب و زینت کی خاطر استعمال ہوتا ہے اور میت زیب و زینت سے مستغنی ہوتا ہے۔ (۲۴۳) اس مسئلے میں علمائے سلف کے درمیان کسی اختلاف رائے کا مجھے علم نہیں ہے۔ (۲۴۴)

حریم (حریم)

۱۔ تعریف: ایک چیز کا حریم وہ ہے جو اس چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہو اور اس کے تابع ہو نیز اس کی حرمت کی وجہ سے بہت سے حقوق اور فوائد قابل احترام بن جائیں۔

۲۔ کنویں کا حریم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ کنویں کا حریم ہر طرف سے چالیس چالیس گز ہے جہاں اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو پانی پلانے کے لیے بٹھایا جا سکتا ہے۔ (۲۴۵) کیونکہ حریم کی اس مقدار کے بغیر کنویں سے فائدہ اٹھانا متعذر رہوتا ہے۔

حضانۃ (بچے کی پرورش)

۱۔ تعریف: بچے کی پرورش اور اس کی ضروریات یعنی خوراک، لباس، نیند اور صفائی وغیرہ کو بروئے کار لانا حضانت کہلاتا ہے۔

۲۔ حضانت کے احکام:

اً۔ پرورش کرنے والی عورت کا مسلمان ہونا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر زوجین کے درمیان طلاق ہو جائے اور ان کا بچہ پرورش کا محتاج ہو جب کہ ماں باپ کا دین مختلف ہو یعنی ایک مسلمان ہو اور دوسرا کافر تو اس

صورت میں مسلمان اس کی پرورش کا ذمہ دار ہوگا کیونکہ بچے کے حق میں یہ بات زیادہ فائدہ مند ہوگی۔ اس لیے کہ کافر اگر تنہا اس کی پرورش کا ذمہ دار بنے گا تو اس کا مذہب بگاڑ کر رکھ دے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مشرک والدین کے درمیان کوئی بچہ ہو اور پھر ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو وہی اس بچے کا زیادہ حق دار ہوگا۔''(۲۳۶) نیز فرمایا: ''اگر والدین یہودی اور نصرانی ہوں اور پھر ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو بچہ مسلمان کے ساتھ رہے گا۔''(۲۳۷) سعید بن منصور نے ''سنن سعید'' میں روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص اپنے بچے کو یہودی یا نصرانی یا بدکار عورت کا دودھ پلائے۔(۲۳۸) یہ روایت رضاعت کے ساتھ خاص ہے، پرورش کے ساتھ نہیں یا رضاعت کی عمر میں پرورش کے ساتھ خاص ہے۔ اس سے بعد کی عمر کے ساتھ نہیں' کیونکہ رضاعت کی عمر میں دین کے اعتبار سے بچے پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ بچہ اس عمر میں عقائد سے تعلق رکھنے والے امور کے ادراک سے قاصر ہوتا ہے۔

ب۔ پرورش کے معاملہ میں ماں کا مقدم ہونا: اگر زوجین کا دین ایک ہو اور پھر ان کے درمیان طلاق وغیرہ کے ذریعے علیحدگی ہو جائے اور بچہ موجود ہو تو ماں اس کی پرورش کی زیادہ حق دار ہوگی۔ بچہ اس کے پاس رہے گا اور وہ اس کی دیکھ بھال کرے گی۔ اس لیے کہ اصل فطرت کے اعتبار سے بچے کی دیکھ بھال پر وہ باپ کی بہ نسبت زیادہ قدرت رکھتی ہے۔ اگر وہ نکاح کر لے تو اس سے پرورش کا حق ساقط نہیں ہوگا اور اگر اسے دوسری شادی کی رغبت ہو بھی جائے تو بچہ اس کے ساتھ ہی رہے گا۔ بچے کو اس سے چھین کر باپ کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اس عمر میں بچے کے ساتھ اس کی ماں کی شفقت اس کے باپ نیز سوتیلی ماں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''وہ اپنے بچے کی زیادہ حق دار ہوگی خواہ نکاح کیوں نہ کر لے۔''(۲۳۹)

ج۔ بچے کی تخییر: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ بچے کی پرورش کی مدت اس کے بالغ ہو جانے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ اس مدت کے اختتام پر اسے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پسند کر لینے کا اختیار دیا جائے گا اور وہ جسے پسند کر لے گا، اس کے پاس رہے گا۔ وکیع نے: ''اخبار القضاۃ'' میں لکھا ہے کہ ہمیں ابو عقیبہ شریک نے اپنے بارے میں بتایا کہ میرے والد طاعون میں فوت ہو گئے۔ میری کفالت مجھے دودھ پلانے والی خاتون نے کی۔ جب میں بلوغت کے قریب ہو گیا تو میرے چچا آئے اور مجھے لینا چاہا۔ ہمارا معاملہ حسن بصریؒ کے سامنے پیش ہوا۔ اس وقت آپ قاضی تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ''لڑکے یہ تمہارے چچا ہیں اور یہ تمہاری کھلائی ہے۔ ان میں سے جس کے ساتھ چاہو، چلے جاؤ۔'' چنانچہ میں اپنی کھلائی کے ساتھ چلا گیا۔(۲۴۰)

حلف (قسم) دیکھئے مادہ یمین

حلی (زیورات)

ا۔ تعریف: معدنیات اور قیمتی پتھروں کے بنے ہوئے زیورات کو جنہیں سنگھار کے طور پر پہنا جائے، حلی کہا

جاتا ہے۔

۲۔ عورت اپنے کون سے زیورات دوسرے کے سامنے ظاہر کرسکتی ہے؟: (مادہ حجاب نمبر۳ کے جزب کے جز ۲) میں گزر چکا ہے کہ عورت کے لیے غیر مردوں کے سامنے اپنا چہرہ اور اپنے کف دست کھلے رکھنا جائز ہے بشرطیکہ وہ اپنے سنگھار کی نمائش نہ کرے خواہ اس کے چہرے اور کف دست پر کوئی سنگھار یعنی زیور موجود ہو یا موجود نہ ہو۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا تھا کہ احرام والی عورت اپنے کون سے زیورات غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرسکتی ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: ''انگوٹھی۔'' (۲۴۱)

۳۔ زیورات کی زکوٰۃ: معدنیات میں سے صرف سونے اور چاندی کی زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر سونے اور چاندی کے زیورات بنا لیے جائیں اور عورت یہ زیورات استعمال کرے تو حسن بصریؒ سے مروی روایات کا اس پر اتفاق ہے کہ ان زیورات کی زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ عورت کے لباس کی طرح ہوں گے اور لباس میں زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا: ''زیورات کی کوئی زکوٰۃ نہیں۔'' (۲۴۲) تاہم سونے اور چاندی پر اصل کے اعتبار سے چونکہ زکوٰۃ ہوتی ہے، اس لیے سونے اور چاندی کے بنے ہوئے زیورات پر حسن بصریؒ زکوٰۃ واجب قرار نہیں دیتے تھے البتہ مستحب سمجھتے تھے۔ آپ سے زیورات کی زکوٰۃ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس کے متعلق ہمیں کوئی روایت نہیں پہنچی ہے تاہم مجھے یہ پسند ہے کہ ان کی زکوٰۃ دی جائے۔'' (۲۴۳) آپ سے ایک اور روایت کے مطابق ضرورت مندکو زیورات عاریت کے طور پر دینا ہی کافی ہے۔ یہ عمل زیورات کی مستحب زکوٰۃ کے قائم مقام بن جائے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''زیورات کی زکوٰۃ ان کی عاریت ہے۔'' (۲۴۴) چونکہ زیورات کی زکوٰۃ کا معاملہ حسن بصریؒ کے نزدیک احتمال کے حدود میں تھا، اس لیے آپ نے یہ بات ناپسند کی ہے کہ عورتیں سونے اور چاندی کے زیورات استعمال کریں۔ (۲۴۵) تاکہ ان کی دینداری میں احتیاط کا پہلو رہے۔

۴۔ جڑاؤ تلوار وغیرہ کی اس جڑاؤ کی جنس کے بدلے فروخت۔ (دیکھیے مادہ بیع نمبر۴ کے جزھ کا جز۴)

حمیٰ (حریم، مویشیوں کے لیے مخصوص کی ہوئی جگہ)

حمیٰ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ حریم: ایک چیز کو گھیرنے والی چیز کو حریم کہتے ہیں جو مذکورہ چیز سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہو۔ حسن بصریؒ نے کنواں کھودنے والے کے لیے چاروں طرف سے اس کا حریم چالیس چالیس گز مقرر کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کنویں کا حریم چالیس گز ہے۔'' (۲۴۶) جو شخص کنویں کا مالک ہوگا، وہ اس کے حریم کا بھی مالک قرار پائے گا تاکہ اپنے کنویں سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے۔

۲۔ ایسی جگہ جسے امام المسلمین بیت المال کے مویشیوں کے لیے مخصوص کر کے لوگوں کے لیے اسے ممنوعہ قرار دے دے، ایسا کرنا جائز ہے۔ حضورﷺ اور حضرت عمرؓ نیز دیگر حضرات نے ایسا کیا تھا۔ البتہ چراگاہوں کو حمیٰ قرار دینا امام المسلمین کے لیے جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا۔ حسن بصریؒ نے

فرمایا: ''کوئی چراگاہ فروخت نہیں کی جائے گی اور نہ اسے حمیٰ (ممنوعہ مقام) قرار دیا جائے گا۔'' (۲۴۷)

حمار (گدھا)

۱۔ گدھے کا جھوٹا اور اس کا لعاب: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ گدھے کا لعاب پاک ہے۔ البتہ اس سے بچنا اولیٰ ہے۔ آپ فرماتے: ''گدھے کے لعاب میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۲۴۸) جب اس کا لعاب پاک ہے اور اس سے بچنا اولیٰ ہے تو اس کا جھوٹا بھی طاہر اور مطہر ہوگا اور اگر وضو وغیرہ کے لیے کوئی اور پانی مل جائے تو اس کے جھوٹے پانی سے بچنا اولیٰ ہوگا۔ حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۲۴۹) اسی مفہوم پر اس روایت کو محمول کیا جائے گا جسے ابن ابی شیبہ نے اشعث سے بیان کیا ہے کہ حسن بصریؒ گدھے، خچر اور کتے کے جھوٹے پانی کو مکروہ یعنی ناپاک قرار دیتے تھے۔ (۲۵۰) کیونکہ اشعث نے جب دیکھا کہ حسن بصریؒ گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا پسند نہیں کرتے تو خیال کر لیا کہ آپ اس پانی کو حرام یعنی ناپاک قرار دیتے ہیں اور پھر اسے کتے کے جھوٹے پانی کے ساتھ ملا کر بیان کر دیا۔ حسن بصریؒ سے ان تمام جھوٹے پانیوں کی کراہت یعنی عدم جواز بھی منقول ہے۔ واللہ اعلم۔ (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کے جزب کا جز ۲)

۲۔ نمازی کے سامنے سے گدھے کا گزر جانا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ نمازی کے سامنے سے گدھے کا گزر جانا اس کی نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ (۲۵۰ب) شاید آپ نے یہ رائے حضور ﷺ کے اس ظاہر ارشاد کی بنیاد پر قائم کی ہے کہ: ''جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے لگے تو کجاوے کے پچھلے حصے جیسی کسی چیز کا اپنے سامنے سترہ کھڑا کر دے۔ اگر وہ کجاوے کے پچھلے حصے جیسی کسی چیز کا سترہ کھڑا نہیں کرے گا تو گدھا، عورت اور کالا کتا اس کی نماز قطع کر دیں گے۔'' راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس روایت کو بیان کرنے والے صحابی حضرت ابوذرؓ سے دریافت کیا کہ کالے، سرخ اور زرد کتوں میں کیا فرق ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا: ''بھتیجے یہی سوال میں نے حضور ﷺ سے کیا تھا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ: ''کالا کتا شیطان ہے۔'' (۲۵۱) حضرت ابن عباسؓ وغیرہ نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ کتا نماز کے اندر خشوع اور یکسوئی کو قطع کر دیتا ہے، نماز کو باطل نہیں کرتا۔ (۲۵۲)

۳۔ گدھوں کی زکوٰۃ: گدھے عام طور پر بار برداری کے لیے یا سواری کے لیے رکھے جاتے ہیں، نسل کشی کے لیے نہیں۔ اس بنا پر ان کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی الا یہ کہ انہیں تجارت کی غرض سے رکھا جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''گدھوں کے اندر صدقہ یعنی زکوٰۃ نہیں۔'' (۲۵۳) (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جز داؤ کا جز ۷)

۴۔ گدھی کا پیشاب دوا کے طور پر استعمال کرنا: حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ آپ نے دوا کے طور پر گدھی کے پیشاب کے استعمال کی رخصت دی ہے۔ (۲۵۴) (دیکھئے مادہ تدا و نمبر ۳ کا جز د)

۵۔ جنگ میں جانے والے گدھے کا مال غنیمت کے اندر کوئی مقررہ حصہ نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۶ کے جز ج کا جز ۲)

حمام (حمام)

۱۔ تعریف: حمام اس غسل خانے کو کہا جاتا ہے جہاں گرم پانی سے غسل کیا جائے۔

۲۔ حمام کے احکام:

أ۔ حمام میں داخل ہونا: حسن بصریؒ چند شرطوں کے ساتھ حمام میں داخل ہونے کی اباحت کرتے تھے اور روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ ان شرائط کی رعایت کرتے ہوئے حمام میں جایا کرتے تھے۔ (۲۵۵)

پہلی شرط: شرم گاہ پر کپڑے کے ساتھ حمام میں جایا جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا 'اگر ازار باندھ کر حمام میں جایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۲۵۶)

دوسری شرط: لوگوں کی شرم گاہوں پر نظر نہ ڈالی جائے۔

تیسری شرط: حالت احرام میں نہ ہو۔ حسن بصریؒ نے محرم کے لیے حمام کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۸ کا جزن)

درج بالا شرائط کی موجودگی کے باوجود بہتر صورت یہ ہے کہ عام حمام میں داخل نہ ہوا جائے۔ حسن بصریؒ کا قول: ''کوئی حرج نہیں'' اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ عام حمام کے اندر شرم گاہیں برہنہ ہوتی ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ عام حمام میں نگاہ برہنہ شرم گاہوں پر پڑنے سے بچ نہیں سکتی۔

ب۔ حمام میں قرآن کی تلاوت: حمام وہ مقام ہے جہاں شرم گاہیں برہنہ ہوتی اور نجاستیں دھوئی جاتی ہیں اور گندے پانی کے ساتھ لوگوں کے پیشاب وغیرہ میں اختلاط ہوتا ہے۔ بنا بریں یہ جگہ عبادت کے لیے موزوں نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بصریؒ نے حمام کے اندر قرآن کی تلاوت کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے۔ (۲۵۷) (دیکھیے مادہ قرآن نمبر ۲ کا جزب)

حمام کے پانی کا پاک ہونا (دیکھیے مادہ نجاسۃ نمبر ۳ کا جزھ) نیز (مادہ غسل نمبر ۲ کا جزی)

حمام کرنے کے بعد نہانا (دیکھیے مادہ غسل نمبر ۲ کا جزر)

حمل (حمل)

۱۔ تعریف: ماں کے رحم میں جنین کے وجود کو حمل کہتے ہیں۔

۲۔ حاملہ عورت کا روزہ: اگر روزہ حاملہ یا اس کے حمل کے لیے ضرر رساں ہو تو اس صورت میں اس کے لیے رمضان کے روزے چھوڑ دینا جائز ہوگا۔ پھر جب اسے روزہ رکھنے کی طاقت ہو جائے گی تو چھوڑے ہوئے ایام کے روزوں کی قضا اس پر لازم ہوگی۔ روزہ رکھنے کے ساتھ اس پر فدیہ کے طور پر مسکینوں کو کھانا کھلانا لازم نہیں ہوگا۔ (۲۵۸) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حاملہ اور مرضعہ روزے نہیں رکھیں گی بلکہ چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا رکھیں گی جس طرح بیمار شخص روزے نہیں رکھتا اور ان کی قضا کرتا ہے۔'' (۲۵۹) (دیکھیے مادہ صیام نمبر ۷ کا جزج)

۳۔ حاملہ کی طلاق: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ حاملہ عورت طہر کی حالت میں ہوتی ہے اور اس کے شوہر کے لیے

جائز ہوتا ہے کہ ایام حمل میں جب چاہے، اسے طلاق دیدے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر بیوی حاملہ ہو تو شوہر جب چاہے، اسے طلاق دے سکتا ہے۔'' (۲۶۰) اس کی یہ طلاق طلاق سنت ہو گی تاہم وہ اسے ایک طلاق سے زائد طلاق نہ دے۔ اگر وہ اسے ایک سے زائد طلاق دے گا تو یہ طلاق بدعت ہو گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حاملہ عورت کو وضع حمل تک ایک سے زائد طلاق نہ دی جائے۔ جب وضع حمل ہو جائے گا تو وہ اپنے شوہر سے چھوٹ جائے گی۔'' (۲۶۱) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز د)

۴۔ حاملہ کی عدت:

أ۔ حاملہ کی عدت طلاق اور عدت وفات کی انتہا وضع حمل کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حاملہ عورت کی عدت کی مدت اس کا وضع حمل ہے۔'' (۲۶۲) اگر حاملہ کے بطن میں ایک سے زائد بچے ہوں تو پہلے بچے کی پیدائش کے ساتھ اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور اس کے پیٹ میں دو بچے ہوں اور وہ ان میں سے ایک بچے کو جنم دیدے تو اس کی عت ختم ہو جائے گی۔'' (۲۶۳) نیز فرمایا: ''اگر کوئی شخص وفات پا جائے یا اپنی بیوی کو طلاق دیدے جب کہ بیوی حاملہ ہو اور وہ ایک بچے کو جنم دیدے اور ابھی اس کے بطن میں دوسرا بچہ موجود ہو تو پہلے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔ (۲۶۴)

ب۔ وضع حمل کے ساتھ حاملہ کی عدت ختم ہو جانے کے اصول پر کئی امور مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر ذیل میں ملاحظہ کیجئے:

اگر ایک شخص اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دیدے اور وضع حمل سے پہلے اس پر زنا کاری کی تہمت لگا دے تو ایسی صورت میں مرد پر حد قذف جاری نہیں ہو گی البتہ لعان کرنا اس پر لازم ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دیدے اور پھر اسے قذف بھی کر دے تو اسے حد قذف میں کوڑے لگائے جائیں گے البتہ اگر مطلقہ بیوی حاملہ ہو تو مرد اس کے ساتھ لعان کرے گا۔'' (۲۶۵) (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جز ھ کا جز ۱۲)

۲۔ اگر ایک شخص اپنی حاملہ بیوی کو ایک رجعی طلاق دیدے تو وہ اس کی بہن کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک بچے کی پیدائش کے ساتھ مطلقہ بیوی عدت کے اختتام کی بنا پر اس سے آزاد نہ ہو جائے۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنی چوتھی بیوی کو حمل کے دوران طلاق رجعی دی ہو تو اس کے لیے کسی اور عورت سے نکاح کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہو گا جب تک حاملہ مطلقہ بیوی وضع حمل کے ذریعے عدت کے اختتام کی بنا پر اس سے آزاد نہ ہو جائے۔ (۲۶۶) البتہ اگر شوہر نے اپنی حاملہ بیوی کو طلاق مغلظہ دی ہو تو اس صورت میں وضع حمل سے قبل وہ اس کی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی حاملہ بیوی کو طلاق مغلظہ دیدے، فرمایا: ''اگر وہ اپنی بیوی کی عدت کے دوران اس کی بہن کے ساتھ نکاح کر لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (۲۶۷) کیونکہ طلاق مغلظہ کی وجہ سے وہ اس سے مکمل طور

پر بائن ہو جائے گی۔

طلاق یافتہ حاملہ عورت سے رجعت کا زمانہ (دیکھئے مادہ رجعۃ نمبر ۳)

۵۔ عدت گزارنے والی حاملہ عورت کا نفقہ: عدت گزارنے والی حاملہ عورت یا تو عدت وفات گزار رہی ہوگی یا عدت طلاق یا عدت خلع۔

أ۔ عدت وفات گزارنے والی کا نفقہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ عدت وفات گزارنے والی عورت خواہ حاملہ ہی کیوں نہ ہو، عدت کے دوران نفقہ کی مستحق نہیں ہوتی۔ (۲۶۸) کیونکہ عدت وفات کے دوران اپنے آپ کو محبوس اور پابند رکھنا اللہ کے حق کی خاطر ہوتا ہے، شوہر کے حق کی خاطر نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''عدت وفات گزارنے والی حاملہ عورت کا نفقہ میراث کے اندر اس کے حصے سے پورا کیا جائے گا۔'' (۲۶۹) (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ھ کے جز ۳ کا جز أ)

ام ولد کا آقا اگر اس کے حمل کے دوران وفات پا جائے تو اگر وہ زندہ بچے کو جنم دے تو اس کی عدت کا نفقہ میراث کے اندر بچے کے حصے سے ادا کیا جائے گا اور اگر مردہ بچے کو جنم دے تو اس کی عدت کا نفقہ پورے مال سے ادا کیا جائے گا۔ (۲۷۰)

ب۔ عدت طلاق گزارنے والی کا نفقہ: یہ عورت یا تو طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہوگی یا طلاق بائن کی۔ پہلی صورت میں اسے نفقہ یعنی خرچہ بھی ملے گا اور رہائشی سہولت بھی۔ دوسری صورت کی دو حالتیں ہوں گی۔ پہلی حالت یہ ہے کہ وہ حاملہ نہیں ہوگی۔ ایسی صورت میں اسے نہ تو نفقہ ملے گا اور نہ رہائشی سہولت۔

دوسری حالت یہ ہے کہ وہ حاملہ ہوگی۔ ایسی صورت میں وضع حمل تک اسے نفقہ بھی ملے گا اور سکنٰی یعنی رہائشی سہولت بھی۔ (۲۷۱) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تین طلاق یافتہ حاملہ عورت کے لیے نفقہ ہے۔ اسی طرح حاملہ بیوی جس سے شوہر نے ایلاء کیا ہو، اسے بھی نفقہ ملے گا۔'' (۲۷۲) نیز فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دیدے تو خواہ وہ آزاد عورت ہو یا لونڈی، اس پر اس کا نفقہ لازم ہوگا۔'' (۲۷۳) (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جز ھ کا جز ا)

ج۔ عدت خلع گزارنے والی کا نفقہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ خلع لینے والی عورت خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، عدت کے دوران نفقہ کی مستحق نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا: ''خلع لینے والی حاملہ عورت کے لیے کوئی نفقہ نہیں۔'' (۲۷۴)

۶۔ حاملہ کا تبرع (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۲ کا جز ھ کا جز ۴) نیز (مادہ حجر کے جز ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز و أ)

حمل کی پیدائش سے پہلے اس کا نکاح کر دینا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز أ کا جز ۱۲)

حمل کی وراثت۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۷ کا جز أ)

حمیل (گود میں اٹھایا ہوا بچہ)

حمیل اس بچے کو کہتے ہیں جسے جنگ میں گرفتار شدہ عورت اپنی گود میں اٹھائے ہوئے ہو اور دعویٰ بھی کرتی

ہو کہ یہ اس کا بچہ ہے۔

حمیل کی وراثت (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جز اُ کا جز ۱)

حوالہ (عقد حوالہ)

۱۔ تعریف: حوالہ وہ عقد ہے جس میں دین کو محیل (مدیون) کے ذمے سے محال علیہ (عقد حوالہ قبول کرنے والے) کے ذمے منتقل کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ محیل کا بری الذمہ ہو جانا: عام طور پر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اگر عقد حوالہ کی تمام شرطیں موجود ہوں اور یہ عقد درست ہو تو اس صورت میں محیل یعنی مدیون بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ تاہم حسن بصریؒ کی رائے یہ تھی کہ محیل اس وقت تک بری الذمہ نہیں ہو گا جب تک محال یعنی دائن اسے بری الذمہ نہ کر دے یا محال علیہ (دین کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرنے والا) دین کی ادائیگی نہ کر دے۔ اگر محال علیہ دین کی ادائیگی سے عاجز رہے تو اس صورت میں حسن بصریؒ کے نزدیک محال یعنی دائن اپنے دین کی وصولی کے لیے مدیون یعنی محیل سے رجوع کرے گا۔ (۲۷۵) بنا بریں عقد حوالہ عقد کفالہ کی طرح ہو جائے گا۔ (۲۷۶) یعنی جس طرح مکفول (مدیون) کی ذمہ داری عقد کفالہ کی بنا پر ختم نہیں ہو گی بلکہ دین کی ادائیگی کی بنا پر ختم ہو گی۔ اسی طرح محیل بھی احالہ یعنی عقد حوالہ کی بنا پر بری الذمہ نہیں ہو گا بلکہ دین کی ادائیگی پر بری الذمہ ہو گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''کسی مسلمان آدمی کے حق کو ضیاع لاحق نہیں ہوتا۔ اگر اس کا حق اس کے قبضے میں نہ آئے تو وہ اپنے اس شخص سے رجوع کرے جس نے اپنے اوپر عائد شدہ یہ حق کسی اور کے ذمہ حوالہ کیا تھا۔'' (۲۷۷)

حیۃ (سانپ)

حسن بصریؒ ہر قسم کے سانپ کو ہلاک کرنے کی تلقین کرتے تھے سوائے اس اژدہے کے جو چاندی کی چھڑی کی طرح ہوتا ہے۔ (۲۷۸) (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ج) حرم کے اندر نیز محرم کے لیے سانپ ہلاک کر دینے کا جواز (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ب کا جز ۱)

حیض (حیض)

۱۔ تعریف: حیض اس خون کا نام ہے جسے بالغ عورت کا رحم جس میں کوئی بیماری نہ ہو، نہ حمل ہو نہ مذکورہ عورت سن ایاس کو پہنچی ہو، خارج کرے۔ اس خون کی ایک خاص بو ہوتی ہے۔ اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ یہ تازہ ہوتا ہے اور گاڑھا نہیں ہوتا۔

۲۔ حیض آنے سے قبل اور حیض کے بعد ظاہر ہونے والا زرد گدلا مادہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ حیض آنے سے پہلے عورت اپنے اندام نہانی سے خارج ہونے والا زرد نیز گدلا مادہ اور خون کا دھبہ اگر دیکھے تو وہ حیض میں شمار ہو گا۔ آپ فرماتے: ''اگر عورت زرد یا گدلا مادہ دیکھے تو نماز سے رک جائے کیونکہ یہ حیض ہے۔'' (۲۷۹) البتہ حیض کے بعد نظر آنے والا زرد یا گدلا مادہ کوئی چیز نہیں ہوتا اور نہ تو نماز کے لیے مانع ہوتا ہے نہ

روزے کے لیے اور نہ ہمبستری کے لیے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر حیض کے بعد عورت زرد اور گدلا مادہ دیکھے تو یہ کوئی چیز نہیں۔ وہ اسے دھوڈالے اور وضو کر کے نماز پڑھ لے۔''(۲۸۰)

۳۔ حیض کی مدت: اصول تو یہ ہے کہ ہر عورت کی ماہواری کے متعین ایام ہوتے ہیں۔ ان ایام میں اسے حیض آتا ہے اور اسے: ''عادت'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ عادت مختلف عورتوں میں مختلف ہوتی ہے۔ اسی عادت پر مستحاضہ اعتماد کرتے ہوئے ہر ماہ اتنے ہی دنوں میں نماز اور روزے سے کنارہ کش رہے گی۔ (دیکھیے مادہ استحاضہ نمبر ۴ کا جز اُ) اس کا شوہر اس دوران اس کے ساتھ ہمبستری سے باز رہے گا۔ (دیکھیے مادہ استحاضہ نمبر ۴ کا جز ب) بعض دفعہ حیض کے ایام عورت کی متعینہ عادت سے ایک یا دو دن مقدم ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ ایک یا دو دن موخر ہو جاتے ہیں۔ ان صورتوں میں حیض کی ابتدا خون دیکھنے کے ساتھ ہی ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر عورت اپنے حیض یعنی عادت سے ایک یا دو دن پہلے خون دیکھ لے تو یہ حیض ہوگا۔''(۲۸۱) بعض دفعہ حیض کی مدت ایک یا دو دن بڑھ جاتی ہے اور کبھی کم ہو جاتی ہے۔ یہ سب کا سب حیض میں شمار ہوگا۔ یعنی خون دیکھنے کے وقت سے لے کر عادت کے اختتام کے ایک یا دو دن بعد تک بشرطیکہ یہ ایام حیض کی کم سے کم مدت سے کم نہ ہوں یا حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت سے متجاوز نہ ہوں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر حائضہ حیض سے غسل کر لینے کے ایک یا دو دن بعد تازہ خون نکلتا دیکھے تو ایک دن کے لیے نماز سے کنارہ کش رہے۔ ایک دن کے بعد صورت حال برقرار رہنے پر اسے مستحاضہ قرار دیا جائے گا۔''(۲۸۲) نیز فرمایا: ''اگر حیض گزر جانے کے بعد عورت خون دیکھے تو نماز سے رک جائے اور اپنے ایام حیض میں ایک یا دو دنوں کا اضافہ کر لے۔ اس کے بعد صورت حال برقرار رہنے پر وہ مستحاضہ شمار ہوگی۔''(۲۸۳)

تمام احوال کے اندر حیض کی مدت کا تین دنوں سے کم ہونا جائز نہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''کم سے کم حیض تین دن ہے۔''(۲۸۴) آپ سے مروی دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق حیض کی مدت دس دنوں سے زائد نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا: ''زیادہ سے زیادہ حیض دس دن ہے۔''(۲۸۵) نیز فرمایا: ''عورت اپنے حیض کے دوران سات دنوں تک نماز پڑھنے سے کنارہ کش رہے گی۔ اس کے بعد اگر وہ پاک ہو جائے تو فبہا' ورنہ دس دنوں تک نماز نہیں پڑھے گی۔ اس کے بعد اگر پاک ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ غسل کر کے نماز پڑھے گی اور مستحاضہ شمار ہوگی۔''(۲۸۶) دوسری روایت کے مطابق حیض کی مدت پندرہ دنوں سے زائد نہیں ہوتی۔ بیہقی نے آپ سے روایت کی ہے کہ حائضہ عورت پندرہ دن بیٹھے گی۔''(۲۸۷)

۴۔ حیض کا خون ناپاک ہوتا ہے، حائضہ کا بدن نہیں:

اُ۔ حیض کا خون ناپاک ہوتا ہے اور اگر جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو جسم اور کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے۔ حسن بصریؒ نے حیض کا خون کپڑے میں لگ جانے کے بارے میں فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر عورت کپڑے میں حیض کا خون لگا دیکھے تو اسے دھولے۔''(۲۸۸)

ب۔ حائضہ کا بدن، اس کا پسینہ اور اس کا لعاب پاک ہوتا ہے۔ بنابریں اس کا جسم جس کپڑے سے لگ جائے یا اس کا منہ جس پانی کو چھو لے، وہ کپڑا اور پانی بھی پاک ہوگا۔ حسن بصریؒ جنبی اور حائضہ کے پسینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۲۸۹) آپ حائضہ کے جھوٹے پانی سے وضو کر لینے میں بھی کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے۔ (۲۹۰) آپ فرماتے: ''اگر حائضہ کسی کو وضو کرائے یا اس کے سر میں کنگھی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (۲۹۱) بنابریں حائضہ جس نجاست میں ملوث ہوتی ہے، وہ معنوی نجاست ہوتی ہے، ظاہری نجاست نہیں۔

۔ حیض کے دوران ممنوعہ امور:

۔ نماز: حیض کے دوران حائضہ نماز سے کنارہ کش رہے گی۔ اگر وہ اس دوران نماز پڑھے گی تو بالاجماع گنہگار ہوگی۔ اس بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ مزید وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

اگر حائضہ غروب شمس سے پہلے عصر کے وقت کے اندر حیض سے پاک ہو جائے تو اس پر صرف وہی نماز واجب ہوگی جس وقت کے اندر وہ پاک ہوئی تھی۔ (۲۹۲) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر حائضہ عصر کے وقت پاک ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھے گی، ظہر کی نماز نہیں پڑھے گی۔'' (۲۹۳) یہ اس لیے ہے کہ ظہر کا وقت عصر کے وقت سے مختلف ہوتا ہے۔ دونوں کا وقت ایک نہیں ہوتا۔ اگر وہ ظہر کے وقت پاک ہو جائے لیکن غسل نہ کرے یہاں تک کہ ظہر کا وقت نکل جائے اور اسے غسل موخر کرنے میں کوئی عذر لاحق نہ ہو تو اس پر ظہر کی قضا لازم ہو جائے گی جس کے وقت کے اندر وہ پاک ہوئی تھی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر عورت کسی نماز کے وقت کے اندر پاک ہو جائے لیکن غسل نہ کرے جب کہ اسے غسل کرنے کی قدرت ہو تو وقت نکل جانے کی صورت میں وہ اس نماز کی قضا کرے گی۔'' (۲۹۴) اگر ایک نماز کا وقت آ جائے اور اس کے بعد عورت کا حیض شروع ہو جائے تو وہ اس نماز کی قضا نہیں پڑھے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر عورت کسی نماز کے وقت کے اندر حائضہ ہو جائے تو اس پر اس نماز کی قضا لازم نہیں ہوگی البتہ اگر نماز کا وقت نکل جائے اور پھر حیض آ جائے تو مذکورہ نماز نہ پڑھنے کی صورت میں وہ اس کی قضا کرے گی۔'' (۲۹۵) اگر عورت فرض نماز شروع کرے اور دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اسے حیض آ جائے تو پاک ہونے کے بعد وہ اس نماز کی قضا نہیں پڑھے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر عورت دو رکعتیں پڑھ لے اور پھر اسے حیض آ جائے تو پاک ہو کر وہ اس نماز کی قضا نہیں کرے گی۔'' (۲۹۶) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جزب کا جز ا کا جزب)

سجدۂ سہو سے باز رہنے کا وجوب بھی نماز کی طرح ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حائضہ عورت اگر آیت سجدہ سن لے تو سجدہ نہیں کرے گی۔'' (۲۹۷) (دیکھئے مادہ سجود التلاوۃ نمبر ۳)

۔ قرآن کی تلاوت اور قرآن کو ہاتھ لگانا: حائضہ کے لیے جائز نہیں کہ وہ قرآن کی تلاوت کرے یا اسے ہاتھ لگائے۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو گنہگار ہوگی۔ (۲۹۸) اگر حائضہ کی جلد اور قرآن کے درمیان کوئی حائل

موجود ہو تو اس صورت میں قرآن کو اٹھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ بات (مادہ جنابۃ نمبر ۲ کے جز ھ) نیز (مادہ قرآن نمبر ۲ کے جز ا) میں گزر چکی ہے۔

ج۔ ذکر الٰہی: حائضہ کے لیے اللہ کا ذکر کرنا حلال ہے۔ نووی نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ حائضہ عورت نماز کے اوقات میں وضو کر کے تسبیح کر سکتی ہے۔ (۲۹۹)

د۔ مسجد میں ٹھہرنا: حائضہ کے لیے مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے البتہ مسجد سے ہو کر گزرنا، کوئی چیز رکھنے یا اٹھانے کے لیے یا مسجد کی صفائی کی خاطر مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جز د)

ھ۔ طواف: حائضہ کے لیے جب مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں تو کعبہ کا طواف بھی جائز نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے مستحاضہ کو ان ایام میں طواف کرنے سے روکا ہے جو اس کے حیض کے ایام میں پڑتے ہوں۔ (دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر ۴ کا جز ا) جو عورت حج تمتع کی نیت کرے اور وہ حائضہ ہو تو وہ کیا کرے؟ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کے جز ج کا جز ا)

حائضہ کی صفا اور مروہ کے درمیان سعی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جز ج)

و۔ روزہ: حائضہ عورت روزہ رکھنے سے کنارہ کش رہے گی۔ اگر وہ روزہ رکھ لے تو اس کا یہ روزہ بالا جماع درست نہیں ہوگا۔ اگر ایک عورت روزہ رکھ لے اور پھر عصر کے بعد اسے حیض آ جائے تو روزہ کھول لے گی یعنی کھا پی سکتی ہے۔ اگر دن کے دوران وہ حیض سے پاک ہو جائے تو وقت کے احترام میں وہ باقی ماندہ دن کھانے پینے سے احتراز کرے گی۔ حسن بصریؒ نے اس عورت کے بارے میں جسے رمضان کے اندر سورج زرد ہونے کے بعد حیض آ جائے، فرمایا: ''وہ روزہ کھول لے گی۔'' نیز فرمایا: ''اگر عورت صبح کے وقت حائضہ ہو اور طلوع فجر کے بعد حیض سے پاک ہو جائے تو باقی ماندہ دن کچھ نہیں کھائے گی۔'' (۳۰۰) تاہم کھانے پینے سے اس کا رکے رہنا روزہ شمار نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ھ)

ز۔ ہمبستری: مرد کے لیے اپنی حائضہ بیوی کے ساتھ ہمبستری جائز نہیں ہے۔ حائضہ کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کو ہمبستری کرنے کا موقعہ فراہم کرے۔ اس پر سب کا اجماع ہے کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۲ میں ارشاد باری ہے (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ۔ لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک گندگی کی حالت ہے۔ پس تم لوگ حیض کے دوران عورتوں سے دور رہو۔) اگر حیض کے اندر شوہر اپنی بیوی سے ہمبستری کر لے تو اس پر کفارہ لازم ہو جائے گا۔ اس کا کفارہ اس شخص کے کفارہ کی طرح ہے جو رمضان میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے ہمبستری کر لے کیونکہ حسن بصریؒ کے نزدیک ہمبستری کا کفارہ یکساں ہے۔ ہشام بن حسان نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ حائضہ بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنے والے شوہر کو رمضان میں اپنی بیوی سے ہمبستری کرنے والے شوہر پر قیاس کرتے تھے۔ (۳۰۱) دارمی نے آپ سے روایت کی ہے کہ جو شخص رمضان کا روزہ توڑ دے، اس پر ایک غلام آزاد کرنا یا ایک بدنہ (اونٹ یا

شوہر اگر چاہے اس کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے۔'' (۳۱۰)

۷۔ حائضہ کا غسل جنابت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر عورت کو حیض آ جائے تو یہ حیض اس سے ماقبل کے لاحق ہونے والے غسل جنابت کو ساقط نہیں کرے گا بلکہ حیض کے دوران اس پر غسل جنابت کر لینا لازم ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک مرد اپنی بیوی سے ہمبستری کر لے اور بیوی غسل جنابت نہ کرے یہاں تک کہ اسے حیض آ جائے تو وہ غسل جنابت کرے۔ (۳۱۱) اگر وہ غسل جنابت نہ کرے حتیٰ کہ اس کا حیض ختم ہو جائے تو ایسی صورت میں اسے دو غسل کرنے ہوں گے۔ ایک غسل جنابت اور دوسرا غسل حیض۔ (۳۱۲)

۸۔ کفارہ کے روزوں کے درمیان حیض آ جانا: اگر ایک عورت کفارۂ قتل کے روزے شروع کرے جو دو مہینے مسلسل رکھے جاتے ہیں اور پھر اسے حیض آ جائے تو یہ حیض روزوں کے تسلسل کو منقطع نہیں کرے گا بلکہ حیض ختم ہو جانے پر وہ پھر سے تسلسل کے ساتھ اگلے روزے رکھے گی اور ان کے اختتام کے بعد حیض کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزے تسلسل سے رکھ لے گی۔ (دیکھئے مادہ تتابع نمبر ۳)

۹۔ غیر حاملہ عورت کی عدت طلاق حیض پر مبنی ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جزج کا جز ۲)
حیض کے دوران عورت کو طلاق دینا طلاق بدعت ہے۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جزھ)
جن عورتوں کو حیض آتا ہو، انہیں طلاق سنت دینے کا طریقہ۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جزد)
حیض کے ذریعے استبراء رحم (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۳)

حیلۃ (حیلہ) دیکھئے مادہ مخارج

حین (وقت کی ایک مدت)

حسن بصریؒ کے نزدیک حین چھ ماہ سے لے کر نو ماہ تک کا ہوتا ہے۔ سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۲۵ میں ارشاد باری ہے (تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۔ وہ درخت اپنے رب کی اجازت سے ہمہ وقت پھل دیتا رہتا ہے) حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''چھ ماہ سے لے کر نو ماہ تک۔'' (۳۱۳) بنا بریں اگر ایک شخص کسی کے ساتھ ایک حین تک کلام نہ کرنے کی قسم اٹھا لے تو اس قسم کا عرصہ چھ ماہ سے لے کر نو ماہ تک ہو گا۔ اس لفظ کی مقدار کی تعیین میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ شریعت کے اندر اس کے لیے کوئی معین حد نہیں ہے۔ (۳۱۴)

حیوان (جانور)

ذی روح بے زبان مخلوق کو حیوان کہا جاتا ہے۔

- جن جانوروں کو ہلاک کر دینا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جزب کا جز ۱)
- موذی جانور کو نماز کے اندر ہی ہلاک کر دینا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز ا کا جز ۶)
- ایسے جانور جن کا گوشت کھانا حلال ہے۔ (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲)

شوہر اگر چاہے اس کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے۔'' (۳۱۰)

۷۔ حائضہ کا غسل جنابت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر عورت کو حیض آ جائے تو یہ حیض اس سے ماقبل کے لاحق ہونے والے غسل جنابت کو ساقط نہیں کرے گا بلکہ حیض کے دوران اس پر غسل جنابت کر لینا لازم ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک مرد اپنی بیوی سے ہمبستری کر لے اور بیوی غسل جنابت نہ کرے یہاں تک کہ اسے حیض آ جائے تو وہ غسل جنابت کرے۔ (۳۱۱) اگر وہ غسل جنابت نہ کرے حتیٰ کہ اس کا حیض ختم ہو جائے تو ایسی صورت میں اسے دو غسل کرنے ہوں گے۔ ایک غسل جنابت اور دوسرا غسل حیض۔ (۳۱۲)

۸۔ کفارہ کے روزوں کے درمیان حیض آ جانا: اگر ایک عورت کفارۂ قتل کے روزے شروع کرے جو دو مہینے مسلسل رکھے جاتے ہیں اور پھر اسے حیض آ جائے تو یہ حیض روزوں کے تسلسل کو منقطع نہیں کرے گا بلکہ حیض ختم ہو جانے پر وہ پھر سے تسلسل کے ساتھ اگلے روزے رکھے گی اور ان کے اختتام کے بعد حیض کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزے تسلسل سے رکھ لے گی۔ (دیکھئے مادہ تتابع نمبر ۳)

۹۔ غیر حاملہ عورت کی عدت طلاق حیض پر مبنی ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جزج کا جز ۲)

حیض کے دوران عورت کو طلاق دینا طلاق بدعت ہے۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز ھ)

جن عورتوں کو حیض آتا ہو، انہیں طلاق سنت دینے کا طریقہ۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز د)

حیض کے ذریعے استبراءِ رحم (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۳)

حیلۃ (حیلہ) دیکھئے مادہ مخارج

حین (وقت کی ایک مدت)

حسن بصریؒ کے نزدیک حین چھ ماہ سے لے کر نو ماہ تک کا ہوتا ہے۔ سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۲۵ میں ارشاد باری ہے (تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۔ وہ درخت اپنے رب کی اجازت سے ہمہ وقت پھل دیتا رہتا ہے) حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''چھ ماہ سے لے کر نو ماہ تک۔'' (۳۱۳) بنا بریں اگر ایک شخص کسی کے ساتھ ایک حین تک کلام نہ کرنے کی قسم اٹھا لے تو اس قسم کا عرصہ چھ ماہ سے لے کر نو ماہ تک ہو گا۔ اس لفظ کی مقدار کی تعیین میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ شریعت کے اندر اس کے لیے کوئی معین حد نہیں ہے۔ (۳۱۴)

حیوان (جانور)

ذی روح بے زبان مخلوق کو حیوان کہا جاتا ہے۔

- جن جانوروں کو ہلاک کر دینا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جزب کا جز ۱)
- موذی جانور کو نماز کے اندر ہی ہلاک کر دینا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز ا کا جز ۶)
- ایسے جانور جن کا گوشت کھانا حلال ہے۔ (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲)

- جانوروں کا جھوٹا پانی۔(دیکھئے مادہ سور نمبر۲ کا جز ب)
- کتے اور سور کے سوا تمام جانوروں کے گوشت، کھال، لعاب اور جھوٹے کا پاک ہونا۔(دیکھئے مادہ سور نمبر۲ کا جز ب)
- ناپاک اور پاک ہونے کے اعتبار سے جانوروں کے پیشاب کا حکم۔(دیکھئے مادہ بول نمبر۲ کا جز ب)
- مر جانے پر جانور ناپاک ہو جاتا ہے نیز جانور کا کنویں میں گر کر مر جانا۔(دیکھئے مادہ ماء نمبر۲ کا جز ج) نیز (مادہ نجاسۃ نمبر۲ کا جز ل)
- جانور کے ساتھ انسان کے جنسی عمل کی تحریم اور اس کی سزا۔(دیکھئے مادہ زنا نمبر۲ کا جز ط)
- جانوروں کی زکوٰۃ اور اس کی مقدار۔(دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۳ کا جز واؤ)
- جانوروں کا شکار اور جانوروں کے ذریعے شکار۔(دیکھئے مادہ صید)
- قربانی کے جانور کی ذبح اور قربانی کے لیے جائز ہونے والے جانور۔(دیکھئے مادہ اضحیۃ)
- جانور کا گوشت کھانے کے لیے اسے ذبح کرنا۔(دیکھئے مادہ ذبح)
- جانور کو حرم میں بطور ہدی یعنی قربانی لے جانا اور ہدی کے لیے جائز ہونے والے جانور۔(دیکھئے مادہ ھدی)
- جانوروں کی کھالیں دباغت سے پاک کی جاتی ہیں۔(دیکھئے مادہ جلد نمبر۳)
- نر جانوروں کو خصی کر دینا۔(دیکھئے مادہ خصاء)
- جانور کے کئے ہوئے فوج داری جرم کا تاوان۔(دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۲ کا جز واو)
- جانور کی بیع سلم کا جواز۔(دیکھئے مادہ بیع نمبر۶ کے جز أ کے جز ۲ کا جز ا)
- جانور کے اندر شفعہ۔(دیکھئے مادہ شفعۃ نمبر۴)
- جانور کے پیشاب کو بطور دوا استعمال کرنا۔(دیکھئے مادہ تداوی نمبر۳ کا جز د)
- گدھوں کے احکام (دیکھئے مادہ حمار)
- سور کے احکام۔(دیکھئے مادہ خنزیر)
- ہاتھی کے احکام۔(دیکھئے مادہ فیل)
- کتے کے احکام۔(دیکھئے مادہ کلب)
- اونٹ کے احکام۔(دیکھئے مادہ ابل)
- خرگوش کے احکام۔(دیکھئے مادہ ارنب)
- مچھر کے احکام۔(دیکھئے مادہ بعوض)
- گائے کے احکام۔(دیکھئے مادہ بقر)
- پرندوں کے احکام۔(دیکھئے مادہ طیر)

- سانپ کے احکام۔(دیکھئے مادہ حیۃ)
- مکھی کے احکام۔(دیکھئے مادہ ذباب)
- گھوڑوں کے احکام۔(دیکھئے مادہ خیل)
- مرغیوں کے احکام۔(دیکھئے مادہ دجاج)
- بلیوں کے احکام۔(دیکھئے مادہ ھر)
- جنگلی جانوروں کے احکام۔(دیکھئے مادہ وحش)

حرف الحاء میں مذکورہ حوالہ جات

(۱)المجموع ج۱ص۳۴۹
(۲)اخبار القضاۃ ج۲ص۹،المحلی ج۸ص۱۷
(۳)المغنی ج۳ص۲۱۵،المحلی ج۷ص۶۹
(۴)ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۹۲،المحلی ج۷ص۴۵،المغنی ج۳ص۲۴۹
(۵)المجموع ج۷ص۴۶،المغنی ج۳ص۲۴۸
(۶)المحلی ج۷ص۵۴،المغنی ج۳ص۲۱۹،تفسیر قرطبی ج۴ص۱۴۷،الدرالمنثور ج۲ص۵۶
(۷)الدرالمنثور ج۲ص۵۶،بیہقی نیز دار قطنی
(۸)عبدالرزاق ج۴ص۱۱۲
(۹)المجموع ج۷ص۵۹
(۹ب)احکام القرآن ج۱ص۳۰۹
(۱۰)ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۹۶
(۱۱)حوالہ درج بالا(ب)،المحلی ج۷ص۴۷،المغنی ج۳ص۲۳۶،اخبار القضاۃ ج۳ص۵۳
(۱۲)المحلی ج۵ص۴۸۴،۴۸۵
(۱۳)ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۸۷ب
(۱۴)المحلی ج۹ص۳۳۹
(۱۵)ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۸۹ب
(۱۶)حوالہ درج بالا
(۱۷)المجموع ج۷ص۸۰
(۱۸)البخاری فی الحج باب الحج عمن لا یستطیع الثبوت علی الراحلۃ،مسلم شریف فی الحج باب الحج عن العاجز

(۱۹) البخاری فی الحج باب الحج والنذ ورعن المیت
(۲۰) المحلی ج ۷ ص ۶۴ ج ۹ ص ۳۳۹، المغنی ج ۳ ص ۲۴۳ ج ۶ ص ۱۲۸
(۲۱) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۳
(۲۲) حوالہ درج بالا ص ۲۷۴، المحلی ج ۹ ص ۳۳۹
(۲۳) المغنی ج ۶ ص ۱۲۸
(۲۴) حوالہ درج بالا۔
(۲۵) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۴
(۲۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۰
(۲۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۱، شرح السنۃ ج ۷ ص ۳۲، المغنی ج ۳ ص ۲۴۵
(۲۸) المجموع ج ۱ ص ۱۰۰
(۲۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۱
(۳۰) المغنی ج ۳ ص ۲۴۳
(۳۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۲
(۳۲) المحلی ج ۷ ص ۱۹۴
(۳۳) احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۸ تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۹۶، المغنی ج ۳ ص ۴۷۱
(۳۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۴ ب
(۳۵) المغنی ج ۳ ص ۴۷۰، المحلی ج ۷ ص ۲۷۵
(۳۶) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۹۶، المحلی ج ۷ ص ۱۶۰
(۳۷) احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۹ تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۹۷، المحلی ج ۷ ص ۱۵۹، المجموع ج ۷ ص ۱۷۷، المغنی ج ۳ ص ۴۷۰
(۳۸) المغنی ج ۳ ص ۲۷۶
(۳۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۴
(۴۰) حوالہ درج بالا۔
(۴۱) المغنی ج ۳ ص ۳۹۹
(۴۲) المحلی ج ۷ ص ۱۰۳
(۴۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۳ ب
(۴۴) المحلی ج ۷ ص ۱۶۰، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۹۶
(۴۵) المحلی ج ۷ ص ۱۵۷

(۴۶) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۹۳ ب

(۴۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۱ ب

(۴۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۶۸

(۴۹) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۹۶، المغنی ج ۳ص ۴۷۶، تفسیر قرطبی ج ۲ص ۳۹۹

(۵۰) شرح السنۃ ج ۶ص ۳۵۲، المغنی ج ۳ص ۴۷۹

(۵۱) المغنی ج ۳ص ۴۷۸

(۵۲) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۶۴ ب

(۵۳) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۶۴ ب، احکام القرآن ج اص ۲۹۸، تفسیر قرطبی ج ۲ص ۴۱

(۵۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۷۵

(۵۵) احکام القرآن ج اص ۲۹۷

(۵۶) المغنی ج ۳ص ۴۸۰

(۵۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۹ ب

(۵۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۳، المحلی ج ۷ص ۱۷۴، تفسیر قرطبی ج ۲ص ۳۹۱، شرح السنۃ ج ۷ص ۲۸۴، المجموع ج ۸ص ۲۹

(۵۹) المغنی ج ۳ص ۳۳۹، المجموع ج ۷ص ۳۷۰، ۴۰۲

(۶۰) المحلی ج ۷ص ۱۹۱، شرح السنۃ ج ۷ص ۲۸۳

(۶۱) المغنی ج ۳ص ۳۶۳

(۶۲) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۶۵ ب

(۶۳) المحلی ج ۷ص ۱۹۱، شرح السنۃ ج ۷ص ۲۸۳، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۶۵ ب

(۶۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۶۵ ب

(۶۵) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۶۹

(۶۶) حوالہ درج بالا۔

(۶۷) المحلی ج ۷ص ۱۹۱، شرح السنۃ ج ۷ص ۲۸۳

(۶۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۶۵ ب

(۶۹) عبدالرزاق ج ۵ص ۳۱، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۹۵

(۷۰) تہذیب الآثار للطبری ج اص ۲۸۸

(۷۱) عبدالرزاق ج ۵ص ۳۳

(۷۲) المغنی ج ۳ص ۳۸۲، المجموع ج ۸ص ۲۹، ۶۸، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۷۷

(۷۳) المحلی ج ۷ص ۹۶، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۴

(۷۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۴

(۷۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۹۴ ب

(۷۶) المغنی ج ۳ ص ۳۷۴، المجموع ج ۸ ص ۶۶

(۷۷) حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۲۸۵، المجموع ج ۸ ص ۶۷، المغنی ج ۳ ص ۳۷۶

(۷۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۹۷، المجموع ج ۸ ص ۶۷، المغنی ج ۳ ص ۳۷۸

(۷۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۹۷

(۸۰) تہذیب الآثار ج ا ص ۲۷۸

(۸۱) المغنی ج ۳ ص ۳۹۵، المجموع ج ۸ ص ۶۸

(۸۲) المغنی ج ۳ ص ۳۹۶

(۸۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۹۹، الاجماع ص ۶۲

(۸۴) المغنی ج ۳ ص ۲۹۶

(۸۵) تہذیب الآثار ج ا ص ۲۸۸

(۸۶) المغنی ج ۳ ص ۳۵۸، المجموع ج ۸ ص ۷۱

(۸۷) المغنی ج ۳ ص ۳۸۴، المجموع ج ۸ ص ۷۱

(۸۸) احکام القرآن ج ا ص ۴۷

(۸۹) المغنی ج ۳ ص ۳۸۹، شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۴۰

(۹۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸۱ ب، المجموع ج ۸ ص ۸۶، المغنی ج ۳ ص ۳۸۹

(۹۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۶

(۹۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸۳ ب

(۹۳) حوالہ درج بالا۔

(۹۴) المغنی ج ۳ ص ۳۹۴، المجموع ج ۸ ص ۸۸، الاجماع ص ۶۳

(۹۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷۷، تہذیب الآثار ج ا ص ۲۸۸

(۹۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷۷، المغنی ج ۳ ص ۳۹۰

(۹۷) المغنی ج ۳ ص ۳۸۸، المجموع ج ۸ ص ۸۸

(۹۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۴

(۹۹) المحلی ج ۷ ص ۹۷

(۱۰۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۹۴ ب

(۱۰۱)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۹۳
(۱۰۲)المغنی ج ۳ص ۳۹۶
(۱۰۳)المغنی ج ۳ص ۴۱۶
(۱۰۴)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۸۴
(۱۰۵)تفسیر قرطبی ج ۲ص ۴۱۷،المغنی ج ۳ص ۴۱۴
(۱۰۶)شرح السنۃ ج ۷ص ۲۹۲
(۱۰۷)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۷۳ب
(۱۰۸)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۹۷ب
(۱۰۹)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۶۵ب
(۱۱۰)المحلی ج ۷ص ۱۹
(۱۱۱)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۹۹ب
(۱۱۲)المجموع ج ۸ص ۱۳۶
(۱۱۳)المحلی ج ۷ص ۱۳۱
(۱۱۴)تفسیر قرطبی ج ۲ص ۴۲۵
(۱۱۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۷۳ب
(۱۱۶)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۷۹ب
(۱۱۷)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۷۸
(۱۱۸)المغنی ج ۳ص ۴۴۶
(۱۱۹)تہذیب الآثار ج ۱ص ۳۸۴،المجموع ج ۸ص ۱۶۴،نیل الاوطار ج ۵ص ۱۵۳
(۱۲۰)المجموع ج ۸ص ۱۵۱،نیل الاوطار ج ۵ص ۱۴۶
(۱۲۱)المحلی ج ۷ص ۱۳۴
(۱۲۲)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۷۰
(۱۲۳)تفسیر قرطبی ج ۳ص ۱۲،المجموع ج ۸ص ۲۲۷
(۱۲۴)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۶۹
(۱۲۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۷۰
(۱۲۶)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۷۵
(۱۲۷)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۹۲ب
(۱۲۸)المجموع ج ۸ص ۱۶۱،الاجماع ص ۶۶،المغنی ج ۷ص ۴۳۵

(۱۲۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۳

(۱۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۴

(۱۳۱) المغنی ج ۳ ص ۴۶۴

(۱۳۲) المغنی ج ۳ ص ۴۵۲، المجموع ج ۸ ص ۳۴۶

(۱۳۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۶

(۱۳۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۸ ب

(۱۳۵) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۲، المجموع ج ۸ ص ۲۲۷، المغنی ج ۳ ص ۴۵۲

(۱۳۶) المحلی ج ۷ ص ۱۸۳

(۱۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۰، المغنی ج ۳ ص ۴۹۱

(۱۳۸) المغنی ج ۳ ص ۴۴۹

(۱۳۹) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۳

(۱۴۰) حوالہ درج بالا، المجموع ج ۸ ص ۲۲۸، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۱۷، الاجماع ص ۶۶

(۱۴۱) المغنی ج ۳ ص ۴۵۸، المجموع ج ۸ ص ۲۲۸

(۱۴۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۵ ب

(۱۴۳) المغنی ج ۱ ص ۶۰۴، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۱۵۵، المحلی ج ۳ ص ۲۲

(۱۴۴) عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۳۴

(۱۴۵) الاجماع ص ۴۵

(۱۴۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۱ ب

(۱۴۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۰ ب

(۱۴۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۷

(۱۴۹) المغنی ج ۶ ص ۵۵۴

(۱۵۰) المغنی ج ۶ ص ۵۵۶، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۸

(۱۵۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۱ ب

(۱۵۲) تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۲۴۳

(۱۵۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۲، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۵، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۳

(۱۵۴) احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۸، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۵

(۱۵۵) شرح السنۃ ج ۹ ص ۲۹

(۱۵۶) الدر المنثور ج ۵ ص ۵۷

(۱۵۷) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۴
(۱۵۸) المغنی ج ۵ ص ۴۹۱
(۱۵۹) مسلم شریف کتاب البیوع
(۱۶۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸، البخاری ج ۱ ص ۲۹۳
(۱۶۱) عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۸۰، الاوسط ج ۱ ص ۱۷۸
(۱۶۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸
(۱۶۳) الاوسط ج ۱ ص ۱۷۸
(۱۶۴) شرح اسلئتہ ج ۶ ص ۳۰۱، المغنی ج ۳ ص ۱۰۳
(۱۶۵) المجموع ج ۶ ص ۴۰۲
(۱۶۶) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۹، مراتب الاجماع ص ۵۸، بدایۃ المجتھد ج ۲ ص ۲۷۵
(۱۶۷) المغنی ج ۹ ص ۳۳۳
(۱۶۸) الدر المنثور ج ۲ ص ۱۲۰، المحلی ج ۸ ص ۲۸۸، احکام القرآن ج ۲ ص ۶۰
(۱۶۹) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۶
(۱۷۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷، عبدالرزاق ج ۹ ص ۸۱، المحلی ج ۹ ص ۳۳۱، المغنی ج ۶ ص ۱۰۱
(۱۷۱) سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۹، المحلی ج ۸ ص ۲۸۵، المغنی ج ۴ ص ۴۲۸، احکام القرآن ج ۲ ص ۵۰
(۱۷۲) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۷
(۱۷۳) احکام القرآن ج ۲ ص ۵۰
(۱۷۳ب) احکام القرآن ج ۱ ص ۴۸۹
(۱۷۴) المغنی ج ۹ ص ۴۴۴
(۱۷۵) المغنی ج ۹ ص ۴۴۳
(۱۷۶) المغنی ج ۹ ص ۴۴۵
(۱۷۷) المحلی ج ۸ ص ۲۸۸، الدر المنثور ج ۲ ص ۱۲۰، احکام القرآن ج ۲ ص ۶۰
(۱۷۸) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۲۴، المحلی ج ۸ ص ۳۱۰، ۳۱۱، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۸۷
(۱۷۹) المحلی ج ۸ ص ۳۱۱
(۱۸۰) شرح السنۃ ج ۸ ص ۱۹۰، المحلی ج ۴ ص ۴۰۹
(۱۸۱) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۶۲، المحلی ج ۸ ص ۲۹۸ ج ۹ ص ۳۴۹
(۱۸۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۸
(۱۸۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۸

(۱۸۴)حوالہ درج بالا۔
(۱۸۵)سنن سعید ج ۳ص ۱/ ۹۹، المحلی ج ۸ص ۲۹۹، المغنی ج ۶ص ۸۸
(۱۸۶)المحلی ج ۸ص ۲۹۹
(۱۸۷)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۷۸، المحلی ج ۹ص ۳۵۱
(۱۸۸)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۷۸
(۱۸۹)حوالہ درج بالا۔
(۱۹۰)حوالہ درج بالا نیز المحلی ج ۸ص ۲۹۸ج ۹ص ۳۵۱
(۱۹۱)المحلی ج ۸ص ۲۹۸ج ۹ص ۳۵۰، المغنی ج ۶ص ۸۶
(۱۹۲)عبدالرزاق ج ۱۰ص ۱۷۹
(۱۹۳)المغنی ج ۸ص ۳۱۹
(۱۹۴)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۵ب، عبدالرزاق ج ۷ص ۴۴۰، المحلی ج ۱۱ص ۲۹۵
(۱۹۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۲۵، الاشراف ج ۴ص ۳۰۷
(۱۹۶)عبدالرزاق ج ۸ص ۳۲۹، ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۲، المحلی ج ۹ص ۳۹۷
(۱۹۷)المحلی ج ۱۱ص ۲۶۲
(۱۹۸)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۹
(۱۹۹)المغنی ج ۷ص ۴۴۴
(۲۰۰)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۵ب
(۲۰۱)احکام القرآن ج ۲ص ۲۱
(۲۰۲)المغنی ج ۴ص ۵۵۷، الاشراف ج ۱ص ۱۲۵
(۲۰۳)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۵ب
(۲۰۴)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۴ب
(۲۰۵)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۲ب، المحلی ج ۱۱ص ۲۶۴ تفسیر ابن کثیر ج ۳ص ۲۶۲ تفسیر قرطبی ج ۱۳ص ۱۶۶
(۲۰۶)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۸ب
(۲۰۷)المحلی ج ۱۱ص ۱۶۵،
(۲۰۸)الاشراف ج ۲ص ۴۹
(۲۰۸ب)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۷ب، شرح السنۃ ج ۱۰ص ۲۹۸
(۲۰۹)تفسیر قرطبی ج ۵ص ۱۴۵
(۲۱۰)المحلی ج ۱۱ص ۲۸۸، المغنی ج ۸ص ۲۱۷

(۲۱۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵

(۲۱۲) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۴۵، المغنی ج ۸ ص ۱۷۶

(۲۱۳) المغنی ج ۸ ص ۱۷۴

(۲۱۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۵ ب، خراج ابی یوسف ص ۱۹۸

(۲۱۵) المحلی ج ۱۱ ص ۳۰۲

(۲۱۶) عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۱۱، المحلی ج ۱۱ ص ۳۰۱

(۲۱۷) المحلی ج ۱۱ ص ۳۰۲

(۲۱۸) المغنی ج ۸ ص ۳۲۹

(۲۱۹) المحلی ج ۱۱ ص ۳۰۳

(۲۲۰) المغنی ج ۸ ص ۳۳۱

(۲۲۱) احکام القرآن ج ۲ ص ۴۰۸

(۲۲۲) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۱

(۲۲۳) المغنی ج ۸ ص ۲۸۹، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۲۶۲، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۰۹

(۲۲۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷ ب ج ۲ ص ۳۰۸

(۲۲۵) المحلی ج ۱۱ ص ۱۸۲، المغنی ج ۸ ص ۲۹۴ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۵۲ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۱

(۲۲۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۱ ب' احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۹

(۲۲۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۱

(۲۲۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۴

(۲۲۹) المجموع ج ۹ ص ۲۷۱

(۲۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۳

(۲۳۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۷ ب

(۲۳۲) نیل الاوطار ج ۲ ص ۸۲، المجموع ج ۴ ص ۳۲۵

(۲۳۳) المغنی ج ۲ ص ۴۷۱

(۲۳۴) شرح مسلم للنووی ج ۴ ص ۲۶۶

(۲۳۵) المحلی ج ۸ ص ۲۳۹

(۲۳۶) عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۳۴۹، المحلی ج ۷ ص ۳۲۲

(۲۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۷ ب

(۲۳۸) سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/۱۲۳

(۲۳۹) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۶۵، المغنی ج ۷ ص ۶۱۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۵ ب
(۲۴۰) اخبار القضاۃ ج ۲ ص ۱۰
(۲۴۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۱ ب
(۲۴۲) عبدالرزاق ج ۴ ص ۸۳، المحلی ج ۶ ص ۷۶، شرح السنۃ ج ۶ ص ۵۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۵، الاموال لا بن زنجویہ نمبر ۱۷۸۹، ۱۷۹۰
(۲۴۳) الاموال لابی عبید ص ۴۴۱، المحلی ج ۲ ص ۷۶
(۲۴۴) الاموال لابی عبید ص ۴۴۳، المغنی ج ۳ ص ۱۰
(۲۴۵) المحلی ج ۱۰ ص ۸۲
(۲۴۶) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۰۷۷
(۲۴۷) حوالہ درج بالا نمبر ۱۱۱۷
(۲۴۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹
(۲۴۹) عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۰۴
(۲۵۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶
(۲۵۰ ب) نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۲، الاعتبار ص ۷۷، المجموع ج ۳ ص ۲۳۱
(۲۵۱) مسلم فی الصلوۃ باب قدر مایستر المصلی، ابوداؤد، ترمذی، نسائی فی الصلوۃ باب ما یقطع الصلوۃ
(۲۵۲) المجموع ج ۳ ص ۲۳۱
(۲۵۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴ ب
(۲۵۴) عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۵۹
(۲۵۵) المغنی ج ۱ ص ۲۳
(۲۵۶) عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۹۲
(۲۵۷) المغنی ج ۱ ص ۲۳۲، الاوسط ج ۲ ص ۱۲۴
(۲۵۸) شرح السنۃ ج ۶ ص ۳۱۶، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۸۹، احکام القرآن ج ۱ ص ۱۸۰
(۲۵۹) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۱۸
(۲۶۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۴، الاشراف ج ۴ ص ۱۶۱
(۲۶۱) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۰۴
(۲۶۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۳
(۲۶۳) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۷۵
(۲۶۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۰

(۲۶۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۴ ب

(۲۶۶) المغنی ج ۱۰ ص ۲۹، ۳۰

(۲۶۷) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۸

(۲۶۸) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۸۰، الاشراف ج ۴ ص ۲۷۸، المحلی ج ۱۰ ص ۲۸۹

(۲۶۹) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۲۷، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۲۱ ج ۳ ص ۴۶۲، المحلی ج ۱۰ ص ۲۸۹، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۸۵

(۲۷۰) الاشراف ج ۴ ص ۲۸۰

(۲۷۱) شرح السنۃ ج ۹ ص ۲۹۳، المغنی ج ۷ ص ۵۲۸

(۲۷۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۷ ب

(۲۷۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۸

(۲۷۴) عبدالرزاق ج ۶ ص ۵۰۸، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۸، الاشراف ج ۴ ص ۲۷۹

(۲۷۵) المغنی ج ۴ ص ۵۲۵، المحلی ج ۸ ص ۱۰۹، الاشراف ج ۱ ص ۱۲۰

(۲۷۶) المحلی ج ۸ ص ۱۱۳

(۲۷۷) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۶۹

(۲۷۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰ ب ج ۱ ص ۷۵

(۲۷۹) سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۳۶

(۲۸۰) سنن دارمی ج ۱ ص ۲۱۴، ۲۱۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶، شرح السنۃ ج ۲ ص ۱۵۵

(۲۸۱) سنن دارمی ج ۱ ص ۲۱۱

(۲۸۲) سنن دارمی ج ۱ ص ۲۱۵

(۲۸۳) سنن دارمی ج ۱ ص ۲۱۰، الاوسط ج ۲ ص ۲۵۸

(۲۸۴) سنن دارمی ج ۱ ص ۲۱۱، شرح السنۃ ج ۲ ص ۱۳۵

(۲۸۵) عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۰۰

(۲۸۶) سنن دارمی ج ۱ ص ۲۰۹

(۲۸۷) سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۲۱، المجموع ج ۲ ص ۳۹۵

(۲۸۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷

(۲۸۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰ ب، الاوسط ج ۲ ص ۱۷۷

(۲۹۰) المغنی ج ۱ ص ۲۱۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷، الاوسط ج ۱ ص ۱۹۷

(۲۹۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲

(۲۹۲) المغنی ج ا ص ۳۹۶

(۲۹۳) عبدالرزاق ج ا ص ۳۳۳، الاوسط ج ۲ ص ۲۴۵

(۲۹۴) سنن دارمی ج ا ص ۲۱۷، ۲۱۹

(۲۹۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۲ ب

(۲۹۶) سنن دارمی ج ا ص ۲۱۷

(۲۹۷) سنن دارمی ج ا ص ۲۳۷، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۵

(۲۹۸) المحلی ج ا ص ۷۸

(۲۹۹) المجموع ج ۲ ص ۲۶۹

(۳۰۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۶

(۳۰۱) عبدالرزاق ج ا ص ۳۲۹، المحلی ج ۱۰ ص ۸۰، الاوسط ج ۲ ص ۲۱۰

(۳۰۲) سنن دارمی ج ا ص ۲۵۳، المحلی ج ۲ ص ۱۸۷، حلیۃ العلماء ج ا ص ۲۱۵، المجموع ج ۲ ص ۳۷۶

(۳۰۳) عبدالرزاق ج ا ص ۳۲۹

(۳۰۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۵ ب، المحلی ج ۱۰ ص ۹۷، تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۵۹، احکام القرآن ج ا ص ۳۳۷، الاوسط ج ۲ ص ۲۰۸

(۳۰۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۹ ب

(۳۰۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴۳، المغنی ج ۲ ص ۴۵۲، المجموع ج ۵ ص ۱۴۳

(۳۰۷) سنن بیہقی ج ا ص ۳۱۰، تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۶۰، المحلی ج ۱۰ ص ۸۱، شرح السنۃ ج ۲ ص ۱۲۶

(۳۰۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷

(۳۰۹) عبدالرزاق ج ا ص ۳۲۴

(۳۱۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷ اب، سنن بیہقی ج ا ص ۳۱۰

(۳۱۱) عبدالرزاق ج ا ص ۳۳۵

(۳۱۲) الاوسط ج ۲ ص ۱۰۴

(۳۱۳) المحلی ج ۸ ص ۵۸

(۳۱۴) تفسیر قرطبی ج ا ص ۳۲۲، ۳۲۳

حرف الخاء

خاتم (انگوٹھی)

خاتم اس چھلے کو کہتے ہیں جو زیب و زینت کے لیے یا مہر لگانے کی خاطر انگلی میں پہنا جاتا ہے۔احرام والی عورت کے لیے انگوٹھی پہننے اور اسے دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے کا جواز۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ط) نیز (مادہ حلی نمبر ۲)

وضو کرتے ہوئے انگوٹھی کو حرکت دینا۔(دیکھئے مادہ وضو نمبر ۴ کا جز ج)

ختان (ختنہ)

۱۔ تعریف: مرد کے عضو تناسل کی سپاری کو ڈھانپنے والی چمڑی کو قطع کر دینا ختان کہلاتا ہے۔

۲۔ ختان کا حکم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مردوں کے لیے ختنہ سنت ہے اور عورتوں کے لیے صفائی کا ذریعہ ہے۔(۱) یہودی اپنے بچوں کا ختنہ پیدائش کے ساتویں دن کرتے تھے۔ان کی مخالفت کی خاطر حسن بصریؒ ساتویں دن بچے کے ختنہ کو مکروہ سمجھتے تھے۔(۲) اگر بالغ شخص مسلمان ہو جائے اور اسے ختنہ سے خوف آتا ہو تو اس کے لیے ختنہ نہ کرانے کی رخصت ہوگی۔حسن بصریؒ کی یہی رائے تھی۔معمر کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ مسلمان ہونے والے بالغ شخص کو ختنہ نہ کرانے کی رخصت دیتے تھے۔اگر اسے ختنہ کرانے میں اپنی جان پر تکلیف کا خوف ہو۔(۳) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز ب کے جزا کا جزھ)

۳۔ ختنہ کے اثرات: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ ختنہ نہ کرانے کا غیر مختتن (جس کا ختنہ نہ ہوا ہو) کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا نہ اس کا حج اس سے متاثر ہوتا ہے۔نہ اس کی گواہی اور نہ اس کا ذبیحہ۔اس کے یہ تمام افعال اسی طرح درست ہوتے ہیں جس طرح ختنہ شدہ شخص کے۔(۴) نووی نے حسن بصریؒ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ غیر مختتن کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا (۵) لیکن پہلی روایت ہی زیادہ صحیح ہے۔

خصاء (خصی کرنا)

۱۔ تعریف: نر کا خصیہ نکال دینا خصاء کہلاتا ہے۔

۲۔ خصاء کا حکم: آدمی کا خصیہ نکالنے کی تحریم پر سب کا اتفاق ہے (۶) کیونکہ یہ آدمی اگر مومن ہوگا تو اسے خصیے سے محروم کر دینے کی صورت میں مسلمانوں کی تعداد کم کرنے کی راہ ہموار ہو جائے گی اور یہ بات بالاتفاق ناجائز ہے اور اگر وہ کافر ذمی ہوگا تو آخر دم تک اس کے مسلمان ہو جانے کی توقع برقرار رہے گی اور اس کی طرف سے مسلمانوں کو کسی لڑائی بھڑائی کا خطرہ بھی نہیں ہوگا۔اس لیے خصیہ نکال کر اسے ناکارہ بنا دینا جائز نہیں ہوگا البتہ اگر وہ برسرِ پیکار (محارب) کافر ہوگا تو قیاس اس کے خصاء کے جواز کا متقضی ہے کیونکہ دشمن کی نسل میں کمی پیدا کر دینا ہمارا ایک مطلوبہ امر ہے۔(۷)

جہاں تک جانوروں کو خصی کرنے کا معاملہ ہے تو اگر مذکورہ جانور کا گوشت حلال ہو اور خصی کرنے کی صورت میں اس کے گوشت میں لذت پیدا ہو جاتی ہو تو اسے خصی کرنا جائز ہوگا۔ حضرت حسن بصریؒ حلال گوشت والے جانور کو خصی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۸)

خصی کیے ہوئے جانور کی قربانی کا جواز۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۴ کا جز ب)

خضاب (مہندی لگانا)

۱۔ تعریف: مہندی وغیرہ کے ذریعے اپنے بالوں یا ہاتھوں کو رنگ دینے کا نام خضاب ہے۔

۲۔ خضاب کا حکم: سر اور داڑھی کے سفید بالوں کو مہندی لگانا جائز ہے۔ سعید بن عروبہ نے روایت کی ہے کہ انہوں نے دیکھا تھا کہ حسن بصریؒ نے اپنی داڑھی مہندی کے ذریعے زرد کر رکھی ہے (۹) ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ بالوں کو رنگ دینے کے سوا بڑھاپے پر کسی اور طرح کا پردہ ڈالنے کو ناجائز سمجھتے تھے تاکہ کسی اور کو اس سے دھوکا نہ لگ جائے۔

ہتھیلی کو مہندی وغیرہ سے رنگنا جائز ہے۔ (۱۰)

۳۔ مہندی کی پٹیوں پر مسح کرنا: اگر عورت اپنی دونوں ہتھیلیوں پر مہندی کی تہہ جما دے اور پھر نماز کا وقت آ جائے تو اس پر یہ تہہ اتار کر ہاتھ دھونا واجب ہوگا اور تہہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ تہہ اتارنے میں کوئی ضرر نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے اس عورت کے متعلق جو اپنے ہاتھوں میں مہندی کی پٹیاں لگائے جب کہ اس کا وضو نہ ہو اور پھر نماز کا وقت آ جائے، فرمایا: ''وضو کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں سے مہندی کی تہیں اتار کر ہاتھ دھونا اس پر ضروری ہوگا۔ ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہوگا۔'' (۱۱)

خطا (غلطی)

۱۔ تعریف: ایسے اقوال اور افعال جن کے اندر قصد کو دخل نہ ہو، خطا کہلاتے ہیں۔

۲۔ خطا کے اثرات: حسن بصریؒ سے منقول اقوال کے استقراء سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اقوال و افعال کے اندر خطا کے بارے میں آپ کے درج ذیل تصورات تھے۔

أ۔ ایسے اقوال میں خطا جو صرف بندے اور اس کے رب کے درمیان ہوں نیز ایسے اقوال میں جن کے اندر قبول کی کوئی ضرورت نہ ہو اور ایسے اقوال و افعال میں بھی جو کسی غیر کو کوئی ضرر نہ پہنچاتے ہوں، ان تمام صورتوں کے اندر خطا ان اقوال و افعال پر مرتب ہونے والے اثرات کو لغو اور غیر موثر بنا دیتی ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

- حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ عمداً کلام کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ بھول کر اور غلطی سے کلام کرنے کی بنا پر نماز باطل نہیں ہوتی۔ (۱۲) آپ سے منقول ایک اور روایت کے مطابق آپ نے نماز کے اندر بھول کر کلام کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنی نماز لوٹائے گا۔ (۱۳)
- آپ کی رائے میں طلاق کی زد میں آنے والی بیوی کا نام لینے میں غلطی کرنا اس پر طلاق کے ترتب کو لغو کر

دیتا ہے مثلاً ایک شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو باہر جانے سے روک دے۔ پھر وہ بیوی باہر چلی جائے جسے اس نے نہ روکا ہو لیکن وہ یہ سمجھے کہ جسے اس نے روکا تھا، وہی باہر گئی تھی۔ جب وہ باہر جانے والی بیوی کو دیکھے تو کہے: ''تم فلانی ہو اور باہر گئی ہو، تمہیں طلاق ہے۔'' حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایسی صورت میں اُسی بیوی کو طلاق ہو گی جس کی اس نے نیت یا ارادہ کیا ہو۔''(۱۴) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جزم)

- آپ کی رائے تھی کہ اگر روزہ دار کلی کرے یا ناک میں پانی ڈالے اور غلطی سے پانی بے اختیار اس کے پیٹ میں پہنچ جائے تو اس سے اس کا روزہ باطل نہیں ہو گا۔(۱۵)
- آپ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص کسی چیز کی قسم کھائے اور اس کی زبان سے وہ بات نکل جائے جس کا اس نے ارادہ نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں اس کی قسم اس چیز پر واقع ہو گی جس کا اس نے ارادہ کیا تھا۔(۱۶)
- آپ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص یہ سوچ کر سحری کھائے کہ ابھی طلوع فجر نہیں ہوا ہے اور پھر یہ واضح ہو جائے کہ طلوع فجر ہو گیا ہے تو وہ اپنا روزہ مکمل کرلے گا اور اس پر کوئی قضا لازم نہیں ہو گی۔(۱۷) اسی طرح جو روزہ دار سورج غروب ہونے سے پہلے یہ سوچ کر روزہ کھول دے کہ سورج غروب ہو چکا ہے تو اس پر اس روزے کی کوئی قضا لازم نہیں ہو گی جس طرح بھول کر ایسا کرنے والے پر کوئی قضا لازم نہیں ہوتی۔ (۱۸)
- آپ کی رائے تھی کہ جو شخص قبلے کی جہت کے سوا کسی اور جہت کو قبلہ سمجھ کر نماز ادا کر لے اور پھر اس کی غلطی واضح ہو جائے تو ایسی صورت میں اگر نماز کا وقت باقی ہو تو وہ نماز کا اعادہ کرے گا اور اگر وقت نکل گیا ہو تو اعادہ نہیں کرے گا۔(۱۹) (دیکھئے مادہ اعادۃ نمبر ۲ کا جز أ) نیز (مادہ تحری نمبر ۲)
- آپ کی رائے تھی کہ اگر روزہ توڑنے والی کوئی چیز غلطی سے روزہ دار کے پیٹ میں پہنچ جائے تو اس سے اس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۰ کے جز ط کا جز ۲، ۳)
- آپ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ کسی شخص کو اسے فقیر سمجھتے ہوئے دیدے اور پھر وہ غنی نکلے تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔(۱۹ ب) (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کے جز ج کا جز ۲)

ب۔ اگر اقوال و افعال غیر کے لیے ضرر رساں ہوں یا افعال اتلافات کے قبیل سے ہوں یا اقوال عقود کے قبیل سے ہوں تو ان پر خطا اثر انداز نہیں ہو گی۔ بنا بریں آپ نے اس گواہ پر تاوان عائد کر دیا تھا جو گواہی دینے میں غلطی کر جائے اور اس کے نتیجے میں کسی کو نقصان پہنچ جائے۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کا جز ل) اسی طرح آپ نے اس شخص پر دیت عائد کر دی تھی جو غلطی سے کسی کی جان لے لے یا کسی کے عضو کو نقصان پہنچائے۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۲ کا جز ج) نیز (نمبر ۵ کا جز ب) اسی طرح حرم کے اندر غلطی سے شکار مارنے والے محرم پر تاوان عائد کر دیا تھا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز أ)

خطبۃ (پیغام نکاح)

۱۔ تعریف: کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کے پیغام کو خطبہ کہتے ہیں۔

۲۔ خطبہ کے احکام:

أ۔ مخطوبہ (وہ عورت جسے پیغام نکاح دیا جائے) کو ایک نظر دیکھنا: اس امر پر سب کا اجماع ہے کہ جو شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دینا چاہے، اسے ایک نظر دیکھ لینا اس کے لیے جائز ہے۔(۲۰) کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ انہیں حضور ﷺ نے فرمایا: ''اسے ایک نظر دیکھ لو کیونکہ یہ بات تم دونوں کے درمیان زوجیت کے دوام کے لیے زیادہ مناسب ہے۔''(۲۱) مخطوبہ کو ایک نظر دیکھ لینے کے جواز پر حسن بصریؒ نے سورۂ احزاب آیت نمبر ۵۲ سے استدلال کیا تھا جس میں ارشاد باری ہے۔(۔۔۔۔۔۔وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ۔ اور نہ یہ کہ آپ ان بیویوں کی جگہ دوسری کرلیں چاہے آپ کو ان کا حسن بھلا ہی لگے) آپ نے فرمایا: ''اگر مرد کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے اسے ایک نظر دیکھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ)

ب۔ مخطوبہ کے اندر درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ وہ عورت ایسی ہو جس کے ساتھ نکاح حلال ہو۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کا جز أ)

۲۔ وہ عدت کے اندر نہ ہو۔ اگر وہ طلاق بائن کی عدت گزار رہی ہو تو اس کے شوہر یا کسی اور کے لیے عدت گزر جانے تک پیغام نکاح دینا درست نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عدت کے اندر اس کا شوہر اسے پیغام نکاح نہیں دے گا، نہ کوئی اور اسے یہ پیغام بھیجے گا۔''(۲۲) طلاق بائن کی عدت کے اندر اگر کسی کے لیے اسے پیغام نکاح دینا جائز نہیں تو طلاق رجعی کی عدت کے اندر شوہر کے سوا کسی اور کے لیے اسے پیغام نکاح دینا بطریق اولیٰ جائز نہیں ہوگا۔ نیز جس طرح عدت طلاق کے اندر پیغام نکاح دینا حرام ہے، اسی طرح عدت وفات کے اندر بھی پیغام نکاح دینا بالاتفاق حرام ہے۔(۲۳) البتہ اگر ایک شخص کو عدت گزارنے والی عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی دلچسپی ہو تو اس کے لیے اشارے کنائے میں پیغام نکاح دینا جائز ہوگا مثلاً وہ اس سے یہ کہے: ''تم مجھے بھلی لگتی ہو۔ مجھے تمہاری ذات میں دلچسپی ہے۔ اس لیے مجھے موقعہ دینے سے محروم نہ کرنا''(۲۴) یا اسی طرح کے دیگر فقرات۔ کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۵ میں ارشاد باری ہے (وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ۔ زمانہ عدت میں بیوہ عورتوں کے ساتھ منگنی کا ارادہ اشارے کنایے میں ظاہر کردو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔)

۳۔ وہ کسی اور کی مخطوبہ نہ ہو۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ صرف امام مالک کا قول ہے کہ اگر پیغام نکاح دینے والا پہلا شخص فاسق ہو تو کسی نیک آدمی کے لیے اس کے پیغام پر اپنا پیغام بھیجنا جائز ہوگا۔(۲۵)

خطبۃ (خطبہ)

۱۔ تعریف: خطبہ اس نثری کلام کو کہتے ہیں جو ایک گروہ پر پیش کیا جائے۔

۲۔ خطبہ کا حکم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جمعہ کا خطبہ سنت ہے، واجب نہیں ہے۔(۲۶) اسی طرح عید کا خطبہ

(۲۷) بنا بریں جمعہ کی نماز خطبہ کے بغیر بھی جائز ہے۔ (۲۸) البتہ جمعہ کی نماز کا خطبہ دو رکعتوں کے قائم مقام ہوتا ہے یعنی اگر امام جمعہ کا خطبہ دے تو جمعہ کی دو رکعتیں پڑھے گا اور اگر خطبہ نہ دے تو جمعہ کی چار رکعتیں پڑھے گا۔ (۲۹) حسن بصریؒ سے ایک اور روایت کے مطابق جمعہ کی دو رکعتیں پڑھی جائیں گی خواہ امام خطبہ جمعہ دے یا نہ دے۔ آپ نے فرمایا: ''ہر حالت میں جمعہ کی دو رکعتیں پڑھی جائیں گی۔'' (۳۰)

۳۔ خطبے کی کیفیت: جمعہ اور عیدین کے لیے دو خطبے دیے جائیں گے۔ امام ان دونوں خطبوں کے درمیان منبر پر جلسہ استراحت کرے گا۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ (۳۱) عید کے دن خطیب منبر پر چودہ تکبیریں کہے گا۔ (۳۲)

۴۔ خطبہ سننے والے کا طریق کار:

أ۔ جمعہ کے دن اگر ایک شخص خطبہ جمعہ کے دوران مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے آئے تو اس کے لیے مستحب بات یہ ہوگی کہ مسجد کے آخر میں تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھ لے اور اس کے بعد خطبہ سننے کے لیے بیٹھ جائے۔ حسن بصریؒ خطبہ جمعہ کے دوران مسجد میں داخل ہونے پر دو رکعتیں پڑھ لیتے تھے۔ (۳۳) ایک دفعہ امیر بصرہ ابن ہبیرہ خطبہ جمعہ دے رہے تھے، حسن بصریؒ آئے اور مسجد کے آخر پر دو رکعتیں پڑھ کر خطبہ سننے کے لیے بیٹھ گئے۔ (۳۴)

ب۔ خطبہ سننے کے لیے قبلہ رخ ہو کر بیٹھے گا۔ قبلے کی جہت سے ہٹ کر خطیب کی طرح رخ نہیں کرے گا۔ حسن بصریؒ اسی طرح کرتے تھے۔ (۳۵) خطبے کے دوران اگر ایک شخص احتباء (دیکھئے مادہ احتباء) کر کے بیٹھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اشعث اور سالم الخیاط نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم نے جمعہ کے دن خطبے کے دوران حسن بصریؒ کو احتباء کی حالت میں بیٹھے دیکھا تھا (۳۶) مکحول نے آپ سے جمعہ کے خطبے کے دوران میں احتباء کی کراہت نقل کی ہے۔ (۳۷) پہلی روایت ہی درست ہے۔ (دیکھئے مادہ احتباء نمبر ۲ کا جز أ)

ج۔ اگر ایک شخص خطبے کے دوران مسجد میں داخل ہو تو اس کے لیے دوسروں کو اونچی آواز میں السلام علیکم کہنا اور سلام کرنے والے کا اونچی آواز میں اسے سنا کر جواب دینا جائز ہوگا۔ (۳۸) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص خطبہ سن رہا ہو اور دوسرا شخص اسے السلام علیکم کہے تو وہ اسے سنا کر اس کے سلام کا جواب دیدے۔'' (۳۹) آپ جب خطبے کے دوران مسجد میں آتے تو السلام علیکم کہتے۔ (۴۰) ایک شخص کے لیے خطبے کے دوران تشمیت عاطس (چھینک مارنے والے کو: ''یرحمک اللہ'' کہنا) بھی جائز ہے۔ (۴۱) نیز دل میں ذکر الٰہی کرنا بھی جائز ہے۔ ہشام نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ خطبے کے دوران دل میں تسبیح و تہلیل کرنے نیز تکبیر کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۴۲) جمعہ اور عیدین کے دو خطبوں کے درمیان میں خطیب کے بیٹھ جانے کے دوران کلام کرنا بھی جائز ہے (۴۲ب) اور منبر سے اترنے کے بعد سے لے کر تکبیر کے ساتھ نماز میں خطیب کے داخل ہونے تک بھی گفتگو کرنا جائز ہے۔ حسن بصریؒ نے

فرمایا: ''منبر سے خطیب کے اترنے اور نماز میں اس کے داخل ہونے کے دوران گفتگو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۴۳) ان اوقات کے سوا خطبے کے دوران کلام کرنا جائز نہیں ہے۔ عبدالرزاق نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ منبر پر خطیب کے چلے جانے کے بعد آپ سکوت کو مستحب قرار دیتے تھے۔ (۴۴) آپ نے خطبہ جمعہ کے دوران ایک شخص کو باتیں کرتے دیکھا تو اسے کنکریاں ماریں۔ (۴۵) اسی طرح ایک سائل کو سوال کرتے دیکھا تو ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ (۴۶) نیز فرمایا: ''عید کے دن خطبہ امامؒ کے دوران کلام کرنا مکروہ یعنی ناجائز ہے۔''(۴۷)

خُف (موزہ)

۱۔ تعریف: کھال وغیرہ کے بنے ہوئے موزے جو پاؤں میں ٹخنوں کے اوپر تک پہنے جائیں، خف کہلاتے ہیں۔

۲۔ وضو کے اندر موزوں پر مسح کرنے کی مشروعیت: وضو کے اندر پاؤں دھونے کی بجائے موزوں پر مسح کر لینا مشروع ہے۔ موزوں پر مسح کی مشروعیت حضورﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مجھ سے ستر صحابہ کرامؓ نے بیان کیا ہے کہ حضورﷺ نے موزوں پر مسح کیا تھا۔''(۴۸)

۳۔ موزے کی شرطیں: موزے کے لیے شرط ہے کہ وہ ٹخنوں کو ڈھانپے ہوئے ہو۔ اس لیے کہ اسی صورت میں وہ موزہ کہلائے گا۔ یہ بھی شرط ہے کہ موزہ تین انگلیوں کی مقدار پھٹا ہوا نہ ہو یا اس کے اندر مختلف جگہوں میں پھٹن کی مجموعی مقدار تین انگلیوں کے برابر نہ ہو۔ (۴۹) اس لیے کہ یہ صورت اس حکمت کے اندر خلل پیدا کر دے گی جس کی خاطر موزوں پر مسح مشروع ہوا ہے۔ اگر ایک شخص پھٹا ہوا موزہ پہن لے اور حدث لاحق ہونے سے پہلے اس پر کوئی اور درست موزہ چڑھا لے تو اوپر والے اس موزے پر مسح کرنا جائز ہو جائے گا۔ (۵۰)

۴۔ موزوں پر مسح کے جواز کی شرط یہ ہے کہ انہیں وضو کی حالت میں پہنا گیا ہو۔ (۵۱) اگر ایک موزے پر دوسرا موزہ پہن لیا جائے تو اوپر والے موزے پر مسح جائز ہوگا۔ یہ بات سابقہ پیرے میں گزر چکی ہے۔

۵۔ موزوں پر مسح کرنے کا طریق: اگر ایک شخص موزوں پر مسح کرنا چاہے تو ہاتھ کی انگلیوں کو پانی سے تر کر لے اور پھر ان انگلیوں کو کھلا رکھ کر موزوں پر پاؤں کی انگلیوں کے پاس سے پنڈلیوں تک خطوط کی شکل میں یعنی عموداً مسح کر لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''موزوں پر مسح انگلیوں کے ذریعے خطوط کی شکل میں ہوتا ہے۔'' (۵۲) مسح موزوں کے ظاہری حصوں پر ہوتا ہے۔ ان کے باطنی حصوں پر نہیں ہوتا۔ (۵۳) ان کے بالائی حصوں پر ہوتا ہے۔ زیریں حصوں پر نہیں ہوتا اور نہ ایڑی پر ہوتا ہے۔ (۵۴) ان کے وسط پر ہوتا ہے، کناروں پر نہیں ہوتا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مسح اس طرح ہوتا ہے۔'' پھر آپ نے موزوں کے وسط پر اپنے پاؤں کی انگلیوں تک مسح کیا۔ (۵۵) مسح ایک مرتبہ کیا جائے گا۔ اس میں تکرار نہیں ہوگی۔ معمر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حسن بصریؒ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور پھر اپنے موزوں کے ظاہری حصوں

پر ایک مرتبہ مسح کیا۔ میں نے آپ کی انگلیوں کے نشانات موزوں پر دیکھے۔(۵۶)

۶۔ مسح کی مدت: موزوں پر مسح کی مدت کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔

أ۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق مسح کی ایک معلوم مدت ہے یعنی مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات۔ اس روایت کی بنا پر حسن بصریؒ کے نزدیک مسح کی مدت موزے پہننے کے ساتھ شروع ہو جاتی ہے۔(۵۷) اگر مسح کی مدت گزر جائے تو اس سے مسح نہیں ٹوٹے گا بلکہ طہارت کی حالت میں باقی رہے گا اور موزہ پہننے والے کے لیے اپنے اسی مسح کے تحت موزوں کے ساتھ اس وقت تک نماز پڑھنا جائز ہوگا جب تک اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے۔ وضو ٹوٹ جانے پر مسح بھی ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد ان پر مسح جائز نہیں ہوگا بلکہ انہیں اتار کر باوضو پہننے کے بعد ان پر مسح جائز ہوگا۔(۵۸)

ب۔ آپ سے ایک اور روایت کے مطابق موزوں پر مسح کی کوئی متعین مدت نہیں ہے۔ بلکہ ایک شخص اگر وضو کی حالت میں موزے پہن لے تو جب تک چاہے، مسح کرتا رہے۔ اس معاملہ میں مقیم اور مسافر دونوں یکساں ہیں۔(۵۹) آپ نے فرمایا: ''موزوں پر مسح کرتے رہو اور اس کے لیے کوئی وقت یعنی مدت مقرر نہ کرو۔ الا یہ کہ تمہیں جنابت لاحق ہو جائے۔''(۶۰) نیز فرمایا: ''ایک شخص اپنے موزوں پر جب تک چاہے، مسح کرتا رہے اور کوئی وقت یعنی مدت مقرر نہ کرے۔''(۶۱)

۷۔ موزے اتار دینا: اگر کوئی شخص موزوں پر مسح کی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی موزے اتار ڈالے تو اس کا وضو باقی رہے گا اور اسے نئے سرے سے وضو کرنے یا اپنے پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ وہ اس وضو سے حدث لاحق ہونے تک نمازیں پڑھتا رہے گا۔(۶۲) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ہم موزوں پر مسح کر لیتے پھر موزے اتار ڈالتے اور پھر نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔''(۶۳) نیز فرمایا: ''اگر کوئی شخص موزوں پر مسح کر لے اور پھر انہیں اتار ڈالے تو وہ باوضو رہے گا۔ وہ اسی وضو کے ساتھ نماز پڑھ لے۔''(۶۴)

۸۔ احرام باندھنے والے کو اگر جوتے نہ ملیں تو اس کا احرام اس کے موزوں کے ساتھ ہوگا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز د کا جز ۲)

خفاش (چمگادڑ) دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ج

خل (سرکہ)

انگور وغیرہ کے رس میں اگر کھٹاس پیدا ہو جائے تو اسے خل کہتے ہیں۔ شراب اگر سرکے میں تبدیل ہو جائے تو اس سرکے کے استعمال کی رخصت ہوگی۔ (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۳ کا جز د)

خلافۃ (خلافت) دیکھئے مادہ امارۃ

خلع (خلع)

۱۔ تعریف: بیوی کی طرف سے کسی عوض کے بدلے اسے ملنے والی طلاق کو خلع کہتے ہیں۔

۲۔ خلع کے مطالبہ کی کراہت: جس طرح شوہر کی طرف سے طلاق مکروہ ہے۔ اسی طرح بیوی کی طرف سے خلع کا مطالبہ بھی مکروہ ہے۔ ایک عورت حسن بصریؒ کے پاس آئی اور کہنے لگی: ''ابوسعید (حسن بصریؒ کی کنیت)! خدا کی قسم! اللہ نے کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جو مجھے میرے شوہر سے بڑھ کر ناپسندیدہ اور مبغوض ہو۔ جب کہ اس کا خیال ہے کہ وہ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ پیارا ہے۔ کیا آپ مجھے اس سے خلع لینے کے لیے کہیں گے؟'' حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا: ''ہم ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ خلع لینے والی عورتیں منافق ہوتی ہیں۔'' یہ سن کر اس عورت نے اپنے سر پر دو ہتھڑ مار کر کہا: ''پھر تو میں اللہ کی برکت پر صبر کرتی رہوں گی۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ اس پر رحم فرمائے۔ میرا خیال نہیں تھا کہ وہ ایسا کرے گی۔'' (۶۵)

۳۔ ولی کا خلع: اصول تو یہ ہے کہ خلع کا معاملہ زوجین کے ساتھ خاص ہے۔ یہ دونوں ہی خود خلع کا معاملہ کر سکتے ہیں یا کسی کو اس کے لیے اپنا وکیل اور کارندہ بنا سکتے ہیں لیکن نابالغ لڑکی کے ولی کو چونکہ اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اس کے اذن کے بغیر اس کا نکاح کرا سکتا ہے۔ اس لیے اس کے شوہر سے خلع لینا بھی اس کے لیے جائز ہے کیونکہ جو شخص عقد کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسے فسخ عقد کا بھی اختیار ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنی نابالغ کا نکاح کرادے اور پھر خلع لینا چاہے تو اس کی یہ بات جائز ہوگی۔'' (۶۶)

۴۔ خلع کے اندر بدل وصول کرنا شوہر کے لیے کن صورتوں میں حلال ہوگا؟: شوہر کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو اتنا تنگ کرے کہ بیوی خلع لینے پر مجبور ہو جائے۔ اگر شوہر یہ رویہ اختیار کرے اور بیوی مال دے کر اپنی جان چھڑا لے تو شوہر کو یہ مال لینا حرام ہوگا۔ البتہ اگر بیوی کسی ایسے سبب کی بنا پر جس کے اندر شوہر کو کوئی دخل نہ ہو، شوہر کے ساتھ بدسلوکی پر اتر آئے اور پھر خلع کا مطالبہ کر دے تو ایسی صورت میں اس سے مال حاصل کرنا شوہر کے لیے جائز ہوگا اور یہ مال اس کے لیے حلال ہوگا۔ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ نے بہت سے احوال کے اندر شوہر کو بیوی سے خلع کے بدلے مال لینے کی اجازت دی ہے۔ ان میں سے چند احوال کا ذکر درج ذیل ہے:

- آپ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو کسی مرد کے ساتھ بوس و کنار کرتے ہوئے دیکھ لے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے جواب دیا: ''شوہر کے لیے حلال ہوگا کہ وہ اس سے خلع کر لے۔'' (۶۷)
- نیز فرمایا: ''اگر بیوی کہے کہ: ''میں تمہارے لیے غسل جنابت نہیں کروں گی'' تو خلع جائز ہوگا۔'' (۶۸)
- نیز فرمایا: ''اگر کنواری عورت بدکاری کرے تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے اسے جلاوطن کر دیا جائے گا نیز اس نے اپنے شوہر سے جو کچھ لیا ہوگا، وہ شوہر کو واپس کر دے گی۔'' (۶۹)
- نیز فرمایا: ''اگر بیوی اپنے شوہر کے ساتھ بدسلوکی پر اتر آئے تو وہ اسے سمجھائے بجھائے اور نصیحت کرے۔ اگر بیوی اپنا رویہ درست کر لے تو فبہا ورنہ خواب گاہ میں وہ اس سے الگ ہو جائے۔ اگر بیوی درست ہو جائے تو فبہا ورنہ وہ اس کی پٹائی کرے تاہم پٹائی کے نشانات جسم پر پڑنے نہ پائیں۔ اگر وہ اپنا رویہ درست

کر لے تو فبہا ورنہ شوہر کے لیے بیوی سے مال لے کر اسے جانے دینا حلال ہو جائے گا۔(۷۰)

۵۔ سلطان یعنی حاکم کے روبرو خلع کا معاملہ طے کرنا: چونکہ خلع کا معاملہ بڑا دقیق اور گہرا معاملہ ہے۔ اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ خلع لینے پر مجبور کرنے کے لیے شاید عورت پر دباؤ ڈالا جا رہا ہو نیز چونکہ خلع پر بہت اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ قاضی کے روبرو خلع کا اجراء واجب ہے تاکہ قاضی ظلم کو دور کر سکے اور حق داروں کے حقوق کا اثبات کر سکے۔ آپ فرمایا کرتے: ''خلع صرف سلطان کے روبرو طے ہو سکتا ہے۔'' بالفاظ دیگر: ''خلع صرف سلطان کے روبرو جائز ہوتا ہے۔''(۷۱) اس مسئلے میں حسن بصریؒ متفرد ہیں۔

۶۔ خلع کا بدل یعنی معاوضہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ خلع کے اندر اصول یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے اپنے دیئے ہوئے مال سے زائد نہ لے۔ آپ فرماتے: ''شوہر اپنی بیوی سے اپنے دیئے ہوئے مال سے زائد نہ لے۔ آپ فرماتے: ''شوہر اپنی بیوی سے دیئے ہوئے مال سے زائد نہ لے۔''(۷۲) تاہم اگر وہ ایسا کر لے تو کراہت کے ساتھ اس کا جواز ہوگا۔(۷۳) آپ نے فرمایا: ''اگر شوہر بیوی سے اپنے دیئے ہوئے مال سے زائد وصول کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔''(۷۴)

۷۔ خلع کے الفاظ: زبان سے کہے ہوئے لفظ کے ذریعے خلع واقع ہو جاتا ہے مثلاً بیوی شوہر سے کہے: ''ایک سو کی رقم پر مجھ سے خلع کر لو۔'' اور شوہر جواب میں کہے: ''میں نے سو کی رقم پر تم سے خلع کر لیا۔'' ایسی صورت میں خلع واقع ہو جائے گا اور اگر شوہر اس وقت مذکورہ رقم اپنے قبضے میں نہ لے تو یہ رقم بیوی کے ذمہ دین رہے گی۔ اگر زوجین کے درمیان خلع پر اتفاق ہو جائے اور شوہر مال پر قبضہ کر لے تو بھی خلع کا وقوع ہو جائے گا خواہ وہ بیوی سے یہ نہ بھی کہے کہ: ''میں نے تم سے خلع کر لیا'' حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر مال قبول کر لے تو طلاق نہ دینے کے باوجود بھی یہ ایک طلاق ہو گی۔''(۷۵) نیز فرمایا: ''شوہر کا مال لے لینا ایک بائن طلاق ہے۔''(۷۶)

۸۔ خلع کی بنا پر واقع ہونے والی بات: حسن بصریؒ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ خلع کی بنا پر ایک بائن طلاق ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''خلع ایک بائن طلاق ہے۔''(۷۷)

۹۔ خلع کے اثرات: خلع پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اُ۔ ایک بائن طلاق کا وقوع: ہم اوپر کہہ آئے ہیں کہ خلع کی بنا پر ایک بائن طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ بنا بریں خلع لینے والی عورت کا شوہر اس سے رجعت کا اختیار نہیں رکھتا۔ اگر عدت گزرنے سے پہلے یا اس کے بعد وہ اسے اپنی زوجیت میں واپس لانا چاہے تو اس مقصد کے لیے وہ اسے اسی طرح نکاح کا پیغام بھیجے گا جس طرح کسی اجنبی عورت کو بھیجتا ہے اور پھر اس کے ساتھ نکاح کا نیا عقد کرے گا اور نیا مہر ادا کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''خلع لینے والی عورت اور اس کا شوہر اگر چاہیں تو وہ اس کے ساتھ اس کی عدت کے اندر نئے مہر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ اس نے طلاق مغلظہ نہ کر دی ہو۔''(۷۸)

ب۔ عدت کے اندر اسے طلاق دینا: خلع لینے والی عورت کو اس کا شوہر اگر عدت کے اندر طلاق دیدے تو اسے طلاق لاحق نہیں ہوگی۔(۷۹) الا یہ کہ وہ اسے خلع کی مجلس میں ہی طلاق دیدے۔ایسی صورت میں اسے خلع کے علاوہ ایک طلاق ہو جائے گی یا یہ کہ وہ اسے خلع کے ساتھ طلاق بھی دیدے۔مجلس خلع میں اسے طلاق دینے کے سلسلے میں حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مال دے کر خلع لینے والی کو اس کا شوہر اسی مجلس میں طلاق بھی دیدے تو مذکورہ مال کے ساتھ ساتھ اسے طلاق بھی لازم ہو جائے گی لیکن اگر مجلس خلع سے دونوں کی ایک دوسرے سے علیحدگی کے بعد وہ اسے طلاق دے تو یہ طلاق اسے لازم نہیں ہوگی۔''(۸۰)

خلع کے ساتھ اسے طلاق دینے کے سلسلے میں حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ: ''تم اگر اس مال سے دستبردار ہو جاؤ جو میرے ذمے ہے تو تمہیں طلاق۔'' تو یہ دو طلاقیں ہوں گی۔''(۸۱)

ج۔ خلع لینے والی عورت کی عدت: ایسی عورت پر عدت لازم ہوگی۔اس کی عدت طلاق یافتہ عورت کی عدت کی طرح ہوگی۔حسن بصریؒ نے فرمایا: ''خلع لینے والی عورت کی عدت طلاق یافتہ عورت کی عدت کی طرح ہے۔''(۸۲) نیز فرمایا: ''خلع لینے والی کی عدت تین حیض ہے۔''(۸۳)

د۔ عدت کے اندر اس کا نکاح: خلع لینے کے بعد عدت کے اندر اگر اس کا شوہر اس سے نکاح کرلے اور پھر دخول سے پہلے اسے طلاق دیدے تو اسے مقررہ مہر کا نصف ملے گا اور یہ طلاق بائن طلاق ہوگی اور خلع والی پہلی عدت مکمل ہو جائے گی۔حسن بصریؒ نے ایسے شخص کے متعلق جو اپنی بیوی سے خلع کرلے اور پھر عدت کے اندر اس سے نکاح کرلے اور پھر ہمبستری سے پہلے اسے طلاق دیدے، فرمایا: ''عورت کو نصف مہر ملے گا اور اس کی باقی ماندہ عدت مکمل ہو جائے گی۔''(۸۴)

ھ۔ عدت کا نفقہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ خلع لینے والی عورت عدت کے اندر نفقہ کی حق دار نہیں ہوتی خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ الا یہ کہ وہ خلع کے عقد میں نفقہ کی شرط عائد کردے۔آپ نے فرمایا: ''خلع لینے والی عورت کے لیے کوئی نفقہ نہیں الا یہ کہ وہ اپنے شوہر پر نفقہ کی شرط عائد کردے۔''(۸۵) نیز فرمایا: ''خلع لینے والی حاملہ کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے۔''(۸۶) (دیکھئے مادہ نفقہ نمبر ۵ کا جزج)

۱۰۔ خلع کے اندر عائد کردہ شرطیں: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ خلع کے اندر اگر ایک فریق کوئی شرط عائد کرے اور دوسرا فریق اس سے موافقت کرلے تو یہ شرط پوری کی جائے گی۔البتہ ایسی شرط قابل قبول نہیں ہوگی جس کا نہ تو خلع متقضی ہو اور نہ خلع کے ساتھ اس کی مناسبت ہو۔بنابریں آپ نے عورت کے لیے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ وہ اپنے شوہر پر خلع کی عدت کے دوران خرچہ دینے کی شرط عائد کردے۔یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے۔اس کے لیے یہ بات بھی جائز قرار دی ہے کہ وہ یہ شرط لگادے کہ خلع ایک یا دو یا تین طلاقوں کے قائم مقام ہوگا۔آپ نے فرمایا: ''خلع ایک بائن طلاق ہے اور عورت اپنے شوہر پر جتنی طلاقوں کی شرط لگادے، یہ شرط اس کے حق میں جائے گی۔''(۸۷)

خلوۃ (خلوت)

۱۔ تعریف: خلوت یہ ہے کہ مرد عورت کے ساتھ ایسی جگہ تنہائی اختیار کرے جہاں انہیں کوئی شخص نہ دیکھ سکے۔

۲۔ خلوت کے اثرات:

خلوت کی بنا پر عورت پورے مہر کی مستحق ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ مھر نمبر ۱۱ کا جز ا)

خلوت کی بنا پر عورت پر عدت کا وجوب ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲)

اپنے متوفی شوہر کی وراثت کے استحقاق کے لیے خلوت شرط نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۳)

خمار (دوپٹہ)

۱۔ *تعریف*: خمار اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کے ذریعے عورت اپنا سر اور چہرے کا کچھ حصہ ڈھانپ لیتی ہے۔ یہاں سر ڈھانپنے والا دوپٹہ مراد ہے۔

۲۔ خمار کا وجوب: بالغ اور آزاد عورت کے لیے دوپٹہ لینا واجب ہے، لونڈی کے لیے نہیں۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ حجاب) کے اندر بیان کر دی ہے۔

۳۔ وضو کے اندر دوپٹے پر مسح کرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ عورت کے لیے وضو کے اندر اپنے دوپٹے پر مسح کر لینے کی رخصت ہے کیونکہ بعض اوقات سر سے دوپٹہ ہٹانا اس کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ اس میں مذکورہ رخصت کے ذریعے تخفیف کر دی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''عورت اپنی پیشانی اور اپنے دوپٹے پر مسح کرے گی۔'' (۸۸)

خمر (شراب) دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۳۔

خمر کو نکاح کے اندر مہر قرار دینے کی صورت میں نکاح کی صحت۔ (دیکھئے مادہ مھر نمبر ۳ کا جز ا)

خنثیٰ (مخنث)

خنثیٰ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا نہ تو مردانہ عضو تناسل ہو اور نہ زنانہ۔

خنثیٰ کی میراث۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۸)

خنثیٰ میت کو غسل دینا۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۶)

خنزیر (سور)

سور ایک معروف جانور ہے۔ یہ نجس العین ہے اور اس کا گوشت حرام ہے کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۷۳ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ (اللہ نے تم پر حرام کر دیا مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو) اس کا دودھ حرام ہے اور بالوں کے سوا اس کی کسی چیز سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے۔ اس کے بالوں کو سلائی کے کام میں استعمال کرنے کی رخصت ہے۔ (۸۹) کیونکہ حسن بصریؒ کے زمانے میں اس کی ضرورت پڑ جاتی تھی اور جوتوں وغیرہ کی سلائی کے لیے اس کے بالوں کے قائم مقام بننے والی چیز موجود نہیں تھی۔ اس کا جھوٹا پانی ناپاک ہے۔ اس پانی کا پینا جائز نہیں اور نہ معنوی نجاست ''

کرنے کے لیے اس کا استعمال جائز ہے۔ نہ اس پانی کے ذریعے ظاہری نجاست دور کی جا سکتی ہے۔ (۹۰)
(دیکھیے مادہ سور نمبر ۲ کے جزب کا جز ۱)

خوف (ڈر)

۱۔ تعریف: کسی ناپسندیدہ چیز کے وقوع کی توقع کو خوف کہتے ہیں۔ یہاں اس سے ہماری مراد قتال یعنی حالت جنگ ہے۔

۲۔ صلوٰۃ الخوف:

أ۔ دشمن کے حملے کا خوف: یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب دشمن کے بالمقابل مورچہ بندی ہو اور اس کے حملے کا انتظار ہو، ایسی صورت میں نمازی دو حصوں میں بٹ جائیں گے۔ پھر امام پہلے گروہ کو پوری نماز پڑھائے گا اور یہ گروہ نماز سے فراغت کے بعد مورچوں پر چلا جائے گا اور پھر دوسرا گروہ آئے گا جسے امام پوری نماز پڑھائے گا۔ اس طرح پہلی مرتبہ امام کی نماز فرض نماز ہوگی اور دوسری مرتبہ اس کے لیے نفل اور دوسرے گروہ کے لیے فرض ہوگی۔ (۹۱) سنت کے اندر صلوٰۃ الخوف کی یہ کیفیت مذکور ہے۔ ابو داؤد نے: ''سنن ابی داؤد'' میں حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ ظہر کی نماز صلوٰۃ الخوف کے طور پر پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ ایک گروہ نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور ایک گروہ نے دشمن کے بالمقابل۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھانے کے بعد سلام پھیر دیا۔ جو لوگ آپ کے پیچھے یہ رکعتیں پڑھ چکے تھے، وہ دشمن کے بالمقابل جا کر صف آرا ہو گئے اور دوسرے لوگ آئے۔ آپ نے انہیں دو رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر دیا۔ اس طرح آپ کی چار رکعتیں ہوئیں اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی دو دو رکعتیں۔

ب۔ قتل ہو جانے کا خوف: یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب میدان کارزار گرم ہو اور تلواریں ٹکرا رہی ہوں۔ ایسی صورت میں رکوع اور سجدے کے بغیر اشارے کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی جائے گی۔ اس کے لیے قبلہ رخ ہونا بھی ضروری نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ جب میدان کارزار گرم ہو تو کوئی شخص نماز کس طرح پڑھے؟ آپ نے جواب دیا: ''ایک رکعت نماز اپنے چہرے کے سامنے دو سجدوں کے ساتھ پڑھے۔'' (۹۲) عبدالرزاق کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ: ''اشارے کے ساتھ پڑھے۔'' (۹۳) نیز فرمایا: ''اگر مسلمان دشمن کے تعاقب میں ہوں تو سواریوں سے اتر کر زمین پر نماز ادا کریں اور اگر دشمن ان کے تعاقب میں ہو تو اپنی سواریوں پر ہی نماز پڑھ لیں۔'' (۹۴) آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص جب اپنی سواری کے جانور کو چلا رہا ہو تو کیا وہ قبلے کے سوا کسی اور طرف رخ کر کے نماز پڑھ لے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دے کر فرمایا: ''الا یہ کہ وہ خائف ہو۔'' (۹۵)

۳۔ خائف پر جمعہ کی نماز کا عدم وجوب۔ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جزج کا جز ۵)

خیار (خیار)

۱۔ تعریف: خیار یہ ہے کہ عقد کے طرفین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو عقد فسخ کر دینے یا اسے برقرار رکھنے کی

چھوٹ ہو۔

۲۔ خیار کی قسمیں:

أ۔ خیار مجلس:

ا۔ ان عقود کے اندر خیار مجلس ثابت ہوتا ہے جن میں ہزل یعنی غیر سنجیدہ پن اور مذاق درست ہو مثلاً خرید و فروخت اور اجارہ وغیرہ۔ جن عقود کے اندر ہزل درست نہیں مثلاً نکاح، ان میں خیار مجلس کا ثبوت نہیں ہوتا۔

۲۔ خیار مجلس عقد کے طرفین یعنی بائع اور مشتری دونوں کے لیے ہوتا ہے۔ (۹۶)

۳۔ خیار مجلس مجلس برخاست ہونے پر ساقط ہو جاتا ہے۔ مجلس عقد اس وقت برخاست سمجھی جاتی ہے جب بائع اور مشتری جسمانی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ (۹۷)

ب۔ خیار عیب: اگر ایک شخص کوئی چیز خرید لے اور پھر اس میں بائع کے پاس سے ہی کوئی قدیم عیب ظاہر ہو جائے تو اسے مذکورہ چیز بائع کو واپس کر کے اپنا ثمن واپس لینے کا اختیار رہتا ہے۔

ا۔ درج ذیل صورتوں کے اندر مبیع واپس کرنے کا حق ساقط ہو جاتا ہے اور بیع لازم ہو جاتی ہے۔

- خریداری کے وقت مشتری کے علم میں اس کا عیب ہونا: اس لیے کہ اگر بائع ایک مال ہر عیب سے مبرا ہونے کی شرط کے ساتھ فروخت کرتا تو اس صورت میں بھی مذکورہ مال کا اس عیب سے مبرا ہونا ضروری ہوتا جسے مشتری دکھا دیتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عیب سے مبرا ہونے کی بات خرید و فروخت کے سلسلے میں فائدے اور سہولت کی بات ہوتی ہے اور صرف شرط کی بنا پر ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے جہالت کے ہوتے ہوئے اس کا ثبوت نہیں ہوگا۔ (۹۸)

- مبیع کے عیب سے باخبر ہونے کے بعد مشتری کا مبیع کے اندر مالکانہ تصرف کرنا: مثلاً خریدشدہ لونڈی کے ساتھ اس کی ہمبستری (۹۹) یا مبیع کو فروخت کے لیے پیش کر دینا۔ (۱۰۰) یا اسی طرح کا کوئی اور تصرف۔ البتہ اگر مشتری مبیع کے اندر موجود عیب سے باخبر ہونے سے پہلے اس میں مالکانہ تصرف کر لے تو اس سے اس کا خیار عیب ساقط نہیں ہوگا۔

- محل یعنی مبیع کی ہلاکت: بنا بریں اگر ایک شخص کوئی مال خرید لے اور اس میں اسے کوئی عیب نظر آ جائے لیکن موت کی وجہ سے مبیع باقی نہ رہے تو موت کے بعد ذمہ داری باقی نہیں رہے گی اور مشتری کا خیار ساقط ہو جائے گا۔ (۱۰۱)

۲۔ فروخت شدہ مال میں پیدا شدہ اضافے مثلاً پھل اور دودھ وغیرہ خیار عیب کی بنا پر مبیع کی واپسی کی صورت میں بائع کو واپس نہیں کیے جائیں گے کیونکہ یہ اضافے مشتری کی ملکیت کے اندر پیدا شدہ اضافے ہوں گے اور اس کے مال میں شمار ہوں گے۔ اس لیے ان پر بائع کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ (۱۰۲)

۳۔ اگر عیب کا وجود عورت کے اندر ہو تو نکاح میں خیار عیب کا ثبوت نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورتوں

کے بارے میں کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ ایک عورت کے ساتھ اگر اس کا خاوند ہمبستری کر لے تو خاوند پر مہر کی ادائیگی لازم ہو جائے گی۔'' (۱۰۳) آپ نے اس شخص کے بارے میں جو کسی عورت کے ساتھ نکاح کر لے اور پھر اس عورت میں کوئی بیماری ظاہر ہو جائے، فرمایا: ''شوہر کو کوئی خیار حاصل نہیں ہوگا۔'' (۱۰۴)

اگر عورت کے ولی کو عورت میں موجود عیب کا علم ہو لیکن وہ اسے چھپا جائے اور اس طرح نکاح کرنے والے مرد کو دھوکے میں رکھے تو اس صورت میں شوہر ولی سے مہر کی ادا شدہ رقم وصول کر لے گا۔ یونس بن عبید نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر ولی کو عیب کا علم ہو تو دھوکہ دہی کی بنا پر مہر ولی پر لازم ہو جائے گا اور اگر اسے عیب کا علم نہ ہو تو مذکورہ عورت اس مرد کی بیوی رہے گی۔ پھر اگر وہ چاہے تو اسے طلاق دیدے اور اگر چاہے تو اسے اپنے نکاح میں رہنے دے۔'' (۱۰۵)

اگر عیب کا وجود مرد کے اندر ہو اور نکاح کے وقت عورت کو اس کا علم نہ ہو تو اس صورت میں عورت کو خیار حاصل رہے گا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو کسی عورت سے نکاح کر لے اور پھر اسے جذام یعنی کوڑھ کی بیماری لاحق ہو جائے، فرمایا: ''اگر نکاح کے بعد شوہر کو یہ بیماری لاحق ہوئی ہو تو دونوں کا نکاح باقی رہے گا خواہ مرد نے ابھی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری نہ بھی کی ہو۔'' (۱۰۶) اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر نکاح سے پہلے مرد کے اندر یہ بیماری موجود ہو تو اس صورت میں عورت کو خیار حاصل ہو جائے گا۔ ابن قدامہ نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک کو اس صورت میں خیار حاصل ہوگا جب وہ دوسرے کو بانجھ یعنی عقیم پائے۔ (۱۰۷) اس لیے کہ بانجھ پن کی وجہ سے نکاح کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ نکاح کا مقصد اولاد ہے۔ ابن المنذر نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو جائے اور عورت اسے عقیم پائے تو اسے خیار ہوگا۔ (۱۰۸)

ج۔ خیار شرط: اگر ایک شخص کوئی مال خریدے اور یہ شرط لگا دے کہ فلاں مدت تک اسے یہ مال رکھ لینے یا واپس کرنے کا اختیار ہوگا تو اس کی یہ شرط درست ہوگی اور مذکورہ مدت کے اندر اسے مذکورہ مال لینے یا واپس کرنے کا خیار حاصل ہوگا۔ اگر مقررہ مدت گزر جائے اور مال واپس نہ ہو تو بیع پکی اور لازم ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص خیار کی شرط کے ساتھ ایک مال خرید لے اور ثمن کا تعین کر دے تو یہ بیع کی صورت ہوگی اور اگر مال اس کے ہاتھ میں تلف ہو جائے تو ثمن کے بالمقابل تلف ہوگی۔ اگر ایک شخص خیار کی شرط کے ساتھ کوئی مال خرید لے لیکن ثمن کا تعین نہ کرے تو یہ مال اس کے پاس امانت کے طور پر رہے گا اور اگر تلف ہو جائے تو بائع کے حساب اور اس کے مال سے تلف شدہ تصور ہوگا۔ یونس نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کسی سے کوئی مال خیار شرط کے ساتھ خریدے اور پھر اس سے یہ مال تلف ہو جائے تو اس صورت میں اگر مشتری نے ثمن کا تعین کر دیا ہو تو وہ اس کا ضامن ہو گا۔ یعنی ثمن کا تاوان ادا کرے گا اور اگر ثمن کا تعین نہ کیا ہو تو وہ امین ہوگا اور اس پر کوئی تاوان عائد نہیں ہو گا۔'' (۱۰۹)

د۔ خیار رویت: اگر کوئی شخص ایک چیز دیکھے بغیر صرف اس کے وصف کی بنا پر خرید لے اور پھر اسے دیکھے تو اسے مذکورہ چیز لے لینے یا بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا خواہ مذکورہ چیز بیان شدہ وصف کے مطابق پائی جائے یا اس طرح نہ پائی جائے۔ (۱۱۰) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص کوئی مال اسے دیکھے بغیر خرید لے تو دیکھنے پر اسے خیار حاصل ہوگا۔'' (۱۱۱) نیز فرمایا: ''اگر کوئی شخص تم سے ایک مال وصف کی بنا پر خرید لے اور وہ مال تمہارے بیان کردہ وصف کے خلاف بھی نہ ہو تو بھی جب وہ اسے دیکھے گا تو اسے خیار حاصل ہوگا۔'' (۱۱۲)
(دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزب)

ھ۔ خیار بلوغ: یہ خیار عورت کے لیے ثابت ہوتا ہے مرد کے لیے نہیں۔ اگر باپ کے سوا کوئی اور شخص نابالغ لڑکی کا نکاح کرا دے اور یہ لڑکی اپنے شوہر کے پاس بالغ ہو جائے تو لڑکی کو نکاح باقی رکھنے یا اسے فسخ کر دینے کا خیار ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''یتیم لڑکی کا نکاح اگر نابالغی کی حالت میں کر دیا جائے تو اسے خیار حاصل ہوگا۔'' (۱۱۳) البتہ اگر نابالغ لڑکے کا نکاح کر دیا جائے اور وہ بالغ ہو جائے تو اسے نکاح فسخ کرنے کا خیار حاصل نہیں ہوگا البتہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کر دے تو اسے کوئی خیار حاصل نہیں ہوگا۔'' (۱۱۴)

و۔ خیار عتق:

۱۔ اگر ایک لونڈی کا کسی کے ساتھ نکاح کر دیا جائے اور پھر اسے آزادی مل جائے تو اس آزاد شدہ منکوحہ کو خیار عتق یعنی نکاح میں باقی رہنے یا نہ رہنے کا اختیار حاصل ہو جائے گا۔ اگر مکاتب لونڈی کا کسی کے ساتھ نکاح ہو جائے تو اسے مذکورہ خیار عتق حاصل نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جس نے کسی مکاتب لونڈی کے ساتھ نکاح کیا ہو اور پھر اسے مذکورہ شوہر کے ہاں آزادی مل گئی ہو، فرمایا: ''مذکورہ لونڈی کو خیار حاصل نہیں ہوگا۔'' (۱۱۵)

۲۔ لونڈی کو خیار عتق حاصل ہونے کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا شوہر غلام ہو۔ اگر شوہر آزاد ہو تو لونڈی کو خیار حاصل نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''لونڈی اگر آزاد ہو جائے اور اس کا شوہر آزاد ہو تو اسے کوئی خیار حاصل نہیں ہوگا اور اگر شوہر غلام ہو تو اسے خیار حاصل ہو جائے گا۔'' (۱۱۶)

۳۔ اگر منکوحہ لونڈی کو آزادی حاصل ہو جانے کے بعد علم ہو جائے کہ اسے خیار عتق حاصل ہو گیا ہے اور اس کے بعد بھی وہ اپنے غلام شوہر کو اپنے ساتھ ہمبستری کا موقعہ دیدے تو اس کا خیار عتق ساقط ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''لونڈی اگر آزاد ہو جائے اور پھر اپنا خیار عتق بروئے کار لانے سے پہلے اس کا شوہر اس سے ہمبستری کر لے تو اس صورت میں لونڈی سے حلف لیا جائے گا کہ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ خیار عتق اسے حاصل ہوا ہے۔ اس کے بعد اسے اپنا نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار دیا جائے گا۔''
(۱۱۷)

۴۔ خیار عتق حاصل کرنے والی آزاد شدہ لونڈی اگر اپنے شوہر سے علیحدگی کی بات اختیار کر لے تو اس کے نتیجے

میں اس پر ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۱۱۸)

ز۔ نابالغ کو اس بات کا اختیار دینا کہ وہ پرورش پانے کے لیے اپنے والدین میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لے۔ (دیکھئے مادہ حضانۃ نمبر ۲ کا جزج)

ح۔ طلاق کے سلسلے میں بیوی کو اختیار دینا:

ا۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق لینے کا اختیار دیدے تو حسن بصریؒ سے مروی دو میں سے ایک روایت کے مطابق عورت کو یہ خیار گفتگو کی اس مجلس کے اختتام تک حاصل رہے گی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر شوہر کہے: ''تمہیں طلاق ہے اگر تم چاہو'' تو جب تک دونوں اسی مجلس میں رہیں گے، اس وقت تک شوہر کا یہ قول بمنزلہ خیار رہو گا۔'' (۱۱۹) آپ سے منقول دوسری روایت کے مطابق مذکورہ نشست سے اٹھ کھڑے ہونے کے بعد بھی یہ خیار ساقط نہیں ہوگا جب تک بیوی اسے قبول یا رد نہ کر دے۔ (۱۲۰) اگر بیوی اپنے شوہر کو اختیار کر لے یا خیار رد کر دے تو ایک رجعی طلاق واقع ہو جائے گی۔ قرطبی نے حسن بصریؒ سے حکایت کی ہے کہ ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی لیکن پہلی روایت ہی صحیح ہے۔

اگر بیوی اپنی ذات کو اختیار کر لے یعنی طلاق لینے کا انتخاب کر لے تو اس پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ (۱۲۱) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو اختیار دیدے اور بیوی اپنے شوہر کے عقد میں رہنے کی بات اختیار کر لے تو اس کے نتیجے میں ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر کو رجعت کا حق ہوگا اور اگر بیوی اپنی ذات کو اختیار کر لے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔'' (۱۲۲)

حضورﷺ کی طرف سے اپنی ازواج مطہرات کو جو تخییر دی گئی تھی، اس کی توضیح کرتے ہوئے حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حضورﷺ نے انہیں دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کی بات کی تھی۔ آپ نے طلاق لینے یا نہ لینے کا اختیار انہیں نہیں دیا تھا۔'' (۱۲۳)

ط۔ گمشدہ شخص اگر واپس آ جائے تو اسے اپنی بیوی یا مہر میں سے کسی ایک بات کا اختیار حاصل ہونا۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸ کا جز واؤ) نیز (مادہ مفقود)

ی۔ متعاقدین میں سے کسی ایک کی طرف سے تغریر (دھوکہ دہی) کے وقوع کی صورت میں تخییر۔ (دیکھئے مادہ تغریر نمبر ۲ کا جز ا)

خیل (گھوڑے)

۱۔ گھوڑے کا گوشت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہے خواہ وہ عربی النسل گھوڑا ہو یا غیر عربی النسل یعنی برذون (ٹٹو) ہو۔ (۱۲۴) تاہم گھوڑے کا گوشت کھانے سے اجتناب کرنا مستحسن ہے کیونکہ گھوڑا جہاد کا وہ سامان ہے جسے پہلے سے تیار رکھا جاتا ہے۔ اگر لوگ اس کی گوشت خوری شروع کر دیں تو اس کی ضرورت اور بھی بڑھ جائے گی۔ بنا بریں حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''گھوڑے کا گوشت کھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۱۲۵) یہ فقرہ اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ گھوڑے کا گوشت نہ کھانا اولیٰ

ہے۔(دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جزج)

۲۔ گھوڑے کا جھوٹا: اگر گھوڑے کا گوشت مباح ہے تو اس کا جھوٹا پاک ہے۔اس لیے کہ جھوٹا ہمیشہ گوشت کے تابع ہوتا ہے۔حسن بصریؒ گھوڑے کے جھوٹے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔(۱۲۶)

۳۔ گھوڑوں کی زکوۃ: چرنے والے گھوڑوں کی کوئی زکوۃ نہیں۔(۱۲۷) البتہ اگر تجارت کی غرض سے گھوڑے رکھے جائیں تو ان کی زکوۃ واجب ہوگی۔گھوڑے کا گوشت مباح ہونے کے باوجود انہیں زکوۃ سے معاف رکھنے کی علت شاید یہ ہے کہ اس کے ذریعے گھوڑے پالنے کے سلسلے میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کیونکہ گھوڑے جہاد میں کام آتے ہیں اور آلۂ جہاد کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔(دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جز اؤ کا جز ۷)

۴۔ مال غنیمت کے اندر گھوڑے کا حصہ: حسن بصریؒ عربی اور غیر عربی گھوڑوں کے درمیان مال غنیمت کی تقسیم میں فرق کے قائل تھے۔عربی النسل گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کرنے والے مجاہد کو آپ غنیمت میں سے تین حصے دیتے تھے۔ایک حصہ مجاہد کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے اور غیر عربی النسل گھوڑے (ٹٹو) پر سوار ہو کر جنگ کرنے والے مجاہد کو آپ دو حصے دیتے تھے۔ایک حصہ مجاہد کا اور ایک حصہ اس کے گھوڑے کا۔(۱۲۸)(دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۶ کے جزج کا جز ۲)

حرف الخاء میں مذکرہ حوالہ جات

(۱) شرح السنۃ ج ۱۲ ص ۱۱۰

(۲) المجموع ج ۱ ص ۳۵۹، شرح السنۃ ج ۱۲ ص ۱۱۱

(۳) عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۸۴ ج ۱۱ ص ۵۷، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۱۰۱، المغنی ج ۱ ص ۸۵

(۴) تفسیر قرطبی حوالہ درج بالا، عبدالرزاق حوالہ درج بالا، المحلی ج ۷ ص ۴۵۴، شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۲۱۸

(۵) المجموع ج ۹ ص ۷۹

(۶) فتح الباری ج ۹ ص ۹۷

(۷) حاشیہ ابن عابدین ج ۳ ص ۲۲۴، ۲۳۰

(۸) عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۵۶، ۴۵۸

(۹) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۰

(۱۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰ ب

(۱۱) حوالہ درج بالا۔

(۱۲) الاعتبار ص ۷۵
(۱۳) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۳۱
(۱۴) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۸۴، سنن سعید ج ۳ ص ۱/۲۸۲، المغنی ج ۷ ص ۱۳۷، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۷
(۱۵) المجموع ج ۶ ص ۳۷۱
(۱۶) الاشراف ج ۴ ص ۱۹۳
(۱۷) سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۶، المحلی ج ۶ ص ۲۲۴، المغنی ج ۳ ص ۱۳۶، المجموع ج ۶ ص ۳۴۸
(۱۸) شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۵۶، المجموع ج ۶ ص ۳۴۸، المغنی ج ۳ ص ۱۳۶، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۲۸
(۱۹) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۴۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۱، احکام القرآن ج ۱ ص ۶۳
(۱۹ب) الاموال ص ۱۰۶، المغنی ج ۲ ص ۶۶۷
(۲۰) المغنی ج ۶ ص ۴۷۸، شرح مسلم للنووی ج ۶ ص ۱۱۱
(۲۱) النسائی، الترمذی فی النکاح باب النظر الی المخطوبۃ۔
(۲۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۷ب، المحلی ج ۹ ص ۴۷۹
(۲۳) مراتب الاجماع ص ۶۸
(۲۴) احکام القرآن ج ۱ ص ۲۲۴، فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۷
(۲۵) شرح مسلم ج ۶ ص ۱۴۰، المغنی ج ۷ ص ۶۶
(۲۶) حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۲۳۴، تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۱۱۵
(۲۷) المغنی ج ۲ ص ۳۰۲
(۲۸) المجموع ج ۴ ص ۳۸۵، المغنی ج ۲ ص ۳۰۲، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۲۳۴
(۲۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۷
(۳۰) عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۱۷، المحلی ج ۵ ص ۵۹
(۳۱) مراتب الاجماع ص ۳۳
(۳۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷ب
(۳۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۷ب، المغنی ج ۲ ص ۳۱۹، المجموع ج ۴ ص ۴۲۹
(۳۴) المحلی ج ۵ ص ۶۹، عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۴
(۳۵) المغنی ج ۲ ص ۳۰۴
(۳۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷ب
(۳۷) حوالہ درج بالا۔
(۳۸) المحلی ج ۵ ص ۶۷

(۳۹) عبدالرزاق ج ۳ص ۲۲۷، المحلی ج ۵ص ۶۶، ۶۷

(۴۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۸۷ ب

(۴۱) المغنی ج ۲ص ۳۲۳، المحلی ج ۵ص ۶۶

(۴۲) سنن بیہقی ج ۳ص ۲۲۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۷۹

(۴۲ ب) المحلی ج ۵ص ۷۳، المغنی ج ۲ص ۳۲۵

(۴۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۷۹ ب

(۴۴) عبدالرزاق ج ۳ص ۲۰۹، المغنی ج ۲ص ۳۸۷

(۴۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۸۷ ب

(۴۶) عبدالرزاق ج ۳ص ۲۲۶

(۴۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۸۵

(۴۸) المغنی ج ۱ص ۲۸۱، تفسیر قرطبی ج ۶ص ۹۳

(۴۹) المغنی ج ۱ص ۲۹۶، حلیۃ العلماء ج ۱ص ۱۳۴

(۵۰) المغنی ج ۱ص ۲۸۴

(۵۱) الاستذکار ج ۱ص ۲۷۷، المغنی ج ۱ص ۲۸۴

(۵۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۹ ب، المجموع ج ۱ص ۵۶۷، المغنی ج ۱ص ۲۹۸

(۵۳) الاستذکار ج ۱ص ۲۸۵، الاوسط ج ۱ص ۴۵۲

(۵۴) المغنی ج ۱ص ۲۹۷

(۵۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۰

(۵۶) المحلی ج ۲ص ۱۱۲، عبدالرزاق ج ۱ص ۲۱۹

(۵۷) المجموع ج ۱ص ۵۲۵، حلیۃ العلماء ج ۱ص ۱۳۱

(۵۸) المحلی ج ۲ص ۹۴، المغنی ج ۱ص ۱۸۷

(۵۹) الاستذکار ج ۱ص ۲۷۷، حلیۃ العلماء ج ۱ص ۱۴۱

(۶۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۰

(۶۱) عبدالرزاق ج ۱ص ۲۰۹

(۶۲) البخاری ج ۱ص ۲۹۱، الاستذکار ج ۱ص ۲۸۰، المغنی ج ۱ص ۲۸۸، المجموع ج ۱ص ۵۷۳، حلیۃ العلماء ج ۱ص ۱۴۱، تفسیر قرطبی ج ۶ص ۱۰۳

(۶۳) عبدالرزاق ج ۱ص ۲۱۰، الاوسط ج ۱ص ۴۵۹

(۶۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۰ ب

(۶۵) عبدالرزاق ج۶ ص۵۱۴، سنن سعید ج۳ ص۱/۳۳۱

(۶۶) ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۵۵

(۶۷) المحلی ج۱۰ ص۲۴۳

(۶۸) ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۴۴ ب

(۶۹) تفسیر قرطبی ج۵ ص۹۵

(۷۰) سنن سعید ج۳ ص۱/۳۳۹

(۷۱) سنن سعید ج۳ ص۱/۳۳۲، عبدالرزاق ج۶ ص۲۹۵، المحلی ج۱۰ ص۲۳۷، المغنی ج۷ ص۵۲، تفسیر قرطبی ج۳ ص۱۳۸، الاشراف ج۴ ص۲۲۵

(۷۲) عبدالرزاق ج۶ ص۵۰۴، احکام القرآن ج۱ ص۳۹۳، الدر المنثور ج۱ ص۲۸۲، الاشراف ج۴ ص۲۱۷

(۷۳) المغنی ج۷ ص۵۳، احکام القرآن ج۱ ص۳۹۳

(۷۴) سنن سعید ج۳ ص۱/۳۳۶

(۷۵) عبدالرزاق ج۶ ص۴۸۳، سنن سعید ج۳ ص۱/۳۴۰

(۷۶) ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۴۴، المغنی ج۷ ص۵۶

(۷۷) ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۴۴ ب، ۱ص۲۵۷ ب، المحلی ج۱۰ ص۲۳۸، تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۲۷۵، المغنی ج۷ ص۵۶، شرح السنۃ ج۹ ص۱۹۶، الاشراف ج۴ ص۲۱۹

(۷۸) عبدالرزاق ج۶ ص۴۹۱، سنن سعید ج۳ ص۱/۳۴۰، المحلی ج۱۰ ص۲۳۹، المغنی ج۷ ص۵۹، الاشراف ج۴ ص۲۱۹

(۷۹) تفسیر قرطبی ج۳ ص۱۴۷، تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۲۷۶، عبدالرزاق ج۶ ص۴۸۸، ۴۹۰، الاشراف ج۴ ص۲۱۹

(۸۰) عبدالرزاق ج۶ ص۴۸۸

(۸۱) عبدالرزاق ج۶ ص۴۹۲

(۸۲) سنن سعید ج۳ ص۱/۳۴۷، تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۲۷۶، المغنی ج۷ ص۴۴۹، الاشراف ج۴ ص۲۸۸

(۸۳) عبدالرزاق ج۶ ص۵۰۷

(۸۴) سنن سعید ج۳ ص۱/۳۴۳، عبدالرزاق ج۶ ص۴۹۰، الاشراف ج۴ ص۲۲۰

(۸۵) سنن سعید ج۳ ص۱/۳۳۹، الاشراف ج۴ ص۲۸۰

(۸۶) عبدالرزاق ج۶ ص۵۰۸، ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۴۸، الاشراف ج۴ ص۲۷۹

(۸۷) ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۵۷ ب

(۸۸) ابن ابی شیبہ ج۱ ص۵ ب، الاوسط ج۱ ص۴۷۱

(۸۹) عبدالرزاق ج۴ ص۵۳۵، المجموع ج۱ ص۲۲۷، المغنی ج۱ ص۸۲، شرح السنۃ ج۸ ص۲۹، الاوسط ج۲ ص

۲۸۰
(۹۰) المجموع ج ا ص ۲۲۷
(۹۱) المغنی ج ۲ ص ۴۱۴
(۹۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۳، ۱۱۴، عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۱۴، شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۶۵، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۲۴، المجموع ج ۴ ص ۲۱۲، ۲۹۲، المغنی ج ۲ ص ۴۱۵، المحلی ج ۵ ص ۳۵، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۲۱۷
(۹۳) عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۱۴
(۹۴) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۲۱۷
(۹۵) عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۸۰
(۹۶) المجموع ج ۹ ص ۱۹۶
(۹۷) شرح السنۃ ج ۸ ص ۳۹، المحلی ج ۸ ص ۳۵۴
(۹۸) المغنی ج ۴ ص ۱۷۸
(۹۹) المحلی ج ۹ ص ۷۷، ۸۰
(۱۰۰) المحلی ج ۹ ص ۸۰، المغنی ج ۴ ص ۱۶۳
(۱۰۱) المحلی ج ۹ ص ۷۵
(۱۰۲) المحلی ج ۹ ص ۷۵، ۸۱
(۱۰۳) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۴۶
(۱۰۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۱۲ ب
(۱۰۵) المحلی ج ۱۰ ص ۱۱۱، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۰۵
(۱۰۶) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۵۱
(۱۰۷) المغنی ج ۶ ص ۶۵۳
(۱۰۸) الاشراف ج ۴ ص ۷۸
(۱۰۹) المحلی ج ۸ ص ۳۷۴
(۱۱۰) المحلی ج ۸ ص ۳۳۸، المجموع ج ۹ ص ۳۳۰
(۱۱۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۸
(۱۱۲) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۵
(۱۱۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰۸ ب، المغنی ج ۶ ص ۴۸۹، الاشراف ج ۴ ص ۳۷
(۱۱۴) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۴۳
(۱۱۵) عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۵۷، المحلی ج ۱۰ ص ۱۵۸

(۱۱۶)سنن سعید ج ۳ص ۱/۲۹۶،ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۱۵ ب،عبدالرزاق ج ۷ص ۲۵۳،المحلی ج ۱۰ص ۱۵۳،المغنی ج ۶ص ۶۵۹،الاشراف ج ۴ص ۸۰

(۱۱۷)سنن بیہقی ج ۷ص ۲۲۵،سنن سعید ج ۳ص ۱/۲۹۶

(۱۱۸)الاشراف ج ۴ص ۸۱

(۱۱۹)عبدالرزاق ج ۷ص ۱۵،المغنی ج ۷ص ۳۱۳،الاشراف ج ۴ص ۲۰۶

(۱۲۰)تفسیر قرطبی ج ۱۴ص ۱۷۳،شرح السنۃ ج ۹ص ۲۱۸

(۱۲۱)عبدالرزاق ج ۷ص ۱۰،تفسیر قرطبی ج ۱۴ص ۱۷۱،المغنی ج ۷ص ۱۵۰،الاشراف ج ۴ص ۱۷۸،۱۷۹

(۱۲۲)عبدالرزاق ج ۷ص ۱۰

(۱۲۳)عبدالرزاق ج ۷ص ۱۱

(۱۲۴)حلیۃ العلماء ج ۳ص ۳۵۲،احکام القرآن ج ۳ص ۱۸۴،المغنی ج ۸ص ۵۹۱،شرح السنۃ ج ۱۱ص ۲۵۵

(۱۲۵)سنن بیہقی ج ۹ص ۳۲۷

(۱۲۶)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۶ ب

(۱۲۷)الاموال لابی عبید ص ۲۶۶،المجموع ج ۵ص ۳۰۷،تہذیب الآثار ج ۴ص ۲۱۸

(۱۲۸)المغنی ج ۸ص ۴۰۴،۴۰۶،المحلی ج ۷ص ۳۳۱

حرف الدال

دابۃ (زمین پر چلنے والا جانور) دیکھیے مادہ حیوان

دباغۃ (دباغت)

کچی کھال سے ناپاک رطوبتوں کے ازالے کو دباغت کہتے ہیں۔

دباغت کے ذریعے پاک ہو جانے والی ناپاک کھالیں۔ (دیکھیے مادہ جلد نمبر ۳ نیز نمبر ۴ کا جزب)

دبر (دبر)

ا۔ تعریف: انسان اور جانور کا پاخانہ خارج کرنے والے مقام کو دبر کہتے ہیں۔

۲۔ دبر کے احکام:

أ۔ مرد کے دبر میں جنسی عمل کی تحریم اور اس فعل کے کبیرہ گناہ ہونے پر سب کا اجماع ہے۔ (۱)

ب۔ دبر سے خارج ہونے والی ہر چیز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ یہ پاخانہ ہو یا کیڑا یا کنکری یا ہوا وغیرہ۔ (۲)
حسن بصریؒ نے فرمایا: ''دبر سے کیڑا خارج ہو جانے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔'' (۳)

ج۔ دبر سے خارج ہونے والی ہر چیز ناپاک ہوتی ہے یا تو وہ نجس العین ہوتی ہے مثلاً پاخانہ یا ملامست کی وجہ سے ناپاک ہوتی ہے مثلاً کنکری۔ استنجاء کے ذریعے دبر کو اس سے خارج ہونے والی نجاست سے پاک کیا جاتا ہے۔ (دیکھیے مادہ استنجاء)

دجاج (مرغیاں)

حسن بصریؒ مرغیوں کو پرندوں میں شمار کرتے تھے اور ان پر وہی احکام منطبق کرتے تھے جو پرندوں پر منطبق ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک حکم ان کی بیٹ کی طہارت ہے۔ اس لیے کہ پرندوں کی بیٹ سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے نماز پڑھنے کے بعد اپنے کپڑے پر مرغی کی بیٹ لگی ہوئی دیکھی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مرغی بھی پرندہ ہے۔'' (۴) یعنی اس کی بیٹ اگر لگ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

دعاء (دعا کرنا)

ا۔ تعریف: خشوع وخضوع اور عاجزی کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مانگنے کو دعا کرنا کہتے ہیں۔

۲۔ دعا کرنے کے لیے کہنا: مجھے نہیں معلوم کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے بھی اس بات کو مکروہ قرار دیا ہو کہ ایک شخص کسی ایسے فرد سے جو دعا کرنے کا اہل ہو، اپنے لیے یا کسی اور کے لیے دعا کرنے کو کہے۔ بہت سے صحابہ کرامؓ نے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے حضور ﷺ سے دعا کی درخواست

کی تھی اور حضور ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول بھی فرمائی تھی۔ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ نے جنازہ کے پیچھے پیچھے یہ فقرہ کہنا مکروہ قرار دیا تھا کہ: "اس میت کے لیے اللہ سے استغفار کرو۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کردے۔"(۵) آپ نے میت کے لیے استغفار طلب کرنے کو مکروہ قرار نہیں دیا بلکہ جنازے کے ساتھ آواز بلند کرنے کو مکروہ قرار دیا تھا کیونکہ یہ موقعہ عبرت پکڑنے اور نصیحت حاصل کرنے کا موقعہ ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر آواز بلند کرنا اور شور مچانا عبرت وموعظت کے منافی ہے۔ آپ سے منقول ہے کہ آپ ایک جنازے کے ساتھ چل پڑے۔ لوگوں نے زور زور سے مذکورہ بالا فقرہ دہرانا شروع کردیا۔ یہ دیکھ کر ثابت نامی ایک شخص واپس ہوگئے۔ حسن بصریؒ نے ان سے فرمایا: "تم ایک باطل بات کی وجہ سے حق بات کو چھوڑ کر چلے ہو؟" اور پھر خود جنازے کے ساتھ چلے گئے۔(۶) اس طرح آپ نے جنازے کے قریب شور وغل کو باطل امر قرار دیا۔ اس بارے میں آپ نے حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۶ کے جزء ا کا جزء ۲)

۳۔ گڑگڑا کر دعا کرنا: ایک چیز گڑگڑا کر مانگنا اس چیز سے چاہت کی دلیل ہے اور اللہ کو اپنے بندے کا گڑگڑانا پسند ہے۔ بنابریں حسن بصریؒ دعا کے اندر بندے کے گڑگڑانے کو بہت پسند کرتے تھے کیونکہ یہ بات دعا کی قبولیت کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ آپ حضرت ابوالدرداءؓ کا یہ قول اکثر دہراتے کہ: "دعا مانگنے میں پوری کوشش صرف کرو کیونکہ جو شخص کثرت سے دروازہ کھٹکھٹائے گا، دروازہ اس کے لیے آخر کھل ہی جائے گا۔"(۷) حسن بصریؒ اس قول کو حکمت کی ایسی بات تصور کرتے تھے جس کے لیے اپنے دل میں چاہت پیدا کرنا اور جس پر عمل کرنا واجب ہے۔

۴۔ بآواز بلند دعا مانگنا: حسن بصریؒ تمام نفلی عبادتوں کے اندر اخفاء کو پسند کرتے تھے خواہ کوئی نفلی عبادت ایسی کیوں نہ ہو جس کے اندر زبان کو حرکت ضروری ہو مثلاً قرآن کی تلاوت اور دعا۔ ایسی عبادت کی ادائیگی کے وقت انسان اپنی آواز بس اس قدر بلند کرے کہ اپنے آپ کو سنا سکے اور کسی اور کو نہ سنائے تاکہ یہ طریق کار ریاکاری سے زیادہ پاک رہے۔ بنابریں بلند آواز سے دعا مانگنے کو آپ اچھا نہیں سمجھتے تھے۔(۸) اور اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ انسان اپنے ہم نشین کے کانوں تک اپنی دعا کی آواز پہنچا دے(۹) آپ کی رائے تھی کہ بلند آواز سے دعا مانگنے کی بہ نسبت دل میں دعا مانگنے کے اندر قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ آپ فرماتے: "دل میں ایک دعا مانگنا بلند آواز سے ستر دعائیں مانگنے کے برابر ہوتا ہے۔"(۱۰)

۵۔ دعا کے دوران اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھانا: حسن بصریؒ کی رائے میں دعا کے دوران اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھانے میں کوئی کراہت کی بات نہیں تھی۔ آپ خود بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اشعث نے کہا ہے کہ: "میں نے حسن بصریؒ کو دیکھا تھا کہ آپ نماز کے اندر قیام کی حالت میں دعا کرتے وقت اپنی نظریں آسمان کی طرف بلند کر لیتے تھے۔"(۱۱)

۶۔ نماز کے اندر دعا:

أ۔ قرأت کے اندر دعا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ انسان کے لیے نفل نماز کے اندر قرآن کی قرأت کے دوران اللہ سے دعا مانگنا مباح ہے، فرض نماز کے اندر نہیں۔ نفل نماز کے اندر اگر نمازی ایسی آیت پڑھے جس میں اللہ کا ذکر ہو تو وہیں رک کر اللہ سے استغفار کرے نیز جہنم کی آگ سے نجات کی دعا مانگے اور پھر قرأت جاری رکھے۔ عبدالرزاق نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ اس بات میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے کہ نفل نماز کے اندر نمازی جب جنت اور دوزخ والی کوئی آیت پڑھے تو رک کر اللہ سے جنت کے حصول اور جہنم سے پناہ مانگے۔ (۱۲) ہشام نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ وہ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ فرض اور نفل نماز کے اندر نمازی دوزخ والی آیت کی قرأت کرے تو دوزخ سے اللہ کی پناہ کی دعا کرے۔ ہشام کا کہنا ہے کہ حسن بصریؒ نفل نماز کے اندر ایسا کرنے کو مکروہ قرار نہیں دیتے تھے۔ (۱۳) اسی مفہوم پر حسن بصریؒ سے ابن ابی شیبہ کی اس روایت کو محمول کیا جائے گا کہ آپ اس بات میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے کہ نمازی جب کوئی آیت پڑھے تو رک کر اللہ سے دعا مانگے۔ (۱۴) اور اس روایت کو بھی جو اشعث سے منقول ہے کہ حسن بصریؒ نماز کے اندر قیام کی حالت میں دعا کرتے وقت اپنی نظریں آسمان کی طرف بلند کر لیتے تھے۔ (۱۵)

ب۔ نماز کے اندر دعا کے مواقع میں دعا کرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ نمازی کے لیے جائز ہے کہ نماز کے اندر دعا کے مواقع مثلاً سجدہ میں، رکوع سے قیام کرتے وقت، سلام پھیرنے سے پہلے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۶ کا جز ی) اور اقامت کے بعد (دیکھئے مادہ اقامۃ الصلاۃ نمبر۴) اپنے دین اور دنیا کے معاملات کے بارے میں جو چاہے، دعا مانگے۔ آپ فرمایا کرتے: ''فرض نماز میں جو دعا چاہو، مانگو۔'' (۱۶)

ج۔ نماز جنازہ میں میت کے لیے دعا کرنا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۱۰ کے جز ھ کا جز ۶)

نماز کے مکروہ وقت میں سورج گرہن ہونے پر نماز کی بجائے دعا مانگنا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۳ کے جز أ کے جز ۱۲ کا جز ب)

ے۔ کافر کے لیے دعا کرنا: کافر کے لیے اسلام کی ہدایت کی دعا کے سوا کوئی اور دعا مانگنا جائز نہیں ہے۔ بنابریں حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''کافر کے سلام کا جواب: ''وعلیکم'' سے دو اور: ''رحمۃ اللہ وبرکاتہ'' نہ کہو کیونکہ کافر کے لیے استغفار کرنا جائز نہیں ہے۔'' (۱۷)

۸۔ بعض دعائیں: حسن بصریؒ سے بہت سی دعائیں منقول ہیں۔ ان سب کا ذکر یہاں ممکن نہیں ہے۔ ہم ان میں سے صرف ان دعاؤں کے ذکر پر اکتفا کریں گے جو خاص خاص مواقع سے متعلق ہیں۔

أ۔ دلہن کے پاس جاتے وقت کی دعا: جب کسی کی دلہن اس کے پاس لائی جائے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دلہن کی پیشانی تھام کر اللہ سے دعا کرے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب کسی کی دلہن کو اس کے پاس کمرے میں لایا جائے تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ دلہن کی پیشانی پکڑ کر اللہ سے برکت کی دعا کرے۔'' (۱۸)

ب۔ ہمبستری کے وقت دعا: جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ہمبستری کا ارادہ کرے تو اس موقعہ پر دعا کرنا اس کے

لیے مستحب ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا چاہے تو یہ دعا کرے: ''بسم اللہ! اے اللہ تو ہمارے نصیب میں جو کچھ لکھ دے، اس میں ہمیں برکت دے اور اس میں شیطان کو کوئی حصہ نہ دے۔'' اس دعا کی برکت سے امید کی جا سکے گی کہ اگر بیوی حاملہ ہو جائے تو وہ نیک بچے کو جنم دے۔''(۱۹)

ج۔ بچے کی پیدائش پر مبارک باد دینے کے موقعہ کی دعا: اگر کوئی شخص کسی کو اس کے بچے کی پیدائش پر مبارک باد پیش کرنا چاہے تو اس کے لیے مستحب ہوگا کہ مذکورہ شخص کے پاس جا کر اس کے لیے دعا کرے۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کو اس کے بچے کی پیدائش پر مبارک باد دیتے ہوئے کہا: ''تمہیں شہسوار مبارک ہو۔'' یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''تمہیں کیا معلوم کہ وہ شہسوار ہوگا یا گدھا بنے گا؟'' اس نے جواب میں پوچھا کہ: ''پھر ہم کیا کہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''تم یہ کہو: ''جو بچہ تمہیں عطا ہوا ہے، اس میں تمہیں برکت نصیب ہو اور نعمت عطا کرنے والے کے شکر کی تمہیں توفیق ملے۔ بچہ اپنی جوانی کو پہنچے اور تمہیں اس کی نیکی نصیب ہو۔''(۲۰) (دیکھئے مادہ تھنئۃ نمبر ۲)

د۔ میت کے لیے دعا: جب کوئی شخص نماز جنازہ پڑھنے لگے تو میت کے لیے دعا مانگے۔ اگر میت بچہ ہو تو یہ دعا کرے: ''اے اللہ! اسے ہمارے لیے اجر اور ذخیرہ بنا دے جو ہم سے پہلے پہنچ جائے۔''(۲۱) اگر میت بالغ ہو تو یہ دعا مانگے: ''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے۔ اسے بڑا اجر دے اور بڑا نور عطا کر۔ اسے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ وابستہ کر دے۔ اس کی قبر کشادہ کر دے۔ اے اللہ! اس کی موت کے صدمے کے اجر سے ہمیں محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں گمراہی سے بچا لے۔''(۲۲)

ھ۔ اقامت صلوٰۃ کے وقت دعا: جب نماز کی اقامت کہی جائے تو نمازی اسی طریقے سے دعا کرے جس کا ذکر ہم نے (مادہ اقامۃ نمبر ۴) میں کر دیا ہے۔

و۔ قبرستان میں داخل ہونے کی دعا: اس موقعہ پر دعا کرنا مستحب ہے۔ حسن بصریؒ ایک قبرستان میں داخل ہوئے تو یہ دعا مانگی: ''اے اللہ! اے ان بوسیدہ جسموں اور گلی ہوئی ہڈیوں کے رب! جو دنیا سے ایمان کی حالت میں کوچ کر گئے تو ان پر اپنے پاس سے سلامتی اور رحمت نازل فرمایا۔''(۲۳)

ز۔ ہر حال میں دعا: مسلمان کے لیے ہر حال میں دعا مانگنا مستحب ہے۔ اس سلسلے میں حسن بصریؒ سے یہ دعا منقول ہے: ''اے اللہ! ہمیں ایمان کا نشان لگا دے اور ہمیں لباس تقویٰ پہنا دے۔''(۲۴)

دفن (دفن کرنا)

میت کو اس کی قبر میں لٹا کر اس پر مٹی ڈال دینا دفن کہلاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۸)

دقیق (آٹا) دیکھئے مادہ طحین

دلالۃ (دلالی)

یہاں دلالت سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایک شخص کسی کا مال اس کی طرف سے فروخت کرے۔ اس کا ذکر

(مادہ بیع نمبر۲ کے جز ج) اور (مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جز اُ کے جز ا) میں گزر چکا ہے۔

دلک (ملنا)

وضو کے اندر دھوئے ہوئے عضو پر ہاتھ پھیرنے کو دلک کہتے ہیں۔

وضو کے اندر دلک کا حکم۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر۴ کا ج م)

دم (خون)

رگوں میں دوڑنے والے سرخ سیال مادے کو خون کہتے ہیں۔

۲۔ خون کی ناپاکی:

اُ۔ بہ نکلنے والا خون رکھنے والے جانداروں کا خون: اس امر پر سب کا اجماع ہے کہ بہہ نکلنے والا خون رکھنے والے جانداروں کا کثیر خون نجس ہوتا ہے۔(۲۵) کثیر سے مراد بہ نکلنے والا خون ہے۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مذکورہ خون خواہ کثیر ہو یا قلیل، ناپاک ہوتا ہے۔(۲۶) آپ نے اس اصول پر بہت سے فروعی مسائل کی بنیاد رکھی ہے۔ ان میں چند کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے:

۱۔ جس چیز کو خون لگ جائے، اسے دھو ڈالنا واجب ہے۔ آپ نے اونٹ یا بکری ذبح کرنے والے کے متعلق فرمایا: ''اگر اسے خون لگ جائے تو اسے دھو ڈالے۔ اس پر وضو واجب نہیں ہوگا'' (۲۷) سینگی لگوانے والے شخص کے متعلق آپ سے پوچھا گیا کہ کیا اسے وضو کرنا چاہیے؟ آپ نے جواب دیا: ''جن مقامات پر سینگی کے اثرات ہوں، وہ انہیں دھو ڈالے۔''(۲۸) (دیکھئے مادہ حجامۃ نمبر۲ کا جز ب) اس مسئلے میں حیض اور غیر حیض کے خون میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے حیض والی عورت کے کپڑوں کے بارے میں فرمایا: ''ان کپڑوں میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر وہ ان پر خون کے دھبے دیکھے تو انہیں دھو ڈالے۔''(۲۹)

۲۔ نماز کے لیے خون سے اجتناب کا وجوب: اگر ایک شخص کو معلوم ہو کہ اس کے جسم یا کپڑے پر خون لگا ہوا ہے تو اس کے لیے نماز شروع کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر اسے یہ معلوم نہ ہو اور وہ نماز شروع کر دے اور پھر نماز کے دوران اسے اس کا علم ہو جائے تو خون آلود کپڑا جسم سے اتار دے اور اپنی نماز جاری رکھے بشرطیکہ نماز جاری رکھنے میں کوئی اور چیز مانع نہ ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر تم نماز کا کچھ حصہ ادا کر چکو اور پھر تمہیں کپڑے پر خون نظر آ جائے تو یہ کپڑا اتار کر اپنی نماز جاری رکھو۔''(۳۰)

۳۔ پانی میں خون گرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے: اگر پانی میں خون کا قطرہ گر جائے اور پانی قلیل ہو یعنی اتنی مقدار میں جس کے ساتھ وضو کیا جا سکتا ہو یا گھڑے وغیرہ کی مقدار میں تو یہ پانی بہا دیا جائے گا۔ اگر پانی کی مقدار اس سے زیادہ ہو تو اس سے ایک یا دو کوزوں کی مقدار بہا دی جائے گی۔ یہ عمل اس پانی کی تطہیر کا ذریعہ بن جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر پانی میں خون کا قطرہ گر جائے تو اس سے ایک یا دو کوزے پانی بہا دو۔ اگر پانی قلیل ہو یعنی اتنی مقدار میں جس کے ساتھ وضو کیا جا سکتا ہو تو سارا پانی بہا دو۔''(۳۱):

''مصنف ابن ابی شیبہ'' کے مطبوعہ اور مخطوطہ نسخے میں کچھ تصحیف ہو گئی ہے۔اس میں یہ روایت اس طرح مذکور ہے۔:''ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہمیں یزید بن ہارون نے ہشام سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے جبّ (کچے کنویں، گڑھے) کے بارے میں جس میں شراب یا خون کا قطرہ گر جائے، روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:''سارا پانی بہادیا جائے۔''(۳۲) درست لفظ حبّ (گھڑا) ہے۔

ب۔ بہ نکلنے والا خون نہ رکھنے والے جانداروں کا خون ناپاک نہیں ہوتا۔حسن بصریؒ نے فرمایا:''مچھلی کے خون میں کوئی مضائقہ نہیں الا یہ کہ کسی کو اس سے گھن آئے۔''(۳۳) یعنی گھن آنے کی صورت میں اسے دھو ڈالے۔(مترجم) قتادہ نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ پسو کے خون میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔(۳۴):''شرح السنۃ'' میں امام بغوی نے آپ کا مسلک بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ مکھی، مچھر اور پسو کے خون میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے۔(۳۵)

۲۔ بہ نکلنے والا خون نہ رکھنے والے مردار کی نجاست: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ موت کی وجہ سے ایسا جاندار (انسان کے سوا) ناپاک ہو جاتا ہے جس کا خون ذبح یا بڑے زخم کی وجہ سے بہہ نکلتا ہو۔البتہ موت کی وجہ سے ایسا جاندار ناپاک نہیں ہوتا جس کا خون ذبح یا بڑے زخم کی وجہ سے بہہ نہ نکلتا ہو مثلاً مچھلی، پسو، مکھی اور مچھر۔(۳۶)

ا۔ خون نکلنے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ بہ نکلنے والے خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔آپ نے فرمایا:''خون اگر بہ پڑے یا قطرہ بن کر ٹپک جائے تو متعلقہ شخص وضو کر لے۔''(۳۷) سینگی لگوانے والے کے بارے میں آپ نے فرمایا:''وہ سینگی کے اثرات کو دھوڈالے اور پھر وضو کر کے نماز پڑھ لے۔''(۳۸) اگر منہ سے خون نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا الا یہ کہ خون تھوک پر غالب آ جائے اور تھوک میں خون کا رنگ واضح طور پر ظاہر ہو جائے۔آپ نے تھوک کے اندر خون دیکھنے والے شخص کے متعلق فرمایا:''اس میں کوئی حرج نہیں الا یہ کہ خون تازہ ہو۔''(۳۹)

خون نماز کو فاسد کر دیتا ہے: اگر خون وضو توڑ دیتا ہے تو وہ نماز کو بھی فاسد کر دیتا ہے۔بنا بریں نماز کے دوران اگر نمازی کا خون نکل آئے تو اس پر نماز قطع کر دینا واجب ہوگا۔وہ وضو کرے گا پھر نماز شروع کرے گا۔اس کے لیے جائز ہے کہ وضو کر کے واپس آئے اور اپنی بقیہ نماز مکمل کر لے، نئے سرے سے نماز نہ پڑھے۔ابن قدامہ نے حسن بصریؒ سے حکایت کی ہے کہ اس بارے میں آپ کا مسلک یہ ہے کہ خون خواہ تھوڑا نکلے یا زیادہ، نماز قطع کر دینا واجب ہوگا۔(۴۰) یہ بات عجیب ہے اس لیے کہ گزشتہ سطور میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ خون صرف اس وقت ناقض وضو ہوتا ہے جب وہ بہہ نکلے۔مذکورہ بالا صورت میں وہ کس طرح نماز کو قطع کر دے گا جب کہ اس میں بہ نکلنے کی شرط موجود نہ ہو؟

عقیقہ کا خون نومولود کے سر پر مل دینا۔(دیکھیے مادہ عقیقہ نمبر ۲ کا جزد)

خون اور پیپ میں تفریق: ابن حزم نے:''المحلی'' میں لکھا ہے کہ خون اور پیپ کے درمیان تفریق کی

روایت حسن بصریؒ اور ابو مجلز سے درست طور پر مروی ہے۔ (۴۱) حسن بصریؒ پیپ کو اس وقت تک ناقض وضو قرار نہیں دیتے تھے جب تک وہ تازہ خون کی شکل میں نہ نکلتا۔ (۴۲) یعنی مذکورہ خون کے بغیر نکلنے والی پیپ وضو نہیں توڑتی نیز یہ کہ وہ پاک ہوتی ہے۔

عبدالرزاق نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''پیپ بمنزلہ خون ہے۔'' (۴۳) تاہم پہلی روایت حسن بصریؒ سے مروی محفوظ روایت ہے۔

دیۃ (خون بہا)

۱۔ تعریف: جان کے بدل کے طور پر واجب ہونے والے مال کو دیت کہتے ہیں۔

۲۔ دیت واجب کرنے والی صورتیں اور ان کے اندر دیت کی مقداریں۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز ب)

اگر ترکہ سے وصیت شدہ تہائی حصہ الگ کیا جائے تو ترکہ میں خون بہا شامل کر کے مذکورہ حصہ الگ کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۸ کا جز ا)

ایسے ورثا جو خون بہا کے مال میں وارث نہیں ہوتے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جز ب نیز نمبر ۳ کے جز اُ کا جز ۴)

دین (دین، قرض)

کسی کے ذمہ ثابت شدہ مال کو دین کہتے ہیں۔

۱۔ دین کی قسمیں: ذیل میں دین کی قسمیں درج ہیں:

اُ۔ قرض: اس کا مفہوم واضح ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص کسی کو کوئی رقم اس شرط پر دیدے کہ وہ مستقبل میں اسے اس رقم کی مثل لوٹا دے گا۔

ب۔ کسی مال یا جان یا عضو کا بدل: مثلاً ایک شخص کسی کے ہاتھ اپنا مال ادھار فروخت کر دے تو خریدار پر اس کا ثمن دین ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو خطاءً قتل کر دے یا غلطی سے اس کا کوئی عضو تلف کر دے تو اس پر خون بہا یا ارش (عضو تلف کرنے کا جرمانہ) واجب ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز ب)

ج۔ حق اللہ: مثلاً زکوۃ اور حج۔ حسن بصریؒ نے فرض حج اور زکوۃ کے بارے میں فرمایا: ''یہ دونوں امور بمنزلہ دین ہیں اور ان کی ادائیگی واجب ہے۔'' (۴۴) آپ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص پر زکوۃ واجب ہو جائے لیکن وہ اس کی ادائیگی میں تاخیر کر دے اور اس کا سارا مال تلف ہو جائے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''مذکورہ زکوۃ تو اس پر اس وقت تک بطور دین رہے گی جب تک وہ اس کی ادائیگی نہ کر دے۔'' (۴۵)

د۔ بندے کا حق: مثلاً بیوی کا نان ونفقہ۔ بنا بریں اگر ایک شخص اپنی بیوی کو واجب شدہ خرچہ نہ دے تو یہ خرچہ اس کے ذمہ دین رہے گا۔ اس سے ساقط نہیں ہوگا۔ خواہ اس نے کسی عذر کی بنا پر بلا عذر یہ خرچہ نہ دیا ہو۔ (۴۶)

۲۔ دین کی ادائیگی کے وقت کی آمد یعنی حلول دین: ایسا دین جو مطلق ہو یعنی اس کی ادائیگی کسی مدت کے ساتھ مربوط نہ ہو، اس کے دائن کے لیے کسی وقت بھی ادائیگی کا مطالبہ جائز ہوگا۔ جو دین موجل ہو یعنی اس کی ادائیگی ایک معلوم مدت تک کے لیے موخر ہو، مدیون کی موت یا اس کے دیوالیہ ہو جانے کی وجہ سے معجّل بن جاتا ہے یعنی مقررہ مدت باطل ہو کر اس کی ادائیگی ضروری ہو جاتی ہے۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جس کے ذمہ موجل دین ہو اور وہ وفات پا جائے، فرمایا: ''ایسا شخص جب دیوالیہ ہو جائے یا وفات پا جائے، اس کے دین کا حلول ہو جاتا ہے۔''(۴۷) یعنی ادائیگی کا وقت آ جاتا ہے۔ اس لیے کہ دین مدیون کے ذمہ ہوتا ہے اور میت کا ذمہ چونکہ کالعدم ہو جاتا ہے، اس لیے دین حالی یعنی معجّل بن جاتا ہے اور ورثاء کے ذمہ منتقل نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے اس کا التزام نہیں کیا تھا یعنی اسے اپنے ذمہ نہیں لیا تھا۔ بنا بریں میت کے ذمہ واجب الادا موجل دین حالی بن جاتا ہے۔

ابن قدامہ نے ''المغنی'' کے اندر حسن بصریؒ سے مذکورہ صورت سے مختلف صورت نقل کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اگر ایک شخص وفات پا جائے اور اس پر موجل دین ہو تو موت کی وجہ سے وہ حالی نہیں بنتا بلکہ اس کی ادائیگی اس کی مقررہ مدت تک موخر رہتی ہے۔(۴۸) تاہم پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

موجل مہر کی مدت عقد کے ساتھ حالی بن جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ معجّل اور موجل مہر پر نکاح کرلے تو حسن بصریؒ کے نزدیک مدت باطل ہو جاتی ہے اور سارا مہر معجّل بن جاتا ہے۔(۴۹)

۳۔ وثیقہ دین کی تحریر کے ذریعے دین کی توثیق: قرآن کریم نے سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۸۲ (آیت مداینہ) میں وثیقہ دین کی تحریر کے ذریعے دین کی توثیق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس ارشاد باری کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اے ایمان لانے والو! جب کسی مقررہ مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو، اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے۔ وہ لکھے اور املا وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا) اور اسے اللہ، اپنے رب سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو، اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو یا املا نہ کرا سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرائے۔ پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہو جائیں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہونے چاہئیں جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو۔)

دین کی دستاویز کی تحریر کاتب پر اس صورت میں واجب ہو جاتی ہے جب اسے دستاویز تحریر کرنے کے لیے کہا جائے اور دائن ایسے مقام پر ہو جہاں اس کاتب کے سوا کوئی اور کاتب میسر نہ ہو۔ نیز دین کی تحریر سے کاتب کے باز رہنے کی صورت میں دائن کو نقصان پہنچ رہا ہو۔ البتہ اگر دائن کو مذکورہ کاتب کے سوا کوئی اور

کاتب میسر ہو اور وہ تحریر کا کام کر دے تو پہلے کاتب کے لیے کتابت دین سے باز رہنے کی گنجائش ہوگی۔ (۵۰)

جس طرح وثیقہ دین کی تحریر سے دین کی توثیق ہو جاتی ہے، اسی طرح گواہی کے ذریعے بھی اس کی توثیق عمل میں آ جاتی ہے۔ اس کا ذکر مذکورہ بالا آیت کے اندر موجود ہے۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ)

دین کی توثیق رہن کے ذریعے بھی ہو جاتی ہے۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۸۳ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے کے لیے کوئی کاتب نہ ملے تو رہن بالقبض پر معاملہ کر لو۔) دیکھئے مادہ رھن۔

دین کی توثیق کفالہ کے ذریعے بھی ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ کفالہ)

۴۔ دین کا اثبات: اگر مدیون دین کا اقرار کر لے تو اس سے دین ثابت ہو جاتا ہے۔ اقرار چونکہ اقرار کنندہ کی ذات تک محدود رہنے والی حجت اور دلیل ہے، اس لیے اگر ورثاء میں سے کوئی ایک وارث میت کے ذمہ دین کا اقرار کر لے تو اس کی ادائیگی صرف اس کے حصے سے لازم ہوگی۔ باقی ماندہ ورثا پر اس کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔ البتہ اگر دو وارث میت پر دین کا اقرار کر لیں یا ایک وارث اور ایک غیر وارث دونوں اس کا اقرار کر لیں تو ان صورتوں میں میت پر دین ثابت ہو جائے گا اور تمام ورثا پر اس کی ادائیگی لازم ہو جائے گی کیونکہ اقرار کی یہ صورت گواہی کی صورت ہوگی۔ ہم نے اس کا ذکر (مادہ اقرار نمبر ۴ کے جز ب) میں کر دیا ہے۔

دین کا اثبات گواہی کے ذریعے بھی ہوتا ہے خواہ گواہی دینے والے افراد ورثا میں سے ہوں یا غیر ورثا میں سے ہوں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ورثا میں سے دو افراد میت کے ذمہ دین کی گواہی دیدیں تو اس کی ادائیگی تمام ورثاء پر پورے مال سے لازم ہو جائے گی۔''(۵۱) نیز فرمایا: ''دو مسلمان گواہوں کی گواہی تمام ورثا پر نافذ ہو جائے گی۔''(۵۲)

۵۔ دین کی مقدار میں اختلاف: اگر دائن اور مدیون کے درمیان دین کی مقدار کے سلسلے میں اختلاف ہو جائے اور ان میں سے کسی ایک کے پاس اپنی بات کا بینہ یعنی گواہی موجود ہو تو اسی کا قول معتبر ہوگا۔ اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس بینہ موجود نہ ہو تو اس صورت میں زائد مقدار کے دعوے دار کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر قرار پائے گا۔ زائد مقدار کا دعوے دار دائن ہی ہو سکتا ہے۔ اگر دونوں کے درمیان رہن ہو تو اس صورت میں دائن یعنی مرتہن کا قول اس مقدار تک معتبر ہوگا جو رہن کی قیمت سے متجاوز نہ ہو کیونکہ رواج یہی ہے کہ رہن کی مالیت دین کی مالیت سے کم نہیں ہوتی۔ (۵۳) (دیکھئے مادہ رھن نمبر ۵)

۶۔ دین کی ادائیگی:

اَ۔ دین کے طور پر دی ہوئی رقم سے زائد رقم وصول کرنا: اگر ایک شخص کسی کو اس امید پر کچھ دراہم قرض کے طور پر

دیدے کہ قرض لینے والا ان دراہم سے بہتر یا زائد دراہم اسے ادا کرے گا تو قرض دینے والا اپنی اس نیت کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا بشرطیکہ اس نے اپنی یہ بات قرض کے عقد میں شرط کے طور پر نہ منوائی ہو۔ اگر قرض دار اسے مذکورہ دراہم سے بہتر یا زائد دراہم واپس کردے تو اس کے لیے انہیں لے لینا جائز ہوگا۔

اشعث نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا: ''ابوسعید! میری کچھ پڑوسنیں ہیں جن کے بیت المال سے وظائف لگے ہوئے ہیں۔ وہ مجھ سے قرض لیتی ہیں اور قرض دیتے وقت میری نیت یہ ہوتی ہے کہ یہ مجھے میرے درہموں سے بہتر درہم ادا کریں۔'' حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (۵۴) یاد رہے کہ حسن بصریؒ کے زمانے میں سکوں کے اندر یکسانیت نہیں ہوتی تھی اور چاندی نیز سونے کے سکوں یعنی دراہم اور دنانیر کے اندر کھرے کھوٹے ہونے کے اعتبار سے فرق ہوتا تھا۔ (مترجم)

ب۔ شرکاء کے درمیان دین کی تقسیم کے بعد کسی ایک شریک کا دین تلف ہو جانا: اگر قرض خواہوں کے دیون مشترک ہوں تو قرض داروں کے ذمہ ثابت شدہ ان دیون کی شرکاء کے درمیان تقسیم جائز ہے مثلاً یہ کہ قرض خواہ نمبر ایک کا حصہ وہ رقم ہے جو فلاں مدیون کے ذمہ واجب الادا ہے۔ اسی طرح دائن نمبر دو کا حصہ وہ رقم ہے جو فلاں مدیون کے ذمہ واجب الادا ہے اور اسی طرح آخر تک۔ اس تقسیم کے بعد یا تو مبارأت ہو گی یا مبارأت نہیں ہوگی۔ مبارأت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر ایک قرض خواہ اپنے شریک قرض خواہ کو دین کے ضیاع کا نتیجہ بھگتنے سے بری الذمہ کردے۔

اگر دیون کی تقسیم کے بعد مبارأت بھی ہو جائے اور پھر ایک شریک کا حصہ دین ڈوب جائے تو وہ دوسرے شریک قرض خواہ سے اپنا حصہ دین وصول نہیں کرے گا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ اگر دیون کے اندر دو شریک قرض خواہ قرض داروں کو آپس میں تقسیم کرلیں۔ یعنی ایک قرض خواہ کچھ قرض داروں کے دیون کی وصولی اور دوسرا قرض خواہ باقی ماندہ قرض داروں سے دیون کی وصولی کا معاملہ طے کرلیں۔ پھر ایک قرض خواہ کا حصہ دین ڈوب جائے اور دوسرے کا حصہ دین وصول ہو جائے تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ آپ نے جواب دیا: ''اگر دونوں شریک ایک دوسرے کو بری الذمہ کردیں تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔'' (۵۵) اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ایک شریک نے دوسرے کو بری الذمہ نہ کیا ہو تو وہ اپنی ڈوبی ہوئی رقم کے سلسلے میں دوسرے شریک سے رجوع کرے گا۔ اس کی تصریح حسن بصریؒ نے اس روایت میں کردی ہے جو امام دارمی نے آپ سے اپنی سند کے ذریعے بیان کی ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص وفات پا گیا اور اپنے پیچھے دو بیٹے چھوڑ گیا اور دو ہزار درہم بھی۔ دونوں بیٹوں نے یہ رقم اپنے درمیان تقسیم کرلی اور پھر ایک بیٹا کہیں چلا گیا۔ اور اس کے بعد ایک شخص نے آکر میت پر ایک ہزار درہم کا اپنا حق ثابت کردیا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حق ثابت کرنے والا شخص موجود بیٹے سے پوری رقم یعنی ایک ہزار درہم وصول کرلے گا۔ پھر اس بیٹے سے کہا جائے گا کہ تم اپنے غائب بھائی کا پیچھا کرکے قبضے میں موجود ہزار دینار کا نصف وصول کرلو۔'' (۵۶)

ج۔ اجل یعنی ادائیگی کی مدت کے اسقاط کے بالمقابل دین کا کچھ حصہ چھوڑ دینا: اگر ایک شخص کسی کو کوئی رقم ایک معلوم مدت کے لیے قرض دیدے اور کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد وہ قرض دار سے کہے کہ: ''تم مجھے دین کی فوری ادائیگی کر دو۔ میں دین کا چوتھائی حصہ چھوڑ دوں گا۔'' تو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا البتہ اس کے لیے یہ جائز ہوگا کہ مدت گزرنے سے پہلے وہ قرض دار سے کوئی ایسا سامان لے لے جس کی مالیت دین کی مالیت سے کم ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کسی کے ذمہ ایک معلوم مدت کے لیے کوئی دین ہو اور وہ اس دین کا کچھ حصہ فوری طور پر وصول کر کے باقی حصہ چھوڑ دے تو ایسا کرنا مکروہ یعنی نا جائز ہوگا۔ البتہ تمہارے لیے یہ طریق کار اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے دین کی فوری وصولی کے ارادے سے دین کی رقم کے بدلے کوئی سامان قرض دار سے لے لو۔''(۵۷) (دیکھئے مادہ اجل نمبر۵ کے جز ب کا جز ۲) نیز (مادہ ابراء نمبر۲) نیز (مادہ رق نمبر۳ کے جز د کا جز ۶)

د۔ دیوالیہ قرار پانے والے مدیون کے ہاں بائع کو اپنا فروخت شدہ مال مل جانا: اگر ایک شخص کسی کے ہاتھ اپنا مال موجل ثمن کے بدلے فروخت کر دے اور پھر مشتری کی دیوالیہ قرار دے دیا جائے اور بائع کو اپنا فروخت شدہ مال بعینہ دیوالیہ ہو جانے والے مشتری کے پاس مل جائے تو اس صورت میں بائع دیگر قرض خواہوں کی بہ نسبت مذکورہ مال کا زیادہ حق دار قرار پائے گا۔ یا اس مال میں اس کا حق دیگر قرض خواہوں کے حق کی طرح ہوگا؟ اس بارے میں حسن بصریؒ سے دو روایتیں منقول ہیں۔

پہلی روایت کے مطابق مذکورہ بائع دیگر قرض خواہوں کی طرح ہوگا یعنی مذکورہ مال کے اندر اس کے حق کو دیگر قرض خواہوں کے حق پر فضیلت نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے اس سلسلے میں فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنا مال دیوالیہ قرار پانے والے شخص کے پاس پائے تو وہ دیگر قرض خواہوں کی طرح ہوگا۔''(۵۸)

دوسری روایت کے مطابق جس کے راوی ابن حزم ہیں، مذکورہ شخص اس مال کا زیادہ حق دار ہوگا۔(۵۹) تاہم شاید پہلی روایت حسن بصریؒ سے منقول صحیح ترین روایت ہے۔

ھ۔ دین کی ادائیگی کے لیے غلام کی سعی یعنی کمائی کرنا: اگر ایک شخص کا ایک غلام ہو جسے وہ اپنے مرض الموت میں آزاد کر دے اور مریض پر دین بھی ہو اور اس غلام کے سوا اس کا کوئی اور مال نہ ہو۔ پھر مریض کی وفات ہو جائے تو اس صورت میں مذکورہ غلام کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ کمائی کر کے اپنی قیمت کے مساوی رقم قرض خواہوں کو ادا کر دے۔ ایسے ہی شخص کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس کا آزاد کردہ غلام قرض خواہوں کو دین کی ادائیگی کے لیے اپنے ثمن کے برابر کمائی کرے گا۔'' (۶۰)

و۔ میت کی طرف سے دین کا تاوان بھر دینا: اگر ایک شخص وفات پا جائے اور اس کے ذمہ دین ہو جس کی وہ ادائیگی نہ کر سکا ہو تو کسی بھی مسلمان کے لیے اس کی طرف سے اس دین کی ادائیگی جائز ہوگی۔(۶۱) اس ادائیگی کے بعد مرنے والا اللہ کے ہاں اور مخلوق کے نزدیک اس دین سے بری الذمہ ہو جائے گا اور پھر اس کے ولی نیز ورثا پر اس دین کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی۔ اگر وہ ادائیگی کے بعد مساوی مال نہ چھوڑ گیا ہو

(دیکھیے مادہ ارث نمبر ۲ کے جزب کا جز ۳)

ز۔ میت کی تجہیز وتکفین کا دین کی ادائیگی پر مقدم ہونا: میت کی تجہیز وتکفین نیز اس کی تدفین زندگی کے اندر اس کے لباس اور مکان کے بمنزلہ ہیں۔ جس طرح دین کی ادائیگی کی خاطر اس کا لباس اور مکان فروخت نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اس کی تجہیز وتکفین نیز تدفین کو اس کے دین کی ادائیگی پر مقدم رکھا جائے گا البتہ مذکورہ کاموں میں اسراف سے اجتناب کیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا 'کفن متوسط مال سے دیا جائے گا۔ اسے اسی قدر کپڑوں میں کفنایا جائے گا جنہیں وہ اپنی زندگی میں پہنتا تھا۔ اس کے بعد دین کی ادائیگی ہوگی اور پھر باقی ماندہ مال کا تہائی حصہ وصیت میں دیا جائے گا۔'' (۶۲) نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص وفات پا جائے اور دو ہزار درہم کی مالیت کا ترکہ چھوڑ جائے جب کہ اس پر اتنی ہی مالیت یا اس سے زائد کا دین بھی ہو تو اس ترکہ سے اسے کفنایا جائے گا، دین کی ادائیگی نہیں کی جائے گی۔'' (۶۳) یعنی تجہیز وتکفین کے بعد بچ رہنے والے ترکہ سے اس کے دین کی ادائیگی کی جائے گی۔ (دیکھیے مادہ ترکۃ نمبر ۴ کا جز ج) نیز (مادہ استحقاق نمبر ۲)

ح۔ جس سکے میں قرض دیا گیا ہو، اس کے سوا کسی اور سکے میں قرض کی وصولی: ایک انسان کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ کسی کو قرض کے طور پر دینار دیدے اور پھر اس سے اس قرض کے بدلے درہم وصول کرلے بشرطیکہ طرفین کا اس پر اتفاق ہو نیز وصول شدہ دراہم کا نرخ قرض میں دیئے ہوئے دیناروں کے نرخ کے مساوی ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص قرض کے طور پر دینار دے تو دراہم کی شکل میں اس کی وصولی میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ بازار کے بھاؤ کے مطابق ہو۔'' (۶۴) اگر دراہم کا بھاؤ زیادہ ہو تو دو شرطوں کے ساتھ مذکورہ وصولی درست ہوگی۔ پہلی شرط یہ ہے کہ اس نے قرض کے عقد میں قرض کے طور پر دی گئی رقم سے زائد وصولی کی شرط نہ لگائی ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ قرض دار یہ زائد دراہم خوش دلی کے ساتھ قرض خواہ کو دیدے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ایک شخص کسی کو سفید دراہم قرض کے طور پر دے کر اس سے سیاہ دراہم وصول کرلے یا اس کے برعکس کرے بشرطیکہ طرفین کے درمیان ایسا کرنے کی شرط عائد نہ کی گئی ہو۔'' (۶۵)

اگر دراہم کا لین دین گن کر ہوتا ہو اور ایک شخص قرض کے طور پر دراہم گن کرلے تو واپسی بھی گن کر کرے گا اور اگر دراہم کا لین دین وزن کے ذریعے ہوتا ہو اور ایک شخص قرض کے طور پر دراہم وزن کر کے لے تو واپسی بھی وزن کے ذریعے کرے گا۔ (۶۶)

ط۔ ایک شہر میں قرض لے کر کسی اور شہر میں اس کی ادائیگی کرنا (دیکھیے مادہ سفتجۃ نمبر ۲)

ی۔ دین کے سلسلے میں قید کرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ تنگ دست مقروض کو قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں قید کر دینا جائز نہیں ہے خواہ دائن اسے قید کرنے کا مطالبہ ہی کیوں نہ کرے۔ اس لیے کہ اسے قید کر دینے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا بلکہ اسے آزاد رہنے دینا زیادہ فائدہ مند ہوگا اس لیے کہ آزاد رہنے کی

صورت میں وہ اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے کمائی کرنے کے قابل رہے گا اور ہو سکتا ہے کہ اس دوران اسے اللہ کی طرف سے اپنے دین کی ادائیگی کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ کے سامنے اپنے ذمہ واجب الاداد ین کا اقرار کرلیا اور دائن نے اسے قید کر دینے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے داین سے پوچھا: ''تمہیں اس کے کسی مال کی خبر ہے کہ ہم یہ مال لے کر تمہیں دیدیں یا اس کی کسی چیز کا علم ہے کہ ہم اسے فروخت کر کے اس کا ثمن تمہارے حوالے کر دیں؟'' دائن نے اس کا جواب نفی میں دیا جسے سن کر آپ نے فرمایا: ''میں تمہاری خاطر اسے قید میں نہیں ڈالوں گا بلکہ آزاد رہنے دوں گا تا کہ یہ اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے محنت مزدوری کرتا رہے۔''(۶۷) (دیکھئے مادہ حبس نمبر۲) نیز (مادہ اعسار نمبر۲ کا جز ب)

۸۔ دین کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۳ کے جزب کا جزا)
تنگ دست مدیون سے دین ختم کر کے اسے زکوۃ میں شمار کر لینا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کے جزج کا جز ۳)

۹۔ مضاربہ کے راس المال کے دین ہونے کا عدم جواز۔ (دیکھئے مادہ شرکت نمبر۳ کے جزج کا جزا کا جزب)

حرف الدال میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) مراتب الاجماع ص ۱۳۱
(۲) المجموع ج ۲ ص ۶، المغنی ج ا ص ۱۶۹
(۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷ ب
(۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰ ب
(۵) المجموع ج ۵ ص ۲۸، سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۷، ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۷۴
(۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴۶ ب
(۷) ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۰۲
(۸) احکام القرآن ج ۳ ص ۲۱۶
(۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۶ ب
(۱۰) عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۴۴۲
(۱۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۶
(۱۲) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۵۱

(۱۳) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۵۳
(۱۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۰
(۱۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۶
(۱۶) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۴۹
(۱۷) احکام القرآن ج ۲ ص ۲۱۸
(۱۸) عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۹۳، الاذکار للنووی ص ۲۴۲
(۱۹) عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۹۴
(۲۰) المغنی ج ۸ ص ۶۴۹
(۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۷
(۲۲) عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۰
(۲۳) ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۵۰۳
(۲۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۸
(۲۵) مسلم شریف شرح نووی ج ۲ ص ۳۲۸، مراتب الاجماع ص ۱۹
(۲۶) الاوسط ج ۲ ص ۱۵۵
(۲۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲
(۲۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸، عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۸۰، البخاری ج ۱ ص ۲۹۳
(۲۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷
(۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۳
(۳۱) عبدالرزاق ج ۱ ص ۷۹
(۳۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷ ب
(۳۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱
(۳۴) عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۷۳، الاوسط ج ۲ ص ۱۵۰
(۳۵) شرح السنۃ ج ۲ ص ۱۵۸
(۳۶) المغنی ج ۲ ص ۸۱
(۳۷) عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۴۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳، المحلی ج ۱ ص ۲۵۹
(۳۸) عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۸۰، الاوسط ج ۱ ص ۱۷۸
(۳۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱ ب
(۴۰) المغنی ج ۲ ص ۷۸

(۴۱) المحلی ج ۱ص ۲۵۹، المغنی ج ۱ص ۱۸۶ ج ۲ص ۸۰
(۴۲) شرح السنۃ ج ۲ص ۹۱
(۴۳) عبدالرزاق ج ۱ص ۳۷۴
(۴۴) المحلی ج ۶ص ۹۱ ج ۹ص ۳۳۹
(۴۵) کشف الغمۃ ج ۱ص ۱۸۴
(۴۶) المغنی ج ۷ص ۳۷۸
(۴۷) عبدالرزاق ج ۸ص ۳، المحلی ج ۸ص ۸۵، الاشراف ج ۱ص ۱۲۲
(۴۸) المغنی ج ۴ص ۴۳۵
(۴۹) المغنی ج ۶ص ۶۹۳
(۵۰) تفسیر قرطبی ج ۳ص ۳۸۴
(۵۱) عبدالرزاق ج ۱۰ص ۲۹۲
(۵۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۷۹
(۵۳) المغنی ج ۴ص ۳۹۸
(۵۴) المحلی ج ۸ص ۸۷، المغنی ج ۴ص ۳۲۱
(۵۵) عبدالرزاق ج ۸ص ۲۸۸، المغنی ج ۵ص ۷۷، الاشراف ج ۱ص ۶۸
(۵۶) سنن داری ج ۲ص ۳۸۳
(۵۷) عبدالرزاق ج ۸ص ۱۷، المغنی ج ۴ص ۴۸، ۴۹۰، ج ۹ص ۵۰۹، الاشراف ج ۱ص ۴۹
(۵۸) عبدالرزاق ج ۱ص ۳۷۳، المحلی ج ۸ص ۱۷۶
(۵۹) المحلی ج ۸ص ۱۷۶
(۶۰) سنن دارمی ج ۲ص ۴۲۲
(۶۱) شرح السنۃ ج ۸ص ۲۱۲
(۶۲) سنن دارمی ج ۲ص ۴۱۶
(۶۳) سنن دارمی ج ۲ص ۴۱۵
(۶۴) عبدالرزاق ج ۸ص ۱۲۸، المحلی ج ۸ص ۵۰۴، المجموع ج ۱۰ص ۱۰۳۔
(۶۵) عبدالرزاق ج ۸ص ۱۴۶، المحلی ج ۸ص ۸۷، احکام القرآن ج ۱ص ۴۵۹
(۶۶) المغنی ج ۴ص ۳۱۸
(۶۷) اخبار القضاۃ ج ۲ص ۹، المحلی ج ۸ص ۱۷

حرف الذال

ذباب (مکھی)

مکھی کے خون کا پاک ہونا۔ (دیکھئے مادہ دم نمبر ۲ کا جز ب)

ذبح (ذبح کرنا)

۱۔ تعریف: گردن کی رگوں کو کاٹ ڈالنا ذبح کا عمل کہلاتا ہے۔

۲۔ ذبح کا حکم: جس جانور گوشت کھانا اصل کے اعتبار سے مباح ہو، اس کے گوشت کو کھانے کی حلت کی شرط ذبح ہے۔ جب ذبح کا یہ عمل مذکورہ جانور پر اس وقت کیا جائے جب وہ زندہ ہو۔ اس کی زندگی کے ثبوت کے لیے اس کے اندر زندگی کے آثار کا پایا جانا کافی ہے مثلاً اگلی یا پچھلی ٹانگوں کو حرکت دینا یا پلک جھپکانا وغیرہ۔ (۱)

۳۔ ذابح (جانور ذبح کرنے والا)

أ۔ اہل کتاب کا ذبیحہ: صرف اس صورت میں ذبیحہ کا گوشت کھانا حلال ہے جب ذبح کرنے والا شخص مسلمان یا اہل کتاب یعنی یہودی یا نصرانی ہو۔ نصرانی خواہ عرب یعنی بن تغلب کے نصاریٰ میں سے ہو یا غیر عرب ہو۔ اس سے مذکورہ حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ (۲) حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ آپ شہر کے مجوسیوں کے طعام (پکا ہوا کھانا) استعمال کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۳) اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے زمانے میں مجوسی لوگ اپنے لیے مسلمانوں کے بازاروں سے گوشت خریدا کرتے تھے۔

اگر کوئی مسلمان اپنی قربانی کسی کتابی سے ذبح کرائے تو یہ بات اس کے لیے ناجائز ہوگی۔ (۴) کیونکہ قربانی ایک عبادت ہے جسے صرف مسلمان ہی سرانجام دے سکتا ہے۔

ب۔ عورت اور نابالغ لڑکے کا ذبیحہ حلال ہے۔ (۵) جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو، اس کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ (دیکھئے مادہ ختان نمبر ۳) اسی طرح جنبی شخص کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ (۶)

۴۔ آلۂ ذبح: گردن کی رگوں (اوداج) کو کاٹ ڈالنے والے کسی بھی آلے کے ساتھ ذبح جائز ہے۔ تاہم دانتوں، ناخنوں اور ہڈی کے ذریعے ذبح ناجائز ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو آلہ گردن کی رگوں کو کاٹ ڈالے اور خون بہا دے، اس کے ساتھ ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت کھالو۔ البتہ ناخنوں، دانتوں اور ہڈی کے ساتھ ذبح ہوئے جانور کا گوشت نہ کھاؤ۔'' (۷) مذکورہ چیزوں کے ذریعے ذبح اس لیے ناجائز ہے کہ اس سے جانور کو ذبح کے دوران سخت تکلیف پہنچتی ہے۔

۵۔ بسم اللہ پڑھنا:

أ۔ مسلمان کا بسم اللہ پڑھنا: اگر مسلمان کوئی جانور ذبح کرے تو ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا اس پر واجب ہوگا۔ اگر اس نے عمداً یا سہواً بسم اللہ پڑھنا ترک کیا ہو اور ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا ہو تو یہ ذبیحہ کھالینا حلال ہوگا۔(۸) ابن کثیر نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ذبح کرنے والا بھول کر بسم اللہ پڑھنا ترک کر دے تو ذبیحہ کھا لینا حلال ہوگا اور اگر اس نے بسم اللہ پڑھنا عمداً ترک کیا ہو تو یہ ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔(۹)

ب۔ کتابی شخص کا بسم اللہ پڑھنا: اگر کتابی شخص ذبیحہ پر اللہ کا نام لے لے تو یہ ذبیحہ کھالینا حلال ہوگا۔ اگر وہ اس پر مسیح (علیہ السلام) کا نام لے تو اسے کھانا حلال نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ سے مروی یہ ایک روایت ہے جب کہ دوسری روایت کے مطابق اسے کھالینا حلال ہوگا۔(۱۰) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ذبائح کی اباحت کر دی ہے حالانکہ اسے علم تھا کہ یہ لوگ ذبیحہ پر مسیح (علیہ السلام) کا نام پکارتے ہیں۔

ج۔ غیر اللہ کا نام لینا: اگر ذبیحہ پر غیر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھانا حلال نہیں ہوگا خواہ ذبح کرنے والا شخص مسلمان ہو یا غیر مسلم۔(۱۱)

د۔ ایسا ذبیحہ کھانا حلال نہیں جسے کسی مجوسی نے آتش پرستی کے تحت اپنی آگ کے لیے یا کسی بت پرست نے اپنے بت کے لیے نامزد کیا ہو خواہ اسے کسی مسلمان نے ہی کیوں نہ ذبح کیا ہو۔(۱۲) اسی طرح کا ایک سوال حسن بصریؒ سے کیا گیا تھا کہ ایک دولت مند عورت نے اپنی گڑیوں کا بیاہ رچایا اور ایک اونٹ ذبح کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کا گوشت کھانا حلال نہیں کیونکہ عورت نے اپنے بت کے لیے اونٹ ذبح کیا ہے۔(۱۳)

۲۔ ذبح کرنے کا طریقہ:

أ۔ اونٹ کو نحر کرنا: اونٹ کو نحر کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اسے کھڑا کر کے اس کی بائیں ٹانگ باندھ دی جائے اور پھر اس کے سینے کے بالائی حصے میں ذبح کا عمل کیا جائے۔ حسن بصریؒ نے قربانی کے اونٹ کو نحر کرنے کے متعلق فرمایا: ''اس کی بائیں ٹانگ باندھ دی جائے اور دائیں ٹانگ کی طرف سے اسے نحر کیا جائے۔'' (۱۴)

ب۔ جانور کو قبلہ رخ کرنا: یہ بھی مسنون ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اسے قبلہ رخ رکھا جائے۔ تاہم اگر ایسا نہ کیا جائے تو بھی یہ ذبیحہ کھالینا حلال ہوگا۔(۱۵)

ج۔ سرتن سے جدا کر دینا: اگر ذابح جانور کو معتبر طریقے سے ذبح کر کے اس کا سرتن سے جدا کر دے تو ذبیحہ کا گوشت کھانا حلال ہوگا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے بطخ کی گردن پر تلوار مار کر اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ آپ نے جواب دیا: ''اس کا گوشت کھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۱۶)

د۔ بے قابو جانور کی ذبح: اگر پالتو جانور بے قابو ہو کر وحشی بن جائے یا کوئی جانور کنوئیں میں گر جائے اور اس طرح اسے ذبح کرنے کی قدرت نہ رہے تو یہ شکار کے بمنزلہ ہوگا۔ اور اس کے جسم کے کسی بھی حصے میں زخم لگا کر اسے ہلاک کر دینا جائز ہوگا اور اس کا گوشت بھی کھایا جائے گا۔(۱۷) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''پالتو

جانور اگر وحشی بن جائے اور قابو میں نہ آئے تو یہ بمنزلہ شکار ہوگا۔"(۱۸)

ھ۔ جنین یعنی حمل کی ذبح: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص بکری وغیرہ ذبح کرے اور اس کے پیٹ سے مردہ بچہ برآمد ہو جس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں تو اسے کھالینا جائز ہوگا کیونکہ ماں کی ذبح کی بنا پر اس کی ذبح بھی عمل میں آجائے گی۔ آپ نے فرمایا: "اگر جنین مردہ حالت میں برآمد ہو اور اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں تو اس کی ماں کی ذبح اس کی ذبح قرار پائے گی۔"(۱۹) تاہم آپ سے مروی محفوظ روایت کے مطابق جسے فقہاء نے ایک دوسرے سے نقل کیا ہے، ماں کی ذبح اس کے پیٹ سے برآمد ہونے والے بچے کی ذبح شمار ہوگی خواہ اس بچے کے جسم پر بال اگ آئے ہوں یا نہ اگے ہوں۔(۲۰) (دیکھئے مادہ جنین نمبر ۲ کا جز اُ)

ذکاۃ (ذبح)

ذکاۃ اس شرعی ذبح کو کہتے ہیں جسے اس کی شرطوں کے ساتھ بروئے کار لاکر کوئی جانور ذبح کر دیا جائے۔ (دیکھئے مادہ ذبح)

ذکر اللہ تعالیٰ (ذکر الٰہی)

۱۔ تعریف: ذکر الٰہی سے ہماری مراد یہ ہے کہ حصول برکت اور ثواب کی خاطر بر سبیل تعظیم اللہ تعالیٰ کے کسی اسم کا ذکر اپنی زبان سے اتنی اونچی آواز میں کیا جائے کہ ذکر کرنے والا خود اسے سن سکے۔

۲۔ ذکر الٰہی کے احکام:

اُ۔ اللہ تعالیٰ کا نام احترام کا حامل ہوتا ہے۔ بنا بریں اسے بے حرمتی سے محفوظ رکھنا واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بصریؒ نے بیت الخلاء میں ذکر الٰہی کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے۔ (دیکھئے مادہ تخلی نمبر ۲ کا جز ب) اگرچہ ذکر الٰہی کے لیے طہارت شرط نہیں ہے تاہم حائضہ عورت کے لیے مستحب طریقہ یہ ہے کہ وہ نمازیوں کے ساتھ مشابہت قائم کرنے اور اپنے دل کے اندر اللہ سبحانہ کی جلالت شان کا استحضار پیدا کرنے کی خاطر اوقات صلوٰۃ میں وضو کرنے کے بعد تسبیحات کرے۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز ج)

ب۔ نماز کے اندر ذکر الٰہی سے نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ بنا بریں نماز کے اندر چھینک مارنے والے کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: "وہ الحمد للہ کہے۔"(۲۱)

ج۔ واجب خطبے کے دوران ذکر الٰہی کا جواز۔ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۳ کا جز ج)

د۔ ذکر الٰہی کے الفاظ مثلاً باری تعالیٰ کے نام کو ہاتھ لگانے کے لیے باوضو ہونا شرط نہیں ہے البتہ مستحسن ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "سفید دراہم کو جن پر اللہ کا نام کندہ ہوتا ہے، بے وضو ہاتھ لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔"(۲۲)

ھ۔ بچے کو نظر لگنے سے بچانے کے لیے ذکر الٰہی کے بعض الفاظ لکھ کر اس کے گلے میں لٹکا دینا: (دیکھئے مادہ تمیمۃ)

د۔ حائضہ کے لیے ذکر الٰہی کا جواز۔(دیکھئے مادہ حیض نمبر۵ کا جزج)

ذمیّ (ذمی)

۱۔ تعریف: اسلامی ملک کے اندر رہنے والے غیر مسلم شخص کو ذمی کہا جاتا ہے جس کے پاس اس اسلامی ملک کی شہریت ہو۔

۲۔ ذمی کے احکام:

أ۔ عقد ذمہ کن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے؟: یہ تو ایک قطعی امر ہے کہ اسلامی سلطنت کے اندر عقد ذمہ یہود و نصاریٰ اور مجوس کے ساتھ ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ کی شاید رائے یہ تھی کہ فرقۂ صابئہ (ستارہ پرست) احکام کے اندر مجوس کی طرح ہے۔ ابوعبید نے: ''الاموال'' کے اندر مطرف سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''ہم حکم بن عتیبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ سے حکم کو روایت بیان کی کہ آپ صابئہ فرقہ کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ لوگ مجوسیوں کی طرح ہیں۔ یہ سن کر حکم نے کہا: ''کیا میں نے تم لوگوں کو یہ بات نہیں بتائی تھی؟''(۲۳)

ب۔ ذمی جزیہ ادا کرے گا: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔ ان کے سوا کسی اور پر فرض نہیں کی اور اہل ذمہ پر جزیہ واجب کر دیا ہے۔ ان پر جزیہ کے سوا کوئی اور چیز واجب نہیں۔(۲۴) اسلامی حکومت ذمیوں کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال کی جو ذمہ داری پوری کرے گی، اس کے بدلے یہ لوگ حکومت کو جزیہ ادا کریں گے۔(دیکھئے مادہ جزیۃ نمبر۳)

- اس ذمی پر جزیہ واجب نہیں جو کسی مسلمان کا غلام ہو اور مسلمان اسے آزاد کر دے۔(دیکھئے مادہ جزیۃ نمبر ۴)
- ذمی کو قربانی کا گوشت کھلانا جائز ہے۔(دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۷ کا جزج)
- اگر ذمی بنجر زمین آباد کر لے تو وہ اس کا مالک بن جائے گا۔(دیکھئے مادہ ارض نمبر۱)
- مسلمانوں کی قربانی اور ہدی کا جانور کوئی ذمی ذبح نہ کرے۔(دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۵)
- اہل ذمہ کی میراث اسلامی شریعت کے مطابق تقسیم ہوگی۔(دیکھئے مادہ ارث نمبر۲)
- کسی ذمی کے مال کا سرقہ مسلمان کے مال کے سرقہ کی طرح ہے۔(دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر۳ کا جزب)
- ذمی کا حق شفعہ۔(دیکھئے مادہ شفعۃ)
- سفر یا غیر سفر میں مسلمان کی وصیت پر ذمی کی گواہی کا عدم جواز۔(دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر۳ کا جزأ)
- اگر کافر کسی ذمی کو اسلامی علاقے سے گرفتار کر کے لے جائیں تو وہ ان کا مملوک نہیں بنتا۔(دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر۲ کا جزھ)
- تجارت وغیرہ کے اندر ذمی کی مشارکت۔(دیکھئے مادہ شرکۃ نمبر۲)
- اگر ذمی کسی مسلمان کو قذف کرے تو اسے حد لگے گی۔(دیکھئے مادہ قذف نمبر۵ کے جزأ کا جزا)

- شب باشی کی باری مقرر کرنے کے اندر مسلمان اور ذمی بیویوں کے درمیان مساوات۔ (دیکھئے مادہ قسمة نمبر۴ کا جزب)
- ذمی کی طرف سے عشری زمین کی خریداری اور اس پر مرتب ہونے والے مالی واجبات۔ (دیکھئے مادہ ارض نمبر۲)
- ذمی کے قتل کی سزا میں مسلمان قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ جنایة نمبر۴ کا جزج)
- مسلمان کا ذمی کو قذف کرنا اور ذمی کا مسلمان کو قذف کرنا۔ (دیکھئے مادہ احصان نمبر۲ کے جزب کا جز۲)

۳۔ عقد ذمہ توڑ دینا: روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اسلامی حکومت کو کسی ذمی کے ساتھ کیے ہوئے عقد ذمہ کو ختم کر دینے کا اس صورت میں اختیار ہوگا جب مذکورہ ذمی ملک میں نافذ العمل عام نظام کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث پایا جائے یا وہ کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا بالجبر کا مرتکب قرار پائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی ذمی کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا بالجبر کا مرتکب ہو جائے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔'' (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر۲ کا جزھ) یا مسلمانوں کے درمیان اس کی موجودگی مسلمانوں یا حکومت کے لیے خطرے کا باعث بن جائے مثلاً وہ کسی غیر ملکی حکومت کے لیے جاسوسی کرتا ہوا پکڑا جائے۔ (۲۵) یا حکومت کی طرف سے عائد کردہ امور کے اندر جان بوجھ کر رخنہ اندازی کرے مثلاً جزیہ ادا کرنے سے باز رہے۔

ذنب (گناہ)

۱۔ تعریف: آخرت کے اندر سزا کی مستوجب شرعی خلاف ورزی کو ذنب کہتے ہیں۔

۲۔ اس کی قسمیں: گناہوں کی دو قسمیں ہیں۔ اول کبائر (دیکھئے مادہ کبیرة) اور دوم صغائر۔ کبائر کے سوا ہر شرعی خلاف ورزی کو صغیرہ گناہوں کا نام دیا جاتا ہے۔

ذھب (سونا)

۱۔ تعریف: سونا ایک قیمتی دھات ہے۔ اس کا رنگ زرد ہوتا ہے اور یہ چند کیمیائی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔

۲۔ اس کے احکام:

زیب و زینت اور آرائش کے لیے سونا پہننا: پوری امت اس امر پر متفق ہے کہ مردوں کے لیے سونا پہننا اور اس کے ذریعے آرائش کرنا حرام ہے جب کہ عورتوں کے لیے یہ حلال ہے۔ (۲۶) کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''ریشمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہیں۔'' (۲۷) حسن بصریؒ نے اس بات کی رخصت دی ہے کہ ضرورت کے تحت مرد اپنے دانتوں کو سونے کی تاروں سے باندھ سکتا ہے۔ (۲۸)

ب۔ سونے کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۳ کے جزج کا جز۴)

حسن بصریؒ سے مروی دو میں سے ایک روایت کے مطابق اگر نابالغ فرد سونے کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۲ کا جزب) نیز (نمبر۳ کے جزب کا جز۳)

- سونے کی صورت میں خون بہا یعنی دیت کی مقدار۔(دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۵ کے جز ب کا جز ا کا جز ب)
- سونا ان اموال میں سے ہے جن کے اندر ربو یعنی سود جاری ہوتا ہے۔(دیکھئے مادہ ربا) نیز (مادہ بیع نمبر۴ کا جز ھ)
- سونے کے برتنوں میں کھانے پینے کی کراہت۔(دیکھئے مادہ اناء نمبر۲ کا جز أ) نیز (مادہ طعام نمبر۵)

حرف الذال میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) احکام القرآن ج۲ص۳۰۵، المغنی ج۸ص۵۴۸، المجموع ج۹ص۹۵
(۲) تہذیب الآثار ج۱ص۱۸۲، المحلی ج۷ص۴۶۵، المغنی ج۸ص۵۷۱
(۳) المغنی ج۸ص۵۷۱
(۴) المحلی ج۷ص۳۸۰، المغنی ج۸ص۶۴۰
(۵) المحلی ج۷ص۴۵۷
(۶) المحلی ج۷ص۴۵۴، المغنی ج۸ص۵۸۳
(۷) عبدالرزاق ج۴ص۴۹۶، ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۶۹، المحلی ج۷ص۴۵۱، تفسیر قرطبی ج۶ص۵۳
(۸) تفسیر قرطبی ج۷ص۵۷، المغنی ج۸ص۵۶۵، المجموع ج۸ص۳۲۷
(۹) تفسیر ابن کثیر ج۲ص۱۷۰
(۱۰) احکام القرآن ج۱ص۱۲۵، تفسیر قرطبی ج۶ص۷۶
(۱۱) المحلی ج۷ص۴۱۲
(۱۲) المجموع ج۹ص۸۱
(۱۳) تفسیر قرطبی ج۲ص۲۲۴
(۱۴) ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۷۲
(۱۵) المحلی ج۷ص۴۵۴
(۱۶) المحلی ج۷ص۴۴۴، المغنی ج۸ص۵۸۰، المجموع ج۹ص۹۴
(۱۷) المحلی ج۷ص۴۴۸، المغنی ج۸ص۵۶۶، المجموع ج۹ص۱۳۱
(۱۸) ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۶۸ب
(۱۹) عبدالرزاق ج۴ص۵۰۱

(۲۰) المحلی ج ۷ ص ۴۲۰، المغنی ج ۸ ص ۵۷۹

(۲۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۱

(۲۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰

(۲۳) الاموال لابی عبید ص ۵۴۵؛ احکام القرآن ج ۳ ص ۹۱

(۲۴) الاموال لابی عبید ص ۹۱

(۲۵) نیل الاوطار ج ۸ ص ۸

(۲۶) مسلم شریف شرح نووی ج ۸ ص ۳۴۳، فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۶۰

(۲۷) الترمذی فی اللباس باب الذهب والحریر، النسائی فی الزینۃ باب تحریم الذهب علی الرجال۔

(۲۸) المغنی ج ۳ ص ۱۵

حرف الراء

رأس (سر)

- وضو کے اندر سر کے بعض حصے کا مسح۔ (دیکھیے مادہ وضو نمبر ۴ کا جز ز)
- احرام کے اندر سر کے بال مونڈنے کی ممانعت اور اس فعل پر واجب ہونے والا جرمانہ۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ھ)
- مرد کے لیے سر کے بال مونڈنے کے ذریعے اور عورت نیز مرد کے لیے سر کے بال چھوٹے کرانے کے ذریعے احرام کھل جانا۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۱۱)
- عورت کا اپنے سر کے بال مونڈ لینا مثلہ ہے اور جائز نہیں۔ (دیکھیے حوالہ درج بالا)
- غیر مردوں کے سامنے لونڈی اپنا سر نہ ڈھانپے (دیکھیے مادہ حجاب نمبر ۲)

راھب (راہب، عیسائی عابد)

جنگ کے اندر راہبوں کو قتل نہ کیا جائے۔ (دیکھیے مادہ جھاد نمبر ۹)

ربا (سود)

۱۔ تعریف: سود اس زائد مال کو کہتے ہیں جس کی عقد کے اندر شرط عائد کی گئی ہو اور جو کسی مشروع عوض کے بالمقابل نہ ہو۔

۲۔ متعاقدین: سود کا اجراء ہر متعاقدین کے درمیان ہوتا ہے سوائے اس صورت کے جب متعاقدین میں سے ایک فرد دوسرے کی ملکیت ہو۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں اس کی مثال اس شخص جیسی ہوگی جس کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو کوئی چیز دیدے۔ بنابریں حسن بصریؒ کی یہ پختہ رائے تھی کہ غلام اور اس کے آقا کے درمیان سود جاری نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: ''غلام اور اس کے آقا کے درمیان سود جاری نہیں ہوتا۔'' آپ نے فرمایا: ''غلام اور اس کے آقا کے درمیان کوئی سود نہیں ہے۔''(۱) تاہم یہ صورت مکروہ ہے کیونکہ اس کے اندر سودی لین دین کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ بنابریں حسن بصریؒ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ ایک شخص اپنے غلام کو درہم اس شرط پر دے کہ وہ اس میں اضافہ کر دے گا۔(۲)

۳۔ سود کی انواع: ربوا کی دو قسمیں ہیں۔ ربوا الفضل اور ربوا النسیہ۔ اس پر بحث (مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ھ) میں گزر چکی ہے۔

حسن بصریؒ نے ہر اس شرط شدہ فائدے کو سود میں شمار کیا ہے جو قرض دینے والا قرض لینے والے سے

حاصل کر لے۔ مثلاً ایک شخص کسی کو اس شرط کے ساتھ کوئی چیز قرض دے کہ وہ کسی اور شہر میں اس کی ادائیگی کرے گا۔ اگر اس چیز کو مذکورہ شہر تک لے جانے میں خرچہ پڑتا ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ اضافے کی صورت ہوگی اور اگر خرچہ نہ پڑتا ہو تو یہ فعل مکروہ ہوگا کیونکہ ایسا کرنے میں بعض دفعہ اصل پر اضافہ ہو جاتا ہے۔[۳]

اگر اس اضافے یا فائدے کی عقد کے اندر شرط نہ لگائی گئی ہو تو اس صورت میں یہ فائدہ حلال ہوگا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ایک شخص سفید دراہم قرض کے طور پر دے کر سیاہ دراہم وصول کر لے یعنی قیمت کے اعتبار سے اصل سے کم۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ اپنے حق کے بعض حصے سے دستبردار ہو جائے گا یا یہ کہ ایک شخص سیاہ دراہم قرض کے طور پر دے کر سفید دراہم وصول کر لے یعنی قیمت کے اعتبار سے اصل سے زائد بشرطیکہ دونوں کے درمیان ایسا کرنے کی شرط طے نہ پائی ہو۔[۴] (دیکھئے مادہ دین نمبر۶ کا جزج)

ربیبۃ (ربیبہ)

۱۔ تعریف: ربیبہ بیوی کی اس بیٹی کو کہتے ہیں جو کسی اور شوہر کے نطفے سے ہو یا شوہر کی اس بیٹی کو جو کسی اور بیوی کے بطن سے ہو۔

۲۔ ربیبہ کے احکام: مرد کے لیے اپنی بیوی کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے خواہ اس نے اس کی ماں کے ساتھ عقد نکاح کیوں نہ کر لیا ہو بشرطیکہ اس کے ساتھ ابھی ہمبستری نہ کی ہو۔ اگر ربیبہ کی ماں کے ساتھ ہمبستری ہوگئی ہو تو پھر ربیبہ اس پر حرام ہو جائے گی۔ اگر اس نے ربیبہ کی ماں کے ساتھ عقد نکاح کرنے کے بعد اسے طلاق دے دی ہو اور پھر ربیبہ یعنی اس کی بیٹی کے ساتھ عقد نکاح کر لیا ہو تو بیٹی کے ساتھ عقد نکاح ہوتے ہی ماں اس پر حرام ہو جائے گی۔ سعید بن منصور نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ نے ربیبہ کے ساتھ اس صورت میں عقد نکاح کی رخصت دی ہے جب اس کی ماں کے ساتھ ہمبستری نہ ہوئی ہو لیکن ربیبہ کی ماں کے ساتھ نکاح کو ہر حالت میں مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے۔[۵] آپ اس بات کو بھی حرام قرار دیتے تھے کہ ایک شخص عقد نکاح میں ایک عورت اور اس کی ربیبہ یعنی عورت کے سابقہ شوہر کی بیٹی کو یکجا کر لے کیونکہ اگر ان میں سے کوئی ایک مرد ہوتی تو وہ دوسری پر حرام ہوتی۔[۶] ماں کے شوہر پر ربیبہ کی تحریم اور اس کے بیٹے کے لیے اس کی حلت۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۴ کے جزا کے جز۴ کا جزج)

رجعۃ (واپسی)

۱۔ تعریف: رجعت یہ ہے کہ غیر بائن طلاق یافتہ عورت کسی نئے عقد نکاح کے بغیر اپنے شوہر کی زوجیت میں واپس آجائے۔

۲۔ کس طلاق کے اندر رجعت ہو سکتی ہے؟: ہر رجعی طلاق کے اندر رجعت ہو سکتی ہے۔ طلاق بائن کے اندر نئے عقد کے بغیر رجعت نہیں ہو سکتی لیکن طلاق مغلظہ کے اندر نئے عقد کے ساتھ صرف اس صورت میں

رجعت ہوسکتی ہے جب طلاق مغلظہ پانے والی عورت طلاق دینے والے شوہر کے سوا کسی اور مرد سے نکاح کر لے اور پھر وہ مرد اسے طلاق دیدے۔ (دیکھئے مادہ تحلیل) لعان کی بنا پر واقع ہونے والی طلاق کے اندر رجعت نہیں ہوسکتی کیونکہ لعان کرنے والے زوجین پھر کبھی یکجا نہیں ہوسکتے۔ (۷)

ایلاء کرنے والا شوہر ایلاء پر چار ماہ گزرنے سے پہلے پہلے جس وقت چاہے، اپنی بیوی سے مراجعت کرسکتا ہے۔ چار ماہ گزر جانے پر بائن طلاق واقع ہوجائے گی اور اس کے بعد عورت نئے عقد کے ذریعے ہی اپنے شوہر کی زوجیت میں واپس آسکے گی۔ (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۸)

۳۔ رجعت کا وقت: فقہائے سلف وخلف کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے کہ رجعی طلاق یافتہ عورت کا شوہر اسے اپنی زوجیت میں واپس لانے کا اس وقت تک حق رکھے گا جب تک وہ عدت کے اندر رہے گی۔ اگر وہ حاملہ ہوتو وضع حمل تک شوہر کو مذکورہ بالا حق حاصل رہے گا۔ اگر وہ جڑواں بچوں کی حاملہ ہوتو دوسرے بچے کی پیدائش تک شوہر کو یہ حق حاصل رہے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر بیوی کو طلاق دیدے اور اس کے بطن میں جڑواں بچے ہوں تو دوسرے بچے کو جنم دینے تک شوہر کو رجعت کا حق حاصل رہے گا بشرطیکہ اس نے بائن طلاق نہ دی ہو۔'' (۸) اگر رجعی طلاق یافتہ عورت حاملہ نہ ہو اور نہ اسے حیض آتا ہو تو طلاق ملنے کے دن سے تین ماہ گزرنے تک شوہر کو رجعت کا حق حاصل رہے گا۔ اگر اسے حیض آتا ہو تو تیسرے حیض سے غسل کرنے تک یا حیض بند ہونے کے بعد ایک نماز کا وقت گزر جانے تک جس کے دوران اس نے نہ تو غسل کیا ہو اور نہ نماز پڑھی ہو، شوہر کو رجعت کا حق حاصل رہے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مرد اپنی مطلقہ بیوی سے اس وقت تک مراجعت کرسکتا ہے جب تک وہ تیسرے حیض سے غسل نہ کرلے۔ البتہ اگر اس کا تیسرا حیض ختم ہوجائے لیکن وہ اپنے غسل حیض میں اتنی تاخیر کردے کہ اس وقت کی نماز اس سے فوت ہوجائے تو ایسا کرنے پر وہ بائن ہوجائے گی۔'' (۹)

اگر شوہر اپنی بیوی پر وقوع طلاق سے لاعلم رہے اور کئی ماہ گزر جانے کے بعد اسے اس کا علم ہو تو رجعت کی مدت اس کے مذکورہ علم تک ممتد ہوجائے گی۔

حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ: ''اگر تم گھر میں داخل ہو جاؤ تو تمہیں طلاق۔'' اور پھر بیوی گھر میں داخل ہوجائے لیکن شوہر اس سے لاعلم رہے حتیٰ کہ اس واقعہ پر کئی ماہ گزر جائیں تو ایسی صورت میں جب اسے اس کا علم ہو تو بیوی سے مراجعت پر گواہی قائم کرلے۔''' (۱۰)

۴۔ رجعت کے ذرائع: رجعت دو چیزوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ ہمبستری کے ذریعے اور کلام کے ذریعے۔

أ۔ ہمبستری کے ذریعے رجعت ہوجاتی ہے خواہ شوہر نے یہ ہمبستری رجعت کی نیت سے کی ہو یا رجعت کی نیت سے نہ کی ہو۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور پھر عدت کے اندر اس سے ہمبستری کرلے لیکن گواہی قائم نہ کرے، فرمایا: ''بیوی کے ساتھ ہمبستری ہی مراجعت ہے۔ وہ گواہی قائم کرے۔'' (۱۱) اس قول سے ہمیں یہ بات معلوم ہوگئی کہ آپ ہمبستری کے ذریعے رجعت کے

اندر بھی گواہی قائم کرنے کی شرط عائد کرتے تھے۔

ب۔ کلام کے ذریعے بھی رجعت ہو جاتی ہے مثلاً وہ اپنی مطلقہ بیوی سے کہے کہ: ''میں نے تمہیں واپس کر لیا۔'' یا اسی قسم کا کوئی اور فقرہ۔ ایسی صورت کے اندر رجعت پر گواہی قائم کرنے کی شرط ہوگی جس طرح یہ شرط بھی ہوگی کہ شوہر اسے اپنی رجعت سے باخبر کر دے۔ اگر وہ اس سے رجعت کر لے لیکن اسے اس کی اطلاع نہ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے تو ایسی صورت میں عورت اس سے بائن ہو جائے گی۔ اور نئے عقد کے بغیر اس سے مراجعت کرنا شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور پھر غائبانہ طور پر یا لوگوں کے سامنے اس سے مراجعت کر لے لیکن اسے اس رجعت سے باخبر نہ کرے حتیٰ کہ اس کی عدت گزر جائے تو پھر اس پر شوہر کی کوئی گرفت نہیں رہے گی۔''(۱۲) نیز فرمایا: ''ایلاء کے اندر فی یعنی واپسی ہمبستری کے ذریعے ہوتی ہے۔ اگر وہ ہمبستری پر قادر نہ ہو سکے اور زبان سے واپسی کا عمل کرے تو ایسا کرنا جائز ہوگا اور وہ اس پر گواہی قائم کرے گا۔''(۱۳)

۵۔ رجعت پر گواہی قائم کرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ نکاح پر گواہی قائم کرنے کے وجوب پر قیاس کرتے ہوئے رجعت پر بھی گواہی قائم کرنا واجب ہے کیونکہ ان دونوں افعال کے ذریعے شرمگاہوں کو مباح بنایا جاتا ہے۔ اس لیے گواہی کے ذریعے اس کی توثیق واجب ہوگی۔(۱۴) (دیکھئے مادہ اشھاد نمبر۲) تاہم ایسا لگتا ہے کہ آپ رجعت کی صحت کے لیے گواہی قائم کرنے کو شرط قرار نہیں دیتے تھے کیونکہ اشہاد کے بغیر بھی رجعت درست ہو جاتی ہے جس طرح ہمبستری کے ذریعے رجعت کا حال ہے البتہ آپ توثیق کی خاطر گواہی قائم کرنے کو واجب تصور کرتے تھے کیونکہ رجعت کے فعل پر بہت سے اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۶۔ غیر مدخول بہا مطلقہ کے ساتھ شوہر کی یہ سوچ کر ہمبستری کہ اسے اس عورت سے مراجعت کا حق حاصل ہے اور اس فعل پر مرتب ہونے والے اثرات۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر۲ کا جزج) نیز (مادہ مُھر نمبر۲ کا جز أ)

رجم (سنگسار کرنا)

پتھر مار مار کر کسی کو ہلاک کر دینا رجم کہلاتا ہے۔ یہ سزا محصن زانی کو دی جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ زنا)

رحم (رشتہ داری، رحم مادر)

- ولادت پر مبنی قرابت داری کو رحم کہتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ قرابۃ نمبر۲ اور ۳)
- ذوالرحم اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جو وراثت کے اندر نہ تو عصبہ ہو اور نہ ذوی الفروض میں شامل ہو مثلاً بھتیجیاں۔
- میراث کے اندر ذوی الارحام کے احوال۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر۱۲)
- ملکیت میں آ کر ذوالرحم کا آزاد ہو جانا۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر۷ کے جز ب کا جز۴)
- محارم کے پاس جانے کے لیے اجازت طلب کرنا۔ (دیکھئے مادہ استئذان نمبر۵ کا جز أ)

رخصۃ (اجازت)

۱۔ تعریف: کسی مشقت کو رفع کرنے کے لیے مشروع اباحت کو رخصت کہتے ہیں۔

۲۔ رخصت پر عمل: حسن بصریؒ رخصت پر عمل کے وجوب کے قائل نہیں تھے خواہ رخصت پر عمل ترک کرنے کا نتیجہ موت ہی کیوں نہ ہوتا ہوتا ہم اگر کوئی شخص رخصت پر عمل کر لے تو وہ اللہ کی شریعت پر عمل پیرا قرار پائے گا۔ آپ عزیمت پر عمل کو رخصت پر عمل سے افضل سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''رمضان میں سفر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، رمضان میں سفر کرنے والا اگر چاہے تو روزے نہ رکھے۔''(۱۵) آپ کا یہ قول اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سفر میں روزے رکھے جائیں۔ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے لیکن اگر مسافر روزہ نہ رکھے تو اس پر کوئی گناہ لازم نہیں ہوگا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کو غسل کے لیے گرم پانی نہیں ملا۔ اس نے تیمّم کرنے کی بجائے برفیلے پانی سے غسل کر لیا۔ اسے ٹھنڈ لگ گئی اور وہ فوت ہو گیا۔ آپ نے جواب دیا: ''اسے کیسی عمدہ شہادت نصیب ہوئی۔''(۱۶) گویا آپ نے اس کی اس طرح موت کی تعریف کی اور اسے افضل ترین شہادتوں میں شمار کیا۔ برفیلے پانی میں غسل کر کے موت کے منہ میں چلے جانے پر آپ کی تعریف کی تخریج اس روایت سے بھی ممکن ہے جو آپ سے منقول ہے اور جس میں بیماری کے سبب تیمم کرنے کی ممانعت مذکور ہے۔ ایسی صورت میں برفیلے پانی میں غسل کرنا تیمم کے بالمقابل نہیں ہوگا بلکہ ترک صلوٰۃ کے بالمقابل ہوگا۔ (دیکھیے مادہ تیمم نمبر ۳ کا جزج)

ردۃ (مرتد ہو جانا)

۱۔ تعریف: اسلام سے خارج کر دینے والے کسی اعتقاد یا قول یا فعل کو اپنا کر دائرۂ اسلام سے خارج ہو جانے کو ردۃ کہتے ہیں۔

۲۔ ارتداد کے اسباب: اس کے کئی اسباب ہیں۔ ان میں سے حسن بصریؒ سے منقول اسباب کا ذکر درج ذیل ہے۔

أ۔ اسلام سے نکل کر کوئی اور دین اختیار کر لینا خواہ یہ اہل کتاب کا دین ہو یا غیر اہل کتاب کا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص کوئی دین اختیار کر لے، اس کا شمار مذکورہ دین کے ماننے والوں میں سے ہوگا۔''(۱۷)

ب۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنا مثلاً اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کرنا ترک کر کے غیر اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ کرنا اور اس کا اعتقاد رکھنا۔(۱۸) (دیکھیے مادہ قضاء نمبر ۳ کا جزأ)

ج۔ سستی کی بنا پر نماز کو ترک کرنا: سستی اور کاہلی کی بنا پر نماز نہ پڑھنا یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جائے، کفر ہے۔ ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا بشرطیکہ یہ نماز ظہر کی نماز نہ ہو جسے ایک شخص نہ پڑھے یہاں تک کہ عصر کا وقت داخل ہو جائے یا مغرب کی نماز نہ ہو جسے ایک شخص ادا نہ کرے یہاں تک کہ عشاء کا وقت ہو جائے کیونکہ بعض علماء کے نزدیک یہ دونوں اوقات ان دونوں نمازوں کے لیے ایک وقت ہیں۔(۱۹) (دیکھیے

مادہ صلاۃ نمبر ا)

د۔ حضور ﷺ کی (نعوذ باللہ) تکذیب: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نفاق کی دو صورتیں ہیں۔ ایک حضور ﷺ کی تکذیب کا نفاق، اس کی کبھی بخشش نہیں ہو سکتی۔ دوسرا گناہوں اور خطاؤں کا نفاق۔ اس کی بخشش کی امید کی جا سکتی ہے۔''(۲۰)

۳۔ ارتداد کا اثبات: تمام دیگر علماء سے اختلاف رائے کرتے ہوئے حسن بصریؒ یہ رائے رکھتے تھے کہ قتل کا موجب جو بھی جرم ہو، وہ چار مرد گواہوں سے کم گواہوں کے ذریعے ثابت نہیں ہوتا۔ آپ نے اس گواہی کو محصن زانی کے خلاف گواہی پر قیاس کیا ہے۔(۲۱) (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۶) چونکہ ارتداد بھی موجب قتل ہے، اس لیے حسن بصریؒ کے نزدیک اس کا اثبات بھی چار مرد گواہوں کے ذریعے ہی ہوگا۔ ابن المنذر نے: ''الاجماع'' کے اندر لکھا ہے کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ ارتداد کے بارے میں دو گواہوں کی گواہی قبول کر لینا واجب ہے اور اگر مرتد اسلام کی طرف لوٹ نہ آئے تو ان دونوں گواہوں کی گواہی کی بنا پر اسے قتل کر دیا جائے گا لیکن حسن بصریؒ اپنے اس قول میں منفرد ہیں کہ: ''قتل کے اندر چار گواہوں کی گواہی ہی قابل قبول ہوگی۔''(۲۲)

۴۔ ارتداد کے اثرات و نتائج: ارتداد پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اَ۔ توبہ کرانا: حسن بصریؒ عورت اور مرد کے ارتداد کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ آپ کی رائے تھی کہ اگر مرد مرتد ہو جائے تو اس سے توبہ کرانا واجب نہیں ہوگا بلکہ اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ مستحب ہوگا اور اس مطالبہ سے پہلے ہی اسے قتل کر دینا بھی جائز ہوگا۔(۲۳) رہ گئی مرتد عورت تو اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ ہی کیا جاتا رہے گا۔ حسن بصریؒ سے مروی دو میں سے ایک روایت کے مطابق اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔(۲۴) آپ سے منقول دوسری روایت کے مطابق مرتد عورت کو توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔(۲۵)

ب۔ سزائے موت: ارتداد کی حد یعنی سزا قتل ہے۔ مرد اگر مرتد ہو جائے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''مرتد مرد کو قتل کر دیا جائے گا۔''(۲۶) گزشتہ سطور میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ مرتد مرد سے توبہ کرنے کے مطالبے کے بغیر بھی اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اسے قتل کر دینے کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایتوں کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اسے قتل کر دیا جائے گا یعنی مرتد کے قتل کے وجوب کے اندر مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔(۲۷) دوسری روایت کے مطابق مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔(۲۸) رہ گیا یہ سوال کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ تو اس بارے میں حسن بصریؒ سے منقول روایتوں کے اندر پھر اختلاف ہے۔

آپ سے مروی ایک روایت کے مطابق اس سے سو مرتبہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ ارتداد سے توبہ کر لے۔

(۲۹) دوسری روایت کے مطابق اسے قید میں ڈال دیا جائے گا۔ (۳۰) تیسری روایت کے مطابق اس پر غلامی عائد کر کے اسے مسلمانوں کی لونڈی بنا دیا جائے گا۔ اشعث نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر عورتیں اسلام سے ارتداد کر لیں تو انہیں قتل نہ کرو بلکہ انہیں اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دی جائے۔ اگر وہ نہ مانیں تو ان پر غلامی عائد کر دی جائے اور انہیں مسلمانوں کی لونڈیاں بنا دیا جائے۔ انہیں قتل نہ کیا جائے۔'' (۳۱) یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہیں قید میں ڈالنے یا لونڈیاں بنا لینے کے بعد آیا اسلام لانے پر انہیں مجبور بھی کیا جائے گا؟ ظاہر بات یہی ہے کہ حسن بصریؒ کے نزدیک انہیں اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا۔ عبدالرزاق نے آپ سے اس عورت کے بارے میں جو مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے، روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اسے لونڈی بنا لیا جائے گا اور اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا۔'' (۳۲)

ج۔ مرتد شوہر کی بیوی کو طلاق ہو جانا: اگر زوجین میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے تو دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی۔ (۳۳) یہ علیحدگی ایک بائن طلاق ہوگی جو شوہر کے ارتداد کی وجہ سے بیوی پر واقع ہو جائے گی۔ بیوی عدت طلاق گزارے گی۔ اگر مرتد شوہر اسلام کی طرف لوٹ آئے تو وہ نئے عقد کے ذریعے ہی اپنی بیوی کی طرف لوٹ سکے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مرد اسلام سے مرتد ہو جائے تو اس کی بیوی ایک بائن طلاق کے تحت اس سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اگر وہ اسلام کی طرف لوٹ بھی آئے تو بھی بیوی پر اس کی گرفت نہیں رہے گی۔ بیوی عدت طلاق گزارے گی۔'' (۳۴)

د۔ مرتد کی نیکیوں کا ضیاع: اگر کوئی انسان مرتد ہو جائے تو اس کی نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور اس کے اعمال برباد ہو جائیں گے۔ اگر وہ توبہ کر کے اسلام کی طرف لوٹ آئے تو اس کی نیکیاں بھی لوٹ آئیں گی۔ اس کے باوجود اس کے لیے مستحب یہ ہوگا کہ وہ ان فرائض کا اعادہ کر لے جن کے اندر تکرار نہیں ہوتی مثلاً حج۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مرتد توبہ کر لیتا تو لوگ (صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام) اس کے لیے نئے سرے سے حج کر لینے کو مستحب قرار دیتے۔ اگر اس نے ارتداد سے پہلے حج کر لیا ہو۔'' (۳۵)

ھ۔ مرتد کی میراث: اس کی میراث اس کے مسلمان ورثا کو مل جائے گی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۲ کا جزج)

رشوۃ (رشوت)

۱۔ تعریف: رشوت اس مال کو کہتے ہیں جو کسی حق کو باطل یا باطل کو حق قرار دینے کی غرض سے دیا جائے۔

۲۔ رشوت کا حکم: جس مفہوم کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، اس معنی میں رشوت بالاجماع حرام ہے۔ (۳۶) کیونکہ اس کے اندر حق کے معیارات میں خلل پیدا کرنے کا پہلو پایا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی جان اور اپنے مال سے کسی ظالم حاکم وغیرہ کے ظلم کو دور کرنے کے لیے اسے کوئی مال پیش کر دے تو یہ رشوت نہیں ہوگی۔ اگر یہ صورت رشوت میں داخل نہیں تو یہ دو ضرر میں سے شدید تر ضرر سے بچنے کے لیے خفیف تر ضرر کے ارتکاب کے باب میں شمار ہوگی اور بعض اوقات اس پر عمل واجب ہوگا اور

اس کا مرتکب انشاء اللہ بارگاہ الٰہی میں ثواب کا مستحق ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تم اپنا مال اور اپنی جان بچانے کی خاطر جو کچھ مال خرچ کرو گے، اس میں تم ماجور ہو گے۔''(۳۷) (دیکھئے مادہ مصانعۃ)

رضاع (رضاعت)

۱۔ تعریف: عورت کے پستانوں سے شیر خوار بچے کا دودھ چوسنا رضاع کہلاتا ہے۔

۲۔ کافر اور زانی عورت کا دودھ پلوانا: ایک شخص کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے کسی ایسی عورت کا انتخاب کرے جو مسلمان اور عفیفہ ہو لیکن اگر وہ کسی کافر عورت کا دودھ اسے پلوائے تو بھی جائز ہوگا۔ سعید بن منصور نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ کے نزدیک کسی یہودی یا عیسائی یا بدکار عورت کا دودھ اپنے بچے کو پلوانے میں کوئی حرج نہیں تھا۔(۳۸)

۳۔ رضاعت کی عمر: حسن بصریؒ نے رضاعت کے لیے کسی خاص عمر کا تعین نہیں کیا ہے تاہم اس بات کی توثیق کی ہے کہ: ''فصال (دودھ چھوڑنے) کے بعد کوئی رضاعت نہیں۔''(۳۹) بنابریں اگر شیر خوار بچہ ڈیڑھ سال کے بعد اپنی ماں کا دودھ چھوڑ دے اور اس کی بجائے ٹھوس غذا کھانے لگے اور پھر اپنی ماں کے سوا کسی اور عورت کا دودھ پی لے تو اس رضاعت پر رضاعت کے احکام منطبق نہیں ہوں گے۔

۴۔ رضاعت کی وہ مقدار جس سے تحریم کے احکام وجود میں آتے ہیں: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ شیر خوار بچہ اگر ماں کے سوا کسی اور عورت کا دودھ پی لے خواہ ایک گھونٹ ہی سہی تو اس سے رضاعت کے احکام اور اس کے اثرات وجود میں آ جائیں گے۔ آپ فرمایا کرتے: ''رضاعت خواہ قلیل ہو یا کثیر تحریم کا سبب بن جاتی ہے۔''(۴۰)

۵۔ دودھ کی نسبت شوہر کی طرف ہوتی ہے: حسن بصریؒ اس دودھ کی نسبت جسے کوئی مرضعہ کسی بچے کو پلائے، اس کے شوہر کی طرف کرتے تھے۔ آپ سے مروی ہے کہ آپ نے لبن الفحل کی بنا پر تحریم کا اثبات کیا ہے۔(۴۱) لبن الفحل سے مراد یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ شوہر کی ہمبستری ہو اور اس کے نتیجے میں بیوی حاملہ ہو جائے اور وضع حمل کے بعد اس کے پستانوں میں دودھ اتر آئے۔ ظاہر ہے کہ پستانوں میں دودھ اس کے شوہر کی وجہ سے اترا تھا۔ (مترجم) حسن بصریؒ کے اس قول کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مثلاً اگر ایک شخص کی دو بیویاں ہوں اور ایک بیوی کسی بچے کو اپنا دودھ پلائے تو دوسری بیوی کی اولاد پر یہ بچہ حرام ہو جائے گا کیونکہ آپ کے نزدیک دودھ کی نسبت شوہر کی طرف ہوتی ہے۔ عباد بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے پوچھا کہ میرے والد کی بیوی (میری سوتیلی ماں) نے میرے والد کے بیٹے (میرے علاتی بھائی) کے دودھ سے ایک شخص کی بچی کی رضاعت کی ہے۔ کیا یہ بچی میرے لیے حلال ہوگی؟ قاسم نے اس کا جواب نفی میں دیا اور فرمایا: ''تمہارا باپ اس بچی کا بھی باپ ہے۔'' پھر میں نے طاؤس سے یہ مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر میں نے حسن بصریؒ سے یہی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے بھی یہی جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے مجاہد سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ''اس مسئلے میں لوگوں کے درمیان اختلاف

رائے ہے۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہتا۔'' میں نے ابن سیرین سے جب یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے مجاہد والا جواب دہرا دیا۔ (۴۲)

۶۔ رضاعت کا اثبات: مردوں کو جن امور کا علم نہیں ہو سکتا، ان کا اثبات حسن بصریؒ ایک عورت کی گواہی کی بنا پر کر دیتے تھے مثلاً نفاس، رضاعت اور پیدائش کے بعد بچے کا رونا اور آواز نکالنا اور اسی طرح کے دوسرے امور۔ آپ فرماتے: ''جن امور کی اطلاع مردوں کو نہیں ہو سکتی، ان کے اندر ایک عورت کی گواہی جائز ہوتی ہے۔'' (۴۳) ایک عورت کی گواہی کی بنا پر رضاعت وغیرہ کے اثبات کی شرط یہ ہے کہ یہ عورت پسندیدہ ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''رضاعت اور نفاس کے بارے میں ایک پسندیدہ عورت کی گواہی جائز ہوتی ہے۔'' (۴۴) ایک عورت نے کسی شادی شدہ جوڑے کے بارے میں گواہی دیتے ہوئے کہا کہ: ''میں نے ان دونوں کو اپنا دودھ پلایا ہے۔'' حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر یہ عورت پسندیدہ ہو۔'' (۴۵) یعنی اگر یہ پسندیدہ ہو تو اس کا قول قبول کر لیا جائے۔ رضاعت کے بارے میں عورت کی گواہی کے ساتھ اس سے یہ حلف بھی لیا جائے گا کہ اس نے دودھ پلایا ہے۔ ایک عورت نے شادی شدہ جوڑے کے بارے میں گواہی دی کہ اس نے ان دونوں کو اپنا دودھ پلایا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر یہ عورت عادلہ ہے (یعنی اس کا چال چلن پسندیدہ ہے) تو اس سے اللہ کے نام پر حلف لیا جائے کہ اس نے ان دونوں کو اپنا دودھ پلایا ہے۔ اگر وہ حلف اٹھا لے تو میاں بیوی کے درمیان علحدگی کرا دی جائے۔'' (۴۶)

۷۔ رضاعت پر مرتب ہونے والے اثرات: درج ذیل اثرات رضاعت پر مرتب ہوتے ہیں:

أ۔ نکاح کی تحریم: چونکہ دودھ کی نسبت مرضعہ کے شوہر کی طرف ہوتی ہے، اس لیے اگر ایک شخص کی کئی بیویاں ہوں تو ان میں سے کسی بیوی کا دودھ پینے والا ہر فرد دیگر بیویوں کی اولاد پر حرام ہو جائے گا۔ اور اس راضع پر ہر وہ فرد حرام ہو جائے گا جو نسب کی بنا پر اس فرد پر حرام ہو جس نے اس کے ساتھ دودھ پیا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''رضاعت کی بنا پر وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی بنا پر حرام ہوتے ہیں۔'' (۴۷)

دو رضاعی بہنوں کو زوجیت میں یکجا کرنے کی تحریم۔ (دیکھیے مادہ استبراء نمبر ۵ کا جزب)

ب۔ رضاعی محارم کی فروخت کی ممانعت: حسن بصریؒ اس فرد کو فروخت کرنے سے روکتے تھے جو رضاعت کے سبب راضع یعنی دودھ پینے والے آقا پر حرام ہو چکا ہو۔ آپ اس ممانعت کو اس غلام کی فروخت کی ممانعت پر قیاس کرتے تھے جو ایک شخص کا محرم رشتہ دار ہو اور اس کی ملکیت میں آ گیا ہو۔ آپ سے مروی ہے کہ جب آپ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص اپنے رضاعی بھائی اور رضاعی جدہ کو فروخت کرنا چاہے تو کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب میں ان دونوں کی فروخت کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا۔ (۴۸) ملکیت میں آنے والے محرم رشتہ دار غلام کی فروخت کی ممانعت پر قیاس کرتے ہوئے جب رضاعت کی بنا پر حرام ہونے والے غلام کی فروخت کی ممانعت کر دی گئی ہے تو کیا یہ اپنے رضاعی آقا کی ملکیت میں آنے کے بعد اس پر

اسی طرح آزاد ہو جائے گا جس طرح ایک شخص کا محرم رشتہ دار اس کی ملکیت میں آنے کے بعد اس پر آزاد ہو جاتا ہے؟ اس مسئلے میں ہمیں حسن بصریؒ سے مروی کوئی نص ہاتھ نہیں آیا تاہم ظاہر بات یہ ہے کہ وہ اس پر آزاد ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

ج۔ دودھ پلانے والی عورت رمضان کے روزے نہ رکھے: اگر مرضعہ کو اپنے بارے میں یا اپنے بچے کے بارے میں مرض یا موت کا خدشہ ہو تو اس کے لیے رمضان کے روزے چھوڑ دینا جائز ہوگا۔ بعد میں وہ ان روزوں کی قضا کرے گی جس طرح بیمار آدمی کرتا ہے۔ روزوں کی قضا کے ساتھ اسے فدیہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (۴۹) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حاملہ اور مرضعہ دونوں رمضان کے روزے نہیں رکھیں گی اور بعد میں قضا کریں گی جس طرح بیمار آدمی کرتا ہے کہ روزے نہیں رکھتا اور بعد میں قضا کر لیتا ہے۔'' (۵۰) (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ج)

د۔ رضاعت کی اجرت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ رضاعت کی اجرت باپ کے ذمہ ہوتی ہے۔ اگر باپ نہ ہو اور ماں ہو تو ماں پر اس کی اجرت عائد ہوگی۔ اگر ماں بھی نہ ہو تو اس کی اجرت ان ورثا کے ذمہ ہوگی جو بچے کی موت کی صورت میں اس کے وارث بنتے ہوں۔ (۵۱)

رق (غلامی)

ا۔ تعریف: غلامی اس حکمی (معنوی) عاجزی کو کہتے ہیں جو اصل کے اعتبار سے کفر کی بنیاد پر جنگ کرنے کی سزا کے طور پر شروع ہوئی تھی۔

۲۔ غلامی کے اسباب: حسن بصریؒ کے فقہ کے استقراء کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ درج ذیل اسباب میں سے کسی ایک سبب کی بنا پر غلامی عائد ہو جاتی ہے۔

أ۔ جنگ میں گرفتار ہونے والے افراد: اگر کافروں کے بچے اور ان کی عورتیں جنگ میں گرفتار ہو جائیں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں غلام اور لونڈیاں بنا لیا جائے گا یا فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ یا پھر ان پر احسان کر کے انہیں بلا فدیہ رہا کر دیا جائے گا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ بعض دفعہ جنگی قیدیوں پر غلامی عائد کر دی جاتی ہے۔ اس کا ذکر (مادہ اسر نمبر ۲) میں ہو چکا ہے۔

ب۔ اہل ذمہ کی طرف سے نقض عہد کے بعد ان کی پیدا ہونے والی اولاد: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ذریت یعنی اولاد پر کوئی چیز نہیں ہوگی البتہ ان اہل ذمہ کی طرف سے نقض عہد کے بعد ان کی پیدا ہونے والی اولاد کو غلامی میں لے لینا جائز ہوگا کیونکہ ان کے لیے کسی بھی حالت میں امان ثابت نہیں ہوا۔'' (۵۲)

ج۔ ارتداد: حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ تائب ہو جائے تو فبہا ورنہ اسے غلامی میں لے کر لونڈی بنا لیا جائے گا۔ یہ بات آپ سے مروی روایات میں سے ایک روایت کے اندر مذکور ہے۔ (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۴ کا جز ب)

د۔ لونڈی ماں کے بچے: اس لیے کہ غلامی اور آزادی کے اندر اولاد اپنی ماں کی تابع ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ

رق نمبر ۴ کا جز ج)

۳۔ مکاتب بنانا:

اً۔ اس کی تعریف: مکاتبت یہ ہے کہ غلام اپنے آقا کے ساتھ ایک معین بدل کے عوض آزاد ہو جانے پر اتفاق کر لے۔

ب۔ مکاتبت کے مطالبہ کو قبول کر لینا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ صرف اسی غلام کو مکاتب بنایا جائے جس کے اندر دین میں استقامت اور امانت داری پائی جائے۔ سورہ نور آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتبت کی درخواست کریں، ان سے مکاتبت کر لو۔ اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان کے اندر بھلائی ہے اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔)

حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''(اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان کے اندر بھلائی ہے) سے مراد دین داری اور امانت داری ہے۔'' (۵۳) اس لیے کہ آزادی ایک نعمت ہے۔ یہ نعمت اس شخص کے ہاتھ نہیں آنی چاہیے جو اسے غلط طور پر استعمال کرے۔ آپ سے ایک اور روایت کے مطابق درج بالا فقرے سے مال اور امانت داری مراد ہے۔ (۵۴) اگر غلام اپنے آقا سے مکاتبت کا مطالبہ کرے تو آقا کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو اسے مکاتب بنا لے اور اگر چاہے تو مکاتب نہ بنائے۔ اگر اسے اس غلام کے اندر بھلائی کا علم ہو جائے اور پھر وہ اسے مکاتب بنا لے تو یہ احسن بات ہو گی۔ (۵۵) سابقہ آیت کے اندر (ان سے مکاتبت کر لو) کے فقرے کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: ''یہ عزیمت کا فقرہ نہیں ہے بلکہ آقا اگر چاہے تو اسے مکاتب بنا لے اور اگر چاہے تو مکاتب نہ بنائے۔'' (۵۶)

ج۔ مکاتب غلام:

۱۔ مشترک غلام کی مکاتبت: اگر غلام صرف ایک فرد کا ہو تو اس کے لیے اسے مکاتب بنا دینا جائز ہو گا۔ لیکن اگر غلام دو یا دو سے زائد افراد کے درمیان مشترک ہو تو اس بارے میں ابن قدامہ نے حسن بصریؒ کا یہ مسلک بیان کیا ہے کہ شرکاء میں سے کوئی شریک غلام کے اندر اپنے حصے میں اسے مکاتب بنا سکتا ہے خواہ دوسرا شریک اسے اس کی اجازت دے یا نہ دے۔ (۵۷) بیہقی نے حسن بصریؒ سے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''غلام اگر مشترک ہو تو کسی شریک کو یہ اختیار نہیں ہو گا کہ وہ دوسرے شریکوں سے بالا بالا اسے مکاتب بنا ڈالے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اپنے قبضے میں کیا ہوا مال واپس کرے گا جسے تمام شرکاء آپس میں تقسیم کر لیں گے اور غلام ان سب کے درمیان رہے گا۔'' (۵۸)

۲۔ مدبر کی مکاتبت: اگر ایک شخص اپنے کسی غلام کو مدبر بنا دے تو اس کے بعد اسے مکاتب بنا دینا اس کے لیے جائز ہو گا۔ (۵۹)

۳۔ مکاتب کے ساتھ ملحقہ چیزیں: مکاتب کے ساتھ اس کا مال اور اس کی اولاد ملحق ہو گی اور بدل کتابت کی

ادائیگی کے بعد جب وہ آزاد ہو جائے گا تو یہ چیزیں اس کی ہوں گی خواہ عقد کتابت میں اس کی تصریح نہ بھی کی گئی ہو۔اس کی بیوی اس کے ساتھ ملحق نہیں ہوگی یعنی اس کی آزادی کے ساتھ وہ آزاد نہیں ہوگی۔البتہ اگر عقد کتابت میں وہ اپنی بیوی کو بھی داخل کر لے تو اس کے ساتھ بیوی کا الحاق ہو جائے گا۔حسن بصریؒ نے اس غلام کے بارے میں جسے اس کے آقا نے مکاتب بنا دیا ہو اور اس کے پاس مال بھی ہو اور اس کی اپنی لونڈی سے اولاد بھی ہوں، فرمایا: ''اس کا مال اور اس کی لونڈی اس کی رہے گی اور اس کی اولاد آزاد ہو جائے گی۔'' (۶۰) نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنے غلام کو مکاتب بنا لے اور اس کی یعنی آقا کی لونڈی سے غلام کا کوئی بچہ بھی ہو جس کا علم آقا کو نہ ہو اور یہ ام ولد اس کے عقد کتابت میں داخل ہو تو مذکورہ بچہ مکاتب کے مال میں شمار ہوگا اس لیے کہ غلام نے اپنے اہل اور مال کے ساتھ عقد کتابت کیا تھا۔'' (۶۱) ہم نے کہا ہے کہ مذکورہ لونڈی آقا کی لونڈی ہو، غلام کی لونڈی نہ ہو اس لیے کہ راوی نے کہا ہے کہ ''ام ولد اس کے عقد کتابت میں داخل ہو'' یعنی غلام نے عقد کتابت میں اپنے ساتھ اپنی ام ولد کو بھی داخل کیا ہو کیونکہ لونڈی اگر غلام کی لونڈی ہوتی تو غلام کو عقد کتابت کے اندر اسے اپنے ساتھ داخل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔اس لیے کہ ایسی صورت میں مذکورہ لونڈی غلام کے اپنے مال میں شمار ہوتی۔

د۔ بدل کتابت:

۱۔ ہر اس چیز کا بدل کتابت بننا جائز ہے جس کا بیع کے اندر ثمن بننا جائز ہو خواہ یہ غلام ہی کیوں نہ ہو۔اگر غلام کا آقا اسے اس شرط پر مکاتب بنائے کہ بدل کتابت کوئی غلام ہوگا تو یہ مکاتبت جائز ہوگی۔ (۶۲)

۲۔ اگر غلام اپنی ذات اور اولاد کی طرف سے ایک معین رقم پر عقد کتابت کرے اور پھر اس کا ایک بیٹا آزاد کر دیا جائے تو اس صورت میں اگر یہ بیٹا مکاتبت سے پہلے پیدا ہوا ہو تو بدل کتابت سے اس کی مقدار رقم غلام سے ساقط ہو جائے گی اور اگر یہ بیٹا عقد کتابت کے بعد پیدا ہوا ہو تو بدل کتابت سے کوئی رقم غلام سے ساقط نہیں ہوگی۔عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''مجھے نہیں معلوم کہ کسی کا اس امر میں اختلاف رائے ہے کہ اگر ایک غلام اور اس کی بیوی یا وہ اور اس کی اولاد عقد کتابت کریں اور پھر ان میں سے کوئی آزاد کر دیا جائے تو وہ کتابت کے بقدر آزاد ہوگا۔اگر غلام کی اولاد ہو جسے عقد کتابت کے دن اس وجہ سے عقد کتابت میں داخل نہ کیا گیا ہو کہ وہ عقد کتابت کے بعد پیدا ہوئی تھی اور پھر ان میں سے کوئی آزاد کر دیا جائے تو اس صورت میں بدل کتابت سے کوئی رقم منہا نہیں کی جائے گی۔'' معمر نے مزید کہا کہ: ''مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حسن بصریؒ بھی اس بات کے قائل تھے۔'' (۶۳)

۳۔ بدل کتابت کی ادائیگی میں اعانت: حسن بصریؒ اس امر کو مستحسن قرار دیتے تھے کہ آقا بدل کتابت کی ادائیگی میں اپنے غلام کی اعانت کرے یعنی بدل کتابت کے آخری قسطوں کی ادائیگی کے وقت اس سے تہائی بدل کتابت وضع کر دے تاہم آپ آقا پر اس اعانت کو واجب قرار نہیں دیتے تھے۔ (۶۴) کیونکہ سابقہ بیان شدہ آیت (اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے) کے بارے میں آپ کی رائے تھی کہ

اس میں جو حکم دیا گیا ہے، وہ تمام لوگوں کے لیے ہے۔ خاص طور پر آقا کے لیے نہیں ہے۔ یونس نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: ''اللہ نے اس کے آقا اور تمام لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس مکاتب کی مدد کریں۔'' (۶۵)

حسن بصریؒ کو یہ بات پسند تھی کہ بدل کتابت کی ادائیگی میں مکاتب کی اعانت کی جائے۔ اگر اس کی اعانت ہو جائے اور بدل کتابت کی ادائیگی کے بعد لوگوں کی طرف سے اعانت کے طور پر دیا ہوا کچھ مال بچ رہے تو یہ مال لے لینا اس کے لیے جائز ہوگا بشرطیکہ اسے اس کی ضرورت ہو۔ اگر ضرورت نہ ہو تو اس کے لیے مستحب ہوگا کہ وہ اس مال سے کسی اور مکاتب کی اعانت کر دے۔ حسن بصریؒ کے پاس ایک مکاتب کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ اس نے آپ سے اعانت کی درخواست کی۔ آپ نے اپنے رفقاء سے اس کی اعانت کے لیے کہا۔ انہوں نے اس کی مدد کی اور اس نے اپنا بدل کتابت ادا کر دیا لیکن کچھ مال بچ رہا۔ مکاتب نے آپ سے اس مال کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے اس سے سوال کیا کہ کیا تمہیں اس مال کی ضرورت ہے؟ اس نے اس کا جواب اثبات میں دیا جسے سن کر آپ نے حکم دیا کہ وہ یہ مال اپنے اوپر خرچ کر لے۔ (۶۶)

۴۔ مکاتب کا بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز آ جانا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مکاتب اگر اپنے آقا کو بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز رہے اور ادائیگی کے لیے مقررہ مدت گزر جائے تو اسے غلامی کی طرف واپس نہیں کیا جائے گا بلکہ اعلان عجز کے بعد دو سال تک اسے مہلت دی جائے گی اور اسے کمائی پر لگایا جائے گا۔ اگر وہ بدل کتابت ادا کر دے تو فبہا ورنہ اس مدت کے بعد اسے غلامی میں واپس بھیج دیا جائے گا۔ (۶۷) (دیکھئے مادہ استسعاء نمبر ۲ کا جز أ)

۵۔ بدل کتابت کی ادائیگی سے پہلے مکاتب کا فوت ہو جانا: اگر مکاتب بدل کتابت کی ادائیگی سے پہلے وفات پا جائے تو اس کے ورثاء اس کے ترکہ سے مذکورہ بدل کتابت اس کے آقا کو ادا کریں گے۔ اس کے بعد جو مال بچ رہے گا وہ اس کے ورثا کو مل جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مکاتب وفات پا جائے اور اس کا مال بھی ہو تو اس مال سے اس کا باقی ماندہ بدل کتابت ادا کیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی مال بچ رہے گا تو وہ اس کی آزاد اولاد کو مل جائے گا۔'' (۶۸) (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز أ کا جز ۲)

۶۔ تعجیل کے بالمقابل بدل کتابت میں کمی کر دینا: حسن بصریؒ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ کوئی شخص اپنے مکاتب سے یہ کہے کہ: ''تم ادائیگی میں تعجیل کرو اور میں تم پر عائد شدہ بدل کتابت کی رقم میں اتنی کمی کر دوں گا۔'' بیہقی نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ نے اس امر کو مکروہ قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنے مکاتب سے یہ کہے کہ: ''تم ادائیگی میں تعجیل کرو۔ میں تم سے اتنی رقم وضع کر دوں گا۔'' (۶۹) (دیکھئے مادہ اجل نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۲)

ھ۔ عقد کتابت میں شرطیں عائد کرنا:

ا۔ اگر آقا اپنے غلام کو مکاتب بنا دے اور پھر مکاتب بدل کتابت اسے ادا کر دے تو مکاتبت کی بنا پر آزاد ہو جانے والے اس غلام سے ولاء کے سوا آقا کا ہر حق منقطع ہو جائے گا۔ اگر آقا عقد کتابت میں بعض شرطیں عائد کر کے اپنے لیے بعض ایسے حقوق محفوظ کر لینا چاہے جو اسے مذکورہ عقد سے پہلے حاصل تھے تو یہ شرطیں باطل قرار پائیں گی۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے فیصلہ دیا تھا کہ آقا اگر مکاتب پر یہ شرط کر دے کہ وہی اس کا وارث بنے گا، اس کے ورثا وارث نہیں بنیں گے یا ورثا کے ساتھ میراث کے اندر وہ بھی شریک ہو جائے گا تو یہ شرط فاسد ہوگی۔ (۷۰) اسی طرح آپ نے یہ شرط بھی فاسد قرار دی تھی کہ مکاتب کی موت کے بعد اس کے مال سے آقا کو بھی ایک حصہ ملے گا۔ عدی بن ارطاۃ نے ایاس بن معاویہ اور حسن بصریؒ کو پیغام بھیج کر مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا اور یہ شرط عائد کر دی کہ غلام کی وفات کے بعد اس کے مال سے اسے بھی ایک حصہ ملے گا۔ ایاس نے جواب میں کہا کہ یہ شرط جائز ہے جب کہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس شرط کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ (۷۱) (دیکھیے مادہ ارث نمبر ۱۲ کا جزب)

۲۔ آقا کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مکاتب پر کوئی ایسی شرط عائد کر دے جو اس کی کمائی اور محنت مزدوری کے لیے رکاوٹ بن جائے۔ صبیح کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا کے ساتھ دس ہزار کی رقم پر عقد کتابت کیا۔ آقا نے مجھ پر سفر نہ کرنے کی شرط عائد کر دی۔ پھر میرا آقا یہ جھگڑا قاضی شریح کے پاس لے گیا۔ شریح نے اس سے فرمایا: ''تم نے اس پر دنیا تنگ کر دینا چاہی ہے۔ یہاں سے دور ہو جاؤ۔'' یہ سن کر حسن بصریؒ نے فرمایا: ''آقا نے ایک باطل شرط عائد کی تھی۔ اگر اللہ چاہے تو مکاتب سفر کرے گا۔'' (۷۲) نیز فرمایا: ''اگر آقا مکاتب پر باہر نہ جانے اور شادی نہ کرنے کی شرط عائد کر دے تو اس کی یہ شرط باطل ہوگی۔ وہ جہاں چاہے، جا سکے گا اور جس سے چاہے، شادی کر سکے گا۔'' (۷۳)

و۔ مکاتب لونڈی کے ساتھ ہمبستری: اگر آقا اپنی لونڈی کو مکاتب بنا دے تو اس کی ہمبستری سے باز رہنا اس پر لازم ہوگا۔ اگر وہ ہمبستری کرے گا تو گنہگار ہوگا اور اس پر اس کا مہر لازم ہو جائے گا۔ خواہ یہ ہمبستری مذکورہ لونڈی کی رضامندی سے ہوئی ہو یا آقا نے اسے اس پر مجبور کر دیا ہو۔ اس ہمبستری سے عقد مکاتبت فسخ نہیں ہوگا بلکہ لونڈی بدستور مکاتبہ رہے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر آقا اپنی مکاتبہ سے ہمبستری کر لے تو اس کے مہر مثل کا حساب اس کے بدل کتابت میں کر لے۔'' (۷۴) (دیکھیے مادہ تسری نمبر ۲ کا جز ط)

ز۔ مکاتب پر صدقہ فطر کا وجوب: حسن بصریؒ مکاتب پر صدقہ فطر کے وجوب کے قائل تھے۔ (۷۵) اس لیے کہ عقد کتابت کی وجہ سے وہ مالی طور پر اپنے آقا سے آزاد ہو کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ (دیکھیے مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۲ کے جز ج کا جز ا)

ح۔ مکاتب کی جنایت یعنی فوجداری جرم۔ (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۳ کا جز ز)
مکاتب کو عتق کا اختیار نہیں ہوتا۔ (دیکھیے مادہ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ا)
مکاتبہ لونڈی کے لیے خیار عتق ثابت نہیں ہوتا۔ (دیکھیے مادہ خیار نمبر ۲ کا جز واؤ)

۴۔ مدبر کرنا:

اَ۔ اس کی تعریف: غلام کی آزادی کو آقا کی موت پر معلق کر دینا تدبیر یعنی مدبر بنانے کا عمل کہلاتا ہے۔

ب۔ اس کی حقیقت: اگر ہم تدبیر کے عمل پر غور کریں تو اسے حقیقت کے اعتبار سے وصیت پائیں گے جس پر وصیت کے احکام منطبق ہوں گے۔ بنا بریں:

۱۔ نابالغ اور دیوانے کی طرف سے مدبر بنانے کا عمل درست نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ جنون نمبر۲ کا جزب)

۲۔ یہ عمل تہائی مال سے نافذ ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مدبر تہائی مال سے ہوتا ہے۔'' (۷۶) اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو مدبرہ بنا دے اور اس کا کوئی ولد بھی ہو تو وہ اور اس کا ولد تہائی مال سے جانے والے قرار پائیں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مدبرہ اور اس کا ولد تہائی مال سے ہیں۔'' (۷۷)

۳۔ اگر ترکہ کے اندر تدبیر اور وصیت دونوں موجود ہوں تو تدبیر کو وصیت پر مقدم رکھا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر۸ کا جزھ)

ج۔ مدبرہ کا ولد: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مدبرہ لونڈی کو اگر تدبیر کے عمل سے پہلے استقرار حمل ہو گیا ہو تو بچہ بھی ماں کے ساتھ عقد تدبیر میں داخل ہو جائے گا کیونکہ ایسی صورت میں وہ ماں کا ایک عضو تصور ہوگا۔ اگر بیع وغیرہ کی وجہ سے ماں کے اندر عقد تدبیر باطل ہو جائے تو بچے کے اندر یہ باطل نہیں ہوگا۔ اگر استقرار حمل عقد تدبیر کے بعد ہوا ہو تو اس کا حکم ماں کے حکم کی طرح ہوگا۔ (۷۸)

د۔ تدبیر سے رجوع کر لینا: اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مدبر قرار دے دے تو جب تک مذکورہ غلام اس کی ملکیت میں رہے گا، اس وقت تک اسے تدبیر سے رجوع کر لینے کا اختیار نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''آقا اپنی مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے گا لیکن وہ اسے فروخت نہیں کرے گا اور نہ تدبیر سے رجوع کرے گا۔'' (۷۹)

ھ۔ مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری: اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو مدبرہ بنا دے تو اس کے ساتھ ہمبستری کرنا اس کے لیے جائز ہوگا۔ اس لیے کہ مذکورہ لونڈی اس کی وفات کے بعد ہی آزاد قرار پائے گی اور اس کے ساتھ اس کی ہمبستری اس کی وفات کے بعد اس کی آزادی کو باطل نہیں کرے گی بلکہ اسے اور موکد بنا دے گی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ حاملہ ہو کر ام ولد بن جائے۔ گزشتہ پیرے میں اس کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی نص گزر چکا ہے۔

و۔ مدبر غلام کی آزادی: اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مدبر بنا دے تو اسے اپنی زندگی میں آزاد کر دینا اس کے لیے جائز ہوگا۔ یہ بھی جائز ہوگا کہ وہ اسے اپنے واجب کفارہ میں آزاد کر دے۔ حسن بصریؒ سے ایک روایت یہی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کفارات کے اندر مدبر غلام آزاد کر دینا کافی ہے۔'' (۸۰) ایک اور روایت کے مطابق ایسا کرنا کفارہ ادا کرنے کے لیے کافی نہیں ہوگا۔ (۸۱)

ز۔ مدبر کی فروخت: اصول تو یہی ہے کہ مدبر کی بیع جائز نہیں لیکن اگر اس کا آقا اسے فروخت کرنے پر مجبور ہو

جائے مثلاً اس پر واجب الا دا دین کی ادائیگی کا مسئلہ آپڑے اور وہ اپنے مدبر غلام کو فروخت کیے بغیر دین کی ادائیگی نہ کر سکتا ہو تو اس صورت میں اس کی فروخت جائز ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جز اُ کا جز ۲)

● مدبر غلام کو مکاتب بنا دینا۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کے جز ج کا جز ۲)

۵۔ ام ولد:

اُ۔ تعریف: ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جو اپنے آقا کے نطفے سے کسی بچے کو جنم دے خواہ آقا نے اس کے ساتھ اپنی ملکیت کے اندر ہمبستری کی ہو یا کسی اور شخص کی ملکیت کے اندر اور پھر اس کی ملکیت میں آ کر اس نے بچے کو جنم دیا ہو۔ (۸۲) بنا بریں اگر ایک شخص کسی لونڈی سے نکاح کر لے اور اس سے لونڈی کے ہاں اولاد پیدا ہو اور پھر وہ اسے خرید لے تو وہ اس کی ام ولد ہوگی۔ (۸۳)

ب۔ لونڈی ام ولد کب بنے گی؟: لونڈی جس دن اپنے آقا کے نطفے سے بچے کو جنم دے گی یا ایسا جنین ساقط کرے گی جس کے ہاتھ یا پاؤں یا اسی طرح کے دیگر اعضاء ظاہر ہو چکے ہوں، اسی دن سے وہ ام ولد بن جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر لونڈی اپنے آقا کے نطفے سے پیدا ہونے والا جنین گرا دے جس کی خلقت واضح ہو تو وہ ام ولد بن جائے گی اور اگر اس کی خلقت واضح نہ ہو تو وہ بحالہا اپنے آقا کی لونڈی رہے گی۔'' (۸۴)

ج۔ بچے کو جنم دینے یا حمل ساقط کرنے کی بنا پر ام ولد کا آزاد ہو جانا: اگر لونڈی اپنے آقا کے نطفے سے کسی بچے کو جنم دے یا آقا کے نطفے سے پیدا شدہ حمل گرا دے تو اس کی وجہ سے آزاد ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے کہا: ''ام ولد کو اس کا ولد آزاد کرا دے گا۔ اگر اس کا اسقاط ہو گیا ہو اور ساقط شدہ بچہ خلقت کے اعتبار سے واضح ہو۔'' (۸۵)

د۔ مولود سے نسب سے آقا کا انکار: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ آقا کو اختیار ہے کہ وہ اس بچے کے نسب کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے جسے اس کی لونڈی نے جنم دیا ہو۔ ایسا کر کے وہ اپنی لونڈی کے ساتھ لعان نہیں کرے گا۔ (۸۶)

ھ۔ لونڈی کے ام ولد بن جانے پر مرتب ہونے والے احکام درج ذیل ہیں:

۱۔ ام ولد بن جانے کے بعد اس کے ساتھ ہمبستری کرنا اس کے آقا کے لیے حلال ہوگا۔ اس پر سب کا اجماع ہے اور کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔

۲۔ وہ طلاق کی وجہ سے اپنے آقا پر حرام نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ وہ بیوی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر آقا اسے اپنے اوپر حرام کر لے تو وہ اس پر حرام نہیں ہوگی۔ حرام کرنے کے بعد بھی وہ اس کے ساتھ ہمبستری کر سکے گا اور اس پر صرف قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر آقا اپنی ام ولد سے کہے کہ تم مجھ پر حرام ہو تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے گا اور لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرے گا۔'' (۸۷)

۳۔ وہ اپنے آقا کی وفات کے ساتھ ہی آزاد ہو جائے گی اور اس کے ساتھ اس کا ہر بچہ بھی آزاد ہو جائے گا خواہ یہ بچہ اس کے آقا کے نطفے سے ہو یا کسی اور یعنی اس کے شوہر کے نطفے سے۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ اگر ام ولد آزاد ہو جائے اور اس کی اولاد بھی ہو تو اولاد کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ اور اس کی اولاد سب آزاد ہو جائیں گے۔ (۸۸) آپ نے اس ام ولد کے بارے میں جس نکاح اس کے آقا نے کسی کے ساتھ کر دیا ہو اور شوہر سے اس کی اولاد بھی ہو، فرمایا: ''اس کی اولاد اپنی ماں کی طرح ہوگی۔'' (۸۹) یعنی ماں کی آزادی کے ساتھ اولاد بھی آزاد ہو جائے گی۔''

۴۔ اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جز أ کا جز ۲) اور آقا اسے جو چیز ہبہ کرے گا، وہ اس کی مالک بن جائے گی۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۴ کا جز ج)

۵۔ ام ولد کی عدت: اگر ام ولد کا آقا وفات پا جائے یا اسے آزاد کر دے تو اس پر عدت واجب ہو جائے گی۔

أ۔ اگر آقا اپنی وفات سے پہلے اسے آزاد کر دے اور وہ اس کے نطفے سے حاملہ بھی ہو تو وضع حمل تک وہ عدت گزارے گی۔ اگر حاملہ نہ ہو تو عدت کی مقدار کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔

پہلی روایت کے مطابق اس کی عدت مطلقہ کی عدت کی طرح تین حیض ہے۔ ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر آقا اپنی ام ولد کو آزاد کر دے تو اس کی عدت تین حیض ہوگی۔'' (۹۰)
دوسری روایت کے مطابق وہ ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم کرے گی۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر ام ولد آزاد ہو جائے تو اس کی عدت ایک حیض ہوگی۔'' (۹۱)

ب۔ اگر ام ولد کا آقا وفات پا جائے اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل تک ہوگی اور اگر حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت آزاد عورت کی عدت کی طرح ہوگی۔ یہی بات حسن بصریؒ سے مروی محفوظ روایت میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جس ام ولد کا آقا وفات پا جائے، اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔'' (۹۲) ابن ابی شیبہ نے حسن بصریؒ سے ایک شاذ روایت یہ بیان کی ہے کہ مذکورہ ام ولد کی عدت ایک حیض ہے۔ (۹۳)

۶۔ عدت کا خرچہ: یونس نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ اس حاملہ ام ولد کے بارے میں جس کا آقا وفات پا گیا ہو، فرماتے تھے کہ: ''اگر وہ زندہ بچے کو جنم دے تو عدت کا خرچہ میراث کے اندر بچے کے حصے سے ادا کیا جائے گا اور اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو عدت کا خرچہ پورے مال سے ادا کیا جائے گا۔'' (۹۴)

۷۔ ام ولد کو قذف کرنا: اگر کوئی شخص کسی ام ولد کو قذف کر دے تو وہ حد قذف کا سزاوار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ام ولد کی حریت ابھی تکمیل پذیر نہیں ہوئی ہے جب کہ آزاد فرد کو قذف کرنے پر حد قذف واجب ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ام ولد کے قاذف کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔'' (۹۵)

۸۔ کفارات کے اندر ام ولد کو آزاد کرنا: کفارات کے اندر ام ولد کو آزاد کرنے کے جواز کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس کا جواز ہے۔ (۹۶) اس کی وجہ استدلال

یہ ہے کہ ام ولد کی حریت ابھی تکمیل پذیر نہیں ہوئی۔ اس لیے اسے آزاد کر دینا جائز ہوگا۔ دوسری روایت کے مطابق کفارات کی کسی بھی صورت کے اندر ام ولد کو آزاد کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۹۷) اس کی وجہ استدلال یہ ہے کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں ہوتی نیز بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی وہ آزاد ہو جاتی ہے۔ تاہم اس کی یہ آزادی اس کے آقا کی موت تک موقوف رہتی ہے۔

۷۔ عتق یعنی آزاد ہونا:

اَ۔ معتق یعنی آزاد کرنے والا:

ا۔ معتق کے لیے تصرف کی اہلیت رکھنے والا ہونا شرط ہے۔ (۹۸) اگر وہ مجور ہو یعنی اس کے تصرفات پر پابندی لگی ہو تو اس کا عتق درست نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ عتق از قسم تبرع ہے۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۲) نیز (مادہ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز د) نشے کی زد میں آئے ہوئے شخص یعنی سکران کے وہ تصرفات درست ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں اس پر ذمہ داری پڑتی ہو۔ بنا بریں اگر وہ اپنا غلام یا لونڈی آزاد کر دے تو اس کا عتق درست ہوگا۔ (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۵ کا جز ب)

۲۔ دوسرے کی طرف سے اس کے حکم کے تحت یا حکم کے بغیر اعتاق (آزاد کرنے کا عمل) جائز ہے خواہ وہ بقید حیات ہو یا وفات پا چکا ہو۔ (۹۹) اگر کسی شخص کے ذمہ غلام آزاد کرنے والا کفارہ لازم ہو جائے اور کوئی دوسرا آدمی اس کی طرف سے غلام آزاد کر دے تو لازم شدہ کفارہ کے لیے یہ اعتاق جائز ہو جائے گا۔

ب۔ آزادشدہ غلام: آزادی ملنے والے غلام کے اندر درج ذیل شرائط کا وجود ضروری ہے۔

۱۔ موجودگی: جس مملوک کو آزادی دی جارہی ہو، آزادی کے الفاظ ادا ہونے کے وقت اس کی موجودگی شرط نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنی غیر حاملہ لونڈی سے کہے کہ: ''تم جس پہلے ولد کو جنم دوگی، وہ آزاد ہے۔'' اور پھر وہ جڑواں بچوں کو جنم دے تو دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ (۱۰۰)

۲۔ ملکیت: اصول تو یہ ہے کہ عتق صرف اس وقت واقع ہوتا ہے جب مملوک اس شخص کی ملکیت میں ہو جو اسے آزاد کرنے جا رہا ہے۔ اس قاعدے سے صرف وہ صورت مستثنیٰ ہے جس کے تحت معتق عتق کو کسی ایسے تصرف کے ساتھ معلق کر دے جس کی نوعیت مملوک کو معتق کی ملکیت میں داخل کرنے یا ملکیت سے خارج کرنے کی حامل ہو۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کہے کہ اگر میں اپنا غلام فروخت کر دوں تو وہ آزاد ہے اور پھر وہ اسے فروخت کر دے تو مذکورہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ وہ بائع کی طرف سے آزاد ہوگا نہ کہ مشتری کی طرف سے۔ اگر کوئی کہے کہ اگر میں فلاں کا غلام خرید لوں تو وہ آزاد ہے اور پھر وہ اسے خرید لے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔'' (۱۰۱) زید الاعلم نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں کے اندر غلام آزاد نہیں ہوگا۔ (۱۰۲) تاہم پہلی روایت ہی درست ہے۔

اگر ایک شخص کہے کہ: ''اگر میں اپنا یہ غلام فروخت کر دوں تو وہ آزاد ہے۔'' اور دوسرا شخص کہے کہ: ''اگر میں فلاں کو جو فلاں کا غلام ہے، خرید لوں تو وہ آزاد ہے۔'' اور پھر پہلا شخص دوسرے شخص کے ہاتھوں مذکورہ

غلام فروخت کردے تو یہ غلام بائع کی طرف سے آزاد ہو جائے گا نہ کہ مشتری کی طرف سے۔ (۱۰۳)

۳۔ کسی غلام کے ایک جز کا آزاد ہو جانا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جو شخص اپنے غلام کا بعض حصہ آزاد کر دے خواہ ایک بال یا ایک انگلی کیوں نہ ہو تو سارا غلام آزاد ہو جائے گا اور احکام کے اندر وہ آزاد شخص کی طرح ہوگا۔ (۱۰۴) (دیکھیے مادہ ارث نمبر ۶ کا جز أ) اسماعیل بن مسلم نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنے غلام کا ایک بال یا ایک انگلی آزاد کر دے تو سارا غلام آزاد ہو جائے گا۔'' (۱۰۵) ایک شخص نے آپ سے کہا: ''ایک عورت کے دو غلام تھے۔ اس نے دونوں کا آدھا آدھا حصہ آزاد کر دیا تا کہ وہ اس کے پاس اندر آ جا سکیں۔'' حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ دونوں آزاد ہو گئے۔'' (۱۰۶)

۴۔ آزاد ہو جانے کی صورتیں:

أ۔ مکاتب بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو جائے گا۔ (دیکھیے مادہ رق نمبر ۳) مدبر آقا کی وفات کے ساتھ آزاد ہو جائے گا۔ (دیکھیے مادہ رق نمبر ۴) لونڈی آقا کے نطفے سے بچے کو جنم دینے کے ساتھ آزاد ہو جائے گی تاہم اس کی یہ آزادی آقا کی وفات تک موقوف رہے گی۔ (دیکھیے مادہ رق نمبر ۵)

- محارم اگر ملکیت میں آ جائیں تو ملکیت میں آتے ہی ان کی آزادی مکمل ہو جائے گی خواہ وہ نسب کی بنا پر محارم ہوں۔ (۱۰۷) یا رضاعت کی بنا پر (۱۰۸) بنا بریں جو شخص اپنے بھائی کا مالک بن جائے۔ یہ رضاعی بھائی اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا۔ (دیکھیے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز أ)
- حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''جو شخص دشمن کی سرزمین سے کسی غلام کے ساتھ نکل آئے تو اگر آقا مسلمان ہو جائے تو مذکورہ غلام اس کا رہے گا اور اگر غلام پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔'' (۱۰۹)

یہاں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ درج بالا صورتوں میں از خود آزادی حاصل ہو جائے گی اور آقا کی طرف سے غلام کو آزاد کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

ب۔ بعض صورتوں کے اندر آزاد کرنے پر آزادی حاصل ہوگی۔ یہ صورتیں درج ذیل ہیں:

- اللہ کے لیے آزاد کرنا: اس بارے میں منصور بن زاذان نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ ایک شخص اپنی لونڈی کو لوجہ اللہ آزاد کر دے اور پھر اس سے نکاح کر لے۔ (۱۱۰) یعنی آپ نے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے، اعتاق کو نہیں کیونکہ اس نے نکاح کر کے اس فعل کو خراب کر دیا ہے جسے اس نے خالصتاً اللہ کے لیے کیا تھا۔ تاہم یہ بات مکروہ نہیں ہے کہ ایک شخص اپنی لونڈی آزاد کر دے اور اس کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے۔ (۱۱۱) اگر ایک شخص کی بیوی لونڈی ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے آزاد کرنے کے لیے خرید لے۔ اگر وہ اسے خرید لے اور ملکیت میں آنے کے بعد اسے آزاد کر دے تو دونوں کا نکاح باقی رہے گا۔ (۱۱۲)
- زکوٰۃ کے مال سے آزاد کرنا: انسان کے لیے جائز ہے کہ اگر اس کے ذمہ زکوٰۃ ہو تو وہ اپنی زکوٰۃ سے غلام

خرید کر اسے آزاد کر دے۔(۱۱۳) غلام کی ولاء مذکورہ شخص کی طرف لوٹ آئے گی۔ اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ زکوۃ کے مال سے اپنے باپ کو خرید لے اور اسے آزاد کر دے کیونکہ اس نے زکوۃ اپنے باپ کو نہیں دی بلکہ اپنے باپ کے بائع کو دی ہے۔(۱۱۴)

- کفارہ میں آزاد کرنا: اس پر (مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز ا) میں گفتگو کی جائے گی۔
- وصیت کے ذریعے آزاد کرنا: انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے غلام کو آزاد کرنے کی وصیت کر دے۔ اس کے بعد اگر وہ چاہے تو اپنی وصیت باقی رہنے دے اور اگر چاہے تو اس میں تبدیلی کر دے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص وصیت کرے تو وہ اپنی وصیت میں جس طرح چاہے، تبدیلی کر سکتا ہے۔'' آپ سے پوچھا گیا کہ غلام آزاد کرنے کی وصیت کے اندر بھی وہ تبدیلی کر سکتا ہے؟'' آپ نے جواب دیا: ''غلام آزاد کرنے کی وصیت یا کسی اور وصیت کے اندر وہ تبدیلی کر سکتا ہے۔''(۱۱۵) (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۳) جو شخص اپنے مرض الموت میں کسی قسم کا تبرع کرے تو یہ تبرع وصیت کے حکم میں ہوگا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے مرض الموت میں کہا: ''فلاں کے لیے میرا اتنا مال ہے اور فلاں کے لیے اتنا نیز میرا فلاں غلام آزاد ہے۔'' لیکن یہ نہیں کہا کہ: ''اگر مجھے موت کا حادثہ پیش آ جائے۔'' اور پھر وہ تندرست ہو گیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''اس کا غلام مملوک ہی رہے گا۔''(۱۱۶)

اگر ایک شخص اپنے غلام کو آزاد کرنے کی وصیت کے ساتھ دوسری وصیتیں بھی کر جائے اور اس کے ترکے کا تہائی حصہ ان تمام وصیتوں کے نفاذ کے لیے کافی ہو تو بہتر ورنہ آزاد کرنے کی وصیت کو دیگر وصیتوں پر مقدم رکھا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو کئی چیزوں کی وصیت کر جائے اور اس میں غلام آزاد کرنے کی وصیت بھی شامل ہو اور یہ وصیتیں اس کے تہائی ترکے سے متجاوز ہو جائیں، فرمایا: ''غلام آزاد کرنے کے ساتھ ابتدا کی جائے گی۔''(۱۱۷) نیز فرمایا: ''اگر وصیت اور آزاد کرنا دونوں یکجا ہو جائیں تو آزاد کرنے کا عمل پہلے کیا جائے گا خواہ اس میں وصیت کنندہ کے ترکے کا سارا تہائی حصہ کیوں نہ صرف ہو جائے۔''(۱۱۸)

- اگر ایک شخص اپنے غلام کے لیے اپنے مال کے تہائی حصے کی وصیت کر جائے تو غلام تہائی مال میں سے آزاد ہوگا۔ اگر تہائی مال کا کچھ حصہ باقی بچ جائے تو یہ مال مذکورہ غلام کو دے دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے مشارع مال (ایسا مال جس کے ہر جز میں ایک سے زائد افراد کا اشتراک ہو) کا ایک جز اپنے غلام کے لیے وصیت کر جائے اور یہ جز اس کے تہائی مال سے کم ہو تو غلام آزاد ہو جائے گا اور مذکورہ جز میں سے اگر کچھ باقی بچ رہے تو وہ اسے دے دیا جائے گا۔ اگر تہائی مال میں غلام آزاد کرنے کی گنجائش نہ ہو تو تہائی مال کے بقدر غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد غلام کا باقی ماندہ حصہ بھی آزاد ہو جائے گا اور اس باقی ماندہ حصے کی قیمت کی وصولی کے لیے غلام سے کمائی کرائی جائے گی۔(۱۱۹)

ج۔ عتق کے اندر تغریر یعنی دھوکہ بازی: عتق کے اندر تغریر عتق کو فاسد کر دیتی ہے۔ بنابریں اگر غلام کسی اجنبی کو

کوئی مال دے کر اس سے کہے کہ: ''تم اس مال کے ذریعے مجھے میرے مالک سے خرید کر آزاد کر دو'' اور مذکورہ اجنبی یہ کام کر لے تو اس صورت میں خریداری اور عتق دونوں باطل قرار پائیں گے۔ (۱۲۰) (دیکھیے مادہ تغریر نمبر ۲ کا جز اُ)

د۔ عتق کے اندر شرط: حسن بصریؒ نے فرمایا ''اگر کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ: ''تم اس شرط پر آزاد ہو کہ دس سال تک تم میری خدمت کرتے رہو گے'' تو اس کی یہ شرط پوری کی جائے گی۔'' (۱۲۱)

ھ۔ آزاد کردہ غلام کا مال اور اس کی اولاد: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مکاتب بنائے یا اسے آزاد کر دے اور اس غلام کے پاس مال بھی ہو اور لونڈی بھی نیز اس کی اولاد بھی تو اس صورت میں اس کا مال اور اس کی لونڈی اسی کے رہیں گے اور اس کی اولاد آزاد ہوگی۔ (۱۲۲)

و۔ اس لونڈی کی عدت جسے طلاق ملی ہو اور عدت کے اندر اسے آزاد کر دیا گیا ہو۔ (دیکھیے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جز ج کے جز ۲ کا جز ب)

غلام کے ساتھ شادی لونڈی کا خیار عتق۔ (دیکھیے مادہ خیار نمبر ۲ کے جز واؤ کا جز ۱)

۸۔ مملوک کے احکام:

اُ۔ کیا مملوک کسی مال کا مالک بن سکتا ہے؟: اس مسئلے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ مال کا مالک بن سکتا ہے۔ (۱۲۳) بنا بریں غلام جب آزاد ہو جائے تو اس کے ہاتھ میں موجود مال اس کا ہو جائے گا۔

دوسری روایت کے مطابق غلام اور اس کا مال سب اس کے آقا کو ہوگا۔ بنا بریں غلام کے ہاتھ میں موجود مال کی زکوٰۃ آقا پر عائد ہوگی غلام پر نہیں۔ (۱۲۴)

ان دونوں روایتوں میں کوئی تناقض نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ شاید حسن بصریؒ کی رائے یہ ہو کہ آقا اپنے غلام کو جو مال ہبہ کر دے اور جس مال کا اسے مالک بنا دے، اس مال کا وہ مالک بن جائے گا اور جو مال وہ اسے ہبہ نہ کرے اور جس کا اسے مالک نہ بنائے، وہ مال اس کے آقا کا ہوگا۔

- مملوک کا بھاگ کھڑا ہونا۔ (دیکھیے مادہ اباق)
- مملوک کو کفارے کا کھانا نہ کھلایا جائے نیز احرام کے اندر شکار مارنے کے جرمانے میں سے بھی اسے نہ کھلایا جائے۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۹) نیز (مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۲)
- مملوک رجم کے احصان کا حامل نہیں ہوتا۔ (دیکھیے مادہ احصان نمبر ۲ کے جز اُ کا جز ۳) لیکن وہ قذف کے احصان کا حامل ہوتا ہے۔ (دیکھیے مادہ احصان نمبر ۲ کا جز ب)
- لونڈی آزاد شخص کو محصن نہیں بناتی۔ (دیکھیے مادہ احصان نمبر ۲ کے جز اُ کا جز ۵)
- مملوک میراث سے ممنوع ہوتا ہے۔ (دیکھیے مادہ ارث نمبر ۶ کا جز اُ)
- غلام اپنے نکاح کے لیے آقا سے اجازت حاصل کرے اور تسری یعنی لونڈی حاصل کرنے کے لیے بھی۔

(دیکھئے مادہ استئذان نمبر۲ کا جزب نیز نمبر ۷)

- آزادی اور غلامی میں بچہ اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ استحقاق نمبر۲)
- اگر کسی کو یہ دھوکہ دے کر اس کے ساتھ نکاح کر لے کہ وہ آزاد عورت ہے اور پھر وہ لونڈی نکلے تو اس کے بطن سے پیدا ہونے والے بچوں کا تاوان لونڈی کے آقا کو ان کا باپ بھرے گا۔ (دیکھئے حوالہ درج بالا)
- مملوک کے ذمہ جو مال عائد ہو جائے، اس کی وصولی کے لیے اسے کمائی پر لگایا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ استسعاء)
- سرزمین حرب سے مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہونے والے قیدی کی خریداری۔ (دیکھئے مادہ اسر نمبر۳ کا جز ج)
- لونڈی کے جنین کے اسقاط پر واجب ہونے والا جرمانہ۔ (دیکھئے مادہ اسقاط نمبر۲ کا جز ب) نیز (مادہ جنایۃ نمبر۵ کے جز اُ کے جز ا کا جز ج)
- مملوک کا اقرار۔ (دیکھئے مادہ اقرار نمبر۲ کا جز اُ)
- لونڈی کے ساتھ ایلاء کی مدت آزاد عورت کے ساتھ ایلاء کی مدت کا نصف ہے۔ (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر۴)
- اضطرار کی حالت میں مدبر غلام کو فروخت کر دینا۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کے جز اُ کا جز۲)
- اس بچے کی فروخت جسے کسی کی بیوی نے زنا کاری کی بنا پر جنم دیا ہو۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کے جز اُ کا جز ا)
- اپنی ام ولد کی فروخت کی ممانعت۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کے جز اُ کا جز۲)
- مسلمان جن افراد کو غلام بنالیں، انہیں کسی کافر کے ہاتھ فروخت کرنے کا عدم جواز۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کا جز ھ)
- اپنے نسبی اور رضاعی محارم کی عدم بیع (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کے جز اُ کا جز۲) نیز (مادہ رق نمبر۷ کے جز ب کے جز۴ کا جز اُ)
- مملوک پر اس بات کی پابندی کہ وہ تبرع نہیں کر سکتا۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر۲ کا جز ج) نیز (مادہ حجر نمبر۲ کے جز ب کے جز۲ کا جز اُ)
- ام ولد کے لیے تبرع کا جواز۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر۴ کا جز د)
- اگر مملوک اپنے آقا کی اجازت کے بغیر طلاق مغلظہ پانے والی عورت سے نکاح کر لے تو اس نکاح کی وجہ سے مذکورہ عورت اپنے سابقہ شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر۳ کا جز ب) نیز (مادہ نکاح نمبر۳ کے جز ج کا جز۲)
- لونڈیوں کے ساتھ تسری۔ (دیکھئے مادہ تسری)
- آقا کی اجازت سے غلام کا تسری کرنا۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر۲ کا جز ج)
- آقا اپنی مکاتبہ لونڈی سے ہمبستری نہیں کر سکتا۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر۲ کا جز ط)

- ایسے غلام کے عتق کا بطلان جو کسی کو مال دے کر کہے کہ: ''یہ مال لے لو اور اس کے ذریعے مجھے میرے آقا سے خرید کر آزاد کر دو۔'' (دیکھئے مادہ تغریر نمبر ۲ کا جز اُ)
- عتق کو اللہ کی مشیت پر معلق کر دینا۔ (دیکھئے مادہ تعلیق نمبر ۳ کا جز ج)
- جس لونڈی کو اس کا آقا کسی کے ساتھ بیاہ دے، اسے اس شہر سے باہر نہ لے جانا جہاں اس کا آقا مقیم ہو۔ (دیکھئے مادہ تغریب نمبر ۲)
- غلام کا ارتکاب جنایت اور غلام پر اس کا ارتکاب۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۳ کے جز واؤ اور جز ز نیز نمبر ۴ کا جز ب)
- مکاتب کی جنایت (فوج داری جرم) دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۳ کا جز ز)
- غلام کا خون بہا (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کے جز ۲ کا جز د)
- غلام کے زخموں کا ارش یعنی جرمانہ۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۴)
- جس مملوک کو مسلمان نے آزاد کر دیا ہو، اس پر جزیہ کا عدم وجوب۔ (دیکھئے مادہ جزیۃ نمبر ۴)
- مملوک کا حج اس کے فرض حج کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴ کا جز اُ)
- عورت کا اپنے غلام سے پردہ کرنا۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۲)
- لونڈی کی اگر کسی کے ساتھ شادی کر دی جائے یا اس کا آقا اسے اپنے لیے خاص کر لے تو ان صورتوں میں لونڈی کا باپردہ ہو جانا۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۲)
- مملوک پر پابندی۔ (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز اُ)
- غلام کے حق میں قابل تنصیف حدود کا نصف ہونا۔ (دیکھئے مادہ حد نمبر ۱۰) نیز (مادہ زنا نمبر ۴ کے جز اُ کا جز ۳) نیز (مادہ قذف نمبر ۵ کے جز اُ کا جز ۲)
- آقا اپنے غلام پر کوڑوں کی حد جاری کرے گا۔ (دیکھئے مادہ حد نمبر ۸)
- مملوک اور اس کے آقا کے درمیان سود کا عدم اجراء۔ (دیکھئے مادہ ربا نمبر ۲)
- مملوک کے مال کی زکوٰۃ۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز ج)
- مملوک کی زکوٰۃ۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۷ کے جز واؤ کا نمبر ۸)
- زکوٰۃ کا مال مملوک کو نہ دینا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۲)
- آقا اپنے مملوک کا صدقہ فطر ادا کرے گا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۲)
- اگر کوئی شخص اپنے اصول (باپ، ماں، دادا، دادی وغیرہ) کی مملوکہ کسی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس پر حد زنا جاری نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کے جز د کا جز ۲)
- مملوک کی گواہی۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کا جز ج)
- نماز کے لیے لونڈی کا لباس۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کا جز ج)

- نماز کے اندر غلام کی امامت۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز د کے جز ا کا جز ج)
- اپنے آقا کو ماہانہ یا سالانہ ایک معین رقم ادا کرنے والے غلام پر جمعہ کا وجوب، کسی اور غلام پر نہیں۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۴)
- مملوک کی نماز عید۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ج)
- لونڈی کے لیے زیادہ سے زیادہ دو طلاقیں ہیں۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز ز)
- اگر عورت اپنے شوہر کی مالک بن جائے تو اس کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۷ کا جز ک)
- اگر شوہر اپنی بیوی کے کسی جز کی ملکیت حاصل کر لے تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز ا کا جز ۶)
- مملوک کی فروخت طلاق ہے۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۷ کا جز ی)
- طلاق دینے والے مملوک پر متعہ طلاق کا وجوب۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۱۰ کا جز ب)
- غلام کا اپنی بیوی سے ظہار کر لینا۔(دیکھئے مادہ ظہار نمبر ۳ کا جز ا)
- اس لونڈی سے ظہار جس کے ساتھ اس کا آقا ہمبستری کرتا ہو۔(دیکھئے مادہ ظہار نمبر ۴ کا جز ب)
- کفارۂ ظہار میں واجب ہونے والا مملوک۔(دیکھئے مادہ ظہار نمبر ۷ کے جز ج کا جز ا)
- طلاق یافتہ لونڈی کی عدت۔(دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جز ج کے جز ۲ کے جز ا کا جز ب نیز نمبر ۲ کے جز ج کے جز ۳ کا جز ا)
- اگر غلام غزوہ میں شریک ہو تو مال غنیمت میں اس کا استحقاق۔(دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۲ کے جز ج کا جز ا)
- غلام کا کسی آزاد شخص کو قذف کرنا۔(دیکھئے مادہ قذف نمبر ۳ کا جز د)
- کفارات کے اندر مملوک کیا ادا کرے؟(دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۸) نیز (مادہ ظہار نمبر ۳ کا جز ا)
- غلام کو کفارہ نہ دینا۔(دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۶)
- کفارات کے اندر واجب ہونے والا مملوک۔(دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کا جز ا)
- مملوک کے لعان کی صحت۔(دیکھئے مادہ لعان نمبر ۲ کا جز ب)
- لونڈی کے عتق کو اس کا مہر بنا دینا۔(دیکھئے مادہ مہر نمبر ۳ کا جز ا)
- غلام اپنی زوجیت میں دو سے زائد بیویوں کو یکجا نہیں کر سکتا۔(دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ا کا جز ۱۱)
- اگر کوئی شخص گواہوں کے بغیر اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دے تو اس کا جواز ہے۔(دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۸)
- شب باشی اور نفقہ کا آزاد اور لونڈی بیویوں کے مابین تقسیم ہونا۔(دیکھئے مادہ قسمۃ نمبر ۴ کا جز د) نیز (مادہ نکاح نمبر ۱۱ کا جز ج)

- آزاد شخص کا کسی لونڈی کے ساتھ نکاح کرنا اور اس نکاح کی شرائط۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ا کا ج ۷)
- اپنی لونڈی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کی نفی کر دینا۔ (دیکھئے مادہ نسب نمبر ۳ کا جز ا)
- مملوک کے لیے وصیت کرنا۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۷ کا جز ج)

رقبیٰ (ہبہ کی ایک قسم)

۱۔ تعریف: رقبیٰ اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے کو کوئی چیز اس شرط کے ساتھ دیدے کہ دونوں میں جو بعد میں وفات پائے، یہ چیز اس کی ہوگی۔

۲۔ رقبیٰ کا حکم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ رقبیٰ باطل ہے کیونکہ یہ ایسی تملیک ہے جسے مستقبل کے ساتھ معلق کر دیا جاتا ہے جب کہ تملیک کو مستقبل کے ساتھ معلق کر دینا جائز نہیں ہوتا۔ (۱۲۵)

رقیۃ (جھاڑ پھونک)

۱۔ تعریف: رقیہ اس جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں جسے قرآنی آیات یا ماثورہ دعائیں پڑھ کر عمل میں لایا جائے۔ اس طرح کی جھاڑ پھونک مریض وغیرہ پر نظر بد سے بچانے یا شفایابی کے لیے کی جاتی ہے۔

۲۔ رقیہ کا حکم: رقیہ بالاتفاق جائز ہے کیونکہ اس بارے میں صحیح حدیثیں مروی ہیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ رقیہ کسی کاغذ پر لکھ کر مریض وغیرہ کے گلے میں تعویذ کے طور پر ڈال دیا جائے۔ ایسی صورت میں اسے تمیمہ (تعویذ) کہیں گے۔ (دیکھئے مادہ تمیمۃ) نیز (مادہ قران نمبر ۴ کا جز ب) اگر کوئی شخص کسی پر دم کرے تو دم کرنے کے ساتھ یا اس کے بعد اپنی تھوک کا کچھ حصہ بھی اس پر پھونک کی شکل میں ڈال دینا مکروہ ہوگا۔ (۱۲۶) کیونکہ جادوگر اس طرح کرتے ہیں۔ جہاں تک نشرہ کا تعلق ہے تو وہ ممنوع ہے۔ (دیکھئے مادہ نشرۃ)

رکاز (دفینہ)

۱۔ تعریف: دفینہ اگر دھات یا نقدی کی شکل میں ہو تو اسے رکاز کہیں گے۔

۲۔ رکاز کا حکم: ابن المنذر نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ جس شخص کو کوئی دفینہ ملے، اس پر اس کا پانچواں حصہ نکال دینا لازم ہوگا۔ (۱۲۷) لیکن بات اس طرح نہیں ہے بلکہ حسن بصریؒ نے فرق رکھا ہے۔ وہ یہ کہ اگر دفینہ سرزمین حرب میں ملے تو اس میں خمس واجب ہوگا اور اگر سرزمین اسلام میں ملے تو اس میں دیگر اموال کی طرح زکوۃ واجب ہوگی۔ (۱۲۸) آپ نے فرمایا: ''خزانہ یعنی دفینہ اگر دشمن کی سرزمین میں ملے تو اس میں خمس ہوگا اور اگر مسلمانوں کی سرزمین میں ملے تو اس میں زکوۃ ہوگی۔'' (۱۲۹) حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں ابن المنذر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''مجھے نہیں معلوم کہ حسن بصریؒ کے سوا کسی نے اس طرح کی تفریق کی ہے۔''

حسن بصریؒ نے سمندر سے نکلنے والے خزانوں مثلاً عنبر اور موتیوں کو بھی رکاز شمار کیا ہے کیونکہ آپ نے ان

چیزوں میں خمس واجب کردیا ہے۔(۱۳۰)

رکوع (رکوع کرنا)

۱۔ تعریف: کھڑے ہوئے شخص کا اتنا جھک جانا رکوع کہلاتا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کے گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۲۔ نماز کے اندر رکوع:

أ۔ نماز کے اندر رکوع کرنا فرض ہے۔اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔

ب۔ رکوع کی کیفیت: قیام کرنے والا اس قدر جھکے کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کے گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔وہ اپنے سر کو اپنی پشت کی سطح کے ساتھ برابر کرلے گا نہ اس سے زیادہ سر کو بلند رکھے گا اور نہ اس سے نیچے لے جائے گا۔حسن بصریؒ نے فرمایا: ''وہ اپنی پشت کو ہموار کرلے اور اپنے سر کو پشت سے نہ نیچے لے جائے اور نہ اسے اس سے بلند رکھے۔''(۱۳۱)

ج۔ نمازی رکوع کے اندر تین دفعہ: ''سبحان اللہ وبحمدہٖ'' کی تسبیح کرے گا۔اس پر اضافہ اس کے لیے جائز ہے یعنی پانچ یا سات مرتبہ یہ تسبیح کرلے۔حسن بصریؒ نے فرمایا: ''رکوع اور سجود میں توسط یہ ہے کہ نمازی ان دونوں کے اندر تین مرتبہ: ''سبحان اللہ وبحمدہٖ'' کی تسبیح کرے۔'' نیز فرمایا: ''مکمل سجدہ یہ ہے کہ سات مرتبہ تسبیح کرے تین مرتبہ کہنا بھی کافی ہے۔''(۱۳۲)

رمضان (رمضان)

ماہ رمضان کے روزے (دیکھیے مادہ صیام)

رمضان کی راتوں میں قیام کرنا۔(دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱ کا جزط)

رمضان میں سفر کرنا۔(دیکھیے مادہ سفر نمبر ۵)

رمل (رمل کرنا)

کندھے ہلاتے ہوئے تیز تیز چلنے کو رمل کرنا کہتے ہیں۔

رمل کی مشروعیت مردوں کے لیے ہے،عورتوں کے لیے نہیں۔(دیکھیے مادہ حج نمبر ۱۱ کا جزد)

طواف قدوم میں رمل کرنا۔(دیکھیے حوالہ درج بالا)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے اندر رمل کرنا۔(دیکھیے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جزھ)

رھن (گروی رکھنا)

۱۔ تعریف: کسی حق کے بدلے ایک چیز کو محبوس کرلینا کہ اس چیز کے ذریعے مذکورہ حق کی وصولی ممکن ہو،رہن رکھنا کہلاتا ہے۔

۲۔ رہن کے تحت قابل ضمانت حقوق: بیع سلم کے اندر مسلم فیہ (مبیع) کے بدلے رہن رکھنے کے سوا تمام مالی

حقوق کے اندر رہن رکھنا جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ عمل بیع سلم کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ اس بیع کے اندر بائع مالی ضرورت کی وجہ سے بیع سلم کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اگر اس کی ملکیت میں رہن رکھنے کے لیے کوئی مال ہوتا تو وہ بیع سلم کرنے پر مجبور نہ ہوتا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص کسی کے ساتھ بیع سلم کرے تو وہ نہ تو کوئی رہن لے اور نہ کوئی کفیل۔ (۱۳۳) (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کے جزا کا جز ۳)

۳۔ مرہون مال سے فائدہ اٹھانا:

أ۔ مرتہن یعنی دائن کا فائدہ اٹھانا: دائن کے لیے مرہون سے فائدہ اٹھانے کی شرط عائد کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر وہ یہ شرط عائد کرے گا تو یہ ربوا یعنی سود کی شکل بن جائے گی۔ اگر دائن یہ شرط عائد نہ کرے اور مدیون یعنی راہن اسے مرہون سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیدے تو اس صورت میں کیا فائدہ اٹھانا اس کے لیے جائز ہوگا؟ حسن بصریؒ دو حالتوں کے درمیان فرق کرتے ہیں:
پہلی حالت یہ ہے کہ قرض کے سوا کسی اور حق کے سلسلے میں رہن رکھا گیا ہو مثلاً فروخت شدہ مکان کے باقی ماندہ ثمن کے سلسلے میں رہن رکھنا یا مکان کی باقی ماندہ اجرت یعنی کرائے کے سلسلے میں رہن رکھنا۔ ان حقوق کے اندر رکھے ہوئے رہن سے فائدہ اٹھانے کو حسن بصریؒ جائز قرار دیتے تھے۔ اسی طرح آپ اس صورت میں مرہون سے فائدہ اٹھانے کو جائز سمجھتے تھے جب مرہون کی دیکھ بھال اور اس پر رقم خرچ کرنے کی ضرورت ہو اور یہ کام مرتہن (دائن) کرتا ہو۔ ایسی صورت میں اس کے لیے مرہون سے فائدہ اٹھانا جائز ہوگا۔ خواہ راہن نے اس کی اجازت نہ بھی دی ہو۔ (۱۳۴) دوسری حالت یہ ہے کہ قرض کے سلسلے میں رہن رکھا گیا ہو مثلاً ایک شخص دوسرے کو سو دینار قرض دیدے اور اس سے رہن کے طور پر کوئی چیز لے لے اور پھر راہن اسے مذکورہ مرہون سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیدے۔ ایسی صورت میں حسن بصریؒ مرہون سے فائدہ اٹھانے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ (۱۳۵)

ب۔ مدیون یعنی راہن کا مرہون سے فائدہ اٹھانا جائز ہے کیونکہ یہ اس کی مملوکہ چیز ہے۔ بنابریں اگر وہ مرہون کے اندر کوئی ایسا تصرف کرے جو مرتہن کے حق کو متاثر نہ کرے تو اس تصرف میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی لونڈی رہن رکھ کر اس کے ساتھ ہمبستری کرلے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔'' (۱۳۶)

۴۔ رہن کا تلف ہو جانا:

أ۔ رہن جس شخص کے قبضے میں ہو، اس کی زیادتی یا حفاظت میں اس کی کوتاہی کی وجہ سے اگر رہن تلف ہو جائے تو اس پر اس کی قیمت لازم ہو جائے گی۔ چاہے یہ قیمت کس قدر بھی کیوں نہ ہو۔

ب۔ لیکن اگر اس کی زیادتی یا کوتاہی کے بغیر رہن تلف ہو جائے تو یہ دین کے بالمقابل تلف ہوگا یعنی دین ساقط ہو جائے گا۔ خواہ دین کی مالیت رہن کی قیمت سے زیادہ ہو یا اس کے برعکس ہو کیونکہ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''رہن اس چیز کے بالمقابل ہے جس کے لیے یہ رہن رکھا گیا ہے۔'' (۱۳۷) حسن

بصریؒ نے فرمایا: ''رہن اس چیز کے بالمقابل تلف ہوگا جس کے لیے یہ رہن رکھا گیا ہے۔'' (۱۳۸) نیز فرمایا: ''جو شخص کسی جانور کو بطور رہن اپنے پاس رکھ لے اور پھر مذکورہ جانور ہلاک ہو جائے تو اس کی ہلاکت اس چیز کے بالمقابل ہوگی جس کے لیے اسے رہن کے طور پر رکھا گیا ہو۔'' (۱۳۹) رہن اگر ہلاک ہونے کے وقت مرتہن کے قبضے میں ہو یا کسی تیسرے شخص کے قبضے میں جس کے پاس اسے رکھنے پر فریقین (راہن اور مرتہن) رضامند ہوئے ہوں تو اس سے مذکورہ بالا حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ج۔ رہن کی قیمت کے بارے میں راہن اور مرتہن کا اختلاف: رہن جس شخص کے قبضے میں ہو، اگر اس کی زیادتی یا کوتاہی کی وجہ سے وہ تلف ہو جائے اور پھر مرہون کی قیمت کے بارے میں فریقین کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو اس سلسلے میں عبدالرزاق نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ ایسی صورت میں راہن یعنی مدیون کا قول معتبر ہوگا۔ (۱۴۰) لیکن ابن ابی شیبہ نے آپ سے رویت کی ہے جس کے ساتھ جصاص رازی نے: ''احکام القرآن'' کے اندر موافقت ظاہر کی ہے کہ مرتہن کا قول معتبر ہوگا یعنی دائن کا جس کے قبضے میں مرہون ہے۔ (۱۴۱)

۵۔ دین کی مقدار کے بارے میں دونوں کا اختلاف: اگر طرفین دین کی مقدار کے بارے میں اختلاف کریں مثلاً راہن کہے کہ: ''میں نے ایک ہزار کی رقم کے بالمقابل یہ چیز تمہارے پاس رہن رکھی تھی'' اور مرتہن کہے کہ: ''تم نے دو ہزار کے بالمقابل یہ چیز رہن رکھی تھی'' جب کہ رہن بھی موجود اور قائم ہو تو ایسی صورت میں مرتہن کا قول معتبر ہوگا۔ (۱۴۲)

۶۔ راہن یعنی مدیون کی وفات: اگر راہن وفات پا چکے اور اس پر عائد شدہ دیون اس کے ترکے سے پورے نہ ہو سکیں تو اس صورت میں مرتہن یعنی دائن دیگر قرض خواہوں کی بہ نسبت مرہون کا زیادہ حق دار ہوگا اور دیگر قرض خواہ اس مرہون میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہوں گے۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ آیا مرتہن مرہون کا زیادہ حق دار ہوگا یا دیگر قرض خواہ زیادہ حق دار ہوں گے؟ آپ نے جواب دیا: ''مرتہن اس کا زیادہ حق دار ہوگا۔'' (۱۴۳)

روث (گوبر)

جانور کے دبر سے خارج ہونے والا فضلہ روث کہلاتا ہے۔

حلال جانوروں کا گوبر نیز تمام پرندوں کی بیٹ پاک ہے۔ (دیکھیے مادہ بول نمبر۲ کا جز ب) نیز (مادہ نجاسۃ نمبر۳ کا جز ب)

گوبر کے ساتھ استنجاء نہ کیا جائے۔ (دیکھیے مادہ استنجاء نمبر۲ کا جز ب)

حرف الراء میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۷۲، المحلی ج ۸ص ۵۱۴

(۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۲
(۳) المغنی ج ۴ ص ۳۲۰
(۴) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۴۶، المحلی ج ۸ ص ۷۸، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۵۹
(۵) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۲۸
(۶) المغنی ج ۶ ص ۵۷۸
(۷) المغنی ج ۷ ص ۴۱۴
(۸) عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۷
(۹) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۱۸، المحلی ج ۱۰ ص ۲۵۹
(۱۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۴ ب
(۱۱) حوالہ درج بالا نیز عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۳۷، المحلی ج ۱۰ ص ۲۵۲، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۲۱، الاشراف ج ۴ ص ۳۰۲
(۱۲) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۱۱، المحلی ج ۱۰ ص ۲۵۴
(۱۳) الاشراف ج ۴ ص ۲۲۹
(۱۴) المجموع ج ۹ ص ۱۶۲
(۱۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۲ ب
(۱۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸ ب
(۱۷) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۵۶
(۱۸) تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۹۰
(۱۹) المغنی ج ۲ ص ۴۴۴، ۴۴۵
(۲۰) تہذیب الآثار ج ۲ ص ۱۷۰
(۲۱) المغنی ج ۸ ص ۱۴۱
(۲۲) الاجماع ص ۱۵۴، المغنی ج ۸ ص ۱۴۱
(۲۳) شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۲۳۹، المغنی ج ۸ ص ۱۲۴، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۴۷، نیل الاوطار ج ۸ ص ۷
(۲۴) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۴۷
(۲۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷ ب
(۲۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۶
(۲۷) المغنی ج ۸ ص ۱۲۳، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷ ب
(۲۸) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۴۸
(۲۹) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۴۷

(۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷ ب

(۳۱) حوالہ درج بالا نیز المغنی ج ۸ ص ۱۲۳

(۳۲) عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۷۶

(۳۳) المغنی ج ۶ ص ۶۳۹، الاشراف ج ۲ ص ۲۵۶ ج ۴ ص ۲۱۱

(۳۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۰' عبدالرزاق ج ۶ ص ۸۲' ج ۷ ص ۱۶۱۔

(۳۵) عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۰۷

(۳۶) المغنی ج ۹ ص ۸۷

(۳۷) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۴۹، المحلی ج ۹ ص ۱۵۸، المغنی ج ۹ ص ۸۷، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۸۸

(۳۸) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۴۱ ج ۳ ص ۲/ ۱۲۳، الاشراف ج ۴ ص ۱۱۴

(۳۹) عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۶۵، المحلی ج ۱۰ ص ۱۸

(۴۰) عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۶۸، المحلی ج ۱۰ ص ۱۲، المغنی ج ۷ ص ۵۳۶، الاشراف ج ۴ ص ۱۱۰

(۴۱) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۳۲، عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۲، المغنی ج ۶ ص ۵۷۲، الاشراف ج ۴ ص ۱۱۳

(۴۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۷، المحلی ج ۱۰ ص ۴

(۴۳) عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۸۴' ج ۸ ص ۳۳۳' ۳۳۴۔

(۴۴) عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۸۳

(۴۵) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۴۱

(۴۶) حوالہ درج بالا۔

(۴۷) البخاری فی النکاح، مسلم فی الرضاع، باب تحریم الرضاع من ماء الفحل۔

(۴۸) المغنی ج ۶ ص ۳۵۶، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۶ ب

(۴۹) المغنی ج ۳ ص ۱۳۹، المجموع ج ۶ ص ۲۹۵، احکام القرآن ج ۱ ص ۱۸۰، شرح السنۃ ج ۶ ص ۳۱۶

(۵۰) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۱۸

(۵۱) الاشراف ج ۱ ص ۲۲۳

(۵۲) المغنی ج ۸ ص ۴۵۹

(۵۳) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۷۱، المحلی ج ۹ ص ۲۲۲، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۱۸، تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۲۴۵

(۵۴) الدر المنثور ج ۵ ص ۴۵

(۵۵) المغنی ج ۹ ص ۴۱۱، الاشراف ج ۱ ص ۳۱۸

(۵۶) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۱۹، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۷

(۵۷) المغنی ج ۹ ص ۴۹۱

(۵۸) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۳

(۵۹) المغنی ج ۹ ص ۴۰۹

(۶۰) المحلی ج ۹ ص ۲۱۳، المغنی ج ۹ ص ۴۲۳

(۶۱) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۵۸

(۶۲) المغنی ج ۹ ص ۴۲۱

(۶۳) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۸۹

(۶۴) المغنی ج ۹ ص ۴۲۴ تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۲۵۲

(۶۵) المحلی ج ۹ ص ۲۴۷، الدرالمنثور ج ۵ ص ۴۶

(۶۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۷۳

(۶۷) المحلی ج ۹ ص ۲۴۱، المغنی ج ۹ ص ۴۲۰، ۴۶۹

(۶۸) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۹۲، المحلی ج ۹ ص ۲۳۸، تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۲۵۴، المغنی ج ۶ ص ۲۶۸ ج ۹ ص ۴۳۰، الاشراف ج ۱ ص ۳۴۸

(۶۹) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۵

(۷۰) المغنی ج ۹ ص ۵۲۰

(۷۱) اخبارالقضاۃ ج ۱ ص ۳۲۷

(۷۲) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۳

(۷۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۴

(۷۴) المغنی ج ۹ ص ۴۴۸، ۴۵۱، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۹۱

(۷۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۶ ب، المحلی ج ۶ ص ۱۳۷

(۷۶) سنن دارمی ج ۲ ص ۲۲۲، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۱۶، المغنی ج ۹ ص ۳۸۷، الاشراف ج ۱ ص ۳۶۳۔

(۷۷) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۱۶

(۷۸) المغنی ج ۹ ص ۳۹۸، الاشراف ج ۱ ص ۳۶۸

(۷۹) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۴۳، ص ۱۴۳، ۱۴۸

(۸۰) المحلی ج ۸ ص ۲۷، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۷ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۱۷، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۹۲

(۸۱) الاشراف ج ۴ ص ۲۴۵

(۸۲) المغنی ج ۹ ص ۵۳۴

(۸۳) الاشراف ج ۴ ص ۳۰۹

(۸۴) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۶۵

(۸۵) عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۹۶' ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۵۸ ب، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۴۸، المغنی ج ۹ ص ۵۴۰، الاشراف ج ۴ص ۳۰۹

(۸۶) المغنی ج۹ص ۵۲۸

(۸۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۵۵

(۸۸) سنن بیہقی ج ۱۰ص ۳۴۹

(۸۹) عبدالرزاق ج ۷ص ۹۸

(۹۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۹

(۹۱) عبدالرزاق ج ۷ص ۲۳۳

(۹۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۹، المحلی ج ۱۰ ص ۳۴، شرح السنۃ ج ۹ ص ۳۱۷، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۵، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۸۴

(۹۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۹

(۹۴) المحلی ج ۱۰ص ۲۸۹

(۹۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۶، المحلی ج ۱۱ص ۲۷۱، تفسیر قرطبی ج ۱۳ص ۱۷۵

(۹۶) المحلی ج ۸ص ۲۷، المغنی ج ۸ص ۷۴۹

(۹۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۵۷ب، سنن سعید ج ۳ص ۲/ ۱۷، کشف الغمۃ ج ۲ص ۱۹۲

(۹۸) المغنی ج ۹ص ۳۴۴

(۹۹) المغنی ج ۹ص ۳۵۸

(۱۰۰) المغنی ج ۹ص ۳۸۳، الاشراف ج ۲ص ۲۸۶

(۱۰۱) المحلی ج ۹ص ۱۸۵، المغنی ج ۳ص ۵۷۶

(۱۰۲) المحلی ج ۹ص ۱۸۴

(۱۰۳) المحلی ج ۹ص ۱۸۵

(۱۰۴) المغنی ج ۷ص ۲۷۰، ج ۹ص ۳۴۴، الاشراف ج ۲ص ۲۷۴

(۱۰۵) المحلی ج ۹ص ۱۹۰، الاشراف ج ۴ص ۱۹۷

(۱۰۶) عبدالرزاق ج ۹ص ۱۵۰

(۱۰۷) المحلی ج ۹ص ۲۰۳، تفسیر قرطبی ج ۳ص ۶ ج ۵ص ۶

(۱۰۸) المحلی ج ۹ص ۲۰۴

(۱۰۹) عبدالرزاق ج ۵ص ۳۰۱

(۱۱۰) المحلی ج ۹ص ۵۰۶

(۱۱۱) المغنی ج ۶ ص ۵۲۸

(۱۱۲) المغنی ج ۶ ص ۶۱۱

(۱۱۳) الاموال لابی عبید ص ۶۰۷، تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۱۸۲، المغنی ج ۶ ص ۴۳۰، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۰۲

(۱۱۴) شرح السنۃ ج ۶ ص ۹۶، المغنی ج ۶ ص ۴۳۱

(۱۱۵) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۱۳، ج ۵ ص ۲۸۱

(۱۱۶) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۱

(۱۱۷) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۱۲، ۴۱۴، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۷، المحلی ج ۹ ص ۳۳۳

(۱۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷

(۱۱۹) المحلی ج ۹ ص ۳۲۸، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷

(۱۲۰) المغنی ج ۹ ص ۳۸۵

(۱۲۱) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۸۳، الاشراف ج ۲ ص ۲۸۵

(۱۲۲) المحلی ج ۹ ص ۲۱۳، ۲۴۴، المغنی ج ۹ ص ۳۷۴

(۱۲۳) شرح السنۃ ج ۸ ص ۱۰۴

(۱۲۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۵ ب

(۱۲۵) المغنی ج ۵ ص ۱۲۸

(۱۲۶) المجموع ج ۲ ص ۱۸۵

(۱۲۷) الاجماع ص ۴۹

(۱۲۸) فتح الباری ج ۳ ص ۳۶۴، شرح السنۃ ج ۶ ص ۶۱، المغنی ج ۳ ص ۱۸، المجموع ج ۶ ص ۸۴۔

(۱۲۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۱

(۱۳۰) الاموال لابی عبید ص ۳۴۶، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۷۶، المغنی ج ۳ ص ۲۷، المجموع ج ۶ ص ۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۳ ب، شرح السنۃ ج ۶ ص ۶۲

(۱۳۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹ ب، المحلی ج ۴ ص ۱۲۳

(۱۳۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹

(۱۳۳) شرح السنۃ ج ۸ ص ۱۹۳، المغنی ج ۴ ص ۳۰۹، عبدالرزاق ج ۸ ص ۹

(۱۳۴) نیل الاوطار ج ۵ ص ۳۵۳

(۱۳۵) المغنی ج ۴ ص ۳۵۸، الاشراف ج ۱ ص ۸۱

(۱۳۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵

(۱۳۷) المغنی ج ۴ ص ۳۹۶، المحلی ج ۸ ص ۹۷

(۱۳۸) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۳۹، احکام القرآن ج ۱ ص ۵۲۷، شرح السنۃ ج ۸ ص ۱۸۶، الاشراف ج ۱ ص ۷۱

(۱۳۹) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۴۰

(۱۴۰) حوالہ درج بالا۔

(۱۴۱) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۴۳

(۱۴۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۵، احکام القرآن ج ۱ ص ۵۳۳

(۱۴۳) المغنی ج ۴ ص ۳۹۸

حرف الزاء

زرع (فصل)

۱۔ تعریف: انسانی فعل کے نتیجے میں اگنے والے پودوں کو جنہیں فصل پک جانے کے بعد کاٹ لیا جائے، زرع کہا جاتا ہے۔

۲۔ فصل کی زکوۃ۔ (دیکھیے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جزء ھ)

زکاۃ (زکوۃ)

۱۔ تعریف: نمو پانے والا مال جب نصاب کو پہنچ جائے، اس کا ایک معلوم حصہ متعین مصارف میں خرچ کر دینا زکوۃ نکالنے کا عمل کہلاتا ہے۔

۲۔ زکوۃ دینے والا یعنی مزکی: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جب تک درج ذیل شرطیں ایک انسان میں نہ پائی جائیں، اس وقت تک اس پر زکوۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی۔

أ۔ اسلام: کافر پر زکوۃ واجب نہیں کیونکہ زکوۃ ایک عبادت ہے اور کافروں کو عبادت گزاری کے لیے مخاطب نہیں بنایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اہل ذمہ کے اموال میں ان پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ ان پر صرف جزیہ عائد ہے۔''(۱) (دیکھیے مادہ ذمی نمبر ۲ کا جزء ب)

ب۔ عاقل بالغ ہونا: زکوۃ چونکہ عبادت ہے اس لیے نیت کے بغیر یہ درست نہیں ہوتی اور نابالغ نیز دیوانے کے اندر نیت کا فقدان ہوتا ہے۔ بنابریں نابالغ اور مجنون کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ (۲) (دیکھیے مادہ جنون نمبر ۲ کے جزء ج کا جزء ا) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''یتیم جب تک بالغ نہ ہو جائے، اس کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔''(۳) نیز فرمایا: ''میرے ایک بھائی کی یتیم اولاد میرے پاس رہتی ہے۔ میں ان کے مال کی زکوۃ نہیں نکالتا۔''(۴) حسن بصریؒ سے مروی یہ روایت نابالغ کے ہر مال کے بارے میں عام ہے لیکن آپ سے ایک اور روایت منقول ہے جس کی بنیاد آپ نے اس اصول پر رکھی ہے جو پہلی روایت کی بنیاد بننے والے اصول سے مختلف ہے۔ وہ اصول یہ ہے کہ زکوۃ ایک مالی فریضہ ہے جو نما پانے والے اس مال پر عائد ہوتا ہے جس کا کوئی مسلمان مالک ہو۔ مویشی اور فصلیں حقیقی طور پر نمو پانے والے یعنی قابل افزائش اموال ہیں۔ خواہ ان کا مالک کوئی بالغ شخص ہو یا نابالغ فرد۔ رہ گیا خاموش مال یعنی سونا اور چاندی تو وہ نمو پانے والے مال (مال نامی) کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ جب کوئی بالغ آدمی اس کا مالک بن جائے اگرچہ بالفعل یہ مال نامی نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے بالغ مالک کے اندر اسے بڑھانے اور اس میں اضافہ کرنے کی قدرت ہوتی ہے۔ البتہ جب نابالغ فرد اس خاموش مال کا مالک بن جائے تو یہ مال نامی کے حکم

میں نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ نابالغ فرد کے اندر اسے اس کی قدرت نہیں ہوتی۔ بنا بریں حسن بصریؒ کے نزدیک اگر مویشیوں اور فصلوں کا کوئی نابالغ مرد مالک بن جائے تو اس کے اس مال میں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ خاموش مال کا مالک بنے تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ قتادہ نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''نابالغ اگر کھجور کے درختوں یا مویشیوں کا مالک ہو تو اس کی طرف سے ان کی زکوٰۃ نکالی جائے گی اور اس کے خاموش مال (سونے چاندی) کی زکوٰۃ اس وقت تک نہیں نکالی جائے گی جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔''(۵)

ج۔ آزاد ہونا: غلام کے ہاتھ میں موجود مال کی زکوٰۃ کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ابن حزم نے آپ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''غلام اس مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔'' (۶) ابن ابی شیبہ نے آپ سے نقل کیا ہے کہ غلام کے ہاتھ میں جو بھی مال ہوگا، آقا اس کی زکوٰۃ نکالنے کا مکلّف ہوگا۔ اس لیے کہ غلام مالک نہیں ہوتا بلکہ خود وہ اور اس کے ہاتھ میں موجود مال سب اس کے آقا کا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''غلام اور اس کا مال سب اس کے آقا کا ہوتا ہے۔ زکوٰۃ آقا پر واجب ہوگی غلام پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں۔''(۷)

میری رائے میں ان دونوں روایتوں کے اندر کوئی تناقض نہیں ہے کیونکہ پہلی روایت اس مال پر محمول ہوگی جسے غلام کا آقا اسے ہبہ کر دے اور دوسری روایت اس مال پر جو آقا کا ہو اور غلام کے ہاتھ میں ہو لیکن آقا نے اسے یہ مال ہبہ نہ کیا ہو۔ ابن حزم نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ غلام کے پاس موجود سونے چاندی کے اندر خاص طور پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی البتہ پھلوں، مویشیوں اور فصلوں کے اندر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ (۸)

و۔ جس شخص پر زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو، اس کا وفات پا جانا: ایسے شخص کی وفات سے اس پر واجب شدہ زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی لیکن کیا اس کی حیثیت دین کی طرح ہوگی جس کی ادائیگی اس کے مجموعی ترکہ سے کی جائے گی یا واجب وصیت جیسی ہوگی جس کی ادائیگی اس کے تہائی ترکہ سے کی جائے گی؟ حسن بصریؒ سے فقہاء نے جو بات نقل کی ہے اس کے مطابق اس کی حیثیت دین جیسی ہوگی اور اس کے مجموعی ترکہ سے اس کی ادائیگی ہوگی۔ (۹) فقہاء حسن بصریؒ کے اس قول سے اس پر استشہاد کرتے ہیں کہ: ''اگر ایک شخص حج یا زکوٰۃ کی وصیت کر جائے تو وہ یہ وصیت بمنزلہ دین ہوگی۔''(۱۰) تاہم بیہقی نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ تفریط کی صورت میں آپ نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ آپ نے یہ قول اختیار کر لیا تھا کہ مذکورہ بالا حالت میں میت کے تہائی ترکہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوگی۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ آپ نے اس شخص کے بارے میں جس نے فریضہ حج ادا کرنے نیز زکوٰۃ نکالنے میں کوتاہی کی ہو، یہاں تک کہ اس کی وفات ہوگئی ہو، فرمایا: ''حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ ابتدا کی جائے گی۔'' پھر بعد میں فرمایا: ''اس میں کوئی شرف نہیں کہ مرنے والا حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑے رکھے۔ یہاں تک کہ جب

اس کا مال غیر کا ہو جائے تو کہے کہ: ''میری طرف سے حج کرلو۔ میری طرف سے زکوۃ دے دو۔'' اب یہ ادائیگی اس کے مال سے ہوگی۔ (۱۱)

۳۔ اس مال کا ذکر جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

أ۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ زکوۃ صرف نو اموال کے اندر واجب ہوتی ہے یعنی سونا اور چاندی جب یہ نقود یعنی سکوں کی شکل میں ہوں لیکن اگر ان سے زیورات بنا لیے جائیں تو پھر کوئی زکوۃ نہیں ہوگی۔ (دیکھیے مادہ حلی نمبر ۳) فصلوں میں سے گندم، جو، خرما (خشک کھجور) اور زبیب یعنی خشک انگوروں (کشمش، منقی) میں زکوۃ واجب ہوگی۔ جانوروں میں سے اونٹوں، گایوں اور بکریوں میں زکوۃ واجب ہوگی۔ گایوں کے ساتھ بھینسیں اور بکریوں کے ساتھ بکرے ملحق ہوں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''زکوۃ نو چیزوں میں واجب ہے سونا، چاندی، اونٹ، گائے، بکری، گندم، جو، خرما اور زبیب میں'' (۱۲) تجارتی مال نیز معدنیات اور دفینوں میں بھی زکوۃ واجب ہوگی۔ اس کی تفصیل آگے بیان ہوئے پیروں میں آئے گی۔

ب۔ جس مال میں زکوۃ واجب ہو، اس کی شرطیں: مال میں زکوۃ واجب ہونے کی درج ذیل شرطیں ہیں:

ا۔ نصاب: ایک مال جب تک نصاب کو نہ پہنچ جائے، اس میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ مختلف اموال کے مختلف نصاب ہیں۔ ان کی تفصیل آگے آئے گی۔ نصاب کی شرط سے صرف رکاز یعنی دفینہ (زمین کے اندر سے برآمد ہونے والا خزانہ) مستثنیٰ ہے۔ یہ خواہ نصاب کو نہ بھی پہنچے، اس میں زکوۃ واجب ہو جائے گی۔ شارع نے اس میں نصاب کی کوئی تحدید نہیں کی ہے اور دفینہ خواہ قلیل ہو یا کثیر، اس میں زکوۃ واجب کردی ہے۔ (دیکھیے مادہ رکاز)

⊙ اگر زکوۃ دینے والے کا کسی پر کوئی دین ہو اور مدیون مالدار ہو اور ٹال مٹول کرنے والا نہ ہو تو اس صورت میں مذکورہ دین کو نصاب میں ضم کیا جائے گا کیونکہ ایسا دین ودیعت کی طرح ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر دین کسی مال دار کے ذمہ واجب الادا ہو تو اس کی زکوۃ نکالو۔'' (۱۳) نیز فرمایا: ''اگر عورت کا مہر اس کے شوہر کے ذمہ ہو اور شوہر مال دار ہو تو اس مہر کی زکوۃ عورت پر لازم ہوگی۔'' (۱۴) لیکن اگر دین کسی تنگ دست یا ٹال مٹول کرنے والے پر ہو یا ایسے شخص پر ہو جو سرے سے دین کا انکاری ہو تو ان صورتوں میں جب تک دین کی رقم قبضے میں نہ آجائے، اس وقت تک اسے نصاب کے ساتھ ضم نہیں کیا جائے گا۔ جب مذکورہ رقم قبضے میں آجائے تو دائن اسے اپنے نصاب میں ضم کرلے گا اور جس سال یہ قبضے میں آئی ہے، اس کی صرف اسی سال کی زکوۃ ادا کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کا دین اس طرح کا ہو کہ اسے اس کے ملنے کی امید نہ ہو اور پھر بعد میں مل جائے تو وہ صرف اس کی ایک سال کی زکوۃ ادا کرے گا۔'' (۱۵)

⊙ نصاب کے ساتھ وہ مال بھی ضم کیا جائے گا جو ایک شخص کو حاصل ہو جائے اور اس کے پاس اسی جنس کا مال پہلے سے موجود ہو۔ وہ اس حاصل شدہ مال کو دوران سال اپنے پاس موجود مال کے ساتھ ضم کردے گا۔

جب سال پورا ہو جائے گا تو سارے سال یعنی پہلے سے موجود اور حاصل شدہ دونوں مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر تمہارے پاس مال ہو جس کی تم زکوٰۃ نکالنا چاہو اور ابھی سال پورا ہونے میں ایک یا دو ماہ باقی ہوں کہ تمہارے پاس اور مال آ جائے تو اپنے پاس موجود مال کے ساتھ اس مال کی بھی یعنی دونوں مال کی زکوٰۃ نکالو۔''(۱۶) اس قاعدے سے مویشیوں کے صرف وہ بچے مستثنیٰ ہیں جو دوران سال پیدا ہوئے ہوں۔ انہیں سال کے اندر ان کی ماؤں کے ساتھ ضم نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کی پیدائش کے وقت سے نیا سال شروع کیا جائے گا۔(۱۷) یہ ایک روایت ہے جو حسن بصریؒ سے مروی ہے۔ دوسری روایت کے مطابق انہیں ان کی ماؤں کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔(۱۸)

نصاب کے لیے شرط ہے کہ وہ دین سے خالی ہو۔ دین اموال ظاہرہ مثلاً مویشی اور پھلوں نیز اموال باطنہ مثلاً نقود (کرنسی کی شکل میں موجود رقم) اور تجارتی سامانوں کی زکوٰۃ کے لیے مانع بن جاتا ہے۔(۱۹) اگر ایک شخص کے پاس اتنے مویشی ہوں جو نصاب کو پہنچ چکے ہوں اور اس کے ذمے دین کی اتنی رقمیں ہوں کہ اگر وہ اپنے دین کی ادائیگی کے لیے مویشی فروخت کرے تو باقی ماندہ مویشی نصاب سے کم رہ جائیں تو ایسی صورت میں اس پر ان مویشیوں کی زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک شخص پر اس صورت میں اس کے مال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب اس کے ذمہ اتنا قرض ہو جو اس کے مال کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔''(۲۰) نیز فرمایا: ''زکوٰۃ کی ایک معلوم حد ہے۔ جب یہ حد آ جائے یعنی نصاب مکمل ہو جائے تو وہ اپنے موجود اور غائب مال کا حساب کر کے اس کی زکوٰۃ نکال دے الا یہ کہ اس پر دین بھی ہو۔''(۲۱) یعنی دین ہونے کی صورت میں نصاب مکمل نہیں سمجھا جائے گا۔ (مترجم)

ضائع ہو جانے والا مال اور ایسا مال جس کی واپسی کی امید نہ ہو، مثلاً دیوالیے کے ذمہ دین حکم کے اندر یکساں ہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جس شخص کا مال ضمار کی صورت میں ہو یعنی اس کی واپسی کی امید نہ ہو اور اس پر کئی سال گزر جائیں اور پھر یہ مال اسے مل جائے تو اس پر اس مال کی اسی سال کی زکوٰۃ واجب ہو گی۔''(۲۲)

۲۔ حولان حول (سال گزر جانا): کسی نصاب کی زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوگی جب تک اس پر سال نہ گزر جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''کسی مال پر جب تک سال گزر نہ جائے، زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔''(۲۳) سال گزرنے کی شرط سے صرف رکاز (دفینہ یعنی زمین کے اندر سے برآمد ہونے والا خزانہ) مستثنیٰ ہے۔ (دیکھیے مادہ رکاز) نیز فصلیں اور پھل بھی۔ فصلوں کی کٹائی پر اور پھلوں کو اتارنے کے وقت ان میں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ سورۂ انعام آیت نمبر ۱۴۱ میں ارشاد باری ہے۔ (وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ۔ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو) اس کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''یعنی اس کی زکوٰۃ ادا کرو۔''(۲۴) اگر کٹائی کے وقت وہ اس کی زکوٰۃ نکال دے اور پھر اسے رہنے دے یہاں تک کہ اس پر حولان حول ہو جائے تو اس پر نئی زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص فصلوں،

پھلوں اور زمین سے اگنے والی ہر چیز کی زکوٰۃ ادا کر دے تو جب تک سال گزر نہ جائے، اس پر ان کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔'' (۲۵)

⊙ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تعجیل جائز ہے یعنی سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ کے مستحق کو زکوٰۃ حوالے کر دینا جائز ہے بشرطیکہ یہ زکوٰۃ کسی مد میں بڑی بڑی رقموں کی شکل میں دیدے یا کسی ضرورت مند کو دے کر اس کی ضرورت پوری کر دے۔ خواہ اس طرح کی پیشگی ادائیگی تین سالوں کے لیے کیوں نہ ہو۔ حفص بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آیا میں تین سالوں کی زکوٰۃ پیشگی ایک ہی دفعہ ادا کر سکتا ہوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''میری رائے میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (۲۶) نیز فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص اپنی تین سالوں کی زکوٰۃ پیشگی ادا کر دے۔'' (۲۷) نیز فرمایا: ''یہ جائز ہے کہ ایک شخص مصرف دیکھ کر اپنی زکوٰۃ پیشگی ادا کر دے۔'' (۲۸) لیکن اگر زکوٰۃ کی ادائیگی میں تعجیل کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص کسی فقیر کو جب بھی وہ اس کے پاس سے گزرے، زکوٰۃ کا ایک ایک درہم دے دیا کرے یا اسی طرح کی کوئی اور صورت اختیار کرے تو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔ ابن زنجویہ نے: ''الاموال'' میں لکھا ہے کہ حسن بصریؒ نے اس بات کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ کوئی شخص ایک ایک درہم کر کے زکوٰۃ کی پیشگی ادائیگی کرے۔ تاہم آپ نے بڑی رقموں کی صورت میں پیشگی ادائیگی میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔ (۲۹) اگر وہ مذکورہ بالا ناجائز طریقے سے زکوٰۃ کی پیشگی ادائیگی کرے گا تو اس پر زکوٰۃ کا اعادہ لازم ہوگا۔ اسی مفہوم پر حسن بصریؒ کا یہ قول محمول ہوگا: ''زکوٰۃ کی تعجیل جائز نہیں ہے اور اگر کوئی شخص تعجیل کرے تو اسے دوبارہ اس کی ادائیگی کرنا ہوگی۔'' (۳۰)

۳۔ نماء یعنی افزائش: اس کی دو صورتیں ہیں۔ بالقوہ نماء مثلاً خاموش اموال یعنی سونا چاندی وغیرہ جب یہ اموال ایسے شخص کے پاس ہوں جسے ان کی افزائش کی قدرت حاصل ہو مثلاً وہ بالغ شخص ہو۔ اگر یہ اموال ایسے شخص کے ہاتھ میں ہوں جسے انہیں بڑھانے کی قدرت حاصل نہ ہو مثلاً وہ شخص نابالغ ہو تو اس صورت میں یہ اموال نامی شمار نہیں ہوں گے یعنی بڑھنے والے۔ ایسی صورت میں ان اموال کے اندر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ سے ایک روایت یہی ہے۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز ب) دوسری صورت بالفعل نماء کی ہے مثلاً مویشی اور فصلیں۔ اگر بالفعل یا بالقوہ نماء موجود ہو تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی بشرطیکہ دیگر شرائط بھی موجود ہوں۔

۴۔ مویشیوں کے اندر سائمہ (یعنی سال کا اکثر حصہ بلا کلفت چر کر گزارنے) کی شرط: مویشیوں میں زکوٰۃ واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ سائمہ ہوں یعنی افزائش نسل کی خاطر انہیں پالا گیا ہو اور سال کا اکثر حصہ انہوں نے چر کر گزارا ہو لیکن جو مویشی نسل کشی کے لیے نہ رکھے جائیں بلکہ سواری، بار برداری اور کام کرنے کے لیے رکھے جائیں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''کام کرنے والے اونٹوں اور گایوں میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔'' (۳۱)

ج۔ نقد کی زکوٰۃ:

۱۔ نقد یعنی نقد رقمیں یا تو چاندی کے سکوں میں ہوں گی یا سونے کے سکوں میں۔ حسن بصریؒ کے نزدیک ان سب کو ایک ہی نوع سمجھا جاتا ہے۔ نصاب کی تکمیل کے لیے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ضم کر کے اس نصاب میں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ (۳۲) آپ نے اس شخص کے بارے میں جس کے پاس ایک سو درہم اور دس دینار ہوں، فرمایا: "اس پر ان دراہم اور دیناروں میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔" (۳۳)

۲۔ اوقاص یعنی دو نصابوں (نچلے نصاب اور اس سے اوپر کے نصاب) کے درمیان واقع ہونے والے کسور میں اس وقت تک کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب تک یہ اس سے اوپر والے نصاب کو نہ پہنچ جائیں۔ اس کی مثال ہم اگلے پیرے میں چاندی کی زکوٰۃ پر گفتگو کے دوران دیں گے۔

۳۔ چاندی کی زکوٰۃ: چاندی میں زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے اس کا کم سے کم نصاب دو سو درہم ہے۔ (۳۴) اس رقم پر پانچ درہم واجب ہوں گے۔ اس رقم سے کم پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور اس رقم سے زائد پر اس وقت تک کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب تک یہ زائد رقم چالیس درہم کو نہ پہنچ جائے۔ اس حد پر پہنچنے کے بعد اس میں ایک درہم واجب ہوگا اور اسی طرح ہر چالیس زائد درہم پر ایک ایک درہم واجب ہوتا چلا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "دو سو درہم میں پانچ درہم ہیں۔ دو سو سے زائد درہموں پر اس وقت تک کوئی زکوٰۃ نہیں ہوگی جب تک وہ چالیس نہ ہو جائیں۔" (۳۵)

۴۔ سونے کی زکوٰۃ: سونے میں زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے اس کا کم سے کم نصاب چالیس مثقال ہے۔ (۳۶) (ایک مثقال ڈیڑھ درہم کے وزن کا ہوتا ہے اور کبھی اس سے زیادہ اور کبھی اس سے کم ہوتا ہے۔ ساڑھے سات تولے سونا چالیس مثقال کے برابر ہوتا ہے۔ مترجم) حسن بصریؒ نے فرمایا: "چالیس مثقال سے کم سونے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔" (۳۷) لیکن اگر سونے کا بھاؤ بڑھ جائے اور مثلاً بیس مثقال سونے کی قیمت دو سو درہم ہو جائے تو پھر بیس مثقال سونے کے اندر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "بیس دینار میں نصف دینار اور چالیس دینار میں ایک دینار ہے۔" (۳۸)

۵۔ زیورات کی زکوٰۃ: (دیکھیے مادہ حلی نمبر ۳)

د۔ سامان تجارت کی زکوٰۃ: اگر سامان تجارت پر سال گزر جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ اس کی کیفیت سونے اور چاندی کی کیفیت کی طرح ہے یعنی سامان تجارت پر جس دن زکوٰۃ آ جائے، اس دن اس کی قیمت لگا کر چاندی کی زکوٰۃ کے حساب سے اس کی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جس کے پاس سامان تجارت ہو اور اس پر زکوٰۃ آ جائے، فرمایا: "جس دن اس پر زکوٰۃ آئی ہو، اس دن والی اس کی قیمت لگا کر چاندی کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔" (۳۹) سامان تجارت کی زکوٰۃ کا کم سے کم نصاب یہ ہے کہ اس کی قیمت دو سو درہم ہو جو چاندی کا نصاب ہے۔ اس مالیت پر پانچ درہم زکوٰۃ کے طور پر ادا کیے جائیں گے۔ اگر اس کی قیمت اس رقم سے بڑھ جائے تو زائد رقم چالیس درہم

ہونے پر اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۴۰) یعنی چاندی کے نصاب کی طرح۔

ھ۔ فصلوں اور پھلوں کی زکوٰۃ:

۱۔ ہم نے (مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جز أ) میں بیان کیا تھا کہ فصلوں اور پھلوں کی زکوٰۃ صرف چار اصناف میں واجب ہوتی ہے۔ دو اصناف اناج کی ہیں یعنی گندم اور جو اور دو اصناف پھلوں کی ہیں یعنی خرما اور منقیٰ۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ سبزیات کے اندر کوئی زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ (۴۱) لیکن اگر سبزی فروخت کی جائے اور اس کی قیمت نقود یعنی دراہم اور دیناروں کے نصاب کو پہنچ جائے اور پھر اس پر سال گزر جائے تو اس شخص کے دیگر اموال کی طرح سبزی کے ثمن کے اندر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ (۴۲)

۲۔ فصلوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کا کم سے کم نصاب پانچ وسق ہے۔ (۴۳) (ایک وسق ساٹھ صاع اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔ مترجم) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''طعام کے اندر جب تک وہ پانچ وسق کو نہ پہنچ جائے، کوئی زکوٰۃ نہیں۔'' (۴۴) (طعام سے مراد خوردنی اشیاء ہیں مثلاً اناج اور پھل وغیرہ۔ مترجم)

۳۔ آپ گندم اور جو کو ایک ہی صنف قرار دیتے تھے یعنی نصاب کی تکمیل کے لیے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ضم کر دیا جائے گا۔ اس پر قیاس کا تقاضا ہے کہ خرما اور منقیٰ کو بھی ایک صنف شمار کیا جائے لیکن اس بارے میں حسن بصریؒ سے مروی کوئی نص ہم تک نہیں پہنچا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر پیدا شدہ گندم اور جو کی یہ کیفیت ہو کہ ان میں سے ہر ایک پانچ وسق سے کم ہو اور اگر دونوں کو یکجا کر دیا جائے تو ان کی مقدار پانچ وسق یا اس سے زیادہ ہو جائے تو ایسی صورت میں دونوں کی زکوٰۃ ہوگی۔ اس لیے کہ دونوں فصل ہی ہیں۔ اگر گندم اور منقیٰ ہو اور ان میں سے ہر ایک پانچ وسق کو نہ پہنچے تو اس میں اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہوگی جب تک ہر صنف پانچ وسق کو نہ پہنچ جائے۔ پانچ وسق کو پہنچ جانے کے بعد اس میں عشر یعنی زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ (۴۵)

۴۔ فصلوں اور پھلوں کی زکوٰۃ ان کی کٹائی کے دن ہی نکال دی جائے گی کیونکہ سورۂ انعام آیت نمبر ۱۴۱ میں ارشاد باری ہے (وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ۔ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس کے حق سے مراد زکوٰۃ ہے۔'' (۴۶) اگر کٹائی کے دن زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد یہ فصل یا پھل اپنے مالک کے قبضے میں کئی سالوں تک باقی رہے تو مویشیوں اور سونے چاندی کی زکوٰۃ کی طرح اس کی بھی سالانہ زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص فصل اور پھل کی نیز زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز کی زکوٰۃ نکال دے تو جب تک سال گزر نہ جائے، اس وقت تک اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔'' (۴۷)

۵۔ فصلوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کی مقدار اس صورت میں پیداوار کا دسواں حصہ ہوگی جب فصل کی سیرابی کسی کلفت اور مشقت کے بغیر کی گئی ہو (مثلاً بارانی زمین ہو) اور اگر سینچائی کا کام مشقت اٹھا کر کیا گیا ہو تو زکوٰۃ کی مقدار پیداوار کا بیسواں حصہ ہوگی (مثلاً چاہی زمین کی پیداوار) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جس فصل

کو آسمان یا چشمے نے سیراب کیا ہو، اس میں دسواں حصہ بطور زکوٰۃ ہو گا اور جس فصل کو سیراب کیا گیا ہو، اس میں بیسواں حصہ ہو گا۔'' (۴۸)

۶۔ اگر ایک شخص کی فصل یا پھل ہو جس میں زکوٰۃ واجب ہو رہی ہو اور پھر اس کی کٹائی سے پہلے یعنی قابل استعمال ہونے کے بعد وہ اسے فروخت کر دے تو ایسی صورت میں اس کی زکوٰۃ بائع پر واجب ہو گی۔ (۴۹)

د۔ جانوروں کی زکوٰۃ:

۱۔ اونٹوں، گایوں اور بکریوں کے سوا دیگر جانوروں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ گایوں کے ساتھ بھینس اور بکریوں کے ساتھ بکرے ملحق ہوتے ہیں۔ ان میں بھی زکوٰۃ ہو گی۔

۲۔ مذکورہ بالا جانوروں میں اسی وقت زکوٰۃ واجب ہو گی جب افزائش نسل کے لیے انہیں پالا گیا ہو اور سال کا بیشتر حصہ انہوں نے بلا کلفت چر کر گزارا ہو یعنی وہ سائمہ ہوں۔ لیکن اگر باندھ کر چارہ کھلایا جاتا ہو یا کام کرنے کے لیے رکھا گیا ہو تو ان کے اندر زکوٰۃ نہیں ہو گی۔ یہ بات (مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جزب کے جز ۴) میں گزر چکی ہے۔

۳۔ دوران سال پیدا ہونے والے بچوں کو ان کی ماؤں کے ساتھ ضم نہیں کیا جائے گا بلکہ الگ سے ان کے سال کا حساب ہو گا جس کی ابتدا ان کی پیدائش کے دن سے ہو گی۔ جب انہیں بڑے جانوروں کے ساتھ شمار نہیں کیا جائے گا تو انہیں زکوٰۃ میں بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ (۵۰) (دیکھیے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جزب کا جز ۱)

۴۔ بکریوں کی زکوٰۃ: حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''چالیس بکریوں سے لے کر ایک سو بیس بکریوں تک میں ایک بکری ہے۔ اس سے زائد بکریوں میں دو سو بکریوں تک دو بکریاں ہوں گی۔ اگر تعداد اس سے بڑھ جائے تو تین سو بکریوں تک تین بکریاں ہیں۔ پھر ہر سو بکریوں میں ایک بکری ہو گی۔'' (۵۱)

۵۔ گایوں کی زکوٰۃ: گایوں کے ساتھ بھینسیں بھی ملحق ہوں گی اور زکوٰۃ کے اندر ان کے ساتھ گایوں والا حساب رکھا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بھینسوں کی زکوٰۃ گایوں کی زکوٰۃ کی طرح لی جائے گی۔'' (۵۲)
تیس سے کم گایوں میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ تیس میں ایک دو سالہ بچھڑا یا بچھڑی لی جائے گی۔ جب تعداد چالیس کو پہنچ جائے تو اس میں ایک چار سالہ بچھڑا یا بچھڑی لی جائے گی۔ جب تعداد ساٹھ ہو جائے تو اس میں دو دو سالہ بچھڑے ہوں گے اور جب تعداد ستر ہو جائے تو اس میں ایک چار سالہ بچھڑی اور ایک دو سالہ بچھڑا ہو گا۔ (۵۳) اور پھر اسی حساب سے معاملہ آگے چلے گا۔

۶۔ اونٹوں کی زکوٰۃ: اونٹوں کی زکوٰۃ کی مقدار کے بارے میں ہمیں حسن بصریؒ کا کوئی نص ہاتھ نہیں آیا۔

۷۔ دیگر جانوروں کی زکوٰۃ: اوپر جن جانوروں کا ذکر ہو چکا ہے، ان کے سوا دیگر جانوروں میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''خچروں، گھوڑوں اور گدھوں میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔'' (۵۴)

۸۔ غلاموں لونڈیوں کی زکوٰۃ: حسن بصریؒ مملوکوں میں زکوٰۃ کے وجوب کے قائل نہیں تھے۔ (۵۵) سوائے ان

مملوکوں کے جو بغرض تجارت ہوں۔ سعید بن ابی عروبہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے مملوکوں کی زکوۃ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا: ''بیٹے! اگر مملوک بغرض تجارت ہوں تو ان میں زکوۃ فرض ہو گی اور اگر غلہ یعنی کمائی کے لیے یا خدمت کے لیے ہوں تو ان میں ایک ایک صاع ہوگا۔''(۵۶) یعنی صدقہ فطر۔

ز۔ رکاز (دفینہ) اور سمندر سے برآمد کیے جانے والے خزانوں مثلاً موتیوں وغیرہ کی زکوۃ۔ (دیکھئے مادہ رکاز)

۴۔ زکوۃ میں وصول کیا جانے والا مال:

أ۔ زکوۃ میں جانوروں کے بچے نہیں لیے جائیں گے خواہ انہیں نصاب کے حساب میں ان کی ماؤں کے ساتھ کیوں نہ شمار کیا جائے۔ یہ بات (مادہ رکاز نمبر ۳ کے جز واؤ کے جز ۳) میں گزر چکی ہے۔

ب۔ جب زکوۃ واجب ہو جائے تو زکوۃ کے طور پر واجب ہونے والا مال متعلقہ شخص کے ذمہ ایک ثابت شدہ دین بن جائے گا اور اسے ادا کر کے ہی وہ بری الذمہ ہو سکے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''فرض حج اور زکوۃ بمنزلہ دین ہیں۔''(۵۷) بنا بریں اگر ایک شخص اپنے مال کی زکوۃ نکال کر الگ رکھ دے اور یہ زکوۃ چوری ہو جائے یا اس کے ہاتھ میں ضائع ہو جائے تو اس پر اس کی جگہ اور زکوۃ دینا ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی زکوۃ نکال دے اور پھر یہ زکوۃ چوری ہو جائے تو وہ اس کا تاوان بھر دے گا۔ زکوۃ بمنزلہ دین ہے۔''(۵۸) نیز فرمایا: ''اگر وہ اپنے مال کی زکوۃ نکال دے اور یہ زکوۃ ضائع ہو جائے تو اس کی جگہ اور زکوۃ نکالے۔''(۵۹) البتہ اگر وہ اپنی زکوۃ نکال کر اسے فقراء پر تقسیم کرنے کے لیے اپنے وکیل یعنی کارندے کے حوالے کر دے اور پھر یہ زکوۃ کارندے کے ہاتھ سے ضائع ہو جائے تو اسے اس کی جگہ اور زکوۃ نکالنے کا مکلف نہیں بنایا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو کسی کو اپنے مال کی زکوۃ تقسیم کی غرض سے حوالے کر دے اور پھر یہ زکوۃ مذکورہ شخص کے ہاتھ سے ضائع ہو جائے، فرمایا: ''اس کی زکوۃ ادا ہوگئی۔''(۶۰)

اگر ایک شخص پر زکوۃ واجب ہو جائے لیکن وہ زکوۃ نہ نکالے حتیٰ کہ اس کا مال فنا ہو جائے تو مذکورہ زکوۃ اس کے ذمہ بطور دین رہے گی اور اس کی ادائیگی اس پر واجب ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرے حتیٰ کہ اس کا مال چلا جائے تو یہ زکوۃ اس کے ذمہ ادائیگی تک بطور دین رہے گی۔''(۶۱)

ج۔ واجب شدہ زکوۃ کا بدل نکالنا: حسن بصریؒ زکوۃ میں واجب شدہ مال کا بدل نکالنے کو مکروہ تصور کرتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ زکوۃ کے اندر سامان دینے کو مکروہ خیال کرتے تھے۔(۶۲)

د۔ فقیر زکوۃ کا کب مالک بنے گا؟: فقیر زکوۃ اپنے قبضے میں لینے پر ہی اس کا مالک بنے گا۔ اگر زکوۃ نکالنے والا مالدار آدمی زکوۃ الگ کر کے اسے فقیر کے پاس لے جائے تو بھی قبضہ کے بغیر فقیر اس کا مالک نہیں

بنے گا۔حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی زکوۃ لے کر فقیر کے پاس جائے لیکن فقیر اسے نہ ملے تو وہ اس زکوۃ میں جس طرح چاہے، تصرف کرلے۔'' (۶۳)

ھ۔ زکوۃ کا زکوۃ نکالنے والے کی طرف واپس آجانا: زکوۃ نکالنے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ فقیر کو مال زکوۃ کے طور پر دے۔ اسے بالواسطہ اپنی ملکیت میں واپس لے آئے مثلاً تبرع کے ذریعے یا معاوضہ کے طور پر (۶۴) البتہ اگر مذکورہ مال کی ملکیت اس فقیر سے کسی اور کی طرف منتقل ہوجائے اور پھر زکوۃ دینے والا اس سے مذکورہ مال خرید لے تو یہ صورت جائز ہوگی۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بکریاں زکوۃ میں دے، فرمایا: ''اس کے لیے ناجائز ہے کہ وہ مصدق (زکوۃ اکٹھی کرنے اولے کارندے) سے یہ بکریاں خرید لے۔ البتہ جب یہ بکریاں مصدق سے دیگر افراد کے پاس پہنچ جائیں تو ان سے ان کی خریداری میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔'' (۶۵) اگر مصدق سے ان کی خریداری کی ممانعت ہے تو اس فقیر سے ان کی خریداری کی بطریق اولیٰ ممانعت ہوگی جسے یہ زکوۃ کے طور پر حوالے کی گئی ہوں۔ حسن بصریؒ نے اس طریق کار کی اس لیے ممانعت کی ہے تاکہ زکوۃ کی ادائیگی میں حیلہ سازی کے تمام دروازے بند ہوجائیں۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ز)

اگر زکوۃ میں دیا ہوا مال متعلقہ شخص کی طرف وراثت کی راہ سے واپس آجائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اس لیے کہ اس میں حیلہ سازی کا کوئی پہلو نہیں ہوتا کیونکہ وراثت کے اندر ملکیت کا حصول اللہ کی طرف سے تملیک کی بنا پر ہوتا ہے۔حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو کوئی مال زکوۃ کے طور پر نکال دے، اور پھر اس کا وارث بن جائے، فرمایا: ''اس بات میں کوئی حرج نہیں البتہ اسے خرید لینا مکروہ یعنی ناجائز ہے۔'' (۶۶) (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جز أ کا جز ۳)

و۔ زکوۃ تقسیم کرنے کے ذمہ دار کی اجرت: دین کے اندر یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ جو شخص نیکی کے کسی کام میں کسی کی رہنمائی کرے یا اس کا ہاتھ بٹائے، اسے بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس نیکی کے کرنے والے کو ملے گا۔ اس پر کئی احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ اس اصول کے تحت جس شخص کو مستحقین زکوۃ پر زکوۃ تقسیم کرنے کی ذمہ داری سپرد کردی جائے اور وہ اللہ کے لیے پورے اخلاص کے ساتھ اسے اس کے مستحقین تک پہنچانے میں اپنی سی سعی کرے تو اسے بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا زکوۃ نکالنے والے کو ملے گا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''جس شخص کو زکوۃ کا مال بغرض تقسیم سپرد کردیا جائے اور پھر وہ اس مال کو اس کے درست مصارف میں لگادے تو زکوۃ دینے والے کے اجر کی طرح اسے بھی اجر ملے گا۔'' (۶۷)

ز۔ زکوۃ کا مال کسی اور شہر میں لے جانا: اصول تو یہی ہے کہ جس شہر میں زکوۃ نکالی جائے، اسے اسی شہر میں صرف کیا جائے اس لیے کہ اس شہر کے فقراء نے زکوۃ نکالے جانے والے مال کو بڑھانے میں شرکت کی تھی۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو انہیں ان الفاظ میں ہدایت کی: ''تم کتاب رکھنے والی ایک قوم کے پاس جارہے ہو۔ انہیں

تمہاری سب سے پہلی دعوت اللہ عز وجل کی عبادت کی ہونی چاہیے۔ اگر وہ اللہ کو پہچان جائیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لے کر ان کے فقراء پر صرف کی جائے گی۔ اگر وہ مان جائیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرو اور ان کے بہترین اموال لینے سے گریز کرو۔" (۶۸) حسن بصریؒ نے زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانے کو مکروہ قرار دیا ہے سوائے اس کے کہ زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ کا مال اپنے رشتہ داروں کو دینے کے لیے کسی اور شہر میں لے جائے۔ (۶۹) نیز فرمایا: "زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر میں نہ لے جائی جائے۔" (۷۰)

ح۔ زکوٰۃ یکمشت نکال دینا: اصول تو یہ ہے کہ ایک شخص صرف اللہ سے ثواب کا طلب گار ہو کر اپنی زکوٰۃ نکالے، اس کے دل میں اس کے سوا کوئی اور جذبہ نہ ہو۔ اگر وہ اللہ سے ثواب حاصل کرنے کی نیت کے ساتھ ساتھ کسی اور دنیوی مصلحت کی بھی نیت رکھے تو اس کے ثواب میں کمی ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور عبادت کے اندر اللہ کے لیے اخلاص نیت ضروری ہے۔ زکوٰۃ نکالنے کے اندر مستحب امر یہ ہے کہ زکوٰۃ نکالنے والا پوری خوش دلی اور دل جمعی کے ساتھ زکوٰۃ نکالے۔ اس کا اظہار اس طرح ہوگا کہ زکوٰۃ نکالنے کا وقت آتے ہی وہ اپنے مال سے زکوٰۃ کی رقم الگ کر لے۔ اور پھر کم سے کم ممکن وقت میں ساری زکوٰۃ اس کے مصارف میں صرف کر ڈالے خواہ وہ ایک ہی نشست میں یہ کام کیوں نہ سرانجام دیدے۔ اس کے بعد اگر اسے کوئی محتاج نظر آئے تو اسے نفلی صدقہ دیدے۔ اگر وہ زکوٰۃ کی رقم اپنے پاس رہنے دے اور جب کبھی کوئی ضرورت مند نظر آئے، اسے اس میں سے کچھ دیدے تو اس کا یہ طرز عمل اس بات کی نشان دہی کرے گا کہ اس کا دل زکوٰۃ نکالنے پر پوری طرح آمادہ نہیں ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسے حسن بصریؒ نے ناپسند کیا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی زکوٰۃ اپنے پاس رکھ لے اور جب کبھی اسے کوئی مصرف نظر آئے تو اس میں صرف کر دے، ایسا کرنا کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا: "اپنی زکوٰۃ کو اپنے لیے بچاؤ کا ذریعہ نہ بناؤ کہ جب کبھی کوئی مصرف سامنے آ جائے، زکوٰۃ دے کر اپنے آپ کو بچا لو۔" (۷۱)

۵۔ زکوٰۃ کا اخفا: قرطبی نے حکایت کی ہے کہ حسن بصریؒ نے فرمایا: "زکوٰۃ کا اظہار احسن ہے اور نفلی صدقہ کا اخفاء افضل ہے کیونکہ یہ بات اس امر پر زیادہ دال ہوگی کہ اس کے ذریعے اللہ کی خوشنودی مراد ہے۔" (۷۲) ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے زکوٰۃ کے اخفاء کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "زکوٰۃ کو اس کے مصارف میں صرف کرو اور اسے مخفی رکھو۔" (۷۳) آپ نے شاید اسی صورت میں زکوٰۃ کے اخفاء کو مستحب قرار دیا ہے جب زکوٰۃ نکالنے والے کا ریا کاری کی طرف میلان ہو اور جب یہ صورت نہ ہو تو اظہار کو مستحب سمجھا ہے تا کہ اس کا یہ طرز عمل دوسروں کے لیے بھی زکوٰۃ نکالنے کی ترغیب کا باعث بن جائے۔

۶۔ زکوٰۃ دینے والے کی طرف سے یہ بتایا نہ جانا کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے: فقیر کو زکوٰۃ دیتے وقت اس کی نفسیاتی کیفیت کی رعایت بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ یہ شرط نہیں ہے کہ مال دار شخص فقیر کو زکوٰۃ دیتے وقت یہ بھی جتادے کہ وہ اسے اپنی زکوٰۃ دے رہا ہے بلکہ اس کے لیے ممکن ہے کہ وہ اسے یہ زکوٰۃ ہدیہ یا صلہ رحمی کی شکل میں دیدے یا کسی اور صورت میں تاکہ وہ فقیر کا دل نہ توڑے اور اسے ذلت کا احساس نہ دلائے۔ ابوحرہ نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ اگر ایک شخص کسی فقیر کو اپنی زکوٰۃ دے تو کیا اسے یہ معلوم بھی کرادے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''کیا تم ایسا کر کے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا چاہتے ہو؟ اسے زکوٰۃ حوالے کر دو اور کچھ نہ بتاؤ۔'' (۷۴)

۷۔ زکوٰۃ حکومت کے حوالے کرنا: حکومت پر جن کاموں کی ذمہ داری ہے، ان میں زکوٰۃ کی وصولی بھی شامل ہے۔ حکومت ان فصلوں کا تخمینہ لگانے اور مویشیوں کی گنتی کرنے کے لیے جن کے اندر زکوٰۃ واجب ہو رہی ہو، نیز ان کی زکوٰۃ قبضے میں لینے کے لیے اپنے کارندے بھیجتی ہے۔ (۷۵) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''سلطان (حکومت) کے ذمے چار کام ہیں نماز یعنی نماز جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھانا، زکوٰۃ وصول کرنا، حدود جاری کرنا اور مقدمات کے فیصلے کرنا۔'' (۷۶) مسلمانوں سے ٹیکس یا دسواں حصہ وصول کرنے والے جو رقم وصول کریں، اس کا حساب زکوٰۃ میں کیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تم سے پلوں اور ناکوں پر جو رقم وصول کی جائے (ایک روایت میں ہے کہ: ''راہداری ٹیکس یعنی دسواں حصہ وصول کرنے والے تم سے جو رقم وصول کریں'') یہ رقم زکوٰۃ کی ادائیگی کر دے گی۔'' (۷۷) لیکن اگر حاکم لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے اس کے درست مصارف میں صرف نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں زکوٰۃ نکالنے والے کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اسے زکوٰۃ حوالے نہ کرے بلکہ خود اسے اس کے مصارف میں خرچ کر دے۔ (۷۸) لیکن اگر حاکم اس پر غالب آجائے اور اس سے زبردستی زکوٰۃ وصول کر لے تو وہ ادا شدہ رقم کو اپنی زکوٰۃ میں حساب کر لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اپنی زکوٰۃ ایسے شخص کے حوالے نہ کرو جو اس میں اپنی من مانی کرتا ہو۔ اگر وہ تم سے تمہاری زکوٰۃ وصول کر لے تو اسے اپنی زکوٰۃ میں شمار کر لو۔'' (۷۹) ایوب کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے زکوٰۃ کے جتنے مسائل پوچھے، کسی اور چیز کے سلسلے میں اتنے مسائل نہیں پوچھے۔ آپ ہر دفعہ یہی فرماتے: ''اگر تم اپنی زکوٰۃ خود تقسیم کر دو تو تمہاری زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر اسے ان لوگوں کے حوالے کر دو تو بھی تمہاری زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔'' (۸۰) محمد بن عون خراسانی کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا: ''ابوسعید! زکوٰۃ کی ادائیگی کا معاملہ ہمارے لیے پیچیدہ بن گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں آپ میری کوئی رہنمائی کریں جس پر میں عمل پیرا ہو جاؤں۔'' آپ نے جواب دیا: ''اگر تم اپنی زکوٰۃ ان لوگوں یعنی حکام سلطنت کے حوالے کر دو تو تم بری الذمہ ہو جاؤ گے اور اگر خود اسے اس کے مصارف میں صرف کر دو تو بھی بری الذمہ ہو جاؤ گے۔'' (۸۱)

۸۔ زکوٰۃ کے مصارف:

اُ۔ زکوٰۃ کے منصوص علیہ مصارف: اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ آیت نمبر ۶۰ کے اندر ان مصارف کی تحدید کر دی ہے جن کے اندر زکوٰۃ صرف کی جا سکتی ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں) ان آٹھوں مدات پر ذیل میں تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ زکوٰۃ نکالنے والا اگر چاہے تو ان آٹھوں مصارف میں اپنی زکوٰۃ صرف کر دے اور اگر چاہے تو صرف کسی ایک ہی مد میں خرچ کر دے۔ (۸۲)

ب۔ جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے، ان کے اندر درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ مسلمان ہونا: کسی کافر کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ کتابی (یہودی یا نصرانی) ہو یا مشرک۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مشرکین کو کوئی زکوٰۃ اور کفارہ کا کوئی مال نہ دیا جائے۔'' (۸۳) نیز فرمایا: ''واجب کفارہ اور زکوٰۃ کے اندر اہل ذمہ (یہود و نصاریٰ) کا کوئی حق نہیں ہوتا۔'' (۸۴)

۲۔ آزاد ہونا: غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں ہے کیونکہ غلام کا خرچ اس کے آقا کے ذمہ ہوتا ہے نیز اس کے ہاتھ میں موجود مال اس کے آقا کی ملکیت ہوتا ہے۔ اس لیے اسے زکوٰۃ کا مال دینا گویا اس کے آقا کو زکوٰۃ دینا ہے۔ (۸۵)

۳۔ زکوٰۃ لینے والا مذکورہ بالا آٹھوں اصناف میں سے کسی ایک صنف سے تعلق رکھتا ہو۔ (دیکھیے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کا جز اُ)

۴۔ زکوٰۃ لینے والا زکوٰۃ دینے والے کے آباء میں سے نہ ہو اور نہ اس کے ابنا یعنی اولاد میں سے اور نہ ایسا فرد ہو جس کا خرچ زکوٰۃ نکالنے والے کے ذمہ ہو۔ اشعث بن سوار کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو اپنی زکوٰۃ کے مال سے اپنے باپ کو خرید کر اسے آزاد کر دے، آپ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۸۶) ابن قدامہ نے آپ کے اس قول کی تعلیل و توجیہ کرتے ہوئے کہا ہے۔ اس صورت کے اندر زکوٰۃ کی ادائیگی اس کے باپ کو نہیں ہوئی بلکہ اس نے تو اپنے بائع کو ثمن حوالے کیا ہے۔ (۸۷) یہ بات باپ کو زکوٰۃ کی رقم دینے کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہے۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو اپنے کسی رشتہ دار کو اپنی زکوٰۃ دیدے، فرمایا: ''اس نے ٹھیک کیا بشرطیکہ مذکورہ قرابت دار اس کے عیال میں شامل نہ ہو۔'' (۸۸) اس سے مراد یہ ہے کہ اگر قرابت دار کا خرچ زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہو تو ایسی صورت میں اسے اپنی زکوٰۃ حوالے کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح وہ اپنی زکوٰۃ اپنی ذات کو دینے والا قرار پائے گا۔ عبدربہ بن سرحان السعدی نے پوچھا کہ آیا کوئی شخص اپنے بھائی کو اپنی زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ آپ نے ان سے سوال کیا: ''کیا اس کا بھائی اس کے عیال میں داخل ہے؟'' عبدربہ نے اس کا جواب نفی میں دیا جسے سن کر آپ نے فرمایا: ''ہاں، دے سکتا ہے اور یہ بڑی اچھی بات ہے۔'' (۸۹) آپ

سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنے ماموں کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟'' آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ (۹۰) تاہم زکوٰۃ دینے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ دیگر افراد کو بھی زکوٰۃ میں شامل کرلے۔ حسن بصریؒ اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ کے اندر اپنے رشتہ داروں اور دیگر افراد کے درمیان مساوات قائم رکھے۔ (۹۱)

ج۔ فقراء اور مساکین:

۱۔ تعریف: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ زکوٰۃ اس شخص کو دی جائے جو ایک اوقیہ چاندی کا مالک نہ ہو۔ یہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے۔ (۹۲) جو لوگ ایک اوقیہ چاندی کے مالک نہیں ہوتے، ان کی دو قسمیں ہیں:

⊙ فقراء: یہ ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ انہیں معتر (سوالی بن کر نہ آنے والے) کہا جاتا ہے۔

⊙ مساکین: یہ ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں۔ انہیں قانع (مانگ کر گزارہ کرنے والے) کہا جاتا ہے۔ (۹۳)

اگر کوئی شخص رہائش کے لیے مکان اور خدمت کے لیے خادم کا مالک ہو تو یہ بات اسے زکوٰۃ کے مستحق فقراء اور مساکین کے صف سے خارج نہیں کرے گی کیونکہ اس زمانے میں مکان اور خادم ایک شخص کی ان بنیادی ضرورتوں میں شامل تھے جن سے صرف نظر نہیں ہوسکتا تھا۔ حسن بصریؒ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو مکان اور خادم کا مالک ہو۔ آپ نے جواب دیا: ''اگر اسے ضرورت ہو تو زکوٰۃ لے لے۔ اس پر کوئی گناہ لازم نہیں ہوگا۔'' (۹۴)

۲۔ اگر کوئی شخص کسی کو فقیر سمجھ کر اپنی زکوٰۃ اسے دیدے اور پھر وہ غنی نکلے تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور دوبارہ زکوٰۃ نکالنا اس پر واجب نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو کسی کو اپنی زکوٰۃ اسے فقیر سمجھ کر دیدے اور پھر وہ غنی نکلے، فرمایا: ''اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔'' (۹۵) سفیان نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ اس شخص کے متعلق جو لاعلمی میں اپنی زکوٰۃ کسی مالدار یا مملوک کو دیدے اور بعد میں اسے پتہ چل جائے، فرمایا کرتے: ''وہ دوبارہ اپنی زکوٰۃ دے گا۔'' (۹۶) (دیکھئے مادہ خطا نمبر ۲ کا جز أ)

۳۔ حسن بصریؒ تنگ دست پر عائد شدہ قرض کی رقم کو زکوٰۃ میں شمار کر لینے کے جواز کے قائل تھے۔ آپ فرماتے: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص کسی تنگ دست پر عائد شدہ اپنا دین چھوڑ دے اور اسے زکوٰۃ میں شمار کرلے بشرطیکہ یہ دین قرض کی شکل میں ہو۔ اگر یہ دین بیع کے سلسلے میں ہو تو پھر شمار نہ کرے۔'' (۹۷)

د۔ صدقات پر مامور افراد: حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''صدقات کی وصولی پر مامور افراد میں سے ایک شخص کے لیے اس کی روٹی پانی اور سواری کا انتظام کیا جاتا تھا۔ اگر زکوٰۃ بکھری ہوئی ہوتی اور وہ اسے چل پھر کر جمع

کرتا، وہ مسلمانوں کے لیے یہ کام کر کے اللہ سے اجر کا طالب ہوتا۔"(۹۸) یعنی ایسا شخص اپنی دوڑ دھوپ کی کوئی اجرت وصول نہ کرے بلکہ اللہ سے اس کا اجر طلب کرے۔

ھ۔ وہ لوگ جن کی تالیف قلب مطلوب ہو:

۱۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "مؤلفۃ القلوب وہ لوگ ہیں جو اسلام میں داخل ہوں۔"(۹۹) اس سے زیادہ واضح آپ کا یہ قول ہے کہ: "مؤلفۃ القلوب وہ فقراء تھے جو حضور ﷺ کے پاس آ جاتے۔ پھر آپ انہیں زکوۃ کے مال میں سے دے دیتے اور ان کی خبر گیری کرتے۔ اس کے نتیجے میں وہ کہتے، اس دین کو ماننے والے اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ ہماری قوم سے بڑھ کر حسن سلوک کرتے ہیں۔"(۱۰۰) اور پھر وہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔

۲۔ مؤلفۃ القلوب کے لیے زکوۃ کے مال میں حصہ باقی رہنے کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق ان کا حصہ باقی ہے، ساقط نہیں ہوا۔(۱۰۱) اور دوسری روایت کے مطابق ساقط ہو گیا ہے۔ اب انہیں زکوۃ نہیں دی جائے گی۔(۱۰۲)

و۔ گردن چھڑانا: حسن بصریؒ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زکوۃ کے مال سے مکاتب غلاموں کی اعانت جائز ہے۔(۱۰۳) البتہ زکوۃ کے مال سے گردن چھڑانے یعنی غلام آزاد کرنے کے بارے میں آپ سے مروی روایت کے اندر اختلاف ہے کیونکہ عتق پر ولاء کا ترتب ہوتا ہے جس کا آزاد کرنے والا آقا آزاد کردہ غلام سے وارث بنتا ہے اور اس طرح آزاد کرنے والے آقا کو اپنی زکوۃ سے مادی فائدہ حاصل کرنے کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ سے مروی ایک روایت کے مطابق زکوۃ کے مال سے غلام آزاد نہیں کیا جائے گا۔(۱۰۴) دوسری روایت کے مطابق جو زیادہ صحیح ہے، زکوۃ کے مال سے غلام آزاد کرنا جائز ہے۔(۱۰۵) آپ نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک انسان اپنی زکوۃ سے کوئی جان (غلام) خرید کر کے اسے آزاد کر دے۔"(۱۰۶) ایسی صورت میں آزاد کردہ غلام کی حاصل ہونے والی ولاء کو بھی وہ گردن چھڑانے میں صرف کر دے۔"(۱۰۶ ب)

ز۔ راہ خدا: ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ "راہ خدا" کے مفہوم میں اس قدر توسع کرتے تھے کہ درج ذیل امور بھی اس میں شامل ہو جاتے۔

۱۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی: "راہ خدا" کے مفہوم میں شمولیت پر سب کا اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔(۱۰۷)

۲۔ حج: حسن بصریؒ نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں کہ زکوۃ کا مال کسی کو حج کرنے کے لیے دے دیا جائے۔"(۱۰۸)

۳۔ پلوں اور شاہراہوں کی تعمیر: حسن بصریؒ نے فرمایا: "تم پلوں کے سلسلے میں نیز راہداری ٹیکس یعنی دسویں حصے کے طور پر جو مال دو گے، وہ زکوۃ کی ادائیگی کر دینے والا مال ہو گا۔"(۱۰۹) نیز فرمایا: "تم پلوں اور

شاہراہوں کے سلسلے میں جو کچھ دو گے، وہ زکوٰۃ ادا کر دینے والا مال ہوگا۔'' (۱۱۰)

ح۔ قرض دار: اس سے مراد وہ شخص جس کا مال کسی چکر میں پھنس کر تباہ ہو گیا ہو اور اس کے نتیجے میں وہ مقروض بن گیا ہو۔ (۱۱۱)

ط۔ مسافر: اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی علاقے سے گزر رہا ہو اور اس کا سفر خرچ ختم ہو گیا ہو اور اس طرح وہ پھنس کر رہ گیا ہو۔ اس کے لیے زکوٰۃ کے اندر حق ہے۔ اسے اتنی رقم دے دی جائے گی جس کے ذریعے وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔ یہ رقم اس پر دین نہیں ہوگی خواہ وہ اپنے وطن میں امیر ہی کیوں نہ ہو۔ (۱۱۲)

زکاۃ الفطر (صدقۂ فطر، فطرانہ)

۱۔ تعریف: فطرانہ یہ ہے کہ عید الفطر کی نماز سے پہلے ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے عیال کے مسلمان افراد کی طرف سے ایک معلوم مقدار متعین مصارف کے اندر صرف کرے۔

۲۔ فطرانہ کن لوگوں پر واجب ہے؟: صدقۂ فطر ہر اس شخص پر واجب ہے، جس کے اندر درج ذیل شرائط موجود ہوں۔

أ۔ مسلمان ہونا: صدقۂ فطر کافر پر واجب نہیں ہوتا کیونکہ کافر اسلامی احکام کا مکلف نہیں ہوتا۔ اس لیے اس پر نہ تو روزہ واجب ہوگا اور نہ فطرانہ۔ بنابریں اگر ایک مسلمان کسی کافر غلام کا مالک ہو تو اس پر اس کافر غلام کا فطرانہ واجب نہیں ہوگا۔ (۱۱۳) حسن بصریؒ کا یہ قول آگے آئے گا کہ: ''صدقۂ فطر صرف اس پر ڈالا جائے گا جو روزہ رکھے اور نماز پڑھے'' جب کہ کافر پر نہ روزہ ہے نہ نماز۔

ب۔ بالغ ہونا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ صدقۂ فطر صرف اس شخص پر واجب ہوگا جو فرض روزہ رکھے۔ چنانچہ آپ فرماتے: ''صدقۂ فطر صرف اس پر ڈالا جائے گا جو نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔'' (۱۱۴) جب کہ نابالغ پر نہ روزہ ہے نہ نماز۔ آپ شاید حضور ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کرتے تھے کہ: ''صدقۂ فطر روزہ دار کے روزے میں واقع ہونے والی لغویات اور گندی باتوں سے اسے پاک کر دینے کا ذریعہ ہے۔'' (۱۱۵)
حسن بصریؒ سے ایک اور روایت ہے کہ صدقۂ فطر آزادوں پر واجب ہے، ان آزادوں پر جو روزے رکھیں اور ان پر بھی جو روزے نہ رکھیں۔ (۱۱۶) یہ روایت حسن بصریؒ سے مروی محفوظ روایت کے خلاف ہے۔

ج۔ آزاد ہونا:

مکاتب پر فطرانہ واجب ہے۔ وہ اسے اپنے مال سے نکالے گا۔ (۱۱۷)

غلام اور لونڈی پر بھی فطرانہ واجب ہے۔ اس کی ادائیگی ان کی طرف سے ان کا آقا درج ذیل شرائط کے تحت کرے گا۔ (۱۱۸)

غلام یا لونڈی مسلمان اور بالغ ہو۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔

غلاموں اور لونڈیوں کو بغرض تجارت نہ رکھا گیا ہو بلکہ خدمت یا غلہ یعنی کمائی کرنے کے لیے رکھا گیا ہو۔
سعید بن ابی عروبہ کہتے ہیں کہ میں نے مملوک کے بارے میں حسن بصریؒ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا:

"بیٹے! اگر مملوک بغرض تجارت ہوں تو ان میں زکوۃ واجب ہوگی اور اگر کمائی یا خدمت کے لیے ہوں تو ان میں ایک ایک صاع واجب ہوگا۔" (۱۱۹) یعنی فطرانہ۔

⊙ غلام ایک سے زائد افراد کے درمیان مشترک نہ ہو۔ دو افراد کے درمیان مشترک غلام کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: "ان دونوں پر غلام کا فطرانہ واجب نہیں ہوگا۔" (۱۲۰) اس لیے کہ دونوں میں سے کسی کو بھی غلام پر ولایت تامہ حاصل نہیں ہوگی۔

د۔ فطرانہ ادا کرنے کی قدرت: ہر اس شخص پر فطرانہ ادا کرنا واجب ہوگا جسے اس کی ادائیگی کی قدرت حاصل ہو خواہ وہ خود فطرانہ کیوں نہ لیتا ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "مسکین بھی فطرانہ دے گا خواہ اس نے فطرانہ لیا کیوں نہ ہو۔" (۱۲۱) نیز فرمایا: "اگر ایک شخص کو فطرانہ ملے اور اس کے پاس کئی صاع (گندم وغیرہ) جمع ہو جائیں تو وہ بھی صدقہ فطر دے گا۔" (۱۲۲)

ھ۔ شہر میں اقامت: صدقہ فطر کے وجوب کے لیے شہر یا دیہات میں رہائش پذیر ہونے کی شرط نہیں ہے بلکہ یہ شہریوں اور دیہاتیوں پر یکساں طور پر واجب ہوگا۔ (۱۲۳)

۳۔ فطرانہ کی مقدار: حسن بصریؒ پہلے اس بات کے قائل تھے کہ جو شخص روزہ رکھے، اس کی طرف سے ایک صاع خرما یا نصف صاع (تقریباً پونے دو سیر) گندم فطرانہ کے طور پر نکالا جائے گا۔ (۱۲۳ب) بعد میں آپ نے اس قول سے رجوع کر لیا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے رزق اور مال میں برکت اور وسعت فرمائی ہے۔ اس لیے ایک ایک صاع دیا کرو۔" (۱۲۴) اور پھر آپ کی رائے اسی بات پر قائم ہوگئی کہ طعام (اناج وغیرہ) کی نوع کے اندر ایک ایک صاع فطرانہ واجب ہوگا۔

۴۔ کن چیزوں کو بطور فطرانہ دینا درست ہے: فطرانہ گندم اور خرما سے نکالنا درست ہے۔ حسن بصریؒ نے رمضان کی زکوۃ (فطرانہ) کے بارے میں فرمایا: "جو شخص روزہ رکھے، وہ ایک صاع خرما یا ایک صاع گندم فطرانہ دے۔" (۱۲۵) زبیب یعنی منقیٰ (۱۲۶) سے نیز زیتون کے تیل سے فطرانہ نکالنا بھی درست ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "گندم اور زیتون کے تیل میں سے ہر ایک سے ایک ایک صاع واجب ہوگا۔" (۱۲۷) دودھ سے بھی فطرانہ نکالنا درست ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "بدوؤں پر صدقہ فطر ایک صاع دودھ ہے۔" (۱۲۸) نیز فرمایا: "اگر بدوی اور اعرابی ایک صاع دودھ صدقہ فطر میں دیدے تو فطرانے کی ادائیگی ہو جائے گی۔" (۱۲۹) نیز کسی بھی ایسی خوردنی چیز سے صدقہ فطر نکالنا درست ہوگا جسے لوگ غذا کے طور پر استعمال کرتے ہوں۔ حسن بصریؒ کے اس قول سے یہی مراد ہے کہ: "ہر قوم اپنے صاع میں صدقہ فطر ادا کرے گی۔" (۱۳۰) یعنی اس خوردنی چیز کا ایک صاع جسے وہ غذا کے طور پر استعمال کرتے ہوں۔ صدقہ فطر میں واجب ہونے والی چیز کی قیمت نقدی یعنی دراہم کی صورت میں دینا بھی درست ہے۔ بشرطیکہ نقدی دینا فقیر کے لیے زیادہ مفید ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر فطرانہ میں دراہم دے دیے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" (۱۳۱)

۵۔ فطرانہ نکالنے کا وقت: اصول تو یہ ہے کہ رمضان کے آخری روزے کے افطار کے بعد اور نماز عید سے پہلے فطرانہ ادا کیا جائے لیکن اگر فطرانے کا مصرف مل جائے تو اس کی ادائیگی میں ایک یا دو دنوں کی تعجیل جائز ہو گی۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ صدقہ فطر عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ادا کر دیا جائے۔ (۱۳۲)

زنا (بدکاری)

۱۔ تعریف: زنا کاری یہ ہے کہ ایک مکلّف شخص جو با اختیار ہو نیز اسے تحریم کا علم ہو، کسی ایسے زنانہ اندام میں جنسی عمل کرے جو ملکیت سے نیز ملکیت کے شبہ سے خالی ہو۔ یہ ایک حرام فعل ہے اور اس کے لیے اقدام کرنا جائز نہیں خواہ اقدام نہ کرنے کی صورت میں انسان جان سے کیوں نہ ہاتھ دھو بیٹھے۔ (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر۲ کا جز أ)

۲۔ زنا کار مرد اور زنا کار عورت: زانی یا زانیہ پر حد زنا جاری کرنے کے لیے ان کے اندر درج ذیل شرائط کا وجود ضروری ہے۔

أ۔ مکلّف ہونا: غیر مکلّف پر حد زنا جاری نہیں ہوگی۔ نابالغ نیز دیوانہ غیر مکلّف ہوتے ہیں بنا بریں بدکاری کے ارتکاب کی صورت میں ان پر حد زنا جاری نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی بالغ کسی نابالغہ کے ساتھ یا کوئی نابالغ کسی بالغہ کے ساتھ منہ کالا کرے تو بالغ یا بالغہ پر حد جاری ہوگی۔''(۱۳۳) اور جو ان میں سے نابالغ ہوگا، اسے اس کے اس قبیح فعل پر تعزیر کی جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی لڑکا کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کرے تو عورت کو کوڑے لگیں گے اور اسے سنگسار نہیں کیا جائے گا اور لڑکے کی تعزیر کی جائے گی۔''(۱۳۴)

ب۔ با اختیار ہونا: ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ بدکاری پر اکراہ کے اندر مرد اور عورت کے درمیان فرق کرتے تھے۔ آپ بدکاری پر عورت کو مجبور کرنے کا تصور رکھتے تھے اور اسی بنا پر اس سے حد ساقط کر دیتے تھے۔ آپ کا قول تھا کہ: ''زنا کاری پر مجبور کی جانے والی عورت پر کوئی حد زنا نہیں۔''(۱۳۵) لیکن مرد کو بدکاری پر مجبور کرنے کا تصور نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے کہ بدکاری کے لیے مرد کو انتصاب کی ضرورت ہوتی ہے یعنی قضیب کے تن جانے کی اور انتصاب شہوت کے بغیر نہیں ہوگا اور شہوت رغبت کے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔ بنا بریں آپ کی رائے تھی کہ اگر مرد کو بدکاری پر مجبور کیا جائے تو وہ بدکاری نہ کرے خواہ اس کے لیے اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا کیوں نہ پڑ جائے۔ اگر وہ اکراہ کے تحت بدکاری کرے گا تو گنہگار ہوگا اور اس پر حد کا اجرا لازم ہو جائے گا۔(۱۳۶)

ج۔ بدکاری کی تحریم کا علم: اگر کوئی مرد کسی حرام فرج میں جنسی فعل کرے جب کہ اسے معلوم نہ ہو کہ یہ فعل اس پر حرام ہے تو ایسی صورت میں اس پر حد زنا جاری نہیں ہوگی اور اگر اسے اس کا علم ہو تو اس پر حد جاری ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی محرم عورت کے ساتھ نکاح کرلے اور اسے تحریم کا علم ہو تو

اس پر حد جاری ہوگی۔''(۱۳۷) آپ نے اس مرد کے بارے میں جو نکاح کے بعد دخول سے پہلے اپنی منکوحہ کو ایک طلاق دیدے اور پھر یہ سوچ کر اس کے ساتھ ہمبستری کر لے کہ اسے رجوع کر لینے کا حق ہے، فرمایا: ''عورت کو مہر مل جائے گا اور دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی۔''(۱۳۸)

د۔ اس پر شرم گاہ کی تحریم: اگر اس پر شرم گاہ حرام ہو تو اس کے بعد خواہ عقد نکاح کے تحت اس کے اندر جنسی عمل کیا گیا ہو یا ملک یمین کے تحت، اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ ایک شخص پر حرام شرم گاہیں درج ذیل ہیں:

۱۔ اس کی محارم کی شرم گاہیں: جو شخص اپنی کسی محرم عورت کے ساتھ نکاح کر لے، اس پر حد زنا جاری ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی کسی محرم عورت کے ساتھ نکاح کر لے اور اسے اس کا علم ہو تو اس پر حد جاری ہوگی۔''(۱۳۹) آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی ہمشیرہ کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس پر زانی والی حد جاری ہوگی۔''(۱۴۰)

۲۔ ایسی لونڈی کی شرم گاہ جس پر اس کی ملکیت نہ ہو اور لونڈی کے مالک اور اس کے درمیان لونڈی کی شرم گاہ نفرت اور تنگی کا سبب ہو مثلاً اپنی بیوی کی لونڈی۔ حسن بصریؒ سے جب اس شخص کے متعلق پوچھا جاتا جو اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ ہمبستر ہو گیا ہو تو آپ یہ آیت تلاوت کر دیتے۔ ترجمہ درج ذیل ہے:
(جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملک یمین میں ہوں کہ ان پر (محفوظ نہ رکھنے میں) وہ قابل ملامت نہیں ہیں) اور فرماتے: ''اس پر حد زنا ہوگی۔''
(۱۴۱) اگر زانی نے لونڈی کو زنا کاری پر مجبور کیا ہو تو اس پر اس کا مہر مثل لازم ہوگا اور اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ اور اگر لونڈی نے اس فعل بد میں زانی کا بخوشی ساتھ دیا ہو تو زانی پر اس کا مہر مثل لازم ہوگا اور لونڈی اس کی ملکیت ہو جائے گی۔(۱۴۲) اگر لونڈی کسی ایسے شخص کی ملکیت ہو جس کے مالک اور ہمبستری کرنے والے کے درمیان مال کے اندر بندش نہ ہو بلکہ اس سلسلے میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردانہ سلوک ہو جیسے باپ دادا اور ماں نانی تو ایسی صورت میں لونڈی کے ساتھ ہمبستر ہونے میں اس پر حد جاری نہیں ہو گی۔ حسن بصریؒ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو اپنی ماں کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو آپ نے فرمایا: ''اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔'' دادا دادی اور نانا نانی کی لونڈی ماں اور باپ کی لونڈی کی طرح ہے۔(۱۴۳) (دیکھئے مادہ تسری نمبر۲ کا جزھ)

۳۔ ایسی لونڈی کی شرم گاہ جس پر اس کی کامل ملکیت نہ ہو مثلاً اس کے اور غیر کے درمیان مشترک لونڈی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر لونڈی دو مردوں کے درمیان مشترک ہو اور پھر ان میں سے ایک مرد اس کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اسے تعزیر کی جائے گی اور لونڈی کی قیمت اس پر ڈال دی جائے گی۔''(۱۴۴)

⊙ فی یعنی مال غنیمت کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری اگر فی کے اندر اس کا بھی حصہ ہو۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص فی کی لونڈی کے ساتھ اگر ہمبستری کر لے تو کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا: ''اگر فی کے

اندر اس کا بھی حصہ ہو تو اس کی تعزیر کی جائے گی اور لونڈی کی قیمت اس پر ڈال دی جائے گی۔"(۱۴۵)
(دیکھئے مادہ تسری نمبر۳ کا جزح)

⊙ مکاتب لونڈی کے ساتھ ہمبستری: اس لیے کہ مکاتب لونڈی کا بعض حصہ آزاد ہوتا ہے اور بعض اس کی ملکیت یمین میں ہوتا ہے جب کہ ہمبستری قابل تقسیم نہیں ہوتی۔ اس سے ابن حزم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اگر ایک شخص اپنی مکاتب لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو حسن بصریؒ اس پر حد واجب کرتے ہیں۔ (۱۴۶) حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے بلکہ ایسی صورت میں اسے مذکورہ لونڈی کو اس کا مہر مثل ادا کرنا ہوگا خواہ اس نے لونڈی کو اس فعل پر مجبور کیا ہو یا لونڈی نے اس فعل میں بخوشی اس کا ساتھ دیا ہو۔ یہ بات (مادہ تسری نمبر۲ کے جز ط) میں نیز (مادہ رق نمبر۳ کے جز داؤ) میں گزر چکی ہے۔

۴۔ لونڈی کا شادی شدہ ہونا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر لونڈی شادی شدہ نہ ہو تو زنا کاری کے ارتکاب کی صورت میں اس پر حد جاری نہیں ہوگی کیونکہ ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(جب یہ لونڈیاں قید نکاح میں آجائیں اور پھر بدکاری کریں تو انہیں اس سزا کا نصف دیا جائے گا جو خاندانی عورتوں (محصنات) کو ملتی ہے) یعنی جب لونڈیاں شادی کر لیں اور پھر بدکاری کی مرتکب ہوں تو آزاد عورتوں کو ملنے والی سزا کا نصف انہیں دیا جائے گا۔ (۱۴۷)

۵۔ زندہ ہونا: اگر کوئی شخص کسی مردہ عورت کے ساتھ ہمبستری کرے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ (۱۴۸)

ھ۔ ایسی لونڈی کے ساتھ ہمبستری جو اس کے لیے حلال قرار دی گئی ہو، حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ آقا کا اپنی لونڈی کی شرم گاہ کسی کے لیے حلال قرار دینا اسے اس لونڈی کی تملیک ہے۔ ایسی صورت میں اس شخص کو وہ تمام حقوق حاصل ہو جائیں گے جو لونڈی کے مالک کو حاصل تھے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک شخص کا اپنی لونڈی کو دوسرے شخص کے لیے حلال قرار دینا اسے اس لونڈی کی تملیک ہے۔ اگر لونڈی حاملہ ہو جائے تو پیدا ہونے والے بچے کو اس کے ساتھ ملحق کر دیا جائے گا۔''(۱۴۹)

و۔ مرہون لونڈی کے ساتھ ہمبستری: اگر کوئی شخص اپنی مرہون لونڈی کے ساتھ جو اس کے قبضے میں نہ ہو بلکہ مرتہن کے قبضے میں ہو، ہمبستری کر لے تو اس پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی اس لیے کہ اس نے اپنی مملوکہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کی تھی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنی لونڈی رہن رکھ دے اور پھر اس کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس پر حد زنا جاری نہیں ہوگی۔''(۱۵۰)

ز۔ ذمی کا کسی مسلمان عورت کے ساتھ بدکاری کرنا: حسن بصریؒ کے نزدیک اگر اہل ذمہ مسلمانوں کی عزت و آبرو پر دست درازی کریں تو ان کی یہ حرکت عہد ذمہ کو ختم کر کے ان کا خون حلال کر دے گی۔ آپ فرمایا کرتے: ''اگر کوئی ذمی کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا بالجبر کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔''(۱۵۱)

ح۔ ہم جنسیت: حسن بصریؒ ہم جنسیت یعنی لواطت کی سزا کو زنا کاری کی سزا کی طرح قرار دیتے تھے۔ اگر لوطی محصن ہو تو اسے سنگسار کر دیا جائے گا اور اگر غیر محصن ہو تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ (۱۵۲) آپ

سے ایک روایت یہی ہے۔ دوسری روایت کے مطابق لوطی کو سنگسار کر دیا جائے گا خواہ وہ محصن ہو یا غیر محصن۔ (۱۵۳)

ط۔ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنا: حسن بصریؒ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنے والے کی سزا زانی کی سزا کی طرح قرار دیتے تھے یعنی اگر وہ محصن ہو تو اسے رجم کر دیا جائے گا اور اگر غیر محصن ہو تو کوڑے لگیں گے کیونکہ اس نے ایک حرام فرج میں جنسی عمل کیا تھا۔ آپ نے جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنے والے نیز عمل قوم لوط (لواطت) کرنے والے کے بارے میں فرمایا: ''یہ بمنزلہ زانی ہے۔'' (۱۵۴)

ی۔ مشت زنی وغیرہ: حسن بصریؒ اس صورت میں مشت زنی (استمنا بالید) کے جواز کے قائل تھے جب انسان پر شہوت کا غلبہ محسوس ہو۔ قتادہ نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے استمنا بالید کرنے والے کے متعلق فرمایا: ''غزوات کے اندر لوگ اسی طرح کرتے تھے، اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (۱۵۵) اسی طرح عورت کے لیے جائز ہے کہ زنا کاری سے بچنے کے لیے وہ اپنی شرم گاہ میں کوئی چیز داخل کر کے استمنا کر لے یعنی اپنی شہوت کی آگ ٹھنڈی کر لے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے حسن بصریؒ سے اس شخص نے جس کی میں تصدیق کرتا ہوں، روایت کی ہے کہ آپ اس بات میں کوئی گناہ نہیں سمجھتے تھے کہ عورت اپنی شرم گاہ میں کوئی چیز داخل کر کے شہوت کی آگ ٹھنڈی کر لے اور اس طرح زنا کاری سے چھوٹ جائے۔ (۱۵۶)
(دیکھیے مادہ استمناء)

۳۔ زنا کاری کا اثبات:

أ۔ اگر زانی زنا کاری کا ایک دفعہ اقرار کر لے تو زنا کاری ثابت ہو کر اس پر حد واجب ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ زنا کاری کا اقرار کر لے تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ (۱۵۷)
(دیکھیے مادہ اقرار نمبر ۴ کا جز أ) چونکہ اقرار ایسی حجت ہے جو صرف اقرار کنندہ کی ذات تک محدود رہتی ہے، اس لیے یہ حجت اس کے سوا کسی اور پر لازم نہیں کی جائے گی۔ (دیکھیے مادہ اقرار نمبر ۴ کا جز ب) بنا بریں اگر ایک شخص غیر پر زنا کاری کا اقرار کرے تو اس غیر پر حد جاری نہیں ہو گی۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت نے ایک مرد کو پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ: ''اس نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ اس نے مجھے اس فعل پر مجبور کر دیا تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''اس عورت نے ایک مسلمان کو قذف کیا ہے۔ اس عورت پر حد قذف لازم ہو گئی۔'' (۱۵۸)

ب۔ زنا کاری گواہی کے ذریعے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے تاہم شرط یہ ہے کہ چار گواہوں سے کم نہ ہوں۔ زانیہ کا شوہر بھی ان گواہوں میں سے ایک ہو سکتا ہے۔ حسن بصریؒ سے کہا گیا کہ چار آدمیوں نے ایک عورت کے خلاف زنا کاری کی گواہی دی ہے۔ اس کا شوہر بھی ان میں شامل ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جب یہ چاروں اکٹھے آ جائیں تو گواہی کے اعتبار سے شوہر سب سے عمدہ ہو گا۔'' (۱۵۹) گواہوں کے لیے شرط یہ ہے کہ:

ا۔ وہ اکٹھے قاضی کی عدالت میں پیش ہوں۔ اگر وہ متفرق طور پر قاضی کی کئی نشستوں میں آ کر گواہی دیں تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ گزشتہ پیرے میں حسن بصریؒ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ: ''جب وہ چاروں اکٹھے آ جائیں۔۔۔۔''

۲۔ وہ عادل اور پسندیدہ ہوں۔ اگر وہ عادل نہ ہوں یعنی فاسق اور بدکردار ہوں یا ناپسندیدہ ہوں مثلاً اندھے ہوں تو ان کی گواہی سے زنا کا ثبوت نہیں ہوگا اور ان پر حد قذف بھی جاری نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر چار افراد کسی شخص کے خلاف زنا کاری کی گواہی دیں اور ان کی تعدیل نہ ہو یعنی انہیں عادل (صاحب کردار) نہ پایا جائے تو ان سے حد قذف ٹل جائے گی۔''(۱۶۰) اگر ولد زنا عادل اور پسندیدہ ہو تو زنا اور غیر زنا کے مقدمات میں اس کی گواہی قابل قبول ہوگی۔(۱۶۱)

۳۔ اگر گواہ طلاق کی گواہی دیں اور شوہر بیوی کے ساتھ ہمبستری کا اقرار کر لے تو یہ گواہی زنا کاری کی گواہی نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ گواہی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا رخ حرام ہمبستری کی طرف ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر چار افراد کسی شخص کے خلاف گواہی دیں کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہے اور شوہر اس سے انکاری ہو لیکن اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کا اقرار کر لے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی کیونکہ وہ مخاصم یعنی ایک فریق ہوگا۔''(۱۶۲)

ج۔ لعان کرنے سے گریز کرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر شوہر بیوی کے ساتھ لعان کر لے لیکن بیوی اس کے ساتھ لعان کرنے سے گریز کرے تو اس سے زنا کا ثبوت نہیں ہوگا۔ جب زنا کاری ثابت نہیں ہوگی تو بیوی پر حد زنا بھی جاری نہیں ہوگی۔''(۱۶۳)

د۔ پردۂ بکارت کا زائل ہو جانا: پردۂ بکارت کے زائل ہو جانے سے زنا ثابت نہیں ہوگا اس لیے کہ چھلانگ لگانے نیز حیض کی کثرت اور کھیل کود وغیرہ کی وجہ سے بھی پردۂ بکارت زائل ہو جاتا ہے۔(۱۶۴)

۴۔ زنا کاری پر مرتب ہونے والے اثرات:

اَ۔ حد: یہ وہ سزا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زانی پر عائد کر دیا ہے۔

ا۔ آزاد نیز محصن زانی کی سزا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر ایک آزاد نیز محصن (دیکھیے مادہ احصان) فرد کسی بالغ عورت کے ساتھ زنا کرے تو اسے پہلے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور پھر پتھر مار مار کر اسے ہلاک کر دیا جائے گا۔(۱۶۵) اگر وہ کسی نابالغ لڑکی کے ساتھ منہ کالا کرے تو صرف سو کوڑے لگانے پر اکتفا کیا جائے گا، سنگسار نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں لذت اندوزی مکمل طور پر نہیں ہوئی ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی مرد کسی بچی کے ساتھ منہ کالا کرے تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے، سنگسار نہیں کیا جائے گا۔ بچی کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور اگر کوئی لڑکا کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کرے تو عورت کو کوڑے لگائے جائیں گے، اسے سنگسار نہیں کیا جائے گا البتہ لڑکے کی تعزیر کی جائے گی۔''(۱۶۶)

۲۔ غیر محصن آزاد زانی کی سزا: آپ کی رائے تھی کہ اگر آزاد شخص زنا کاری کا ارتکاب کر لے اور وہ غیر محصن ہو

تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''غیر شادی شدہ اگر زنا کرے تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ اس حکم میں عورت اور مرد یکساں ہیں۔'' (۱۶۷)

۳۔ مملوک کی سزا: اگر غلام یا لونڈی زنا کریں تو ان میں سے ہر ایک کو پچاس کوڑے لگائے جائیں گے خواہ کنوارے ہوں یا کنوارے نہ ہوں۔ (۱۶۸) انہیں جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔ (۱۶۹) کیونکہ ان کی جلاوطنی کے نتیجے میں ان کے آقا کے حقوق متاثر ہوں گے۔

۴۔ کوڑے لگانے کی کیفیت: جرائم کے اندر کوڑوں کی ضربات کی شدت کے اعتبار سے جرائم کی ترتیب کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے تاہم روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ حد زنا میں لگنے والے کوڑوں کی ضرب سب سے زیادہ شدید ہوگی۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق زنا کی حد میں لگنے والے کوڑوں کی ضرب قذف کی حد میں لگنے والے کوڑوں کی ضرب سے زیادہ شدید ہوگی اور قذف کی حد میں لگنے والے کوڑوں کی ضرب شراب نوشی کی حد میں لگنے والے کوڑوں کی ضرب سے زیادہ شدید ہوگی۔ (۱۷۰) دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''زانی کو شرابی کی بہ نسبت زیادہ سخت کوڑے مارے جائیں گے اور شرابی کو قاذف کی بہ نسبت زیادہ سخت کوڑے لگیں گے۔'' (۱۷۱) تاہم پہلی روایت شاید زیادہ صحیح روایت ہے۔

۵۔ سزا معاف کر دینا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ آقا اگر اپنے غلام کی زنا کاری کا جرم معاف کر دے تو اس کی یہ معافی درست ہوگی۔ (۱۷۲)

ب۔ تعزیر: اگر کسی سبب سے زنا کار سے حد ساقط ہو جائے تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ ان اسباب میں سے ایک سبب ملکیت کے شبہ کا وجود ہے مثلاً کوئی شخص اپنے اور دوسرے شخص کے درمیان مشترک لونڈی سے ہمبستری کر لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک لونڈی دو افراد کے درمیان مشترک ہو اور ایک شریک اس کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس کی تعزیر کی جائے گی اور لونڈی کی قیمت اس پر ڈال دی جائے گی۔'' (۱۷۳) یا مثلاً کوئی شخص فی یعنی مال غنیمت کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے جب کہ فی کے اندر اس کا بھی حصہ ہو۔ ایسے ہی شخص کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر فی کے اندر اس کا بھی حصہ ہو تو اس کی تعزیر کی جائے گی اور لونڈی کی قیمت اس پر ڈال دی جائے گی۔'' (۱۷۴) (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جزج) ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ اگر نابالغ لڑکا کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کرلے تو اس کی تعزیر کی جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی لڑکا کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کر لے تو عورت کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اسے سنگسار نہیں کیا جائے گا اور لڑکے کی تعزیر کی جائے گی۔'' (۱۷۵)

ج۔ نکاح اور ہمبستری کی تحریم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ عورت پر اگر زنا کاری ثابت ہو جائے اور اس کے نتیجے میں اس پر حد جاری کر دی جائے تو اس کے ساتھ اسی جیسا مرد ہی نکاح کر سکے گا کیونکہ سورۂ نور آیت

نمبر۳ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:
(زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرکہ کے ساتھ اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک اور یہ اہل ایمان پر حرام کر دیا گیا ہے۔) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''زنا کے جرم کا سزا یافتہ مرد صرف اس جرم کی سزا یافتہ عورت کے ساتھ نکاح کرے۔''(۱۷۶) آپ نے فاجرہ یعنی بدکار عورت کے ساتھ نکاح کرنے والے شخص کے متعلق فرمایا: ''شہوت رانی کرنے والی نیز چوری چھپے یاری گانٹھنے والی عورت کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہوتی۔''(۱۷۷) اگر ایک عورت کا نکاح ہو جائے اور ہمبستری سے پہلے وہ کسی کے ساتھ منہ کالا کر لے تو اسے حد لگائی جائے گی اور میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے گی اور عورت کو مہر نہیں ملے گا۔(۱۷۷ب) اگر کوئی شخص کسی آزاد عورت کے ساتھ منہ کالا کرنے کے بعد اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تو حسن بصریؒ اس کے ساتھ نکاح کی اباحت کر دیتے۔ آپ نے ایسے ہی مرد کے بارے میں فرمایا: ''وہی مذکورہ عورت کا زیادہ حق دار ہے کیونکہ اس کے ساتھ اسے محبت ہے۔''(۱۷۸) اس کے متعلق یہ بھی فرمایا: ''مذکورہ عورت کے ساتھ اس کے نکاح میں کوئی حرج نہیں البتہ اگر عورت حاملہ ہو تو اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ اس شخص کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا۔''(۱۷۹) (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۳ کا جزد) اگر ایک شخص کسی لونڈی کے ساتھ منہ کالا کر کے اسے خرید لے تو اس کے ساتھ ہمبستری کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کسی لونڈی کے ساتھ منہ کالا کر لے اور پھر اسے خرید لے تو اس کے ساتھ ہمبستری کرنا ایک مکروہ فعل یعنی ناجائز ہوگا۔''(۱۸۰) (دیکھئے مادہ تسری نمبر۳ کا جزج) ان دونوں صورتوں میں فرق کی وجہ میری سمجھ میں یہ آتی ہے کہ آزاد عورت کی نیک نامی کی حفاظت کی خاطر اس کی پردہ پوشی مطلوب ہوتی ہے جب کہ لونڈی کے سلسلے میں یہ مطلوب نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ لونڈی کثرت سے اندر باہر آتی جاتی ہے اور بکاؤ مال کے طور پر کئی خریداروں کے ہاتھوں ہمبستری کے مراحل سے گزرتی ہے۔

د۔ علیحدگی اور ہمبستری کی تحریم: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کاری کرتے دیکھ لے تو اس پر اس کے ساتھ ہمبستری حرام ہو جائے گی۔ اسے اپنے پاس رکھنا بھی اس پر حرام ہو جائے گا اور اس سے علیحدگی اس پر لازم ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ لے، فرمایا: ''اگر بیوی اس کے پاس رہتے ہوئے منہ کالا کرے تو وہ اسے اپنے پاس نہ رکھے بلکہ اس سے علیحدگی اختیار کر لے۔''(۱۸۱) اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ لے تو اس کے ساتھ ہمبستری اس پر حرام ہو جائے گی۔ ایسی ہی لونڈی کے بارے میں جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ آیا آقا اس کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے؟ تو آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے فرمایا: ''ایسی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کوئی شرف اور عزت کی بات نہیں ہے۔''(۱۸۲)

ھ۔ مہر لوٹا دینا: اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ عقد نکاح کر لے اور دخول سے پہلے عورت اپنا منہ کالا کر لے تو اس پر حد جاری ہوگی اور نکاح فسخ ہو جائے گا اور اس نے مہر کی جو رقم لی ہوگی، اسے اپنے شوہر کو واپس کر

دے گی۔ (۱۸۳) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر عورت شوہر کے ساتھ ہمبستر ہونے سے پہلے زنا کی مرتکب ہو جائے تو اسے حد لگائی جائے گی اور میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی اور اسے کوئی مہر نہیں ملے گا۔'' (۱۸۴) کیونکہ علیحدگی کا سبب عورت کی طرف سے وجود میں آیا تھا نیز سورۂ نساء آیت نمبر ۱۹ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اور نہ یہ حلال ہے کہ تم انہیں تنگ کر کے اس مہر کا کچھ حصہ اڑا لینے کی کوشش کرو جو تم انہیں دے چکے ہو، ہاں اگر وہ کسی صریح بدچلنی کی مرتکب ہوں (تو ضرور تمہیں تنگ کرنے کا حق ہے۔)

و۔ تاوان: جس عورت کے ساتھ زنا کاری ہوئی ہو اور اگر وہ لونڈی ہو تو اس صورت میں حسن بصریؒ قیمت کے ذریعے اس کا تاوان واجب کرتے تھے۔ بنا بریں اگر کوئی شخص مشترک لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اسے تعزیر کی جائے گی اور لونڈی کی قیمت اس پر ڈال دی جائے گی۔ (۱۸۵) اور اگر کوئی اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو وہ اپنی بیوی کو اس کی مثل کا تاوان بھرے گا۔ (۱۸۶) اگر کوئی شخص فی یعنی مال غنیمت کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس کی قیمت اس پر ڈال دی جائے گی۔ (۱۸۷) اگر غلام کسی لونڈی کا پردہ بکارت زائل کر دے یعنی ہمبستری کر لے تو غلام پر مہر لازم ہو جائے گا۔ (۱۸۸)

اگر ایک آزاد عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا جائے تو زانی پر اس کا عقر یعنی مہر لازم ہو جائے گا۔ ایک عورت حسن بصریؒ کے پاس لائی گئی جس کے ساتھ ایک غلام نے زنا بالجبر کیا تھا۔ آپ نے عورت کے حق میں غلام کے ذمہ دوسو درہم کا مہر لازم کر دیا اور عورت کے لیے پولیس افسر کے نام رقعہ لکھ دیا۔ (۱۸۹) ایک غلام نے ایک بوڑھی آزاد عورت کے ساتھ زنا بالجبر کر لیا۔ حسن بصریؒ نے غلام کو پچاس کوڑے لگائے اور اس سے پچاس درہم عورت کے مہر کے طور پر بھروا لیے۔ (۱۹۰) ایک غلام نے ایک عورت کے ساتھ زنا بالجبر کر لیا۔ دونوں کا مقدمہ حسن بصریؒ کے سامنے پیش ہوا۔ ان دنوں آپ قاضی تھے۔ آپ نے غلام کو حد لگائی اور اسے مذکورہ عورت کے حوالے کر دینے کا فیصلہ سنایا۔ (۱۹۱) یہ حوالگی عورت کے مہر کے بالمقابل تھی۔ اگر کوئی شخص اپنی مکاتبہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس پر اس کا مہر لازم ہوگا۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کا جز واؤ) نیز (مادہ تسری نمبر ۲ کا جز ط)

ز۔ زوجین میں سے کسی ایک کا دوسرے کا وارث بننا جب کہ اس دوسرے کو سنگسار کر دیا گیا ہو۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جز ب کا جز ا)

ح۔ استبراء رحم: اگر زانی عورت نکاح کرنا چاہے تو اس پر اپنے رحم کا استبراء لازم ہوگا۔ حاملہ کا استبراء رحم وضع حمل کے ساتھ ہوگا۔ غیر حاملہ کا استبراء ایک حیض کے ساتھ ہوگا بشرطیکہ اسے حیض آتا ہو اور اگر حیض نہ آتا ہو تو وہ اپنا استبراء رحم تین ماہ گزارنے کی صورت میں کرے گی۔ حسن بصریؒ کی یہی رائے تھی۔ (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کا جز ج نیز نمبر ۳)

استبراء واجب ہوگا خواہ عورت کے ساتھ منہ کالا کرنے والا شخص اس کا شوہر کیوں نہ بن جائے اس لیے کہ

اگر وہ اس کے ساتھ اس کے نطفے سے حاملہ ہونے کی حالت میں نکاح کرے گا تو پیدا ہونے والا بچہ اس کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے اس مرد کے بارے میں جو کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کرنے کے بعد اس سے نکاح کر لے، فرمایا: ''اس نکاح میں کوئی حرج نہیں الا یہ کہ عورت حاملہ ہو۔ ایسی صورت میں پیدا ہونے والا بچہ اس مرد کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا۔'' (۱۹۲)

ط۔ اپنے شیر خوار بچے کو دودھ پلوانے کے لیے کسی زانیہ کو مرضعہ بنا لینے کا جواز۔ (دیکھیے مادہ رضاع نمبر۲)

ی۔ حرمت مصاہرت ثابت ہو جانا: حسن بصریؒ ان حضرات میں سے تھے جن کی رائے یہ تھی کہ حرام ہمبستری کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو حلال ہمبستری کی وجہ سے حرام بن جاتے ہیں۔ ان حضرات نے اپنے اس قول کے حق میں سورۂ نساء آیت نمبر۲۲ کے عموم سے استدلال کیا ہے جس میں ارشاد ہے (وَلَا تَنْكِحُوْا مَانَكَحَ آبَاؤُكُمْ۔ جن عورتوں کے ساتھ تمہارے آباء نے نکاح کیا ہو، ان کے ساتھ تم نکاح نہ کرو۔) ہمبستری بھی نکاح کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ (۱۹۳) بنا بریں جو شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کر لے، اس پر اس عورت کے اصول اور فروع (ماں، نانی، بیٹی، پوتی) حرام ہو جائیں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کر لے تو اس کے لیے اس عورت کی بیٹی یا اس کی ماں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا۔'' (۱۹۴) خواہ یہ زنا کاری بیوی کے ساتھ عقد نکاح سے پہلے یا عقد نکاح کے بعد وجود میں آئی ہو۔ اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ (۱۹۵) بنا بریں اگر کوئی شخص اپنی سالی کے ساتھ منہ کالا کر لے تو اس کے متعلق جو حکم ہوگا، اس کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ابن حزم نے آپ سے نقل کیا ہے کہ ایسی صورت میں زانی پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔ (۱۹۷) اس روایت کی وجہ استدلال یہ ہے کہ اس پر اس کی سالی کی حرمت موقت ہوتی ہے، ابدی نہیں ہوتی لیکن مذکورہ صورت کے اندر مرد کو کوئی خیار حاصل نہیں ہوگا کیونکہ یہاں ایک بہن کا مذکورہ مرد کے ساتھ رابطہ مستقل صورت میں تھا کیونکہ اس کے ساتھ اس کا نکاح مشروع طریقے سے ہوا تھا جب کہ دوسری بہن کے ساتھ اس مرد کا رابطہ گڑھے کے گر جانے والے کنارے پر ہوا تھا یعنی زنا کاری کے تحت۔ بنا بریں اس کی بیوی جس کے ساتھ اس کا نکاح مشروع طریقے سے ہوا تھا، زوجیت میں برقرار رہے گی اور اس کی دوسری بہن کو اٹھا کر پھینک دیا جائے گا۔

حسن بصریؒ سے مروی ایک اور روایت کے مطابق آپ کا قول ہے کہ: ''اگر کوئی شخص اپنی سالی کے ساتھ منہ کالا کر لے تو اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی۔'' (۱۹۸) اس روایت کی وجہ استدلال یہ ہے کہ جب شوہر نے اپنی سالی کے ساتھ زنا کا اقدام کیا تو اس کا یہ اقدام اپنی بیوی کو طلاق دینے کے مترادف ہوگا کیونکہ اس کے لیے یہ حلال ہی نہیں ہے کہ دو بہنوں کو ہمبستری میں یکجا کر لے خواہ یہ ہمبستری حلال ہو یا حرام۔

تاہم میں (صاحب کتاب) اس روایت کی توجیہ ایک اور طریقے سے کرتا ہوں، وہ یہ کہ میں اس روایت کو

پہلی روایت کا تتمہ سمجھتا ہوں' اس کی مناقض نہیں سمجھتا۔ ایسی صورت میں حسن بصریؒ کے نزدیک اس مسئلے کا حکم یہ ہوگا کہ اگر ایک شخص کے پاس اس کی بیوی ہو اور پھر وہ اپنی سالی کے ساتھ منہ کالا کرتا ہے تو اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی البتہ یہ بیوی اس پر اس وقت تک حرام رہے گی جب تک سالی کے ساتھ منہ کالا کرنے سے وہ باز نہ آ جائے اور توبہ کر کے سالی کا استبراء رحم نہ کر لے۔ اگر وہ باز آ جائے اور توبہ کر کے سالی کا استبراء رحم کر لے تو پھر بیوی کے ساتھ ہمبستری اس کے لیے حلال ہو جائے گی۔ اس بات کی وضاحت سعید بن منصور کی روایت نے کر دی ہے جس میں مذکور ہے: "اگر ایک شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کر لے اور ہمبستر بھی ہو جائے اور پھر اپنی سالی کے ساتھ منہ کالا کر لے تو اپنی بیوی کو ساتھ رکھے اور اس سے اس وقت تک ہمبستری نہ کرے جب تک دوسری (سالی) کا استبراء رحم نہ کر لے۔ جب وہ اس کا استبراء رحم کر لے گا تو اپنی بیوی کی طرف لوٹ آئے گا۔"(۱۹۹)

ک۔ نسب:

۱۔ ہم نے (مادہ زنا نمبر۲ کے جز ھ) میں کہا تھا کہ اگر ایک شخص اپنی لونڈی کسی کے لیے حلال قرار دیدے تو یہ اس کی طرف سے اسے اس لونڈی کی تملیک ہوگی۔ بنا بریں اگر اس ہمبستری کے نتیجے میں لونڈی کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوگا تو اس کا نسب ہمبستری کرنے والے کے ساتھ ملحق ہو جائے گا۔(۲۰۰)

۲۔ اگر کوئی شخص کسی ایسی اجنبی عورت کے ساتھ زنا کر لے جو عقد نکاح کے تحت اس کے لیے حلال ہو سکتی تھی اور پھر اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے اور پھر وہ اس عورت سے نکاح کر لے یا مرد پر حد زنا جاری ہو جائے تو ان صورتوں میں اس کے ساتھ بچے کا نسب اسی وقت ملحق ہوگا جب وہ اس کا الحاق کرے گا۔ الحاق کر لینے کی صورت میں مذکورہ نسب اس کے ساتھ ملحق ہو جائے گا۔(۲۰۱)

۳۔ اگر کوئی شخص ایسی عورت کے ساتھ ہمبستری کر لے جو عقد نکاح کے تحت بھی اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی تھی مثلاً اس کے باپ کی بیوی یا اس کی محارم میں سے کوئی محرم خاتون اور اس کی یہ ہمبستری نکاح کے عقد کے تحت ہوئی ہو یا اس کے بغیر اور پھر اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو یہ بچہ مذکورہ شخص کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا۔(۲۰۲) کیونکہ اس بچے کے نسب میں شرعی طور پر ایک محال صورت پیدا ہو جائے گی۔ وہ اس طرح کہ مذکورہ بچہ اس شخص کا بیک وقت بیٹا اور بھائی ہوگا اور یہ بات احکام شریعت کے رو سے محال ہے۔

ل۔ جس شخص پر حد زنا جاری ہو چکی ہو، اسے اگر کوئی قذف کرے تو قاذف پر حد قذف جاری ہونا واجب ہوگا۔ (دیکھئے مادہ احصان نمبر۲ کا جز ب)

زوج (شوہر)

- اپنی بیوی سے شوہر کی وراثت حاصل کرنے کی شرطیں۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر۵ کا جز ب)
- میراث کے اندر شوہر کے احوال۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر۱۰ کا جز د)
- شوہر کو اپنی بیوی کے خون بہا میں سے کوئی وراثت حاصل نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر۳ کے جز أ کا جز

۴)

- محصن بننے کے لیے شوہر کے اندر پائی جانے والی شرطیں۔(دیکھیے مادہ احصان نمبر۲ کا جز اُ)
- اگر شوہر اپنی سالی کے ساتھ بدکاری کر لے تو جب تک سالی کا استبراء رحم نہ کر لے، اس وقت تک اپنی بیوی سے ہمبستری کرنے سے باز رہے۔(دیکھیے مادہ استبراء نمبر۵ جز ب)
- شوہر کا اپنی بیوی سے ایلاء کرنا۔(دیکھیے مادہ ایلاء)
- سرکش بیوی کو شوہر کی تادیب۔(دیکھیے مادہ تادیب نمبر۲)
- شوہر کا اپنی بیوی کی لونڈی سے تسری نہ کرنا۔(دیکھیے مادہ تسری نمبر۲ کا جز واؤ)
- شوہر کے لیے قصاص معاف کرنے کے حق کا عدم ثبوت۔(دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر۵ کے جز اُ کا جز ۸)
- بیوی کے لیے خیار عتق کے ثبوت کے لیے شوہر کے غلام ہونے کی شرط۔(دیکھیے مادہ خیار نمبر۲ کا جز واؤ)
- رضاعت کے اندر دودھ کی نسبت شوہر کی طرف ہوتی ہے۔(دیکھیے مادہ رضاع نمبر۵)
- شوہر کی اپنی بیوی کے حق میں گواہی۔(دیکھیے مادہ شھادۃ نمبر۳ کا جز ز، ح، ط)
- بیوی کے خلاف اگر شوہر زنا کاری کی گواہی دے تو اس کی یہ گواہی قبول کر لی جائے گی۔(دیکھیے مادہ شھادۃ نمبر۳ کا جز ط کا جز۲) نیز (مادہ زنا نمبر۳ کا جز ب) نیز (مادہ حد نمبر۳ کے جز اُ کا جز۱)
- وفات شدہ بیوی کا جنازہ پڑھانے میں احقیت کے اندر شوہر کا نمبر۔(دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر۱۰ کا جز د)
- شوہر کا اپنی بیوی کو طلاق دینا۔(دیکھیے مادہ طلاق)
- شوہر کا اپنی بیوی سے ظہار کرنا۔(دیکھیے مادہ ظھار)
- شوہر کا اپنی بیوی کو قذف کرنا۔(دیکھیے مادہ قذف نمبر۳ کا جز ج)
- شوہر کا اپنی بیویوں کے لیے باری مقرر کرنا۔(دیکھیے مادہ قسمۃ نمبر۴)
- اپنی بیوی کی میت کو شوہر کا غسل دینا۔(دیکھیے مادہ موت نمبر۴ کے جز ب کا جز۵)
- اپنی وفات شدہ بیوی کو شوہر کا دفنانا۔(دیکھیے مادہ موت نمبر۸ کا جز د)
- شوہر پر اپنی بیوی کا خرچہ برداشت کرنے کا وجوب۔(دیکھیے مادہ نفقۃ نمبر۳ کا جز اُ)

زوجۃ (بیوی)

- محصنہ بننے کے لیے بیوی کے اندر پائی جانے والی شرطیں۔(دیکھیے مادہ احصان نمبر۲ کا جز اُ)
- اپنے شوہر سے وارث بننے کے لیے بیوی کے اندر پائی جانے والی شرطیں۔(دیکھیے مادہ ارث نمبر۳ کے جز اُ کا جز۴)
- میراث کے اندر بیوی کے احوال۔(دیکھیے مادہ ارث نمبر۱۰ کا جز ھ)
- فریضہ حج ادا کرنے کے لیے شوہر سے اجازت حاصل کرنا۔(دیکھیے مادہ استئذان نمبر۲ کا جز اُ) نیز (مادہ حج نمبر۴ کا جز ج)

- بیوی سے ایلاء کرنا۔ (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۳)
- بیوی کی سرکشی پر شوہر کی طرف سے اس کی تادیب۔ (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۲)
- شادی پر جب تک ایک سال نہ گزر جائے یا بچہ پیدا نہ ہو جائے، اس وقت تک بیوی کے لیے تبرع کرنے کا ثبوت نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۲ کا جز د) نیز (مادہ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)
- اگر شوہر اپنی بیوی کو کوئی چیز ہدیہ کے طور پر دے تو بیوی کی ملکیت میں اس چیز کے آنے کے لیے اس پر بیوی کا قبضہ شرط نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۳ کا جز ب) نیز (مادہ قبض نمبر ۴)
- بیوی کے لیے قصاص معاف کرنے کے حق کا عدم ثبوت۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز أ کا جز ۸)
- شادی شدہ لونڈی پر پردے کا وجوب۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۲)
- بیوی صرف اپنے شوہر کے سامنے بے پردہ ہو سکتی ہے کسی اور کے سامنے نہیں۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۱)
- بیوی اگر لونڈی ہو تو آزادی ملنے کے وقت اسے اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو اپنے شوہر کے ساتھ رہے اور چاہے تو اس سے علیحدہ ہو جائے۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جز ھ)
- بیوی کا اپنے شوہر سے خلع حاصل کر لینا۔ (دیکھئے مادہ خلع)
- اگر مکاتب غلام عقد مکاتبت کے اندر اپنی بیوی کو داخل نہ کرے تو شوہر کے آزاد ہونے پر بیوی آزاد نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کا جز ج)
- بیوی کی اپنے شوہر کے حق میں گواہی۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کے جز ز، ح، ط)
- بیوی کو طلاق دینے کا اختیار دے دینا۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جز ح) نیز (مادہ طلاق نمبر ۴ کے جز أ کا جز ۲)
- بیوی کو طلاق کی تملیک۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کے جز أ کا جز ۲)
- اگر شوہر بیوی کا مالک بن جائے تو یہ بات اس کی طلاق ہوگی۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز أ کا جز ۶)
- اگر بیوی شوہر کی مالک بن جائے تو یہ بات اس کی طلاق ہوگی۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۷ کا جز ک)
- شب باشی اور نفقہ کے اندر لونڈی بیوی کا حصہ آزاد بیوی کے حصے کا نصف ہوگا۔ (دیکھئے مادہ قسمۃ نمبر ۴ کا جز د)
- اگر شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو شوہر کے ساتھ بیوی کا لعان کرنا۔ (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۲ کا جز ج)
- بیوی کا اپنے شوہر کی میت کو غسل دینا۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۵)
- شوہر پر بیوی کے نفقہ کا وجوب۔ (دیکھئے مادہ نفقۃ نمبر ۳ کا جز أ)
- عورت کا نکاح کر لینا اور اس نکاح کے احکام۔ (دیکھئے مادہ نکاح)

زیادۃ (اضافہ)

- خیار عیب کے اندر مشتری کے ہاں حاصل شدہ اضافوں کو اصل کے ساتھ واپس نہیں کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر۲ کے جز ب کا جز۲)
- زائد دانت پر کی گئی جنایت۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۵ کے جز ب کے جز۲ کا جز ج)
- نماز کے اندر زائد فعل جو نماز کی جنس سے ہو (دیکھئے مادہ سجود السھو نمبر۳ کا جز د)
- قرض میں مشروط اضافہ سود ہے۔ (دیکھئے مادہ ربا نمبر۳)

زینۃ (بناؤ سنگھار)

۱۔ تعریف: اصل پر کچھ اشیاء اضافہ کر کے یا اس میں کچھ اشیاء کم کر کے بناؤ سنگھار کرنا زینت کا عمل کہلاتا ہے۔

۲۔ عورت کے لیے کس قسم کے بناؤ سنگھار کا اظہار جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر۳ کے جز ب کا جز۳)

- محرم کے لیے حالت احرام میں زیب و زینت کی خاطر سرمہ لگانے کی ممانعت۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۸ کا جز ز)
- حج یا عمرے کا احرام باندھنے والی عورت کون سے زیورات ظاہر کر سکتی ہے؟ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۸ کا جز ط) نیز (مادہ حلی نمبر۲)
- طلاق رجعی پانے والی عورت طلاق دینے والے اپنے شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرے گی۔ اس کے سامنے سر سے دوپٹہ نہیں اتارے گی۔ (۲۰۳)
- محرم کے لیے زیب و زینت کی خاطر تیل لگانے کا جواز۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۲)
- اگر ابرو کے بال بڑھ جائیں تو انہیں کتر لینا جائز ہے۔ (۲۰۴)
- حسن بصریؒ اپنی داڑھی کچھ عرصے تک زرد کرتے رہے پھر ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ (۲۰۵)
- عورت کے لیے اپنا سر مونڈ لینا جائز نہیں کیونکہ یہ مثلہ ہے۔ (۲۰۶) اور مثلہ کرنے کی ممانعت ہے۔
- عورت کے لیے اپنے بالوں کے ساتھ اون وغیرہ جوڑ لینا مکروہ ہے۔ (۲۰۷) کیونکہ اس کے اندر فریب کاری کا پہلو ہے۔ (دیکھئے مادہ شعر نمبر۲)
- فروخت کے لیے لونڈی کا جو بناؤ سنگھار کیا جائے، وہ بھی لونڈی کے ساتھ بیع میں داخل ہوگا۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کے جز ی کا جز۱)
- میت کی تزئین و آرائش۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر۳)
- وشم (ہاتھ میں گودنے) کی نیز مصنوعی حسن پیدا کرنے کے لیے اس قسم کے دیگر کاموں کی ممانعت۔ (۲۰۸)

حرف الزاء میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) الاموال لابی عبید ص ۹۱
(۲) المغنی ج ۲ ص ۶۲۲، المجموع ج ۵ ص ۲۹۹
(۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۴، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۷۲۷، عبدالرزاق ج ۴ ص ۶۹
(۴) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۸۲۸، عبدالرزاق ج ۴ ص ۶۹
(۵) ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۵۱، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۸۳۰
(۶) المحلی ج ۵ ص ۲۰۳
(۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۵ ب
(۸) المحلی ج ۵ ص ۲۰۵
(۹) المغنی ج ۲ ص ۶۸۳، المحلی ج ۵ ص ۳۰۵
(۱۰) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۴، المحلی ج ۶ ص ۹۱ ج ۹ ص ۳۳۹
(۱۱) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۳
(۱۲) الاموال لابی عبید ص ۴۶۹، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۹۰۰، خراج یحیٰی ص ۱۴۹، تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۱۰۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۷ ب، المحلی ج ۵ ص ۲۲۱، المغنی ج ۲ ص ۶۹۱، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۲۷
(۱۳) الاموال لابی عبید ص ۴۳۱، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۷۱۴، المغنی ج ۳ ص ۴۶، المحلی ج ۶ ص ۱۰۰
(۱۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۱
(۱۵) الاموال لابی عبید ص ۴۳۱، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۷۲۶، المغنی ج ۳ ص ۴۷
(۱۶) عبدالرزاق ج ۷ ص ۷۹، الاموال لابی عبید ص ۴۱۶، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۶۳۰، ۱۶۴۸، ۱۶۵۰، شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۹
(۱۷) المغنی ج ۲ ص ۶۰۲، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۲۴، المجموع ج ۵ ص ۳۳۸، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۳
(۱۸) الاموال لابی عبید ص ۳۸۹، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۵۱۴
(۱۹) المغنی ج ۳ ص ۴۱، ۴۲
(۲۰) خراج یحیٰی بن آدم ص ۱۶۴
(۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸ ب
(۲۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۹
(۲۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۵
(۲۴) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۳۷۷، احکام القرآن ج ۳ ص ۹

(۲۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۴

(۲۶) الاموال لابی عبید ص ۵۹۰

(۲۷) حوالہ درج بالا نیز الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۱۱، المحلی ج ۶ ص ۹۶، المغنی ج ۲ ص ۶۳۳

(۲۸) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۱۰، عبدالرزاق ج ۴ ص ۸۷، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۴، المحلی ج ۶ ص ۸۵، المغنی ج ۲ ص ۶۳۰

(۲۹) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۱۸

(۳۰) شرح السنۃ ج ۶ ص ۳۲، المغنی ج ۲ ص ۶۳۰

(۳۱) الاموال لابی عبید ص ۷۷۳، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۴۴۶، ۱۴۸۱

(۳۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۲، المجموع ج ۶ ص ۱۸، المغنی ج ۳ ص ۳ نیز ص ۶

(۳۳) عبدالرزاق ج ۴ ص ۹۰

(۳۴) چاندی کے درہم کا وزن ۲٫۹۷۶ گرام ہوتا ہے۔ دیکھیے معجم لغۃ الفقھاء مادہ (مقادیر)

(۳۵) عبدالرزاق ج ۴ ص ۸۹، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۱ ب، آثار ابی یوسف نمبر ۴۵۰، الاموال لابی عبید ص ۴۲۲، المحلی ج ۶ ص ۵۹، ۶۰، تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۴۷، المجموع ج ۶ ص ۱۷

(۳۶) ایک مثقال سونے کا وزن ۴٫۲۴ گرام ہوتا ہے۔

(۳۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۱ ب، المحلی ج ۶ ص ۷۳، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۸۷، المغنی ج ۳ ص ۴، الاجماع ص ۴۸

(۳۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۱ ب، المحلی ج ۶ ص ۶۹

(۳۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۷ ب، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۶۸۹، ۱۷۰۰، الاموال لابن ابی عبید ص ۴۲۶، المغنی ج ۳ ص ۲۹، المجموع ج ۶ ص ۴۴

(۴۰) ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱۸، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۶۷۰

(۴۱) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۰۳۰

(۴۲) تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۱۰۲

(۴۳) وسق ایسا پیمانہ ہے جس میں جمہور کے نزدیک ۱۶۴٫۸۸ لیٹر کی گنجائش ہوتی ہے اور اس کا وزن گندم کے ۱۳۰٫۳۲ کلوگرام کے برابر ہوتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس کی گنجائش ۲۰۱٫۲۷ لیٹر اور اس کا وزن ۱۹۲٫۶۹۰ کلوگرام ہوتا ہے۔ (دیکھیے: ''معجم لغۃ الفقھاء'' مادہ (مقادیر)

(۴۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۳ ب، الاموال لابن ابی عبید ص ۴۸۰، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۹۰۵، ۱۹۲۰، المغنی ج ۴ ص ۶۹۵

(۴۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴۰ ب، المغنی ج ۲ ص ۷۳۱، المجموع ج ۵ ص ۴۷۸

(۴۶) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۳۷۷، احکام القرآن ج ۳ ص ۹

(۴۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۴، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۷۵، المجموع ج ۵ ص ۴۸۵

(۴۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۴، احکام القرآن ج ۳ ص ۹

(۴۹) المغنی ج ۲ ص ۴۰۷

(۵۰) الاموال لابی عبید ص ۳۸۹، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۳

(۵۱) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۳، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۴۴، المجموع ج ۵ ص ۳۸۵

(۵۲) الاموال لابی عبید ص ۳۸۵، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۰ ب

(۵۳) الاموال لابی عبید ص ۳۷۹، المحلی ج ۶ ص ۵، الاعتبار ص ۱۳۳، المغنی ج ۲ ص ۵۹۲، تہذیب الآثار ج ۴ ص ۲۱۸

(۵۴) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۸۸۴، الاموال لابی عبید ص ۴۶۶، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۴ ب، المجموع ج ۵ ص ۳۰۷

(۵۵) المحلی ج ۵ ص ۲۲۹

(۵۶) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۴۲۹، ۲۴۳۰، ۲۴۳۲

(۵۷) المحلی ج ۶ ص ۹۱، ج ۹ ص ۳۳۹، عبدالرزاق ج ۴ ص ۵۰

(۵۸) عبدالرزاق ج ۴ ص ۵۰، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۳۰

(۵۹) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۷ ب، المحلی ج ۵ ص ۲۶۴، الاموال لابی عبید ص ۶۰۱، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۲۱

(۶۰) الاموال لابی عبید ص ۶۰۱

(۶۱) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۰ ب، کشف الغمۃ ج اص ۱۸۴

(۶۲) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۷

(۶۳) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۶

(۶۴) المغنی ج ۲ ص ۶۵۱

(۶۵) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۵۹۰

(۶۶) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۶۸

(۶۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۰ ب

(۶۸) البخاری فی الزکوٰۃ باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء، مسلم فی الایمان باب الدعاء الی الشہادتین۔

(۶۹) الاموال لابی عبید ص ۵۹۴، المغنی ج ۲ ص ۶۷۲

(۷۰) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۶

(۷۱) الاموال لابی عبید ص ۵۷۳

(۷۲) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۲۲

(۷۳) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۵، الاموال لابی عبید ص ۵۵۲

(۷۴) الاموال لابن زنجویہ ۲۲۵۶، المغنی ج ۲ ص ۶۲۷

(۷۵) المغنی ج ۲ ص ۶۰۷، تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۱۰۵

(۷۶) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۵، ج ۳ ص ۲۸ ب، المحلی ج ۱۱ ص ۱۶۵، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۱۴۵ (اس کتاب میں لفظ قضاء کی بجائے لفظ صوم ہے۔)

(۷۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۶، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۳۱۲

(۷۸) المحلی ج ۶ ص ۱۴۵، المغنی ج ۲ ص ۶۴۲

(۷۹) عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۸

(۸۰) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۱۶۵

(۸۱) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۱۶۴، الاموال لابی عبید ص ۵۷۲

(۸۲) المغنی ج ۲ ص ۶۶۸، المجموع ج ۶ ص ۱۹۲، شرح السنۃ ج ۶ ص ۹۷

(۸۳) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۷، عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۱۳

(۸۴) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۸۶، الاموال لابی عبید ص ۶۱۱

(۸۵) عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۱۳، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۸۳

(۸۶) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۱۸۸، ۲۲۰۳، شرح السنۃ ج ۶ ص ۹۴، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۷

(۸۷) المغنی ج ۶ ص ۴۳۱

(۸۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۸، الاموال لابی عبید ص ۵۸۳

(۸۹) الاموال لابی عبید ص ۵۸۲، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۱۸۳، ۲۱۸۴

(۹۰) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۱۸۷

(۹۱) عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۱۲، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۱۷۷

(۹۲) یہ ۱۹ اگرام چاندی کے مساوی ہے۔

(۹۳) الاموال لابی عبید ص ۶۰۴، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۰۴۳، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۶۴، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۲۲

(۹۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۷، عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۱۱، الاموال لابی عبید ص ۵۵۶، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۶۰، ۲۲۶۵، المحلی ج ۶ ص ۱۵۵، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۲۹

(۹۵) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۸، الاموال لابی عبید ص ۶۰۱، شرح السنۃ ج ۶ ص ۸۳، المغنی ج ۲ ص ۶۶۷

(۹۶) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۹۹

(۹۷) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۴۷۱، الاموال لابی عبید ص ۴۳۶، المجموع ج ۶ ص ۲۲۳

(۹۸) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۰۴۳

(۹۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴۱، الاموال لابی عبید ص ۶۰۶

(۱۰۰) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۰۴۳

(۱۰۱) شرح السنۃ ج ۶ ص ۹۳، المغنی ج ۲ ص ۶۶۲

(۱۰۲) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۰۴۳ تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۱۸۱

(۱۰۳) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۶۵

(۱۰۴) حوالہ درج بالا۔

(۱۰۵) حوالہ درج بالا نیز تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۱۸۳، المغنی ج ۶ ص ۴۳۰، المجموع ج ۶ ص ۲۱۱

(۱۰۶) الاموال لابی عبید ص ۶۰۷، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۰۲

(۱۰۶ب) المغنی ج ۶ ص ۴۳۲۔

(۱۰۷) شرح السنۃ ج ۶ ص ۹۶۔

(۱۰۸) حوالہ درج بالا نیز ص ۹۴

(۱۰۹) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۳۰۸

(۱۱۰) الاموال لابی عبید ص ۵۷۴، المغنی ج ۲ ص ۶۶۷، ج ۶ ص ۴۲۰

(۱۱۱) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۰۴۳

(۱۱۲) حوالہ درج بالا۔

(۱۱۳) شرح السنۃ ج ۶ ص ۷۲، المجموع ج ۶ ص ۱۰۶، ۱۳۵

(۱۱۴) عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۱۸، ۳۲۴، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۴۱۴، ۲۴۱۵، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۱۰۲، المجموع ج ۶ ص ۱۳۴، نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۵۱

(۱۱۵) ابوداؤد فی الزکوۃ باب زکوۃ الفطر، ابن ماجہ باب صدقۃ الفطر

(۱۱۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۶ ب

(۱۱۷) حوالہ درج بالا نیز المحلی ج ۶ ص ۱۳۷

(۱۱۸) المغنی ج ۳ ص ۵۶

(۱۱۹) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۴۲۹، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۴ ب

(۱۲۰) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۴۳۸، المغنی ج ۳ ص ۷۷، المجموع ج ۶ ص ۱۳۵

(۱۲۱) عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۲۶، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۴۵۹

(۱۲۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴۰ ب

(۱۲۳) المحلی ج ۶ ص ۱۳۱، المغنی ج ۳ ص ۶۰

(۱۲۳ب) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۴۱۴، ۲۴۱۵
(۱۲۴) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۴۱۵، المغنی ج ۳ ص ۵۷، شرح السنۃ ج ۶ ص ۴۷
(۱۲۵) سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۶۸
(۱۲۶) المجموع ج ۶ ص ۱۳۷
(۱۲۷) نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۳۷
(۱۲۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۹
(۱۲۹) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۴۴۷، المغنی ج ۳ ص ۶۱
(۱۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۶ ب
(۱۳۱) حوالہ درج بالا، المغنی ج ۳ ص ۶۵
(۱۳۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۱
(۱۳۳) عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۳۹
(۱۳۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷
(۱۳۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸، خراج ابی یوسف ص ۱۹۹
(۱۳۶) تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۱۸۳
(۱۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵، المحلی ج ۱۱ ص ۲۵۳
(۱۳۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۵ ب، الاشراف ج ۴ ص ۳۰۷
(۱۳۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵، المحلی ج ۱۱ ص ۲۵۳، ۲۵۴، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۳۰۵، المغنی ج ۸ ص ۱۸۳
(۱۴۰) تہذیب الآثار ج ۲ ص ۱۴۶
(۱۴۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۹ ب
(۱۴۲) المغنی ج ۸ ص ۱۸۶
(۱۴۳) خراج ابی یوسف ص ۲۱۱، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۰
(۱۴۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۹ ب
(۱۴۵) حوالہ درج بالا۔
(۱۴۶) المحلی ج ۹ ص ۲۳۷
(۱۴۷) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۴۳
(۱۴۸) المغنی ج ۸ ص ۱۸۱
(۱۴۹) عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۱۵، ۲۱۷، المحلی ج ۱۱ ص ۲۵۸
(۱۵۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵
(۱۵۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۴ ب،
(۱۵۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷، ۱۳۹ ب، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۹، المحلی ج ۱۱ ص ۳۸۲، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۳۰۹

(۱۵۳) المحلی ج ۱۱ص ۳۸۲، احکام القرآن ج ۳ص ۲۶۲،

(۱۵۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۹ ب، ۱۲۹ ب، سنن بیہقی ج ۸ص ۲۳۹ تفسیر قرطبی ج ۷ص ۲۴۵، تہذیب الآ ثار ج ۲ص ۱۴۰، المحلی ج ۱۱ص ۳۸۶، شرح السنۃ ج ۱۰ص ۳۱۰، المغنی ج ۸ص ۱۸۹

(۱۵۵) المحلی ج ۱۱ص ۳۹۳

(۱۵۶) المحلی ج ۱۱ص ۳۹۰

(۱۵۷) شرح السنۃ ج ۱۰ص ۲۸۱، المغنی ج ۸ص ۱۹۱، نیل الاوطار ج ۷ص ۲۶۲

(۱۵۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۵،

(۱۵۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۲، المحلی ج ۹ص ۴۰۱، ج ۱۱ص ۲۱۲، احکام القرآن ج ۳ص ۲۹۵، المغنی ج ۹ص ۱۴۹، الاشراف ج ۴ص ۲۷۳

(۱۶۰) المحلی ج ۹ص ۴۳۰، تفسیر قرطبی ج ۱۳ص ۱۷۷، المغنی ج ۸ص ۲۰۳، ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۵

(۱۶۱) المغنی ج ۹ص ۱۹۶

(۱۶۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۹۔

(۱۶۳) المغنی ج ۷ص ۴۴۴

(۱۶۴) المغنی ج ۶ص ۵۲۶

(۱۶۵) المحلی ج ۱۱ص ۲۳۴، تفسیر قرطبی ج ۵ص ۸۷، ج ۱۳ص ۱۶۰، شرح السنۃ ج ۱۰ص ۲۷۶، المغنی ج ۸ص ۱۶۰

(۱۶۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۷

(۱۶۷) عبدالرزاق ج ۷ص ۳۱۰، المحلی ج ۱۱ص ۲۳۴، تفسیر قرطبی ج ۵ص ۹۵

(۱۶۸) المغنی ج ۸ص ۱۷۴

(۱۶۹) المغنی ج ۸ص ۱۷۵

(۱۷۰) عبدالرزاق ج ۷ص ۳۶۸، احکام القرآن ج ۳ص ۲۵۹

(۱۷۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۳۰، ۱۳۲

(۱۷۲) المغنی ج ۸ص ۱۷۶

(۱۷۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۹ ب

(۱۷۴) حوالہ درج بالا۔

(۱۷۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۷

(۱۷۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۲۲۱ تفسیر قرطبی ج ۱۳ص ۱۶۸

(۱۷۷) سنن سعید ج ۳ص ۱/۲۰۲

(۱۷۷ب) سنن سعید ج ۳ص ۱/۲۱۲، ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۲۰ تفسیر قرطبی ج ۵ص ۹۵، الاشراف ج ۴ص ۱۰۴

(۱۷۸) عبدالرزاق ج ۷ص ۲۰۶

(۱۷۹) سنن دارمی ج ۲ص ۳۸۹، المغنی ج ۶ص ۳۰۳ تفسیر قرطبی ج ۳ص ۱۹۴

(۱۸۰) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۵۵، ۱۶
(۱۸۱) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۰۲، المحلی ج ۹ ص ۴۷۸، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۰۹، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۱۳
(۱۸۲) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۱۳، المحلی ج ۹ ص ۴۷۸، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۰۹
(۱۸۳) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۹۵
(۱۸۴) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۱۲، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۲۰ ب
(۱۸۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۹
(۱۸۶) المغنی ج ۸ ص ۱۸۶
(۱۸۷) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۹ ب
(۱۸۸) عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۱۰
(۱۸۹) اخبار القضاۃ ج ۲ ص ۱۰
(۱۹۰) حوالہ درج بالا۔
(۱۹۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸، خراج ابی یوسف ص ۱۹۹
(۱۹۲) سنن دارمی ج ۲ ص ۳۸۹
(۱۹۳) المغنی ج ۶ ص ۵۷۶، شرح السنۃ ج ۹ ص ۶۸
(۱۹۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۳۳ ب، عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۹۹، المحلی ج ۱۰ اص ۱۱۶، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۱۴
(۱۹۵) احکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۳
(۱۹۶) الاشراف ج ۴ ص ۱۰۱
(۱۹۷) المحلی ج ۱۰ اص ۱۱۶
(۱۹۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۱۳
(۱۹۹) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۲۹
(۲۰۰) عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۱۵، ۲۱۷، المحلی ج ۱۱ اص ۲۵۸
(۲۰۱) المغنی ج ۶ ص ۲۶۶، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۸۹
(۲۰۲) المحلی ج ۱۱ اص ۲۵۳
(۲۰۳) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۵۲ ب، الاشراف ج ۴ ص ۲۹۷
(۲۰۴) المجموع ج اص ۳۴۹
(۲۰۵) شرح السنۃ ج ۱۲ اص ۹۳
(۲۰۶) المغنی ج اص ۹۰
(۲۰۷) عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۴۴
(۲۰۸) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۹۲

حرف السین

سائمۃ (چرنے والے مویشی)

سائمہ ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو سال کا اکثر حصہ بغیر کسی کلفت کے چرتے رہیں۔

مویشیوں کی زکوٰۃ کے وجوب کے لیے ان کے سائمہ ہونے کی شرط۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۴ نیز جز ۳ کے جز واؤ کا جز ۲)

سؤر (جھوٹا پانی)

۱۔ تعریف: انسان یا جانور کے جھوٹے پانی کو سؤر کہا جاتا ہے۔

۲۔ جھوٹے پانی کا پاک ہونا:

أ۔ انسان کا جھوٹا پانی: حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ انسان کا جھوٹا پانی نہ صرف پاک ہے بلکہ اس کے اندر پاک کرنے کی بھی صلاحیت ہوتی ہے خواہ یہ مرد کا جھوٹا پانی ہو یا عورت کا۔ آپ نے فرمایا: ''عورت کے جھوٹے پانی میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا تھا۔''(۱) نیز عورت خواہ پاک ہو یا حائضہ ہو۔ مسلم بن ابی الذیال کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آیا کوئی شخص حائضہ عورت کے جھوٹے پانی سے وضو کر سکتا ہے؟ آپ نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔(۲) (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۴ کا جز ب)

ب۔ جانور کا جھوٹا پانی:

۱۔ خنزیر کے جھوٹے پانی کے ناپاک ہونے پر حسن بصریؒ سے مروی روایات کا اتفاق ہے۔(۳) کتے کے جھوٹے پانی کی نجاست پر بھی روایات کا اتفاق ہے۔ یہاں تک کہ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو آٹھ مرتبہ دھونا واجب ہے۔ جس میں ایک مرتبہ مٹی کے ذریعے بھی دھونا ہے۔(۴)

۲۔ بلی، گدھے اور مرغی کے جھوٹے پانی کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ سے اس برتن کے بارے میں پوچھا گیا جس میں بلا منہ ڈال دے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے ایک دفعہ دھویا جائے۔(۵) اشعث نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے گدھے کے جھوٹے پانی کو مکروہ قرار دیا ہے۔(۶) آپ سے پوچھا گیا کہ اگر مرغی کسی برتن کا پانی پی لے تو کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ اس پانی سے تمہارا وضو کرنا مکروہ ہوگا۔(۷) ایک اور روایت کے مطابق آپ بلے کے جھوٹے پانی میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔(۸) اسی طرح گدھے اور خچر کے جھوٹے پانی میں بھی۔(۹) یہی روایت شاید زیادہ صحیح ہے۔ اس کی وضاحت اگلے پیرے میں ہوگی۔

۳۔ دیگر تمام جانوروں کا جھوٹا پانی خواہ وہ درندے ہوں یا پرندے، طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جانوروں کے جھوٹے پانی میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''(۱۰) مکہ کے راستے پر واقع حوضوں کے بارے میں جہاں گدھے اور درندے آ کر پانی پیتے تھے، جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۱۱) آپ گھوڑے کے جھوٹے پانی میں بھی کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے۔ (۱۲)

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ اس سے اس روایت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے جس میں گدھے اور مرغی وغیرہ کے جھوٹے پانی کے پاک ہونے کا ذکر ہے۔ اگرچہ اولیٰ بات یہ ہے کہ کوئی اور پانی ملنے کی صورت میں مذکورہ جھوٹے پانی کے استعمال سے پرہیز کیا جائے کیونکہ مذکورہ پانی کے بارے میں سلف کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ گدھے کے جھوٹے پانی کے بارے میں حسن بصریؒ سے جو کراہت منقول ہے، وہ کراہت تنزیہی ہے۔ کراہت تحریمی اور ممانعت پر مبنی کراہت نہیں ہے۔ رہ گیا مرغی کا جھوٹا پانی تو ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ کھلی ہوئی مرغی کے جھوٹے پانی کو مکروہ یعنی ناپاک سمجھتے تھے کیونکہ ایسی مرغی گندگی اور ناپاک چیزیں کھاتی ہے اور اس کی چونچ ناپاک ہو جاتی ہے۔ پھر جب وہ اپنی چونچ سے پانی پیتی ہے تو پانی قلیل ہونے کی صورت میں وہ اسے ناپاک کر دیتی ہے۔ (دیکھئے مادہ حمار) رہ گیا چوہے کا جھوٹا پانی تو ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کیونکہ آپ سے جب اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے اسے بہا دینے کا حکم دیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ چوہا پانی میں پیشاب کر دیتا ہے۔ عمرو بن عبید نے آپ سے پوچھا کہ میں وضو کے لیے پانی رکھتا ہوں۔ پھر چوہیا آ کر اس میں سے پی جاتی ہے۔ آپ نے جواب دیا: ''اسے بہا دو کیونکہ چیزوں کو خراب کرنے والی یہ چوہیا جب کسی برتن میں پڑا ہوا پانی پیتی ہے تو اس میں پیشاب بھی کر دیتی ہے۔''(۱۳)

سبّ (گالم گلوچ کرنا)

۱۔ تعریف: گالیاں دینا اور برائیاں بیان کرنا سب کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم: مومن کو گالیاں دینا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ حضورﷺ کا ارشاد ہے: ''مومن کو گالیاں دینا فسق ہے اور اس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے۔''(۱۴) بنا بریں حسن بصریؒ گالیاں دینے سے پرہیز کی تلقین کرتے اور فرماتے: ''مومن جہالت پر نہیں اترتا۔ اگر اس کے خلاف جہالت کا مظاہرہ کیا جائے تو وہ بردباری اختیار کرتا ہے۔ اگر اس پر ظلم کیا جائے تو معاف کر دیتا ہے (یعنی قدرت حاصل ہونے کے بعد) اور اگر اسے محروم رکھا جائے تو صبر کرتا ہے۔''(۱۵) قذف کے سوا گالی کی کسی اور صورت کی کوئی متعین سزا نہیں ہے بلکہ اسے قاضی کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی کو مخنث کہہ کر گالی دے تو اسے حد میں کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔''(۱۶) مخنث ہیجڑے کو کہتے ہیں۔

سبع (درندہ)

چیر پھاڑ کرنے والے جانور یا پرندے کو سبع کہا جاتا ہے۔

درندوں کا جھوٹا پانی پاک ہے۔ (دیکھئے مادہ سؤر نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۳)

سدھائے ہوئے درندے کے ذریعے شکار پکڑنا۔ (دیکھئے مادہ صید نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۳)

سبی (جنگ میں گرفتار شدہ عورتیں اور بچے)

۱۔ تعریف: جنگ کے دوران برسرپیکار کافر دشمن کے پکڑے جانے والے بچوں اور عورتوں کو سبی کہا جاتا ہے۔

۲۔ جنگ میں گرفتار شدہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز ب)

گرفتار شدہ عورت کا استبراء۔ (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کا جز أ)

سترۃ (آڑ)

۱۔ تعریف: گزرنے والے شخص کو آگاہ کرنے کے لیے نمازی کے آگے جو کوڑا وغیرہ رکھ دیا جائے، اسے سترہ کہتے ہیں۔

۲۔ سترہ قائم کرنے کا حکم: اگر کوئی شخص ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو جہاں اس کے آگے سے کسی کے گزر جانے کا امکان ہو تو ایسی صورت میں سترہ قائم کرنا واجب ہوگا۔(۱۷) بنابریں اگر کوئی شخص شہر سے باہر کھلی جگہ میں نماز پڑھے تو سترہ قائم نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے جبانہ کے مقام پر (مدینہ سے باہر عیدگاہ) سترہ کے بغیر نماز پڑھی تھی۔(۱۸)

۳۔ کون سی چیز سترہ بن سکتی ہے؟: گزرنے والے شخص کو خبردار کردینے والی ہر چیز سترہ بن سکتی ہے مثلاً کوڑا اور لاٹھی وغیرہ۔ اسی طرح ہر وہ چیز بھی جو نمازی کی سجدہ گاہ سے گزرنے سے روک دے مثلاً دیوار اور نہر وغیرہ۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کجاوے کا پچھلا حصہ نمازی کے سامنے ہو تو وہ اسے سترہ بنا لے۔''(۱۹) نیز فرمایا: ''اونٹ کو سترہ بنانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔''(۲۰) نیز فرمایا: ''نہر سترہ ہے۔''(۲۱) نیز فرمایا: ''مرد بھی نماز کے اندر نمازی کا سترہ بن سکتا ہے۔''(۲۲)

سجن (قید خانہ) دیکھئے مادہ حبس

سجود (سجدہ کرنا)

۱۔ تعریف: زمین پر اپنے سات اعضاء دھرنے کا نام سجود ہے۔

۲۔ سجود کی کیفیت:

أ۔ دونوں ہاتھ کپڑے سے باہر نکال لینا: حسن بصریؒ اس طرح سجدہ کرنے میں عدم کراہت کی رائے رکھتے تھے کہ سجدہ کرنے والے کے دونوں ہاتھ کپڑے کے اندر ہوں اور وہ انہیں باہر نہ نکالے۔ آپ اپنی سبز رنگ

کی چادر اوڑھ کر سجدہ کرتے اور دونوں ہاتھ چادر سے باہر نہ نکالتے۔ (۲۳) آپ فرماتے: ''حضور ﷺ کے صحابہ کرام سجدے میں ہوتے اور ان کے ہاتھ کپڑوں کے اندر ہوتے۔'' (۲۴)

ب۔ دونوں ہاتھوں سے ابتدا کرنا: جب نمازی سجدے میں جائے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے بل سجدے میں جائے۔ انہیں زمین پر رکھ دے اور جب زمین سے سر اٹھانے کا ارادہ کرے تو ہاتھوں کے سہارے قیام میں واپس آئے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''سجدے میں اپنے دونوں ہاتھوں کے بل جائے اور جب کھڑا ہونے لگے تو ہاتھوں کے سہارے کھڑا ہو۔'' (۲۵)

ج۔ ناک کو پیشانی کے ساتھ ملا کر رکھنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ سجدے کے اندر ناک کو پیشانی کے ساتھ ملا کر رکھنے کی شرط نہیں ہے۔ آپ فرماتے: ''اگر چاہو تو اپنی ناک پر سجدہ کرلو اور اگر چاہو تو ایسا نہ کرو۔'' (۲۶)

د۔ زمین پر سجدہ کرنا: اصول تو یہ ہے کہ سجدہ زمین پر کیا جائے تاہم اگر کسی اور چیز پر سجدہ کرلیا جائے تو بھی جائز ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ کپڑے پر سجدہ کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۲۷) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز ا کا جزے) اسی طرح پگڑی کے کنارے پر سجدہ کر لینے میں بھی آپ کے نزدیک کوئی حرج نہیں تھا۔ (۲۸) آپ فرماتے: ''ہم نے لوگوں (صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام) کو اپنے عماموں پر سجدہ کرتے پایا تھا۔'' (۲۹) آپ کے نزدیک اس میں بھی کوئی حرج نہیں تھا کہ کشتی کے اندر انسان کسی تکیے یا گدے کے اوپر سجدہ کرلے۔ (۳۰) اگر نمازی بہت زیادہ ہوں تو جگہ تنگ ہونے کی صورت میں آپ نے نمازی کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے سامنے والے نمازی کی پشت پر سجدہ کرلے۔ اگرچہ آپ کے نزدیک بہتر صورت یہ تھی کہ نمازی سجدے سے لوگوں کے اٹھنے کا انتظار کرے اور جب لوگ اٹھیں تو یہ سجدے میں جائے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر بھیڑ زیادہ ہو تو اس صورت میں اگر تم چاہو تو اپنے بھائی کی پشت پر سجدہ کرلو اور اگر چاہو تو امام کے کھڑے ہو جانے کے بعد سجدہ کرو۔'' (۳۱) انتظار کرتے رہنے اور سجدے سے لوگوں کے سر اٹھا لینے کے بعد سجدہ میں جانے کو آپ نے افضل قرار دیا ہے۔ اس کی روایت یونس نے آپ سے کی ہے کہ آپ قیام کی حالت میں کھڑے رہنا اور پھر سجدے سے لوگوں کے سر اٹھا لینے کے بعد سجدے میں جانا پسند کرتے تھے۔ (۳۲) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز د نیز نمبر ۷ کے جز ھ کا جز ۱۱)

ھ۔ عورت کا سجدہ: عورت کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہوتا ہے۔ بنا بریں حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ عورت سجدے کی حالت میں اپنے آپ کو پوری طرح سمیٹ لے۔ آپ فرماتے: ''عورت جب سجدہ کرے تو جہاں تک ہو سکے، اپنے آپ کو سمیٹ لے اور بیچ میں خلا پیدا نہ ہونے دے تاکہ اس کی سرینیں اٹھ نہ جائیں۔'' (۳۳) مرد کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہ سجدے کے اندر اپنے اعضاء کے درمیان خلاء پیدا کرے گا۔

(۳۴) نماز کے اندر دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کا جز د)

۳۔ سجدے کے اندر ذکر الٰہی: جب نمازی سجدے میں جائے تو: ''سبحان الله و بحمده'' تین مرتبہ کہنے کے ذریعے تسبیح کرے۔ اگر اس پر بس سات تک اضافہ کردے تو افضل ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''متوسط

رکوع اور سجدہ یہ ہے کہ نمازی اپنے رکوع اور سجدے کے اندر: ''سبحان اللہ و بحمدہ'' تین مرتبہ کہے۔'' (۳۵) نیز فرمایا: ''مکمل سجدہ سات تسبیحات کی مقدار ہوتا ہے اور تین تسبیحات سے بھی کام چل جاتا ہے۔'' (۳۶)

۴۔ کن چیزوں پر سجدہ کرنا مکروہ ہے اور کن پر نہیں؟ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز ا کا جزے)

سجود التلاوۃ (سجدۂ تلاوت)

۱۔ قرآن میں آیات سجدہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ قرآن مجید میں گیارہ سجدے ایسے ہیں جنہیں بجالانا ضروری ہے یعنی وہ عزائم السجود ہیں۔ (۳۷) مفصل (سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ والناس تک) کے اندر ایسا کوئی سجدہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''مفصل کے اندر کوئی سجدہ نہیں ہے۔'' (۳۸)

ان سجدوں میں سے چند کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ سورۂ ص کا سجدہ: آپ نے اس آیت کی قرأت کی اور مسجد کے ستون کے کنارے سجدہ کیا اور لوگوں سے فرمایا: ''متوجہ ہو جاؤ۔'' (۳۹) یعنی قبلہ رخ ہو کر سجدہ کرلو۔

۲۔ سورۂ فصلت کا سجدہ: آپ کی رائے تھی کہ یہ سجدہ اس صورت کی آیت (اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ) پر ہے، بعد کی آیت پر نہیں ہے۔ (۴۰)

۳۔ سورۂ حج کا سجدہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ سورۂ حج میں صرف ایک سجدہ ہے۔ یہ سجدہ ارشاد باری (اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ) پر ہے۔ دوسری آیت (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا....) پر سجدہ واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں رکوع اور سجود دونوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔'' (۴۱)

۲۔ سجدۂ تلاوت کب واجب ہوتا ہے؟: آیت سجدہ کی قرأت کرنے پر سجدہ واجب ہوتا ہے۔ قاری کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ آیت سجدہ کے پاس پہنچ کر سجدہ کرنے سے بچنے کے لیے اپنی قرأت سے اس آیت کو ساقط کر دے۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جو آیت سجدہ کے پاس سے گزر جائے، فرمایا: ''اس کے لیے مناسب نہیں کہ آیت سجدہ کے پاس سے گزر جائے اور اس کی قرأت نہ کرے۔'' (۴۲) اسی طرح قاری کے لیے یہ بھی مکروہ ہے کہ سجدے والی آیتیں نکال کر ان کی قرأت کرے اور سجدے کرتا چلا جائے۔ (۴۳) اگر وہ ایک مجلس میں آیت سجدہ کئی مرتبہ پڑھے تو اس کے لیے ایک ہی سجدہ کر لینا کافی ہو گا۔ حسن بصریؒ نے ایسے ہی شخص کے متعلق فرمایا: ''پہلے سجدے سے ہی اس کا کام چل جائے گا۔'' (۴۴)

۳۔ سجدۂ تلاوت کس پر واجب ہوتا ہے؟: آیت سجدہ تلاوت کرنے والے پر نیز اس کے ہر سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ یعنی وہ کان لگا کر عمداً آیت سجدہ سنے لیکن اگر وہ یونہی اسے سن لے تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''سجدہ اس پر واجب ہوا ہے جو اس کے لیے بیٹھے۔'' (۴۵) اگر حائضہ اور جنبی آیت سجدہ سن لیں تو ان پر سجدہ واجب نہیں ہوگا۔ آپ نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا:

''یہ دونوں سجدہ نہیں کریں گے۔''(۴۶) (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز أ)

۴۔ سجدۂ تلاوت کا وقت: اوقات کراہت کے سوا کسی بھی وقت سجدۂ تلاوت کرنا جائز ہے خواہ طلوع فجر کے بعد نماز فجر ادا کرنے تک یا اذان عصر کے بعد سورج کے زرد ہونے تک۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''طلوع فجر کے بعد نیز عصر کے بعد اگر تمہارے پاس وقت ہو تو آیت سجدہ کی قرأت کر کے سجدہ کرلو۔''(۴۷) کراہت کے تین اوقات کے اندر سجدۂ تلاوت کرنے سے پرہیز کرے۔ وہ اوقات یہ ہیں: ۱۔ نماز فجر کے بعد طلوع شمس تک۔ ۲۔ سورج کے استواء (وسط آسمان میں ہونے) سے لے کر زوال تک۔ ۳۔ سورج کے زرد ہو جانے سے لے کر غروب تک۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز أ کا جز ۱۳) حسن بصریؒ نے عصر کے بعد سورج زرد ہو جانے پر آیت سجدہ تلاوت کی۔ جب سورج ڈوب گیا تو یہ آیت تلاوت کر کے سجدہ کرلیا۔ (۴۸) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز أ کے جز ۱۲ کا جز أ)

۵۔ سجدۂ تلاوت کی شرطیں: سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کی صحت کے لیے باوضو ہونا اسی طرح شرط ہے جس طرح نماز کی صحت کے لیے باوضو ہونا شرط ہے۔ حسن بصریؒ نے بے وضو ہونے کی حالت میں سجدۂ تلاوت سننے والے کے بارے میں فرمایا: ''اگر وہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ ادا نہیں ہوگا۔''(۴۹) قبلہ رخ ہونا بھی شرط ہے۔ آپ نے سورۂ ص کی آیت سجدہ تلاوت اور ستون کے کنارے سجدہ کیا۔ پھر لوگوں سے فرمایا: ''متوجہ ہو جاؤ۔''(۵۰) یعنی قبلہ رخ ہو جاؤ اور سجدہ کرلو۔

۶۔ سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ: جب کوئی شخص سجدۂ تلاوت ادا کرنا چاہے تو اللہ اکبر کہہ کر نماز کے سجدے کی طرح سجدہ کرلے۔ جب سجدے سے اپنا سر اٹھائے تو بھی اللہ اکبر کہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص آیت سجدہ تلاوت کرے تو سجدے میں جاتے وقت اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہے۔''(۵۱) اس کے ساتھ سجدۂ تلاوت کی ادائیگی مکمل ہو جائے گی اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ آپ نے فرمایا: ''سجدہ تلاوت میں سلام پھیرنا نہیں ہے۔''(۵۲)

۷۔ سجدۂ تلاوت میں سہو ہو جانا: اگر ایک شخص سجدے کی آیت تلاوت کرے اور سجدہ کرلے لیکن سجدے کے اندر اس سے سہو ہو جائے تو ظاہر یہی ہے کہ اس پر سجدۂ سہو بھی لازم ہو جائے گا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس پر سجدۂ سہو اس صورت میں لازم ہوگا جب وہ نماز کے اندر سجدۂ تلاوت ادا کرے کیونکہ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے فرض نماز کے اندر آیت سجدہ قرأت کی اور اس کے دو سجدے کرلیے۔ آپ نے فرمایا: ''فارغ ہونے کے بعد وہ دو سجدے کرے گا۔''(۵۳) یعنی سہو کے دو سجدے۔

سجود السھو (سجدۂ سہو)

۱۔ تعریف: نماز کے اندر شک یا سہو واقع ہو جانے کی صورت میں نماز کے آخر پر سجدۂ صلوٰۃ کی طرح ادا کیے جانے والے دو سجدوں کو سجود السھو کہا جاتا ہے۔

۲۔ وہ نمازیں جن کے اندر سجدۂ سہو کیا جاتا ہے: کسی بھی نماز کے اندر خواہ وہ فرض نماز ہو یا نفل نماز، شک یا سہو

واقع ہو جانے کی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ حسن بصریؒ کو اگر نفل نماز کے اندر سہو ہو جاتا تو آپ سجدۂ سہو کر لیتے۔ (۵۴)

۳۔ سجدۂ سہو واجب کر دینے والے امور: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ درج ذیل صورتوں کے اندر سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے:

أ۔ شک: اگر نمازی کو اپنی نماز کے اندر شک ہو جائے تو اس پر سب سے زیادہ احتیاط والی بات پر اپنی نماز کی بنا کرنا واجب ہو گا مثلاً اگر شک ہو جائے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں تو وہ اس صورت پر عمل کرے گا جس کے متعلق اس کے دل میں بیٹھ جائے کہ اس نے نماز کا اتنا حصہ ادا کر لیا ہے اور پھر وہ اس پر اپنی نماز کی بنا کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کسی کو اپنی نماز کے اندر شک پڑ جائے تو غور کرے حتیٰ کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس نے نماز کا اتنا حصہ ادا کر لیا ہے اور پھر قعدہ کی حالت میں دو سجدے کر لے۔'' (۵۵) نیز فرمایا: ''اگر کسی کو اپنی نماز کے اندر وہم پیدا ہو جائے تو اپنے وہم کے آخر پر پہنچ جائے اور پھر دو سجدے کر لے۔'' (۵۶) نیز فرمایا: ''اسے اگر یاد نہ ہو کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو اپنے دل میں پیدا ہونے والی مکمل ترین صورت پر نماز کی بنا کرے اور پھر سہو کے دو سجدے کر لے۔'' (۵۷)

ب۔ کسی رکن کی اس کے غیر موقعہ میں ادائیگی: اگر نمازی اپنی نماز کا کوئی عمل بھول جائے مثلاً سجدہ وغیرہ اور پھر نماز ہی میں اسے یہ عمل یاد آ جائے تو یاد آنے کے ساتھ ہی اس کی قضا کر لے اور نماز کے آخر پر سہو کے دو سجدے کر لے۔ (۵۸) اگر نمازی قعدہ کرنے کی بجائے قیام کر لے اور قرأت شروع کرنے کے بعد اسے مذکورہ قعدہ یاد آ جائے تو رکوع میں جانے سے پہلے اگر اسے یہ بات یاد آ گئی ہو تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے۔ (۵۹) اور پھر نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔ آپ سے مروی ایک اور روایت کے مطابق مذکورہ بالا صورت کے اندر اگر وہ قیام کے لیے سیدھا کھڑا ہو گیا ہو تو قعدہ کی طرف واپس نہ آئے بلکہ نماز جاری رکھے اور سجدۂ سہو کر لے۔ (۶۰) اگر اسے بھولی ہوئی بات آخری رکعت میں یاد آئے اور اسی رکعت کے اندر مذکورہ بات کا تدارک ممکن ہو تو اس کی قضا کر لے اور پھر نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔ آپ نے اس نمازی کے متعلق جس سے ایک سجدہ رہ جائے اور آخری رکعت میں اسے یہ سجدہ یاد آئے، فرمایا: ''وہ اس رکعت میں تین سجدے کرے گا۔ اگر اسے نماز ختم کر لینے کے بعد لیکن سلام پھیرنے سے پہلے مذکورہ سجدہ یاد آ جائے تو بھولا ہوا ایک سجدہ کرے گا بشرطیکہ اس نے ابھی کلام نہ کیا ہو اور پھر سجدۂ سہو کرے گا۔ اگر کلام کر لے تو نئے سرے سے نماز پڑھے گا۔'' (۶۱) اگر وہ چار رکعتوں کے اندر ہر رکعت میں ایک ایک سجدہ بھول جائے تو نماز کے آخر میں چار سجدے کرے گا اور پھر سجدۂ سہو کرے گا۔ اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔ (۶۲)

اگر بھولی ہوئی بات کی قضا رکعت کے اندر ممکن نہ ہو کہ اس کا محل فوت ہو چکا ہو اور مذکورہ بات نماز کا رکن ہو تو جس رکعت کے اندر وہ یہ رکن بھول گیا ہو، اسے ساقط کر کے اس کے بدل کے طور پر ایک رکعت پڑھ لے گا

اور پھر سجدۂ سہو کر لے گا۔ الاثرم نے اپنی سند کے ذریعے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس شخص کے متعلق جو عصر کی نماز پڑھے یا کوئی اور نماز اور دوسری رکعت میں رکوع کرنا بھول جائے اور پھر چوتھی رکعت میں اسے مذکورہ رکوع یاد آئے، فرمایا: ''وہ اپنی نماز جاری رکھے اور چار رکعتیں مکمل کرے اور بھولے ہوئے رکوع والی رکعت کو شمار نہ کرے اور پھر سجدۂ سہو کر لے۔''(۶۳) اس قاعدے سے تکبیر تحریمہ مستثنیٰ ہے۔ اگر وہ تکبیر تحریمہ بھول جائے تو رکوع کی تکبیر کے ذریعے اس کا کام چل جائے گا۔ (دیکھئے مادہ تکبیر نمبر ۲)

ج۔ کسی واجب عمل کو بھول جانا: اگر نمازی نماز کا کوئی واجب یعنی فرض سے کمتر عمل بھول جائے تو وہ اس کی قضا نہیں کرے گا بلکہ سجدۂ سہو کے ذریعے اس واجب کی کمی پوری ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا بھول جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہو جائے گا۔''(۶۴) نیز فرمایا: ''اگر کوئی شخص وتر کی نماز میں قنوت پڑھنا بھول جائے تو سہو کے دو سجدے کر لے۔''(۶۵)

د۔ نماز کی جنس سے تعلق رکھنے والے کسی عمل کا اضافہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر نمازی اپنی نماز کے اندر جنس صلوٰۃ سے تعلق رکھنے والے کسی عمل کا اضافہ کر دے تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہو جائے گا۔(۶۶) آپ نے فرمایا کہ اگر مسافر بھول کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھ لے تو وہ سہو کے دو سجدے کرے گا۔''(۶۷) آپ نے مغرب کی نماز بھول کر چار رکعتیں پڑھنے والے کے متعلق فرمایا کہ وہ سہو کے دو سجدے کر لے۔(۶۸) آپ نے چار رکعتوں والی نماز کو بھول کر پانچ رکعتیں کر دینے والے نمازی کے بارے میں فرمایا: ''اس کی نماز درست ہے اور وہ سجدۂ سہو کر لے۔''(۶۹) اگر مذکورہ اضافہ ایک رکعت کی شکل میں ہو تو اگر وہ چاہے تو اس کے ساتھ ایک اور رکعت بھی شامل کر لے تاکہ یہ دونوں زائد رکعتیں اس کے لیے نفل بن جائیں اور پھر سجدۂ سہو کر لے۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھ لے، فرمایا: ''وہ اس میں ایک رکعت کا اور اضافہ کر دے تاکہ چار رکعتیں ظہر کی ہو جائیں اور بعد کی دو رکعتیں نفل بن جائیں۔ اگر وہ فجر کی تین رکعتیں پڑھ لے تو اس کے ساتھ ایک اور رکعت بھی شامل کر لے۔ اس طرح دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور پھر سجدۂ سہو کر لے۔ اسی طرح اگر مغرب کی چار رکعتیں پڑھ لے تو ایک رکعت کا اور اضافہ کر لے۔ اس طرح یہ دو زائد رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔''(۷۰)

ھ۔ نماز کے ایک عمل کو نماز کے کسی اور عمل کے ذریعے بدل دینا: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر نمازی سری نماز کے اندر جہری قرأت کر لے یا جہری نماز کے اندر سری قرأت کرے تو اس پر سہو کے دو سجدے واجب ہو جائیں گے۔''(۷۱)

و۔ چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دینا: اگر نمازی چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد نماز ختم کرنے کی نیت سے سلام پھیر لے خواہ وہ خطا یا سہواً ایسا کرے اور پھر اسے اس کا پتہ چل جائے تو وہ اپنی نماز مکمل کر کے سجدۂ سہو کر لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر نمازی دو رکعتیں پڑھ کر سلام

پھیر لے تو نماز پوری کر کے سہو کے دو سجدے کر لے۔"(۷۲)

ز۔ نماز کے اندر سجدۂ تلاوت میں سہو ہو جانا: اگر نماز کے اندر سجدۂ تلاوت ادا کرتے ہوئے اس سے بھول ہو جائے تو سہو کے دو سجدے کرے۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو فرض نماز کے اندر آیت سجدہ تلاوت کرے اور پھر ایک سجدے کی بجائے دو سجدے کر لے، فرمایا: "فارغ ہونے کے بعد وہ دو سجدے کرے گا۔"(۷۳) یعنی سہو کے دو سجدے۔

ح۔ اگر امام سجدۂ سہو کرے تو مقتدی پر بھی سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا خواہ امام کا سہو مقتدی کی نماز شروع ہونے سے پہلے کیوں نہ وقوع پذیر ہو چکا ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر کسی کی نماز کا ایک حصہ با جماعت پڑھنے سے رہ جائے اور اس کی آمد سے پہلے امام سہو کر چکا ہو تو امام جب سلام پھیرنے کے بعد سہو کا سجدہ کرے تو وہ بھی اس کے ساتھ سجدہ کرے۔ جب سجدۂ سہو سے فراغت ہو جائے تو کھڑے ہو کر نماز کا رہ جانے والا حصہ ادا کر لے۔"(۷۴)

۴۔ سجدۂ سہو کا سقوط: دو حالتوں کے اندر سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے:

أ۔ اگر ایک شخص کو نماز میں سہو لاحق ہو جائے اور وہ یہ سجدہ کرنا بھول جائے اور نماز سے واپسی پر اسے یاد آئے تو یہ سجدہ اس سے ساقط ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "سجدۂ سہو کے اندر سہو نہیں ہوتا۔"(۷۵) آپ سے مروی صحیح ترین روایات کے مطابق نماز سے انصراف (واپسی) قبلے سے اپنا رخ موڑ لینے کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر نمازی سجدۂ سہو کرنا بھول جائے اور اپنا رخ قبلے سے موڑ لے تو نماز کی بنا نہ کرے اور نہ سہو کے دو سجدے کرے۔"(۷۶) ایک اور روایت کے مطابق مسجد سے نکل جانے پر انصراف عمل میں آتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر اسے مسجد کے اندر نماز پڑھتے ہوئے سہو لاحق ہو جائے لیکن وہ سجدۂ سہو نہ کرے یہاں تک کہ مسجد سے باہر آ جائے تو اس پر کوئی سجدہ نہیں ہو گا۔"(۷۷) تیسری روایت کے مطابق سلام پھیر کر کھڑے ہو جانے پر انصرف وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اس بارے میں اس شخص کے متعلق جو سہو کے دو سجدے کرنا بھول گیا ہو، آپ نے فرمایا: "اگر اسے دو سجدے یاد نہ رہیں یہاں تک کہ وہ انصراف کر لے اور یہ سجدے نہ کرے تو اس کی نماز ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ ابھی بیٹھا ہو، کھڑا نہ ہوا ہو کہ اسے یہ دونوں سجدے یاد آ جائیں تو وہ یہ سجدے کر لے۔"(۷۸)

ب۔ اگر امام کو سہو لاحق ہو جائے اور وہ سجدۂ سہو نہ کرے تو مقتدی بھی سجدۂ سہو نہیں کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر امام کو وہم یعنی سہو لاحق ہو جائے اور وہ سجدۂ سہو نہ کرے، پھر بعض مقتدی سجدۂ سہو کر لیں اور بعض نہ کریں تو میری رائے میں نہ کرنے والوں پر کوئی سجدہ عائد نہیں ہو گا۔"(۷۹)

ج۔ اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو امام اس کے سہو کو برداشت کر لے گا اور مقتدی سجدۂ سہو نہیں کرے گا۔

۵۔ سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ: سجدۂ سہو نماز کے سجدے کی طرح دو سجدے ہیں۔ نمازی اپنی نماز سے فارغ ہو کر دائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد یہ سجدے کرے گا۔(۸۰) اگر سلام پھیرنے سے پہلے وہ یہ سجدے کر

لے تو بھی جائز ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے پہلے کیے جاتے ہیں۔'' (۸۱) جب نمازی سہو کا دوسرا سجدہ کر لے تو اٹھ کھڑا ہو اور ان سجدوں کے بعد وہ نہ تو تشہد پڑھے اور نہ سلام پھیرے۔ حسن بصریؒ نے سجدۂ سہو کیا اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام نہیں پھیرا۔ (۸۲) آپ فرمایا کرتے: ''سجدۂ سہو میں نہ تو تشہد ہے اور نہ تسلیم۔ (سلام پھیرنا)'' (۸۳) آپ کی مراد یہ تھی کہ ان دونوں سجدوں کے بعد سلام پھیرنا نہیں ہے۔ (دیکھیے مادہ تشہد نمبر ۲ کا جز ج) اس طرح سجدۂ سہو کے بارے میں حسن بصریؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں سجدے نمازی نماز سے باہر ادا کرے گا۔

سجود الصلاۃ (نماز کا سجدہ) دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کا جز واؤ۔

سحر (جادوگری)

۱۔ تعریف: ایسی چیز کے حصول کے لیے جس کے حصول کی قدرت نہ ہو، جنات سے مدد لینا سحر کہلاتا ہے۔

۲۔ سحر کا حکم: سحر ممنوع ہے۔ حکم کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لیے جادو کرنا: مثلاً زوجین کے درمیان تفرقہ ڈالنے یا اسی طرح کے کسی اور کام کے لیے جادو کا عمل کرنا۔ اس قسم کے جادو کی شدید ترین ممانعت ہے۔ اس کی تحریم کی شدت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایسے جادوگر کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی نہیں کیا جائے گا۔ اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ حسن بصریؒ نے جادوگری کو ارتداد شمار نہیں کیا۔ اس کا ذکر اگلے پیرے میں آئے گا۔

دوسری قسم: جادو ختم کرنے کے لیے جادو کرنا: اگرچہ تحریم کے اعتبار سے یہ قسم پہلی قسم کے درجے کی نہیں ہے تاہم یہ مکروہ یعنی ناجائز ہونے کے دائرے میں داخل ہے۔ (۸۴)

۳۔ جادوگری کی سزا: ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ نے جادوگری کو ارتداد شمار نہیں کیا۔ اگرچہ آپ نے اس کی سزا کو ارتداد کی سزا (قتل) کی مماثل بنا دیا ہے۔ بنا بریں آپ نے جادوگری کی سزا کے لیے توبہ کے مطالبہ کو شرط قرار نہیں دیا جس طرح ارتداد کی سزا کے لیے اسے شرط قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جادوگروں کو قتل کر دیا جائے گا اور ان سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔'' (۸۵) (دیکھیے مادہ استتابہ نمبر ۲ کا جز أ)

سحور (سحری کھانا)

۱۔ تعریف: رات کے آخری حصے میں فجر سے کچھ پہلے کھانے کو سحور کہتے ہیں۔

۲۔ سحور کے احکام:

أ۔ سحری کھانے کا وقت: فجر کے قریب تک سحری کھانے کو موخر رکھنا مستحب ہے۔ (۸۶) تاکہ یہ بات روزے کے لیے زیادہ قوت بہم کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ اگر اسے طلوع فجر کے بارے میں شک ہو تو جب تک اس کا تیقن نہ ہو جائے، اس وقت تک کھاتا پیتا رہے۔ حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''جب تک تمہیں شک ہو،

کھاتے پیتے رہو۔"(۸۷)

ب۔ سحری کھالینا روزے کی نیت کے قائم مقام ہے: ابن حزم نے حسن بصریؒ سے حکایت کی ہے کہ جو شخص روزہ رکھنا چاہے، اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو روزہ رکھ لے اور چاہے تو روزہ نہ رکھے لیکن اگر وہ سحری کھالے تو اس پر روزہ واجب ہو جائے گا اور اگر روزہ نہ رکھے تو اس پر قضا لازم ہوگی۔(۸۸)

سرایۃ (زخم وغیرہ کا دوسرے اعضاء تک سرایت کر جانا)

سرایت یہ ہے کہ ایک جگہ جو زخم وغیرہ آیا ہو، وہ وہاں سے تجاوز کر کے دیگر حصوں تک پہنچ جائے۔

۲۔ حد اور قصاص کی سرایت۔(دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۲ کا جزھ)

سرقۃ (چوری کرنا)

ا۔ تعریف: غیر کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر خفیہ طور پر لے لینا سرقہ کہلاتا ہے۔

۲۔ سارق یعنی چور: سارق پر حد سرقہ جاری کرنے کی صحت کے لیے اس کا عاقل، بالغ اور بااختیار ہونا شرط ہے۔ اگر حرام مشروب پی کر اس کی عقل زائل ہو چکی ہو تو وہ عاقل کے حکم میں ہوگا اور سرقہ کے اندر اس کا ہاتھ اسی طرح کاٹ دیا جائے گا جس طرح عاقل اور ہوش مند کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "نشے کی زد میں آیا ہوا شخص اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔"(۸۹) (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر۵ کا جزا) اس حکم کے اندر آزاد اور غلام نیز مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر غلام چوری کا اعتراف کر لے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔"(۹۰)

۳۔ مسروق منہ (وہ شخص جس کا مال چرایا گیا ہو)

أ۔ سارق کے ساتھ لڑنے کا اسے حق حاصل ہے۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر کسی شخص کے مال پر چور آ پڑیں تو اسے ان کے خلاف لڑائی کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اگر اس کا ظن غالب یہ ہے کہ یہ چور قتال کے بغیر نہیں ٹلیں گے۔ معمر نے ایک شخص سے جسے چور آ پڑے تھے، روایت کی ہے کہ اس نے کہا: "حسن بصریؒ سے روایت سننے والے نے مجھے بتایا تھا کہ آپ چوروں کے خلاف قتال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔"(۹۱) عباد بن عوف نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "چور، باغی اور حملہ آور کو قتل کر دو۔"(۹۲) (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۴ کا جزز)

ب۔ ذمی کا مال چرانا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اہل ذمہ کے اموال عہد ذمہ کی وجہ سے محفوظ اور زیر حفاظت ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کا مال چرالے تو اس کا حکم مسلمانوں کا مال چرانے والے کا حکم ہوگا۔ آپ نے فرمایا: "جو شخص کسی یہودی یا نصرانی یا ذمی کا یا کسی اور کا مال چرالے، اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔"(۹۳)

ج۔ کفن چوری کرنا: میت کو کفن کی اسی طرح ضرورت ہوتی ہے جس طرح زندہ شخص کو لباس کی۔ بنا بریں حسن بصریؒ کی رائے یہ تھی کہ میت کا کفن چرانا زندہ شخص کے کپڑے چرانے کی طرح ہے۔ دونوں صورتوں کے اندر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔(۹۴)

بیت المال کی چوری کرنا: بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا بیت المال کے اندر حق ہوتا ہے۔ اگر یہ لوگ بیت المال کی چوری کریں تو ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ ان کے سلسلے میں ملکیت کا شبہ موجود ہوتا ہے۔ اور حدود شبہات کی بنا پر ٹل جاتی ہیں۔ اگر ایک شخص کا بیت المال میں کوئی حق نہ ہو مثلاً وہ تاجر جو امان (ویزا) لے کر دار الاسلام میں آئے اور پھر بیت المال سے کوئی چوری کرلے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ یہاں ملکیت کا شبہ موجود نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "بیت المال کی چوری کرنے والے کا اگر بیت المال میں کوئی حصہ ہوگا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر کوئی حصہ نہیں ہوگا تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔"(۹۵) جو شخص اپنے والدین کا مال چرا لے، اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (۹۶) کیونکہ اس کے اور والدین کے درمیان مال کے اندر کھلے پن کا پہلو ہوتا ہے نیز یہ کہ ولد اگر نابالغ یا فقیر ہو تو اسے اپنے والدین سے خرچہ حاصل کرنے کا حق ہوتا ہے۔

مال غنیمت چرانا: حسن بصریؒ مال غنیمت سے سرقہ اور غلول کے درمیان فرق کرتے تھے۔ مال غنیمت سے سرقہ یہ ہے کہ امام المسلمین یا اس کے نائب کے پاس غنیمت کا جو مال جمع ہو جائے، اس کی تقسیم سے پہلے اس میں سے خفیہ طور سے کچھ لے لیا جائے۔ اس کا حکم وہی ہے جو بیت المال سے سرقہ کا حکم ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر مال غنیمت کے اندر ایک شخص کا کوئی حصہ ہو اور پھر وہ مال غنیمت میں چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر حصہ نہ ہو تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔"(۹۷)

غلول اسے کہتے ہیں کہ جنگ میں شریک کسی شخص کو دشمن کا کوئی مال ہاتھ لگے۔ وہ اسے چھپا جائے اور امام المسلمین یا اس کے نائب کے حوالے نہ کرے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ مذکورہ شخص کا کجاوہ جلا دیا جائے اور مال غنیمت کے اندر حصے سے اسے محروم کر دیا جائے۔ جلا دینے کے اس حکم سے صرف اس کے ہتھیار، بدن پر موجود اس کے کپڑے، اس کی زین اور مال غنیمت کی چھپائی ہوئی چیز مستثنیٰ ہوں گے۔ اس کی سواری کا جانور بھی اس سے نہیں چھینا جائے گا۔ (۹۸) غلول کے مرتکب شخص کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: "اس کا کجاوہ جلا دیا جائے گا۔"(۹۹) نیز فرمایا: "جو شخص غلول کا مرتکب ہوتا، اس کا کجاوہ جلا دینے کا حکم دیا جاتا اور اسے مال غنیمت کے اندر حصے سے محروم کر دیا جاتا۔"(۱۰۰) اگر غلول کا مرتکب تقسیم غنیمت سے پہلے توبہ کر لے اور امام المسلمین کو اس غلول کی اطلاع نہ ہو تو وہ چھپائی ہوئی چیز مال غنیمت میں واپس کر دے گا کیونکہ یہ ایسا حق ہے جسے حق داروں کی طرف واپس کر دینا ہی متعین ہے۔ اگر مال غنیمت تقسیم ہونے کے بعد وہ تائب ہو جائے تو اس صورت میں چھپائی ہوئی چیز کا پانچواں حصہ وہ امام المسلمین کے حوالے کر دے گا کیونکہ مال غنیمت کے اندر پانچواں حصہ حکومت کا ہوتا ہے اور باقی ماندہ چار حصے لشکر پر صدقہ کر دے گا۔ (۱۰۱) حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو مال غنیمت میں سے کوئی چیز چھپا جائے اور لشکر بکھر جائے یعنی مال غنیمت تقسیم ہو جائے اور پھر وہ تائب ہو جائے، فرمایا: "وہ اس چیز کو لشکر پر صدقہ کر دے۔"(۱۰۲) لشکر کا سپاہی مال غنیمت میں سے جو کچھ کھا لے یا اپنے گھوڑے کو کھلا دے، وہ غلول میں شمار نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ

نے فرمایا: ''حضورﷺ کے صحابہ کرامؓ جب کوئی شہر یا قلعہ فتح کرتے تو وہاں موجود ستو، آٹا، گھی اور شہد استعمال میں لے آتے۔''(۱۰۳)

و۔ درخت کا پھل کھالینا: اگر کوئی شخص کسی پھل دار باغ وغیرہ سے گزرے اور پھل توڑ کر کھالے، اپنے ساتھ نہ لے جائے تو یہ سرقہ میں داخل نہیں ہوگا۔ سفیان بن حصین کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ اور ابن سیرین سے عرض کیا کہ بعض دفعہ میں ابلہ (ایک مقام کا نام) کی طرف نکل جاتا ہوں اور میرے ساتھی کھجوروں کے باغات سے گزرتے ہیں اور ہم کھجور کے دانے کھالیتے ہیں۔ میری بات سن کر دونوں حضرات نے اس سلسلے میں رخصت دی اور فرمایا: ''بشرطیکہ تم اپنے ساتھ کچھ نہ لے جاؤ یا باغ خراب نہ کرو۔''(۱۰۴) اس رخصت کی وجہ یہ ہے کہ عرف عام میں لوگ اس قدر چیزوں سے چشم پوشی کر لیتے ہیں اور ان کی طرف سے اس کی اجازت ہوتی ہے۔

ز۔ جیب کترنا: حسن بصریؒ کی رائے میں جیب کترے کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا۔ آپ فرماتے: ''طرّار (جیب کترے) کا ہاتھ بہر حال کاٹا جائے گا۔''(۱۰۵)

۴۔ مال مسروقہ: اگر مال مسروقہ میں درج ذیل شرائط موجود ہوں گی تو اس کے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اَ۔ مذکورہ مال اس کے مالک کے نزدیک مال شمار ہوتا ہو: بہت سی اشیاء ایسی ہیں جنہیں تمام ادیان میں نیز تمام اقوام کے نزدیک، مال شمار نہیں کیا جاتا مثلاً پیشاب وغیرہ اور بہت سی اشیاء ایسی بھی ہیں جو بعض ادیان میں مال شمار ہوتی ہیں اور بعض میں نہیں مثلاً شراب۔ یہ نصاریٰ کے ہاں تو مال شمار ہوتی ہے، مسلمانوں کے نزدیک نہیں۔ اور بہت سی اشیاء ایسی ہیں جو سب کے نزدیک مال شمار ہوتی ہیں مثلاً کتابیں اور قلم وغیرہ۔ ان کی تعداد بے شمار ہے۔ جو شے سب کے نزدیک مال شمار نہیں، اس کے سرقہ میں بالاتفاق قطع ید نہیں ہے اور ایسی چیز کا سرقہ جو مسروق منہ (مالک) کے نزدیک مال شمار ہوتی ہو، اس میں قطع ید واجب ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر یہودی یا نصرانی کی شراب چرالی جائے تو اس میں قطع ید ہوگا۔''(۱۰۶) (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۳ کا جزو اُ) جو چیز سب کے نزدیک مال شمار ہوتی ہو، اس میں بالاتفاق قطع ید ہوگا۔

ب۔ مال مسروقہ کا نصاب کو پہنچ جانا: قطع ید کے لیے نصاب کی مقدار کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق پانچ درہم سے کم میں قطع ید نہیں ہے۔(۱۰۷) دوسری روایت کے مطابق ایک درہم کے سرقہ میں بھی قطع ید ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''ہم نے آپ میں مذاکرہ کیا کہ زیاد کے عہد میں کتنے درہموں میں قطع ید ہوتا تھا؟ اور پھر ہم سب کا دو درہموں پر اتفاق ہو گیا۔''(۱۰۹) چوتھی روایت کے مطابق ربع دینا میں قطع ید ہوگا۔(۱۱۰) پانچویں روایت کے مطابق ہر ایسے مال کے سرقہ میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا جس کی کوئی معتبر قیمت ہو خواہ یہ قیمت کتنی کم کیوں نہ ہو کیونکہ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳۸ میں ارشاد باری ہے۔ (وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا ۔ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔) اللہ سبحانہ نے اس آیت میں اس سرقہ کے لیے

کسی نصاب کی تحدید نہیں کی جس کے اندر ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اس لیے مذکورہ آیت ہر اس مال کے سرقہ کے لیے عام ہے جس کی کوئی قیمت ہو نیز حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''چور پر اللہ کی لعنت ہو کہ وہ ایک انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ وہ ایک رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔''(۱۱۱) ایسا لگتا ہے کہ یہ آخری روایت حسن بصریؒ سے مروی صحیح ترین روایت ہے۔

چور مال مسروقہ کسی محفوظ مقام سے اٹھائے: حسن بصریؒ سے مروی روایات میں اس امر پر اتفاق ہے کہ چور کا ہاتھ صرف اس وقت کاٹا جائے گا جب وہ مسروقہ مال کسی محفوظ جگہ سے اٹھالے۔ آپ نے میت کے کفن کے لیے قبر کو محفوظ مقام شمار کیا ہے۔ بنا بریں آپ نے فرمایا کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا جو قبروں سے مردوں کے کفن چراتا ہے۔(۱۱۲) آپ نے جیب کو مال کے لیے محفوظ شمار کیا ہے اور اس بنا پر فرمایا ہے کہ جیب کترے کا ہر حالت میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔(۱۱۳)

پھر آپ سے اس بارے میں مروی روایات کے اندر اختلاف ہے کہ اگر چور کو اس حالت میں پکڑ لیا جائے کہ اس نے مال اکٹھا کر لیا ہو لیکن ابھی محفوظ جگہ سے اسے باہر نہ نکالا ہو تو کیا ایسی صورت میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا؟ یا جب تک وہ اسے وہاں سے باہر نہ لے گیا ہو، اس وقت تک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا؟

آپ سے مروی ایک روایت کے مطابق چور جب تک مسروقہ مال اس کی محفوظ جگہ سے باہر نہ لے جائے، اس وقت تک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''چور جب تک مال گھر سے باہر نہ لے جائے، اس وقت تک اس کا قطع ید نہیں ہوگا۔''(۱۱۴) کیونکہ اس سے پہلے ہو سکتا ہے کہ اس کی رائے بدل دے اور وہ سرقہ سے باز رہے۔

دوسری روایت کے مطابق اگر چور نے مال اکٹھا کر لیا ہو اور گھر سے باہر لے جانے سے پہلے ہی اسے پکڑ لیا گیا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر چور مال سمیٹ لے اور اسے ابھی گھر سے باہر نہ لے گیا ہو کہ پکڑا جائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔''(۱۱۵)

نابالغ کا سرقہ: اگر کوئی شخص نابالغ غلام چرا لے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اس لیے کہ غلام کی قیمت ہوتی ہے بنا بریں قطع ید ہوگا۔ اسی طرح آزاد نابالغ کو چرانے پر بھی قطع ید ہوگا۔ اس لیے کہ آزاد کی حیثیت غلام سے کمتر نہیں ہوتی۔ نیز چور نے آزاد کو چرا کر اس کے ساتھ مال والا برتاؤ کیا ہے اس لیے اس کے سرقہ میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص کسی نابالغ کو چرا لے، اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا خواہ یہ نابالغ آزاد ہو یا غلام۔''(۱۱۶)

مال مسروقہ کا تاوان: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر مسروقہ مال بعینہ موجود ہو تو اس کی واپسی چور پر لازم ہو گی۔ اگر وہ صرف ہو گیا ہو یا کسی سبب کی بنا پر اس کی واپسی ممکن نہ ہو تو چور پر اس کی مثل واپس کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ وہ مثلی مال ہو۔ اگر اس کی مثل موجود نہ ہو تو چور پر اس کی قیمت کی واپسی لازم ہوگی خواہ اس کی چوری

کی سزا میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہو یا نہ کاٹا گیا ہو۔ (۱۱۷) حسن بصریؒ ن ے فرمایا: ''چور کے قطع ید کے بعد اس سے مسروقہ مال کا تاوان بھروالیا جائے گا۔'' (۱۱۸)

۵۔ سرقہ کی حالت: چور کا ہاتھ صرف اس صورت میں کاٹا جائے گا۔ جب چوری کا عمل مسروق منہ (مالک) سے خفیہ لاکر رکھ دیا گیا ہو۔ اگر چور مسروق منہ پر غالب آ کر اس سے مال لے لے (اسے غصب کہتے ہیں) یا اس سے مال چھین کر بھاگ کھڑا ہو (اسے اختلاس یعنی اچک لینے کا عمل کہتے ہیں) تو اس کے نتیجے میں قطع ید نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ اختلاس) بنابریں حسن بصریؒ جیب کترے کے قطع ید کے قائل تھے۔ اس لیے کہ جیب کترا مالک کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر جیب پھاڑ کر اس سے مال لے جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جیب کترے کا ہر حال میں قطع ید ہوگا۔'' (۱۱۹)

چور کا ہتھیار لہرانا۔ (دیکھئے مادہ حرابۃ نمبر۲)

۶۔ سرقہ کی سزا: اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳۸ میں چوری کی سزا کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اور چور خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔)

اگر کوئی شخص چوری کا ارتکاب کرے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اگر وہ دوباری چوری کرے تو اس کی بائیں ٹانگ کاٹ دی جائے گی۔ اگر پھر وہ چوری کرے تو اس کا کوئی اور عضو نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اسے قید میں اس وقت تک رکھا جائے گا جب تک اس کا چال چلن بہتر نہ ہو جائے۔ (۱۲۰) چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد گرم گرم تیل سے اس مقام کو داغ دیا جائے گا یا رگوں کی سلائی کر دی جائے گی تا کہ خون بہنا بند ہو جائے اور وہ ہلاکت سے بچ جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''چور کو داغ دینا سنت ہے۔'' (۱۲۱)

سعوط (ناک کے ذریعے اوپر چڑھائی جانے والی چیز)

سعوط اس دوا وغیرہ کو کہتے ہیں جو ناک کے راستے اوپر چڑھائی جائے۔

اگر سعوط حلق تک نہ پہنچے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۰ کا جزء ھ)

سعی (سعی کرنا)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۲)

نماز جمعہ کی اذان کے ساتھ خرید و فروخت ترک کر کے نماز کے لیے چل پڑنا۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۵ کا جزأ)

سفتجہ (ہنڈی)

۱۔ تعریف: اگر کوئی شخص اپنا مال ایک شہر میں کسی کو اس غرض سے حوالے کر دے کہ وہ یہ مال فلاں دوسرے شہر میں اس سے وصول کر لے گا تو اسے سفتجہ کہیں گے۔

۲۔ حسن بصریؒ سفتجہ کی اباحت کرتے تھے اور اس میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے (۱۲۲)

سفر (سفر کرنا)

۱۔ تعریف: سفر یہ ہے کہ ایک شخص اپنی رہائش کے مقام والی آبادی سے کسی ایسی جگہ کی طرف نکل پڑے جو اتنی مسافت پر ہو جس میں نماز قصر کرنا درست ہو جاتا ہو۔

۲۔ سفر کی مسافت: جس سفر کے ساتھ شرعی احکام متعلق ہوتے ہیں اور جس کی وجہ سے ایک شخص مسافر شمار ہوتا ہے۔ وہ سفر ہے جس میں اونٹ دو دنوں تک چلیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''دو راتوں کی مسافت میں نماز میں قصر ہوگا۔'' (۱۲۳) یعنی دو مرحلوں کی مسافت میں۔ یہ اڑتالیس ہاشمی میلوں کی مساوی ہے۔ (۱۲۴) ہمارے پیمانوں کے مطابق یہ ۸۸۷۰۴ میٹر کے مساوی ہے۔ (۱۲۵) بنا بریں حسن بصریؒ نے اس شخص پر جمعہ واجب کر دیا تھا جو جمعہ کی نماز پڑھ کر رات تک اپنے گھر واپس پہنچ جائے۔ (۱۲۶) اور اسے اس سفر کا مسافر شمار نہیں کیا جس کے ساتھ شرعی احکام متعلق ہوتے ہیں۔

۳۔ سفر کی مدت: مسافر اس حالت میں رہتے ہوئے خواہ وہ اسی حالت میں ایک سال تک رہے (۱۲۷) اس وقت تک مسافر کہلائے گا جب تک وہ اپنے گھر واپس نہ آ جائے یا کسی شہر میں داخل ہونے کی وجہ سے مقیم نہ ہو جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مسافر جب تک گھر واپس نہ آ جائے، دو رکعتیں پڑھے گا۔ الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے کسی شہر میں داخل ہو جائے، ایسی صورت میں وہ پوری نماز پڑھے گا۔'' (۱۲۸)

۴۔ ہمیشہ سفر میں رہنے والا مسافر: جن لوگوں کو ان کے کام کاج ہمیشہ سفر میں رہنے پر مجبور کر دیں، مثلاً ملاح وغیرہ، ان کے متعلق حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر اپنے اہل و عیال بھی اپنے ساتھ رکھیں تو وہ مقیم لوگوں کے حکم میں ہوں گے اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ مسافروں کے حکم میں ہوں گے۔ (۱۲۹) آپ سے پوچھا گیا کہ اگر ملاح لوگ اپنے بال بچے اپنے ساتھ رکھیں تو کیا وہ پوری نماز پڑھیں گے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ (۱۳۰)

۵۔ رمضان میں سفر کرنا: اگر کسی مسلمان کو رمضان میں سفر کرنے کی ضرورت پیش آ جاتی تو حسن بصریؒ اسے سفر کرنے سے نہیں روکتے اور فرماتے: ''رمضان میں سفر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ سفر کرنے والا اگر چاہے تو روزہ نہ رکھے۔'' (۱۳۱)

۶۔ جمعہ کے دن سفر کرنا: حسن بصریؒ جمعہ کے دن ظہر سے پہلے یا ظہر کے بعد سفر کرنے سے نہیں روکتے تھے بشرطیکہ جمعہ کا وقت نہ آ گیا ہو۔ جمعہ کا وقت آ جانے پر سفر کی اس وقت تک ممانعت ہوگی جب تک نماز جمعہ سے فراغت نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن سفر کرنے میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ جمعہ کا وقت نہ آ گیا ہو۔'' (۱۳۲) نیز فرمایا: ''ایک شخص جب جمعہ کی اذان سن لے تو وہ گویا محبوس ہو گیا۔'' (۱۳۳)

۷۔ سفر کے اندر موزوں پر مسح کی مدت: مقیم کے لیے موزوں پر مسح کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں ہیں۔ (دیکھئے مادہ خف نمبر ۶)

۸۔ سفر میں اذان: نماز کے وقت کے اعلان کے لیے اذان سنت ہے تاکہ لوگ نماز کے لیے جمع ہو جائیں۔

مسافر کو چونکہ جماعت ترک کرنے اور تنہا نماز پڑھنے کی رخصت ہوتی ہے۔ اس لیے اسے اذان ترک کرنے کی بھی رخصت ہے، اقامت ترک کرنے کی نہیں کیونکہ اقامت نماز میں داخل ہونے کے لیے کہی جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۲ کا جز ج) نیز (مادہ اقامۃ الصلاۃ نمبر ۲ کا جز ج)

۹۔ سفر میں نماز کی ادائیگی:

أ۔ دو نمازوں کو یکجا کر لینا: حسن بصریؒ سفر اور حضر میں دو نمازوں کو تین حالتوں کے سوا یکجا کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ (۱۳۳ب) وہ احوال یہ ہیں۔ (۱) عرفات میں ظہر اور عصر کو یکجا کرنا۔ (۲) مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو یکجا کرنا۔ آپ نے فرمایا: ''سفر اور حضر میں دو نمازوں کو یکجا کرنے کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے سوائے عرفات میں ظہر اور عصر یکجا کرنے کے اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء یکجا کرنے کے۔'' (۱۳۴) (۳) دشمن کے بالمقابل ہونے کی صورت میں دو نمازوں کو یکجا کرنا۔ حسن بصریؒ سے سفر میں دو نمازوں کو یکجا پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اسے پسند نہیں کیا۔ سوائے اس کے کہ دشمن کے خلاف صف آرا ہونے کی صورت ہو۔ (۱۳۵) سفر کے اندر جمع بین الصلوٰتین کی آپ سے مروی عدم اباحت آپ سے منقول اس روایت کے ساتھ متناقض ہے جس کا ذکر ابن قدامہ نے: ''المغنی'' کے اندر کیا ہے کہ آپ نے مسافر کے لیے زوال سے پہلے نماز ظہر ادا کر لینے کی اباحت کر دی ہے۔ (۱۳۶)

ب۔ چار رکعتوں والی نماز میں قصر کرنا:

ا۔ ہر وہ نماز جو حضر کے اندر چار رکعتوں والی ہے سفر کے اندر وجوباً دو رکعتوں کی شکل میں ادا ہوگی۔ (۱۳۷) حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''نماز دو رکعتوں کی شکل میں فرض ہوئی اور پھر حضر کے اندر اس میں اضافہ کر دیا گیا۔'' نیز فرماتے: ''حضر کے اندر نماز کی چار رکعتیں فرض ہیں اور سفر کے اندر دو رکعتیں۔'' (۱۳۸) آپ کا یہ قول نووی کی اس روایت کے ساتھ متناقض ہے جسے انہوں نے اپنے مسلک کی حمایت میں آپ سے نقل کیا ہے کہ مسافر کے لیے قصر اور اتمام دونوں جائز ہیں البتہ قصر افضل ہے۔ (۱۳۹)

مسافر جب آبادی سے باہر نکل آئے گا تو قصر کرنا شروع کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مسافر جب گھروں (آبادی) سے آگے نکل آئے تو قصر کرے۔'' (۱۴۰)

مسافر گھر واپس آنے تک قصر جاری رکھے گا۔ آپ نے فرمایا: ''مسافر جب تک گھر واپس نہ آ جائے، دو دو رکعتیں پڑھتا رہے۔'' (۱۴۱)

۲۔ اگر مسافر کسی مقیم کی اقتدا کرے تو ایک پوری رکعت رکوع اور سجدے کے ساتھ مل جانے کی صورت میں اس پر اتمام اور چار رکعتیں پڑھنا واجب ہو جائے گا۔ امام کے ساتھ ایک پوری رکعت نہ ملنے کی صورت میں وہ قصر کرے گا۔ (۱۴۲) جصاص رازی حنفی نے حسن بصریؒ سے حکایت کی ہے کہ اگر مسافر کسی مقیم کی اقتدا کرے تو مقیم والی نماز پڑھے گا خواہ وہ امام کے ساتھ صرف تشہد میں کیوں نہ شامل ہوا ہو۔ (۱۴۳) جصاص نے اس روایت کے ذریعے اپنے مسلک کی تائید حاصل کی ہے۔ تاہم پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ (دیکھئے

مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کے جز ۹ کا جز ی)

۳۔ اگر مسافر سفر کے دوران چار رکعتوں والی نماز پڑھنا بھول جائے اور پھر حضر میں اسے یہ نماز یاد آ جائے تو فوت شدہ اس نماز کی قصر کرے گا یا قصر نہیں کرے گا۔ اس بہارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ آپ سے منقول ایک روایت کے مطابق وہ یہ نماز اسی طرح پڑھے گا جس طرح اپنے وقت کے اندر یہ اس پر واجب ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر مسافر سفر کے اندر کوئی نماز پڑھنا بھول جائے اور پھر اسے حضر کے اندر یہ نماز یاد آ جائے تو وہ سفر کی نماز پڑھے گا اور اگر حضر کے اندر وہ کوئی نماز پڑھنا بھول جائے اور سفر کے اندر اسے یہ نماز یاد آ جائے تو وہ حضر والی نماز پڑھے گا۔''(۱۴۴) آپ سے منقول دوسری روایت کے مطابق اگر ایک شخص سے حضر کی حالت میں کوئی نماز فوت ہو جائے اور سفر کے اندر اسے یہ نماز یاد آ جائے اور سفر کے اندر ہی اس کی قضا کرے تو دو رکعتیں پڑھے گا۔(۱۴۵) اس روایت کے مطابق حسن بصریؒ نے اجماع سے اختلاف رائے کیا ہے۔

ج۔ جمعہ کی نماز: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مسافر پر جمعہ کی نماز واجب نہیں ہوتی۔(۱۴۶) آپ کے نزدیک سفر کی مسافت چونکہ دو دنوں تک چلنا ہے اس لیے جو شخص ایک دن چلنے کا سفر کرے۔ اس سے جمعہ ساقط نہیں ہو گا۔ آپ نے فرمایا: ''جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ کی نماز پڑھ کر رات تک اپنے گھر واپس آ سکتا ہو۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۲)

د۔ عید کی نماز: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مسافر سے اگر چہ جمعہ نیز نماز با جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ تاہم عید کی نماز اس سے ساقط نہیں ہوتی۔(۱۴۷) اس لیے کہ عورتیں جن پر جمعہ اور با جماعت نماز واجب نہیں ہوتی۔ وہ بھی عید کی نماز پڑھنے کی مکلّف ہوتی ہیں۔

ھ۔ سواری پر نفل اور وتر کی ادائیگی: مسافر کے لیے نوافل اور وتر کی سواری پر ادائیگی کی رخصت ہے اور جس طرف اس کی سواری کا رخ ہو، اسی رخ وہ یہ نمازیں ادا کرے گا۔(۱۴۷ب) اگر وہ رکوع یا سجدہ کرنا چاہے گا تو قبلہ رخ ہو جائے گا۔(۱۴۸) وتر کے اندر یہ رخصت اس بنا پر ہے کہ وتر کی نماز فرض نہیں ہے۔

۱۰۔ سفر میں روزہ رکھنا:

أ۔ رمضان کے اندر سفر کرنے کا جواز: حسن بصریؒ رمضان کے اندر سفر کرنے سے نہیں روکتے تھے۔ آپ فرماتے: ''رمضان کے اندر سفر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔''(۱۴۹) یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے۔

ب۔ رمضان کے اندر سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنا: اگر کسی شخص پر بحالت سفر میں رمضان آ جائے یا رمضان کی آمد پر وہ مقیم ہو اور پھر سفر میں چلا جائے تو اسے اس بات کی رخصت ہو گی کہ چاہے تو روزے نہ رکھے اور چاہے تو روزے رکھ لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص پر رمضان آ جائے اور وہ روزے رکھے اور پھر سفر پر چلا جائے تو اگر چاہے تو روزے نہ رکھے۔''(۱۵۰)

ج۔ مسافر کب روزہ توڑے؟: اس بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ آپ

سے منقول ایک روایت کے مطابق اگر ایک شخص سفر کی نیت کے ساتھ صبح کرے یعنی وہ اس دن سفر پر جانا چاہتا ہو تو اس کے لیے اپنے گھر سے ہی دن کے اول حصے میں روزہ توڑ دینا جائز ہوگا۔(۱۵۱) آپ سے منقول دوسری روایت کے مطابق اگر ایک شخص فجر سے پہلے سفر پر روانہ ہو جائے تو اگر چاہے تو اس دن روزہ نہ رکھے اور اگر فجر کے بعد سفر پر جائے تو پیاس وغیرہ کی ضرورت کے سوا اس کے لیے روزہ توڑ دینا جائز نہیں ہوگا کیونکہ ایک فرض کی ابتدا کرنے کے بعد صرف عذر کی بنا پر اسے فاسد کیا جا سکتا ہے (توڑا جا سکتا ہے۔) آپ نے فرمایا: ''اگر رمضان کے اندر ایک شخص روزے کی حالت میں صبح کرے اور پھر دن کے وقت سفر پر چلا جائے تو وہ اس دن کا روزہ صرف اسی صورت میں توڑ سکتا ہے جب پیاس کی شدت سے اسے اپنی جان کا خطرہ ہو۔ اگر اسے یہ خطرہ لاحق ہو جائے تو روزہ توڑ دے اور اس روزے کی قضا کر لے۔ اس کے بعد آگے وہ چاہے تو روزے نہ رکھے اور اگر چاہے تو روزہ رکھ لے۔''(۱۵۲)

د۔ روزہ نہ رکھنے والے مسافر کا مقیم ہو جانا: اگر مسافر دن کے وقت روزے سے نہ ہو اور پھر کسی شہر میں داخل ہو کر وہاں مقیم ہو جائے تو وقت کے احترام میں اس پر دن کا باقی ماندہ حصہ امساک کی حالت میں گزارنا واجب ہوگا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو دن کے اول حصے میں سفر سے واپس آ جائے جب کہ وہ کھا پی چکا ہو، فرمایا: ''وہ دن کا باقی ماندہ حصہ کھائے پیے بغیر گزارے۔''(۱۵۳)

ھ۔ حالت سفر میں چھوڑے ہوئے روزے: مسافر جب مقیم ہو جائے تو سفر میں چھوڑے ہوئے روزے قضا کرے۔ اگر وہ مقیم ہونے سے پہلے اسی سفر میں وفات پا جائے تو اس پر رمضان کے چھوٹ جانے والے روزوں کی قضا واجب نہیں ہوگی۔ اس کے اولیاء اس کی طرف سے ان روزوں کا نہ تو فدیہ نکالیں گے اور نہ قضا روزے رکھیں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ایک شخص سفر کے اندر اگر رمضان کے کئی روزے نہ رکھے اور پھر اسی سفر میں اس کی وفات ہو جائے تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔''(۱۵۴)

۱۱۔ مضارب کا مضاربہ کا راس المال لے کر سفر کرنا اور اس راس المال سے اپنا خرچہ حاصل کرنا۔ (دیکھیے مادہ شرکۃ نمبر ۳ کے جزج کا نمبر ۳ اور نمبر ۴)

⊙ مسافر کے لیے چلنے کی حالت میں کھانے پینے کی رخصت۔ (دیکھیے مادہ طعام نمبر ۱۲)

⊙ عدت وفات گزارنے والی عورت کے لیے سفر کا جواز۔ (دیکھیے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جزھ کا جز ۴)

سقط (حمل جو گر جائے)

سقط اس جنین کو کہتے ہیں جس کی خلقت واضح ہو چکی ہو اور وہ اپنی ماں کے پیٹ سے مردہ حالت میں گر جائے۔

سقط کے احکام (دیکھیے مادہ اسقاط) نیز (مادہ جنین)

سکر (نشے کی حالت)

اگر اشیاء کے درمیان امتیاز کرنے کی قوت مفقود ہو جائے تو ایسی حالت کو سکر کہیں گے۔ سکران (نشے کی زد

میں آئے ہوئے شخص) کے قولی اور فعلی تصرفات کا حکم۔ (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۵)

سکنیٰ (رہائش پذیری)

۱۔ تعریف: کسی جگہ اگر رہائش میں ٹھہراؤ ہو جائے تو اسے سکنیٰ کہیں گے۔

۲۔ اگر ایک شخص کسی سے کہے: "میرا یہ مکان تمہارے لیے سکنیٰ ہے" تو یہ عاریت کی صورت ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "سکنیٰ عاریت ہے۔" (۱۵۵)

عدت طلاق اور عدت وفات گزارنے والی عورت کے لیے سکنیٰ (دیکھئے مادہ احداد نمبر ۲) نیز (مادہ عدۃ نمبر ۲ کا جز ھ نیز نمبر ۳ کے جز ھ کا جز ۳)

سکوت (خاموشی)

۱۔ تعریف: یہاں سکوت سے کچھ وقت کے لیے جہری قرأت اور ذکر سے نیز کلام سے توقف کرنا مراد ہے۔

۲۔ نماز کے اندر امام کا سکوت: حسن بصریؒ نے فرمایا: "نماز کے اندر امام دو سکتے کرے گا۔ تکبیر کہنے کے بعد قرأت سے پہلے اور سورت کی قرأت سے فراغت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے۔" (۱۵۶) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز د کے جز ۲ کا جز ج)

۳۔ امام کے خطبے کے دوران میں سکوت اختیار کرنا (دیکھیے مادہ خطبہ نمبر ۴ کا جز ج)

سلاح (ہتھیار)

آلہ قتل کے طور پر نیز میدان کارزار میں دشمن کے خلاف استعمال ہونے والے آلات کو سلاح کہتے ہیں۔

۲۔ محرم کے لیے نیز حرم میں ہتھیار اٹھانے کی ممانعت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز م)

ہتھیار کے ذریعے شکار مارنا (دیکھئے مادہ صید نمبر ۳ کے جز ب کا جز ا)

اگر میاں بیوی کے درمیان گھر کے اثاثہ کے بارے میں جھگڑا پیدا ہو جائے تو مرد کے ہتھیاروں پر عورت کا کوئی استحقاق نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۵ کا جز واؤ)

دشمن کو ہتھیار مہیا کرنے کی ممانعت۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۳)

سلام (سلام کرنا، سلام پھیرنا)

۱۔ تعریف: اسلام علیکم کا جملہ زبان سے ادا کرنے کو سلام کہتے ہیں۔

۲۔ وہ شخص جسے سلام کیا جائے:

أ۔ نابالغ کو سلام کرنا: بچے کو سلام کرنے کے حسن بصریؒ قائل نہیں تھے۔ اس لیے کہ سلام کا جواب دینا فرض ہے اور بچے پر سلام کا جواب دینا لازم نہیں۔ اس لیے اسے سلام نہیں کرنا چاہیے۔ (۱۵۷)

ب۔ خطبہ سننے والے کو سلام کرنا: جو شخص جمعہ یا عید کے دن واجب خطبہ سن رہا ہو، اسے سلام کرنے کی رخصت ہے اور اسے سلام کا جواب دینے کی بھی رخصت ہے۔ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۴ کا جز ج)

ج۔ کافر کو سلام کرنا: مسلمان کے لیے کافر کو سلام کرنے میں پہل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔'' (۱۵۸) لیکن اگر کافر کے ساتھ مسلمان بھی ہو تو سب کو سلام کر لینا جائز ہوگا اور سلام کرنے والا مسلمان کو سلام کرنے کی نیت کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب تم ایسی مجلس کے پاس سے گزرو جہاں مسلمان اور کافر بیٹھے ہوں تو سب کو سلام کرلو۔'' (۱۵۹)

۳۔ سلام کا جواب دینا:

أ۔ سلام کے جواب کے لیے کفایت کرنے والے الفاظ: سلام کے جواب میں: ''وعلیکم'' کہہ دینا بھی کافی ہے۔ اگر: ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کا بھی اضافہ کر دیا جائے تو یہ احسن ہوگا۔ اس لیے کہ یہ دعا ہے۔ حسن بصریؒ کو جب سلام کہا جاتا تو آپ جواب میں: ''وعلیکم'' کہہ دیتے۔ (۱۶۰)

ب۔ کافر کے سلام کا جواب دینا: اگر کافر کسی مسلمان کو سلام کرے تو جواب میں: ''وعلیکم'' کا لفظ متعین ہوگا۔ اسے: ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ کافر کے حق میں استغفار جائز نہیں ہے۔ (۱۶۱)

ج۔ خطبہ سننے کے دوران سلام کا جواب دینا: حسن بصریؒ نے خطبہ سننے کے دوران سلام کا جواب دینے کی رخصت دی ہے کیونکہ سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۴ کا جزج)

د۔ نمازی کا جواب سلام: اگر نمازی کو سلام کہا جائے تو الفاظ کے ذریعے سلام کا جواب دینا اس کے لیے جائز ہے۔ ایسا کرنے سے حسن بصریؒ کے نزدیک اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ (۱۶۲)

۴۔ نماز میں سلام پھیرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ ایک طرف سلام پھیر لینے کے ساتھ ہی نماز سے خروج مکمل ہو جاتا ہے۔ خود آپ کا طریق کار یہ تھا کہ نماز میں صرف دائیں طرف سلام پھیر کر فراغت حاصل کر لیتے تھے اور اس پر بائیں طرف سلام پھیرنے کا اضافہ نہیں کرتے تھے۔ آپ سے مروی ہے کہ آپ دائیں طرف سلام پھیرتے اور فرماتے: ''السلام علیکم'' (۱۶۳) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کا جز د) جس طرح نماز سے خروج کے لیے ایک ہی طرف سلام پھیر لینا کافی ہے، اسی طرح نماز جنازہ سے خروج کے لیے بھی ایسا ہی کر لینا کافی ہے۔ حسن بصریؒ نماز جنازہ میں ایک ہی طرف سلام پھیرتے تھے۔ (۱۶۴) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جزھ کا جز ے) اگر نمازی پر سجدۂ سہو لازم ہو جائے تو وہ دائیں طرف سلام پھیر کر نماز سے فراغت حاصل کرے گا اور پھر سہو کے دو سجدے کر لے گا اور اس کے بعد سلام پھیرنے کی اسے ضرورت نہیں ہوگی بلکہ وہ نماز سے اٹھ کھڑا ہوگا۔ (دیکھئے مادہ سجود السھو نمبر ۵)

⊙ چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد بھول کر سلام پھیر دینا۔ (دیکھئے مادہ سجود السھو نمبر ۴ کا جز واؤ)

⊙ سجدۂ تلاوت میں سلام پھیرنا نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ سجود التلاوۃ نمبر ۶)

۵۔ حسن بصریؒ سلام کرنے کو کلام کرنا شمار کرتے تھے، ذکر الٰہی شمار نہیں کرتے تھے۔ بنا بریں اگر ایک شخص یہ قسم کھا لے کہ وہ فلاں کے ساتھ کلام نہیں کرے گا اور پھر اسے سلام کرے تو حانث ہو جائے گا۔ (۱۶۵) یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور قسم کا کفارہ اس پر لازم ہو جائے گا۔

⊙ اتنی اونچی آواز میں سلام کرنا کہ متعلقہ شخص اسے سن لے۔ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۴ کا جزج)

سلحفاۃ (کچھوا)

کچھوا کھانے کی اباحت۔ (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ج)

سَلَمٌ (بیع کی ایک قسم)

سلم اس بیع کو کہتے ہیں جس کے اندر فوری ثمن کے بدلے ایک ایسی چیز فروخت کی جائے جس کی صفات بیان کردی گئی ہوں اور وہ بائع کے ذمہ واجب الادا بن جائے۔ بیع سلم کے احکام (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶)

سمسرۃ (دلالی)

فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان اجرت لے کر واسطہ بننے کو سمسرۃ کہتے ہیں۔ دلالی اور دلالی کی اجرت کا حکم (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جز ج) نیز (مادہ اجارۃ نمبر ۲ کا جز أ کا جز ۱)

سِنّ (دانت)

دانت کے ذریعے جانور ذبح کرنے کی کراہت۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۴)

دانت پر کیا گیا جرم۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ج)

ضرورت پڑنے پر دانتوں کو سونے کے تار سے باندھنے کی اباحت۔ (دیکھئے مادہ ذھب نمبر ۲ کا جز أ)

سھم (حصہ)

حسن بصریؒ کے نزدیک وصیت کے سلسلے میں ایک سہم چھٹے حصے کے مساوی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ذوی الفروض کے لیے کم سے کم مقررہ حصہ یہی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کسی کے حق میں اپنے مال کا ایک سہم وصیت کر جائے تو اسے ہر حالت میں چھٹا حصہ ملے گا۔'' (۱۶۶)

سھو (سہو لاحق ہو جانا)

۱۔ تعریف: ایک بات کا حافظہ کے اندر موجود رہتے ہوئے ذہن سے اتر جانا سہو کہلاتا ہے۔ یہ نسیان سے مختلف ہے کیونکہ نسیان یعنی بھول کے اندر ایک بات حافظہ اور ذہن دونوں سے اتر جاتی ہے۔ تاہم دونوں کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۔ نماز کے اندر سہو لاحق ہونا:

أ۔ سجدۂ سہو واجب کر دینے والا سہو اور واجب نہ کرنے والا سہو۔ (دیکھئے مادہ سجود السھو)

ب۔ اگر ایک شخص نماز کے کسی فرض کی ادائیگی بھول جائے اور جب نماز سے فراغت کے بعد نفل شروع کرے تو مذکورہ فرض اسے یاد آ جائے ایسی صورت میں وہ نفل کی دو رکعتیں پڑھ کر اسے ختم کر دے اور جس نماز کے فرض میں سہو واقع ہوا تھا، اسے دہرا لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک نمازی کسی فرض کی ادائیگی بھول

جائے یہاں تک کہ نفل میں داخل ہو جائے اور پھر اسے بھولا ہوا فرض یاد آ جائے تو نفل کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر لے اور نئے سرے سے مذکورہ فرض نماز پڑھ لے۔" آپ فرماتے: "نفل بمنزلہ کلام ہے۔" (۱۶۷)

ج۔ اگر ایک شخص سہو کی وجہ سے نماز میں کلام کر لے تو اس کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ اپنی نماز لوٹائے گا۔ (۱۶۸) دوسری روایت کے مطابق عمداً کلام کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ سہواً کلام باطل نہیں کرتا۔ (۱۶۹) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جزج کا جز ا)

د۔ اگر ایک شخص ظہر کی نماز پڑھنا بھول جائے اور پھر عصر کا وقت ہو جائے اور اسے بھولی ہوئی نماز یاد آ جائے تو حسن بصریؒ کے قول کے مطابق وہ پہلے عصر کی نماز ادا کرے گا جس کا وقت آ چکا ہے اور اس کے بعد ظہر کی قضا کرے گا۔ (۱۷۰) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز أ کا جز ۱۱)

ھ۔ اگر لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں جس سے نماز بھول کر رہ گئی ہو تو وہ اپنی نماز کا اعادہ کرے گا۔ مقتدی اعادہ نہیں کریں گے۔ (۱۷۱) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز ا کا جز ۱۱)

و۔ نماز کی ایک رکعت بھول کر قرأت نہ کرنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جزج کے جز ۳ کا جز أ) نیز نماز کے اندر بھولے ہوئے فرض افعال کی قضا۔ (دیکھئے مادہ سجود السھو نمبر ۳ کا جز ب)

ز۔ سجدۂ تلاوت میں سہو لاحق ہونا۔ (دیکھئے مادہ سجود التلاوۃ نمبر ۷)

۳۔ روزے میں سہو لاحق ہونا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر روزہ دار بھول کر کھا پی لے یا ہمبستری کر لے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ اس حکم کے اندر طعام اور جماع کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ (۱۷۲) (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۰ کے جز ط کا جز ۱)

۴۔ قسم کے اندر سہو: اگر کوئی شخص کہے کہ: "خدا کی قسم میں نے یہ نہیں کیا" جب کہ بھول کر وہ ایسا کر چکا ہو تو یہ کوئی چیز نہیں ہوگی کیونکہ اس نے ایک جھوٹی بات کی ہے۔ وہ اللہ سے اس کی معافی مانگے۔ اس پر کوئی کفارہ عائد نہیں ہوگا۔ (۱۷۳) یہ لغو قسم کی ایک صورت ہے۔ (دیکھئے مادہ یمین نمبر ۲ کا جز أ)

۵۔ طہارت کے اندر سہو واقع ہونا:

⊙ غسل کے اندر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جانا۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۵ کا جز واؤ)

⊙ وضو کے اندر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جانا۔ (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کا جز د)

۶۔ احرام کی ممنوعات میں سہو واقع ہو جانا:

بھول کر احرام کی خلاف ورزیوں کے ارتکاب پر جزاء یعنی بدلے کا وجوب۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز أ نیز نمبر ۸ کے جز ھ کا جز ۲)

۷۔ حج کے اندر یوم النحر کے افعال کی ترتیب بھول کر ترک کر دینے پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۳ کا جز أ)

حج کے اندر بھول کر بعض کنکریاں نہ مارنا۔(دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ب)
ایسا ذبیحہ جس پر بھول کر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو۔(دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۵ کا جز ا)
معلق علیہ کو بھول کر کر لینا معلق کو واجب کر دیتا ہے۔(دیکھئے مادہ تعلیق نمبر ۴ کا جز د) نیز (مادہ طلاق نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز د)

حرف السین میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷
(۲) حوالہ درج بالا نیز المغنی ج ۱ ص ۲۱۴، الاوسط ج ۱ ص ۲۹۷
(۳) المجموع ج ۱ ص ۲۲۷
(۴) المغنی ج ۱ ص ۵۲، طرح التثریب ج ۲ ص ۳۴، المحلی ج ۱ ص ۱۱۲
(۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶ ب، عبدالرزاق ج ۱ ص ۹۹، الاستذکار ج ۱ ص ۲۰۹ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۴۷، المغنی ج ۱ ص ۵۰، الاوسط ج ۱ ص ۳۰۰
(۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶، المغنی ج ۱ ص ۴۸، الاوسط ج ۱ ص ۳۰۸
(۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶
(۸) حوالہ درج بالا ص ۶ ب، الاستذکار ج ۱ ص ۲۰۹ تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۴۷
(۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹ و ص ۲۴، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۵۱، عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۰۴، الاوسط ج ۱ ص ۳۱۰
(۱۰) عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۰۴، المغنی ج ۱ ص ۴۸، المجموع ج ۱ ص ۲۲۷
(۱۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴
(۱۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶ ب، الاوسط ج ۱ ص ۳۱۳
(۱۳) عبدالرزاق ج ۱ ص ۸۳
(۱۴) البخاری فی الادب باب ما ینھی من السباب، مسلم فی الایمان باب سباب المومن فسوق۔
(۱۵) عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۱۷۶
(۱۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷
(۱۷) نیل الاوطار ج ۳ ص ۲
(۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۳
(۱۹) حوالہ درج بالا۔

(۲۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۸ ب

(۲۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۳

(۲۲) حوالہ درج بالا۔

(۲۳) حوالہ درج بالا ص ۴۱

(۲۴) حوالہ درج بالا ص ۴۱

(۲۵) حوالہ درج بالا ص ۴۱

(۲۶) حوالہ درج بالا نیز تہذیب الآثار ج ا ص ۳۵۸، المغنی ج ا ص ۵۱۶، المجموع ج ۳ ص ۳۹۸ تفسیر قرطبی ج ا ص ۳۴۶

(۲۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۲

(۲۸) ابن ابی شیبہ ج ص ۴۱ ب، عبدالرزاق ج ا ص ۳۹۹، المغنی ج ا ص ۵۱۷

(۲۹) عبدالرزاق ج ا ص ۴۰۰

(۳۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۲

(۳۱) المحلی ج ۲ ص ۲۶۸ ج ۴ ص ۸۴، المجموع ج ۴ ص ۴۴۶ حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۲۴۴۔

(۳۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴ ص ۶۰ ب، عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۷۸

(۳۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۲، عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۷

(۳۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۰

(۳۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۹

(۳۶) حوالہ درج بالا۔

(۳۷) المغنی ج ا ص ۶۱۷

(۳۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۴، عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۴۳

(۳۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۴ ص ۶۵ المغنی ج ا ص ۶۱۸

(۴۰) عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۳۹، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۴ ب، المجموع ج ۳ ص ۵۵۴

(۴۱) المجموع ج ۳ ص ۵۵۷، المغنی ج ا ص ۶۱۹، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۴

(۴۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۳ ب ص ۶۵ ب

(۴۳) المغنی ج ا ص ۶۲۷، المجموع ج ۳ ص ۵۶۹

(۴۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۳ ب

(۴۵) حوالہ درج بالا۔

(۴۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۵، سنن دارمی ج ا ص ۲۳۷

(۴۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۵، المغنی ج ۱ ص ۶۲۳، المجموع ج ۳ ص ۵۴۸

(۴۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۵

(۴۹) حوالہ درج بالا۔

(۵۰) حوالہ درج بالا۔

(۵۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۳، المغنی ج ۱ ص ۶۲۱

(۵۲) عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۵۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۳، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۲۳، المغنی ج ۱ ص ۶۲۲

(۵۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۶

(۵۴) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۲۶، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۷

(۵۵) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۰۷، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۱۳۷، المجموع ج ۴ ص ۴۳

(۵۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۶ ب

(۵۷) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۰۷

(۵۸) المغنی ج ۲ ص ۲۸

(۵۹) المغنی ج ۲ ص ۲۴، ۳۱، المجموع ج ۴ ص ۶۲، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۱۴۰

(۶۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۸

(۶۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۶ ب

(۶۲) المجموع ج ۴ ص ۵۰

(۶۳) المغنی ج ۲ ص ۳۸

(۶۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۰ ب، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۵۰، تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۰۱

(۶۵) سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۵۰

(۶۶) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۰۷

(۶۷) عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۴۱، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۱۹۶

(۶۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۰

(۶۹) شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۸۸

(۷۰) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۰۳

(۷۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۵ ب، المغنی ج ۲ ص ۳۰

(۷۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۸

(۷۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۶

(۷۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۸، عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۱۷، المغنی ج ۲ ص ۱۰۱

(۷۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۷ ب
(۷۶) حوالہ درج بالا نیز المغنی ج ۲ ص ۳۳، المجموع ج ۴ ص ۷۳
(۷۷) سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۵۱
(۷۸) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۲۴
(۷۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۸، المجموع ج ۴ ص ۶۷، المغنی ج ۲ ص ۴۲
(۸۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۷، الاعتبار ص ۱۱۵، المغنی ج ۲ ص ۴۲
(۸۱) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۱۰
(۸۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۷، المحلی ج ۴ ص ۱۷۰
(۸۳) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۱۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۷، المغنی ج ۲ ص ۳۴
(۸۴) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۴۹، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۴۸
(۸۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷، احکام القرآن ج ۱ ص ۵۰
(۸۶) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۲
(۸۷) المحلی ج ۶ ص ۲۳۴
(۸۸) المحلی ج ۶ ص ۱۷۲
(۸۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸
(۹۰) الاشراف ج ۱ ص ۵۱۶
(۹۱) عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۱۳، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۵۶
(۹۲) المحلی ج ۱۱ ص ۱۳
(۹۳) خراج ابی یوسف ص ۲۱۰
(۹۴) احکام القرآن ج ۲ ص ۴۱۹، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۳۲۳، المغنی ج ۸ ص ۲۷۲
(۹۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۰، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۲۶
(۹۶) الاشراف ج ۱ ص ۵۰۶
(۹۷) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۰، خراج ابی یوسف ص ۲۰۴
(۹۸) تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۶۰
(۹۹) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۲۹۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۲، المغنی ج ۸ ص ۴۷۰
(۱۰۰) عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۴۷
(۱۰۱) تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۶۰، ۲۶۱
(۱۰۲) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۲۹۳

(۱۰۳) تفسیر قرطبی ج ۴ص ۲۵۸

(۱۰۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۷۵ ب

(۱۰۵) تفسیر قرطبی ج ۶ص ۱۷۱

(۱۰۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۸

(۱۰۷) المغنی ج ۸ص ۲۴۲

(۱۰۸) احکام القرآن ج ۲ص ۴۱۶

(۱۰۹) تفسیر قرطبی ج ۶ص ۱۶۱

(۱۱۰) حوالہ درج بالا۔

(۱۱۱) البخاری فی الحدود، مسلم فی الحدود باب حد السرقۃ ونصابھا۔

(۱۱۲) شرح السنۃ ج ۱۰ص ۳۲۳، احکام القرآن ج ۲ص ۴۱۹، المغنی ج ۸ص ۲۷۲

(۱۱۳) تفسیر قرطبی ج ۶ص ۱۷۱

(۱۱۴) عبدالرزاق ج اص ۱۹۷، تفسیر قرطبی ج ۶ص ۱۶۲، المغنی ج ۸ص ۲۴۸، الاجماع ص ۱۳۹

(۱۱۵) المحلی ج ۱۱ص ۳۲۱، المغنی ج ۸ص ۲۴۸، الاجماع ص ۱۳۹

(۱۱۶) المحلی ج ۱۱ص ۳۳۶، ۳۳۷، عبدالرزاق ج ۱۰ص ۱۹۵، المغنی ج ۸ص ۲۴۴، ۲۴۵، الاشراف ج اص ۴۹۳

(۱۱۷) المغنی ج ۸ص ۲۷۰

(۱۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۴ب، سنن بیہقی ج ۸ص ۲۸۷، احکام القرآن ج ۲ص ۴۳۱

(۱۱۹) تفسیر قرطبی ج ۶ص ۱۷۱

(۱۲۰) المغنی ج ۸ص ۲۶۴

(۱۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۰ب

(۱۲۲) المغنی ج ۴ص ۳۲۱

(۱۲۳) ابن ابی شیبہ ج اص (۱۱۲) ج ۲ص ۲۴۴، عبدالرزاق ج ۲ص ۵۲۷، سنن بیہقی ج ۳ص ۱۳۷، المحلی ج ۵ص ۴ ج ۶ص ۲۴۴، شرح السنۃ ج ۴ص ۱۷۳، احکام القرآن ج ۲ص ۲۵۶، تہذیب الآثار ج ۴ص ۱۸۸

(۱۲۴) المجموع ج ۴ص ۲۱۷

(۱۲۵) معجم لغۃ الفقہاء (مادہ مقادیر)

(۱۲۶) ابن ابی شیبہ ج اص ۷۶ب، المجموع ج ۴ص ۳۵۶، المحلی ج ۵ص ۵۵، المغنی ج ۲ص ۳۶۰، عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۶۲

(۱۲۷) عبدالرزاق ج ۲ص ۵۳۷

(۱۲۸) عبدالرزاق ج ۲ص ۵۲۰، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۱۳، المحلی ج ۵ص ۲۳، المغنی ج ۲ص ۲۸۸، المجموع ج ۴ص

۲۴۸، نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۵۶

(۱۲۹) شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۸۱

(۱۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۵ ب

(۱۳۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۲ ب

(۱۳۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۷ ب، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۴۹، المغنی ج ۲ ص ۳۶۳، المجموع ج ۴ ص ۳۶۸

(۱۳۳) المحلی ج ۴ ص ۱۹۶

(۱۳۳ ب) شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۹۶، المغنی ج ۲ ص ۲۷۱

(۱۳۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۳ ب، الاوسط ج ۲ ص ۲۲۴

(۱۳۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۳ ب

(۱۳۶) المغنی ج ۱ ص ۳۹۶

(۱۳۷) نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۴۵، شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۶۲

(۱۳۸) الاستذکار ج ۱ ص ۳۰

(۱۳۹) المجموع ج ۴ ص ۲۲۳

(۱۴۰) تہذیب الآثار ج ۴ ص ۱۹۶

(۱۴۱) عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۲۷، تہذیب الآثار ج ۳ ص ۱۴۶

(۱۴۲) الاستذکار ج ۱ ص ۸۰، المغنی ج ۲ ص ۲۸۴، المجموع ج ۴ ص ۲۳۹

(۱۴۳) احکام القرآن ج ۲ ص ۲۵۵

(۱۴۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۲

(۱۴۵) المحلی ج ۵ ص ۳۱، المجموع ج ۴ ص ۲۵۳، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۲۰۲، الاجماع ص ۴۴

(۱۴۶) المغنی ج ۲ ص ۳۳۸

(۱۴۷) المغنی ج ۲ ص ۳۹۲

(۱۴۷ ب) عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴

(۱۴۸) عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۸۰

(۱۴۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۲ ب

(۱۵۰) حوالہ درج بالا نیز تفسیر طبری ج ۲ ص ۸۶، ۸۹، الاعتبار ص ۱۴۴، عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۹

(۱۵۱) المغنی ج ۳ ص ۱۰۱، شرح السنۃ ج ۶ ص ۳۱۳، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۷۹

(۱۵۲) عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۷۲ ج ۴ ص ۲۷۱

(۱۵۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۶

(۱۵۴)عبدالرزاق ج ۴ص ۲۴۱

(۱۵۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۷۳

(۱۵۶)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۴۳

(۱۵۷)تفسیر قرطبی ج ۵ص ۳۰۲

(۱۵۸)مسلم فی السلام باب النھی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام۔

(۱۵۹)عبدالرزاق ج ۶ص ۱۲،ج ۱۰ص ۳۹۲، تفسیر قرطبی ج ۱۱ص ۱۱۲

(۱۶۰)عبدالرزاق ج ۱۰ص ۳۸۵

(۱۶۱)احکام القرآن ج ۲ص ۲۱۸

(۱۶۲)عبدالرزاق ج ۲ص ۳۳۸، المغنی ج ۲ص ۶۰، المجموع ج ۴ص ۳۸، حلیۃ العلماء ج ۲ص ۱۳۱، شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۳۶، تفسیر قرطبی ج ۵ص ۲۹۹۔

(۱۶۳)عبدالرزاق ج ۲ص ۲۲۲، ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۴۶ب، المجموع ج ۳ص ۴۶۳

(۱۶۴)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۴۸ب

(۱۶۵)المغنی ج ۸ص ۸۲۲

(۱۶۶)سنن سعید ج ۳ص ۱/۹۵، المغنی ج ۶ص ۲۹

(۱۶۷)عبدالرزاق ج ۲ص ۳۱۷

(۱۶۸)عبدالرزاق ج ۲ص ۳۳۱، تفسیر قرطبی ج ۳ص ۲۱۶

(۱۶۹)الاعتبار ص ۷۵، المجموع ج ۴ص ۱۷

(۱۷۰)شرح معانی الآثار ج ۱ص ۲۷۰

(۱۷۱)الاستذکار ج ۱ص ۳۶۲

(۱۷۲)شرح السنۃ ج ۶ص ۲۹۲

(۱۷۳)سنن بیہقی ج ۱۰ص ۵۰

حرف الشین

شارب (مونچھیں)

۱۔ تعریف: بالائی لب پر اگے ہوئے بالوں کو شارب کہا جاتا ہے۔

۲۔ اس کے احکام:

اَ۔ مونچھیں کترنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مونچھیں کترنا سنت ہے، مونڈنا سنت نہیں ہے۔ محمد بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ کو دیکھا تھا کہ آپ اپنی مونچھیں اس طرح صاف نہیں کرتے تھے جس طرح بعض لوگ صاف کر دیتے ہیں۔"(۱) یعنی مونڈ دیتے ہیں۔

ب۔ میت کی مونچھیں کترنا: آپ کی رائے تھی کہ اگر فوت ہونے والے شخص کی مونچھیں لمبی ہوں تو انہیں کتر دینا مستحب ہے۔ کترے ہوئے بال اس کے کفن میں اس کے ساتھ رکھ دیئے جائیں گے۔(۲)

شارع (سڑک)

سڑک کی مٹی پاک ہے۔ (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر ۳ کا جزو اؔ)

شبہ العمد (قتل کی ایک قسم)

ایسی چیز کے ذریعے کسی کو عمداً ضرب لگا کر موت کے گھاٹ اتار دینا قتل شبہ عمد کہلاتا ہے۔ جس کے واسطے سے غالباً قتل کا ارتکاب نہیں کیا جاتا۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۲ کا جز ب)

شبھۃ (شبہ)

۱۔ تعریف: شبہ اس صورت کو کہتے ہیں جو ثابت کے مشابہ ہو لیکن ثابت نہ ہو یا ایسی صورت جو تصرف کے اندر پیدا ہو جائے حتیٰ کہ قطعی طور پر یہ کہنا ممکن نہ ہو کہ آیا یہ حلال ہے یا حرام۔

۲۔ جس شخص کے مال میں حرام شامل ہو جائے، اس کے ساتھ لین دین: اگر ایک شخص کی کمائی کا بعض حصہ حلال اور بعض حرام ہو اور دونوں اس طرح گڈمڈ ہو جائیں کہ انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا ممکن نہ رہے تو ایسی صورت میں اس کا سارا مال شبہ والا مال کہلائے گا۔ اسی طرح اگر حلال کے ساتھ حرام مل جائے اور ان کے درمیان امتیاز کرنا ممکن نہ رہے تو یہ بھی شبہ والی صورت کہلائے گی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ تعامل یعنی لین دین اور خرید و فروخت جائز ہوگی۔ اس کا ہدیہ قبول کرنا اور اس کے گھر پکا ہوا کھانا کھا لینا بھی جائز ہوگا۔(۳) تاہم لینے والا یہ نیت کرے گا کہ وہ مذکورہ شخص کا صاف یعنی حلال مال لے رہا ہے اور گندہ یعنی حرام مال اس کے لیے چھوڑ رہا ہے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جز اُ)

۳۔ حد کو ساقط کر دینے والا شبہ: حضور ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ شبہات کی بنا پر حدود ٹال دی جائیں۔ آپ کا ارشاد ہے: ''جہاں تک تم سے ہو سکے، تم مسلمانوں سے حدود کو ٹال دیا کرو۔ اگر مجرم کے لیے نکلنے کی کوئی راہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو یا اس لیے کہ امام اگر معاف کر دینے میں غلطی کر جائے تو یہ بات سزا دینے میں غلطی کرنے سے بہتر ہے۔''(۴) حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''شبہات کی بنا پر حدود معطل کر دینا شبہات کی بنا پر حدود جاری کرنے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔''(۵) اسی اصول پر صحابہ کرامؓ اور پھر تابعین عظامؒ کا تسلسل کے ساتھ عمل رہا۔ جن شبہات کی بنا پر حسن بصریؒ حدود کو ٹال دیتے تھے۔ ہمارے اعداد و شمار کے مطابق ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

أ۔ ملکیت کے اندر شبہ: اس شبہ کی بنا پر آپ نے اس شخص سے حد زنا ساقط کر دی تھی جو اپنی ماں یا باپ کی لونڈی کے ساتھ ہمبستر ہوا تھا کیونکہ ولد اور والدین کے درمیان ملکیت کے اندر فراخی اور کھلا پن ہوتا ہے۔ (دیکھیے مادہ زنا نمبر ۲ کے جز د کا جز ۲) نیز اس شخص سے بھی جو اپنے بیٹے کی لونڈی کے ساتھ ہمبستر ہوا تھا کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم اور تمہارا مال سب تمہارے باپ کا ہے۔''(۶) (دیکھیے مادہ حد نمبر ۲ کا جز ج) اور اس شخص سے بھی جو اپنے اور غیر کے درمیان مشترک لونڈی سے ہمبستر ہوا تھا۔ (دیکھیے مادہ زنا نمبر ۲ کے جز د کا جز ۳) نیز اس شخص سے حد سرقہ آپ نے ساقط کر دی تھی جس نے بیت المال کی یا مال غنیمت کی یا اپنے والدین کی چوری کی ہو۔ (دیکھیے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جز د اور جز ھ)

ب۔ اثبات کے اندر شبہ: اس شبہ کی بنا پر آپ نے زانی سے حد زنا اس صورت میں ساقط کر دی تھی جب گواہ قاضی کے سامنے متفرق طور پر پیش ہوئے ہوں۔ (دیکھیے مادہ زنا نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۱، ۳)

ج۔ عقد کے اندر شبہ: ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ نے اس شبہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا کیونکہ آپ نے اس شخص پر حد واجب کر دی تھی جس نے اپنی کسی محرم عورت کے ساتھ ہمبستری کی ہو اور اسے تحریم کا علم ہو خواہ اس نے یہ ہمبستری نکاح کے تحت کی ہو یا عقد کے بغیر۔ (دیکھیے مادہ زنا نمبر ۲ کے جز د کا جز ۱)

د۔ فاعل کے اندر شبہ: اس کی مثال وہ صورت ہے جس کے تحت فاعل اپنے اس حرام فعل کی تحریم سے بے خبر ہو جس کا ارتکاب اس نے کیا ہے اور جس پر اسے حد والی سزا مل سکتی ہو مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو اس کے ساتھ دخول یعنی ہمبستری سے پہلے ایک طلاق دیدے اور پھر یہ سوچ کر اس کے ساتھ ہمبستری کر لے کہ اسے اپنی مذکورہ بیوی سے رجعت کا حق حاصل ہے۔ (دیکھیے مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ج)

شجّہ (زخم کی ایک قسم)

سر یا چہرے پر لگنے والے زخم کو شجّہ کہتے ہیں۔ (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۵)

شرب (پینا)

۱۔ تعریف: مائع چیز کو منہ کے راستے جوف یعنی پیٹ میں چبائے بغیر بہا دینا شرب کہلاتا ہے۔

۲۔ شرب کے آداب: حسن بصریؒ کے نزدیک پینے کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ پینے کا عمل بیٹھ کر کیا

جائے۔ آپ نے کھڑے ہو کر پینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۷)

شرط (شرط)

۱۔ تعریف: ایک چیز کے وجود پر دوسری چیز کے وجود کو معلق کر دینا شرط کے نام سے موسوم ہے۔

۲۔ شرط کی قسمیں:

اَ۔ تصرفات کی صحت کے لیے اللہ سبحانہ کی مقرر کردہ شرطیں مثلاً عقود کی صحت کے لیے طرفین کی رضامندی کی شرط: وراثت کے لیے استحقاق کی شرط، حد کے وجوب کی شرط۔ ان کے علاوہ ایسی شرائط کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان کے متعلقہ ابواب سے رجوع کر کے ان کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

ب۔ بندے کی اپنے رب کے ساتھ کی ہوئی شرطیں مثلاً معتکف اپنے اعتکاف کے اندر یہ شرط رکھ دے کہ وہ رات کا کھانا گھر جا کر کھایا کرے گا۔ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۳) اسی طرح احرام کے اندر محرم کی رکھی ہوئی شرط (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵) نیز نذر ماننے والے کی اپنی نذر کے اندر عائد کردہ شرط (دیکھئے مادہ نذر)

ج۔ رضامندی پر مبنی شرطیں: یہ شرطیں عقود کے اندر ہوتی ہیں جن پر متعاقدین رضامند ہوتے ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایسی شرطیں جن کا عقد مقتضی ہو اور عقد کے ساتھ ان کی مناسبت ہو، ایسی شرطیں درست ہوتی ہیں اور ان پر قائم رہنا اور انہیں لازم کر لینا متعاقدین میں سے ہر ایک پر واجب ہوتا ہے مثلاً ثمن موجل ہونے کی یا ثمن کے بالمقابل رہن رکھنے کی شرط یا مثلاً خدمت کو عتق کے بدل کا جز بنا دیا گیا ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر آقا اپنے غلام سے کہے کہ تم اس شرط پر آزاد ہو کہ تم دس سال تک میری خدمت کرتے رہو گے تو یہ شرط آقا کے حق میں جائے گی۔'' (۸) یعنی اس پر عمل ہوگا۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷ کا جز د) یا مثلاً خلع لینے والی عورت اپنے شوہر پر عدت کے نفقہ کی شرط عائد کر دے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''خلع لینے والی عورت کو کوئی خرچہ نہیں ملے گا الا یہ کہ وہ اپنے شوہر پر اس کی شرط عائد کر دے۔'' (۹) (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۹ کا جز ھ) یا مذکورہ عورت کی طرف سے یہ شرط کہ خلع کی بنا پر ایک یا دو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''وہ اپنے شوہر پر جتنی طلاقوں کی شرط لگائے گی، وہ اسے مل جائے گی۔'' (۱۰) یا مثلاً شوہر اپنی بیوی پر یہ شرط عائد کر دے کہ بیوی کے پاس اس کے فلاں فلاں رشتہ دار نہیں آئیں گے یا مثلاً وہ اپنی بیوی پر بس ایک مقررہ رقم خرچ کرے گا۔ حسن بصریؒ ایسی شرطوں میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۱۱) (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۷ کا جز ب)

۲۔ ایسی شرطیں جن کا عقد مقتضی نہ ہو اور نہ وہ عقد کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں بلکہ ان کے اندر طرفین میں سے کسی ایک کے فائدے کا پہلو موجود ہو۔ ایسی شرطیں باطل ہیں اور عقد پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑتا یعنی شرط باطل ہوگی اور عقد درست ہو جائے گا۔ (۱۲) حسن بصریؒ نے اس عقد کے متعلق جس کے تحت کسی نے بائع کی اس شرط کے ساتھ لونڈی خریدی کہ وہ نہ اسے آگے فروخت کرے گا اور نہ اس کا ہبہ کرے گا اور اس کے

مرنے کے بعد لونڈی آزاد ہو جائے گی، فرمایا: ''بیع جائز اور شرط باطل ہے۔'' (۱۳) کیونکہ عقد مذکورہ شرط کا مقتضی نہیں تھا نہ اس کے ساتھ شرط کی مناسبت تھی بلکہ یہ ملکیت کے مقتضا کی مناقض تھی اور اس کے اندر ایک فریق کے فائدے اور مصلحت کا پہلو بھی تھا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ شرط کے تحت نکاح کرے تو نکاح جائز ہو جائے گا اور شرط باطل ہو جائے گی۔'' (۱۴) ایک شخص نے اس شرط کے تحت عورت سے نکاح کیا کہ وہ اسے اس کے شہر سے باہر نہیں لے جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''عورت کی اس شرط کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ اسے جہاں چاہے لے جا سکتا ہے۔'' (۱۵) ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا اور عورت کے اولیاء نے یہ شرط عائد کر دی کہ اگر وہ فلاں مدت تک مہر کی ادائیگی کر دے گا تو یہ عورت اس کی بیوی ہوگی ورنہ نہیں۔ پھر وہ مقررہ مدت تک مہر لے کر نہیں آیا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نکاح جائز ہو گیا اور شرط باطل ہو گئی۔'' (۱۶) کیونکہ عقد نکاح نہ تو اس شرط کا مقتضی تھا اور نہ اس کے ساتھ شرط کی کوئی مناسبت تھی۔ اس لیے کہ عقد نکاح فوری طور پر وقوع پذیر ہوتا ہے اور اس پر خیار شرط وارد نہیں ہوتا۔ نیز فرمایا: ''اگر آقا اپنے مکاتب غلام پر شہر سے باہر نہ جانے اور نکاح نہ کرنے کی شرط عائد کر دے تو اس کی یہ شرط باطل ہوگی۔ مکاتب جہاں چاہے گا، جا سکے گا نیز جب چاہے نکاح کر سکے گا۔'' (۱۷) صبیح کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا کے ساتھ دس ہزار کی رقم پر مکاتبت کا عقد کیا اور آقا نے مجھ پر شہر سے باہر نہ جانے کی شرط عائد کر دی اور میرا جھگڑا قاضی شریح کے پاس لے گیا۔ قاضی صاحب نے اس سے فرمایا: ''تم نے اس پر دنیا تنگ کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ یہاں سے نکل جاؤ۔'' حسن بصریؒ نے فرمایا: ''آقا نے باطل شرط لگائی ہے مذکورہ غلام جہاں چاہے گا، جا سکے گا۔'' (۱۸) ایاس بن معاویہ کہتے ہیں کہ عدی بن ارطاۃ نے مجھ سے اور حسن بصریؒ سے اس شخص کے متعلق مسئلہ دریافت کیا جس نے اپنے غلام کے ساتھ عقد کتابت کر کے اس پر شرط عائد کر دی تھی کہ جب تم وفات پاؤ گے تو تمہارے مال میں میرا بھی ایک حصہ ہوگا۔ میں نے مسئلے کے جواب میں کہا کہ یہ شرط جائز ہے اور حسن بصریؒ نے کہا کہ اس شرط کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عدی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خط لکھ کر مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے حسن بصریؒ کے قول کے مطابق جواب دیا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایاس نے یہ جواب مجھے پڑھ کر سنایا تھا۔ (۱۹) (دیکھیے مادہ رق نمبر ۳ کا جزھ)

قرآن کی تعلیم دینے پر کسی معلوم اجرت کی شرط جائز نہیں ہے۔ (۲۰) اس لیے کہ قرآن کی تعلیم دینا عبادت ہے اور عبادت پر اجرت کی شرط عائد کرنا جائز نہیں۔ اگر ایک شخص یہ شرط عائد کرے کہ وہ فلاں کے حق میں جس مال کی وصیت کر رہا ہے، اس کے مرنے کے بعد مذکورہ مال دوسرے فلاں شخص کو مل جائے گا تو یہ ایک باطل شرط ہوگی۔ (دیکھیے مادہ وصیۃ نمبر ۸ کا جز ط اور ی) حسن بصریؒ نے اس بات کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ آقا اپنے مکاتب سے کہے کہ تم بدل کتابت کی ادائیگی میں تعجیل کرو۔ میں اس میں سے اتنی رقم کم کر دوں گا۔ (دیکھیے مادہ رق نمبر ۳ کے جز د کا جز ۶)

اگر آقا اپنے غلام کے ساتھ یہ شرط کرے کہ وہ اسے آزاد کردے گا اور اس کی اولاد کی بجائے وہ یعنی آقا اس کا وارث ہوگا تو یہ باطل شرط ہوگی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۱ کا جز ب)

بیع عربون (ایسی بیع جس کے تحت مشتری کوئی مال خریدے اور بائع کو کچھ رقم دے کر یہ شرط لگادے کہ اگر وہ مذکورہ مال اٹھالے گا تو اس رقم کو ثمن میں شمار کرلیا جائے گا اور اگر مال نہیں لے گا تو مذکورہ رقم بائع کی ہو جائے گی۔'' جس طرح ہمارے ہاں کسی سودے کے سلسلے میں بیعانہ (بیانہ) دیا جاتا ہے) کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ یہ باطل بیع ہے۔(۲۱) اس میں یہ احتمال ہے کہ آپ نے اسے باطل اس لیے قرار دیا تھا کہ اس میں ایک باطل شرط موجود ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ بیع کو درست سمجھتے تھے اور بیعانہ یعنی عربون کی شرط کو باطل قرار دیتے تھے۔ یہ احتمال شرائط کے بارے میں حسن بصریؒ کے نظریے کے ساتھ میل کھاتا ہے۔ حضورﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے بیع عربان سے منع فرمایا تھا۔(۲۲) اس کے اندر بھی یہ دونوں احتمال ہوسکتے ہیں: ''عقد کے اندر باطل شرط لغو ہوتی ہے اور عقد درست ہوتا ہے۔'' اس قاعدے سے صرف عقد نکاح کے اندر تحلیل کی شرط مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ شرط عقد نکاح کو فاسد کردیتی ہے۔ (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۳ کا جز د)

۳۔ شرط کے ساتھ عرف کا تعارض: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر شرط کے ساتھ عرف کا تعارض ہو جائے تو عرف کو ترک کرکے شرط پر عمل کیا جائے گا۔ اس پر (مادہ بیع نمبر ۳ کے جزی کے جز ۱) میں بحث گزر چکی ہے۔

شرک (شرک)

۱۔ تعریف: ادیان تین ہیں۔ دین اسلام، دین اہل کتاب (یعنی یہودیت اور عیسائیت) اور شرک یعنی باقی ماندہ لوگوں کا دین۔ اسلام کے سوا تمام ادیان کفر ہیں۔

۲۔ شرک کے احکام: مشرکین کے احکام دیگر تمام کافروں کے احکام کے ساتھ یکسانیت رکھتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ کفر) البتہ چند امور کے اندر اختلاف ہے۔ ان کا ذکر درج ذیل ہے:

⊙ مشرکین کے ساتھ عقد ذمہ نہیں ہوتا۔ اہل کتاب کے ساتھ اس عقد کا جواز ہے۔ (دیکھئے مادہ ذمۃ نمبر ۳ کا جز اُ)

⊙ مشرکین کا ذبیحہ کھانے کا عدم جواز اور اہل کتاب کا ذبیحہ کھانے کا جواز۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۳ کا جز اُ)

⊙ مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کا عدم جواز اور اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز اُ کے جز ۶ کا جز اُ اور ب)

شرکۃ (شراکت)

۱۔ تعریف: مختلف افراد کی املاک کو باہم خلط کردینا شراکت کا عمل کہلاتا ہے۔

۲۔ شرکاء: حسن بصریؒ مسلمان کے لیے کافر کے ساتھ شراکت کی اس شرط کے ساتھ اباحت کرتے تھے کہ خرید و

فروخت کا کام مسلمان انجام دے۔ اس لیے کہ کافر بعض دفعہ ان امور کو حلال سمجھتا ہے جو اسلام کے اندر حرام ہیں مثلاً سودی لین دین اور شراب کی بیع نیز اسی طرح کے دیگر امور۔ بنا بریں اگر شراکت کے اندر کافر کا تصرف ہوگا تو حرام مال مسلمان کے پاس آ جائے گا جب کہ مسلمان کے تصرف کی صورت میں شراکت کا مال حرام سے محفوظ رہے گا۔ ہشام کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ یہودی اور نصرانی کے ساتھ شراکت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے بشرطیکہ مسلمان شریک خرید و فروخت کے معاملات خود سرانجام دے۔

(۲۲ب) اگر مسلمان اور کافر مضاربہ کے اندر شریک ہو جائیں تو مضاربہ کا کام مسلمان ہی سرانجام دے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''کافروں سے مضاربہ پر مال لے لو لیکن انہیں مضاربہ پر مال حوالے نہ کرو۔''

(۲۳) شریک کی اپنے شریک کے حق میں گواہی جائز نہیں۔ (دیکھیے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کا جزج) اگر شرکاء آپس میں قرض داروں کو تقسیم کر لیں تو یہ جائز ہے۔ (دیکھیے مادہ دین نمبر ۶ کا جزب)

۳۔ شراکت کی بعض قسمیں:

اُ۔ شرکت عنان: اس شراکت کے لیے یہ نام حسن بصریؒ کے عہد کے بعد ایجاد ہوا۔ اس شراکت میں شرکاء کے راس المال کے درمیان مساوات شرط نہیں ہے۔ (۲۴) بلکہ یہ جائز ہے کہ ایک شریک کا راس المال ہزار ہو اور دوسرے شریک کا راس المال پانچ سو ہو۔ اسی طرح راس المال کی جنس کا ایک ہونا بھی شرط نہیں بلکہ یہ جائز ہے کہ ایک شریک درہموں کے ساتھ اور دوسرا شریک دیناروں کے ساتھ شراکت کر لے اور تقسیم کے وقت درہموں والا شریک اپنے درہم اور دیناروں والا شریک اپنے دینار واپس لے لے اور پھر منافع دونوں کے درمیان طے شدہ شرائط کے مطابق تقسیم ہو جائے۔ (۲۵)

ب۔ حسن بصریؒ نے اس صورت کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ دو افراد اس شرط کے ساتھ شراکت کریں کہ ایک شریک کام کے آلات مہیا کرے گا اور دوسرا شریک کام کرے گا اور حاصل شدہ آمدنی دونوں کے درمیان طے شدہ شرائط کے مطابق ایک اور دو یا ایک اور تین کی نسبت سے تقسیم ہو جائے گی۔ (۲۶) کیونکہ یہ مضاربہ کی شکل ہے اور عروض (رقم کے سوا دیگر اشیاء) کے ساتھ مضاربہ درست نہیں ہوتا۔

ج۔ شرکت مضاربہ:

ا۔ مضاربہ کی صحت کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

اُ۔ راس المال رقوم یعنی نقود کی شکل میں ہو، عروض کی صورت نہ ہو۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے اس صورت کو ناجائز قرار دیا ہے کہ ایک شریک کام کے اوزار مہیا کرے اور دوسرا شریک ان اوزاروں سے کام کرے اور آمدنی طے شدہ شرط کے مطابق دونوں کے درمیان تقسیم ہو جائے۔

ب۔ مضاربہ کا راس المال مضارب یعنی کارکن کے ذمہ واجب الادا مال نہ ہو یعنی دین یا ودیعت وغیرہ کی صورت میں۔ اگر مذکورہ راس المال کام کرنے والے کے ذمہ دین ہو یا اس کے پاس ودیعت کے طور پر رکھا ہوا ہو اور پھر مال کا مالک اس سے کہے کہ: ''اس مال کے ساتھ مضاربہ کر دو۔'' تو یہ اس وقت تک جائز

نہیں ہوگا جب تک وہ یہ مال اس سے اپنے قبضے میں نہ لے لے۔"(۲۷)

۲۔ نفع اور نقصان: یہ بھی شرط ہے کہ کارکن یعنی مضارب کے لیے نفع کے اندر ایک معین نسبت مثلاً تہائی یا چوتھائی وغیرہ مقرر کر دی جائے۔ اگر سرمایہ کار کارکن سے کہے کہ: "یہ مال لے لو اور اس کے ساتھ مضاربہ کرو اور نفع ہمارے درمیان رہے گا۔" تو منافع دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا۔ اگر وہ اس سے یہ کہے کہ: "یہ مال لے لو اور اس کے ساتھ مضاربہ کرو۔" لیکن وہ کارکن کے لیے کسی حصے کا تعین نہ کرے تو اس صورت میں بھی منافع دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا۔ (۲۸) اگر راس المال میں نقصان ہو جائے اور مضارب سرمایہ کار کو اس سے آگاہ کر دے یا آگاہ نہ کرے اور پھر دوبارہ مضاربہ شروع کر دے تو دوسری دفعہ کے مضاربہ سے حاصل ہونے والے منافع کو دونوں آپس میں تقسیم کر لیں گے اور نقصان پہلے راس المال پر ڈال دیا جائے گا۔ (۲۹) مضارب نقصان کا کوئی حصہ برداشت نہیں کرے گا بلکہ سارا نقصان راس المال پر ڈال دیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "منافع طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم ہوگا اور نقصان راس المال پر ڈال دیا جائے گا۔"(۳۰)

۳۔ کارکن کا سفر خرچ: کارکن جب تک مقیم رہے گا، اس کا خرچ اس کے اپنے مال سے ہوگا۔ اگر وہ شراکت کے مفاد میں سفر کرے گا تو سفر خرچ شراکت کے مال سے حاصل کرے گا اور معتاد طریقے سے اپنا خرچہ وصول کرے گا کیونکہ اس کا یہ سفر شراکت کی خاطر ہوگا۔ اس لیے سفر خرچ بھی شراکت پر ڈالا جائے گا۔ (۳۱) حسن بصریؒ نے فرمایا: "مضارب معروف طریقے سے کھائے گا۔"(۳۲)

۴۔ کارکن سے تاوان کی وصولی: مضاربہ کا مال کارکن کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہوگا اور اس کی زیادتی یا کوتاہی کے بغیر تلف ہو جانے والے مال کا وہ تاوان نہیں بھرے گا۔ اگر سرمایہ کار مضارب کو سفر کی مطلقاً اجازت دے دے تو اسے خطرناک راستوں پر سفر کرنے کا اختیار نہیں ہوگا اور نہ خطرناک شہر میں جانے کا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو تلف ہو جانے والے مال کا تاوان بھرے گا کیونکہ ایسا کر کے وہ کوتاہی کا مرتکب ہوگا۔ (۳۳) حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر مضارب خلاف ورزی کرے تو تاوان بھرے گا۔"(۳۴) آپ سے مروی ایک اور روایت کے مطابق اگر مضارب نے بقصد اصلاح خلاف ورزی کی ہو تو اس پر تاوان عائد نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ نفع میں شریک ہونے والے پر کوئی تاوان نہیں ہوتا۔ (۳۵) کیونکہ وہ قابل اتہام نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ نقصان جس طرح راس المال کا ہوگا، اسی طرح اس فرد کا بھی ہوگا اور دستور یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو نقصان پہنچانے والا اقدام نہیں کرتا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر مضارب بقصد اصلاح تعدی یعنی حد سے تجاوز اور خلاف ورزی کرے تو اس پر کوئی تاوان عائد نہیں ہوگا۔ (۳۶) نیز فرمایا: "مضارب امین سمجھا جاتا ہے خواہ وہ تمہارے حکم کی خلاف ورزی کیوں نہ کرے۔"(۳۷) ایک شخص نے دوسرے سے مضاربہ کے طور پر مال لیا اور اس کے ساتھ کاروبار شروع کر دیا اور اس میں دوسرا مال بھی ملا دیا لیکن رب المال کو اس کی اطلاع نہیں دی۔ حسن بصریؒ نے اس کے متعلق فرمایا: "اگر مال تلف ہو جائے تو

مضارب پر کوئی تاوان عائد نہیں ہوگا اور اگر منافع حاصل ہو تو مقررہ حصص کے مطابق تقسیم ہوگا۔"(۳۸)

۴۔ مشترکہ لونڈی کے ساتھ شریک کی ہمبستری کی ممانعت اور ہمبستری کرنے پر اپنے شریک کے حصے کا تاوان بھرنا۔(دیکھئے مادہ تسری نمبر۲ کا جزج)

⊙ مشترک غلام کے ساتھ عقد مکاتبت (دیکھئے مادہ رق نمبر۳ کے جزج کا جز۱)

⊙ ولاء کے اندر شراکت۔(دیکھئے مادہ ولاء نمبر۲ کا جزج)

⊙ جنایت کے اندر قاصر اور غیر قاصر کا اشتراک۔(دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۳ کا جزج)

⊙ جنایت کے اندر ایک سے زائد افراد کا اشتراک۔(دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۳ کا جزھ)

⊙ چند افراد مل کر اگر باہمی اشتراک سے احرام کے اندر شکار ماریں تو ان پر عائد شدہ تاوان۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر۸ کے جزب کا جز۲)

⊙ شریک کی اپنے شریک کے حق میں گواہی۔(دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر۳ کا جزج)

شعر (اشعار)

موزوں اور مقفیٰ کلام کو شعر کہتے ہیں۔

حسن بصریؒ شعر نہیں کہتے تھے اور نہ شعر خوانی کرتے تھے۔(۳۹) آپ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ ایک شخص شعر گوئی اور شعر خوانی کو اپنا وطیرہ بنالے اور اس کے لیے اپنے حافظے کو وقف کردے اور اپنی یادداشت کو اس سے بھر ڈالے۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم میں سے کسی کا معدہ پیپ سے بھر جائے حتیٰ کہ اس کے پھیپھڑے زخمی کردے تو یہ بات اس کے لیے اس سے بہتر ہوگی کہ اس کا معدہ اشعار سے بھر جائے۔"(۴۰) البتہ ضرورت کے تحت کچھ اشعار یاد کر لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ ایک شخص حسن بصریؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: "میں قرآن کی تعلیم حاصل کر رہا ہوں اور میرے والد مجھے شاعری سیکھنے کے لیے کہتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "قرآن کی تعلیم حاصل کرو اور اتنے اشعار بھی یاد کرلو جن کے ذریعے تم اپنے والد کو خوش کر سکو۔"(۴۱)

شعر (بال)

۱۔ بالوں کا پاک ہونا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ ایسے جانور کے بال اور اون جو اپنی زندگی کے اندر پاک ہو، اس کی زندگی میں پاک ہوتے ہیں۔ جب جانور مر جائے تو اس کے بال اور اون ناپاک ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد جب انہیں دھولیا جائے تو وہ پاک ہو جاتے ہیں اور ان کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔(۴۲) ایسے جانوروں کے بال جو اپنی زندگی میں نجس ہوں، مثلاً کتا اور خنزیر، ناپاک ہوتے ہیں اور انتہائی ضرورت کے بغیر انہیں استعمال میں لانا جائز نہیں ہوتا۔ بنابریں حسن بصریؒ نے خنزیر کے بالوں کو سلائی وغیرہ کے کام میں لانے کی رخصت دی تھی۔(۴۳)

۲۔ قدرتی بالوں کے ساتھ دیگر بال جوڑنا: حسن بصریؒ عورت کے لیے اپنے بالوں کے ساتھ اونی بال جوڑنے

کو ناجائز قرار دیتے تھے۔(۴۴) جب اونی بال جوڑنا ناجائز ہے تو انسانی بال جوڑنا بطریق اولی ناجائز ہوگا کیونکہ اس کے اندر دھوکہ دہی کا پہلو ہے۔

۳۔ بال کترنا اور مونڈنا:

أ۔ حسن بصریؒ عورت کے لیے اپنے سر کے بال مونڈنے کی کسی بھی حالت میں اباحت نہیں کرتے تھے نہ تو احرام کھولنے کے لیے اور نہ کسی اور مقصد کے لیے کیونکہ بال مونڈ ڈالنا عورت کے حق میں مثلہ کے مترادف ہے۔ عورت احرام کھولنے کے لیے اپنے بال چھوٹے کر لینے پر اکتفا کرے گی۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۱۱) مرد اگر پہلی دفعہ حج کرے تو سر مونڈ کر احرام کھولنا اس کے لیے مسنون ہوگا۔ بعد کے حج میں اس کے لیے بال چھوٹے کرا کر احرام کھول لینا کافی ہوگا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۱۱) نیز (مادہ حج نمبر ۱۵ کا جزد)

ب۔ محرم کے لیے اپنے بال مونڈنا ممنوع ہے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اس پر جرمانہ عائد ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جزھ)

ج۔ نووی نے حسن بصریؒ سے داڑھی کترنے کی کراہت نقل کی ہے۔ انہوں نے آپ سے داڑھی کے بال چھوڑے رکھنے کا قول بھی نقل کیا ہے کیونکہ حضورﷺ کا ارشاد ہے: ''داڑھیاں بڑھاؤ۔''(۴۵)

د۔ اگر ابرو کے بال بڑھ جائیں تو انہیں کتر لینا جائز ہے کیونکہ انہیں بڑھنے دینا مثلہ ہے۔ (دیکھئے مادہ حاجب نمبر ۲)

ھ۔ زندہ شخص اور میت کے لیے مونچھیں کترنا سنت ہے۔ (دیکھئے مادہ شارب)

و۔ زندہ شخص اور میت کے لیے موئے زیر ناف صاف کرنا سنت ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر میت کے موئے زیر ناف طویل ہوں تو انہیں کتر دیا جائے۔''(۴۶)

ز۔ اگر سر کے بال بڑھ جائیں تو انہیں چھوٹے کرا دینا زندہ اور میت دونوں کے لیے سنت ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر میت کے سر کے بال بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہوں تو انہیں کتر دیا جائے۔''(۴۷)

ح۔ بعض لوگوں کے جسم میں بہت زیادہ بال ہوتے ہیں اور بہت بڑھ جاتے ہیں۔ وہ ان پر چونا مل دیتے ہیں جس کے نتیجے میں بال جھڑ جاتے ہیں۔ حسن بصریؒ کے جسم پر بھی بکثرت بال تھے لیکن آپ ان پر چونا نہیں ملتے تھے۔(۴۸) کیونکہ ایسا کرنے میں تنعم میں اضافے کا پہلو ہوتا۔

۴۔ غسل جنابت کے لیے بال نہ کھولنا: اگر عورت غسل جنابت کرنا چاہے اور اس کے سر کے بال گوندھے ہوئے ہوں تو بال نہ کھولنے کی اسے رخصت ہوگی اور اپنے سر پر تین چلو پانی ڈال لینا کافی ہوگا۔ ایسی ہی عورت کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس کے لیے تین چلو پانی ڈال لینا کافی ہوگا۔ وہ اگر چاہے تو اپنے بال نہ کھولے۔''(۴۹) البتہ غسل حیض کے لیے سر کے بال کھولنا ضروری ہوگا کیونکہ غسل حیض مہینے میں صرف ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۵ کا جزھ)

۵۔ بغل کے بال اکھیڑنے سے وضو لازم نہیں ہوتا: حسن بصریؒ ان حضرات میں سے ہیں جن کی رائے میں بغل

کے بال اکھیڑنے سے وضو لازم نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا: ''بغل کے بال اکھیڑنے سے وضو لازم نہیں ہوتا۔'' (۵۰) آپ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص ناک اور بغل کے بال اکھیڑے تو کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں البتہ اگر وہ بال اکھیڑ کر خون بھی نکال دے تو وضو کر لے۔'' (۵۱) (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۶ کا جزج)

۶۔ جس مقام سے بال کاٹے جائیں، اس پر مسح یا دھونے کا اعادہ ضروری نہیں: اگر ایک شخص باوضو ہو اور بال مونڈ لے تو بال مونڈنے کے مقام پر مسح کا اعادہ اس پر واجب نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو وضو کرنے کے بعد اپنے بال یا ناخن کتر لیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس پر کوئی چیز لازم نہیں۔'' (۵۲) (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۶ کا جزم)

۷۔ بال رنگنا: سفید بالوں کو رنگنا جائز ہے البتہ انہیں بالوں والا رنگ (سیاہ رنگ) نہ لگائے تا کہ اس کی وجہ سے دھوکہ دہی کا پہلو پیدا نہ ہو جائے۔ حسن بصریؒ اپنی داڑھی کے سفید بالوں کو زرد رنگ لگاتے تھے۔ سعید بن ابی عروبہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ کو اپنی داڑھی کے بال زرد کیے ہوئے دیکھا تھا۔ (۵۳) (دیکھئے مادہ خضاب نمبر ۲)

۸۔ جنین کے جسم پر اگر بال اگ آئے ہوں تو اس کی ماں کی ذبح اس کی ذبح ہوگی۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۶ کا جزھ)

شفعہ (حق شفعہ)

۱۔ تعریف: غیر منقولہ چیز کو اس کے مشتری سے اس ثمن کے بدلے زبردستی اپنی ملکیت میں لے لینا جس پر مشتری کا عقد بیع مکمل ہوا تھا، شفعہ کہلاتا ہے۔

۲۔ **شفعہ کا استحقاق: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ شفعہ کا استحقاق شراکت، پڑوس اور سہولتوں مثلاً پانی گھاٹ وغیرہ میں اشتراک کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ مبیع میں شریک شخص پڑوسی کی بہ نسبت شفعہ کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ ایسا پڑوسی جس کی غیر منقولہ چیز فروخت شدہ غیر منقولہ چیز کے ساتھ راستے کے اندر شریک ہو، وہ اس پڑوسی کی بہ نسبت شفعہ کا زیادہ حق دار ہوگا جس کی غیر منقولہ چیز فروخت شدہ غیر منقولہ چیز کے ساتھ راستے کے اندر شریک نہ ہو۔ (۵۴) اگر پڑوسی متصل نہ ہو مثلاً فروخت شدہ غیر منقولہ چیز اور اس کے درمیان کوئی شارع عام واقع ہو تو اسے حق شفعہ حاصل نہیں ہوگا۔ (۵۵) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر پڑوسی لصیق یعنی متصل ہو تو اسے شفعہ کا حق حاصل ہوگا۔'' (۵۶) فروخت شدہ مکان کی ہر جانب چالیس مکانات تک متصل پڑوسیوں میں قریب ترین کو دوسروں پر مقدم رکھا جائے گا۔ (۵۷) (دیکھئے مادہ جوار نمبر ۲) اسماعیل بن خالد نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر لوگ زمین آپس میں تقسیم کر لیں اور پانی گھاٹ کو اپنے درمیان رہنے دیں تو وہ شفعہ کے اندر شریک ہوں گے۔'' یحییٰ بن آدم نے کہا ہے کہ آپ نے پانی گھاٹ کو راستے کی طرح قرار دیا ہے۔'' (۵۸)**

۳۔ شفیع (شفعہ کا حق دار)

اَ۔ کافر: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مسلمان پر کافر کا شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔ آپ فرماتے: ''یہودی اور نصرانی کے لیے کوئی شفعہ نہیں۔'' (۵۹)

ب۔ نابالغ: اگر نابالغ کے لیے شفعہ ثابت ہو جائے تو ساقط نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے بالغ ہونے اور کوئی ایک بات اختیار کرنے تک باقی رہتا ہے۔ اگر وہ شفعہ پر عمل اختیار کر لے تو اسے شفعہ مل جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نابالغ جب بالغ ہو جائے تو وہ اپنے شفعہ پر ہوگا۔'' (۶۰) آپ سے ایک اور روایت کے مطابق یتیم کا وصی اس کا شفعہ حاصل کرے گا۔ (۶۱)

ج۔ غائب شخص: غائب شخص کے لیے بھی شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور اس کے غائب ہونے کی وجہ سے شفعہ ساقط نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے۔ پھر جب آ جائے تو اسے شفعہ لینے کا حق ہوگا۔ اشعث نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ کی رائے میں غائب شخص جب واپس آ جائے تو وہ اپنے شفعہ پر ہوگا۔ (۶۲)

د۔ شفعہ کا سب سے زیادہ حق دار: مبیع کے اندر شریک شخص شفعہ کا سب سے بڑھ کر حق دار ہوتا ہے۔ پھر متصل پڑوسیوں میں سے قریب ترین پڑوسی۔ (دیکھئے مادہ شفعہ نمبر۲)

ھ۔ شفعہ کے حق داروں کا تعدد: اگر حق شفعہ ایک سے زائد افراد کے لیے ثابت ہو جائے اور حصوں کے اندر یہ سب یکساں ہوں تو شفعہ کے تحت حاصل شدہ غیر منقولہ چیز ان کے درمیان مساوی طور پر تقسیم ہو جائے گی۔ اگر حصوں کے اندر یہ مختلف ہوں تو مذکورہ غیر منقولہ چیز کی ان کے درمیان تقسیم ہو جائے گی۔ اگر حصوں کے اندر یہ مختلف ہوں تو مذکورہ غیر منقولہ چیز کی ان کے درمیان تقسیم کے سلسلے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ آپ سے مروی ایک روایت کے مطابق یہ لوگ اپنی تعداد کے اعتبار سے مذکورہ چیز آپس میں مساوی طور پر تقسیم کر لیں گے۔ (۶۳) دوسری روایت کے مطابق یہ لوگ اپنے اپنے حصوں کے لحاظ سے اس کی تقسیم عمل میں لائیں گے۔ مثلاً اگر ایک مکان تین افراد کے درمیان ہو اور ایک فرد کا حصہ مکان کا نصف ہو، دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا چھٹا حصہ ہو اور پھر ان میں سے ایک شخص اپنا حصہ کسی اجنبی کو فروخت کر دے تو باقی ماندہ دونوں شریکوں کے درمیان شفعہ ان کے حصص کی مقدار کے اعتبار سے ہوگا۔ (۶۴) اگر ان تینوں میں سے کوئی شخص ان میں سے کسی کے ہاتھ اپنا حصہ فروخت کر دے تو باقی ماندہ دو کو اس پر شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ یہ بات (مادہ شفعہ نمبر۵ کے جزج) میں آئے گی۔

۴۔ کن چیزوں کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہے؟: غیر منقولہ املاک کے سوا کسی اور چیز میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''صرف مٹی یعنی غیر منقولہ املاک میں شفعہ ہوتا ہے۔'' (۶۵) بنا بریں منقولہ املاک کے اندر شفعہ نہیں ہوتا۔ (۶۶) نہ جانور کے اندر۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جانور کے اندر شفعہ نہیں۔'' (۶۷) کیونکہ جانور منقولہ مال ہوتا ہے۔

۵۔ حق شفعہ کے سقوط کی شرطیں: چند احوال کے اندر حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

أ۔ اگر شفعہ والی چیز کی فروخت کا علم ہو جائے اور اس کے بعد اس کا مطالبہ نہ کیا جائے تو اس صورت میں شفعہ ساقط ہو جائے گا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

ب۔ شفیع کی موت سے حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ اگر وہ شفعہ کی بنا پر مبیع حاصل کرنے سے پہلے وفات پا جائے تو حق شفعہ اس کے ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔ (۶۸)

ج۔ اگر شفعہ والی چیز شرکاء میں سے کسی ایک کے ہاتھ فروخت کی گئی ہو تو دوسرے شرکا کو شفعہ کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا مثلاً ایک مکان کے کئی شرکاء ہوں اور ایک شریک مکان کے اندر اپنا حصہ کسی دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کر دے تو باقی ماندہ شرکاء کو شفعہ کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا۔ (۶۹)

د۔ جب فروخت شدہ غیر منقولہ مال کا بدل یعنی ثمن مثلیات میں سے نہ ہو یا سرے سے مال ہی نہ ہو: مثلاً مہر کے طور پر یا خلع کے بدل میں یا قتل کی دیت وغیرہ میں کوئی مکان دے دینا۔ (۷۰) منصور بن المعتمر نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ کی رائے میں مہر کے اندر شفعہ نہیں ہوتا۔ (۷۱)

شک (شک)

۱۔ دو باتوں کے درمیان اس تردد کو شک کہتے ہیں جس کی وجہ سے کسی ایک بات کو دوسری بات پر ترجیح نہ دی جا سکتی ہو۔

۲۔ یقین کے ساتھ شک کا تعارض: حسن بصریؒ: ''شک کی بنا پر یقین زائل نہیں ہوتا'' کے اصول پر عمل کرتے تھے۔ اس اصول کی تطبیق کے طور پر آپ کی رائے تھی کہ جس شخص کو طلوع فجر کے بارے میں شک ہو، وہ اس وقت تک سحری کھا پی سکتا ہے جب تک اسے طلوع کا یقین نہ ہو جائے۔ آپ فرماتے: ''جب تک تمہیں شک ہو، کھانا جاری رکھو'' اس لیے کہ طلوع فجر نہ ہونے کا یقین ہوتا ہے اور شک اس امر میں ہوتا ہے کہ آیا فجر طلوع ہو گیا یا ابھی تک طلوع نہیں ہوا۔ (دیکھئے مادہ سحور نمبر ۲ کا جز أ)

اگر نماز کے اندر کسی کو حدث لاحق ہونے کا شک پڑ جائے تو یقین یعنی طہارت (باوضو ہونے) پر بنا کر کے اپنی نماز مکمل کر لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر تمہیں وضو کے بارے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر تمہیں وضو کے بارے میں شک ہو جائے جب کہ تم نماز کے اندر ہو یا نماز سے فارغ ہو چکے ہو تو مذکورہ نماز مت لوٹاؤ۔'' (۷۲) نیز فرمایا: ''اگر تمہیں حدث لاحق ہونے کا شک ہو جائے اور وضو کا یقین ہو تو تم باوضو ہو گے اور اگر تمہیں وضو کے بارے میں شک ہو جائے اور حدث کا یقین ہو تو وضو کر لو۔'' (۷۳) جو نمازی نماز کی رکعتوں کی تعداد کے بارے میں شک میں پڑ جائے اور اسے کسی ایک عدد پر اپنا گمان غالب کر لینے کی استطاعت ہو تو اس صورت میں وہ اپنے ظن غالب پر عمل پیرا ہوگا۔ اگر وہ مذکورہ بات کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو یقین پر بنا کرے گا۔ یعنی اپنے کم سے کم ظن پر۔ (دیکھئے مادہ سجود السھو نمبر ۳ کا جز أ)

اگر ایک شخص کو نماز پڑھ لینے یا نہ پڑھنے کے بارے میں شک ہو جائے تو اگر مذکورہ نماز کا وقت باقی ہو تو وہ اس کا اعادہ کرے گا۔ اگر وقت گزر گیا ہو تو اس پر اعادہ لازم نہیں ہوگا۔ (۷۴)

۳۔ عبادات کے اندر شک کی صورت میں احوط پر عمل پیرا ہونا: حسن بصریؒ عبادات کے اندر شک کی صورت میں اس بات پر عمل کرتے جو سب سے زیادہ مبنی براحتیاط ہوتی۔ بنا بریں اگر ایک شخص کو نماز شروع کرنے سے پہلے وضو ٹوٹ جانے کا شک ہو جائے تو وہ دوبارہ وضو کر لے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر نماز شروع کرنے سے پہلے ہی تمہیں وضو ٹوٹ جانے کا شک ہو جائے تو وضو کر لو۔'' (۷۵) آپ یوم الشک میں بھی اسی طریقے پر عمل کرتے تھے۔ جب یوم الشک (شعبان کی تیسویں تاریخ) ہوتی تو آپ روزے کی حالت میں صبح کرتے پھر جب نصف النہار تک چاند دیکھنے کی خبر آ جاتی تو روزہ پورا کر لیتے ورنہ روزہ توڑ دیتے۔ (۷۶) ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ یوم الشک کو روزہ رکھ لیتے تھے۔ (۷۷) (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴)

شهادة (گواہی)

۱۔ تعریف: شہادت کے لفظ کے ساتھ قاضی کی مجلس میں کسی پر کسی کے حق کے بارے میں چشم دید کی بنیاد پر دی جانے والی خبر کو شہادت کہتے ہیں۔

۲۔ تحمل شہادت یعنی گواہ بننا اور گواہی دینا: اگر کسی شخص کو گواہ بننے یا گواہی دینے کے لیے کہا جائے تو اس کے لیے اس سے باز رہنے کی گنجائش ہوگی بشرطیکہ اس کا باز رہنا کسی حق کے ضیاع کا موجب نہ بنتا ہو مثلاً یہ کہ اس کے سوا دوسرا کوئی شخص گواہ بننے یا گواہی دینے کے لیے موجود ہو لیکن مذکورہ شخص کی عدم موجودگی کی وجہ سے یا گواہ بننے یا گواہی دینے سے اس کے باز رہنے کے نتیجے میں اگر کسی حق کا ضیاع لازم ہوتا ہو تو اس صورت میں یہ کام اس شخص پر کرنا لازم ہوگا جسے اس کی دعوت دی گئی ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کسی کو گواہی دینے کے لیے کہا جائے تو وہ گواہی دے۔ اگر کسی کو گواہ بننے کے لیے کہا جائے تو وہ گواہ بنے۔ دونوں کام ہونے چاہئیں۔ اس لیے کہ اگر تمام لوگ ایک دوسرے کے حق میں گواہی دینے سے انکار کریں تو انہیں ایسا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔'' (۷۸) اسی مفہوم پر آپ کا وہ قول بھی محمول ہوگا جو آپ نے اس شخص کے جواب میں فرمایا تھا جس نے آپ سے پوچھا تھا کہ: ''مجھے گواہی کے لیے بلایا جاتا ہے لیکن میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر چاہو تو گواہی دے دو اور اگر چاہو تو گواہی نہ دو۔'' (۷۹)

۳۔ جھوٹی گواہی: شہادت زور جھوٹی گواہی کو کہتے ہیں یا غلط بات کی گواہی دینے کو۔ یہ بڑے سے بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ حسن بصریؒ اس کی سزا پٹائی کر کے اور تشہیر کے ذریعے دیتے تھے۔ پٹائی اس لیے کرتے تھے کہ وہ دوبارہ یہ حرکت نہ کرے اور تشہیر اس لیے کہ لوگ اس سے بچیں۔ آپ نے فرمایا: ''جھوٹے گواہ کی تھوڑی بہت پٹائی کی جائے اور لوگوں میں اس کی تشہیر کی جائے اور کہا جائے کہ: ''اس شخص نے جھوٹی گواہی دی ہے۔'' (۸۰) (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر ۲ کا جز ب نیز نمبر ۳ کا جز ج)

گواہ کو اتنا مجبور کرنا جائز نہیں کہ وہ اپنی گواہی بدل ڈالے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے کہ وہ اپنی گواہی بدل ڈالے۔'' (۸۱)

۴۔ گواہ: حسن بصریؒ گواہ کی گواہی قبول کرنے کے لیے چند شرطیں عائد کرتے تھے۔ وہ شرطیں یہ ہیں:

أ۔ مسلمان ہونا:

۱۔ مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی نیز سفر میں اس کی وصیت پر بھی کافر کی گواہی قبول نہیں ہوگی نہ وصیت کے سوا کسی اور بات پر۔ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۱۰۶ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اے ایمان لانے والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لیے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنا لیے جائیں یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آ جائے تو تمہارے غیروں میں سے دو گواہ لے لیے جائیں۔) قول باری (تمہارے غیروں میں سے دو گواہ) سے حسن بصریؒ کے نزدیک: ''تمہارے قبیلے کے سوا کسی اور قبیلے کے دو گواہ'' مراد ہیں۔: ''تمہارے دین کے سوا کسی اور دین والے دو افراد'' مراد نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''قول باری (اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِکُمْ) سے مسلمان مراد ہیں خواہ وہ متعلقہ شخص کے قبیلے سے ہوں یا کسی اور قبیلے سے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ آگے اللہ نے فرمایا (تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ۔ تم دونوں گواہوں کو نماز کے بعد (مسجد میں) روک لو گے .....) (۸۲) نیز فرمایا: ''غلام اور ذمی اگر گواہی دیں تو ان کی گواہی رد کر دی جائے گی۔'' (۸۳) اگر کافر گواہی دے اور اس کی گواہی رد کر دی جائے اور پھر مسلمان ہونے کے بعد وہ یہی گواہی دے تو اس کی یہ شہادت قبول کر لی جائے گی۔ (۸۴)

۲۔ کافر پر کافر کی گواہی: کافر کی اپنے اہل دین پر گواہی جائز ہے، دوسروں پر جائز نہیں کیونکہ اہل ادیان کے درمیان کینہ اور عداوت ہوتی ہے اور یہ لوگ سچائی کا التزام نہیں کرتے نیز اللہ پر جھوٹ بولنے کی وجہ سے یہ لوگ کذب بیانی میں ملوث تصور ہوتے ہیں۔ یونس نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر ادیان مختلف ہوں تو بعض کے خلاف بعض کی گواہی جائز نہیں ہوگی۔'' (۸۵)

ب۔ عادل ہونا:

۱۔ شہادت کے قابل قبول ہونے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے لیے گواہ کا عادل ہونا شرط ہے۔ بنا بریں اگر گواہ زنا کاری کی گواہی دیں لیکن ان کی تعدیل نہ کی گئی ہو تو اس صورت میں زنا کے مجرم پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ (۸۶) (دیکھیے مادہ زنا نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۲)

۲۔ عادل مسلمان وہ ہے جس سے کسی ایسے فسق (مشکوک کردار) کا اظہار نہ ہوا ہو جو اس کی گواہی قبول کرنے میں مانع ہو (۸۷) یا فریق مخالف اس کے خلاف ایسی باتیں پیش نہ کرے جو اس سے اس کی عدالت کی صفت زائل کر دے۔ (۸۸)

۳۔ صفت عدالت کو مخدوش کر دینے والا مشکوک کردار فسق ہے۔ کبیرہ گناہ کے ارتکاب یا حد والی سزا کی بنا پر فسق ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر فاسق اپنے فسق سے تائب ہو جائے تو اس کی صفت عدالت واپس آ جاتی ہے البتہ

قذف کے سزا یافتہ کی صفت عدالت اس کے تائب ہو جانے کے باوجود بھی واپس نہیں آتی اور اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی اس لیے کہ صفت عدالت کا اسقاط اور گواہی کی عدم قبولیت اس سزا کا جز ہوتی ہے۔ سورۂ نور آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری ہے۔اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''قاذف کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس کی توبہ کا معاملہ اس کے رب اور اس کے درمیان ہوگا۔''(۸۹) کسی سنت مثلاً ختنہ کے ترک سے صفت عدالت مخدوش نہیں ہوتی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا، اس کی نماز مقبول ہوگی اور اس کی گواہی جائز ہوگی۔''(۹۰) (دیکھئے مادہ ختان نمبر ۳)

کسی شخص کا ولد زنا ہونا اس کی عدالت کو مخدوش نہیں کرتا۔(۹۱) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ولد حلال کو ولد زنا پر صرف تقویٰ کی بنا پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔''(۹۲) اگر محض اسباب کی بنا پر قاضی کو گواہ کی اہلیت شہادت پر اطمینان نہ ہو تو یہ بات صفت عدالت کو مخدوش بنا دیتی ہے۔ قاضی ایاس بن معاویہ کی عدالت میں حسن بصریؒ کے رفقاء میں سے ایک شخص نے گواہی دی۔ قاضی صاحب نے اس کی گواہی رد کر دی۔ جب یہ خبر آپ کو پہنچی تو آپ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ: ''آؤ ایاس کے پاس چلیں۔'' پھر آپ قاضی ایاس کے پاس گئے اور ان سے فرمایا: ''آپ نے ایک مسلمان آدمی کی گواہی رد کر دی؟'' ایاس نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے کہا: ''اللہ کا ارشاد ہے (مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ۔ ان گواہوں میں سے جن کی گواہی تمہارے نزدیک پسندیدہ ہو) اور یہ شخص وہ ہے جو میرے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔'' یہ سن کر حسن بصریؒ خاموش ہو گئے۔(۹۳)

ج۔ آزاد ہونا: کیونکہ غلام کی گواہی قبول نہیں ہوتی(۹۴) اگر غلام گواہی دے اور اس کی گواہی رد کر دی جائے اور پھر وہ آزاد ہو جائے اور وہی گواہی پھر آ کر دے تو یہ گواہی قبول کر لی جائے گی۔ حسن بصریؒ نے غلام اور ذمی کے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ گواہی دیں تو ان کی گواہی رد کر دی جائے گی۔ پھر غلام اگر آزاد ہو جائے اور ذمی مسلمان ہو جائے تو ان کی گواہی جائز ہوگی۔''(۹۵)

د۔ بالغ ہونا: بالغوں پر نابالغوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی البتہ نابالغوں پر نابالغوں کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔(۹۶)

ھ۔ گواہی کے آلات واعضاء کا صحیح سالم ہونا: نابینا کی گواہی کے بارے میں علماء نے حسن بصریؒ سے مروی روایات کا اختلاف نقل کیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ دوسری روایت کے مطابق نابینا ہو جانے سے پہلے جو بات اس نے دیکھی ہو، اس کے متعلق اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ نابینا ہو جانے کے بعد جو بات اسے معلوم ہوئی ہو، اس کے متعلق اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ تیسری روایت کے مطابق نابینا کی گواہی رد کر دی جائے گی۔(۹۷) میرے نزدیک یہ اختلاف

روایت نہیں ہے بلکہ اختلاف احوال ہے نیز یہ کہ حسن بصریؒ اس امر کے بارے میں نابینا کی گواہی قبول کر لیتے تھے جو سماع کی بنا پر ثابت ہوتا۔ یا ایسے امر کی گواہی قبول کر لیتے جس کے متعلق نابینا کی گواہی شک و شبہ سے بالاتر ہوتی۔ واللہ اعلم۔

مقدمہ کے ایک فریق کی گواہی: حسن بصریؒ ایک فریق پر دوسرے فریق کی گواہی قبول نہ کرتے۔ آپ فرماتے: ''چار افراد کی گواہی جائز نہیں فریق کی، شریک کی، مرید کی اور تاوان بھرنے والے کی۔'' (۹۸)

تابع کی گواہی: حسن بصریؒ متبوع کے حق میں تابع کی گواہی کو جائز قرار نہیں دیتے تھے مثلاً شیخ یعنی پیر صاحب کے حق میں ان کے مرید کی گواہی۔ سابقہ پیرے میں اس مسئلے کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی نص گزر چکا ہے۔ باپ کے حق میں بیٹے کی اور شوہر کے حق میں بیوی کی گواہی بھی اسی طرح ہے۔

اس شخص کی گواہی جو اپنی گواہی کے ذریعے اپنی ذات کے لیے کوئی فائدہ حاصل کر رہا ہو۔ حسن بصریؒ کسی ایسے شخص کی گواہی جائز قرار نہیں دیتے تھے جو اپنی گواہی کے ذریعے کوئی ذاتی فائدہ حاصل کر سکتا ہو مثلاً شریک کے حق میں شریک کی گواہی، تاوان بھرنے والے کی گواہی۔ (۹۹) نیز بیٹے کے حق میں باپ کی گواہی کیونکہ باپ جب چاہے، اپنے بیٹے کا مال لے سکتا ہے اس لیے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم اور تمہارا مال سب تمہارے باپ کا ہے۔'' (۱۰۰) اسی طرح شوہر کے حق میں بیوی کی گواہی کیونکہ شوہر کے مال میں وسعت اور اس کی آمدنی میں اضافے کی بنا پر بیوی کو ملنے والا نفقہ بھی بڑھ جاتا ہے اور شوہر کا مال خرچ کرنے میں اس کا ہاتھ کھل جاتا ہے۔ اسی طرح باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی کیونکہ بیٹا اپنے باپ کا مال خرچ کرنے میں ہاتھ کھلا رکھتا ہے۔ بیوی کے حق میں شوہر کی گواہی بھی اسی علت کی بنا پر ناجائز ہے۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

اگر ایک شخص کے تصرفات پر پابندی لگی ہو تو اس کے حق میں وصی کی گواہی ناجائز گواہی کے قبیل میں سے نہیں ہوگی کیونکہ وصی مذکورہ شخص کے مال کے سلسلے میں امین تصور ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے حق میں اس کی گواہی جائز ہوگی۔ (۱۰۱)

اقرباء کی گواہی:

پہلے گزر چکا ہے کہ حسن بصریؒ باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی کو جائز قرار نہیں دیتے تھے کیونکہ بیٹا اپنے باپ کے مال سے فائدہ اٹھاتا اور اس میں اپنا ہاتھ کھلا رکھتا ہے۔ اسی طرح بیٹے کے حق میں باپ کی گواہی کو بھی آپ جائز نہیں سمجھتے تھے کیونکہ باپ کو اپنے بیٹے کے مال میں سے حسب منشا لینے کا اختیار ہوتا ہے۔ آپ شوہر کے حق میں بیوی کی گواہی کو بھی جائز قرار نہیں دیتے تھے اس لیے کہ بیوی کا نفقہ شوہر کے مال کے اندر ہوتا ہے اور بیوی اس مال میں کھلے ہاتھوں تصرف کرتی ہے۔ یہی کیفیت بیوی کے حق میں شوہر کی گواہی کی ہے کیونکہ دونوں کے درمیان مال کے اندر تصرف کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ (۱۰۲) ابن قدامہ نے: ''المغنی'' کے اندر حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک کی دوسرے کے حق میں گواہی قبول کر لی

جائے گی۔ (۱۰۲ب) ابن حزم نے: ''المحلی'' کے اندر حسن بصریؒ سے بیوی کے حق میں شوہر کی گواہی قبول کر لینے اور شوہر کے حق میں بیوی کی گواہی قبول نہ کرنے کی روایت نقل کی ہے۔ (۱۰۳)

حسن بصریؒ بھائی کے حق میں بھائی کی گواہی کو جائز قرار دیتے تھے۔ (۱۰۴) مفسر قرطبی نے غلط طور پر ذکر کیا ہے کہ بھائی ان رشتہ داروں میں شامل ہے جن کی گواہی حسن بصریؒ جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ (۱۰۵) حسن بصریؒ کے قول کا قیاس یہ ہے کہ بھائی کے حق میں اس کے بھائی کی گواہی اس وقت قبول نہیں کی جائے گی جب صلہ رحمی اور حسن سلوک کے اندر وہ اس کے ساتھ ہی مختص ہو کیونکہ ایسی صورت میں وہ اس کا تابع بن جائے گا اور اس کے حق کے سلسلے میں وہ قابل اتہام شمار ہوگا۔

۲۔ قریبی رشتہ دار کے حق میں قریبی رشتہ دار کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی جیسا کہ گزشتہ پیرے میں بیان ہو چکا ہے۔ تاہم قریبی رشتہ دار کے خلاف قریبی رشتہ دار کی گواہی جائز ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں اس کے متعلق تہمت کا وجود نہیں ہوگا۔ بنابریں حسن بصریؒ نے بیوی کے خلاف شوہر کی طرف سے دی گئی زنا کی گواہی جائز قرار دی ہے جب کہ زنا کے چار گواہوں میں شوہر بھی شامل ہو۔ آپ نے فرمایا: ''اگر چار افراد کسی عورت کے خلاف زنا کی گواہی دیں اور ان میں سے ایک گواہ اس کا شوہر ہو تو اگر یہ چاروں گواہ ایک ساتھ آئیں تو شوہر کی گواہی سب سے عمدہ ہوگی۔'' (۱۰۶) (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جز ب) آپ نے مورث پر وارث کی گواہی کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر دو وارث میت پر دین کی گواہی دیں تو پورے مال کے اندر تمام ورثاء پر اس گواہی کا اجراء ہو جائے گا۔'' (۱۰۷) (دیکھئے مادہ دین نمبر ۴)

ن۔ عورتوں کی گواہی: حسن بصریؒ حدود، قصاص، طلاق اور نکاح کے اندر عورتوں کی گواہی کو جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ خواہ ان کے ساتھ کوئی مرد گواہ بھی ہو یا کوئی مرد گواہ نہ ہو، اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ (۱۰۸) آپ نے فرمایا: ''عورتوں کی گواہی نہ تو حد کے اندر جائز ہے نہ طلاق کے اندر اور نہ نکاح کے اندر خواہ ان کے ساتھ کوئی مرد گواہ بھی کیوں نہ ہو۔'' (۱۰۹) نیز فرمایا: ''حدود کے اندر عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔'' (۱۱۰) نیز فرمایا: ''خون (قتل) کی حد میں نیز خون یعنی قتل میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔'' (۱۱۱) اس روایت کی بنیاد پر کوڑوں کی حد کے اندر عورتوں کی گواہی جائز ہوگی مثلاً شراب نوشی اور قذف کے بارے میں گواہی۔ یونس نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ طلاق کے بارے میں عورتوں کی گواہی جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ (۱۱۲) قاضی ایاس بن معاویہ نے طلاق کے بارے میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو جائز کر دیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ طلاق کے بارے میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔ دوسری طرف عدی بن ارطاۃ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو حسن بصریؒ کا قول اور ایاس بن معاویہ کا فیصلہ لکھ بھیجا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ: ''حسن نے درست کہا اور ایاس سے غلطی ہوگئی۔'' (۱۱۳) اموال کے بارے میں عورتوں کی گواہی جائز ہے مثلاً غلطی سے لگائے گئے وہ زخم جو مال کے موجب ہوتے ہیں نیز وصایا اور دیون وغیرہ۔ اسی طرح ان امور کے اندر بھی

عورتوں کی گواہی جائز ہے جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں اور مردوں کو ان کی عام طور پر خبر نہیں ہوتی مثلاً نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز، رضاعت اور زنانہ عیوب وغیرہ (۱۱۴) اموال کے سلسلے میں عورتوں کی گواہی کے لیے شرط ہے کہ ان کے ساتھ ایک مرد گواہ بھی ہو۔ (۱۱۵)

ب۔ گواہ کی موت اور اس کی حالت کا دگرگوں ہو جانا: گواہی دینے کے بعد گواہ کا وفات پا جانا یا اس کی حالت کا دگرگوں ہو جانا اس کی دی ہوئی گواہی پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اگر گواہی دینے کے بعد گواہ وفات پا جائے یا دیوانہ ہو جائے یا اس کی حالت بدل جائے مثلاً پہلے عادل ہو اور پھر فاسق ہو جائے تو ان صورتوں کے اندر قاضی اس کی دی ہوئی گواہی پر اعتماد کر کے اس کے مطابق فیصلہ صادر کر دے گا۔ (۱۱۶)

ج۔ گواہی سے رجوع کر لینا: اگر گواہ اپنی گواہی سے پھر جائے تو اس کا یہ فعل یا تو اس کی گواہی کے بموجب فیصلہ صادر ہونے سے پہلے ہوا ہوگا یا فیصلے کے بعد اور تنفیذ سے پہلے یا حکم کی تنفیذ کے بعد ہوا ہوگا۔

○ اگر اس کی گواہی کے بموجب فیصلہ صادر ہونے سے پہلے وہ اپنی گواہی سے پھر گیا ہو تو قاضی اس کی گواہی ساقط کر دے گا اور اس گواہی کی بنیاد پر حکم صادر کرنے سے رک جائے گا الا یہ کہ قاضی کے سامنے ایسی دیگر بینات پیش کی گئی ہوں جو حکم صادر کرنے کے لیے بنیاد بننے کی صلاحیت رکھتی ہوں تو وہ حکم صادر کر دے گا۔

○ اگر حکم صادر ہونے کے بعد لیکن تنفیذ حکم سے پہلے گواہ اپنی گواہی سے پھر گیا ہو تو قاضی صادر شدہ حکم کو منسوخ کر دے گا الا یہ کہ اس کے پاس دیگر بینات ہوں۔ (۱۱۷)

○ اگر تنفیذ حکم کے بعد گواہ اپنی گواہی سے یہ کہہ کر پھر گیا ہو کہ: ''گواہی دینے میں مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں اس گواہی کو درست سمجھ رہا تھا۔'' تو اس صورت میں تنفیذ کے جن اثرات کو باطل کر دینا ممکن ہوگا، انہیں باطل اور بے اثر کر دیا جائے گا اور معاملات کو تنفیذ حکم سے قبل کی حالت کی طرف واپس کر دیا جائے گا۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو مال کے ذریعے گواہ تاوان بھرے گا۔ مثلاً اگر گواہ کسی کے خلاف قتل کے ارتکاب کی گواہی دے اور قصاص میں مجرم کو قتل کر دیا جائے اور اس کے بعد وہ اپنی گواہی سے پھر جائے تو وہ اس کی دیت کا تاوان بھرے گا لیکن اگر یہ کہے کہ: ''میں نے اس کے خلاف عمداً جھوٹی گواہی دی تھی تا کہ قصاص میں وہ قتل ہو جائے۔'' تو اس صورت میں گواہ کو قاتل تصور کیا جائے گا اور قصاص میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر گواہ قصاص میں مجرم کے قتل ہو جانے کے بعد اپنی گواہی سے پھر جائے تو اس پر قتل لازم ہو جائے گا۔'' (۱۱۸) نیز فرمایا: ''اگر دو گواہ قتل کی گواہی دیں، پھر قاتل کو قتل کر دیا جائے اور پھر ان میں سے ایک گواہ اپنی گواہی سے پھر جائے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔'' (۱۱۹) بیہقی نے: ''سنن بیہقی'' میں لکھا ہے کہ یہ بات اس صورت میں ہوگی جب گواہ کہے کہ: ''میں نے اس کے خلاف جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دی تھی تا کہ وہ قتل ہو جائے۔'' (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۳ کا جزء ح)

د۔ گواہی کا نصاب: جن امور کے بارے میں گواہی دی جانے والی ہو، ان کے اختلاف سے گواہی کا نصاب بھی مختلف ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں حسن بصریؒ سے منقول درج ذیل صورتیں ہاتھ آئی ہیں:

أ۔ چار مرد گواہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ زنا کا جرم خواہ اس کی سزا رجم ہو یا کوڑے، صرف چار مرد گواہوں کے ذریعے ثابت ہوتا ہے۔ ان گواہوں میں کوئی عورت نہ ہو کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد باری ہے (وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَاۤىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ.... تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہو جائیں، ان پر اپنوں میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو....) (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جزب) قتل کا جرم نیز ایسا جرم جس کی سزا قتل ہو مثلاً ارتداد، اس کا ثبوت بھی صرف چار مرد گواہوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ ان میں کوئی عورت شامل نہ ہو۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۶) نیز (مادہ ردۃ نمبر ۳)

ب۔ دو مرد گواہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ نکاح کا انعقاد دو مرد گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۸) اور طلاق کا اثبات بھی دو مرد گواہوں کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ (۱۲۰) (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۸) ایسا لگتا ہے کہ رجعت کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ (دیکھئے مادہ رجعۃ نمبر ۵) نیز (مادہ ایلاء نمبر ۸) اسی طرح دخول رمضان کا اثبات، رمضان کے اختتام اور دخول شوال کا اثبات نیز عید الاضحیٰ کا اثبات بھی دو مردوں کی گواہی کے ذریعے ہی پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''روزہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے بارے میں دو مردوں ہی کی گواہی جائز ہوتی ہے۔'' (۱۲۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصریؒ ایک قاضی کی طرف سے کسی دوسرے قاضی کی طرف بھیجے گئے مراسلہ (مقدمے کے فیصلہ نامے) کے بارے میں گواہی دینے کے لیے دو مرد گواہوں کی شرط عائد کرتے تھے۔ (۱۲۲)

ج۔ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ عقود مثلاً خرید و فروخت اور اجارہ وغیرہ کے اندر واجب ہونے والے اموال یا انفرادی ارادے مثلاً وصایا اور تمام تبرعات کے سلسلے میں یا تاوان مثلاً غلطی سے لگائے گئے زخموں کے جرمانوں کے تحت واجب ہونے والے اموال دو مرد گواہوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے ذریعے ثابت ہوتے ہیں۔ (۱۲۳)

د۔ ایک عورت کی گواہی اور اس کے ساتھ قسم: آپ کی رائے تھی کہ جن امور کے بارے میں مردوں کو خبر نہیں ہوتی، وہ ایک عورت کی گواہی کے ذریعے ثابت ہو جاتے ہیں بشرطیکہ عورت پسندیدہ ہو۔ اس گواہی کے ساتھ ساتھ اسے حلف بھی دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''جن امور کی مردوں کو اطلاع نہیں ہوتی، ان میں ایک عورت کی گواہی جائز ہے۔'' (۱۲۴) ایسے امور میں نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز (دیکھئے مادہ استھلال نمبر ۳) اور نفاس شامل ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''نفاس کے بارے میں ایک پسندیدہ عورت کی گواہی جائز ہے۔'' (۱۲۵) اسی طرح رضاعت بھی مذکورہ امور میں شامل ہے۔ ایک عورت نے کسی جوڑے کے بارے میں گواہی دی کہ ان دونوں کو اس نے اپنا دودھ پلایا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر وہ عورت عادلہ ہے تو اس کی اس گواہی کے ساتھ اس سے یہ حلف لیا جائے کہ اس نے انہیں دودھ پلایا ہے۔ اگر وہ حلف اٹھا لے تو میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرادی جائے۔'' (۱۲۶) (دیکھئے مادہ رضاع نمبر ۶)

ھ۔ ایک گواہ اور اس کے ساتھ ایک قسم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر مالی حق کے اثبات کے لیے مدعی کے پاس دو گواہ نہ ہوں تو ایسی صورت میں یہ مالی حق ایک گواہ کی گواہی اور مدعی کی قسم کی بنا پر ثابت ہو جائے گا۔ (۱۲۷)

۶۔ مشہود علیہ (وہ بات جس کی گواہی دی جائے)

اَ۔ گواہ کی گواہی صرف اس وقت قبول کی جائے گی جب اسے گواہی سے متعلق معاملہ کی تفصیلات کا علم ہو گا۔ بنابریں حسن بصریؒ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ ایک شخص کسی ایسی وصیت کی گواہی دے جو کسی مہر شدہ لفافہ میں تحریری شکل میں بند ہو۔ جب تک اسے اس وصیت کی تفصیلات کا علم نہ ہو جائے، گواہی نہ دے۔ (۱۲۸) اگر ایک قاضی دوسرے کسی قاضی کی لکھائی اور اس کی مہر کو نہ پہچانتا ہو تو وہ کسی مقدمے کے سلسلے میں اس کے مراسلہ (فیصلہ نامے) کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک دو گواہ اس کی گواہی نہ دے دیں اور ان کی دی ہوئی یہ گواہی صرف اس وقت قابل قبول ہو گی جب وہ یہ گواہی دیں گے کہ مرسل قاضی نے فیصلے کی یہ روئداد خود لکھی ہے اور انہیں یعنی گواہوں کو پڑھ کر سنائی بھی ہے اور ان سے یہ کہا بھی ہے کہ: ''گواہ رہو کہ میرا یہ مراسلہ (فیصلے کی روئداد) فلاں قاضی کے نام ہے۔'' (۱۲۹)

ب۔ گواہی کی گواہی دینا: حسن بصریؒ گواہی کی گواہی کو جائز قرار دیتے اور اس کے ذریعے مالی حقوق کا اثبات کرتے تھے۔ حدود کا اثبات نہیں کرتے تھے۔ (۱۳۰) گواہی کی گواہی کے اندر اتنا کافی ہے کہ اصل گواہوں میں سے ہر ایک کے بارے میں فرعی گواہوں میں سے ایک ایک فرد گواہی دے۔ (۱۳۱)

۷۔ گواہوں میں تعارض: اگر مدعیوں میں سے ہر ایک کسی ایسی چیز کے بارے میں گواہی پیش کرے جو اس کے قبضے میں نہ ہو تو اس صورت میں اس گواہی کے مطابق عمل ہو گا جس کے اندر عدالت کی صفت سب سے زیادہ موجود ہو گی۔ اگر طرفین کی گواہیاں ہر اعتبار سے یکساں ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی۔ (۱۳۲)

شہید (شہید)

۱۔ تعریف: ظلماً قتل ہو جانے والے مسلمان کو شہید کہا جاتا ہے خواہ وہ میدان کارزار میں قتل ہوا ہو یا کسی اور مقام پر۔ نیز اس کے قتل کے بدلے نہ کوئی مال واجب ہوا ہو نہ اسے میدان کارزار سے زخمی حالت میں اٹھا کر لایا گیا ہو۔ اسی طرح وہ مسلمان بھی شہید ہے جسے شریعت میں شہید کہا گیا ہے مثلاً ہیضے کی وجہ سے فوت ہو جانے والا شخص یا نفاس کی حالت میں فوت ہو جانے والی عورت وغیرھما۔

۲۔ شہید کی تجہیز و تکفین: شہید کو غسل دیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''شہید کو غسل دیا جائے گا کیونکہ ہر میت جنبی ہو جاتی ہے۔'' (۱۳۳) میدان جنگ میں شہید ہو جانے والے کو جب غسل دیا جائے گا، حالانکہ یہ شہید دنیا کہلاتا ہے تو غیر میدان جنگ میں شہید ہو جانے والے فرد مثلاً حالت نفاس میں فوت ہو جانے والی عورت یعنی شہید آخرت کو غسل دینا بطریق اولیٰ ہو گا۔ (۱۳۴) جنگ احد میں شہید ہو جانے والے مجاہدین کو

بقول مفسر قرطبیؒ اس لیے غسل نہیں دیا گیا تھا کہ ایک تو ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور دوسرے یہ کہ دیگر مجاہدین کو انہیں غسل دینے کی فرصت نہیں تھی۔ ابن ابی شیبہ نے حسن بصریؒ سے ایک اور روایت نقل کی ہے جس کے مطابق اگر مقتول کے جسم پر پیپ ہو تو اسے غسل دیا جائے گا۔ (۱۳۵) اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر اس کے جسم پر پیپ نہ ہو تو اسے غسل نہیں دیا جائے گا۔ تاہم پہلی روایت کو علماء نے حسن بصریؒ سے یکے بعد دیگرے نقل کیا ہے۔

شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی خواہ وہ شہید دنیا ہو یا شہید آخرت۔ حسن بصریؒ نے نفاس کی حالت میں فوت ہو جانے والی عورت کا جنازہ نہ پڑھنے کی بات کو منصوص طور پر بیان کیا ہے کیونکہ وہ شہیدہ ہے۔ (۱۳۶) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جز أ کا جز ۳)

شوریٰ (مشاورت کی ایک صورت)

۱۔ تعریف: کسی مسئلے میں اہل علم اور اہل الرائے کی رائے معلوم کرنے کو شوریٰ کہتے ہیں۔

۲۔ شوریٰ کا حکم: شاید حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ شوریٰ واجب ہے۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اور اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کر دو۔ ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو۔) اس آیت کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اللہ کو اس کا علم تھا کہ حضور ﷺ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن اللہ نے چاہا کہ آپ کے بعد آنے والے لوگ اس سنت پر عمل کرتے رہیں۔'' (۱۳۷) آپ فرمایا کرتے: ''خدا کی قسم! جو قوم بھی باہمی مشاورت سے کام لیتی ہے، اسے اپنے معاملات کے اندر درست ترین صورت کی طرف رہنمائی مل جاتی ہے۔'' (۱۳۸) چونکہ مسلمانوں کے معاملات کے والی یعنی امام المسلمین وغیرہ پر یہ امر واجب ہوتا ہے کہ وہ ان کے معاملات کے اندر درست ترین صورت پر عمل کرے، اس لیے شوریٰ واجب ہوگی کیونکہ جس چیز کے ذریعہ واجب امر تکمیل پذیر ہو، وہ خود بھی واجب ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ امارۃ نمبر ۲ کا جز أ)

شیب (سفید بال)

۱۔ تعریف: انسان کے سفید ہو جانے والے بالوں کو شیب کہا جاتا ہے۔

۲۔ سفید بالوں کی رنگت تبدیل کرنا (دیکھئے مادہ خصاب نمبر ۲) نیز (مادہ شعر نمبر ۷)

شیخ (بوڑھا آدمی)

۱۔ تعریف: جس شخص کی عمر پچاس سال سے تجاوز کر جائے، اسے شیخ کہا جاتا ہے۔ شیخ فانی اس بوڑھے کو کہا جاتا ہے جو اپنی کبرسنی کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو۔

۲۔ شیخ کے احکام:

جنگ کے اندر شیخ فانی کو قتل نہ کیا جائے۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۹)

شیخ فانی کے لیے رمضان کے روزے چھوڑ دینے کی اباحت۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ج)

حرف الشین میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۰

(۲) المغنی ج ۲ ص ۵۲۱، المجموع ج ۵ ص ۱۳۸

(۳) المجموع ج ۹ ص ۳۹۰

(۴) الترمذی فی الحدود باب درء الحدود

(۵) موسوعۃ فقہ عمر۔ مادہ حد نمبر ۸ کا جز ج

(۶) ابوداؤد فی البیوع باب الرجل یاکل من مال ولدہ، ابن ماجۃ فی التجارات باب ماللرجل من مال ولدہ۔

(۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱

(۸) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۸۳، الاشراف ج ۲ ص ۲۸۵

(۹) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۳۹، الاشراف ج ۴ ص ۲۸۰

(۱۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۷ ب

(۱۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۶، الاشراف ج ۴ ص ۴۷

(۱۲) المغنی ج ۴ ص ۲۲۷، المجموع ج ۹ ص ۴۲۰

(۱۳) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۱۱۰

(۱۴) المحلی ج ۹ ص ۵۱۸

(۱۵) عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۲۶ ج ۲ ص ۲۱۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۴ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۷، الاشراف ج ۴ ص ۴۷

(۱۶) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۲۵، ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۱۶

(۱۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۷ ٢

(۱۸) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۳

(۱۹) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۸۰

(۲۰) الاشراف ج ۱ ص ۱۹، شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۶۸، المغنی ج ۵ ص ۵۰۶

(۲۱) المجموع ج ۹ ص ۳۹۶، المغنی ج ۴ ص ۲۳۳

(۲۲) ابوداؤد فی الاجارۃ باب العربان، ابن ماجہ فی التجارات باب بیع العربان، الموطا ج ۲ ص ۶۰۹

(۲۲ ب) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۱ ب، المغنی ج ۵ ص ۱

(۲۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۱ ب، الاشراف ج ۱ ص ۶۷

(۲۴) المغنی ج ۵ ص ۱۶

(۲۵) حوالہ درج بالا، الاشراف ج ۱ ص ۶۳۸

(۲۶) المغنی ج ۵ ص ۷، الاشراف ج ۱ ص ۱۰۳

(۲۷) المغنی ج ۵ ص ۶۸، الاشراف ج ۱ ص ۱۰۱

(۲۸) المغنی ج ۵ ص ۲۹، الاشراف ج ۱ ص ۱۰۰

(۲۹) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۵۱

(۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۱

(۳۱) المغنی ج ۵ ص ۳۷، الاشراف ج ۱ ص ۱۱۳

(۳۲) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۴۷

(۳۳) المغنی ج ۵ ص ۳۷

(۳۴) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۵۳

(۳۵) المغنی ج ۵ ص ۴۸، الاشراف ج ۱ ص ۱۰۶

(۳۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۵۵

(۳۷) حوالہ درج بالا۔

(۳۸) عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۵۴

(۳۹) عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۲۶۵

(۴۰) تہذیب الآثار ج ۴ ص ۲۱

(۴۱) حوالہ درج بالا ص ۱۵

(۴۲) حلیۃ العلماء ج ۱ ص ۹۷، احکام القرآن ج ۱ ص ۱۲۲، المغنی ج ۱ ص ۹۷، الاوسط ج ۲ ص ۲۷۲

(۴۳) شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۶، المغنی ج ۱ ص ۸۲، الاوسط ج ۲ ص ۲۸۰

(۴۴) عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۴۴

(۴۵) المجموع ج ۱ ص ۳۴۹

(۴۶) عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۳۷، المغنی ج ۲ ص ۵۴۲، المجموع ج ۵ ص ۱۳۸، المحلی ج ۵ ص ۱۷۷

(۴۷) عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۳۶

(۴۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹ ب

(۴۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲ ب، الاوسط ج ۲ ص ۱۳۴

(۵۰) عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۱۲

(۵۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹ ب، ص ۲۳

(۵۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹ ب، البخاری ج ۱ ص ۲۹۱، الاوسط ج ۱ ص ۱۳۷

(۵۳) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۰، شرح السنۃ ج ۱۲ ص ۹۳

(۵۴) احکام القرآن ج ۲ ص ۱۹۶

(۵۵) المحلی ج ۹ ص ۱۰۰

(۵۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۷۸

(۵۷) المحلی ج ۹ ص ۱۰۱

(۵۸) خراج یحیٰی بن آدم ص ۹۸

(۵۹) سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۰۹، المغنی ج ۵ ص ۳۵۷، الاشراف ج ۱ ص ۴۸

(۶۰) سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۰۹، المغنی ج ۵ ص ۳۱۳، الاشراف ج ۱ ص ۴۶

(۶۱) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۰۹

(۶۲) سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۰۹، المغنی ج ۵ ص ۳۰۵، الاشراف ج ۱ ص ۴۵

(۶۳) المحلی ج ۹ ص ۹۸

(۶۴) المحلی ج ۹ ص ۹۹، المغنی ج ۵ ص ۳۳۵، الاشراف ج ۱ ص ۵۱

(۶۵) المحلی ج ۹ ص ۸۷

(۶۶) المغنی ج ۵ ص ۲۸۸

(۶۷) سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۰۹، الاشراف ج ۱ ص ۴۲

(۶۸) المغنی ج ۵ ص ۳۴۶

(۶۹) المغنی ج ۵ ص ۳۳۷، المحلی ج ۹ ص ۹۷، الاشراف ج ۱ ص ۶۰

(۷۰) المغنی ج ۵ ص ۲۹۲، ۳۲۱

(۷۱) المحلی ج ۹ ص ۸۸، الاشراف ج ۱ ص ۵۷

(۷۲) عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۴۲، المغنی ج ۱ ص ۱۹۷، المجموع ج ۲ ص ۹۲، حلیۃ العلماء ج ۱ ص ۱۵۶، الاوسط ج ۱ ص ۲۴۲

(۷۳) سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۱

(۷۴) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۱۸

(۷۵) عبدالرزاق ج اص ۱۴۲، حلیۃ العلماء ج اص ۱۵۶، المغنی ج اص ۱۹۷، المجموع ج ۲ ص ۶۹
(۷۶) المحلی ج ۷ ص ۲۴
(۷۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۷ ب
(۷۸) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۶۰
(۷۹) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۶۵
(۸۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲
(۸۱) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۶۱
(۸۲) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۶۴، المحلی ج ۹ ص ۴۰۹، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۳۵۰، المغنی ج ۹ ص ۱۸۴
(۸۳) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۵۰، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۲۵
(۸۴) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۵۰
(۸۵) المحلی ج ۹ ص ۴۱۰
(۸۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۵، تفسیر قرطبی ج ۱۳ اص ۱۷۷، المغنی ج ۸ ص ۲۰۳
(۸۷) احکام القرآن ج اص ۵۰۶
(۸۸) المحلی ج ۹ ص ۳۹۴، احکام القرآن ج اص ۵۰۶، اخبار القضاۃ ج ۲ ص ۸
(۸۹) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۶، عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۶۳ ج ۷ ص ۳۸۷، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۷۳، المحلی ج ۹ ص ۴۳۱، المغنی ج ۹ ص ۱۹۷، تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۱۷۹
(۹۰) عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۱۷۵
(۹۱) المحلی ج ۹ ص ۴۳۰، المغنی ج ۹ ص ۱۹۶
(۹۲) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۴۹
(۹۳) احکام القرآن ج اص ۵۰۳، اخبار القضاۃ ج اص ۳۳۷
(۹۴) المغنی ج ۸ ص ۲۰۳ ج ۹ ص ۱۹۵، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۲۶
(۹۵) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۵۰، المحلی ج ۹ ص ۴۱۲
(۹۶) المحلی ج ۹ ص ۴۲۱، المغنی ج ۹ ص ۱۶۴
(۹۷) عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۲۴، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۸، احکام القرآن ج اص ۴۹۸، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۳۰، المغنی ج ۹ ص ۱۸۹، المحلی ج ۹ ص ۴۳۳
(۹۸) اخبار القضاۃ ج ۲ ص ۱۱
(۹۹) حوالہ درج بالا۔
(۱۰۰) مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۴، ابوداؤد فی البیوع باب الرجل یاکل من مال ولدہ، ابن ماجہ فی التجارات باب ماللرجل

من مال ولدہ۔

(۱۰۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۸

(۱۰۲) اخبار القضاۃ ج ۲ ص ۹ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۴۱۱، المحلی ج ۹ ص ۴۱۵

(۱۰۲ ب) المغنی ج ۹ ص ۱۹۳

(۱۰۳) المحلی ج ۹ ص ۴۱۵

(۱۰۴) اخبار القضاۃ ج ۲ ص ۹

(۱۰۵) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۴۱۱

(۱۰۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲، المحلی ج ۱۱ ص ۱۶۲، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۹۵، الاشراف ج ۴ ص ۲۷۳

(۱۰۷) عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۲۹۲، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۹

(۱۰۸) المحلی ج ۹ ص ۳۹۷

(۱۰۹) عبد الرزاق ج ۸ ص ۳۲۹

(۱۱۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲ ب

(۱۱۱) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲

(۱۱۲) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۱۵، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۴۸

(۱۱۳) اخبار القضاۃ ج ۱۵ ص ۳۳۰

(۱۱۴) عبد الرزاق ج ۸ ص ۳۳۳، ۳۳۴، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۴۹، المحلی ج ۹ ص ۳۹۷، ۳۹۹، شرح السنۃ ج ۹ ص ۸۷

(۱۱۵) المحلی ج ۹ ص ۳۹۷

(۱۱۶) المحلی ج ۹ ص ۴۲۹

(۱۱۷) حوالہ درج بالا۔

(۱۱۸) عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۸۸

(۱۱۹) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۵۱

(۱۲۰) المحلی ج ۹ ص ۳۹۷

(۱۲۱) عبد الرزاق ج ۴ ص ۱۶۷

(۱۲۲) المغنی ج ۹ ص ۹۶

(۱۲۳) المحلی ج ۹ ص ۳۹۷، احکام القرآن ج ۱ ص ۵۰۲

(۱۲۴) عبد الرزاق ج ۷ ص ۴۸۴، ۴۸۵، المحلی ج ۹ ص ۳۹۹

(۱۲۵) عبد الرزاق ج ۷ ص ۴۸۳

(۱۲۶) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۴۱، عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۸۳ ج ۸ ص ۳۳۸، شرح السنۃ ج ۹ ص ۸۷

(۱۲۷) المغنی ج ۹ ص ۱۵۱

(۱۲۸) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۲۹، المغنی ج ۶ ص ۶۹

(۱۲۹) المغنی ج ۹ ص ۹۶

(۱۳۰) المحلی ج ۹ ص ۴۳۹

(۱۳۱) حوالہ درج بالا نیز المغنی ج ۹ ص ۲۱۲

(۱۳۲) المحلی ج ۹ ص ۴۳۸

(۱۳۳) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۴۵ ج ۵ ص ۲۷۵، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۰۸، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۲۳۹، تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۷۰، المغنی ج ۲ ص ۵۲۹، ۵۳۶، المجموع ج ۵ ص ۲۲۴، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۳۰۲

(۱۳۴) المغنی ج ۲ ص ۵۳۶

(۱۳۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۳

(۱۳۶) حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۳۰۵، المغنی ج ۲ ص ۵۳۶

(۱۳۷) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۰۹، الدر المنثور ج ۲ ص ۹۰، تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۵۰

(۱۳۸) تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۵۱ ج ۱۶ ص ۳۶

حرف الصاد

صائل (حملہ آور)

صائل اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کی جان یا عزت یا مال ہتھیانے کی غرض سے اس پر حملہ کر دے۔ (دیکھئے مادہ صیال)

صابئۃ (ستارہ پرست فرقہ)

صابئہ کے ساتھ مجوسیوں والا معاملہ کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ ذمی نمبر ۲ کا جز ا)

صبغ (رنگنا)

کسی چیز کو اس کے رنگ کے سوا کسی اور رنگ کے ذریعہ رنگ دینا صبغ کہلاتا ہے۔

بالوں کو رنگنا۔ (دیکھئے مادہ خضاب) نیز (مادہ شعر نمبر ۷)

صبی (بچہ) دیکھئے مادہ صغیر

صداق (مہر) دیکھئے مادہ مھر

صدقۃ (صدقہ)

۱۔ تعریف: تقرب الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے کسی محتاج کو کسی عوض کے بغیر غیر فرض شدہ چیز کا مالک بنا دینا صدقہ کہلاتا ہے۔

۲۔ صدقہ کرنے والا یعنی متصدق: صدقہ تبرع کی ایک صورت ہے۔ اس لیے متصدق کے لیے بھی وہی شرطیں ہیں جو تبرع کرنے والے کے لیے ہیں۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۲)

۳۔ صدقہ میں دیا جانے والا مال:

ا۔ حسن بصریؒ یہ بات پسند کرتے تھے کہ ایک شخص اپنی اصلی ضروریات سے زائد مال کا صدقہ کرے۔ آپ کو یہ بات بھی پسند تھی کہ انسان اپنا سارا مال صدقہ میں نہ دے بلکہ اپنے لیے اتنا مال بچا لے جس سے اس کی ضرورتیں پوری ہوں اور اس کا وقار باقی رہے۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۱۹ میں ارشاد باری ہے۔ (وَ يَسْأَلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ۔ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیجئے: ''زائد مال'') اس آیت کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تم اپنے میں اس طرح سخاوت نہ کرو کہ بعد میں بیٹھ کر لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے رہو۔''(۱)

ب۔ حرام مال کا صدقہ کرنا۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جزھ)
صدقہ میں دیئے ہوئے مال کو خرید نہ لینا۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ز)

۴۔ صدقہ کا اخفاء: حسن بصریؒ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نفلی صدقہ کا اخفا اس کے اظہار سے افضل ہے کیونکہ اخفا کی بنا پر یہ بات زیادہ واضح ہوگی کہ مذکورہ مال خرچ کر کے اللہ کی خوشنودی کے حصول کا ارادہ کیا گیا ہے۔ (۲)

۵۔ صدقہ کا حکم: فقہاء کا طریقہ ہے کہ وہ زکوٰۃ کے سوا اللہ کی راہ میں دیئے گئے ہر مال پر صدقہ کے لفظ کا اطلاق کرتے ہیں۔ تاہم اس اطلاق کو جب ہم گہری نظر سے دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان صدقات کے اندر ایسی صورتیں بھی شامل ہیں جو واجب کا درجہ رکھتی ہیں مثلاً صدقہ فطر۔ اسی بنا پر بعض فقہاء نے اس پر: ''زکوٰۃ فطر'' کے لفظ کا اطلاق کیا ہے۔ صدقہ فطر کے لیے ہم نے بھی یہی لفظ اختیار کیا ہے۔ بنا بریں ہم جب صدقات کی اصناف کا حکم بیان کرنا چاہیں گے تو ہمارے لیے ضروری ہوگا کہ ہم صدقہ کی دو صنفیں بنائیں۔ جو یہ ہیں:

اَ۔ واجب صدقات: مثلاً صدقہ فطر نیز صدقے کی وہ صورت جس کے تحت ایک شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد مال ہو اور دوسرا شخص اس صدقے کا اتنا ضرورت مند ہو کہ نہ دینے کی صورت میں اس کی ہلاکت واقع ہو جائے۔ اس صنف کے متعلق حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ''مال کے اندر زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے۔'' (۳) واجب صدقے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ میں حرام مال آ جائے تو وہ اسے لازمی طور پر صدقہ کر دے۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جزھ)

ب۔ مستحب صدقہ: درج بالا صورتوں کے علاوہ صدقہ کی دیگر صورتیں ہیں۔

۶۔ وہ شخص جسے صدقہ کا مال دیا جائے یعنی متصدق علیہ:

اَ۔ کافر کو صدقہ کرنا: زکوٰۃ کے مصارف تو آٹھ اصناف کے ساتھ مختص ہیں۔ ان اصناف کا تعلق مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸) لیکن صدقہ فطر کے سوا دیگر صدقات مسلمانوں کو دینا جائز ہے۔ حسن بصریؒ نے اس پر سورۂ دہر کی آیت نمبر ۸ سے استدلال کیا ہے جس میں ارشاد باری ہے۔ (وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا۔ اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔) استدلال کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے عہد میں اہل شرک ہی قیدی ہوا کرتے تھے۔ (۴) مفسر ابن کثیر نے غلط طور پر حسن بصریؒ کو ان حضرات میں شمار کیا ہے جو قیدی پر صدقہ کے جواز کے لیے اس کے مسلمان ہونے کی شرط عائد کرتے ہیں۔ (۵)

ب۔ سوالی: جو شخص صدقہ مانگے، اسے صدقہ دے دینا جائز ہے لیکن زکوٰۃ مستحق کے سوا کسی اور کو دینا جائز نہیں ہے۔ حسن بصریؒ حضور ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''سائل اگر گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تو بھی اسے دو۔'' (۶) حسن بصریؒ کا یہ قول ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ خاندان کے افراد کو سائل کے ذریعے آزما

ہے۔ یہ سائل نہ تو انسانوں میں سے ہوتا ہے اور نہ جنات میں سے۔ میں نے تو ایسے لوگ (صحابہ کرامؓ) بھی دیکھے ہیں جو اپنے اہل خاندان پر کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرنے کی قسم عائد کردیتے تھے۔(۷)

ج۔ تقسیم ترکہ کے موقعہ پر آنے والے فقراء پر ورثاء کی طرف سے صدقہ کیا جانا۔(دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴)

د۔ فصل کی کٹائی کے موقعہ پر آنے والے فقراء پر فصل کے مالک کی طرف سے صدقہ میں کچھ دینا۔

حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فصلوں اور پھلوں کے مالکان پر فرض کردیا تھا کہ وہ فصلوں کی کٹائی اور پھل توڑے جانے کے بعد کچھ نہ کچھ صدقہ نکالیں۔ یہ بات زکوۃ فرض ہونے سے پہلے کی تھی لیکن جب زکوۃ فرض ہوگئی تو صدقہ نکالنے کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور اب یہ مستحب ہے۔ آپ نے ارشاد باری (وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ۔ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔ سورۂ انعام آیت ۱۴۱) کی تفسیر میں فرمایا: ''اس آیت کو عشر اور نصف عشر (بیسویں حصے) نے منسوخ کردیا ہے''(۸) نیز فرمایا ''یہ حق فصلوں اور پھلوں میں سے دیا جانے والا صدقہ ہے۔''(۹)

صدقۃ الفطر (فطرانہ) دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر۔

صدید (پیپ)

زخم خراب ہوجانے پر اس سے خارج ہونے والے خون آلود پیپ کو صدید کہتے ہیں۔ پیپ کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(دیکھئے مادہ وضو نمبر ۶ کا جزد) نیز (مادہ دم نمبر ۷)

صرف (سونے چاندی کی بیع)

نقد یعنی سونے چاندی کے بدلے سونے چاندی کی بیع کو صرف کہتے ہیں۔(دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جزھ)

صغیر (نابالغ)

۱۔ تعریف: انسان میں صغیر وہ ہے جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو اور جانوروں میں صغیر وہ ہے جسے زکوۃ میں قبول نہ کیا جائے۔

۲۔ نابالغ کا دین: نابالغ بچہ اپنے والدین میں سے اس کا تابع ہوتا ہے جو دین کے اعتبار سے اشرف ہو۔ اگر اس کے والدین میں سے ایک مسلمان اور دوسرا کافر ہو تو اسے مسلمان شمار کیا جائے گا۔ اگر نابالغ فوت ہو جائے تو اس کے والدین میں سے جو مسلمان ہوگا، وہ اس کا وارث بنے گا اور اس کے والدین میں سے جو مسلمان ہو، اگر وہ فوت ہو جائے تو نابالغ اس کا وارث ہوگا۔ اس کے والدین میں سے جو کافر ہو، اگر وہ مر جائے تو نابالغ اس کا وارث نہیں بنے گا۔(دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جزج)

۳۔ نابالغ کا مکلّف ہونا: ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ کے نزدیک تمیز کی عمر بارہ برس ہے۔ غیر ممیّز نابالغ کی نیکیاں نہ تو اس کے حق میں لکھی جاتی ہیں اور نہ اس کی بدیاں اس کے خلاف تحریر ہوتی ہیں۔ پھر جب وہ ممیّز ہو جائے تو اس کی نیکیاں لکھی جائیں گی اور بالغ ہونے تک اس کی بدیاں نہیں لکھی جائیں گی۔ بالغ ہونے پر

اس کی نیکیاں اور بدیاں دونوں لکھی جائیں گی۔ بچے کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب لڑکا بارہ برس کا ہو جائے تو اس کی نیکیاں لکھی جائیں گی اور بدیاں نہیں لکھی جائیں گی اور جب وہ بالغ ہو جائے اس کی نیکیاں اور بدیاں دونوں لکھی جائیں گی۔''(۱۰)

۴۔ صغیر کی ستر پوشی: بچہ یا بچی اگر جنسی خواہش نہ رکھے تو اس کی کوئی ستر پوشی نہیں ہو گی۔ حسن بصریؒ کے نزدیک جنسی خواہش نہ رکھنے کی عمر دودھ چھوڑنے کی عمر اور اس سے کچھ زائد کی عمر ہے یعنی دوسرے اور تیسرے سال کے مابین۔ اس عمر میں ایک شخص کے لیے اپنی بچی کو اور عورت کے لیے اپنے بچے کو نہلانا جائز ہے۔(۱۱) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر بچہ دودھ چھوڑ چکا ہو یا اس سے کچھ زائد عمر کا ہو گیا ہو تو عورت کے لیے اسے نہلانا جائز ہے۔''(۱۲)

۵۔ صغیر کی عبادتیں: صغیر پر بدنی عبادتیں واجب نہیں ہوتیں۔ اس پر نماز واجب نہیں۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱) نہ نماز جمعہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا ب) نہ روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ب) اور نہ حج (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴ کا جز أ) اگر نابالغ مذکورہ عبادتیں کرے تو یہ نوافل شمار ہوں گی کیونکہ وہ ان عبادتوں کا مکلف نہیں ہے۔ بنابریں اگر وہ حج کر لے تو اس کا فرض حج ادا نہیں ہو گا بلکہ بالغ ہونے کے بعد حج فرض ہونے کی صورت میں اسے پھر حج کرنا پڑے گا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴ کا جز أ) اگر نابالغ کو حج کرایا جائے تو اسے طواف کرایا جائے گا اور اس کی طرف سے کنکریاں ماری جائیں گی۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ب)
اگر کوئی اور قاری میسر نہ ہو تو نماز کے اندر اس کی امامت جائز ہو گی۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز د کا جز أ) نابالغ پر مالی عبادتیں بھی واجب نہیں ہوتیں۔ حسن بصریؒ سے راجح ترین روایت کے مطابق اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز ب نیز نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۳) نہ صدقہ فطر (دیکھئے زکاۃ الفطر نمبر ۲ کا جز ب)

۶۔ نابالغ کے قولی تصرفات: صغیر کے تمام قولی تصرفات درست نہیں ہوتے۔ ان تصرفات کے ذریعے عقود انعقاد پذیر نہیں ہوتے۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ حجر نمبر ۲ کے جز أ کا جز ۲) بنابریں وہ شفعہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا بلکہ اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ شفعہ نمبر ۳ کا جز ب) اس کے قولی تصرفات کی بنا پر فسوخ (جمع فسخ) وقوع پذیر نہیں ہوتے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے، اس کی طلاق اور عتاق جائز نہیں۔''(۱۳) ابن قدامہ نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ بچہ جب سمجھدار ہو جائے، نماز یاد کر لے اور رمضان کے روزے رکھے تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۱۴) اس کے معنی یہ ہیں کہ ممیز لڑکے کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز د) تاہم پہلی روایت حسن بصریؒ سے مروی صحیح ترین روایت ہے۔ نابالغ کے قولی تصرفات کی بنا پر تبرعات وقوع پذیر نہیں ہوتیں۔ بنابریں صغیر کی وصیت جائز نہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''لڑکا جب تک بالغ نہ ہو جائے، اس کی وصیت جائز نہیں ہو گی اور لڑکی کو جب تک حیض نہ آ جائے، اس کی وصیت بھی جائز نہیں ہو

گی۔" (۱۴ب) لڑکا خواہ ممیز کیوں نہ ہو، اس کی طرف سے کسی غلام یا لونڈی کو مدبر بنانا درست نہیں ہوگا۔
(۱۵) نہ تو اس کا ہبہ درست ہوگا نہ صدقہ اور نہ عتق۔ (۱۶)

نابالغ کا اقرار اور اس کی گواہی بھی درست نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کا جز د) اسی طرح اس کا لعان بھی درست نہیں ہوگا کیونکہ لعان گواہی کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۲ کا جز ب)

صغیر کے قولی تصرفات کی بنا پر حد واجب نہیں ہوگی۔ اگر وہ کسی کو قذف کرے تو اس پر حد قذف واجب نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۳ کا جز اُ)

صغیر کے فعلی تصرفات:

اگر نابالغ حد کے موجب کسی فعل مثلاً زنا اور سرقہ کا ارتکاب کرے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی بلکہ اس کی تادیب کی جائے گی۔ (دیکھئے مادہ حد نمبر ۲ کا جز اُ) نیز (مادہ زنا نمبر ۲ کا جز اُ، نمبر ۴ کا جز ب) نیز (مادہ سرقۃ نمبر ۴ کا جز د)

اگر نابالغ قصاص کے موجب تصرفات مثلاً قتل عمد یا عمداً زخم لگانے کا ارتکاب کرے تو اس پر قصاص جاری نہیں ہوگا بلکہ اس کے فوج داری جرائم کا تاوان بصورت دیت بھروایا جائے گا۔ یہی حکم غلطی سے کیے ہوئے اس کے فوج داری جرائم کا ہے۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۳ کا جز ج)

عدت: نابالغ لڑکی اگر بیوہ ہو جائے یا اسے طلاق مل جائے تو اس پر عدت واجب ہوگی۔ وہ مہینوں کے حساب سے عدت طلاق گزارے گی۔ اگر اس عدت کے گزرنے سے پہلے وہ بالغ ہو جائے تو حیض کے حساب سے نئے سرے سے عدت گزارے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "لڑکی کو اگر طلاق ہو جائے جب کہ وہ ابھی بالغ نہ ہوئی ہو تو وہ مہینوں کے حساب سے عدت گزارے گی۔ اگر عدت کے مہینے گزرنے سے ایک یا دو دن پہلے اسے حیض آ جائے تو حیض کے حساب سے نئے سرے سے عدت گزارے گی۔ اگر مذکورہ مہینے گزرنے کے ایک یا دو دن بعد اسے حیض آ جائے تو اس کی عدت کا اختتام ہو چکا ہوگا۔" (۱۷) (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جز ج کے جز ۳ کا جز اُ اور ب)

بچے کا اپنی ماں کے سوا کسی اور عورت کا دودھ پینا اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات۔ (دیکھئے مادہ رضاع)

نابالغ کی ولایت یعنی سرپرستی:

نابالغ پر ولایت کا وجوب: ہم نے (مادہ حجر نمبر ۲ کے جز اُ کے جز ۲) میں کہا ہے کہ اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نابالغی کامل حجر (تصرفات پر مکمل پابندی) کا ایک سبب ہے۔ جب کامل حجر ثابت ہو جائے تو جان اور مال پر ولایت یعنی سرپرستی واجب ہو جائے گی۔ سرپرستی کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

نابالغ کا نکاح کرا دینا: اگرچہ حسن بصریؒ کو نابالغوں کا نکاح کرا دینا اچھا نہیں لگتا تھا۔ (۱۸) کیونکہ نابالغ کے اندر نہ تو جنسی میلان ہوتا ہے اور نہ وہ ازدواجی زندگی کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہوتا ہے تاہم آپ کی رائے

تھی کہ نابالغ لڑکی کو نکاح پر مجبور کیا جا سکتا ہے، نابالغ لڑکے کو نہیں۔ (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۲ کا جز ا) (مادہ نکاح نمبر ۵ کا جز د) اگر نابالغ کا باپ اس کا نکاح کرادے تو یہ نکاح جائز ہوگا۔(۱۹) اور مہر کا بوجھ پر پڑے گا لیکن اس کی طرف سے باپ یہ بوجھ برداشت کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخ اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کرادے تو مہر لڑکے پر عائد ہوگا اور باپ یہ مہر بھرے گا۔''(۲۰) (دیکھئے مادہ نک نمبر ۳ کا جز ب) نیز (مادہ مھر نمبر ۸) تاہم نابالغ کا یہ نکاح طلاق مغلظہ پانے والی عورت کو اس کے سا شوہر کے لیے حلال نہیں کرے گا کیونکہ نابالغ اپنی اس بیوی کا وہ شہد نہیں چکھے گا۔ جس کا ذکر حضورﷺ اس حدیث میں ہے جو حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کی بیوی حضورﷺ کی خدم میں آ کر کہنے لگیں: ''میں رفاعہ قرظی کی زوجیت میں تھی۔ انہوں نے مجھے تین طلاقیں دے دیں۔ پھر نے عبدالرحمٰن بن الزبیر کے ساتھ نکاح کر لیا لیکن ان کا عضو تناسل کپڑے کی کناری یعنی جھالر کی ط ہے۔'' حضورﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ وہ رفاعہؓ کے پاس واپس جانا چاہتی ہیں اور فرمایا: ''تم وقت تک ایسا نہیں کر سکتیں جب تک تم اس کا شہد اور وہ تمہارا شہد چکھ نہ لے۔''(۲۱) حسن بصریؒ مذکورہ کی تفسیر انزال کے ذریعے کرتے تھے۔ اس پر (مادہ تحلیل نمبر ۳ کے جز ھ) میں گفتگو گزر چکی ہے جب نابالغ کا کوئی شہد یعنی انزال نہیں ہوتا۔ آپ نے اس عورت کے بارے میں جسے اس کا شوہر طلاق مغل دے دے اور وہ کسی لڑکے کے ساتھ نکاح کر لے، فرمایا: ''اس کا یہ شوہر اسے اس کے سابقہ شوہر کے حلال نہیں کرے گا۔ یہ دراصل شوہر ہی نہیں ہے۔''(۲۲) (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۳ کا جز ب) نیز (مادہ نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۲)

۲۔ نابالغ کے مال کے ساتھ تجارت: حسن بصریؒ نے یتیم کے وصی کے لیے یہ بات جائز قرار دی ہے کہ کا مال کسی امانت دار شخص کو مضاربہ پر دیدے تاہم مذکورہ مال کی سلامتی کے لیے تمام احتیاطی تدابیر لے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر یتیم کا وصی اُس کا مال مضاربہ پر کسی کے حوالے کر دے تو کیا وہ ایسا کر ہے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے فرمایا: ''اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔''(۲۳) قدامہ نے کہا ہے کہ ہمیں حسن بصریؒ سے مروی روایت کے سوا کسی کے بارے میں نہیں معلوم کہ اس یتیم کے مال سے تجارت کو مکروہ قرار دیا ہو۔ حسن بصریؒ نے کراہت کا اظہار کر کے شاید یتیم کے خطرے میں ڈالنے سے اجتناب کرنے کی بات سوچی ہو نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یتیم کے مال کو جم زیادہ محفوظ طریقہ ہے۔ (۲۴)

ب۔ صغیر کے مال سے اس کے ولی کا کھا پی لینا: اگر ولی فقیر ہو تو اسے حق حاصل ہے کہ وہ صغیر کے مال لے لے جس سے اس کی بھوک رفع ہو جائے اور اتنا پہن لے جس سے وہ اپنی ستر پوشی کر لے۔ اگر و حال ہو جائے تو اس پر خرچ کیے ہوئے مال کی واپسی لازم نہیں ہوگی۔ (۲۵) سورۂ نساء آیت نمبر ۶ میں باری ہے۔ (وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ۔ جو ولی ما

ہو، وہ پرہیز کرے اور جو فقیر ہو، وہ معروف طریقے سے کھائے۔)

ج۔ نابالغ کی پرورش: اس پر (مادہ حضانۃ) کے اندر بحث گزر چکی ہے۔

د۔ نابالغ کا خرچہ: اگر نابالغ کا مال ہو تو اس مال سے اس کا خرچہ چلایا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بچے کی رضاعت کا خرچہ وراثت میں اسے ملنے والے حصے سے چلایا جائے گا''[۲۶] اگر اس کا مال نہ ہو تو اس کا خرچہ اس کے والد پر پھر اس کے دادا پر اور پھر اس کے مذکر ورثاء پر عائد کیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر بچے کا مال نہ ہو تو اس کا خرچہ اس کے وارث پر عائد ہوگا۔ ارشاد باری ہے (وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔ اور وارث پر اسی طرح خرچہ عائد ہوگا۔)[۲۷] آپ نے سورۂ بقرہ کی اس آیت نمبر ۲۳۳ کی تفسیر میں فرمایا: ''مردوں پر نہ کہ عورتوں پر۔''[۲۸]

۹۔ متفرق احکام:

- جس بچے نے ابھی ٹھوس غذا کھانا نہ شروع کیا ہو، اس کے پیشاب کو پانی چھڑکنے کے ذریعے پاک کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ بول نمبر ۳ کا جز ب)
- نابالغ کے تصرفات پر پابندی لگنا اور پابندی اٹھنا۔ (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲ کا جز أ)
- نابالغ کو سرحد پر لے جانا اور وہاں اس کی اقامت گزینی۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۵)
- جنگ کے اندر نابالغوں کو قتل نہ کرنا۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۹)
- نابالغ لڑکی کو خیار بلوغ کا حق حاصل ہوتا ہے، نابالغ لڑکے کو نہیں۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جز ھ)
- نابالغ کا ذبیحہ حلال ہے۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۳ کا جز ب)
- رضاعت کے نتائج کے ترتب کے لیے دودھ پینے والے کا نابالغ ہونا شرط ہے۔ (دیکھئے مادہ رضاع نمبر ۴)
- جانوروں کے بچوں کو ان کی ماؤں کے ساتھ حولان حول (سال گزرنے) میں شامل نہ کرنا اور زکوۃ کے اندر انہیں قبول نہ کرنا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جز واؤ کا جز ۳ نیز نمبر ۳ کے جز ب کا جز ا، نیز نمبر ۴ کا جز أ)
- نابالغ لڑکی کے ساتھ بدکاری پر حد زنا کا عدم وجوب بلکہ تعزیر کا وجوب۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز أ کا جز ا)
- نابالغ کو سلام کرنا۔ (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۲ کا جز أ)
- اگر روزہ دار نابالغ کے لیے طعام چبا کر اسے دینا چاہے تو اس کی اجازت ہے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کے جز واؤ کا جز ۳)
- نابالغ بیوی کو سنت کے مطابق دینے کا طریقہ۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز د)
- اگر نابالغ کو قذف کیا جائے تو اس سے نہ تو حد قذف واجب ہوگی اور نہ لعان۔ (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۴ کا جز أ) نیز (مادہ لعان نمبر ۲ کا جز ب)
- اگر کفارات کے اندر نابالغ غلام کو آزاد کر دیا جائے تو ایسا کرنا درست ہوگا۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز

اُ کا جز ۳)

- اگر نابالغ بچے کو اس کے خاندان والے کہیں پھینک جائیں تو اسے اٹھا لینے کا حکم۔ (دیکھئے مادہ لقیط)
- باپ اپنی نابالغ بچی کو اور ماں اپنے نابالغ بچے کو غسل دے سکتی ہے۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۳)
- نابالغ کی تکفین۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۴)

صلاۃ (نماز)

نماز کے مبحث کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱) نماز کا حکم۔ (۲) صلوٰۃ وسطی۔ (۳) نماز کی شرائط۔ (اُ۔ وقت، ب۔ طہارت، ج۔ ستر پوشی، د۔ قبلہ رخ ہونا، ھ۔ نیت) (۴) نماز کی مکروہات اور غیر مکروہات۔ (اُ۔ مکان سے متعلق امور، ب۔ زمان سے متعلق امور، ج۔ لباس سے متعلق امور، د۔ ہیئت سے متعلق امور، ھ۔ حرکات سے متعلق امور، د۔ کلام سے متعلق امور) (۵) نماز کو باطل کرنے والے امور۔ (۶) نماز کے افعال۔ (۷) نماز باجماعت (اُ۔ اس کا حکم، ب۔ اس کی فضیلت، ج۔ ایسے امور جن کے ذریعے جماعت کا انعقاد ہوتا ہے، د۔ امام، ھ۔ مقتدی) (۸) نماز جمعہ۔ (۹) نماز عید۔ (۱۰) نماز جنازہ۔ (۱۱) نفل نمازیں اُ۔ عام احکام، ب۔ نفل نماز پڑھنے والے کے لیے رخصتیں، ج۔ سنن موکدہ، د۔ فجر کے بعد نفل نماز، ھ۔ طواف کی دو رکعتیں، و۔ تحیۃ المسجد، ز۔ اوابین کی سنت، ح۔ قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز، ط۔ تراویح کی نماز، ی۔ صلوٰۃ کسوف اور صلوٰۃ خسوف)

ا۔ نماز کا حکم: اہل اسلام کے سلف اور خلف کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہر عاقل و بالغ مسلمان پر نماز اسلامی فرائض میں سے ایک ایسا فریضہ ہے جس کا ترک جائز نہیں۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۰۳ میں ارشاد باری ہے۔ (اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۔ درحقیقت نماز ایک ایسا فرض ہے جو پابندی وقت کے ساتھ لازم کر دیا گیا ہے) اس کی تفسیر حسن بصریؒ نے یہ کی ہے کہ: ''پابندی وقت کے ساتھ یہ واجب ہے۔''(۲۹)

تارک صلوٰۃ پر خارج از اسلام کر دینے والے کفر کا حکم لگانے کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ ابن قدامہ نے حسن بصریؒ سے حکایت کی ہے کہ جو شخص سستی کی بنا پر کوئی ایسی نماز ترک کر دے جسے بعد کی نماز کے ساتھ یکجا نہ کیا جاتا ہو مثلاً فجر، عصر اور عشاء کی نماز تو اسے قتل کر دینا واجب ہوگا۔ اور اگر وہ نماز ایسی ہو جسے بعد کی نماز کے ساتھ یکجا کیا جاتا ہو مثلاً ظہر اور مغرب کی نماز تو اس کے تارک کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا جب تک بعد کی نماز کا وقت متروک نماز پڑھے بغیر نکل جائے کیونکہ بعض علماء کے نزدیک ایسی دو نمازوں کے دونوں وقت ایک ہی وقت شمار ہوتے ہیں۔ (۳۰) اگر تارک صلوٰۃ قتل ہو جائے تو وہ اپنے کفر کی بنا پر قتل ہوگا۔ اور اس کے ساتھ کافر میت جیسا سلوک کیا جائے گا یعنی نہ اسے غسل دیا جائے گا، نہ اس کی

تکفین ہوگی اور نہ نماز جنازہ۔ اسے مسلمانوں کے درمیان دفن بھی نہیں کیا جائے گا اور کوئی شخص اس کا وارث نہیں بنے گا نہ وہ کسی کا وارث بنے گا۔(۳۱) (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر۲ کا جزج)

۲۔ صلوٰۃ وسطیٰ: اللہ تعالیٰ نے فرض نمازوں کی نگہداشت کی عام طور پر اور صلوٰۃ وسطیٰ کی خاص طور پر ہدایت فرمائی ہے۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۸ میں ارشاد باری ہے (حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى. نمازوں کی اور صلوٰۃ وسطیٰ کی نگہداشت کرو) حسن بصریؒ کے نزدیک عصر کی نماز صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔(۳۲) طحاوی نے آپ سے روایت کی ہے کہ جمعہ کی نماز ہے۔(۳۳) لیکن شاید پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

۳۔ نماز کی شرائط: درج ذیل شرائط کے بغیر نماز درست نہیں ہوسکتی۔

اَ۔ وقت کا ہونا:

۱۔ ابن حزم نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ نماز اپنے وقت سے پہلے جائز ہے۔(۳۴) البتہ وقت سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے۔ آپ کا قول ہے: ''نصف النہار کے وقت نماز مکروہ ہے سوائے جمعہ کے دن کے۔'' (۳۵) ''الاستذکار'' میں مذکور ہے کہ حسن بصریؒ نے دن کے وسط میں جب سورج آسمان کے بیچوں بیچ ہو، نماز پڑھنے کی رخصت دی ہے۔(۳۶)

۲۔ فجر کا وقت: فجر کا وقت صبح صادق کے طلوع سے لے کر سورج طلوع ہونے تک رہتا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۳۔ ظہر کا وقت: آسمان کے وسط سے سورج ڈھل جانے کے بعد ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب ایک چیز کے طول سے سایہ ڈھل جائے تو ظہر پڑھنے کا یہی وقت ہوتا ہے۔''(۳۷) ظہر کے آخر وقت کی تحدید کے سلسلے میں ہمیں حسن بصریؒ کی کوئی روایت ہاتھ نہیں لگی۔ بادلوں والے دن میں ظہر کے ابتدائی وقت سے اسے موخر کر کے پڑھنا مستحب ہے تاکہ دخول وقت کا یقین ہوجائے۔(۳۸)

۴۔ جمعہ کا وقت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے اور وسط آسمان سے سورج ڈھل جانے کے بعد جمعہ کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''زوال شمس پر جمعہ کا وقت ہوتا ہے۔''(۳۹)

۵۔ عصر کا وقت: عصر کے وقت کی ابتدا کے بارے میں مجھے حسن بصریؒ سے مروی کوئی روایت ہاتھ نہیں آئی۔ عبدالرزاق نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔(۴۰) غروب شمس کے ساتھ عصر کی نماز کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ بادلوں والے دن میں عصر کی نماز میں تعجیل مستحب ہے۔(۴۱)

۶۔ مغرب کا وقت: غروب شمس کے ساتھ مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ ابر آلود دن میں مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے تاکہ دخول وقت کا یقین ہوجائے۔ حسن بصریؒ کو ابر آلود دن میں مغرب موخر کر کے پڑھنا پسند تھا۔(۴۲)

۷۔ عشاء کا وقت: سرخ شفق کے غروب کے ساتھ ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبح صادق طلوع ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

۸۔ وتر کا وقت: عشاء کی نماز کے بعد وتر کی نماز پڑھی جائے گی۔ وتر کا وقت اگلے دن طلوع فجر تک رہتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب تم صبح کی نماز پڑھ لو اور سورج طلوع ہو جائے تو وتر کا وقت ختم ہو جائے گا'' (۴۳) یعنی وتر کا وقت گزر جائے گا اور اس کی قضا واجب ہو جائے گی کیونکہ آپ کا قول ہے کہ: ''وتر نہ چھوڑ وخواہ سورج کیوں نہ طلوع ہو جائے۔'' (۴۴)

۹۔ دو نمازوں کو ان میں سے کسی ایک کے وقت یکجا کر دینا: حسن بصریؒ اس بات کو واجب قرار دیتے تھے کہ ہر نماز اس کے وقت کے اندر ادا کی جائے۔ آپ فرماتے: ''ہر نماز اس کے وقت پر پڑھا کرو۔'' (۴۵) خواہ سفر کی نماز ہو یا حضر کی۔ (۴۶) اس قاعدے سے صرف چند احوال مستثنیٰ ہیں۔ ان کا ذکر درج ذیل ہے:

اَ۔ عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں یکجا پڑھنے کا جواز نیز مزدلفہ میں مغرب اور عشاء یکجا پڑھی جاسکتی ہیں۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۹ کا جز اَ) نیز (مادہ حج نمبر ۱۳ کا جز ب اور نمبر ۱۴ کا جز ب)

ب۔ دشمن کے خلاف صف آرائی کی صورت میں نمازیں یکجا کرنا: حسن بصریؒ سے سفر کی حالت میں دو نمازیں یکجا پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ کو یہ بات اچھی نہیں لگی الا یہ کہ دشمن کا سامنا ہو۔ (۴۷) (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۹ کا جز اَ)

ج۔ بیماری کی وجہ سے نمازیں اکٹھی ادا کرنا: حسن بصریؒ بیماری کی بنا پر دو نمازیں اکٹھی پڑھ لینے کو جائز قرار دیتے تھے۔ (۴۸)

۱۰۔ فرض نماز اور نماز جنازہ کا یکجا ہو جانا: اگر فرض نماز کا وقت اور نماز جنازہ یکجا ہو جائیں تو پہلے فرض نماز ادا کی جائے گی اور پھر جنازہ پڑھا جائے گا۔ اس لیے کہ جنازے کا معاملہ طویل ہو جاتا ہے اور اس کے اندر دیر تک مشغولیت رہتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر جنازہ اور فرض نماز یکجا ہو جائیں تو فرض نماز کو جنازے پر مقدم رکھا جائے گا۔'' (۴۹) لیکن اگر جنازہ پہلے پڑھ لیا جائے تو ایسا کرنا بھی جائز ہوگا۔ حسن بصریؒ نے خود اسی طرح کیا تھا۔ سعید بن ابی عروبہ نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ''مغرب کی نماز کے وقت ایک جنازہ آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ حسن بصریؒ نے پہلے جنازہ پڑھایا اور اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔'' (۵۰)

۱۱۔ نماز کا وقت فوت ہو جانا: اگر کسی سے نماز کا وقت فوت ہو جائے اور وقتی نماز شروع کرنے سے پہلے اسے فوت شدہ نماز یاد آ جائے تو اس پر اس کی قضا واجب ہو گی یعنی وقتی نماز کے ساتھ یا دیگر فوت شدہ نمازوں کے ساتھ اس کی ترتیب قائم رکھے گا اور پہلی نماز کو پہلے پڑھے گا۔ (۵۱) بشرطیکہ وقتی نماز کا وقت باقی ہو اور فوت شدہ نماز کی قضا پڑھتے ہوئے اسے وقتی نماز فوت ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔ اگر اسے اس کا خطرہ ہو تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جائے گی اور وہ پہلے وقتی نماز پڑھے گا اور پھر فوت شدہ نماز۔ عباد بن منصور کہتے

ہیں کہ میں جامع مسجد میں گیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ لوگوں نے ابھی ظہر نہیں پڑھی ہے۔ میں نفل پڑھنے لگا اور نماز کھڑی ہوگئی۔ جب لوگ نماز پڑھنے لگے تو حقیقت میں یہ عصر کی نماز تھی۔ میں کھڑا ہو گیا اور ظہر کی نماز پڑھی اور پھر عصر کی نماز ان کے ساتھ پڑھ لی۔ پھر میں حسن بصریؒ کے پاس آیا اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے بھی مجھے اسی طرح کہا جس طرح میں نے کیا تھا۔(۵۲) ایک شخص لوگوں کے ساتھ عصر کی نماز میں شامل ہو گیا جب کہ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ ظہر کی نماز ہے لیکن حقیقت میں یہ عصر کی نماز تھی۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق فرمایا کہ وہ دونوں نمازیں نئے سرے سے پڑھے۔(۵۳) دونوں نمازوں کا اس لیے اعادہ ہوا کہ وقت ابھی باقی تھا۔ لیکن اگر وقت تنگ ہو تو وقتی نماز ادا کی جائے گی اور ترتیب ساقط ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص ایک نماز بھول جائے اور پھر اسے یہ نماز ایسے تنگ وقت میں یاد آئے کہ اسے پڑھنے کی صورت میں وقتی نماز قضا ہو جائے تو وہ پہلے وقتی نماز پڑھے اور پھر بھولی ہوئی نماز کی قضا کرے، دو نمازوں کو ضائع نہ کرے۔''(۵۴) نیز فرمایا: ''جو شخص عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جائے اور پھر سورج نکلنے کے وقت جاگے تو پہلے فجر پڑھے اور پھر عشاء پڑھے۔''(۵۵) اگر ایک شخص کو وقتی نماز پڑھنے کے دوران فوت شدہ نماز یاد آ جائے تو اس صورت میں وقت باقی ہو تو اپنی نماز توڑ کر پہلے قضا نماز پڑھے اور پھر وقتی نماز۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص ایک نماز بھول جائے اور دوسری نماز پڑھنے کے دوران اسے مذکورہ نماز یاد آ جائے تو اپنی نماز چھوڑ دے اور پہلے قضا پڑھے اور پھر دوسری یعنی وقتی نماز ادا کرے۔''(۵۶) اگر وقت تنگ ہو اور اسے وقتی نماز فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو وقتی نماز مکمل کرے اور پھر فوت شدہ نماز پڑھے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص ظہر کی نماز پڑھنا بھول جائے اور پھر عصر کی نماز پڑھتے ہوئے اسے فوت شدہ ظہر یاد آ جائے تو عصر کی نماز جو اس نے شروع کر رکھی ہے، پوری کرے اور اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھ لے۔''(۵۷)

اگر لوگ کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لیں جو اپنی ایک فوت شدہ نماز بھولے ہوئے ہو تو وہ اپنی نماز کا اعادہ کرے گا، مقتدی اعادہ نہیں کریں گے۔(۵۸)

اگر ایک شخص کی کوئی نماز فوت ہو جائے اور اس کا وقت نکل جائے تو مسجد میں یہ نماز جماعت کی شکل میں پڑھنا اس کے لیے مکروہ ہوگا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جزا کا جز۱۳) مسافر اگر سفر میں کوئی نماز بھول جائے، اس کی قضا کس طرح پڑھے اور حضر کے اندر بھولی ہوئی نماز کس طرح پڑھے۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۹ کے جز ب کا جز۳) جس شخص پر بے ہوشی طاری ہو جائے، وہ ان نمازوں کی قضا نہیں کرے گا جو بے ہوشی کی حالت میں گزر چکی ہوں۔ (دیکھئے مادہ اغماء نمبر ۲ کا جز ج) حائضہ اس نماز کی قضا نہیں پڑھے گی جس کے وقت کے اندر اسے حیض آ گیا ہو اور اس نماز کی قضا پڑھے گی جس کے وقت کے اندر وہ حیض سے پاک ہوگئی ہو۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز ا)

کئی قضا نمازیں ایک ہی اقامت کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔ (دیکھئے مادہ اقامۃ نمبر ۲ کا جز ر)

۱۲۔ وقت کے اندر نماز کا اعادہ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص وقت کے اندر نماز کا اعادہ کرے تو پہلی نماز فرض نماز ہوگی۔ جن حالات کے تحت نماز کا اعادہ کیا جاتا ہے، ان کی معرفت کے لیے دیکھیے (مادہ اعادۃ)

۱۳۔ ان اوقات کا ذکر جن کے اندر نماز مکروہ ہوتی ہے:

اَ۔ حسن بصریؒ تین اوقات کے اندر نماز مکروہ سمجھتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک۔ (۵۹) بنا بریں آپ نے اس وقت کے دوران سجدۂ تلاوت کو بھی مکروہ قرار دیا تھا۔ (دیکھیے مادہ سجود التلاوۃ نمبر ۴) نیز فجر کی نماز دوبارہ پڑھنے کو بھی مکروہ تصور کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''فجر اور عصر کے سوا تمام نمازوں کا اعادہ کر سکتے ہو۔'' یعنی فجر کی دو رکعتوں اور عصر کی چار رکعتوں کے سوا۔ (۶۰) آپ نے اس شخص کے متعلق جو گھر میں فرض نماز پڑھ لے اور پھر مسجد میں آئے اور وہاں لوگ جماعت کے ساتھ وہی نماز پڑھ رہے ہوں، فرمایا: ''سوائے ان دو نمازوں یعنی فجر اور عصر کے باقی ماندہ نمازیں وہ ان کے ساتھ شامل ہو کر پڑھ لے۔'' (۶۱) حسن بصریؒ کا قول ہے کہ: ''طلوع فجر کے بعد جتنی نماز چاہو، پڑھ لو۔'' (۶۲) یہ بات دراصل ان لوگوں کی تردید میں کہی گئی ہے جو یہ کہتے تھے کہ طلوع فجر کے بعد فجر کی سنت کے سوا کوئی اور نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

دوسرا مکروہ وقت وہ ہے جب سورج عین آسمان کے وسط میں ہو۔ اس وقت سورج ڈھل جانے تک نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اس قاعدے سے صرف جمعہ کا دن مستثنیٰ ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نصف النہار کے وقت نماز مکروہ ہے سوائے جمعہ کے دن کے۔'' (۶۳) آپ سے مروی ہے کہ آپ نے سورج کے وسط آسمان میں ہونے کے وقت نماز پڑھنے کی رخصت دی ہے۔ (۶۵) اس روایت کو درج بالا معنوں پر محمول کیا جائے گا۔

تیسرا مکروہ وقت سورج کے زرد ہو جانے کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کا ہے۔ اس وقت کے اندر ہر نماز مکروہ ہے۔ البتہ سنت طواف اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس لیے کہ طواف کی دو رکعتیں تمام مکروہ اوقات میں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ (۶۶) عثمان بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے عصر کے بعد نماز جنازہ پڑھنے کا مسئلہ حسن بصریؒ سے پوچھا۔ آپ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''جب سورج چمک دار اور صاف ہو۔ اگر سورج غروب ہونے کے قریب ہو تو جب تک غروب نہ ہو جائے، جنازہ نہ پڑھو۔'' (۶۷) آپ نے عصر کے بعد سجدے کی آیت پڑھی، اس وقت سوج زرد ہو چکا تھا۔ جب سورج ڈوب گیا تو مذکورہ آیت پڑھ کر سجدہ کر لیا۔ (۶۸)

ب۔ اگر مکروہ وقت کے اندر کوئی نماز پیش آ جائے تو نماز پڑھنے کی بجائے یاد الٰہی میں مذکورہ وقت صرف کر دے جس طرح سورج گرہن والی نماز میں کیا جاتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایسے وقت میں سورج گرہن ہو جائے جب نماز پڑھنا حلال نہ ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ دعائیں کریں۔'' (۶۹) اگر ایسی نماز آ جائے جس کا

کوئی بدل نہ ہو اور اسے موخر کرنے میں نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر مکروہ وقت ہونے کے باوجود وہ یہ نماز پڑھ لے مثلاً نماز جنازہ۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ میت کو اس کی قبر تک لے جانے اور اسے دفن کرنے میں تعجیل کی جائے البتہ اگر مکروہ وقت سے اسے موخر کر دیا جائے تو یہ زیادہ اچھی صورت ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب تک سورج غروب نہ ہوا ہو، اس وقت تک نماز جنازہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۷۰) حسن بصریؒ کے کلام میں (کوئی حرج نہیں) کا لفظ یہ مفہوم رکھتا ہے کہ غروب آفتاب کے بعد تک تاخیر اولیٰ ہے۔ آپ فجر اور عصر کے بعد وقت ہونے کی صورت میں نماز جنازہ پڑھ لیتے تھے۔(۷۱)

۱۴۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص یہ سوچتے ہوئے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، بے وقت نماز پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔(۷۲)

ب۔ (نماز کی دوسری شرط) طہارت یعنی پاک ہونا۔ طہارت کی دو قسمیں ہیں۔ حدث سے طہارت اور نجاست سے طہارت۔

۱۔ حدث سے پاک ہونا:

أ۔ حدث سے طہارت نماز کی صحت کے لیے بالاجماع شرط ہے۔ اگر حدث جنابت کی صورت میں ہو تو غسل کے ذریعے طہارت حاصل کی جائے گی۔ (دیکھئے مادہ جنابۃ) اور اگر حدث وضو کی صورت میں ہو تو وضو کے ذریعے طہارت حاصل کی جائے گی۔ اگر حائضہ کسی نماز کے وقت کے اندر حیض سے پاک ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہو گا۔ غسل کر کے وہ نماز ادا کرے گی خواہ ادا کی گنجائش ملے یا قضا کی۔ غسل کے بغیر نماز پڑھنا اس کے لیے جائز نہیں ہو گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر عورت کسی نماز کے وقت کے اندر پاک ہو جائے لیکن قدرت رکھنے کے باوجود وہ غسل نہ کرے اور نماز کا وقت نکل جائے تو وہ اس نماز کی قضا پڑھے گی۔''(۷۳) آپ نے اس شخص کے متعلق جسے رات کے وقت احتلام ہو جائے اور وہ غسل کر لے لیکن جب صبح اٹھے تو اپنے جسم پر احتلام کا نشان پائے، فرمایا: ''وہ دوبارہ غسل کرے گا اور اگر اس نے نماز پڑھ لی ہوگی تو اس کا بھی اعادہ کرے گا۔ خواہ نماز کا وقت باقی ہو یا گزر چکا ہو۔''(۷۴) کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اسے دوبارہ احتلام ہو گیا تھا اور اس نے غسل کے بغیر نماز پڑھ لی تھی، اس لیے اس کی نماز درست نہیں ہوئی تھی۔

ب۔ اگر نماز کے اندر اسے غیر ارادی طور پر حدث لاحق ہو جائے جسے روک لینا اس کے لیے ممکن نہ ہو تو وہ نماز چھوڑ دے اور وضو کر کے واپس آئے اور اپنی نماز پوری کرلے بشرطیکہ اختیاری طور پر اس سے وضو توڑ دینے والی کوئی اور حرکت صادر نہ ہو اور نہ کوئی ایسا فعل کرے جو نماز کو باطل کر دینے والا ہو مثلاً قبلے کی طرف پشت کر لینا یا کلام کر لینا یا اسی طرح کا کوئی اور فعل۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر نمازی قبلے کی طرف پشت کر لے تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔''(۷۵) اگر وہ دائیں بائیں منہ کر لے تو اپنی نماز جاری رکھے۔(۷۶) اگر وہ امام ہو تو کسی کو اپنی جگہ کھڑا کر دے جو نمازیوں کی نماز پوری کرا دے۔(۷۷) اگرچہ نمازی کے لیے افضل طریقہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں وہ اپنی نماز چھوڑ کر وضو کرے اور پھر نئے سرے سے نماز شروع

کرے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر نماز کے اندر کسی کی نکسیر پھوٹ جائے تو وہ نئے سرے سے نماز پڑھے خواہ اس نے بات کی ہو یا بات نہ کی ہو۔'' (۷۸) اگر عورت دو رکعتیں پڑھ لے اور پھر اسے حیض آ جائے تو پاک ہونے کے بعد وہ یہ نماز قضا نہیں کرے گی۔ (۷۹)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حسن بصریؒ کے نزدیک آخری سجدے سے سر اٹھانے کے ساتھ ہی نماز کی انتہا ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں آپ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک روایت یہی ہے۔ اگر آخری سجدے کے بعد اسے حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی اور اس پر اس کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر نمازی آخری سجدے سے اپنا سر اٹھا لے اور پھر اسے حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔'' (۸۰) آپ سے مروی دوسری روایت کے مطابق تشہد پڑھ لینے پر نماز کا اختتام ہوگا۔ (دیکھئے مادہ تشھد نمبر ۲ کا جزب) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جزب)

ج۔ اگر امام بھول کر بے وضو نماز پڑھا دے اور نمازیوں کو نماز ختم کر لینے کے بعد اس کا پتہ چلے تو ان کی نماز درست ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر امام بے وضو لوگوں کو نماز پڑھا دے تو وہ نماز کا اعادہ کرے گا، مقتدی اعادہ نہیں کریں گے۔'' (۸۱)

د۔ جس شخص کو مسلسل حدث لاحق رہے، وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے۔ اگر وہ مستحاضہ ہو تو ہر روز ظہر کے وقت غسل کرے اور ہر نماز کے لیے وضو کرے۔ (دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر ۳)

ھ۔ اگر ایک شخص کے لیے طہارت متعذر ہو تو اس کی نماز درست ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص مسلمان ہو جائے اور اس کا ختنہ نہ ہوا ہو اور ختنہ کرانے میں اسے اپنی جان پر تکلیف اور مشقت کا خطرہ ہو تو ختنہ نہ کرائے۔ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا، اس کی نماز قبول ہوگی اور اس کی گواہی جائز ہوگی۔'' (۸۲) حالانکہ غیر مختون شخص کا غسل جنابت درست نہیں ہوتا کیونکہ اس کے جسم کے ایک حصے یعنی قلفہ (سپاری) کے نیچے تک پانی نہیں پہنچتا۔

و۔ اگر نماز کے اندر کسی کو حدث لاحق ہونے کا شک پڑ جائے تو وہ اپنی نماز جاری رکھے اور شک کی طرف التفات نہ کرے۔ اگر نماز شروع کرنے سے پہلے اسے یہ شک لاحق ہو جائے تو وضو کر لے۔ (۸۳) (دیکھئے مادہ شک نمبر ۲)

ز۔ اگر ایک شخص پانی نہ ملنے پر تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اسے پانی مل جائے تو نماز کا وقت باقی ہونے کی صورت میں وہ وضو کر کے نماز کا اعادہ کر لے۔ (دیکھئے مادہ اعادۃ نمبر ۲ کا جز أ)

ح۔ مستحاضہ کی نماز کا جواز۔ (دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر ۴ کا جز أ)

۲۔ نجاست سے پاک ہونا:

أ۔ ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ کی رائے میں کپڑے، جسم اور جگہ کا پاک ہونا نماز کے فرضوں میں سے ایک فرض ہے، (۸۴) نماز کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے۔ بنابریں جو شخص مذکورہ فرض ترک کر دے تو جب تک نماز

کا وقت باقی ہو، اس پر نماز کا اعادہ واجب ہو گا۔ جو شخص اپنے کپڑے پر نجاست دیکھے۔ اس کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر بہت اختلاف ہے۔ بہت غور و فکر اور بحث و تنقیح کے بعد ہمارے لیے ان روایات میں تطبیق کی صورت پیدا کرنا ممکن ہوا ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اگر نمازی نماز شروع کرنے سے پہلے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھ لے تو وہ یہ کپڑا بدل لے یا اسے نجاست سے پاک کر لے اور پھر نماز پڑھے۔ اگر وہ نماز کے دوران اپنے کپڑے پر نجاست دیکھ لے تو اسے اتار دے یا نجاست پاک کر لے اور پھر اپنی نماز جاری رکھے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر تم اپنی نماز کا کچھ حصہ ادا کر چکو اور پھر تمہیں کپڑے پر خون نظر آئے تو یہ کپڑا اتار دو اور اپنی نماز جاری رکھو۔'' (۸۵) اگر نماز پڑھ لینے کے بعد اسے اپنے کپڑے پر نجاست نظر آئے اور نماز کا وقت ابھی باقی ہو تو نماز لوٹا لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنے کپڑے پر خون یا نجاست لگی ہوئی دیکھے یا قبلے کے سوا کسی اور رخ پر نماز پڑھ لے یا تیمّم کے ساتھ نماز ادا کرے اور پھر نماز کے وقت کے اندر اسے پانی مل جائے تو ان صورتوں میں اگر نماز کا وقت باقی ہو تو اپنی نماز دہرا لے۔'' (۸۶) حسن بصریؒ کا یہ قول کہ ''اگر تم نماز پڑھ لو اور پھر اپنے کپڑے پر خون لگا ہوا دیکھو تو نماز کا اعادہ نہ کرو۔ تمہاری نماز ہو گئی۔'' (۸۶ب) اس مفہوم پر محمول ہو گا کہ مذکورہ نمازی نے نماز کا وقت نکل جانے کے بعد اپنے کپڑے پر خون لگا ہوا دیکھا تھا۔

اگر ایک شخص نماز پڑھ لے اور پھر اپنے جسم پر نجاست لگی ہوئی دیکھے تو اس پر نماز کا اعادہ لازم ہو گا خواہ ایک سال ہی کیوں نہ گزر گیا ہو۔

ب۔ اونٹوں اور بکریوں کے بیٹھنے کے مقامات یعنی باڑھوں وغیرہ میں نماز پڑھنا: ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ اونٹوں کے بیٹھنے کے مقامات پر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے لیکن بکریوں کے باڑھوں میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار نہیں دیتے تھے۔ (۸۷) سنت کے اندر بھی یہی بات وارد ہے۔ حضور ﷺ سے اونٹوں کے بیٹھنے کے مقامات پر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''اونٹوں کے بیٹھنے کے مقامات میں نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ مقامات شیطان کے ہیں۔'' آپ سے بکریوں کے بیٹھنے کے مقامات یعنی مرابض میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''بکریوں کے مرابض میں نماز پڑھ لو کیونکہ یہاں برکت ہے۔'' (۸۸) اونٹوں کے بیٹھنے کے مقامات میں نماز پڑھنے کی کراہت سے مراد یہ نہیں ہے کہ اگر وہاں نماز پڑھی جائے تو نماز باطل ہو گی۔

ج۔ ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس کے ناپاک ہونے کا گمان ہو: اشیاء کے اندر طہارت اصل ہے اور یہ بات اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک نجاست ثابت نہ ہو جائے۔ اگرچہ یہود اور نصاریٰ طہارت اور نجاست کے ان قیود کی پابندی نہیں کرتے جو مسلمانوں کے ہاں معروف ہیں کیونکہ ان کے مذاہب میں یہ قیود موجود نہیں ہیں تاہم ان کے کپڑے پہن کر نماز پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ ان کپڑوں کا ناپاک ہونا ثابت نہ ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''یہود و نصاریٰ کی رداء یعنی چادر پہن کر نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں

ہے۔"(۸۹) آپ نے چادر کا ذکر کیا ہے، شلوار کا ذکر نہیں کیا اس لیے کہ چادر نجاست کے مقامات یعنی اگلی پچھلی شرم گاہوں سے دور ہی رہتی ہے۔

د۔ جوتوں سمیت نماز پڑھنا: اگر جوتوں میں نجاست نہ لگی ہو تو انہیں پہن کر نماز پڑھ لینا درست ہوگا۔ حسن بصریؒ جوتوں سمیت نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ عباد بن بشر کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ کو جوتوں سمیت نماز پڑھتے دیکھا تھا۔(۹۰)

ج۔ نماز کی صحت کی تیسری شرط، ستر پوشی: نماز کی صحت کے لیے ستر پوشی شرط ہے۔ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے۔ عورت کا سارا جسم دو ہتھیلیوں اور ناک اور پیشانی کے درمیان والے کے سوا ستر ہے۔ (دیکھیے مادہ حجاب نمبر ۳ کے جزب کا جز ۳) حسن بصریؒ نے فرمایا: "لڑکی کو جب حیض آ جائے تو دو پٹے کے بغیر اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔"(۹۱) آپ کے نزدیک دوپٹہ وہ کپڑا ہے جو عورت کے سر اور چہرے کو ڈھانپ لے۔ عورت خواہ آزاد ہو یا ایسی لونڈی جس کی شادی ہو چکی ہو یا اس کا آقا اس کے ساتھ ہمبستری کرتا ہو۔ (دیکھیے مادہ حجاب نمبر ۲) جب نماز پڑھنا چاہے تو شلوار اور قمیص پہن لے اور پھر اس کے اوپر لمبی قمیص (درع) پہن لے اور دوپٹے سے اپنا سر ڈھانپ لے اور پھر نماز پڑھے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "عورت لمبی قمیص اور دوپٹے میں نماز پڑھے۔"(۹۲) ابن قدامہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ شادی شدہ لونڈی یا وہ لونڈی جس کے ساتھ اس کا آقا ہمبستری کرتا ہو، اگر کھلے سر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی کیونکہ وہ لونڈی ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو لونڈیوں کا ہے تاہم وہ آزاد عورتوں کی طرح پردہ پوش ہو کر نماز پڑھے گی۔(۹۳) اگر مرد ایک کپڑے کے اندر یعنی ستر پوش ازار کے ساتھ رداء یعنی چادر کے بغیر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز جائز ہوگی لیکن مکروہ ہوگی کیونکہ اس میں سوء ادب کا پہلو ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر مرد ایک کپڑے میں نماز پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔"(۹۴)

برہنہ افراد کے لیے باجماعت نماز پڑھنا جائز ہے۔ ایسی صورت میں وہ صرف ایک صف بنائیں گے اور ان کا امام ان کے درمیان ہوگا۔ ان سے آگے نہیں ہوگا۔ وہ بیٹھ کر اشارے سے رکوع کے ذریعے نماز ادا کریں گے۔ اور معتاد طریقے سے سجدے کریں گے تاہم ایک دوسرے کی شرم گاہوں سے اپنی نظریں نیچی رکھیں گے۔ حسن بصریؒ نے ان کے متعلق فرمایا: "وہ بیٹھ کر نماز پڑھیں گے۔ ان کا امام ان کے درمیان ہوگا۔ وہ سجدے کریں گے اور اپنی نظریں نیچی رکھیں گے۔"(۹۵)

د۔ نماز کی صحت کے لیے چوتھی شرط، قبلہ رخ ہونا: استقبال قبلہ نماز کی صحت کے لیے شرط ہے۔ حسن بصریؒ نمازی کے لیے قبلہ رخ ہونے کے معاملہ میں کوئی نرمی نہیں برتتے تھے۔ جس شخص کو قبلے کا رخ معلوم نہ ہو اور وہ سوچ بچار کے بعد کسی ایک رخ پر نماز ادا کر لے اور پھر اسے پتہ چلے کہ رخ درست نہیں تھا تو وقت باقی ہونے کی صورت میں وہ نماز لوٹائے گا۔ اگر نماز کا وقت نکل جائے تو اعادہ ساقط ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "جو شخص قبلے کے سوا کسی اور رخ پر نماز پڑھ لے اور پھر اسے درست رخ معلوم ہو جائے تو

وقت باقی ہونے کی صورت میں وہ نماز کا اعادہ کرے گا۔''(۹۶) (دیکھئے مادہ خطا نمبر۲ کا جز اُ) نیز (مادہ اعادہ نمبر۲ کا جز اُ) نیز (مادہ تحری نمبر۲)

اگر کوئی شخص کشتی کے اندر نماز پڑھے تو جب کبھی کشتی کا رخ قبلے سے ہٹ جائے، وہ بھی قبلے کی طرف گھوم جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''لوگ کشتی کے اندر با جماعت اور کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے اور کشتی کے گھوم جانے کے ساتھ وہ بھی قبلے کی طرف گھوم جائیں گے۔''(۹۷) مسافر اگر اپنی سواری پر نفل نماز پڑھنا چاہے تو رکوع اور سجود کی حالت میں قبلے کی طرف رخ کرنا اس پر لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مسافر اپنی سواری کے جانور کو ہنکاتے ہوئے نفل نماز ادا کرے گا۔ جب وہ رکوع اور سجدہ کرے تو قبلہ رخ ہو جائے گا۔''(۹۸) ایک سائل کے سوال پر کہ آیا ایک شخص جو اپنی سواری کے جانور کو ہنکار رہا ہو، قبلہ کے سوا کسی اور رخ پر نماز پڑھ سکتا ہے؟ آپ نے جو جواب دیا تھا، اس سے آپ کی مراد بھی شاید یہی تھی۔ آپ نے جواب میں فرمایا تھا: ''نہیں پڑھ سکتا الا یہ کہ وہ خوف زدہ ہو۔''(۹۹)

ھ۔ نماز کی صحت کے لیے پانچویں شرط، نیت کرنا: نیت سے مراد کسی معین نماز کی ادائیگی کے لیے دل کے اندر حتمی انداز میں گرہ باندھ لینا ہے۔ نیت کے لیے دل کے اندر گرہ باندھ لینا ہی کافی ہے اور زبان سے اس کی ادائیگی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔(۱۰۰)

و۔ نشے کی زد میں آئے ہوئے شخص یعنی سکران کی نماز جائز ہوتی ہے، اگر وہ نماز کے فرائض ادا کر لے۔ (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر۵ کا جز ج) نیز (مادہ صلاۃ نمبر۷ کے جز د کے جز ا کا جز واوٗ)

۴۔ نماز کی مکروہات اور غیر مکروہات:

اُ مکان سے متعلق مکروہ اور غیر مکروہ امور: اس بارے میں حسن بصریؒ سے درج ذیل امور مروی ہیں:

۱۔ تصویروں والی جگہ میں نماز پڑھنا: حسن بصریؒ نے ایسے مقام پر نماز کو مکروہ تصور کیا ہے جہاں بت رکھے ہوں یا تصویریں ہوں بشرطیکہ ان کے سر کٹے ہوئے نہ ہوں۔ اگر سر کٹے ہوئے ہوں تو کراہت ختم ہو جائے گی۔ عقبہ نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ ہماری مسجد میں ایک کھلی جگہ ہے جہاں تصویریں ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''ان کے سر اڑا دو۔''(۱۰۱)

۲۔ گرجے کے اندر نماز پڑھنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر کنیسہ صاف ستھرا ہو تو وہاں نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱۰۲) یعنی ایسا گرجا جس میں نماز کی جگہ پاک ہو اور بتوں سے صاف ہو۔

۳۔ مقبرہ میں نماز پڑھنا: حسن بصریؒ قبروں کے درمیان نماز پڑھنے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں سمجھتے تھے۔ آپ نے اس شخص کے متعلق جو قبروں کے درمیان ہو اور نماز کا وقت ہو جائے، فرمایا: ''وہ وہیں نماز پڑھ لے۔''(۱۰۳)

۴۔ مقصورہ (مسجد کے اندر قبلہ رخ بنی ہوئی کوٹھڑی) کے اندر نماز پڑھنا: حسن بصریؒ مقصورہ کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی کراہت تصور نہیں کرتے تھے بشرطیکہ مقصورہ مسلمانوں پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے اور اپنی شان

بلند رکھنے کے لیے نہ بنایا گیا ہو۔ آپ خود مقصورہ کے اندر نماز پڑھتے تھے۔ معمر کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بتایا ہے جس نے حضرت انسؓ اور حسن بصریؒ کو مقصورہ کے اندر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔(۱۰۴)

۵۔ طاق یعنی محراب کے اندر نماز پڑھنا: حسن بصریؒ امام کے لیے محراب کے اندر نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ محراب اسے بعض نمازیوں کی نظروں سے اوجھل کر دے گی۔ سلیمان بن المعتمر تیمی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں نے حسن بصریؒ کو ثابت البنانی کے پاس آتے ہوئے دیکھا۔ شاید آپ ان کی ملاقات کو آئے تھے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ ثابت نے آپ سے نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''آپ پڑھائیے۔ آپ ہی زیادہ حق دار ہیں۔'' ثابت نے جواب میں کہا: ''خدا کی قسم! میں کبھی آپ سے آگے ہو کر نماز نہیں پڑھاؤں گا۔'' یہ سن کر آپ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی لیکن محراب سے ایک طرف رہے۔(۱۰۵)

۶۔ اونٹوں کے بیٹھنے کے مقامات پر نماز پڑھنا: حسن بصریؒ اونٹوں کے بیٹھنے کے مقامات میں نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، بکریوں کے بیٹھنے کے مقامات میں نہیں۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جزب کے جز ۲ کا جزب)

۷۔ دریوں پر نماز پڑھنا: حسن بصریؒ زمین پر نیز زمین پر بچھائی جانے والی دریوں اور کھجور کی چٹائیوں اور صفوں وغیرہ پر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیتے تھے۔ آپ نے ایک اونی دری پر نماز پڑھی تھی اور سجدہ کیا تھا۔(۱۰۶) آپ نے فرمایا: ''چٹائی اور دری پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۱۰۷) تاہم آپ زمین پر یا زمین پر اگے ہوئے سبزہ پر سجدہ کرنا افضل سمجھتے تھے۔ آپ کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھتے۔ آپ کے قدم اور گھٹنے چٹائی پر ہوتے اور آپ کے ہاتھ اور چہرہ زمین پر یا بوریے پر ہوتے۔(۱۰۸) جس دری وغیرہ پر نماز پڑھی جائے اس پر تصویروں کا وجود نقصان دہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ تصاویر تعظیم کے لیے نہیں ہوتیں بلکہ انہیں پیروں سے روندا جاتا ہے۔ آپ نے تصوروں والی ایک دری پر نماز پڑھی تھی۔(۱۰۹)

ایسی چیز پر سجدہ کرنا مکروہ ہے جس پر نمازی کی پیشانی ٹک نہ سکے مثلاً لکڑی وغیرہ۔ ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے لکڑی پر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔(۱۱۰)

۸۔ صف کے پیچھے نماز پڑھنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مقتدی کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ صف کے پیچھے تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور اس کے ساتھ کوئی اور نمازی کھڑا نہ ہو۔(۱۱۱) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزھ کا جز ۶)

۹۔ صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع میں چلے جانا: حسن بصریؒ بعد میں شامل ہونے والے مقتدی کے لیے یہ بات مکروہ سمجھتے تھے کہ امام کو رکوع میں پا کر وہ صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع میں چلا جائے اور پھر چلتا جائے یہاں تک کہ صف کے اندر اپنی جگہ پہنچ کر دیگر مقتدیوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔(۱۱۲) ایک اور روایت میں ہے کہ اگر اسے خیال ہو کہ رکوع سے دیگر مقتدیوں کے سر اٹھانے سے پہلے وہ صف میں پہنچ کر ان سے جا ملے گا تو ایسی صورت میں وہ رکوع میں چلا جائے اور پھر چلتے ہوئے جا کر صف میں داخل ہو

جائے۔(۱۱۳)

۱۰۔ ستونوں کے درمیان صف باندھنا: حسن بصریؒ ستونوں کے درمیان صف باندھنے کو مکروہ تصور کرتے تھے (۱۱۴) تاکہ ستون کی وجہ سے صف کے تسلسل میں انقطاع نہ آ جائے۔

۱۱۔ جس جگہ فرض نماز ادا کی جائے، وہیں کھڑے ہو کر نفل پڑھ لینا مکروہ نہیں ہے۔ حسن بصریؒ بھی اسی طرح کرتے تھے۔(۱۱۵) تاہم آپ کو یہ بات پسند تھی کہ امام سلام پھیرنے کے بعد ذرا آگے بڑھ جائے (۱۱۶) اور پھر نفل ادا کرے تاکہ دونوں مقامات اس کی نماز کی گواہی دیں۔

۱۲۔ مسجد میں دوسری جماعت کرانا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر مسجد میں جماعت ہو جائے اور اس کے بعد کچھ لوگ مسجد میں آ جائیں تو ان کے لیے دوسری جماعت کرانا مکروہ نہیں ہوگا۔ آپ فرماتے: ''اگر جماعت ہو جانے کے بعد کچھ لوگ مسجد میں آئیں تو دوسری کرا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۱۱۷) آپ سے مروی ایک اور روایت کے مطابق مذکورہ لوگ اپنی اپنی نماز پڑھیں گے (۱۱۷ب) تاہم پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

۱۳۔ مسجد میں قضا نماز کی جماعت کرانا: حسن بصریؒ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ جن لوگوں سے جمعہ کی نماز رہ جائے یا جن لوگوں پر جمعہ فرض نہ ہو، وہ ظہر کی نماز با جماعت ادا کریں (۱۱۸) کیونکہ حضور ﷺ کا زمانہ معذور افراد سے خالی نہیں تھا لیکن ان سے یہ منقول نہیں کہ وہ ظہر کی نماز با جماعت پڑھتے تھے۔ اگر ایسا کرنے میں بھلائی ہوتی تو وہ ضرور ایسا کر لیتے۔ اس کراہت میں فوت شدہ دیگر تمام نمازیں بھی شامل ہیں۔ مسجد میں جماعت کے بغیر قضا نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے بھی اسی طرح کیا ہے۔(۱۱۹)

۱۴۔ نماز میں سترہ قائم نہ کرنا مکروہ ہے۔(دیکھئے مادہ سترہ)

ب۔ زبان سے متعلق مکروہ اور غیر مکروہ امور: اس سلسلے میں حسن بصریؒ سے منقول روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے کی کراہت۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز أ کا جز ۱۲)

۲۔ جماعت کی اقامت ہو جانے کے بعد نفل پڑھنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جب جماعت کی اقامت ہو جائے تو اس کے بعد نوافل میں مشغولیت مکروہ ہے خواہ یہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا کوئی اور نماز ہو۔ (۱۲۰) اگر کوئی شخص نفل شروع کر لے اور اس کے بعد اقامت ہو جائے تو وہ نفل کی ادائیگی میں تعجیل کرے اور دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر کر جماعت میں داخل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص مسجد میں دو رکعتیں پڑھ لے اور پھر نماز کی اقامت ہو جائے تو وہ سلام پھیر کر لوگوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔''(۱۲۱) امام بغوی نے: ''شرح السنۃ'' کے اندر حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ فرض نماز کی اقامت کے بعد نماز پڑھ لینا مکروہ نہیں ہے۔(۱۲۲) یہ روایت درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ یہی مفہوم اس روایت کا بھی ہوگا جسے ابن ابی شیبہ نے حسن بصریؒ سے اس شخص کے متعلق نقل کیا ہے جو اس وقت مسجد میں آئے جب نماز با جماعت کا کچھ حصہ ادا ہو چکا ہو کہ اگر وہ نفل پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱۲۳)

اس قاعدے سے صرف فجر کی سنت مستثنیٰ ہے۔ حسن بصریؒ اگر مسجد میں اس وقت آتے جب امام فجر کی نماز شروع کر چکا ہوتا تو آپ پہلے فجر کی سنت پڑھتے اور پھر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاتے۔ (۱۲۴)

۳۔ عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنا: حسن بصریؒ امام کے سوا دیگر افراد کے لیے عید کی نماز سے پہلے اور عید کی نماز کے بعد گھر میں یا عید گاہ کے اندر نفل نماز پڑھ لینا مکروہ تصور نہیں کرتے تھے۔ (۱۲۵) آپ عید کی نماز کے لیے امام کے خروج سے پہلے اور خروج کے بعد نفل نماز پڑھ لیتے تھے۔ (۱۲۶) قفال شاشی نے حسن بصریؒ سے یہ غلط روایت بیان کی ہے کہ آپ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (۱۲۷)

ج۔ لباس سے متعلق مکروہ اور غیر مکروہ امور درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص ستر پوش ازار کے ساتھ چادر کے بغیر نماز پڑھ لے اور اس کے ناف سے اوپر کا حصہ کھلا رہے۔ حضور ﷺ کے بہت سے صحابہ کرام اپنی تنگ دستی کی وجہ سے اس طرح نماز ادا کیا کرتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فراخی کے دروازے کھول دیے اور مسلمان خوش حال ہو گئے تو بعض علماء نے ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا۔ تاہم حسن بصریؒ کی رائے میں اس معاملے کے اندر گنجائش ہے۔ آپ فرمایا کرتے: ''ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھ لینے میں کسی کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۱۲۸)

۲۔ نماز میں اضطباع (داہنی بغل سے چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دینا): اگر حسن بصریؒ چادر کے بغیر صرف ازار کے اندر نماز پڑھ لینے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے تو اضطباع کی حالت میں انسان کا نماز پڑھ لینا بطریق اولیٰ مکروہ نہیں ہوگا۔ آپ سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ کسی انسان کا اس طرح نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ اس کا ہاتھ اس کے سینے کے پیچھے سے باہر نکلا ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ اپنا دین ان لوگوں کے حوالے کر دیتا تو یہ لوگ اس کے بندوں کے لیے تنگی پیدا کر دیتے۔'' (۱۲۹)

۳۔ سدل ثوب (کپڑے کو جسم کے اوپر سے نیچے کی طرف لٹکا دینا): حسن بصریؒ نماز کے اندر سدل ثوب میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اگرچہ بعض علماء نے اس صورت کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس میں یہودیوں کے ساتھ ان کی نماز میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ منصور بن المعتمر نے کہا ہے کہ حسن بصریؒ اس امر میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص نماز میں اپنی چادر اپنے کندھے پر ڈالے رکھے۔ (۱۳۰) حمید نے کہا ہے کہ میں نے بے شمار دفعہ حسن بصریؒ کو نماز کے اندر سدل ثوب کرتے دیکھا ہے، مجھے آپ کی پشت کھلی ہوئی نظر آتی تھی۔ (۱۳۱)

۴۔ مرد کا عورتوں کے کپڑوں میں نماز پڑھنا: مردوں کے لیے عورتوں کے کپڑے اور عورتوں کے لیے مردوں کے کپڑے پہننا مکروہ ہے کیونکہ عورتوں کے ساتھ مردوں کا اور مردوں کے ساتھ عورتوں کا تشبہ پایا جاتا ہے۔ اس کراہت کی وجہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے زنانہ لباس پہننے والے مرد پر اور

مردانہ لباس پہننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (۱۳۲) تاہم حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ لباس کی کراہت اور چیز ہے اور لباس کی وجہ سے نماز کی کراہت اور چیز۔ اگرچہ آپ مرد کے لیے زنانہ لباس کو استعمال کرنا مکروہ تصور کرتے تھے تاہم اس امر کو مکروہ قرار نہیں دیتے تھے کہ مرد عورت کا لباس پہن کر نماز پڑھ لے تاہم اس کے لیے ایسا نہ کرنا احسن ہے۔ آپ نے فرمایا: ''مرد اگر عورت کا لباس پہن کر نماز پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (۱۳۳)

۵۔ کوکھ نہ باندھنا: نمازی کے لیے اپنے چاک گریباں سے اپنی شرم گاہ پر نظر ڈالنا مکروہ ہے۔ بنا بریں ہر ممکن طریقے سے اس کا سدباب ضروری ہے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی چیز کے ذریعے کوئی کوکھ یعنی کمر باندھ دی جائے خواہ رسی کے ذریعے سہی تاکہ نمازی کی نظر چاک گریباں سے پھسل کر شرم گاہ پر نہ جا پڑے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نماز کے اندر اپنی کوکھ باندھ رکھو خواہ کسی رسی کے ذریعے ہی سہی۔'' (۱۳۴)

۶۔ نقاب ڈالنا: حسن بصریؒ کے نزدیک اصولی بات یہ ہے کہ مرد کا اپنی ناک اور منہ کو نقاب میں چھپا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (۱۳۴ب) اسی طرح عورت کا اپنی ناک اور ناک سے نیچے کے حصے پر نقاب ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (۱۳۵) البتہ اگر سردی اور شدید گرد و غبار وغیرہ سے بچنے کے لیے وہ ایسا کریں تو اس صورت میں مذکورہ کراہت مرتفع ہو جائے گی۔ قتادہ نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ سردی یا کسی اور عذر کی بنا پر اگر مرد نقاب ڈال کر نماز پڑھ لے تو اسے اس کی رخصت ہے۔ (۱۳۶) ابن ابی شیبہ نے حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''نماز کے اندر ناک ڈھانپے رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۱۳۷) اس روایت کو درج بالا معنوں پر محمول کیا جائے گا۔ بنا بریں حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ صرف نماز سے باہر عورت کا چہرہ ستر ہے، نماز کے اندر نہیں۔

د۔ ہیئت سے متعلق مکروہ اور غیر مکروہ امور درج ذیل ہیں:

۱۔ اقعاء (دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر اور دونوں پنڈلیاں کھڑی کر کے سرینوں کے بل بیٹھنا): حسن بصریؒ نے نماز کے اندر اقعاء کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۱۳۸) آپ نماز کے اندر اقعاء نہیں کرتے تھے۔ (۱۳۹)

۲۔ احتباء (اس طرح بیٹھنا کہ دونوں پنڈلیاں کھڑی رکھی جائیں اور دونوں گھٹنوں کے گرد اپنے بازو باندھ لیے جائیں): حسن بصریؒ اس امر میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص حالت اقامت میں نفل نماز احتباء کی حالت میں ادا کر لے۔ (۱۳۹ب) (دیکھیے مادہ احتباء)

۳۔ تربع (چوکڑی مار کر بیٹھنا): اس کی صورت یہ ہے کہ ایک انسان سرینوں کے بل بیٹھ کر اپنا دایاں قدم بائیں جانب اور بایاں قدم دائیں جانب کر لے۔ حسن بصریؒ اس امر میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے کہ ایک شخص اقامت کی حالت میں نفل نماز چوکڑی مار کر بیٹھنے کی شکل میں ادا کر لے۔ آپ فرماتے: ''ایک شخص اگر چوکڑی مار کر بیٹھ جائے اور نفل پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۱۴۰)

۴۔ قدم کو قدم سے ملا کر رکھنا: حسن بصریؒ اس امر میں کوئی کراہت تصور نہیں کرتے تھے کہ ایک شخص نماز میں

قیام کے اندر اپنا قدم دوسرے کے قدم کے ساتھ ملا کر رکھے۔ (۱۴۱)

۵۔ آنکھیں بند رکھنا: ابن حزم نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ نماز کے اندر آنکھیں بند رکھنے کا بلا کراہت جواز ہے (۱۴۲) باوجودیکہ یہ یہود کا فعل ہے۔ ابن ابی شیبہ نے آپ سے سجدے کے اندر آنکھیں بند رکھنے کی عدم کراہت نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ نمازی سجدے کے اندر اپنی آنکھیں میچ لے۔'' (۱۴۳)

۶۔ آسمان کی طرف آنکھیں اٹھانا: نماز کے اندر دعا کی حالت میں آسمان کی طرف نظریں اٹھانے میں حسن بصریؒ کوئی کراہت نہیں سمجھتے تھے۔ (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۵)

۷۔ قیام کے اندر کسی چیز کا سہارا لینا: نمازی کے لیے فرض نماز کے اندر قیام کی حالت میں بلا عذر کسی چیز مثلاً دیوار یا لاٹھی وغیرہ کا سہارا لینا مکروہ ہے۔ نفل نماز کے اندر اس کی رخصت ہے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ کسی بیماری وغیرہ کے عذر کے بغیر فرض نماز کے اندر قیام کی حالت میں کسی چیز کو سہارا بنانا مکروہ تصور کرتے تھے اور نفل نماز کے اندر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (۱۴۴)

۸۔ نماز کے اندر عورت کا اپنے اعضاء کو اس طرح پھیلا کر رکھنا مکروہ ہے جس طرح مرد پھیلاتا ہے بلکہ وہ اپنے اعضاء کو اس طرح رکھے گی جو اس کے لیے زیادہ پردہ پوش ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورت جب سجدہ کرے تو جہاں تک ہو سکے، اپنے اعضاء کو سکیڑ کر رکھے۔ انہیں پھیلائے نہیں تا کہ اس کی سرین اونچی نہ ہو جائے۔'' (۱۴۵) (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۲ کا جزھ)

۹۔ قرآن سے دیکھ کر قرأت کرنا: حسن بصریؒ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ نمازی اپنے سامنے کھلے ہوئے قرآن سے دیکھ کو جو قرأت کرنا چاہے، کرے خواہ وہ امام ہو یا تنہا نماز پڑھنے والا کیونکہ اس میں عیسائیوں کے ساتھ تشبہ ہے جو نماز کے اندر اپنے سامنے کھلے ہوئے اناجیل (جمع انجیل) سے دیکھ دیکھ کر پڑھتے ہیں۔ (۱۴۶) دوسری وجہ یہ ہے کہ مصحف سے دیکھ کر قرأت کرنے میں قرآن مجید کے حفظ سے مسلمان کی توجہ ہٹانے اور اس کی ہمت کو پست کرنے کا سبب پیدا ہو جائے گا۔ البتہ حسن بصریؒ نے قیام رمضان کے اندر قرآن سے دیکھ کر پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص رمضان میں تراویح کے اندر امامت کرائے اور قرآن سے دیکھ کر قرأت کرے۔'' (۱۴۷) کیونکہ قیام رمضان میں طویل قرأت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ حفاظ کی قلت ہوتی ہے۔

ھ۔ حرکات سے متعلق مکروہ اور غیر مکروہ امور درج ذیل ہیں:

۱۔ آیات شمار کرنا: حسن بصریؒ اس امر میں کوئی مضایقہ نہیں سمجھتے تھے کہ کسی نمازی کو اگر نسیان کا خوف ہو اور اسے نماز کے اندر پڑھی جانے والی آیات شمار کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو وہ انہیں شمار کر لے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر نسیان کا خوف ہو تو نماز کے اندر آیتیں شمار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۱۴۸)

۲۔ باری باری ایک پاؤں پر وزن ڈال کر کھڑا ہونا یعنی مراوحت: حسن بصریؒ قیام کی طوالت کی صورت میں

باری باری ایک پاؤں پر وزن ڈال کر کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے (۱۴۹) کیونکہ یہ بات طول قیام میں مساعدت کرتی ہے۔

۳۔ پنکھا جھلنا: حسن بصریؒ گرمی شدید ہونے کی صورت میں نمازی کو پنکھا جھلنے کی رخصت دیتے تھے اور بلا ضرورت ایسا کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ بلا ضرورت ایسا کرنا نماز کے اندر ایک فضول حرکت ہوگی۔ ابن المبارک نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ اسے عبث تصور کر کے مکروہ قرار دیتے تھے لیکن گرمی کی شدت کی صورت میں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (۱۵۰)

۴۔ التفات: حسن بصریؒ نے نمازی کے لیے بلا ضرورت سر کو دائیں بائیں موڑنا مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ یہ عبث یعنی فضول حرکت ہے اور نماز عبث سے پاک ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''بندہ جب نماز کے اندر التفات کرتا یعنی دائیں بائیں سر موڑ کر دیکھتا ہے تو درحقیقت شیطان اس کی گردن موڑ تا رہتا ہے۔'' (۱۵۱)

۵۔ چہرے سے مٹی صاف کرنا: نماز کے اندر اپنے چہرے سے نمازی اگر مٹی صاف کرے تو اس فعل کے مکروہ ہونے کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق آپ اس امر کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ نمازی نماز سے فارغ ہونے سے قبل اپنی پیشانی پر لگی ہوئی مٹی پونچھ ڈالے۔ (۱۵۲) دوسری روایت کے مطابق معمر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص سے معلوم کیا جس نے میمون کو کہتے سنا تھا کہ نماز کے اندر نمازی کا اپنے چہرے سے مٹی صاف کرنا مکروہ ہے۔ میں نے حسن بصریؒ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حسن بصریؒ بھی سلام پھیرنے سے پہلے اپنے چہرے کی مٹی صاف کر لیا کرتے تھے۔ میری بات سن کر آپ نے فرمایا: ''تو کیا میں اپنے چہرے کو خاک آلود رہنے دوں؟'' (۱۵۳)
میری رائے میں ان دونوں روایتوں کے اندر کوئی تناقض نہیں ہے۔ ان کے درمیان تطبیق کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ نماز کے اندر چہرے سے مٹی صاف کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر بہت زیادہ مٹی لگ جائے اور اس کی وجہ سے نمازی کے خشوع و خضوع کے اندر خلل پیدا ہو جائے تو پھر اسے صاف کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۶۔ موذی جانور کو ہلاک کر دینا: حسن بصریؒ نماز کے اندر موذی جانور مثلاً سانپ، بچھو اور کھٹمل وغیرہ کو ہلاک کر دینے میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے۔ (۱۵۴)

۷۔ مسکراہٹ: آپ نماز کے اندر مسکرانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے: ''نماز کے اندر تبسم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔'' (۱۵۵) (دیکھئے مادہ تبسم)

و۔ کلام سے متعلق مکروہ اور غیر مکروہ امور درج ذیل ہیں: نفل نماز کے اندر آیت رحمت یا آیت عذاب کی قرأت کرنے پر حسن بصریؒ نمازی کے لیے دعا کرنے کی اباحت کرتے تھے۔ معمر نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ اس امر میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے کہ نفل نماز پڑھنے والا جب جنت کے ذکر والی آیت قرأت کرے تو رک کر دعا مانگے اور جب جہنم کے ذکر والی آیت قرأت کرے تو رک کر جہنم سے پناہ طلب

کرے۔(۱۵۶)

۵۔ نماز کو باطل کر دینے والے امور: اس سلسلے میں ہمیں حسن بصریؒ سے منقول درج ذیل روایتیں ہاتھ آئی ہیں:

أ۔ نماز کی کسی شرط کا ترک: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ نماز کی کسی شرط کو ترک کر دینا یا نماز کے دوران اس میں خلل پیدا کر دینا نماز کو باطل کر دیتا ہے مثلاً وضو توڑ دینے والا کوئی فعل کر لینا۔ اگر اس فعل کو دور کرنا ممکن نہ ہو مثلاً نکسیر پھوٹ جانا (دیکھئے مادہ دم نمبر ۵) تو نمازی کے لیے جائز ہوگا کہ اپنی نماز چھوڑ کر وضو کر لے اور پھر واپس آ کر بقیہ نماز پوری کر لے۔ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز ب کے جزا کا جز ب) البتہ اگر نمازی نماز کے دوران کوئی تری محسوس کرے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور یہ بات نماز کو باطل نہیں کرے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نماز کے دوران نمازی اگر کوئی تری محسوس کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (۱۵۷)

قبلے کی طرف پشت کر لینا نماز کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ قبلہ رخ ہونا نماز کی شرط ہے۔ جس شخص کی نکسیر پھوٹ جائے اور وہ وضو کرنے کے لیے قبلے کی طرف پشت کر لے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۱۵۸) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر نماز پڑھتے ہوئے کسی شخص کو اپنی سواری کے جانور کے بارے میں خطرہ پیدا ہو جائے یا جانور پر کوئی درندہ حملہ آور ہو جائے تو وہ اپنی نماز چھوڑ دے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ واپس آ کر اپنی نماز پوری کر لے؟ اس سوال کے جواب کے بارے میں معمر کہتے ہیں کہ مجھے عمرو نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر وہ قبلے کی طرف اپنی پشت کر لے تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔'' (۱۵۹)

ب۔ نماز کے کسی رکن کا ترک:

ا۔ اگر نمازی عمداً یا بھول کر یا لاعلمی کی وجہ سے نماز کی ایک یا ایک سے زائد رکعتیں ترک کر دے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے سفر کے اندر مغرب کی دو رکعتیں پڑھنے والے کے متعلق فرمایا: ''اس نے مغرب کی جس قدر نمازیں دو دو رکعتیں پڑھی ہوں، ان سب کا وہ اعادہ کرے گا۔''(۱۶۰)

آپ نے اس شخص کے متعلق جس سے امام کے ساتھ ایک رکعت رہ جائے اور امام کے سلام پھیرنے پر وہ یہ سوچ کر نفل شروع کر دے کہ اس نے امام کے ساتھ نماز کا اول حصہ پڑھ لیا ہے، فرمایا: ''جب فرض نماز کے اندر نفل نماز داخل ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔''(۱۶۱) نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص فرض نماز کا کچھ حصہ بھول جائے اور نفل شروع کر دے، پھر اسے مذکورہ حصہ یاد آ جائے تو دو رکعت نفل پڑھ کر سلام پھیر دے اور فرض نماز نئے سرے سے ادا کرے۔''(۱۶۲) نیز فرمایا: ''اگر نمازی اپنی نماز کا ایک سجدہ بھول جائے اور نماز سے فارغ ہونے نیز کلام کرنے کے بعد اسے یہ سجدہ یاد آئے تو وہ نئے سرے سے نماز ادا کرے۔''(۱۶۳)

قعدۂ اخیرہ نیز قعدہ اخیرہ میں تشہد ترک کرنے کے حکم کے متعلق حسن بصریؒ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ایک روایت کے مطابق یہ دونوں امور نماز کے ارکان ہیں۔ان کا ترک نماز کو فاسد کر دے گا۔(۱۶۴) دوسری روایت کے مطابق قعدہ اخیرہ اور اس میں تشہد پڑھنا فرض نہیں ہیں اور ان کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔آپ نے فرمایا:''اگر نمازی آخری سجدے سے اپنا سر اٹھالے اور پھر اسے حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی۔''(۱۶۵) آپ نے اس نمازی کے متعلق جو تشہد پڑھنا بھول جائے اور نماز کو ختم کر دے،فرمایا:''اگر وہ نماز سے نکل آیا ہو تو اس کی نماز مکمل ہو گئی اور اگر نہ نکلا ہو تو تشہد پڑھ لے۔''(۱۶۶)

۲۔ اگر مقتدی امام کے ساتھ نیند کی حالت میں کوئی رکن ادا کر لے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔امام جب سلام پھیر لے تو وہ اٹھ کر مذکورہ رکن ادا کر لے۔حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو امام کے ساتھ نماز میں داخل ہو جائے اور اونگھتے ہوئے رکوع اور سجدہ کر لے،فرمایا:''وہ امام کی پیروی کرے(۱۶۷) اور پھر مذکورہ رکوع اور سجدہ کر لے۔''

۳۔ اسی طرح اگر مقتدی امام کے ساتھ کسی رکن کی ادائیگی میں شریک ہونے سے عاجز رہے تو بعد میں اسے ادا کر لے۔حسن بصریؒ نے فرمایا:''اگر ایک شخص جمعہ کی نماز امام کے ساتھ شروع کر لے لیکن کثرت اژدھام کی وجہ سے کوئی رکوع اور سجدہ نہ کر سکے اور امام نماز سے فارغ ہو جائے تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے۔''(۱۶۸)

ج۔ کلام کرنا:

ا۔ حسن بصریؒ سے منقول روایتوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ عمداً کلام کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔بھول کر کلام کرنے کی وجہ سے نماز کے بطلان کے بارے میں آپ سے مروی روایتوں کے اندر اختلاف ہے۔ایک روایت کے مطابق سہواً کلام نماز کو فاسد نہیں کرتا۔''(۱۶۹) دوسری روایت کے مطابق سہواً کلام نماز کو باطل کر دیتا ہے۔(۱۷۰) آپ نے نماز کے اندر بھول کر کلام کرنے والے کے متعلق فرمایا:''وہ اپنی نماز لوٹائے۔''(۱۷۱)

۲۔ نماز کے اندر قہقہہ مار کر ہنسنا: حسن بصریؒ فرمایا کرتے:''قہقہہ نماز کو باطل کر دیتا ہے اور وضو کو توڑ ڈالتا ہے۔''(۱۷۲)

۳۔ آپ کی رائے تھی کہ کلام کے ذریعے سلام کا جواب دینا نماز کو باطل نہیں کرتا۔(دیکھئے مادہ سلام نمبر ۳ کا جز د)

۴۔ نماز کے اندر چھینک مارنے کے بعد الحمد للہ کہنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔آپ نے فرمایا:''نماز کے دوران اگر نمازی کو چھینک آ جائے تو وہ الحمد للہ کہے۔''(۱۷۳)(دیکھئے مادہ ذکر نمبر ۲ کا جز ب)

د۔ فرض نماز کے ساتھ نفل نماز ملا دینا: حسن بصریؒ سے دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق فرض نماز کے ساتھ نفل نماز ملا دینا کلام کرنے کی طرح فرض نماز کو باطل کر دیتا ہے۔آپ سے حماد نے روایت کی ہے کہ

آپ نے فرمایا: ''اگر تم نفل نماز کو فرض نماز کے ساتھ ملا دو تو یہ فعل کلام کرنے کے بمنزلہ ہوگا۔ تمہیں چاہیے کہ سلام پھیر کر دیگر نمازیوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔'' (۱۷۴) دوسری روایت کے مطابق مذکورہ فعل نماز کو باطل نہیں کرتا۔ خود حسن بصریؒ فرض نماز کی اقامت ہو جانے پر نفل نماز کو فرض نماز کے ساتھ ملا دیتے تھے۔ (۱۷۵)

ھ۔ نمازی کے آگے سے گزرنا: اگر کوئی شخص رکوع و سجود والی نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے کالے کتے، گدھے (۱۷۶) اور عورت (۱۷۷) کا گزر جانا اس کی نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورت اگر نمازی کے دائیں یا بائیں سے گزر جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں الا یہ کہ وہ اس کے آگے سے گزر جائے۔'' (۱۷۸) ایسی صورت میں اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

اگر رکوع و سجود والی نماز نہ ہو مثلاً نماز جنازہ تو نمازی کے آگے کسی چیز کا گزر جانا اس کی نماز کو باطل نہیں کرے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم نماز جنازہ پڑھو تو تمہارے آگے سے کسی چیز کا گزر جانا تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔'' (۱۷۹)

و۔ نماز کے اندر فوت شدہ نماز یاد آ جانا جب کہ ابھی وقت باقی ہو۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز اُ کا جز ۱۱) اگر امام بے وضو نماز پڑھائے تو مقتدیوں کی نماز درست ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ طھارۃ نمبر ۳ کے جز ب کے جز ا کا جز ج)

۶۔ نماز کے افعال: ان افعال کی ابتدا نماز کی اقامت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے متعلق گفتگو (مادہ اقامۃ الصلاۃ) کے اندر گزر چکی ہے۔

اُ۔ تکبیر تحریمہ: نماز کی ابتدا میں اللہ اکبر کہنا تحریمہ کہلاتا ہے۔ اقامت سے فراغت کے بعد تکبیر تحریمہ کہی جائے گی۔ نمازی تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر بلند کرے گا۔ اگر مقتدی امام کو رکوع کے اندر پائے تو دو تکبیریں کہے گا۔ اگر اتنی گنجائش نہ ہو تو تحریمہ اور رکوع کے لیے ایک ہی تکبیر کافی ہو جائے گی۔ اگر نمازی تکبیر تحریمہ بھول جائے تو رکوع کی تکبیر اس کی قائم مقام بن کر اس کے لیے کافی ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ تکبیر نمبر ۲)

ب۔ قیام: حسن بصریؒ کے نزدیک نماز کے اندر قیام رکوع اور سجود سے افضل ہے کیونکہ قیام کے اندر اللہ کے کلام یعنی قرآن کی قرأت ہوتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے: ''نماز کے اندر طویل قیام رکوع اور سجود سے افضل ہے۔'' (۱۸۰) آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ''میں ایک رکعت میں پانچ سو آیتیں پڑھتا ہوں۔ کیا یہ بات آپ کو پسند ہے؟'' آپ اس کی یہ بات سن کر حیران رہ گئے اور فرمایا: ''اللہ کے نزدیک وہ نماز سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جس میں طویل قیام کیا جائے۔'' (۱۸۱)

نمازی قیام کے اندر اپنے دونوں ہاتھ چھوڑے رکھے گا اور اپنے سینے پر انہیں نہیں باندھے گا۔ حسن بصریؒ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (۱۸۲) نمازی قیام کے اندر اپنے دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ رکھے گا۔

(۱۸۳)اور طویل قیام کی صورت میں باری باری ایک ایک قدم پر زور دے کر کھڑا ہوگا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۴ کے جزھ کا جز ۲)

کشتی میں سوار لوگ کھڑے ہو کر نماز ادا کریں گے البتہ اگر کشتی ڈولنے کی وجہ سے یا سر میں چکر آنے کی وجہ سے قیام دشوار ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھیں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔'' (۱۸۴) اسی طرح بیمار انسان کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا۔ اگر اسے اس کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے گا۔ اگر اس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر پڑھے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مریض اسی حالت میں نماز پڑھے جس پر وہ ہو۔'' (۱۸۵) اس کے لیے کھڑے ہو کر نماز شروع کر لینا اور پھر بیٹھ جانا جائز ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھے اور قیام کی استطاعت نہ پا کر دوسری رکعت بیٹھ کر پڑھ لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص ایک رکعت کھڑے ہو کر اور ایک رکعت بیٹھ کر پڑھ لے۔'' (۱۸۶) اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو رکوع و سجود بھی بیٹھ کر کرے۔ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو رکوع اور سجود مسنون طریقے سے کرے بشرطیکہ اسے اس کی قدرت ہو ورنہ اس کے لیے کھڑے کھڑے رکوع اور سجدہ کر لینا جائز ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص بیٹھ کر پڑھے تو بیٹھ کر ہی رکوع اور سجود کرے اور جو کھڑے ہو کر پڑھے، اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو کھڑے کھڑے رکوع اور سجود کر لے اور چاہے تو بیٹھ کر مذکورہ افعال سرانجام دے۔'' (۱۸۷)

ج۔ قراءت: قراءت سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھی جائے گی اور پھر قراءت ہوگی۔

۱۔ اعوذ باللہ پڑھنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ صرف نماز کی پہلی رکعت میں اعوذ باللہ کی قراءت کی جائے، کسی اور رکعت میں نہیں۔ اعوذ باللہ پڑھنے کا مقام سورۂ فاتحہ کی قراءت سے پہلے ہے۔ اسے زیر لب پڑھا جائے۔ (دیکھئے مادہ استعاذۃ نمبر۲ کا جزب)

۲۔ بسم اللہ پڑھنا: حسن بصریؒ اعوذ باللہ کی طرح بسم اللہ بھی سری طور پر پڑھتے تھے اور سورۃ فاتحہ شروع کرنے کے ساتھ جہر کرتے تھے یعنی (الحمد لله رب العالمين ....) کے ساتھ۔ معمر کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ (الحمد لله رب العالمين ....) کے ساتھ افتتاح کرتے تھے۔'' (۱۸۸) ظریف بن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آیا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہری طور پر پڑھوں؟ آپ نے جواب دیا: ''سنت: ''الحمد اللہ رب العالمین'' ہے۔ (یعنی تم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ شروع کرو لیکن اسے جہری طور پر نہ پڑھو خواہ قیاس جہر کا تقاضا کیوں نہیں کرتا۔) الحمد اللہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے افضل ہے۔'' (۱۸۹)

۳۔ قراءت کرنا:

أ۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ نماز کی ایک رکعت میں قراءت قرآن فرض ہے۔ اگر نمازی ایک رکعت کے اندر قراءت کر لے تو اس کے لیے کافی ہوگا کیونکہ سورہ مزمل آیت نمبر۲۰ میں ارشاد باری ہے (فَاقْرَءُوْا مَا

تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔قرآن سے جو میسر ہو،اس کی قرأت کرو۔)(۱۹۰) آپ نے اس شخص کے بارے میں جو ایک رکعت کے اندر قرأت کرنا بھول جائے اور دوسری رکعت میں قرأت نہ کرے،فرمایا:''اس رکعت کا اعادہ کرے گا جس میں اس نے قرأت نہیں کی۔''(۱۹۱) نیز فرمایا:''اگر امام اور مقتدی قرأت نہ کریں تو سب کے سب نماز کا اعادہ کریں گے۔''(۱۹۲)

قرآن کی کسی ایک آیت کی قرأت سے کام چل جائے گا،سورۂ فاتحہ کی قرأت شرط نہیں ہے۔حسن بصریؒ نے فرمایا:''اگر نمازی سورۂ فاتحہ کی قرأت نہ کرے کسی اور سورت کی قرأت کرلے تو اس کا کام چل جائے گا۔''(۱۹۳) ایک شخص نے (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) کی قرأت کی اور سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول گیا۔آپ نے فرمایا کہ اس کی نماز ہوگئی۔(۱۹۴) آپ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص اپنی پوری نماز میں قرآن کی قرأت کرے لیکن سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو کیا ہوگا؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ وہ اپنی نماز نہیں لوٹائے گا۔اس نے قرآن کی قرأت کرلی ہے۔(۱۹۵) نمازی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی نماز کی ہر رکعت میں قرآن کی ایک ہی سورت دہراتا رہے۔حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص(قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) کی سورت کے سوا کوئی اور سورت اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا۔کیا وہ امامت کراسکتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔(۱۹۶)

ب۔ حسن بصریؒ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ کوئی نمازی ایک رکعت کے اندر کسی سورت کا آخری حصہ پڑھ کر کسی اور سورت کا اول حصہ بھی ملالے۔ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ نمازی دوسورتیں اس طرح پڑھے کہ ایک سورت کا آخری حصہ پڑھ کر دوسری سورت شروع کرلے۔(۱۹۷)

ج۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ چار رکعتوں والی فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں نمازی سورۂ فاتحہ اور قرآن کی کچھ دیگر آیتیں قرأت کرے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ کی قرأت کرے۔حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ظہر اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کرو۔''(۱۹۸)

د۔ دن کی تمام نمازوں میں سری قرأت ہوگی۔نمازی اپنی زبان چلائے گا لیکن آواز نہیں نکالے گا۔جمعہ اور عید کی نمازیں اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔حسن بصریؒ نے فرمایا:''دن کی نمازیں گونگی ہیں۔ان کے اندر آواز بلند نہیں کی جائے گی سوائے جمعہ اور صبح کے۔(۱۹۹) اور ان نمازوں کے جن کے اندر آواز بلند کی جاتی ہے۔''(۲۰۰) رات کی نمازیں یعنی مغرب،عشاء اور فجر جہری ہیں۔اگر ایک شخص یہ نمازیں تنہا پڑھے تو جہری قرأت کرے اور اپنی آواز اپنے کانوں تک پہنچادے۔حسن بصریؒ نے فرمایا:''دن کی نمازیں گونگی ہیں اور رات کی نمازوں میں تم اپنی قرأت اپنے کانوں کو سنادو۔''(۲۰۱) مغرب کی نماز تنہا پڑھنے والے کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ وہ اپنی قرأت اپنے کانوں کو سنائے۔''(۲۰۲)

ھ۔ اگر سری نماز میں کوئی شخص جہر کرلے یا جہری نماز میں سری قرأت کرلے تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔

(۲۰۳) (دیکھئے مادہ جھر نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۳)

و۔ حسن بصریؒ کے نزدیک کثرت قرأت کثرت سجود سے افضل ہے۔ ہم نے (مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جز ب) میں جس طویل قیام کا ذکر کیا ہے، اس سے ہماری مراد کثرت قرأت کے ساتھ طویل قیام ہے۔

ز۔ عدی بن ارطاۃ نے حسن بصریؒ سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ آپ نے فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ طلاق کی قرأت کی اور دوسری رکعت میں سورۂ تحریم کی۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ اگر ایک شخص سے تہجد کے نوافل رہ جائیں تو وہ فجر کی سنت کی دونوں رکعتیں طویل کردے۔ آپ فرماتے: ''اگر کسی شخص سے رات کی نماز (تہجد) رہ جائے اور وہ اسے پڑھ نہ سکے تو فجر کی دونوں رکعتیں طویل کردینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۲۰۴)

ح۔ آپ ظہر اور عصر کی نمازوں کے اندر تمام رکعتوں کی قرأت میں یکسانیت برقرار رکھتے تھے۔ (۲۰۵)

ط۔ امام کے پیچھے مقتدی کی قرات: حسن بصریؒ مقتدی پر امام کے پیچھے تمام نمازوں (سری اور جہری) کے اندر سورۂ فاتحہ کی قرات کو واجب قرار دیتے تھے۔ آپ فرماتے: ''امام کے پیچھے ہر رکعت کے اندر اپنے دل میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کرو۔'' (۲۰۶) آپ نے فرمایا: ''سورۂ فاتحہ کی قرأت کرو خواہ امام جہری قرأت کرے یا جہری قرأت نہ کرے۔ اگر امام جہری قرأت کرے تو جب وہ سورۂ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہو جائے تو تم اس سورت کی قرأت کرو۔'' (۲۰۷) ابن قدامہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ مقتدی سری نمازوں کے اندر امام کے پیچھے قرأت کرے گا اور جہری نمازوں کے اندر قرأت نہیں کرے گا۔ (۲۰۸) سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۰۴ میں ارشاد باری ہے۔ (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموشی اختیار کرو) اس کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''فرض نماز اور ذکر کے موقعہ پر قرآن غور سے سنو اور خاموشی اختیار کرو۔'' (۲۰۹) آپ کی اس تفسیر سے ابن قدامہ نے درج بالا مفہوم اخذ کیا ہے۔ حسن بصریؒ کے کلام کو سمجھنے کے سلسلے میں ابن قدامہ کا یہ اپنا اجتہاد ہے۔ مورد نص کے اندر اجتہاد نہیں ہے جب کہ حسن بصریؒ سے نص وارد ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قرأت واجب ہے اور اس کی قرأت کا موقعہ وہ ہے جب امام سورۂ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہو جائے اور سورۂ فاتحہ نیز دوسری سورت کی قرأت کے درمیان وقفہ پیدا ہو جائے۔ اس مفہوم پر ایک سائل کے اس سوال کے جواب میں کہ: ''میں جمعہ کی نماز میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں لیکن امام کی قرأت سن نہیں سکتا۔'' آپ کا یہ قول محمول ہوگا کہ: ''سورۂ فاتحہ کی قرأت کرلو۔'' ایک شخص نے یہ سن کر پوچھا کہ: ''کیا کوئی سورت بھی پڑھے؟'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے لیے امام کا سورت پڑھ لینا کافی ہوگا۔'' (۲۱۰) آپ کے اس قول سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ اگر مقتدی امام کی قرأت سن لے تو خود قرأت نہ کرے۔

ی۔ نماز کے اندر قرأت کے دوران دعا کرنا۔ (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۶ کا جز أ)

ک۔ تکبیرات انتقال میں رفع یدین کرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ تکبیرات انتقال کے ساتھ رفع یدین کرنا

سنت ہے یعنی جب نمازی رکوع میں جائے اور جب رکوع سے اٹھے۔ (۲۱۱) نیز جب سجدے سے اٹھے۔ آپ خود دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔ (۲۱۲) آپ نے فرمایا: ''حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ نماز کے اندر جب رکوع میں جاتے اور جب اپنا سر اٹھاتے تو ان کے ہاتھ پنکھوں کی طرح حرکت کرتے۔'' (۲۱۳)

ھ۔ رکوع کرنا: یہ عمل اس طرح ہوگا کہ نمازی اپنی پشت اس قدر جھکا دے کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کے گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ رکوع کے اندر نمازی اللہ کی تسبیح کرے گا۔ یہ تسبیح حسن بصریؒ کے نزدیک واجب ہے۔ (۲۱۴) تسبیح کے لیے: ''سبحان اللہ وبحمدہ'' تین مرتبہ کہنا بھی کافی ہوگا۔ (۲۱۵)

و۔ سجدہ کرنا: نمازی جب سجدے میں جائے تو اپنے ہاتھ نیچے لے جائے اور زمین پر اپنے گھٹنے رکھنے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔ جب سجدے سے اٹھے تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے اٹھائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''سجدے میں گرتے وقت اپنے ہاتھوں کے ساتھ ابتدا کرے اور جب کھڑا ہو تو سہارا لے۔'' (۲۱۶) یعنی ہاتھ کے سہارے اٹھے۔ (دیکھئے مادہ سجود) سجدے کے اندر نمازی تین مرتبہ اللہ کی تسبیح کرے۔ یہ تسبیح واجب ہے۔ (۲۱۷) تین مرتبہ: ''سبحان اللہ وبحمدہ'' کہنا بھی اس کے لیے کافی ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''رکوع وسجود میں تین مرتبہ: ''سبحان اللہ وبحمدہ'' کہنا کافی ہوگا۔'' (۲۱۸) سجدہ دو رکعتوں کے درمیان حد فاصل ہے۔ حتیٰ کہ اگر نمازی کئی رکعتیں پڑھ لے اور ان کے درمیان سجدہ نہ کرے تو یہ تمام رکعتیں ایک ہی رکعت شمار ہوں گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر نمازی کئی مرتبہ رکعتیں کر لے اور ان کے درمیان سجدہ نہ کرے تو یہ سب ایک ہی رکعت شمار ہوں گی۔'' (۲۱۹)

ز۔ قعدہ کرنا: دو سجدوں کے درمیان قعدہ کرنا اور تشہد کے لیے قعدہ کرنا ہیئت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ دونوں صورتوں کے اندر نمازی اپنی دائیں ٹانگ کو بچھا لے اور اس پر بیٹھے گا اور بائیں ٹانگ کھڑی رکھے گا یا اپنے دونوں قدم بچھا لے گا۔: ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں درج ہے کہ حسن بصریؒ بعض دفعہ اپنی دونوں ٹانگیں بچھا لیتے تھے اور بعض دفعہ دائیں ٹانگ بچھا کر بائیں ٹانگ کھڑی رکھتے تھے۔ (۲۲۰): ''مصنف عبدالرزاق'' میں مذکور ہے کہ حسن بصریؒ بائیں ٹانگ کے لیے دائیں ٹانگ بچھا دیتے تھے۔ (۲۲۱) یہ بات حضور ﷺ سے قعدہ کی ہیئت کے بارے میں منقول روایت کے خلاف ہے جس میں ذکر ہے کہ آپ دائیں ٹانگ کھڑی رکھتے تھے اور بائیں ٹانگ بچھا لیتے تھے۔ (۲۲۲) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں حدیث حسن بصریؒ کو درست طریقے سے نہیں پہنچی۔ حسن بصریؒ نماز کے اندر قعدہ میں اقعاء کو مکروہ تصور کرتے تھے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جزد کا جز ۲) لیکن چوکڑی مار کر بیٹھنے کو مکروہ خیال نہیں کرتے تھے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جزد کا جز ۳)

ح۔ تشہد پڑھنا: حسن بصریؒ کے نزدیک تشہد کے الفاظ یہ ہیں: ''التحیات للہ الطیبات، الصلوات للہ، السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ. السلام علینا و علی عباد اللہ

الصالحین، اشهد ان لا الہ الا للہ و اشهد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔'' (۲۲۴) دو رکعتوں کے اختتام پر جب نمازی قعدۂ اولیٰ کرے گا تو تشہد پڑھے گا۔ اس قعدہ کے اندر تشہد کے سوا کچھ اور نہیں پڑھے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''پہلی دو رکعتوں کے اندر تشہد سے زیادہ کچھ نہیں پڑھے گا۔'' (۲۲۵) اگر دو رکعتوں کے بعد نمازی یہ پہلا تشہد بھول جائے اور تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور پھر اسے تشہد یاد آئے تو رکوع میں جانے سے پہلے پہلے وہ تشہد کی طرف لوٹ آئے گا اور پھر نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرے گا۔ (دیکھئے مادہ سجود السہو نمبر ۳ کا جز ب) اگر نمازی قعدۂ اخیرہ میں تشہد ترک کر دے تو اس بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق مذکورہ تشہد رکن ہے اور اس کا ترک نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ (۲۲۶) دوسری روایت کے مطابق قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا رکن نہیں ہے اور اس کا ترک نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر نمازی آخری سجدے سے اپنا سر اٹھا لے اور پھر اسے حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔'' (۲۲۷) اگر نمازی تشہد پڑھنا بھول جائے حتیٰ کہ نماز سے باہر آ جائے تو اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر وہ نماز سے باہر آ گیا ہو تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی اور اگر نماز سے باہر نہ آیا ہو تو تشہد پڑھے گا۔'' (۲۲۸) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ب) نیز (مادہ تشہد نمبر ۲ کا جز ب)

ط۔ درود پڑھنا: قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد نمازی حضورﷺ پر درود پڑھے گا۔ ہمیں اس بارے میں اگرچہ حسن بصریؒ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا تاہم آپ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ: ''نمازی پہلی دو رکعتوں میں تشہد سے زائد کوئی چیز نہیں پڑھے گا۔'' اس قول سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ قعدہ اخیرہ میں تشہد پر اضافہ کرے گا۔ یہ اضافہ حضورﷺ پر درود پڑھنے کی صورت اور دعا کرنے کی شکل میں ہوگا۔

ی۔ دعا کرنا: درود سے فارغ ہونے کے بعد نمازی حسب منشا دعا مانگے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''فرض نماز کے اندر جو چاہو، دعا کرو۔'' (۲۲۹)

ک۔ سلام پھیرنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ نماز سے خروج دائیں طرف ایک سلام پھیرنے کے ساتھ مکمل ہو جاتا ہے۔ آپ خود دائیں طرف ایک سلام پھیرتے اور کہتے: ''السلام علیکم۔'' (۲۳۰) اگر نمازی پر سجدۂ سہو واجب ہو تو وہ نماز سے خروج کے لیے اپنی دائیں جانب ایک سلام پھیر کر سجدۂ سہو کر لے گا۔ سجدۂ سہو کرنے کے بعد اسے سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ سجود السہو نمبر ۵) نیز (مادہ سلام نمبر ۴)

ل۔ نماز سے انصراف یعنی مڑ جانا: حسن بصریؒ جب سلام پھیر لیتے تو قبلہ سے ہٹ کر لوگوں کی طرف اپنا رخ کر لیتے یا جلد اٹھ کھڑے ہوتے۔ (۲۳۱) آپ جب انصراف کرتے تو دائیں طرف سے انصراف کرتے۔ آپ اس امر کو مستحب قرار دیتے تھے کہ نمازی اپنی دائیں جانب سے انصراف کرے۔ (۲۳۲)

م۔ وتر کی نماز:

ا۔ وتر کا وقت: اس پر (مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز اُ کے جز ۸) میں گفتگو ہو چکی ہے۔

۲۔ وتر کا حکم: اس بارے میں حسن بصریؒ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ایک روایت کے مطابق وتر فرض ہے۔(۲۳۳) بنابریں مسافر کے لیے اپنی سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ہارون ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ میں اپنی سواری پر نفل نماز پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا: ''اپنی سواری پر نفل پڑھ لو۔'' میں نے عرض کیا کہ میں سواری پر وتر پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔(۲۳۴) آپ سے منقول دوسری روایت کے مطابق وتر فرض نہیں ہے۔(۲۳۵) بنابریں آپ نے مسافر کے لیے اپنی سواری پر وتر پڑھ لینا جائز قرار دیا ہے کیونکہ مسافر کے لیے اپنی سواری پر نوافل ادا کرنا جائز ہے۔اشعث کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ مسافر کے لیے اپنی سواری پر نوافل کی ادائیگی میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔(۲۳۶) شاید یہی روایت حسن بصریؒ سے منقول صحیح ترین روایت ہے۔واللہ اعلم۔

۳۔ وتر پڑھنے کا طریقہ: وتر کی تین رکعتیں ہیں۔دو رکعت پڑھ کر نمازی سلام پھیر لے گا(۲۳۶ب) اور پھر ایک رکعت الگ سے پڑھے گا۔حسن بصریؒ وتر کی نماز میں طویل قرأت پسند کرتے تھے اور فرماتے: ''میری تمنا ہے کہ میں وتر کے اندر سورۂ بقرہ کی قرأت کروں۔''(۲۳۷): ''نمازی وتر کی آخری رکعت میں قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھے گا۔حسن بصریؒ وتر کے اندر رکوع میں جانے سے قبل دعائے قنوت پڑھتے تھے۔(۲۳۸) ایک روایت کے مطابق آپ وتر کے اندر رکوع کرنے کے بعد اور سجدے میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔آپ قنوت میں یہ دعا پڑھتے تھے: ''اللھم انا نستعینک، و نستغفرک، و نثنی علیک الخیر، ولا نکفرک، و نومن بک، و نخلع و نترک من یفجرک، اللھم ایاک نعبد، ولک نصلی و نسجد، و الیک نسعی و نحفد، نرجو رحمتک، و نخشی عذابک الجد، ان عذابک الجد بالکفار ملحق، اللھم عذب الکفرۃ والمشرکین، والق فی قلوبھم الرعب، و خالف بین کلمتھم، وانزل علیھم رجزک و عذابک، اللھم عذب کفرۃ اھل الکتاب الذین یصدون عن سبیلک، و یکذبون رسلک، اللھم اغفر للمومنین والمومنات، والمسلمین والمسلمات، اللھم اصلح ذات بینھم، و الف بین قلوبھم، واجعل فی قلوبھم الایمان والحکمۃ، واوزعھم ان یشکروا نعمتک التی انعمت علیھم، وان یوفوا بعھدک الذی عاھدتھم علیہ، و توفھم علی ملۃ رسولک وانصرھم علی عدوک و عدوھم، الہ الحق، واجعلنا منھم'' آپ یہ دعا پڑھتے اور پھر سجدے میں گر جاتے۔آپ اس دعائے قنوت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے کا کوئی اضافہ نہیں کرتے تھے۔بعض لوگ آپ سے پوچھتے: ''ابوسعید! کیا اس دعائے قنوت پر حضور ﷺ پر درود بھیجنے، تسبیح کرنے اور تکبیر کہنے کا اضافہ ہوسکتا ہے؟'' آپ جواب دیتے: ''میں تمہیں اس سے نہیں روکتا لیکن میں نے حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو سنا ہے کہ وہ اس پر کوئی اضافہ نہیں کرتے تھے۔'' اگر کوئی

شخص اضافہ کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا تو آپ ناراض ہو جاتے۔(۲۳۹)

⊙ امام دعائے قنوت جہری طور پر پڑھے گا اور مقتدی آواز بلند کیے بغیر آمین کہیں گے۔(۲۴۰) اس سلسلے میں یہ قول کہ: ''پھر آپ سجدے میں گر جاتے'' فجر کی نماز کے اندر قنوت کا وصف ہے، وتر کی نماز کے اندر نہیں۔ کیونکہ حسن بصریؒ وتر کے اندر رکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے اور فجر کی نماز میں رکوع کے بعد۔

⊙ وتر کے اندر قنوت پڑھنا پورے سال سنت ہے۔ رمضان کے نصف آخر میں یہ زیادہ موکد ہے۔(۲۴۱) معمر کہتے ہیں کہ میں رمضان کے نصف اول کے سوا سارا سال قنوت پڑھتا ہوں۔ رمضان کے نصف اول میں نہیں پڑھتا۔ حسن بصریؒ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔(۲۴۲)

۴۔ نقض وتر: اگر ایک شخص وتر پڑھ لے اور پھر رات کو نفل پڑھنے کے لیے اٹھے تو وہ اپنے وتر کو نہیں توڑے گا۔ یعنی ایک رکعت پڑھ کر اسے اپنے وتر کے ساتھ ضم نہیں کرے گا اور اس کے بعد رات کے نوافل پڑھ کر پھر وتر اس لیے نہیں پڑھے گا کہ اس کا یہ وتر رات کی اس کی آخری نماز بن جائے گی۔ بلکہ اپنا وتر باقی رکھے گا اور رات کے نوافل جس قدر چاہے گا، پڑھ لے گا۔(۲۴۳) ابن سیرین نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص وتر پڑھ کر سو جائے اور پھر جب رات کو اٹھے تو ایک رکعت پڑھ کر اپنے وتر کو جوڑا بنا دے اور پھر نوافل سے فارغ ہو کر وتر پڑھ لے۔ تاہم حسن بصریؒ اس طریق کار کو مکروہ قرار دیتے تھے۔(۲۴۴)

۵۔ وتر کی قضا: اگر سورج نکل آنے کی وجہ سے وتر فوت ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''وتر نہ چھوڑ و خواہ سورج کیوں نہ نکل آئے۔''(۲۴۵)

ن۔ صبح کی نماز میں قنوت:

۱۔ اس کا حکم: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ صبح کی نماز میں قنوت سنت ہے اور اس کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔(۲۴۶) (دیکھئے مادہ سجود السھو نمبر ۳ کا جز ج) ایسا لگتا ہے کہ وتر کے اندر بھی اس کا حکم اسی طرح ہے۔

۲۔ قنوت پڑھنے کا موقعہ: فجر کی نماز کے اندر دوسری رکعت کے رکوع کے بعد نمازی قنوت پڑھے گا۔(۲۴۷) اگر اس سے امام کے ساتھ صبح کی پہلی رکعت رہ جائے اور وہ دوسری رکعت میں امام کے ساتھ قنوت پڑھ لے اور پھر رہ جانے والی رکعت پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جائے تو دوبارہ قنوت پڑھے۔ حسن بصریؒ نے ایسے ہی شخص کے بارے میں فرمایا: ''جب وہ فوت شدہ رکعت قضا کرے تو پھر قنوت پڑھے۔''(۲۴۸)

س۔ مریض کی نماز۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کا جز ب)

مسافر کی نماز (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۹)

صلوۃ الخوف (دیکھئے مادہ خوف)

نماز کے اندر سجدۂ سہو۔ (دیکھئے مادہ سجود السھو)

۷۔ باجماعت نماز:

أ۔ باجماعت نماز کا حکم:

۱۔ ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ کی رائے میں باجماعت نماز ادا کرنا واجب ہے۔ واللہ اعلم۔ کیونکہ آپ کی رائے تھی کہ اگر کسی کی ماں اسے جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرنے سے شفقت کی بنا پر روکے تو وہ اپنی ماں کی بات نہ مانے۔ (۲۴۹) والدین کی اطاعت واجب ہے اور کسی واجب کی خاطر ہی اسے ترک کیا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نماز باجماعت واجب ہے۔ (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۱۲)

۲۔ درج بالا وجوب اس صورت میں ساقط ہو جائے گا جب جماعت ترک کرنے کی اباحت کرنے والا کوئی عذر لاحق ہو جائے مثلاً بیماری اور خوف وغیرہ۔ (دیکھئے مادہ خوف نمبر ۲ کا جز ب)

۳۔ اگر کسی سے نماز رہ جائے اور نماز کا وقت نکل جائے تو اس کے لیے مسجد کے اندر باجماعت قضا نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز أ کا جز ۱۳)

۴۔ اگر کسی شخص سے جماعت رہ جائے اور امام نماز پڑھا کر فارغ ہو جائے لیکن نماز کا وقت ابھی باقی ہو تو وہ مسجد کے اندر یہ نماز بلا کراہت باجماعت ادا کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں حسن بصریؒ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ زیادہ صحیح روایت وہ ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر مسجد میں جماعت ہو چکی ہو اور اس کے بعد کچھ لوگ آ جائیں تو ان کے لیے باجماعت نماز ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (۲۵۰) عثمان البتی کہتے ہیں کہ میں حسن بصریؒ اور ثابت البنانی کے ساتھ ایک مسجد میں داخل ہوا۔ وہاں جماعت ہو چکی تھی۔ ثابت نے اذان دی اور اقامت کہی اور حسن بصریؒ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ میں نے کہا کہ آیا ایسا کرنا مکروہ نہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''اس میں حرج ہی کیا ہے؟'' (۲۵۱) آپ سے مروی دوسری روایت کے مطابق جماعت ہو جانے کے بعد آنے والے لوگ اپنی اپنی نماز پڑھیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''یہ لوگ اپنی اپنی نماز پڑھیں گے۔'' (۲۵۲)

ب۔ نماز باجماعت کی فضیلت: باجماعت نماز تنہا نماز سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ اس کا ذکر حضور ﷺ کی حدیث میں آیا ہے۔ بنا بریں حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''جماعت کے ساتھ عشاء اور فجر کی نماز ادا کرنا مجھے ان دونوں نمازوں کے مابین نوافل پڑھتے رہنے سے زیادہ پسند ہے۔'' (۲۵۳) چونکہ نماز باجماعت کو مذکورہ بالا فضیلت حاصل ہے۔ اس لیے حسن بصریؒ اس کا پورا اہتمام کرتے تھے حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جو کشتی میں سوار ہوں اور کشتی سمندر میں انہیں لے کر رواں دواں ہو، کھڑے ہو کر باجماعت نماز ادا کریں اور کشتی کے گھومنے کے ساتھ وہ بھی قبلے کی طرف گھوم جائیں۔ (۲۵۴) نیز برہنہ افراد بھی بیٹھ کر باجماعت نماز ادا کریں۔ ان کا امام ان کے درمیان ہو اور سجدہ کرتے وقت وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ (۲۵۵) تاہم جماعت کے ساتھ نماز کا یہ اہتمام اس درجے کا نہیں ہوتا کہ اگر ایک شخص کسی مسجد میں جماعت سے رہ جائے تو وہ کوئی اور مسجد تلاش کرے جہاں ابھی جماعت نہ ہوئی ہو تاکہ وہاں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ کسی مسجد میں جائے اور وہاں بھی جماعت ہو چکی ہو۔ حسن بصریؒ

نے اس شخص کے متعلق جس سے اپنے محلے کی مسجد کی جماعت رہ جائے اور وہ کسی اور مسجد میں چلا جائے، فرمایا: ''ہم نے حضرات مہاجرینؓ کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا۔'' (۲۵۶)

ج۔ جماعت کے انعقاد کی صورت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر تین افراد ہوں جن کے ساتھ امام بھی شامل ہو تو جماعت کا انعقاد ہو جائے گا اور جماعت کا ثواب انہیں مل جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''تین افراد جماعت ہیں۔'' (۲۵۷)

د۔ امام: ہم ذیل میں بیان کریں گے کہ کن افراد کی امامت جائز ہوتی ہے اور کن کی ناجائز نیز امام نماز باجماعت کے اندر کون سے افعال سرانجام دے:

ا۔ کن لوگوں کی امامت جائز ہے اور کن کی ناجائز:

اُ۔ نابالغ کی امامت: حسن بصریؒ بالغوں کے لیے نابالغ کی امامت کو جائز قرار دیتے تھے۔ (۲۵۸) آپ شاید یہ مسئلہ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے اخذ کرتے تھے کہ: ''جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان کہہ دے اور تم میں سے جسے قرآن سب سے زیادہ آتا ہو، وہ امامت کرا دے۔'' حضرت عمرو بن سلمہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایسی ہی صورت پیش آئی۔ لوگوں نے اپنا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ ان میں سب سے زیادہ قرآن مجھے آتا تھا کیونکہ میں آنے جانے والے قافلوں سے قرآن سیکھا کرتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے امامت کے لیے آگے کر دیا۔ اس وقت میری عمر چھ یا سات برس تھی۔ (۲۵۹)

ب۔ بدوی کی امامت: بدوی پر سخت مزاجی اور جہالت کا عام طور پر غلبہ ہوتا ہے لیکن اگر اسے اتنا قرآن یاد ہو جس کے ذریعے نماز درست ہو سکتی ہو تو اس کی امامت درست ہو گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بدوی کی امامت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (۲۶۰)

ج۔ غلام کی امامت: غلام پر جہالت اور پستی کا غلبہ ہوتا ہے لیکن اگر اسے اتنا قرآن یاد ہو جس کے ذریعے نماز درست ہو سکتی ہو تو اس کی امامت صحیح ہو گی۔ جہاں تک پستی کا تعلق ہے تو وہ بعض غلاموں کے اندر ہوتی ہے جب کہ بعض غلام اللہ کے نزدیک بہت سے آزاد افراد سے زیادہ افضل ہوتے ہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''غلام کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۲۶۱)

د۔ جاہل کی امامت: اگر جاہل کو اتنا قرآن یاد ہو جس کے ذریعے نماز درست ہو سکتی ہو تو اس کی امامت صحیح ہو گی۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص جو صرف (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) کی سورت اچھی طرح پڑھ سکتا ہے، کیا وہ اپنی قوم کی امامت کرا سکتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ (۲۶۲)

ہ۔ نابینا کی امامت: ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حسن بصریؒ نے نابینا کی امامت کی رخصت دی ہے۔ (۲۶۳) کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت ابن ام مکتومؓ کو امامت پر مامور کیا تھا جب کہ آپ نابینا تھے۔ (۲۶۴)

و۔ فاسق اور نشے کی زد میں آئے ہوئے شخص یعنی سکران کی امامت: حسن بصریؒ فاسق اور سکران کی امامت کو جائز قرار دیتے تھے بشرطیکہ سکران کو معلوم ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے اور وہ پختہ طور پر نماز کے افعال سرانجام

دے۔ حسن بصریؒ نے سکران کی امامت کے بارے میں فرمایا: ''اگر وہ مقتدیوں کو پورے رکوع اور سجود کرائے تو اس کی اور مقتدیوں دونوں کی نماز جائز ہو جائے گی۔'' (۲۶۵) (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۵ کا جزج)

ز۔ بدعتی کی امامت: حسن بصریؒ نے ایسے بدعتیوں کے پیچھے نماز جائز قرار دی ہے جو اپنی بدعت کی وجہ سے کافر قرار نہ دیئے جاتے ہوں مثلاً معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ۔ آپ نے فرمایا: ''ان کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ ان کی بدعت ان کے سر ہوگی۔'' (۲۶۶) (دیکھئے مادہ بدعۃ نمبر ۲ کے جزج کا جز ۲)

ح۔ منافق کی امامت: آپ نے منافق کی امامت کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے: ''منافق کے پیچھے مومن کا نماز پڑھنا اس کے لیے کسی طرح نقصان دہ نہیں اور مومن کے پیچھے منافق کا نماز پڑھنا اس کے لیے کسی طرح فائدہ مند نہیں۔'' (۲۶۷)

ط۔ محدث (بے وضو شخص) کی امامت: اگر امام بے وضو ہو اور وہ جماعت کرا دے لیکن مقتدیوں کو اس کا علم نہ ہو بلکہ نماز سے فراغت کے بعد انہیں اس کا علم ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز درست ہو جائے گی اور امام پر اپنی نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر امام بے وضو جماعت کرا دے تو اپنی نماز کا اعادہ کرے۔ مقتدی اعادہ نہ کریں۔'' (۲۶۸) آپ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے بے وضو جماعت کرا دی تھی، آپ نے جواب میں فرمایا: ''وہ اعادہ کرے گا اور اس کے مقتدی اعادہ نہیں کریں گے۔'' (۲۶۹) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جزب کے جز ا کا جزب)

ی۔ عورتوں کے لیے مرد کی امامت: حسن بصریؒ نے عورتوں کے لیے کسی نیک مرد کی امامت کو بلا کراہت جائز قرار دیا ہے خواہ عورتوں کے ساتھ کوئی مرد نہ بھی ہو۔ آپ نے فرمایا: ''ایسی عورتوں کے لیے جن کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو، کسی مرد کی امامت میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ امام بننے والا مرد ٹھیک ٹھاک ہو۔'' (۲۷۰) یعنی نیک ہو۔ اگر نیک نہ ہو تو اس کی یہ امامت مکروہ ہوگی۔

ک۔ عورت کی امامت: اس مسئلے کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق عورت فرض اور نفل نماز میں عورتوں کی امامت نہیں کرے گی۔ (۲۷۱) دوسری روایت کے مطابق فرض اور نفل نماز میں عورتوں کے لیے عورت کی امامت جائز ہے۔ امام بننے والی عورت صف کے اندر کھڑی ہوگی اور مقتدی بننے والی عورتوں سے آگے نہیں جائے گی۔ (۲۷۲)

ل۔ ولد زنا کی امامت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ ولد زنا اور ولد حلال دونوں کی امامت یکساں ہے۔ آپ فرماتے: ''ولد زنا دیگر مسلمانوں کے بمنزلہ ہے۔ وہ امامت کرا سکتا ہے اور عادل ہونے کی صورت میں اس کی گواہی بھی جائز ہوگی۔'' (۲۷۳)

م۔ تیمم کرنے والے کی امامت: حسن بصریؒ نے تیمم کے ذریعے طہارت حاصل کرنے اور پانی کے ذریعے طہارت حاصل کے درمیان مساوات کا قاعدہ وضع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تیمم پانی کے بمنزلہ ہے۔'' (۲۷۴) بنا بریں آپ نے جائز قرار دیا ہے کہ تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کی اور مسح کرنے والا

پاؤں دھونے والوں کی امامت کرادے۔(۲۷۵)(دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۹)

۲۔ امام کون سے افعال سرانجام دے؟:

اُ۔ امام نماز پڑھانے کے لیے کب کھڑا ہو؟: حسن بصریؒ نے نماز پڑھانے کے لیے امام کے کھڑے ہو جانے کو مکروہ قرار دیا ہے یہاں تک کہ موذن: ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہہ لے۔ اسی طرح اللہ اکبر کہنے کو مکروہ تصور کیا ہے یہاں تک کہ موذن اقامت کہنے سے فارغ ہو جائے۔(۲۷۶)

ب۔ امام کے سکتے: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''امام دو سکتے کرے گا تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد قرأت سے پہلے اور سورت کی قرأت سے فراغت کے بعد رکوع میں جانے سے قبل۔''(۲۷۷)

ج۔ اونچی جگہ یا محراب کے اندر امام کی نماز: حسن بصریؒ اس امر میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے کہ امام مقتدیوں کی جگہ سے زیادہ اونچی جگہ میں نماز پڑھتے۔(۲۷۸) لیکن آپ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ امام محراب کے اندر اس طرح نماز پڑھے کہ صف کے دونوں کناروں پر نماز ادا کرنے والے مقتدی اسے دیکھ نہ سکیں۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز اُ کا جز ۵)

د۔ امام کا کسی کو اپنا قائم مقام بنانا: اگر امام کو حدث لاحق ہو جائے تو اس کے لیے جائز ہوگا کہ مقتدیوں میں سے کسی کو اپنی جگہ کھڑا کر دے جو نماز مکمل کرادے۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جسے امامت کرانے کے دوران حدث لاحق ہوگیا، فرمایا: ''وہ کسی شخص کو آگے کر دے جو لوگوں کی باقی ماندہ نماز انہیں پڑھا دے۔''(۲۷۸ب) پھر اس نائب کو اختیار ہوگا کہ امام نے جس جگہ سے قرأت چھوڑی تھی، وہیں سے شروع کر دے یا کسی اور مقام سے قرأت کرلے۔ پہلی بات افضل ہے۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جسے امام کی طرف سے نائب بنایا گیا ہو، فرمایا: ''وہ اگر چاہے تو جہاں سے امام نے قرأت چھوڑی ہو، وہیں سے شروع کر دے اور اگر چاہے تو کوئی اور سورت پڑھ کر قرأت مختصر کر دے۔''(۲۷۹) امام نے جس شخص کو آگے کیا ہے، اگر وہ ایک رکعت کا مسبوق ہو تو امام کی نماز پر بنا کرے گا یعنی وہ اسی مقام پر قعدہ کرے گا جہاں اصل امام کو نماز جاری رہنے کی صورت میں قعدہ کرنا تھا۔ جب قائم مقام امام اصل امام کے اعتبار سے چوتھی رکعت پر پہنچے گا تو کسی اور نمازی کو خلیفہ یعنی نائب بنالے گا جو سلام پھیر کر باقی ماندہ نمازیوں کی نماز مکمل کرادے گا اور پھر خود کھڑا ہو جائے گا اور اپنی نماز کا رہ جانے والا حصہ ادا کرلے گا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جس کی امام کے ساتھ ایک رکعت رہ گئی ہو اور امام حدث لاحق ہونے کی وجہ سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے کر دے، فرمایا: ''وہ یعنی نیا امام ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرے گا اور لوگوں کی نماز پر بنا کرے گا۔ جب لوگوں کے حساب سے وہ چوتھی رکعت پوری کرلے گا تو قعدہ کرے گا اور تشہد پڑھے گا پھر کسی شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے کر دے گا اور یہ شخص سلام پھیر کر لوگوں کی نماز مکمل کرائے گا۔ پھر پہلا خلیفہ یعنی مسبوق قائم مقام اٹھ کر اپنی رہ جانے والی رکعت ادا کرلے گا۔(۲۸۰)

ہ۔ فرض کی جگہ نفل ادا کرنا: اس پر بحث (مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز اُ کے جز ۱۱) میں گزر چکی ہے۔

مقتدی: اس پیرے کے اندر ہم اقتداء کی شرائط اور مقتدی کے افعال کا تذکرہ کریں گے۔

۱۔ (مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز ا کے جز ۱۳) میں یہ بات گزر چکی ہے۔ فوت شدہ نماز مسجد کے اندر باجماعت پڑھنا نیز جمعہ کی نماز رہ جانے پر مسجد میں ظہر باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔

۲۔ امیر یعنی حاکم کے ساتھ نماز ادا کرنا: اگر حاکم امامت کرتا ہو اور وہ مسجد پہنچنے میں یا نماز کھڑی کرانے میں تاخیر کر دے تو اس کا انتظار مستحب ہوگا۔ حسن بصریؒ حاکم کی معیت میں نماز پڑھتے تھے خواہ وہ تاخیر ہی کیوں نہ کر دیتا۔ (۲۸۱) تاہم یہ بات بالکل واضح ہے کہ حاکم کی یہ تاخیر اس قید کے ساتھ مقید ہوگی کہ نماز کا وقت نکل جانے کا خطرہ نہ ہو۔ اگر نماز فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو پھر امام یعنی حاکم کا انتظار کیے بغیر جماعت کرائی جائے گی۔

۳۔ امام اور مقتدی کے درمیان آڑ: حسن بصریؒ اقتدا کی صحت کے لیے یہ شرط عائد کرتے تھے کہ مقتدی امام کی نماز اور اس کی حرکات سے آگاہ ہو، اسے دیکھتے رہنے کی شرط عائد نہیں کرتے تھے۔ آپ یہ شرط بھی نہیں لگاتے تھے کہ امام اور مقتدی کے درمیان کسی آڑ مثلاً دیوار، نہر اور شاہراہ وغیرہ کا وجود نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: ''اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم باجماعت نماز ادا کرو اور تمہارے امام اور تمہارے درمیان کوئی نہر واقع ہو۔'' (۲۸۲)

۴۔ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانا: اصول یہ ہے کہ جو شخص مسجد میں دیر سے آئے، اس کے لیے دوسرے نمازیوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے نکلنا مکروہ ہے۔ اگر مسجد میں گنجائش ہو اور پہلے آنے والے لوگ مسجد کے دروازے کے قریب بیٹھ گئے ہوں تو پھر یہ کراہت ساقط ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مسجد میں گنجائش ہو تو لوگوں کی گردنیں پھلانگنے میں کوئی حرج نہیں۔'' (۲۸۳) نیز فرمایا: ''جو لوگ مساجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں، ان کی گردنیں پھلانگ جاؤ کیونکہ ایسے لوگ قابل احترام نہیں ہوتے۔'' (۲۸۴) نیز فرمایا: ''اگر تم اپنے سامنے خالی جگہ دیکھو جب کہ امام ابھی آیا نہ ہو تو کسی کو ایذا پہنچائے بغیر تمہارے وہاں آ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔'' (۲۸۵)

۵۔ ستونوں کے درمیان صف باندھنا نمازیوں کے لیے مکروہ ہے۔ (۲۸۵ ب) (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز ا کا جز ۱۰)

۶۔ صفوف کی ترتیب: اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہو تو وہ اسے اپنی دائیں جانب کھڑا کرے گا۔ اگر تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ایک اور مقتدی آ جائے تو دائیں جانب والا مقتدی پیچھے ہو جائے گا اور اس طرح دو افراد امام کے پیچھے کھڑے ہو جائیں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر امام آ جائے اور اس کے ساتھ صرف ایک شخص ہو تو وہ اسے اپنے دائیں جانب کھڑا کرے گا۔ اگر تیسرا آدمی آ جائے تو پہلا مقتدی پیچھے ہٹ جائے گا۔ اور دونوں افراد امام کے پیچھے کھڑے ہو جائیں گے۔'' (۲۸۶) اگر امام کے ساتھ دو یا دو سے زائد افراد ہوں تو شروع ہی سے یہ افراد امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ (۲۸۷) اگر امام کے پیچھے صف مکمل ہو

جائے اور پھر کوئی اور نمازی آ جائے تو وہ امام کے پیچھے کھڑا ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر صف پوری ہو چکی ہو اور پھر کوئی نمازی آ جائے تو وہ امام کے بالمقابل پیچھے کھڑا ہو جائے۔'' (۲۸۸) وہ تنہا نہیں کھڑا ہوگا بلکہ اپنے سامنے کی صف سے ایک آدمی کو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کرے گا۔ اگر تنہا کھڑا ہو جائے تو بھی مع الکراہت جائز ہوگا۔ (۲۸۸ ب) نووی نے یہ بات بطور نص بیان کی ہے۔ (۲۸۹) اگر بعد میں کوئی اور آ جائے تو وہ صف کی دائیں جانب کھڑا ہوگا۔ اگر وہ صف کے دونوں جانب توازن قائم کرنے کے لیے صف کی بائیں جانب کھڑا ہو جائے یا بائیں طرف سے آنے کی وجہ سے وہ ایسا کرے تو جائز ہوگا۔ معمر کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے یہ خبر دی ہے جس نے حسن بصریؒ اور ابن سیرین کو صف کی بائیں جانب نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ اس لیے کہ دونوں کے مکانات اسی طرف واقع تھے۔ (۲۹۰)

عورتوں کی صفیں مردوں کی صفوں کے پیچھے ہوں گی۔ اگر نمازیوں میں بچے بھی ہوں تو ان کی صفیں مردوں اور عورتوں کی صفوں کے درمیان ہوں گی خواہ ہر صف میں صرف ایک فرد کیوں نہ ہو۔ حسن بصریؒ نے دو مردوں اور ایک عورت کے متعلق فرمایا: ''دونوں مرد امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے اور عورت ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوگی۔'' (۲۹۱)

۷۔ اقامت ہو جانے کے بعد نفل نماز پڑھنا: حسن بصریؒ نماز کی اقامت ہو جانے کے بعد نفل پڑھنے کو مکروہ تصور کرتے تھے۔ اس حکم سے صرف فجر کی سنت مستثنیٰ ہے۔ نمازی یہ سنت پڑھ کر امام کے ساتھ جا ملے گا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جزب کا جز ۲)

۸۔ فرض نماز کو نفل نماز میں داخل کرنا: اگر ایک شخص نفل نماز پڑھ رہا ہو کہ اتنے میں فرض نماز کی اقامت ہو جائے اور نفل پڑھنے والا امام کی نماز کے ساتھ جا ملے اور اس طرح فرض نماز کو نفل نماز کے ساتھ ملا دے تو حسن بصریؒ سے مروی دو میں سے ایک روایت کے مطابق اس کی نفل نماز فاسد ہو جائے گی جب کہ دوسری روایت کے مطابق فاسد نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جزد)

۹۔ مسبوق (وہ نمازی جس کی ابتدائی رکعت یا رکعتیں امام کے ساتھ پڑھنے سے رہ گئی ہوں۔)

أ۔ صف میں داخل ہونے سے پہلے رکوع میں چلے جانا: اگر مسبوق مسجد میں آئے اور امام کو رکوع کے اندر پائے تو حسن بصریؒ سے طحاوی کی حکایت کے مطابق وہ جب تک صف میں اپنی جگہ پہنچ نہیں جائے گا اس وقت تک رکوع نہیں کرے گا: ''منصف ابن ابی شیبہ'' کے اندر حسن بصریؒ سے مروی دو میں سے ایک روایت یہی ہے۔ (۲۹۲) دوسری روایت یہ ہے کہ اگر اس کا غلبہ ظن یہ ہو کہ صف تک پہنچتے پہنچتے اس کی رکعت فوت ہو جائے گی تو اس صورت میں اس کے لیے رکوع کر لینا جائز ہوگا۔ وہ رکوع میں جا کر اسی حالت میں چلتا جائے گا اور صف کے پاس پہنچ کر اس میں داخل ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص مسجد میں آئے اور نمازیوں کو رکوع کے اندر دیکھے تو کیا کرے؟ آپ نے جواب دیا: ''اگر اسے یہ خیال ہو کہ وہ لوگوں کے ساتھ رکوع سے ان کے سر اٹھانے سے پہلے مل جائے گا تو رکوع کر لے اور

پھر چلتے ہوئے آ کر صف میں شامل ہو جائے۔''(۲۹۳) یعنی اسے یہ گمان ہو کہ وہ نمازیوں کے ساتھ ان کی رکوع کی حالت میں ان کے سر اٹھانے سے قبل صف میں شامل ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز اُ کا جز ۹)

ب۔ اگر مسبوق نمازیوں کے ساتھ رکوع کے اندر جا ملے تو اس کے لیے دو تکبیریں کہنا مستحب ہوگا۔ پہلی تکبیر برائے تحریمہ ہوگی اور دوسری تکبیر برائے رکوع ہوگی۔ اگر اس کے پاس وقت کے اندر اتنی گنجائش نہ ہو اور وہ تحریمہ اور رکوع دونوں کے لیے ایک تکبیر کہے تو بھی کام چل جائے گا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو نمازوں کے ساتھ رکوع کے اندر جا ملے، فرمایا: ''اس کے لیے دو تکبیریں کہنا مستحب ہوگا۔ اگر وہ تعجیل کرے یا بھول جائے اور صرف ایک تکبیر کہے تو بھی اس کا کام چل جائے گا۔''(۲۹۴) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کا جز اُ) نیز (مادہ تکبیر نمبر ۲)

ج۔ اگر مسبوق سجدے کی حالت میں امام کو پائے تو اس کے ساتھ سجدہ کرے۔ اس سجدے کا شمار اسی صورت میں ہوگا جب وہ رکوع بھی پا چکا ہو۔ اس کے لیے یہ بات مکروہ ہوگی کہ لوگ سجدے میں ہوں اور وہ کھڑا رہے اور ان کے قیام کا منتظر رہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''لوگ جب اپنے سر زمین پر رکھ چکے ہوں تو اس وقت آنے والا شخص کھڑا نہ رہے بلکہ ان کی متابعت کرے۔''(۲۹۵)

⊙ اگر وہ سجدہ جس کے اندر مسبوق نے نمازیوں کو پایا تھا، آخری سجدہ ہو تو ان کی نماز کے اختتام پر یہ تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے گا۔ پھر سیدھے کھڑے ہو کر ایک اور تکبیر کہے گا۔ یہ اس کی تکبیر تحریمہ یعنی افتتاح صلوٰۃ کی تکبیر ہوگی کیونکہ یہ اس کی نماز کا اول ہوگا۔ اگر مذکورہ سجدہ آخری سجدہ نہ ہو تو اسے اس تکبیر کی ضرورت نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مسبوق نمازیوں تک اس وقت پہنچے جب وہ سجدے میں ہوں تو ان کے ساتھ سجدے کرے اور تکبیر کہے۔ اگر یہ آخری سجدہ ہو تو کھڑے ہو کر ایک اور تکبیر کہے گا۔ اور اگر آخری سجدہ نہ ہو تو وہ کھڑے ہو کر یہ تکبیر نہیں کہے گا۔''(۲۹۶)

⊙ اگر مسبوق کو امام کے ساتھ ایک سجدہ ملے تو وہ دوسرا سجدہ نہیں کرے گا۔ نیز سجدۂ سہو بھی نہیں کرے گا کیونکہ مذکورہ سجدہ کے ساتھ ایک اور سجدہ ملانے اور پھر سجدۂ سہو کرنے کا فعل صرف حضرت ابن عمرؓ نے کیا تھا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر تمہیں امام کے ساتھ صرف ایک سجدہ ملے تو اس کے ساتھ یہ سجدہ کر لو اور پھر امام کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ اس سجدے پر کسی اور سجدے کا اضافہ نہ کرو نہ اس سجدے کو شمار میں لاؤ۔''(۲۹۷)

د۔ حسن بصریؒ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مسبوق کو امام کے ساتھ نماز کا جو حصہ مل جاتا ہے، وہ اس کی نماز کا اول حصہ ہوتا ہے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد جو حصہ وہ ادا کرتا ہے وہ اس کی نماز کا آخری حصہ ہوتا ہے۔ آپ فرماتے: ''امام کے ساتھ جتنی نماز پاؤ، اسے اپنی نماز کا اول حصہ قرار دو۔'' (۲۹۸)

ھ۔ اگر مسبوق امام کے ساتھ ایک رکعت پائے تو اس کے ساتھ قعدہ اخیرہ کرے اور تشہد بھی پڑھے۔ جب امام

سلام پھیر لے تو کھڑا ہو کر امام کے ساتھ رہ جانے والی نماز ادا کر لے۔ اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کسی شخص کو لوگوں کے ساتھ ایک رکعت ملے تو وہ ان کے ساتھ تشہد کرے۔ اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔'' (۲۹۹)

د۔ اگر امام کے ساتھ ایک رکعت رہ جائے اور جب امام سلام پھیر لے تو مسبوق یہ تصور کر کے اس کے ساتھ سلام پھیر دے کہ اس نے امام کے ساتھ نماز کا اول حصہ پا لیا تھا چنانچہ اس تصور کے تحت وہ کھڑا ہو کر نفل شروع کرے تو اس کے متعلق حسن بصریؒ کا قول ہے کہ: ''اگر وہ فرض نماز میں نفل نماز داخل کر دے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔'' (۳۰۰) یعنی اس کی فرض نماز فاسد ہو جائے گی اور اس پر اعادہ لازم ہو جائے گا۔

ز۔ اگر مسبوق مسجد میں آئے اور امام کو نماز کے اندر پائے تو ایسی صورت میں نفل نیت لینا اس کے لیے مکروہ ہو گا۔ البتہ فجر کی سنت پڑھنا مکروہ نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جزب کا جز ۲)

ح۔ اگر امام مسبوق کو اپنا خلیفہ بنائے تاکہ وہ مقتدیوں کی نماز تکمیل تک پہنچائے تو اس کا حکم۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزد کے جز ۲ کا جزو)

ط۔ نماز سے امام کی فراغت کے بعد اگر مسبوق مقتدی اپنے میں سے کسی کو امام بنالیں تو اس کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ نووی نے آپ سے اس کا جواز نقل کیا ہے۔ (۳۰۱) جب کہ عبدالرزاق نے اپنی سند کے واسطے سے حسن بصریؒ سے اس کا عدم جواز نقل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جو لوگ مسجد میں آئیں اور انہیں امام کے ساتھ ایک رکعت ملے تو وہ رہ جانے والی نماز اکیلے اکیلے پڑھیں گے۔'' (۳۰۲)

ی۔ اگر مسافر کسی مقیم کی اقتدا کرے اور امام کے ساتھ اس کی نماز کا کچھ حصہ رہ گیا ہو تو امام کے ساتھ ایک رکعت ملنے کی صورت میں وہ مقیم کی نماز پڑھے گا۔ اور اگر اسے ایک رکعت نہ ملے مثلاً وہ آخری رکعت کے سجدے میں شامل ہوا ہو تو ایسی صورت میں وہ مسافر کی نماز ادا کرے گا۔ حسن بصریؒ نے اس مسافر کے بارے میں جسے ظہر کی ایک رکعت جماعت کے ساتھ مل گئی ہو، فرمایا: ''اس رکعت کے ساتھ وہ تین رکعتیں اور پڑھے گا۔ اگر اس نے قعدہ کی حالت میں پایا ہو تو دو رکعتیں پڑھے گا۔'' (۳۰۳)

ک۔ ایام تشریق میں نماز کا مسبوق مقتدی امام کے ساتھ تکبیر تشریق کہے گا اور پھر کھڑا ہو کر اپنی رہ جانے والی نماز پڑھ لے گا اور پھر دوبارہ تکبیر تشریق کہے گا کیونکہ مقتدی سجدۂ سہو کے اندر امام کی متابعت کرتا ہے۔ اسی طرح تکبیر تشریق کے اندر بھی اس کی متابعت کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کسی سے ایک رکعت فوت ہو جائے تو امام کے ساتھ باقی نماز پڑھنے کے بعد تکبیر تشریق کہے گا پھر رہ جانے والی نماز پڑھے گا اور پھر دوسری رکعت کے اختتام پر امام کی تکبیر کی طرح تکبیر کہے گا۔'' (۳۰۴) حسن بصریؒ سے مروی بعض روایات کے اندر مسبوق کی اس دوسری مرتبہ تکبیر تشریق کا ذکر نہیں ہے۔ (۳۰۵) یہ عدم ذکر ترک تکبیر کی

دلیل نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق علم ہونے کی بنا پر اس کا ذکر نہیں ہوا ہے۔

ل۔ نماز جمعہ کا مسبوق۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جزج) نیز نماز جنازہ کا مسبوق۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جزھ کا جز ۸)

۱۰۔ مقتدی کی قرأت خلف الامام: مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قرأت کرے گا۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جزج کے جز ۳ کے جزط) میں کر دی ہے۔

۱۱۔ بھیڑ کی صورت میں سجدہ کی ادائیگی: اگر بھیڑ زیادہ ہو تو نمازی کے لیے اپنے سامنے کے نمازی کی پشت پر سجدہ کر لینا جائز ہوگا اور یہ بھی جائز ہوگا کہ وہ انتظار کرے اور جب سامنے کا نمازی سجدے سے اپنا سر اٹھا لے تو سجدہ کر لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر جمعہ کے دن بھیڑ ہو جائے تو اگر چاہو تو اپنے سامنے والے شخص کی پشت پر سجدہ کرلو۔ اور اگر چاہو تو سجدے سے اس کے اٹھ جانے کے بعد سجدہ کرلو۔'' (۳۰۶)

۱۲۔ امام سے پہلے سجدے سے سر اٹھا لینا: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مقتدی امام سے پہلے سجدے سے اپنا سر اٹھا لے جب کہ امام ابھی سجدے ہی میں ہو تو وہ دوبارہ سجدے میں چلا جائے۔'' (۳۰۷)

۱۳۔ ایسے شخص کی اقتدا میں نماز پڑھنا جس کی نماز فاسد ہو: اگر کوئی شخص ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لے جسے حدث لاحق ہو یا جو کوئی فوت شدہ نماز بھولے ہوئے ہو تو ایسی صورت میں مقتدی کی نماز درست ہو جائے گی اور امام اپنی نماز کا اعادہ کرے گا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز اُ کا جز ا نیز نمبر ۳ کے جزب کے جز ا کا جزج)

۱۴۔ امام کو لقمہ دینا: اگر امام قرأت میں غلطی کرے یا اٹک جائے تو مقتدی کے لیے اسے لقمہ دینا جائز ہوگا۔ حسن بصریؒ فرمایا کرتے: ''اپنے بھائی کو لقمہ دو۔'' (۳۰۸) آپ فرماتے: ''اہل کوفہ کہتے ہیں کہ امام کو لقمہ نہیں دیا جائے گا حالانکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا مقتدی امام کو: ''سبحان اللہ'' کہہ کر آگاہ نہیں کرتا؟'' (۳۰۹)

۱۵۔ آمین کہنا: دعائے قنوت کے اندر مقتدی امام کی دعا پر آمین کہے گا۔ (۳۱۰)

۱۶۔ سجدۂ سہو: اگر مقتدی کو اقتداء کے دوران سہو لاحق ہو جائے تو وہ سجدۂ سہو نہیں کرے گا۔ (دیکھئے مادہ سجود السہو نمبر ۴ کا جزب) اور اگر امام کو سہو لاحق ہو جائے اور مقتدی کو لاحق نہ ہو اور امام سجدۂ سہو کرے تو مقتدی بھی اس کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا۔ (دیکھئے مادہ سجود السہو نمبر ۳ کا جزج)

۸۔ جمعہ کی نماز:

جمعہ کی نماز کے لیے اذان۔ (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۲ کا جز واؤ)

اُ۔ جمعہ جاری کرنے کی شرطیں: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ درج ذیل شرائط کے تحت ہی جمعہ جاری ہو سکتا ہے:

۱۔ شہری آبادی کا ہونا: جمعہ دیہاتوں میں جاری نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جمعہ شہروں میں ہوگا۔'' (۳۱۱)

۲۔ سلطان کی اجازت: آپ کی رائے تھی کہ اذن سلطانی کے بغیر جمعہ درست نہیں ہوتا۔ (۳۱۲) آپ نے فرمایا: ''چار باتیں سلطان کے ذمہ ہیں۔ نماز یعنی جمعہ، زکوۃ، حدود اور قضاء (مقدمات کے فیصلے)'' (۳۱۳) (دیکھئے مادہ امارۃ نمبر ۲ کا جز ج) نیز (مادہ استیذان نمبر ۱۱)

۳۔ جماعت کی موجودگی: پہلے گزر چکا ہے کہ تین اشخاص (ایک امام دو مقتدی) کی موجودگی سے نماز با جماعت کا انعقاد ہو جاتا ہے اور جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ج) یہی حکم جمعہ کی جماعت کا ہے کہ ایک امام اور دو مقتدی اگر اکٹھے ہو جائیں تو خطبہ جمعہ کے ساتھ جمعہ کی دو رکعتیں پڑھ لیں۔ (۳۱۴)

ب۔ جمعہ کن افراد پر واجب ہے؟: درج ذیل صفات کے حامل افراد پر جمعہ واجب ہوتا ہے:

ا۔ مرد ہونا: عورت پر جمعہ واجب نہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورتوں پر جمعہ نہیں۔'' (۳۱۵)

۲۔ بالغ ہونا: نابالغ پر جمعہ نہیں اس لیے کہ اس پر نماز اور دیگر بدنی عبادتیں واجب نہیں ہوتیں۔

۳۔ مقیم ہونا: مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۹ کا جز ج) جمعہ کی اذان سننے کے بعد انسان کو سفر پر جانے سے باز رہنا چاہیے۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۲) ایک شخص اگر جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد اس دن رات تک گھر واپس نہ آ سکتا ہو تو اسے مسافر سمجھا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد رات تک اپنے گھر پہنچ سکتا ہو۔'' (۳۱۶)

۴۔ آزاد ہونا: جمعہ ایسے غلام پر واجب ہوگا جو اپنے آقا کے ساتھ اس امر پر متفق ہو گیا ہو کہ وہ ماہانہ یا سالانہ ایک معین رقم اسے ادا کرتا رہے گا اور اسے تصرف کی آزادی ہوگی نیز وہ جو کام کرنا چاہے، کر سکے گا اور آقا کی خدمت میں رہنا اس پر لازم نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جمعہ اس غلام پر واجب ہوگا جو ضریبہ (ٹیکس کے طور پر معین رقم) ادا کرے، اسے مخارج غلام کہتے ہیں۔'' (۳۱۷) کیونکہ ایسی صورت میں اس پر آقا کا عائد شدہ حق مال کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اس لیے وہ مدیون کے مشابہ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ دیگر غلاموں مثلاً مدبر اور مکاتب پر جمعہ واجب نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''غلام پر جمعہ نہیں۔'' (۳۱۸)

۵۔ امن و امان ہونا: جس شخص کو امن و امان حاصل نہ ہو، اس پر جمعہ واجب نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''خائف شخص پر جمعہ نہیں۔'' (۳۱۹)

۶۔ صحت ہونا: ایسے نابینا پر جمعہ واجب نہیں ہوتا جسے جمعہ کے لیے مسجد میں لے جانے والا اور واپس گھر لانے والا کوئی نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: ''جس نابینا کو کوئی قائد نہ ملے، اس پر جمعہ نہیں۔'' (۳۲۰) مریض اور اپاہج وغیرہ بھی اس حکم میں نابینا شخص کی طرح ہیں۔

۷۔ جنازے کے سلسلے میں عدم مشغولیت: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جنازے کے ولی پر جمعہ نہیں۔'' (۳۲۱)

⊙ معتکف کا نماز جمعہ کے لیے جانا۔ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۵)

⊙ کسی مصیبت زدہ کی فریاد رسی کے لیے جمعہ ترک کر دینا۔ (دیکھئے مادہ اغاثۃ نمبر۲)

⊙ جن افراد پر جمعہ واجب نہیں اگر وہ نماز جمعہ ادا کرلیں تو ان کی ادائیگی درست ہو جائے گی اور ظہر کی نماز پڑھنے کی انہیں ضرورت نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے جمعہ کے دن مسجد میں جانے والی عورت کے متعلق فرمایا کہ وہ امام کی نماز پڑھے گی اور اس کا کام چل جائے گا۔ (۳۲۲)

ج۔ جمعہ کے لیے چل پڑنا اور خرید و فروخت حرام ہونا: (مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز أ کے جز ۴) میں گزر چکا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال شمس کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے۔ جب یہ وقت ہو جائے تو جمعہ ختم ہونے تک خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن جب سورج ڈھل جائے تو جمعہ کی نماز کے اختتام تک خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۵ کا جز أ) جب جمعہ کی خاطر خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے تو پھر جمعہ کے لیے چل پڑنا واجب ہوگا۔ تاہم حسن بصریؒ اس سے بھی آگے جانا چاہتے ہیں۔ آپ نہیں چاہتے کہ ایک انسان خرید و فروخت تو ترک کر دے لیکن اس کا دل اس میں اٹکا ہوا ہو یا وہ جسمانی طور پر جمعہ کے لیے چل پڑے لیکن اس کا دل اور اس کی سوچ بازار میں رہ جائے بلکہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ انسان کا دل اس کے جسم سے پہلے مسجد میں پہنچ جائے۔ سورۂ جمعہ آیت نمبر ۹ میں ارشاد باری ہے (یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ۔ اے ایمان لانے والو! جمعہ کے دن جب نماز کے لیے اذان ہو جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔) اس کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! یہ پیروں پر چل کر جانا نہیں ہے۔ لوگوں کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ وہ وقار اور سکینت کے بغیر جمعہ کے لیے آئیں بلکہ یہ دلوں کے ساتھ نیز نیتوں اور خشوع کے ساتھ چل کر جانا ہے۔'' (۳۲۳)

د۔ بھیڑ کے اندر جمعہ کی نماز: اصول تو یہ ہے کہ لوگ خطبہ جمعہ سننے کے لیے مسجد میں آ کر بیٹھ جائیں تاکہ وہ اچھی طرح خطبہ سن سکیں کیونکہ اس وقت مسجد میں مکبرات الصوت (لاؤڈ سپیکر) نہیں ہوتے تھے۔ نیز مسجد میں آ کر بیٹھ جانے کے بعد ان کے لیے خطیب کو ایک نظر دیکھنا ممکن ہو جائے اور اس طرح ان کے دلوں پر خطبہ جمعہ کا اثر زیادہ قوی اور گہرا ہو۔ بنا بریں مسجد کی چھت سے باہر کھلی جگہ میں بیٹھنے کی صرف اس صورت میں رخصت ہے جب بھیڑ ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص مسجد سے باہر کھلی جگہ میں نماز جمعہ ادا کرے گا، اس کا جمعہ نہیں ہوگا الا یہ کہ بھیڑ بھاڑ ہو اور وہ مسجد کے اندر داخل نہ ہو سکے۔'' (۳۲۴) بلکہ اگر ایک شخص کو بھیڑ کی وجہ سے مسجد کے اندر یا مسجد سے باہر جگہ نہ ملے تو اس کے لیے دیوار پر بیٹھ جانا جائز ہوگا۔ ثابت البنانی کہتے ہیں کہ میں اور حسن بصریؒ جمعہ کے دن مسجد میں گئے تو دیکھا کہ لوگ دیواروں اور چھتوں پر بیٹھے ہیں۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ ان لوگوں کے لیے بھی ثواب کی امید رکھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''مجھے امید ہے کہ یہ لوگ بھی اجر کے اندر یکساں ہوں گے۔'' (۳۲۵) نیز فرمایا: ''اگر جگہ تنگ ہو جائے اور مجبوراً مسجد کے صحن یا راستے پر جمعہ پڑھنا پڑ جائے تو دو رکعتیں پڑھ لے۔'' (۳۲۶) یعنی اس کا جمعہ

درست ہو جائے گا۔ اگر بھیڑ بہت زیادہ ہو اور نمازی کو زمین پر سجدہ کرنے کی گنجائش نہ ملے لیکن اپنے سامنے والے نمازی کی پشت پر سجدہ کرنے کی گنجائش ہو تو اس کی پشت پر سجدہ کر لے۔ اگر اس کے لیے یہ گنجائش بھی نہ ہو اور جب نمازی سجدے سے اپنے سر اٹھائیں تو اسے گنجائش مل جائے تو وہ نمازیوں کے سر اٹھانے کے بعد سجدہ کر لے۔ اس کا سجدہ ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر جمعہ کے دن بھیڑ ہو تو تم اگر چاہو اپنے سامنے والے نمازی کی پشت پر سجدہ کر لو اور اگر چاہو تو اس وقت سجدہ کرو جب امام کھڑا ہو جائے۔'' (۳۲۷) اگر جمعہ کا نمازی رکوع اور سجدہ نہ کر سکے یہاں تک کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے تو وہ امام کے ساتھ ادا ہونے سے رہ جانے والے افعال پورے کر لے اور اس طرح جمعہ کی دو رکعتیں پڑھ لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص امام کے ساتھ جمعہ کی نماز شروع کر لے اور پھر رکوع اور سجود نہ کر سکے یہاں تک کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے۔'' (۳۲۸) یعنی جمعہ کی دو رکعتیں۔
نمازی کے لیے یہ جائز نہیں کہ جمعہ کی نماز میں آگے جگہ حاصل کرنے کی خاطر صفوں کو پھلانگ جائے۔ البتہ اگر اسے آگے خالی جگہ نظر آئے تو صفوں کو پھلانگ کر وہاں پہنچ جانا اس کے لیے جائز ہوگا۔ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کا جز ۴)

ھ۔ خطبہ جمعہ:

۱۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ خطبہ جمعہ سنت ہے نیز یہ کہ خطبہ کے بغیر بھی جمعہ جائز ہو جاتا ہے۔ جمعہ کی نماز دو رکعتیں ہیں خواہ امام خطبہ دے یا نہ دے۔ ایک روایت کے مطابق اگر امام خطبہ دے تو دو رکعتیں پڑھے اور اگر خطبہ نہ دے تو چار رکعتیں پڑھے۔ (دیکھیے مادہ خطبۃ نمبر ۲)

۲۔ جمعہ کے خطبے کا طریقہ۔ (دیکھیے مادہ خطبۃ نمبر ۳)

۳۔ خطبہ جمعہ کے دوران مسجد میں آنے والے کا دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا، خطبہ سننے کے لیے اس کے بیٹھنے کا طریقہ، سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کے ذریعے اس کا کلام کرنا، چھینک مارنے کو: ''یرحمک اللہ'' کہنا نیز اسی طرح کے دیگر افعال کرنا۔ (دیکھیے مادہ خطبۃ نمبر ۴)

و۔ نماز جمعہ کی قرات: جمعہ کی نماز میں قرآن کی کسی متعین سورت کی قرأت کے حسن بصریؒ قائل نہیں تھے۔ آپ فرماتے: ''جمعہ کے دن امام جہاں سے چاہے، قرأت کرے۔'' (۳۲۹)

ز۔ جمعہ کی نماز میں قنوت پڑھنا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جمعہ کی نماز میں قنوت نہیں ہے۔ آپ فرماتے: ''جمعہ کی نماز میں کوئی قنوت نہیں۔'' (۳۳۰) ایسا لگتا ہے کہ یہ بات عام حالات کے اندر تھی یا یہ کہ جمعہ کے اندر کوئی واجب یا مسنون قنوت نہیں ہے لیکن اگر ہنگامی حالات ہوں اور مسلمانوں پر اجتماعی مصیبت آ پڑی ہو تو پھر جمعہ کی نماز میں قنوت پڑھنا جائز ہوگا۔ واللہ اعلم۔

ح۔ جمعہ کی نماز کا مسبوق اگر امام کے ساتھ ایک رکعت پا لے تو اسے جمعہ مل جائے گا اور امام کے سلام پھیرنے پر وہ مزید ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر لے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کسی شخص کو جمعہ کی ایک رکعت مل

جائے تو اس کے ساتھ دوسری رکعت پڑھ لے لیکن اگر وہ لوگوں کو قعدہ میں پائے تو پھر چار رکعتیں پڑھے۔“

(۳۳۱) نیز فرمایا: ”اگر ایک شخص امام کے ساتھ جمعہ کی نماز شروع کرے اور پھر حدث لاحق ہونے کی وجہ سے وضو کرنے چلا جائے اور جب وضو کر کے واپس آئے تو امام نماز سے فارغ ہو چکا ہو، ایسی صورت میں وہ چار رکعتیں پڑھے۔“ (۳۳۲)

ط۔ جس شخص سے جمعہ کی نماز رہ جائے، اس کے لیے مسجد کے اندر با جماعت ظہر ادا کرنا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز ُ کا جز ۱۳)

۹۔ عید کی نماز:

اُ۔ عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنا: حسن بصریؒ عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے۔ آپ عید کے لیے امام کے خروج سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھ لیا کرتے تھے۔ (۳۳۳) قفال شاشی نے یہ عجیب بات کہی ہے کہ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے لیکن عید کی نماز کے بعد اسے مکروہ قرار نہیں دیتے تھے۔ (۳۳۴) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۳)

ب۔ عید کی نماز جاری کرنے کی شرطیں: اس کے لیے وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کی نماز جاری کرنے کے لیے ہیں یعنی شہری آبادی (۳۳۵)، اذن سلطانی اور جماعت کی موجودگی۔

ج۔ نماز عید کے مکلفین: مرد، عورتیں، آزاد، غلام، مقیم اور مسافر سب نماز عید پڑھنے کے مکلف ہیں۔ (۳۳۶)

د۔ سوار ہو کر نماز عید کے لیے آنا: نماز عید کے لیے پیدل یا سوار ہو کر آنا جائز ہے۔ حسن بصریؒ نماز عید کے لیے سوار ہو کر آتے تھے۔ (۳۳۷)

ھ۔ خطبہ عید: یہ خطبہ سنت ہے۔ (۳۳۸) امام دو خطبے دے گا اور دونوں کے درمیان منبر پر بیٹھ جائے گا۔ (۳۳۹) وہ خطبے میں چودہ تکبیریں کہے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ”امام عید کے دن منبر پر چودہ تکبیریں کہے گا۔“ (۳۴۰) (دیکھئے مادہ خطبۃ)

و۔ خطبہ سننے کے لیے خاموش بیٹھنا: نمازی خطبہ سننے کے لیے قبلہ رخ ہو کر بیٹھے گا۔ اگر وہ احتباء (دیکھئے مادہ احتباء) کی صورت میں بیٹھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ اسی طرح سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ چھینک مارنے والے کو: ”یرحمک اللہ“ بھی کہہ سکے گا۔ وہ اپنے دل میں اللہ کا ذکر کرے گا۔ اس کے سوا وہ خطبے کے دوران کوئی اور کلام نہیں کرے گا البتہ دونوں خطبوں کے دوران امام کے بیٹھنے کے وقفہ میں وہ کلام کر سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۴)

ز۔ عید کی نماز: ہمیں حسن بصریؒ سے عید کی نماز کے طریقے کے متعلق مروی تفصیلات کافی مقدار میں ہاتھ نہیں لگیں۔ بس یہ معلوم ہو سکا ہے کہ عید کی نماز کے اندر عام نمازوں سے زائد تکبیرات ہیں تاہم ان تکبیرات کی تعداد کے متعلق آپ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق پہلی رکعت میں پانچ

اور دوسری رکعت میں تین تکبیریں ہیں۔ دوسری روایت کے مطابق پہلی رکعت میں تین اور دوسری میں دو تکبیریں ہیں۔(۳۴۱) تیسری روایت کے مطابق آپ عیدین میں نو زائد تکبیریں کہتے تھے۔(۳۴۲) اس میں یہ بیان نہیں ہے کہ پہلی رکعت میں کتنی تکبیریں ہیں اور دوسری میں کتنی۔

⊙ عید کی نماز کے اندر پہلی رکعت میں زائد تکبیریں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد کہی جائیں گی۔(۳۴۲ ب)

ح۔ عیدین کی قضا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر عید کی نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضا کی جائے گی۔ اس کی قضا امام کی طرح نماز پڑھنے کے ذریعے کی جائے گی۔ ربیع نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جس شخص سے عید کی نماز فوت ہو جائے، وہ امام کی نماز کی طرح یہ نماز نہ پڑھے۔''(۳۴۳)

ط۔ اگر عید کی نماز فوت ہونے کا خطرہ ہو تو تیمم کیا جا سکتا ہے۔(دیکھیے مادہ تیمم نمبر ۳ کا جزء ھ)

۱۔ نماز جنازہ:

اً۔ نماز جنازہ کس کی پڑھی جائے گی؟: نماز جنازہ اس شخص کی پڑھی جائے گی جس کے اندر درج ذیل شرائط موجود ہوں گی:

۱۔ اسلام: کافر کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب ایک شخص: ''لا الہ الا اللہ'' کا قائل ہو تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔''(۳۴۴)

۲۔ زندگی کے بعد موت: اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو اس کا جنازہ نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''سقط کا جنازہ نہیں ہو گا۔''(۳۴۵) نوزائیدہ بچے کی زندگی کا پتہ اس کے استہلال کے ذریعے چلے گا یعنی پیدا ہونے کے بعد اس کی آواز نکلے یا آواز کے قائم مقام کوئی ایسی بات ہو جس سے اس کی زندگی کا پتہ معلوم ہو سکے۔(دیکھیے مادہ استہلال نمبر ۲ نیز نمبر ۴ کا جزء اً)

۳۔ شہید کو غسل دیا جائے گا لیکن حسن بصریؒ کے نزدیک اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ شہادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل ہو جانے کی بنا پر وہ نماز جنازہ سے مستغنی ہو گا۔(دیکھیے مادہ شہید نمبر ۲)

۴۔ ولد زنا کا جنازہ ولد حلال کے جنازے کی طرح ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ولد زنا کا جنازہ پڑھا جائے گا کیونکہ ہر مولود فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔''(۳۴۶)

ب۔ نماز جنازہ کی صحت کی شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ طہارت: جو شخص بے وضو نماز جنازہ پڑھے، اس کی یہ نماز درست نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ سے ایک روایت کے مطابق اگر نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس میں شمولیت کے لیے تیمم کرنا درست نہیں ہوگا۔ اشعث نے آپ سے روایت کی ہے کہ: ''جنازے کی نماز کے لیے کوئی تیمم نہیں۔ نماز جنازہ صرف باوضو ہو کر پڑھی جائے گی۔'' ہشام نے آپ سے روایت کی ہے کہ تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھ لی جائے گی۔''(۳۴۷)(دیکھیے مادہ تیمم نمبر ۳ کا جزء ھ)

۲۔ قبلہ رخ ہونا: نماز جنازہ کی صحت کے لیے قبلہ رخ ہونا شرط ہے۔ اس بارے میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۳۔ قیام: نماز جنازہ میں قیام شرط نہیں ہے کیونکہ حسن بصریؒ نے ابورجاء عطاردی کا جنازہ گدھے پر سوار ہو کر پڑھا تھا۔(۳۴۸)

ج۔ اوقات مکروہہ میں نماز جنازہ پڑھنا: حسن بصریؒ ان اوقات کے اندر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں سمجھتے تھے جن کے دوران نفل پڑھنا مکروہ ہوتا ہے یعنی فجر اور عصر کی نماز کے بعد کیونکہ ہمیں حکم ہے کہ میت کو قبر تک پہنچانے میں تعجیل کریں۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جزء کے جز ۱۲ کا جز ب)

د۔ نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار کون ہے؟: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ والی یعنی حاکم کو نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق ہوتا ہے،(۳۴۹) پھر امام کو (۳۵۰)، پھر باپ کو، پھر شوہر کو، پھر بیٹے کو اور پھر بھائی کو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عورت کا جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حق دار اس کا باپ، پھر شوہر، پھر بیٹا اور پھر بھائی ہوتا ہے۔''(۳۵۱)

ھ۔ نماز جنازہ کا طریقہ:

۱۔ اگر مردوں اور عورتوں کے جنازے اکٹھے ہو جائیں تو مردوں کے جنازے قبلے کی سمت رکھے جائیں گے اور عورتوں کے جنازے امام کی سمت سے متصل رکھے جائیں گے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''مردوں کے جنازے قبلے سے متصل ہوں گے اور عورتوں کے جنازے امام سے متصل ہوں گے۔''(۳۵۲)

۲۔ اگر میت عورت ہو تو امام اس کے سینے کے متصل کھڑا ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب عورت کا جنازہ پڑھایا جائے تو مرد یعنی امام اس کے سینے کے متصل کھڑا ہوگا۔'' (۳۵۳) اگر مردوں اور عورتوں کے جنازے اکٹھے پڑھے جائیں تو امام جس جگہ چاہے گا، کھڑا ہوگا۔ حمید کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ کے پیچھے بے شمار مردوں اور عورتوں کے جنازے پڑھے۔ میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ کھڑے ہونے کے بارے میں کوئی پروا کرتے ہوں۔(۳۵۴)

۳۔ امام ہر تکبیر کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھے گا۔ حسن بصریؒ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔(۳۵۴ب)

۴۔ جنازے کی پہلی کے سوا کسی اور تکبیر میں رفع یدین نہیں ہوگا۔ پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنے کے بعد نمازی اپنے سینے پر بائیں ہاتھ کے اوپر اپنا دایاں ہاتھ رکھے گا۔(۳۵۵)

۵۔ امام میت کے لیے ان الفاظ میں دعا کرے گا: ''اللھم عبدک عظم اجرہ و نورہ و الحقہ بنبیہ ﷺ، وافسح لہ فی قبرہ، اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تضلنا بعدہ۔'' (۳۵۶) (اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے۔ اس کے اجر اور نور کو عظیم کر دے۔ اسے نبی ﷺ کے ساتھ ملحق کر دے۔ اس کی قبر اس کے لیے کشادہ کر دے۔ اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر۔) اگر میت بچہ

ہو تو یہ دعا پڑھے: ''اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا ذخراً واجراً۔'' (۳۵۷) (اے اللہ! اسے ہمارے لیے اجر بنا دے جو ہم سے پہلے پہنچ جائے۔ اسے ہمارے لیے ذخیرۂ آخرت اور وسیلہ اجر بنا دے۔) یا یہ دعا پڑھے: ''اللھم اجعلہ سلفا لوالدیہ و فرطاً و اجراً۔'' (۳۵۸) (اے اللہ! اسے اپنے والدین کے لیے پہلے پہنچ جانے والا اجر اور ذخیرہ آخرت بنا دے۔)

۶۔ نماز کے اختتام پر امام دائیں طرف ایک سلام پھیرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جنازے میں ایک سلام پھیرا جائے گا۔'' (۳۵۹)

۷۔ نماز جنازہ کا مسبوق ایک تکبیر کے ساتھ نمازیوں میں شامل ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارے میں جس سے جنازے کی بعض تکبیریں رہ گئی ہو، فرمایا: ''وہ ایک تکبیر کے ساتھ لوگوں میں شامل ہو جائے گا۔'' (۳۶۰) پھر امام کے ساتھ سلام پھیر لے گا اور رہ جانے والی تکبیریں قضا نہیں کرے گا۔ حسن بصریؒ سے اگر جنازے کی بعض تکبیریں رہ جاتیں تو آپ ان کی قضا نہیں کرتے تھے۔ (۳۶۱) اگر کسی سے نماز جنازہ رہ جائے تو وہ جنازہ نہیں پڑھے گا۔ اس کے لیے یہی کافی ہوگا کہ میت کے حق میں دعا اور استغفار کر لے۔ حسن بصریؒ سے اگر جنازے کی نماز رہ جاتی تو آپ میت کے لیے استغفار کرتے اور پھر بیٹھ جاتے یا واپس چلے جاتے۔ جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ (۳۶۲)

۸۔ نماز جنازہ کی اذان نہیں ہے۔ (دیکھیے مادہ اذان نمبر ۲ کا جز أ) نہ اقامت۔ (دیکھیے مادہ اقامۃ الصلوٰۃ)

و۔ نماز جنازہ کا قطع ہو جانا: نمازی کے آگے سے کوئی بھی چیز اگر گزر جائے تو اس سے نماز جنازہ منقطع نہیں ہوتی۔ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ھ)

ز۔ اگر نماز جنازہ اور وقتی نماز دونوں یکجا ہو جائیں تو وقتی یعنی فرض نماز کو جنازے کی نماز پر مقدم کیا جائے گا۔ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز أ کا جز ۱۰)

۱۱۔ نفل نمازیں:

أ۔ عمومی احکام: تمام نوافل کے کچھ عمومی احکام ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے:

۱۔ اوقات کراہت میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز أ کا جز ۱۲)

۲۔ فرض نماز کی اقامت ہو جانے کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اس حکم سے فجر کی سنت مستثنیٰ ہے اس لیے کہ یہ واجب ہے۔ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۲)

۳۔ نمازی کے لیے جائز ہے کہ جس جگہ اس نے فرض نماز پڑھی ہو، وہیں کھڑا ہو کر نفل پڑھ لے۔ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز أ کا جز ۱۱)

۴۔ عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے۔ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز أ)

۵۔ تراویح کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے۔ (۳۶۳)

۶۔ کسی بھی نفل نماز کے لیے اذان نہیں کہی جائے گی۔ (دیکھیے مادہ اذان نمبر ۲ کا جز أ)

۷۔ رات اور دن کے اندر پڑھے جانے والے تمام نوافل میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''دن اور رات کے نوافل دو دو رکعت ہیں۔'' (۳۶۴)

۸۔ سفر کے اندر نفل پڑھنا جائز ہے اگر چہ اس کا ترک اصل ہے۔ (۳۶۵)

۹۔ فرض نماز کی طرح اگر نفل نماز میں سہو لاحق ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ سجود السھو نمبر ۲)

۱۰۔ نفل نماز میں احتباء کی اباحت۔ (دیکھئے مادہ احتباء نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز د کا جز ۲)

ب۔ نفل پڑھنے والے کے لیے حاصل شدہ رخصتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ اپنی سواری پر نفل پڑھ سکتا ہے۔ اس کی سواری کا رخ جس طرف ہو، وہ اسی طرف رخ کرے گا تاہم رکوع اور سجود کے اندر وہ قبلہ رخ ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اپنی سواری کو چلاتے ہوئے ایک شخص نفل نماز پڑھ سکتا ہے لیکن جب وہ رکوع اور سجدہ کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو جائے گا۔'' (۳۶۶)

۲۔ قیام کے اندر وہ لاٹھی یا دیوار کا سہارا لے سکتا ہے۔ حسن بصریؒ اس امر کو مکروہ سمجھتے تھے کہ ایک شخص فرض نماز کے اندر بلا عذر کسی چیز کا سہارا لے لیکن نفل نماز کے اندر آپ اسے مکروہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۳۶۷) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز د کا جز ۷)

۳۔ احتباء اور تربع کی حالت میں نفل نماز ادا کرنا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز د کا جز ۲ اور ۳)

۴۔ آیت رحمت یا آیت عذاب کی قرأت پر دعا مانگنا۔ حسن بصریؒ اس امر کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے کہ نفل پڑھنے والا اگر ایسی آیت کی قرأت کرے جس میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہو تو ٹھہر کر جنت کی دعا اور دوزخ سے پناہ مانگے۔ (۳۶۸)

ج۔ سنن رواتب یعنی موکدہ سنتیں: سنن رواتب وہ سنتیں ہیں جو فرض نمازوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ حسن بصریؒ نے اپنے ایک فقرے میں انہیں یکجا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''سنتیں دس رکعتیں ہیں۔ ظہر سے پہلے دو رکعتیں اور ظہر کے بعد دو رکعتیں، مغرب کے بعد دو رکعتیں، عشاء کے بعد دو رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں۔'' (۳۶۹) اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ ظہر کی سنت: حسن بصریؒ نے اپنے درج بالا قول میں ذکر کیا ہے کہ ظہر کی سنت فرض سے پہلے دو رکعتیں اور فرض کے بعد دو رکعتیں ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ کی رائے میں سنت ظہر کی یہ کم سے کم مقدار ہے۔ اگر اس میں اضافہ کر کے کوئی شخص چار رکعتیں پڑھ لے تو یہ احسن ہوگا۔ آپ خود ظہر کے فرض کے بعد چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ (۳۷۰)

۲۔ عصر کی نماز کے ساتھ کوئی سنت نہیں ہے۔ جب موذن عصر کی اذان دے دیتا تو حسن بصریؒ کوئی سنت پڑھے بغیر عصر کی نماز ادا کر لیتے۔ (۳۷۱)

۳۔ مغرب کی سنت: مغرب کے فرض سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لینا مستحب ہے۔ تمیم بن سلام یا سلام بن تمیم نے

حسن بصریؒ سے ان دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''یہ دو رکعتیں اس شخص کے لیے بڑی اچھی اور خوب صورت ہیں جو ان کے ذریعے اللہ کی خوشنودی کا طلب گار ہو۔'' (۳۷۲) مغرب کے فرض کے بعد دو رکعتیں پڑھی جائیں گی۔ ان کے متعلق حسن بصریؒ کا قول اوپر گزر چکا ہے۔

۴۔ عشاء کی سنت: عشاء کے فرض کے بعد دو رکعتیں پڑھی جائیں گی۔ ان کے متعلق بھی آپ کا قول اوپر گزر چکا ہے۔

۵۔ فجر کی سنت: فجر کے فرض سے پہلے فجر کی دو رکعتیں سنت ہیں۔ ان کے متعلق بھی آپ کا قول اوپر گزر چکا ہے۔ آپ کی رائے تھی کہ تمام سنن کے اندر فجر کی سنت کی سب سے زیادہ تاکید ہے۔ یہ واجب کے درجے میں ہے۔ (۳۷۳) یعنی حکم کے اندر یہ سنت سے ارفع اور فرض سے ادنیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فجر کے فرض کی اقامت ہو جانے کے بعد بھی اس سنت کی ادائیگی کی رخصت دی ہے۔ دیگر سنن رواتب کے لیے یہ رخصت نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جزب کا جز ۲) آپ نے جماعت ہو جانے کے بعد مسجد میں آنے والے کو اس سنت کی ادائیگی کی رخصت دی ہے، دیگر سنن رواتب کے لیے نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر مسجد میں جماعت ہو جائے اور اس کے بعد تم وہاں جاؤ تو فرض نماز کی ادائیگی کے ساتھ ابتدا کرو سوائے فجر کی سنت کے۔'' (۳۷۴)

اگر کسی شخص سے قیام اللیل فوت ہو جائے یا رات کے وقت قرآن کی جو منزل وہ ہمیشہ پڑھا کرتا تھا، وہ اس سے رہ جائے تو فجر کی سنت کے اندر اس میں سے کچھ پڑھ لینا اس کے لیے جائز ہوگا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱ کے جزج کا جز ۵)

۶۔ فجر کی سنت پڑھنے کے بعد باتیں کرنا: اگرچہ بعض علماء فجر کی سنت کے بعد فرض کی ادائیگی تک کلام کرنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں تاہم حسن بصریؒ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (۳۷۵)

۷۔ فجر کی سنت پڑھ کر ذرا سی دیر کے لیے لیٹ جانا: اگرچہ بعض علماء سنت فجر کے بعد ذرا سی دیر کے لیے لیٹ جانے کو سنت سمجھتے ہیں لیکن حسن بصریؒ کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ (۳۷۶)

۸۔ سنن رواتب کا سقوط کب ہوتا ہے؟: سفر کے اندر یہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱ کے جز أ کا جز ۷) اسی طرح اگر جماعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ سنن رواتب نہ پڑھے بلکہ فرض نماز کے ساتھ ابتدا کرنا اس پر لازم ہوگا۔ اس قاعدے سے فجر کی سنت مستثنیٰ ہے۔ یہ سنت ہر حالت میں پڑھی جائے گی۔ اس بارے میں حسن بصریؒ کا یہ قول اوپر گزر چکا ہے کہ: ''اگر مسجد میں جماعت ہو جائے اور اس کے بعد تم وہاں جاؤ تو فرض نماز کی ادائیگی کے ساتھ ابتدا کرو سوائے فجر کی سنت کے۔''

۹۔ فجر کے بعد نفل پڑھنا: طلوع فجر کے بعد نوافل ادا کرنے کے بارے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق طلوع فجر کے بعد آپ دو ہلکی رکعتوں کے سوا کچھ اور نہیں پڑھتے تھے۔ (۳۷۷) یعنی فجر کی سنت کی دو رکعتیں۔ دوسری روایت کے مطابق آپ فرماتے: ''طلوع فجر

کے بعد جتنی رکعتیں چاہو پڑھو (۳۷۸) ان دونوں روایتوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ آپ طلوع فجر کے بعد نفل پڑھنے کی اباحت کرتے تھے لیکن خود نہیں پڑھتے تھے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز ُ کے جز ۱۲ کا جز اُ)

ھ۔ سنت طواف:

۱۔ یہ دو رکعتیں ہیں جنہیں طواف کرنے والا طواف سے فارغ ہو کر پڑھتا ہے۔ اس کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ یہ سنت مقام ابراہیم کے پیچھے ادا کرے۔ حسن بصریؒ کو ایسا کرنا بہت پسند تھا۔ اگر طواف کرنے والا ایسا نہ کر سکے بلکہ کسی اور جگہ کھڑے ہو کر مذکورہ سنت ادا کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۳۷۹)

۲۔ اگر طواف کرنے والا مذکورہ سنت بھول جائے تو بیوی سے ہمبستری سے پہلے پہلے اسے جس وقت بھی یاد آ جائے، وہ اس کی ادائیگی کر لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص طواف کی دو رکعتیں پڑھنا بھول جائے تو عورتوں کے ساتھ ہمبستری سے پہلے پہلے اسے جس وقت بھی یاد آ جائے، ان کی ادائیگی کر لے۔'' (۳۸۰)

۳۔ اگر طواف سے فراغت کے بعد کوئی شخص کوئی بھی فرض نماز پڑھے تو یہ فرض نماز اس کے لیے سنت طواف کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ (۳۸۱) اگر فرض نماز پڑھنے کے بعد وہ یہ سنت بھی پڑھ لے تو احسن ہو گا۔ حسن بصریؒ نے بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد فرض نماز ادا کی، پھر سنت طواف کی دو رکعتیں پڑھیں۔ (۳۹۲)

۴۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ طواف کے ہر سات چکر مکمل کرنے کے بعد سنت طواف کی دو رکعتیں پڑھی جائیں۔ یہ صورت مکروہ ہے کہ طواف کرنے والا طواف کے کئی سات چکر ایک ساتھ مکمل کر کے پھر تسلسل کے ساتھ ان کی سنت پڑھے۔ (۳۸۳)

۵۔ اوقات کراہت میں طواف کی دو رکعتیں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز ُ کے جز ۱۲ کا جز اُ)

و۔ تحیۃ المسجد کی سنت: جو شخص مسجد کے اندر سے ہو کر گزرے یا مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے۔ یہ تحیۃ المسجد کی سنت ہے۔ (۳۸۴) ابن التیمی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ کیا آپ یہ بات ناپسند نہیں کرتے کہ ایک شخص مسجد سے گزرے اور اس میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد نہ پڑھے؟'' آپ نے جواب دیا: ''کیوں نہیں۔'' (۳۸۵) اگر ایک شخص مسجد میں داخل ہو کر دیکھے کہ جماعت کھڑی ہے تو تحیۃ المسجد نہ پڑھے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۲)

اگر جمعہ کے دن خطبہ جمعہ کے دوران کوئی شخص مسجد میں جائے تو تحیۃ المسجد پڑھ لے، پھر بیٹھ کر خطبہ سنے۔ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۴ کا جز اُ)

ز۔ سنت اوابین: مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت کا احیاء سنت اوابین کہلاتا ہے۔ حسن بصریؒ اس نماز کو قیام اللیل میں شمار نہیں کرتے تھے۔ عمرو نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ اس نماز کو قیام اللیل میں شمار نہیں کرتے تھے۔ (۳۸۶) سورۂ مزمل کی آیت نمبر ۶ میں ارشاد باری ہے۔ (اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً

وَ اَقْوَمُ قِيْلًا ۔ بے شک رات کے وقت اٹھنے میں (دل وزبان کا) خوب میل رہتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔) اس سے اوابین کی سنت مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ نوافل ہیں جو عشاء کے بعد سے لے کر صبح تک پڑھے جائیں۔ (۳۸۷)

ح۔ قیام اللیل:

ا۔ یہ وہ نوافل ہیں جو عشاء کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ درج بالا آیت میں یہی نوافل مراد ہیں۔: ''نَاشِئَةَ اللَّيْلِ'' سے قیام اللیل مراد ہے جیسا کہ درج بالا پیرے میں ذکر ہوا ہے۔

۲۔ قیال اللیل دو دو رکعت کرکے ادا کیا جائے گا۔ حسن بصریؒ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ: ''دن اور رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔'' (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱ کے جز ا کا جز ۶)

۳۔ یہ جائز ہے کہ ایک شخص وتر پڑھنے کے بعد قیام اللیل ادا کرے۔ اسے ایک رکعت ضم کرکے وتر توڑ ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (۳۸۸) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جب ایک شخص وتر پڑھ لے اور پھر رات کو اٹھ کر نفل پڑھے تو دو دو رکعت کرکے پڑھے۔'' (۳۸۹) (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جز م کا جز ۴)

۴۔ یہ بھی جائز ہے کہ قیام اللیل میں جہری قرأت کرے۔ حسن بصریؒ جب رات کو اٹھ کر نفل پڑھتے تو گھر والے آپ کی قرأت کی آواز سنتے۔ (۳۹۰)

۵۔ اگر کسی سے ایک رات قیام اللیل رہ جائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس کے عوض فجر کی سنت میں طویل قیام کرے اور اگر رات کے وقت اس سے معمول کی تلاوت رہ جائے تو فجر کی سنت کی دو رکعتوں میں اس کی قرأت کرلے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کسی شخص سے رات کے نوافل رہ جائیں اور وہ انہیں پڑھ نہ سکے تو اس کے لیے فجر کی سنت کے اندر طویل قیام کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۳۹۱) نیز فرمایا: ''اگر کسی شخص سے اس کی رات کی معمول کی تلاوت رہ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ فجر کی سنت طویل کرکے اس میں اس کی قرأت کرلے۔'' (۳۹۲)

ط۔ تراویح کی نماز: رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد پڑھے جانے والے نوافل کو تراویح کہا جاتا ہے۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ نمازی ہر چار رکعتوں کے بعد بیٹھ کر کچھ دیر آرام کرتا ہے۔ حسن بصریؒ کو یہ بات پسند تھی کہ تراویح پڑھانے والا تراویح پڑھنے والوں کا خیال رکھ کر تراویح پڑھائے اور اپنی قرأت میں تخفیف کرے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھائے، وہ ان کے ساتھ آسانی کا پہلو اختیار کرے۔ اگر وہ قرأت میں سست رفتار ہو تو ایک قرآن ختم کرے اور اگر اس کی قرأت متوسط رفتار کی ہو تو وہ ڈیڑھ قرآن ختم کرے اور اگر وہ تیز رفتاری سے قرأت کرتا ہو تو دو قرآن ختم کرے۔'' (۳۹۳) تراویح کی چار چار رکعتوں کے درمیان نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ (۳۹۴) اگر چار رکعتوں کے بعد کوئی شخص نفل کی نیت کرلے اور امام تراویح کے اتمام کیلئے تکبیر کہے جب کہ نفل پڑھنے والا ابھی رکوع میں نہ گیا ہو تو اس کے لیے جائز ہوگا کہ امام کی نماز کے ساتھ مل جائے اور اس کے ساتھ رکوع

میں جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص رمضان میں دو ترویحوں (تراویح کی چار چار رکعتوں کے درمیان کیے جانے والے وقفے) کے درمیان نفل شروع کردے اور رکوع میں جانے سے پہلے امام تکبیر کہہ کر تراویح شروع کردے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا کہ وہ اپنی نماز کو امام کی نماز کے ساتھ ملادے اور رکوع میں نہ جائے۔'' (۳۹۵)

ی۔ کسوف اور خسوف کی نمازیں:

۱۔ سورج گرہن اور چاند گرہن کی نمازیں ایک جیسی ہیں۔ (۳۹۶)

۲۔ ان کا وقت: نماز کے مکروہ اوقات میں سورج گرہن کی نماز (صلوٰۃ کسوف) نہ پڑھی جائے۔ اگر ان اوقات کے اندر سورج گرہن ہو جائے تو مذکورہ نماز نہ پڑھی جائے بلکہ دعا اور تسبیحات پر اکتفا کرلیا جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر سورج گرہن ایسے وقت میں ہو جس میں نماز حلال نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں لوگ دعائیں کریں۔'' (۳۹۷)

۳۔ اس نماز کا طریقہ: سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھی جائے گی۔ (۳۹۸) یعنی نمازی نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہے گا، پھر قرآن سے جو آسان ہو، اس کی قرأت کرے گا اور اللہ سے دعائیں کرے گا، پھر رکوع میں چلا جائے گا۔ پھر رکوع سے سر اٹھا کر دعائیں کرے گا اور پھر رکوع میں جائے گا، پھر رکوع سے اٹھے گا اور سجدے میں چلا جائے گا۔ (۳۹۹) اس طرح ہر رکعت کے اندر دو دو رکوع اور دو دو سجدے کرے گا۔

صلح (صلح)

۱۔ تعریف: صلح اس عقد کو کہتے ہیں جو تنازعہ ختم کرنے کے لیے طرفین کی رضامندی سے کیا جائے۔

۲۔ صلح کی مشروعیت: طرفین کے درمیان صلح جائز ہے بشرطیکہ یہ کسی انسان کے حق کے ساتھ متصادم نہ ہو اور نہ اس کی وجہ سے کسی واجب الاتباع شرعی حکم کے اندر خلل پیدا ہو۔ بنابریں شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ شب باشی کے سلسلے میں اس کے حق کے بارے میں مصالحت کرلے۔ (۴۰۰) تاہم کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کے ساتھ اس شرط پر صلح کرلے کہ وہ اپنے حق کا بعض حصہ اس سے ساقط کردے گا۔ اگر وہ باقی ماندہ حصہ فوری طور پر ادا کردے۔ کیونکہ اس کے اندر ربوا یعنی سود کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ نیز باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانے کا پہلو بھی ہے اور ضرورت مند کے استحصال کا پہلو بھی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کا دوسرے شخص کے ذمہ کوئی واجب الاداحق ہو اور اس کی ادائیگی کی مدت مقرر ہو اور پھر حق دار اپنا حق اس شرط کے ساتھ فوری طور پر مانگے کہ وہ اپنے حق کا بعض حصہ چھوڑ دے گا تو ایسا کرنا ناجائز ہوگا۔'' نیز فرمایا: ''اگر تم اپنا حق جلد وصول کرنا چاہو تو رقم کی بجائے عروض یعنی سامان وغیرہ لے لو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔'' (۴۰۱) آپ نے سامان وغیرہ لینے کو جائز قرار دیا۔ اس لیے کہ یہ بیع کی صورت ہو جائے گی اور قلیل نیز کثیر کے بدلے بیع جائز ہوتی ہے۔

۳۔ صلح سے رجوع کر لینا: اگر صلح مکمل ہو جائے گی تو یہ لازم ہو جائے گی اور ایک فریق کو دوسرے فریق کی رضامندی کے بغیر اس سے رجوع کر لینا جائز نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ اگر مرد اپنی بیوی کے ساتھ شب باشی کی باری کے سلسلے میں مصالحت کر لے تو کیا بیوی اس صلح سے رجوع کر سکتی ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''اگر وہ اس مصالحت پر رضامند ہوگئی تھی تو اب وہ اس سے رجوع نہیں کر سکتی۔''(۴۰۲)

صورۃ (تصویر اور مجسمہ)

ا۔ تعریف: صورت اللہ کی کسی زندہ مخلوق کی شکل کو کہتے ہیں خواہ وہ مجسمہ ہو مثلاً بت یا مجسمہ نہ ہو۔

۲۔ اس کا حکم: اگر درج ذیل شرائط کی رعایت کی جائے تو تصویر سازی جائز ہوگی:

اَ۔ یہ تصویر کسی زندہ مخلوق مثلاً انسان یا حیوان کی تصویر نہ ہو بلکہ نباتات یا جمادات کی تصویر ہو۔

ب۔ اس کی کیفیت ایسی نہ ہو کہ اگر اس کے اندر زندگی حلول کر جائے تو وہ زندہ رہ جائے مثلاً یہ کہ اس کا سر کٹا ہوا ہو یا دھڑ کے بغیر سر ہو یا اسی طرح کی کوئی اور صورت ہو۔ عقبہ نے حسن بصریؒ سے کہا کہ ہماری مسجد کے ایک کھلے حصے میں تصویریں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ان کی گردنیں کاٹ دو۔''(۴۰۳) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جزا کا جزا)

ج۔ تصویر تعظیم کے مقام پر نہ رکھی جائے: حسن بصریؒ نے ایک دری پر نماز پڑھی تھی جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔(۴۰۴) دری وغیرہ پر تصویریں بنانا جائز ہے بشرطیکہ یہ دری بچھانے کے لیے ہو کیونکہ ایسی صورت میں دری کو پاؤں سے روندا جائے گا اور اس پر بیٹھا جائے گا اور اس کے ساتھ تصویر بھی پاؤں تلے روندی جائے گی اور بیٹھنے والوں کے نیچے آئے گی۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جزا کا جز ۷) ایسی جگہ نماز پڑھنے کی کراہت جہاں تصویریں ہوں۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جزا کا جزا)

صوریۃ (سودا کرنے کی ایک شکل)

ا۔ صوریت یہ ہے کہ قصداً ایک تصرف کا اظہار کیا جائے لیکن دل میں اس کے سوا کوئی اور تصرف پوشیدہ رکھا جائے اور ارادہ بھی اسی پوشیدہ تصرف کا ہو۔

۲۔ صوریت کا حکم: عقود کے اندر صوریت جائز ہے۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو پوشیدہ طور پر مہر کی ایک رقم مقرر کر دے اور ظاہری طور پر اس سے زائد کا اعلان کر دے، فرمایا: ''پوشیدہ طور پر مہر کی مقرر شدہ رقم اس سے لی جائے گی اور علانیہ مہر باطل ہو جائے گا۔''(۴۰۵) نیز فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی عورت سے بیس دینار کے خفیہ مہر پر نکاح کر لے اور اس مہر پر گواہی قائم کر لے پھر علانیہ طور پر تیس دینار کے مہر پر گواہی قائم کرے تو عورت کا مہر وہی بیس دینار ہوگا۔''(۴۰٦)

صیال (حملہ اور دھمکی)

جان، مال اور عزت و آبرو لینے کی دھمکی اور حملے کو صیال کہتے ہیں۔

حملہ آور کا مقابلہ کرنا۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جزا) نیز (مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ز)

صیام (روزہ)

روزے کے بارے میں بحث کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) تعریف۔ (۲) روزے کا حکم۔ (۳) رمضان کی ابتدا اور انتہا کا اثبات۔ (۴) یوم شک کا روزہ۔ (۵) روزے کے اندر دو فرضوں کا ادغام۔ (۶) سحری کھانا۔ (۷) روزہ کن لوگوں پر واجب ہوتا ہے؟ (۸) روزے کی نیت۔ (۹) روزہ دار کے لیے مکروہ اور غیر مکروہ امور۔ (۱۰) روزے کو فاسد کر دینے والے اور فاسد نہ کرنے والے امور۔ (۱۱) جو شخص رمضان کا روزہ توڑ دے، اس کے لیے دیگر امور کی اباحت۔ (۱۲) جو شخص روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، اس پر واجب ہونے والا فدیہ۔ (۱۳) رمضان کا روزہ توڑ دینے کا کفارہ۔ (۱۴) روزے کی قضا۔ (۱۵) متمتع اور قارن حاجیوں کا روزہ۔ (۱۶) کفارات کے روزے۔ (۱۷) نذر کا روزہ۔ (۱۸) اعتکاف کا روزہ۔ (۱۹) نفلی روزہ۔ (اُ۔ عمومی احکام، ب۔ حاجی کے لیے یوم عرفہ کا روزہ، ج۔ یوم عاشورہ کا روزہ، د۔ شوال کے چھ روزے، ھ۔ اشہر حرم کا روزہ)

۱۔ تعریف بطن اور فرج کی شہوتوں سے فجر سے لے کر مغرب تک رکے رہنے کو روزہ رکھنا کہتے ہیں۔

۲۔ روزے کا حکم: روزے کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہوتی ہے مثلاً رمضان کا روزہ، نذر کا روزہ اور کفارات کا روزہ جب کہ روزے کی شکل میں کفارہ دینا متعین ہو جائے۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کا جزد) نیز (مادہ ظھار نمبر ۷ کے جزج کا جز ۲) نیز (مادہ یمین نمبر ۶ کا جز ا) نیز متمتع اور قارن حاجی کا روزہ اگر اسے قربانی کے لیے جانور یعنی ھدی میسر نہ ہو۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کے جزب کا جز ۶)

روزے کی دوسری قسم مسنون روزہ ہے مثلاً یوم عاشورہ کا روزہ، شوال کے چھ روزے اور ایسے روزے جن کے متعلق حضور ﷺ سے حدیث وارد ہوئی ہو۔ روزے کی تیسری قسم مکروہ روزہ ہے یعنی حاجی کے لیے یوم عرفہ کا روزہ۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۳ کا جزج) تنہا جمعہ کے دن کا روزہ نیز اس شخص کا نفلی روزہ جس کے ذمہ رمضان کی قضا ہو۔

چوتھی قسم حرام روزہ ہے مثلاً عید کے دن کا روزہ۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص نذر مان لے کہ وہ فلاں شخص کی آمد کے دن روزہ رکھے گا اور اتفاق سے اس کی آمد عید کے دن ہو جائے تو وہ روزہ نہ رکھے بلکہ قضا کرے، اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (۴۰۷)

حسن بصریؒ سے مروی اقوال کی روشنی میں ان تمام روزوں کی تفصیل آگے آئے گی۔

۳۔ رمضان کی ابتدا اور انتہا کا اثبات: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ رمضان کی ابتدا اور انتہا کا اثبات گواہی کی اہلیت رکھنے والے دو گواہوں کی شہادت کے ذریعے ہی ہوگا۔ اس بارے میں آپ نے فرمایا: ''روزے کے بارے میں نیز عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے متعلق صرف دو مردوں کی گواہی جائز ہوگی۔'' (۴۰۸) اگر ایک مرد رمضان کا چاند دیکھ لے تو اس کی گواہی پر اس وقت تک عمل نہیں ہوگا جب تک دوسرا مرد بھی چاند نہ دیکھ

لے۔ رویت ہلال کی تنہا گواہی دینے والے مرد کے متعلق آپ نے فرمایا: ''اس کی گواہی کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔'' (۴۰۹) صرف یہی نہیں' بلکہ خود اس پر بھی روزہ لازم نہیں ہوگا۔ چاند دیکھنے والے تنہا مرد کے متعلق آپ نے فرمایا: ''وہ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے گا اور لوگوں کے ساتھ روزہ چھوڑے گا۔'' (۴۱۰)
آپ نے اس شخص کے متعلق جو ایک شہر میں ہو اور شہر والوں کے ساتھ مثلاً سوموار کا روزہ رکھ لے اور پھر دوسرے شہر کا سفر کرے اور اس شہر کے لوگوں کو دیکھے کہ انہوں نے ایک دن پہلے یعنی اتوار کے دن دو افراد کی شہادت کی بنا پر روزہ شروع کر لیا تھا، فرمایا: ''وہ اتوار کے دن کے روزے کی قضا نہیں کرے گا اور نہ مذکورہ شہر والے اس کی قضا کریں گے الا یہ کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ کسی شہر والوں نے اتوار کا روزہ رکھا تھا۔ اس صورت میں وہ اس روزے کی قضا رکھیں گے۔'' (۴۱۱) یعنی سوموار کا دن روزہ شروع کرنے میں انہیں اپنی غلطی واضح ہو جائے۔

۴۔ یوم شک کا روزہ: شعبان کی تیسویں تاریخ کو یوم شک کہا جاتا ہے جب فضا میں گرد وغبار یا آسمان پر بادل وغیرہ ہونے کی وجہ سے چاند کا پتہ نہ چل سکے۔ حسن بصریؒ یوم شک کو روزے کی حالت میں صبح کرتے۔ اگر نصف النہار تک رویت ہلال کی خبر آ جاتی تو روزہ پورا کر لیتے ورنہ توڑ دیتے۔ (۴۱۲) اسی مفہوم پر ابن ابی شیبہ کی آپ سے یہ روایت محمول ہوگی کہ آپ یوم شک کو روزہ رکھتے تھے۔ (۴۱۳) یعنی روزے کی حالت میں صبح کرتے تھے۔

ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ کی رائے میں امام المسلمین کو اسی طرح کرنا چاہیے۔ عوام الناس اس بارے میں امام کی پیروی کریں گے یعنی اگر وہ یوم شک کا روزہ رکھے گا تو لوگ بھی یہ روزہ رکھیں گے اور اگر وہ توڑ دے گا تو لوگ بھی توڑ دیں گے۔ (۴۱۴)

۵۔ روزے کے اندر دو فرضوں کا ادغام: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ رمضان کا روزہ نہ صرف فریضہ صوم کے لیے کافی ہوگا بلکہ روزہ دار پر واجب شدہ کسی اور واجب روزے مثلاً کفارہ اور نذر کے روزے کے لیے بھی کافی ہو جائے گا۔ آپ کی رائے تھی کہ جس شخص پر کفارۂ ظہار کے سلسلے میں مسلسل دو ماہ کا روزہ واجب ہو یا اس نے ایک ماہ روزہ رکھنے کی نذر مانی ہو اور پھر رمضان آ جائے اور وہ رمضان کے روزے رکھ لے تو اس کے یہ روزے رمضان اور نذر دونوں کے روزوں کے لیے یا رمضان اور کفارہ دونوں کے روزوں کے لیے کافی ہو جائیں گے لیکن کیا یہ روزے رمضان نیز کفارہ اور نذر تینوں کے روزوں کے لیے کفایت کر جائیں گے؟ اس کے متعلق حسن بصریؒ کا کوئی نص موجود نہیں ہے اگرچہ آپ کے قول کا قیاس یہی ہے کہ کفایت کر جائیں گے۔ واللہ اعلم۔

۶۔ سحری کھانا: اس پر گفتگو (مادہ سحور) میں گزر چکی ہے۔

۷۔ روزہ کن لوگوں پر واجب ہوتا ہے؟: ایک شخص پر روزہ واجب ہونے کے لیے درج ذیل شرائط درکار ہیں:

اَ۔ مسلمان ہونا: کیونکہ کافر اسلامی احکام کا مکلف نہیں ہوتا۔ اگر رمضان کے کچھ دن گزر جانے کے بعد ایک

کافر مسلمان ہو جائے تو وہ باقی ماندہ دنوں کے روزے رکھے گا اور مسلمان ہونے سے پہلے گزر جانے والے دنوں کی قضا کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص رمضان کے درمیان میں مسلمان ہو جائے تو پورے مہینے کے روزے رکھے گا۔'' (۴۱۵) کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵ میں ارشاد باری ہے۔ (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ جو شخص یہ مہینہ پالے، وہ اس کا روزہ رکھے۔)

ب۔ بالغ ہونا: نابالغ پر عبادات کا وجوب نہیں ہوتا۔ روزہ بھی ایک عبادت ہے۔ تاہم نابالغ کو عبادات کا عادی بنانے کی خاطر اسے یہ عبادات بجالانے کا حکم دیا جائے گا۔ اس مقصد کی خاطر اگر نابالغ کے اندر روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس سے روزہ رکھوایا جائے گا۔ (۴۱۶)

ج۔ روزہ رکھنے کی قدرت: مریض کو اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ روزہ نہیں رکھے گا اور پھر ان روزوں کی قضا کرے گا۔ جس بیماری کی وجہ سے مریض کے لیے روزہ چھوڑ دینا جائز ہوتا ہے، اس کی حد یہ ہے کہ اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی استطاعت نہ ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مریض کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو وہ روزہ چھوڑے گا۔'' (۴۱۷) اگر بیماری کی نوعیت یہ ہو کہ اس سے شفایابی کی امید نہ ہو تو فدیہ نکالنے کے معاملہ میں اس مریض کی حیثیت اس بوڑھے جیسی ہوگی جو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہوتا ہے۔ ایسے بوڑھے کو: ''شیخ فانی'' کہتے ہیں۔ اگر روزہ چھوڑنے والا مریض تندرست ہو کر قضا روزے رکھنے سے پہلے وفات پا جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ نکالے گا۔ ایک روایت کے مطابق ولی پر کوئی چیز عائد نہیں ہوگی اور وہ فوت شدہ مریض کی طرف سے کوئی فدیہ نہیں دے گا۔ تاہم پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ (۴۱۸) جو بوڑھا شخص اپنے بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو، وہ روزہ چھوڑ دے گا اور اس پر فدیہ لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بڑی عمر کا بوڑھا جسے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، روزہ چھوڑ دے گا اور ہر روز ایک مسکین کو ایک مکوک (تقریباً ڈیڑھ صاع) گندم یا ایک مکوک خرما (چھوہارے) کھلائے گا۔'' (۴۱۹) مکوک ایک پیمانے کا نام ہے جو تقریباً ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے۔ جمہور کے نزدیک وہ ۲۲ا،۳ لیٹر اور حنفیہ کے نزدیک ۰۴۳،۵ لیٹر کے مساوی ہوتا ہے۔ (۴۱۹ ب)

اگر حاملہ عورت کو اپنے جنین کی جان کا اور مرضعہ کو اپنے دودھ پینے والے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو دونوں روزہ چھوڑ دیں گی اور پھر ان روزوں کی قضا کریں گی۔ انہیں فدیہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حاملہ اور مرضعہ روزے نہیں رکھیں گی بلکہ ان کی قضا کریں گی۔ جس طرح مریض روزے نہ رکھ کر بعد میں ان کی قضا کرتا ہے۔'' (۴۲۰)

د۔ مقیم ہونا: مسافر کے لیے روزہ چھوڑ دینا جائز ہے۔ جب وہ مقیم ہو جائے تو قضا روزے رکھ لے۔ سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں گفتگو (مادہ سفر نمبر ۱۰) میں گزر چکی ہے۔

رمضان کے اندر سفر کا جواز۔ (دیکھیے مادہ سفر نمبر ۱۰ کا جز اَ اور نمبر ۵)

ھ۔ حیض اور نفاس سے پاک ہونا: حائضہ اور نفاس والی عورت پر روزہ حرام ہے۔ اگر وہ روزہ رکھ لیں تو ان

کے روزے کا انعقاد نہیں ہوگا۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اگر ایک عورت روزے کے ساتھ صبح کرے اور پھر اسے حیض آ جائے تو وہ روزہ ختم کر دے گی۔ اگر وہ حیض کی حالت میں صبح کرے اور پھر حیض بند ہو جائے تو دن کا باقی ماندہ حصہ کھائے پیئے بغیر گزارے گی لیکن اسے روزہ شمار نہیں کرے گی۔ حسن بصریؒ نے اس عورت کے بارے میں جسے رمضان میں سورج زرد ہو جانے کے بعد حیض آ جائے، فرمایا: ''وہ روزہ ختم کر دے گی۔'' نیز فرمایا: ''اگر عورت حیض کی حالت میں صبح کرے اور طلوع فجر کے بعد حیض بند ہو جائے تو وہ دن کے بقیہ حصے میں کچھ نہیں کھائے گی۔''(۴۲۱) (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز واؤ) جہاں تک مستحاضہ کا تعلق ہے تو اسے روزہ، نماز اور تلاوت قرآن سے نہیں روکا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر ۴ کا جز أ)

و۔ حدث اکبر (جنابت) سے پاک ہونا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر جنبی روزے کی حالت میں صبح کرے اور اس کا یہ روزہ فرض روزہ ہو تو روزہ درست نہیں ہوگا۔ تاہم وہ اپنا یہ روزہ جاری رکھے گا اور اس کی قضا کرے گا۔ اگر مذکورہ روزہ نفلی روزہ ہو تو درست ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''جنبی کا نفلی روزہ درست ہو جائے گا اور فرض روزے کی وہ قضا ادا کرے گا۔''(۴۲۲) (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جز ج)

ز۔ ہوش میں ہونا: اگر ایک شخص پر رمضان کے اندر طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک بے ہوشی طاری رہے تو وہ اس روزے کی قضا کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بے ہوشی کی زد میں آیا ہوا شخص روزہ قضا کرے گا۔''(۴۲۳) (دیکھئے مادہ اغماء نمبر ۲ کا جز ب)

۸۔ روزے کی نیت: روزہ ایک عبادت ہے اور عبادتیں نیت کے بغیر درست نہیں ہوتیں۔ اس لیے روزے کی صحت کے لیے نیت شرط ہے۔ اگر فرض روزہ ہو تو اس کے لیے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے نیت کرنا ضروری ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان، نذر اور کفارات کے روزوں کی رات سے نیت کرنا واجب ہے۔ (۴۲۴) تاہم سحری کھانا نیت کے قائم مقام ہو جائے گا۔ (۴۲۵) اگر ایک شخص اٹھ کر سحری کھا لے تو یہ اس کی نیت بن جائے گی۔ اس لیے کہ نیت جزم قلبی کا نام ہے اور سحری کھانا قلبی عزم کی دلیل ہے۔

اگر ایک شخص رمضان کی پہلی رات میں پورے مہینے کے روزوں کی نیت کر لے تو اس کے لیے یہ بات کافی ہو جائے گی۔ (۴۲۶)

اگر روزہ نفلی ہو تو اس کے لیے رات سے نیت کرنا واجب نہیں ہوگا۔ اگر کوئی شخص رات سے نفلی روزے کی نیت کر لے تو اس پر روزہ واجب ہو جائے گا۔ اگر وہ اس کے بعد روزہ نہ رکھے تو اس پر اس روزے کی قضا واجب ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص رات سے روزے کی نیت کر لے اور پھر روزہ نہ رکھے تو اس پر قضا لازم ہوگی۔''(۴۲۷) اگر کوئی شخص نفلی روزے کے لیے سحری کھا لے تو اس پر روزہ واجب ہو جائے گا۔ اس لیے کہ سحری کھانا نیت کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ روزہ نہ رکھے تو اس پر قضا لازم ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص کسی سے پوچھے کہ تم نے روزہ رکھا ہے؟ اور وہ اس کا جواب اثبات میں دے تو اس کی یہ بات نیت میں شمار ہوگی کیونکہ اس جواب کی وجہ سے گویا اس نے اپنے اوپر روزہ واجب کر

لیا۔ البتہ اگر وہ اپنے جواب میں انشاء اللہ بھی کہے تو اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو روزہ رکھ لے اور چاہے تو نہ رکھے۔ (۴۲۸)

۹۔ روزہ دار کے لیے مکروہ اور غیر مکروہ امور:

اَ۔ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا: صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ اس کے ساتھ اگر کوئی اور دن بھی شامل کر لیا جائے تو پھر یہ روزہ جائز ہوگا۔ سلام بن مسکین نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں نے حسن بصریؒ سے جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ اس سے منع کیا گیا ہے الا یہ کہ آگے پیچھے دنوں کے بھی روزے رکھے جائیں۔'' (۴۲۹)

ب۔ یوم عرفہ کو حاجی کا روزہ رکھنا: حسن بصریؒ نے اس روزے کو مکروہ قرار دیا ہے تاکہ روزہ نہ رکھ کر حاجی کو قیام عرفہ اور دعاؤں کے لیے پوری توانائی حاصل رہے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۳ کا جزج)

ج۔ پانی میں غوطہ لگانا: روزہ دار کے لیے پانی میں غوطہ لگانا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ پیٹ میں پانی چلے جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ (۴۳۰)

د۔ سینگی لگوانا: روزہ دار کے لیے سینگی لگوانا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ سینگی لگوانے کی وجہ سے اس کے جسم میں کمزوری آ جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ حجامۃ نمبر ۲ کا جزج)

ھ۔ سعوط (ناک میں چڑھانے کی دوا نسوار وغیرہ): اگر روزہ دار سعوط لے تو اس کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہوگا۔ (۴۳۱) بشرطیکہ وہ حلق تک نہ پہنچے۔ اگر حلق تک پہنچ جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۴۳۲)

و۔ طعام، پانی اور دوا نگلے بغیر حلق تک پہنچا دینا: روزہ دار کے لیے ضرورت کی بنا پر طعام یا پانی اپنے حلق میں داخل کرنا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ اسے نگل جانے سے بچا رہے۔ بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہوگا۔ ضرورت کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ خوردنی چیز چکھنا: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ روزہ دار شہد اور گھی وغیرہ چکھ کر اسے تھوک دے۔'' (۴۳۳)

۲۔ گرمی کی وجہ سے منہ کو تر کر لینا: حسن بصریؒ روزے کی حالت میں منہ میں پانی ڈال لیتے۔ اسے منہ کے اندر پھیرنے کے بعد کلی کر دیتے۔ گرمی کی شدت میں آپ اسی طرح کرتے تھے۔ (۴۳۴) یونس کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ کے پاس شدید گرمی میں جاتا۔ آپ روزے سے ہوتے اور ظہر سے عصر تک پانی سے کلی کرتے رہتے۔ آپ رجب کے مہینے میں اسی طرح کرتے تھے۔ (۴۳۵)

۳۔ بچے کے لیے کھانا چبانا: حسن بصریؒ روزہ دار کے لیے یہ بات مکروہ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ اپنے منہ میں کھانا ڈال کر چبائے اور پھر اسے اپنے بچے کو کھلا دے لیکن اپنے حلق سے اس کا کوئی جز نیچے نہ اترنے دے۔ آپ خود اس طرح کیا کرتے تھے۔ یونس کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ کو دیکھا تھا کہ آپ کھانا اپنے منہ میں چبا کر بچے کو کھلاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ روزے کی حالت میں اخروٹ چبا کر اپنے

پوتے کو کھلاتے تھے۔ یعنی اخروٹ اپنے منہ میں ڈال کر چباتے اور پھر اسے منہ سے نکال کر بچے کو کھلا دیتے۔ (۴۳۶)

و۔ دوا لگانا: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر روزہ دار کے منہ میں کوئی بیماری یا زخم ہو تو حضض (ایک کڑوی دوا) وغیرہ دیگر دوائیں منہ پر لگانے میں کوئی حرج نہیں۔'' (۴۳۷)

ز۔ مسواک کرنا: روزہ دار کے لیے دن کے اول اور آخر میں مسواک کر لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے خواہ مسواک تر ہو یا خشک۔ آپ نے فرمایا: ''روزہ دار کے لیے تر مسواک استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (۴۳۸) نیز فرمایا: ''دن کے آخر پر مسواک کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مسواک کرنے سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے روزہ دار دن کے اول و آخر میں مسواک کر لیا کرے۔'' (۴۳۹) (دیکھئے مادہ استیاک نمبر۲)

ح۔ سرمہ لگانا: روزہ دار کے لیے سرمہ لگانا مکروہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۴۴۰)

ط۔ روزہ دار کے لیے بوسہ لینے کی رخصت ہے۔ (۴۴۱)

ی۔ مذی خارج کرنا: روزہ دار کے لیے مکروہ ہے کہ وہ اپنے عضو تناسل کو چھیڑتا رہے یا بوسہ بازی کرتا رہے یہاں تک کہ اس کی مذی نکل آئے۔ جو شخص رمضان میں دن کے وقت بوس و کنار کرے یا چھیڑ خوانی جاری رکھے یہاں تک کہ مذی خارج ہو جائے، اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''وہ ایک فضول کام کرتا ہے اور بہت برا کرتا ہے۔'' (۴۴۲)

۱۰۔ روزے کو فاسد کر دینے والے اور فاسد نہ کرنے والے امور:

أ۔ کھانا پینا: کھانے پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ جو شخص روزہ توڑنے کی اباحت کرنے والے عذر کے بغیر عمداً کھائے پیے، اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر کفارے کے ساتھ روزے کی قضا بھی لازم ہو جائے گی لیکن جو شخص روزہ توڑ دینے والے عذر مثلاً بیماری وغیرہ کی بنا پر عمداً کھا پی لے، اس پر قضا لازم ہو گی، کفارہ نہیں۔ (۴۴۳)

ب۔ عمداً جماع اور انزال: اگر روزہ دار بوس و کنار یا چھیڑ خوانی کرے یا فرج کے سوا کسی اور جگہ جنسی عمل کرے اور اسے انزال ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارے کے ساتھ قضا بھی لازم ہو گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر روزہ دار بوسہ بازی یا لمس کرے اور اسے انزال ہو جائے تو وہ ہمبستری کرنے والے کے بمنزلہ ہو گا۔'' (۴۴۴) (دیکھئے مادہ استمناء نمبر۴ کا جز ا)

ج۔ اگر روزہ دار کو مذی آ جائے لیکن انزال نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (مادہ صیام نمبر ۹ کے جز ی) میں حسن بصریؒ کا اس شخص کے متعلق جو رمضان میں دن کے وقت بوس و کنار یا چھیڑ خوانی کرے اور اسے مذی آ جائے، یہ قول گزر چکا ہے کہ: ''اس کی یہ فضول حرکت ہے اور وہ بہت برا کرتا ہے۔'' (۴۴۵)

د۔ قے: اگر روزہ دار زبردستی قے کرے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اس پر قضا لازم ہو گی، کفارہ نہیں۔ لیکن اگر اسے ازخود قے آ جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص زبردستی قے کرے، اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر قضا لازم ہو گی اور جسے ازخود قے آ جائے، اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔''(۴۴۶) ابن المنذر نے: ''الاجماع'' کے اندر آپ سے ایک روایت نقل کی ہے جو ازخود قے آ جانے کے مسئلہ میں اجماع کے خلاف ہے کہ: ''جسے ازخود قے آ جائے، اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔'' (۴۴۷) میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ یہ روایت مفسدات صوم کے بارے میں حسن بصریؒ کے فقہی تصورات کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

ھ۔ سعوط (ناک کے ذریعے چڑھائی گئی دوا وغیرہ) اگر حلق تک پہنچ جائے: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ سعوط اگر حلق تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۴۴۸) اس میں کفارے کے وجوب کی بات آپ سے نقل نہیں ہوئی ہے۔

و۔ جنبی کا غسل نہ کرنا: اگر روزہ دار جنابت کی حالت میں صبح کرے اور اس کا روزہ فرض روزہ ہو تو یہ روزہ درست نہیں ہو گا۔ وہ اسے جاری رکھے گا اور پھر اس کی قضا کرے گا۔ اگر اس کا روزہ نفل روزہ ہو تو درست ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جنبی کا نفلی روزہ درست ہو جائے گا اور وہ فرض روزے کی قضا رکھے گا۔''(۴۴۹) (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جزج) نیز (مادہ صیام نمبر ۷ کا جز واؤ)

ز۔ بے ہوشی: اگر ایک شخص روزے کے پورے وقت میں بے ہوش رہے تو اس پر اس روزے کی قضا لازم ہو گی۔ اس کا ذکر (مادہ اغماء نمبر ۲ کے جز ب) اور (مادہ صیام نمبر ۷ کے جز ز) میں ہو چکا ہے۔ ہم نے حوالہ تلاش کرنے والے کی آسانی کے لیے یہاں اس کا اعادہ کر دیا ہے۔

ح۔ سینگی لگوانا: سینگی لگانے سے روزہ دار کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ نووی نے یہ بات حسن بصریؒ سے نقل کی ہے۔ دوسرے حضرات نے آپ سے روایت کی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ حجامۃ نمبر ۲ کا جزج)

ایک روزہ دار کو اگر روزہ توڑ دینے والے کسی فعل پر مجبور کر دیا جائے اور وہ یہ فعل کر لے تو اس پر قضا لازم ہو گی، کفارہ نہیں۔ (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۲ کا جزج)

ط۔ ایسے امور جن سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا: اگر روزہ دار بھول کر یا غلطی سے یا بلا ارادہ روزہ توڑ دینے والا کوئی فعل کر لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۱۔ بھول کر کئے جانے والے افعال: اگر روزہ دار اپنا روزہ بھول کر کھا پی لے یا ہمبستری کر لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (۴۵۰) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص رمضان میں اپنا روزہ بھول کر بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لے، وہ بھول کر کھا پی لینے والے کی طرح ہو گا۔''(۴۵۱)

۲۔ غلطی سے کیے جانے والے افعال: جو شخص یہ سوچ کر کہ سورج غروب ہو چکا ہے یا ابھی فجر طلوع نہیں ہوا ہے، کھا پی لے یا ہمبستری کر لے اور پھر صورت حال اس کے خلاف ظاہر ہو جائے تو اس کا روزہ درست ہو

گا اور اس پر قضا لازم نہیں ہوگی۔ (۴۵۲) (دیکھئے مادہ خطا نمبر ۲ کا جز أ)

۳۔ بلا ارادہ کیے جانے والے افعال: اگر کوئی شخص کلی کرنے کے لیے منہ میں پانی ڈالے یا ناک میں پانی ڈالے اور پانی کا کچھ حصہ بلا اختیار اس کے پیٹ میں چلا جائے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔ (۴۵۳) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر روزہ دار کلی کرے اور کچھ پانی اس کے منہ میں داخل ہو جائے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی۔ وہ اپنا روزہ پورا کرے۔'' (۴۵۴) اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی گھس جائے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔'' (۴۵۵) اس کی ایک صورت نیند کے اندر انزال ہو جانے کی ہے خواہ اس نے کوئی خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

۴۔ منہ کے زخم پر دوا لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ تداوی نمبر ۳ کا جز ب)

۱۱۔ جو شخص رمضان کا روزہ توڑ ڈالے، اس کے لیے دیگر مفطرات کی اباحت:

حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ روزہ دار اگر رمضان کا روزہ کھانے پینے یا ہمبستری کرنے کے ذریعے توڑ ڈالے تو وہ بے روزہ شمار ہوگا اور اس کے لیے وہ تمام امور حلال ہو جائیں گے جو غیر رمضان میں بے روزہ لوگوں کے لیے حلال ہیں یعنی کھانا پینا اور ہمبستری وغیرہ۔ البتہ وہ یہ تمام کام کھلم کھلا نہ کرے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر روزہ دار ہمبستری کر لے تو پھر کھانے یا نہ کھانے کی کوئی پروا نہ کرے۔'' (۴۵۶)

۱۲۔ روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھنے والے پر واجب ہونے والا فدیہ: پہلے گزر چکا ہے کہ جس مریض کی شفایابی کی امید نہ ہو اور جو مریض روزہ قضا کرنے کی استطاعت حاصل کرنے سے پہلے وفات پا جائے نیز بڑی عمر کا بوڑھا یعنی شیخ فانی جسے روزے کی طاقت نہ ہو، سب کے سب فدیہ نکالیں گے بشرطیکہ انہیں فدیہ ادا کرنے کی استطاعت ہو۔ یہ فدیہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو ایک مکوک گندم دینے یا کھانا کھلانے سے عبارت ہے۔ مکوک ایک پیمانہ ہے جو تقریباً ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ج) سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۴ میں ارشاد باری (وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۔ اور ان لوگوں پر جو اس کی طاقت رکھتے ہوں، ایک مسکین کا کھانا ہے۔) حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''یعنی وہ لوگ جو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتے ہوں۔'' (۴۵۷)

۱۳۔ رمضان میں روزہ توڑ ڈالنے کا کفارہ:

أ۔ اگر رمضان میں روزہ توڑنے کی اباحت کرنے والے عذر کے بغیر عمداً روزہ توڑ دیا جائے تو کفارہ واجب ہو جاتا ہے خواہ روزہ توڑنے کا عمل کھانے پینے کے ذریعے کیا گیا ہو یا ہمبستری یا انزال کے ذریعے۔ (۴۵۸) اس کا ذکر (مادہ صیام نمبر ۱۰ کے جز أ اور ب) میں ہو چکا ہے۔

ب۔ اگر غیر رمضان میں روزہ توڑا جائے تو کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے رمضان کی قضا کا روزہ توڑ دینے پر کفارہ واجب نہیں کیا۔ آپ نے اس شخص کے متعلق جس کی بیوی رمضان کے قضا روزے رکھتی ہو اور وہ اس سے ہمبستری کر لے، فرمایا: ''اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔'' (۴۵۹)

ج۔ اکراہ کی حالت میں کفارہ ساقط ہو جاتا ہے۔ (۴۶۰) جس شخص کو روزہ توڑنے پر مجبور کر دیا جائے اور وہ روزہ توڑ دے تو اس کی قضا کرلے گا۔ اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۲ کا جزب)

د۔ اگر رمضان کا روزہ دار ایک دن کے اندر روزہ توڑ ڈالنے والی کئی حرکتیں کر بیٹھے مثلاً کھا پی لے ہمبستری کر لے اور عمداً قے کرلے تو اس پر صرف ایک کفارہ واجب ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص رمضان میں اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرلے، اس کے بعد کھا پی بھی لے تو صرف ایک کفارہ دے گا جس طرح ہمبستری کا کفارہ ہوتا ہے۔'' (۴۶۱)

ھ۔ ہمبستری کر کے روزہ توڑنے کی صورت میں مرد پر کفارہ واجب ہوگا، عورت پر نہیں خواہ وہ ہمبستری پر رضامند ہو یا اس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو۔ (۴۶۲)

و۔ رمضان کا روزہ نہ رکھنے کی صورت میں کفارے کی واجب مقدار ہر دن کے بدلے ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو ایک اونٹ کو ذبح کرے۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو چالیس مسکینوں کو بیس صاع (ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے) گندم یا خرما کھلائے۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو حسن بصریؒ سے مروی ایک روایت کے مطابق ہر دن کے بدلے دو دن روزہ رکھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص رمضان میں چار دن کھاتا پیتا اور ہمبستری کرتا رہا، اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''وہ چار غلام آزاد کرے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو چار اونٹ ذبح کرے۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو ہر دن کے بدلے بیس صاع خرما دے اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو ہر دن کے بدلے دو دن روزے رکھے۔'' (۴۶۳) دوسری روایت کے مطابق جو زیادہ صحیح ہے، اسے مالی کفاروں یعنی غلام آزاد کرنے، اونٹ ذبح کرنے اور طعام کھلانے کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ (۴۶۳ب) وہ ان میں سے جو صورت چاہے، کفارے کے لیے منتخب کرلے۔ اگر اسے کوئی بھی صورت میسر نہ ہو تو ہر دن کے بدلے دو دن روزے رکھے۔ آپ نے رمضان کے ایک دن چھوڑنے والے کے بارے میں فرمایا: ''اس پر ایک غلام آزاد کرنا یا ایک اونٹ ذبح کرنا یا چالیس مسکینوں کو بیس صاع کھلانا لازم ہوگا۔'' (۴۶۴)

ز۔ اگر ایک شخص بلا عذر عمداً سارے رمضان کا روزہ نہ رکھے اور اس پر ساٹھ دن مسلسل روزہ رکھنے کا کفارہ واجب ہو جائے اور وہ روزہ رکھنے کے دوران بیمار ہو جائے اور روزہ چھوڑ دے تو اس کا روزہ چھوڑ دینا اس تسلسل کو منقطع نہیں کرے گا جو کفارہ کے روزوں میں اس پر واجب ہوا تھا۔ (۴۶۵)

۱۴۔ روزے کی قضا:

أ۔ قضا روزے مسلسل رکھنا: اگر ایک شخص کسی عذر شرعی کی بنا پر سارا رمضان یا اس کے کچھ دنوں کے روزے نہ رکھ سکے اور پھر وہ ان روزوں کی قضا کرنا چاہے تو اگر چاہے تو یہ روزے متفرق طور پر رکھ لے۔ اگر وہ یہ روزے مسلسل رکھے تو یہ احسن صورت ہوگی۔ حسن بصریؒ رمضان کے روزوں کی مسلسل قضا کو مستحب قرار دیتے تھے۔ (۴۶۶)

ب۔ قضا کے ساتھ فدیہ نکالنا: جس شخص پر بیماری وغیرہ کی وجہ سے رمضان کے روزوں کی قضا واجب ہو جائے لیکن وہ یہ قضا روزے نہ رکھے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ جائے تو وہ موجود رمضان کے روزے رکھے گا اور پھر پہلے رمضان کے قضا روزے رکھے گا۔ اس پر قضا کے ساتھ کوئی فدیہ واجب نہیں ہوگا۔ (۴۶۷)

ج۔ میت کے ولی کا قضا روزے رکھنا: اگر ایک شخص بیماری وغیرہ کی بنا پر رمضان کے روزے نہ رکھے اور پھر اسے قضا روزے رکھنے کی مہلت نہ ملے اور وہ فوت ہو جائے تو اس پر کوئی فدیہ واجب نہیں ہوگا اور اس کا ولی اس کی طرف سے قضا روزے نہیں رکھے گا۔ اگر کسی نے رمضان کے کچھ روزے عذر کی بنا پر یا بلا عذر چھوڑ دیے ہوں اور پھر اس کا عذر دور ہو گیا ہو اور اسے ان روزوں کی قضا کا موقع مل گیا ہو لیکن قضا کیے بغیر وہ فوت ہو گیا ہو تو حسن بصریؒ سے مروی ایک روایت کے مطابق اس کا ولی اس کی طرف سے یہ روزے رکھے گا۔ اور اس کے اولیاء آپس میں یہ روزے بانٹ کر رکھ لیں تو بھی جائز ہوگا۔ (۴۶۸) دوسری روایت کے مطابق اس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ کے طور پر طعام کھلائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص رمضان میں بیمار پڑ جائے اور اسی بیماری کی حالت میں وفات پا جائے تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ تندرست ہو گیا اور قضا روزے رکھے بغیر وفات پا گیا تو اس صورت میں اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مکوک گندم یا ایک مکوک خرما کھلایا جائے گا۔'' (۴۶۹) (مکوک ایک پیمانہ ہے جس کی مقدار ڈیڑھ صاع ہے) دونوں روایتوں میں یہ کہہ کر تطبیق ممکن ہے کہ ولی کو روزہ رکھنے اور طعام کھلانے کے درمیان اختیار ہوگا۔

د۔ ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں قضا روزے رکھنا: حسن بصریؒ اس امر کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کے اندر رمضان کے قضا روزے رکھے۔ ہشام نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں رمضان کی قضا کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ (۴۷۰) کیونکہ یہ ایام طاعت کے ایام ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ پسند کرتے تھے کہ ان ایام میں نفلی روزوں کے لیے انسان فارغ رہے۔

ہ۔ جس شخص کے ذمے قضا روزے ہوں، اس کا نفلی روزہ رکھنا: حسن بصریؒ یہ بات مکروہ قرار دیتے تھے کہ کوئی شخص نفلی روزے رکھے جب کہ اس کے ذمے رمضان کے قضا روزے ہوں سوائے دس دنوں کے۔ (۴۷۱) یعنی ذی الحجہ کے پہلے دس دن۔

۱۵۔ حج قرآن اور حج تمتع کرنے والوں کا روزہ: جس قارن یا متمتع کو ہدی یعنی قربانی کا جانور میسر نہ ہو، اس کا روزہ وہ ہے جو اس پر ایام منیٰ کے سوا دیگر ایام میں واجب ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کے جز ب کا جز ۲)

۱۶۔ کفارات کے روزے (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کا جز د) نیز (مادہ ظہار نمبر ۷ کے جز ج کا جز ۲) اور (مادہ یمین نمبر ۶ کا جز أ)

۱۷۔ نذر کا روزہ۔ (دیکھئے مادہ نذر)

۱۸۔ اعتکاف کا روزہ۔ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۴)

۱۹۔ نفلی روزے:

اَ۔ عمومی احکام:

۱۔ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ حسن بصریؒ نے اس شخص کے نفلی روزے کو مکروہ قرار دیا ہے جس کے ذمے رمضان کے قضا روزے ہوں۔ (۴۷۲)

۲۔ نفلی روزے کے لیے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۸ کا جز ب)

۳۔ اگر جنبی نفلی روزہ رکھ لے تو یہ روزہ درست ہوگا لیکن اگر فرض روزہ رکھے تو اس پر اس کی قضا واجب ہوگی۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۰ کا جز واؤ) نیز (مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جز ج)

۴۔ اگر کوئی شخص نفلی روزہ شروع کر لے تو اس پر اس کا اتمام واجب ہوگا۔ اگر نیت کر لینے یا روزہ شروع کرنے کے بعد وہ روزہ نہ رکھے یا روزہ توڑ دے تو اس پر اس کی قضا واجب ہوگی۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۸ نیز نمبر ۱۹ کے جز اَ کا جز ۵)

۵۔ حسن بصریؒ نفلی روزہ رکھنے والے کو اس بات کی رخصت دیتے تھے کہ مہمان کی آمد کی صورت میں وہ اپنا روزہ توڑ دے اور پھر اس کی قضا کر لے۔ (۴۷۳)

ب۔ حاجی کے لیے یوم عرفہ کا روزہ: حسن بصریؒ حاجی کے لیے عرفہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ حاجی اس دن روزہ نہ رکھ کر وقوف اور دعا کے لیے اپنی توانائی برقرار رکھے۔ تاہم اگر کوئی حاجی یہ روزہ رکھ لیتا تو اس پر نکیر نہ کرتے کیونکہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۳ کا جز ج)

ج۔ عاشورہ کا روزہ: محرم کی دسویں تاریخ یوم عاشورہ ہے۔ (۴۷۴) حسن بصریؒ کو عاشورہ کا روزہ بہت پسند تھا۔ (۴۷۵) کیونکہ حضور ﷺ نے یہ روزہ رکھا تھا۔

د۔ شوال کے چھ روزے: حسن بصریؒ کے سامنے جب شوال کے چھ نفلی روزوں کا ذکر ہوتا جنہیں لوگ رمضان کے بعد رکھا کرتے تھے تو آپ فرماتے: ''اللہ تعالیٰ اس ماہ (ماہ رمضان) کی بنا پر پورے سال کے لیے راضی ہوگیا ہے۔'' (۴۷۶)

ھ۔ اشہر حرم (حرمت کے مہینوں رجب، شوال، ذی قعدہ اور محرم) کے روزے حسن بصریؒ رکھا کرتے تھے۔ (۴۷۷)

و۔ ایام بیض (ہر مہینہ چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ) کے روزے بھی حسن بصریؒ رکھا کرتے تھے۔ (۴۷۸)

صید (شکار پکڑنا)

۱۔ تعریف: ایسے حلال جانور کو جو فطری طور پر متوحش (بدکنے والا) ہو، کسی ذریعے سے پکڑ لینا صید کہلاتا ہے۔

۲۔ سمندر کا شکار: حسن بصریؒ شکاری سے قطع نظر کرتے ہوئے سمندر سے پکڑے ہوئے شکار کو حلال قرار دیتے تھے۔ شکاری خواہ وہ ہو جس کا ذبیحہ حلال ہے مثلاً مسلمان اور اہل کتاب یا حلال نہ ہو مثلاً مجوسی۔ بنا بریں آپ فرماتے: ''مجوسی اگر مچھلیاں پکڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''(۴۷۹) نیز فرماتے: ''میں نے حضور علیہ ﷺ کے ستر ایسے صحابہ کرامؓ کو دیکھا ہے جو مجوسیوں کی پکڑی ہوئی مچھلیاں کھا لیتے تھے اور اس سے ان کے دلوں میں کوئی خلجان پیدا نہیں ہوتا تھا۔''(۴۸۰) نیز شکاری خواہ حالت احرام میں ہو یا احرام کے بغیر ہو، اس کا پکڑا ہوا سمندری شکار کھا لینا حلال ہوگا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۳)

۳۔ خشکی کا شکار:

اَ۔ شکاری: خشکی کا شکار پکڑنے والے شکاری کے لیے شرط ہے کہ اس کا ذبیحہ کھانا حلال ہو یعنی وہ مسلمان یا کتابی ہو۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۳) نیز یہ کہ وہ حالت احرام میں نہ ہو۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ب) پھر جا کر اس کا پکڑا ہوا شکار حلال ہوگا۔

ب۔ شکار کے آلات: یہ آلات تین ہیں۔ زخمی کر دینے والا ہتھیار، زخمی نہ کرنے والا آلہ شکار اور شکاری جانور۔

۱۔ زخمی کر دینے والا ہتھیار: اس ہتھیار کے ذریعے جو بھی شکار مارا جائے گا، اس کا گوشت کھا لینا حلال ہوگا۔ مثلاً اگر شکاری اپنی درانتیاں شکار پکڑنے کے لیے نصب کر دے اور ان سے شکاری کا پیٹ کٹ جائے یا وہ قتل ہو جائے تو اس کا گوشت حلال ہوگا۔ (۴۸۱)

۲۔ زخمی نہ کرنے والے آلات شکار: ان آلات کے ذریعے پکڑا ہوا شکار اس وقت تک کھانا حلال نہیں جب تک وہ شکار کو زخمی نہ کر دیں۔ حسن بصریؒ جلاہق (غلیل) سے مارے ہوئے شکار کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے سوائے اس صورت کے کہ اسے ذبح کر لیا جائے۔ (۴۸۲) اسی طرح معراض (بغیر پر کا تیر جس کا درمیانی حصہ موٹا ہو) کے ذریعے کیے ہوئے شکار کو بھی مکروہ تصور کرتے تھے۔ (۴۸۳) آپ نے اس جال کے شکار کو بھی مکروہ کہا ہے جس میں پھنس کر شکار مر جائے۔ اسی طرح رسی کے ذریعے شکار کو الا یہ کہ رسی میں کوئی دھاردار آلہ لگا ہو جو شکار کو زخمی کر دے۔ (۴۸۴) آپ نے فرمایا: ''رسی کے بنے ہوئے جال میں اگر دھاردار آلہ لگا ہوا اور یہ آلہ شکار کو لگ جائے تو اسے کھا لو اور اگر مذکورہ آلہ شکار کو نہ لگے اور شکار ذبح ہونے سے پہلے مر جائے تو اسے نہ کھاؤ۔''(۴۸۵)

۳۔ شکاری جانور: اس کے پکڑے ہوئے شکار کو کھا لینا اس وقت حلال ہوگا جب اس کے اندر درج ذیل شرائط پائی جائیں گی۔

اَ۔ مذکورہ جانور اصل کے اعتبار سے متوحش (بدک کر بھاگ جانے والا جانے والا) ہو خواہ چیر پھاڑ کرنے والا درندہ ہو یا پرندہ۔ (۴۸۶) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''چیتا اور شاہین کتے کے بمنزلہ ہیں۔''(۴۸۷) نیز فرمایا: ''شکرہ اور باز کتے کے بمنزلہ ہیں۔''(۴۸۸)

ب۔ اسے شکار پکڑنے کی تعلیم دی گئی ہو: اسے اس مقصد کے لیے تعلیم یافتہ اس وقت تصور کیا جائے گا جب وہ

ایک مرتبہ شکار پکڑ کر اسے شکاری کے پاس لے آئے۔ (۴۸۹) پھر جب تک وہ پکڑے ہوئے شکار کو شکاری کے پاس لاتا رہے، شکار میں سے اس کا کچھ کھالینا نقصان دہ نہیں ہوگا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر (شکار کے لیے سدھایا ہوا) کتا شکار کا کچھ حصہ کھا جائے تو تم یہ شکار کھالو۔ اگر وہ اس کا خون پی لے تو بھی اسے کھا لو۔ (۴۹۰) خواہ اس نے اس کا دو تہائی حصہ کیوں نہ کھالیا ہو۔ (۴۹۱) نیز فرمایا: "اگر باز یا شکرہ پکڑے ہوئے شکار میں سے کچھ کھالے تو تم یہ شکار کھالو۔" (۴۹۲) آپ سے مروی ایک اور روایت کے مطابق اگر شکاری کتا شکار میں سے کچھ کھالے تو اس کی تعلیم فاسد اور بے اثر ہو جائے گی اور اس کا پکڑا ہوا شکار نہیں کھایا جائے گا۔ (۴۹۳)

ج۔ کتا کالا بھجنگ نہ ہو: حسن بصریؒ نے ایسے کتے کے پکڑے ہوئے شکار کو مکروہ قرار دیا ہے (۴۹۴) کیونکہ ہمیں اسے ہلاک کر ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔

د۔ کتے کو شکار پکڑنے کی تعلیم کسی مسلمان نے دی ہو: حسن بصریؒ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مجوسی کے کتے کے ذریعے شکار پکڑنا جائز نہیں ہے البتہ یہودی یا نصرانی کے کتے کے ذریعے شکار پکڑنے کے حکم کے متعلق آپ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس کا جواز ہے کیونکہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہوتا ہے۔ اس لیے ان کا شکار بھی حلال ہوگا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ جائز نہیں ہے (۴۹۵) کیونکہ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری ہے (وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ۔ اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو، جن کو خدا کے دیئے ہوئے علم کی بنا پر تم شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو) اللہ نے سدھانے اور تعلیم دینے کی نسبت مسلمانوں کی طرف کی ہے اس لیے غیر مسلموں کا سدھانا اور ان کی دی ہوئی تعلیم جائز نہیں ہوگی۔

ج۔ بسم اللہ پڑھنا:

۱۔ ذبح ہونے والے جانور پر بسم اللہ پڑھنے کی قدرے تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ یہاں شکار پر بسم اللہ پڑھنے کی تفصیل بیان ہوگی۔ پہلی بات کے لیے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۵)

۲۔ شکار پر بسم اللہ پڑھنا آلہ شکار پر بسم اللہ پڑھنے کی صورت میں ہوتا ہے، شکار شدہ جانور پر نہیں۔ بنابریں حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر ایک شخص کسی معین شکار پر بسم اللہ پڑھے لیکن کوئی اور جانور شکار ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔" (۴۹۶) آپ نے اس شخص کے بارے میں بھی یہی بات فرمائی جو کسی معین شکار پر اپنا کتا چھوڑے اور کتا کسی اور جانور کا شکار کر لے۔ (۴۹۷)

۳۔ شکار کے لیے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ اس کے بغیر شکار نہیں کھایا جائے گا۔ بنابریں حسن بصریؒ بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ آپ نے درانتیوں کے ذریعے کیے جانے والے شکار کے بارے میں فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب درانتیاں نصب کرو تو بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔" (۴۹۸) رسی سے بنے ہوئے جال کے ذریعے شکار کے بارے میں آپ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص جال لگائے اور اس میں شکار پھنس کر مر

جائے تو اگر اس نے جال نصب کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی تو یہ شکار کھا لیا جائے گا ورنہ نہیں۔'' (۴۹۹)

۴۔ بسم اللہ پڑھنے کا وقت شکاری کتا چھوڑنے یا تیر کا نشانہ لینے سے لے کر شکار پر اس کے واقع ہونے تک ہوتا ہے۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کتا چھوٹ جائے اور اس کے مالک کو اس کا احساس نہ ہو سکے، پھر جب کتا شکار کے پیچھے بھاگ رہا ہو، اس وقت مالک بسم اللہ کہہ دے تو مذکورہ کتے کا پکڑا ہوا شکار کھا لیا جائے گا۔'' (۵۰۰)

۵۔ اگر شکار پر بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اسے کھا لینا جائز ہوگا لیکن اگر شکاری نے عمداً بسم اللہ ترک کر دیا ہو تو پھر یہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔ ایک شخص اگر تیر چلائے لیکن بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو حسن بصریؒ اس تیر سے کیے ہوئے شکار کو کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۵۰۱)

د۔ شکار شدہ جانور:

۱۔ شکار شدہ جانور کے لیے متوحش (بدک کر بھاگ جانے والا) ہونا شرط ہے کہ اس کی گردن پر شرعی ذبح کا عمل جاری کرنا مقدور میں نہ ہو نیز یہ کہ اس کا گوشت حلال ہو اور یہ کہ وہ حرم مکی کے اندر نہ ہو۔ (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۲ کا جزھ)

۲۔ حسن بصریؒ نے شہری کبوتروں کے شکار کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۵۰۲)

۳۔ شکار کیے جانے والے جانور کی تعیین شرط نہیں ہے۔ بنا بریں اگر ایک شکاری اپنا کتا کسی معین شکار پر چھوڑے لیکن کتا کسی اور جانور کا شکار کر لے تو اسے کھا لینا جائز ہوگا۔ (۵۰۳) اسی طرح اگر شکاری اپنا تیر یا ہتھیار شکار کو دیکھے بغیر چلا دے اور کوئی شکار اس کی زد میں آ جائے تو اس کا گوشت کھا لیا جائے گا۔ (۵۰۴)

۴۔ زندہ جانور کا کوئی عضو اگر الگ کر دیا جائے تو یہ عضو نہیں کھایا جائے گا البتہ اگر عضو الگ کرنے کے وقت ہی جانور مر جائے تو اس صورت میں مذکورہ عضو اور جانور دونوں کھائے جائیں گے۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص شکار کو ضرب لگا کر اس کا ہاتھ یا اس کی ٹانگ الگ کر دیتا ہے جب کہ شکار ابھی زندہ تھا پھر شکار مر جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''وہ جانور کھا لیا جائے گا لیکن اس کا الگ کیا ہوا عضو نہیں کھایا جائے گا۔ الا یہ کہ اس کی ضرب سے جب مذکورہ عضو کٹا ہو، اس وقت شکار مر گیا ہو۔ ایسی صورت میں سارا شکار مع کٹے ہوئے عضو کے کھا لیا جائے گا۔'' (۵۰۵)

یہ بات طریدہ کے مسئلے سے مختلف ہے۔ طریدہ اس شکار کو کہتے ہیں جو لوگوں کے گھیرے میں آ جائے لیکن لوگ اس پر قابو نہ پا سکیں اور اپنی اپنی تلواریں لے کر اس پر حملہ کر دیں اور ہر شخص اس زندہ شکار کا ایک ایک ٹکڑا کاٹ لے یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ حسن بصریؒ طریدہ کے ان کٹے ہوئے ٹکڑوں کو کھا لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (۵۰۶)

۵۔ اگر شکاری شکار کو ایسی حالت میں پا لے کہ اس میں ابھی زندگی باقی ہو تو اس پر واجب ہوگا کہ ذبح کا عمل اس

پر جاری کردے۔ اگر اسے ذبح کرنے کا موقعہ شکاری کو مل جائے لیکن وہ اسے ذبح نہ کرے یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائے تو پھر اسے نہیں کھایا جائے گا۔(۵۰۷) اگر اس کے پاس مذکورہ شکار ذبح کرنے کا کوئی آلہ نہ ہو اور وہ اپنے شکاری کتے کو جس نے اسے پکڑا تھا، اس کے خلاف اکسا دے اور کتا اسے مار ڈالے تو اسے کھا لینا حلال ہوگا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنے شکاری کتے کے پاس شکار پائے لیکن شکار ذبح کرنے کے لیے اسے کوئی آلہ ہاتھ نہ آئے اور وہ شکار کو کتے کے پنجوں میں رہنے دے یہاں تک کہ کتا اسے مار ڈالے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ اسے کھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۵۰۸) اگر شکار کے اندر ابھی زندگی کی رمق باقی ہو اور وہ اسے ذبح کرنے کے لیے اپنے ہاتھ میں اٹھائے اور شکار اس کے ہاتھ میں مر جائے تو اسے کھا لینا حلال ہوگا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنے کتے کو شکار پر پائے اور شکار حاصل کر لے جب کہ ابھی اس میں زندگی کی رمق باقی ہو اور وہ اس کے ہاتھ میں مر جائے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر کتا سدھایا ہوا ہو تو شکار کھا لیا جائے۔(۵۰۹)

۲۔ اگر کوئی شخص کسی شکار کو نشانہ بنائے اور وہ شکار اس کی نظروں سے غائب ہو جائے اور اس پر ایک رات گزر جائے۔ پھر وہ اسے مردہ حالت میں پائے تو اگر اس نے تیر کے ذریعے اس کا شکار کیا ہو اور اپنا تیر اس میں پیوست دیکھ لے تو ایسی صورت میں مذکورہ شکار نہیں کھایا جائے گا کیونکہ یہ احتمال ہوگا کہ شاید وہ تیر لگنے سے نہیں مرا بلکہ کسی اور چیز سے مرا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر تم تیر شکار پر چلاؤ اور شکار تم سے ایک رات غائب رہے اور پھر مر جائے اور تمہیں اپنا تیر اس کے اندر پیوست مل جائے تو اسے نہ کھاؤ۔''(۵۱۰) البتہ اگر وہ جانور کے ذریعے اس کا شکار کرے اور مذکورہ شکار اس کی نظروں سے غائب ہو جائے اور پھر وہ اسے مردہ حالت میں پائے اور اس کا کتا بھی اس کے پاس موجود ہو تو یہ شکار کھا لینا حلال ہوگا۔(۵۱۱) اس لیے کہ کتا اس کی حفاظت کرتا رہا تھا اور اسے چھوڑ کر نہیں گیا تھا۔

حرف الصاد میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۳۵۰، الدر المنثور ج ۱ ص ۲۵۳

(۲) احکام القرآن ج ۱ ص ۲۰۴، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۳۲

(۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸

(۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۷، الدر المنثور ج ۶ ص ۲۹۹، تفسیر الماوردی ج ۴ ص ۳۷۰

(۵) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۵۴

(۶) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۰۹۰

(۷) حوالہ درج بالا نمبر ۲۱۱۹

(۸) تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۱۰۰
(۹) الدر المنثور ج ۳ ص ۴۹
(۱۰) آثار ابی یوسف نمبر ۸۹۰
(۱۱) المغنی ج ۲ ص ۵۲۷
(۱۲) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۳ ب، المجموع ج ۵ ص ۱۲۰
(۱۳) سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۹، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۹۷، الاشراف ج ۴ ص ۱۹۰
(۱۴) المغنی ج ۷ ص ۱۱۶، ۱۱۷
(۱۴ب) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷، عبدالرزاق ج ۹ ص ۸۱، المحلی ج ۹ ص ۳۳۱، المغنی ج ۶ ص ۱۰۱
(۱۵) المغنی ج ۹ ص ۴۰۶
(۱۶) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۶
(۱۷) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۰۰، المغنی ج ۷ ص ۴۶۸
(۱۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۲۷
(۱۹) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۸ ب، عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۶۴، الاشراف ج ۴ ص ۳۸
(۲۰) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۹۴، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۸، ۲۰۹
(۲۱) الترمذی فی النکاح باب فیمن یطلق امرأتہ ’ثلاثا‘ النسائی فی الطلاق للتی تنکح ــــــ، البخاری فی الطلاق، مسلم فی النکاح
(۲۲) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۵۰
(۲۳) اخبار القضاۃ ج ۲ ص ۹
(۲۴) المغنی ج ۴ ص ۲۳۹
(۲۵) المغنی ج ۴ ص ۲۴۳ تفسیر ابن کثیر ج اص ۴۵۴ تفسیر الماوردی ج اص ۳۶۵، الاشراف ج اص ۱۱۲
(۲۶) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۵۶، الاشراف ج ۴ ص ۱۴۹
(۲۷) المحلی ج ۱۰ ص ۱۰۳، الاشراف ج ۴ ص ۱۵۰
(۲۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۵۶، الاموال لابن ابی عبید ص ۲۳۹، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۸۶۵
(۲۹) الدر المنثور ج اص ۲۱۴ تفسیر الماوردی ج اص ۴۲۲
(۳۰) المغنی ج ۲ ص ۴۴۴
(۳۱) المغنی ج ۲ ص ۴۴۵
(۳۲) المحلی ج ۴ ص ۲۵۹، طرح التثریب ج ۲ ص ۱۷۳، المغنی ج اص ۳۷۸، المجموع ج ۳ ص ۶۳، الاوسط ج ۲ ص ۳۶۶

(۳۳)شرح معانی الآ ثار ج ا ص ۱۰۰
(۳۴)المحلی ج ۲ص ۲۳۶، ج ۶ص ۹۸
(۳۵)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۸۱
(۳۶)الاستذکار ج ا ص ۱۴۰
(۳۷)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۰
(۳۸)المغنی ج ا ص ۳۹۱،الاوسط ج ۲ص ۳۸۲
(۳۹)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷۷
(۴۰)عبدالرزاق ج ا ص ۵۵۱
(۴۱)الاوسط ج ۲ص ۳۸۲
(۴۲)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۲ ب،الاوسط ج ۲ص ۳۸۲
(۴۳)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۷ ب،عبدالرزاق ج ۳ص ۱۰،المغنی ج ۲ص ۱۲۹
(۴۴)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۱ عمدۃ القاری ج ۷ص ۵
(۴۵)عبدالرزاق ج ۲ص ۵۵۳،المجموع ج ۴ص ۲۵۵،ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۹
(۴۶)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۳ ب،الاوسط ج ۲ص ۴۲۴
(۴۷)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۳ ب
(۴۸)شرح السنۃ ج ۴ص ۱۹۹
(۴۹)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴۶ ب،المغنی ج ۲ص ۵۵۴
(۵۰)عبدالرزاق ج ۳ص ۵۲۵
(۵۱)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷۱،المحلی ج ۴ص ۱۸۱،احکام القرآن ج ۳ص ۲۳۱
(۵۲)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷۲
(۵۳)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷۳
(۵۴)عبدالرزاق ج ۲ص ۴،ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷۱،المحلی ج ۴ص ۱۸۱،المغنی ج ا ص ۶۱۰،الاوسط ج ۲ص ۴۱۵
(۵۵)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷۱
(۵۶)عبدالرزاق ج ۲ص ۷
(۵۷)شرح معانی الآ ثار ج ا ص ۲۷۰،ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷۲،المحلی ج ۴ص ۱۸۱،المغنی ج ا ص ۶۰۸،الاوسط ج ۲ ص ۴۱۵
(۵۸)الاستذکار ج ا ص ۳۶۲
(۵۹)طرح التثریب ج ۲ص ۱۸۸،الاوسط ج ۲ص ۳۹۹

(۶۰) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۲۳، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۱۶۱، المجموع ج ۴ ص ۱۲۴

(۶۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۶ ب

(۶۲) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۳، المحلی ج ۳ ص ۳۵

(۶۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۱، المغنی ج ۲ ص ۱۲۲

(۶۵) طرح التثریب ج ۲ ص ۱۸۴

(۶۶) الاستذکار ج ۱ ص ۱۵۰

(۶۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۶ ب

(۶۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۵

(۶۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۵، المغنی ج ۲ ص ۴۲۸

(۷۰) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۴

(۷۱) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۳

(۷۲) الاوسط ج ۲ ص ۳۸۵

(۷۳) سنن دارمی ج ۱ ص ۲۱۷، ۲۱۹

(۷۴) عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۶۶

(۷۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۸، عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۶۱

(۷۶) حوالہ درج بالا۔

(۷۷) المغنی ج ۲ ص ۱۰۲، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۸

(۷۸) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۴۶، المغنی ج ۲ ص ۱۰۳

(۷۹) سنن دارمی ج ۱ ص ۲۱۷

(۸۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۶، عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۵۴

(۸۱) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۴۹، المغنی ج ۲ ص ۹۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۹، المحلی ج ۴ ص ۲۱۶

(۸۲) عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۱۷۵

(۸۳) المغنی ج ۱ ص ۱۹۷

(۸۴) تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۶۲

(۸۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۳، المحلی ج ۳ ص ۲۰۶

(۸۶) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۵۷، ۳۵۹، الاوسط ج ۲ ص ۱۵۵

(۸۶ ب) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۰، الاوسط ج ۲ ص ۱۶۳

(۸۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۹، المغنی ج ۲ ص ۶۷

(۸۸) ابوداؤد فی الصلوۃ باب النھی عن الصلوۃ فی مبارک الابل، مسند احمد ج ۴ ص ۸۵، ۸۶

(۸۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۳

(۹۰) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۰

(۹۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۱ ب

(۹۲) عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۸

(۹۳) المغنی ج ۹ ص ۵۵۰

(۹۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۸

(۹۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۵

(۹۶) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۴۴، ۳۵۷، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۱، احکام القرآن ج ۱ ص ۶۳

(۹۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۵ ب

(۹۸) عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۸۰

(۹۹) حوالہ درج بالا۔

(۱۰۰) حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۶۷

(۱۰۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۹

(۱۰۲) المغنی ج ۲ ص ۵۷، الاوسط ج ۲ ص ۱۹۴

(۱۰۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۶ ب، شرح السنۃ ج ۲ ص ۳۱۱، الاوسط ج ۲ ص ۱۸۵

(۱۰۴) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۱۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۹ ب

(۱۰۵) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۱۲، المحلی ج ۴ ص ۲۴۰، المغنی ج ۲ ص ۲۲۰

(۱۰۶) المغنی ج ۴ ص ۸۳

(۱۰۷) عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۹۶، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۱

(۱۰۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۱

(۱۰۹) حوالہ درج بالا۔

(۱۱۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۲

(۱۱۱) المجموع ج ۴ ص ۱۹۲

(۱۱۲) شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۳۲، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۰

(۱۱۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۰

(۱۱۴) عبدالرزاق ج ۲ ص ۶۰

(۱۱۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۹ ب

(۱۱۶) حوالہ درج بالا۔
(۱۱۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۱، المغنی ج ۲ ص ۱۸۰
(۱۱۷ب) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۱
(۱۱۸) المغنی ج ۲ ص ۳۴۵، عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۳۲
(۱۱۹) المغنی ج ۹ ص ۴۵
(۱۲۰) المجموع ج ۳ ص ۵۵۰
(۱۲۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۷
(۱۲۲) شرح السنۃ ج ۳ ص ۳۶۲
(۱۲۳) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۴۴، ۴۴۵، المغنی ج ا ص ۴۵۶، المجموع ج ۴ ص ۱۱۱
(۱۲۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۱
(۱۲۵) المجموع ج ۵ ص ۱۶
(۱۲۶) عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۷۱، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۸۶، المحلی ج ۵ ص ۹۰، المجموع ج ۵ ص ۱۴
(۱۲۷) حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۲۵۵
(۱۲۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۸
(۱۲۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۸، ۱۲۱
(۱۳۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۳، ۱۴۱ب، ۹۴ب، شرح السنۃ ج ۲ ص ۴۲۸، المجموع ج ۳ ص ۱۸۴
(۱۳۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۴ب
(۱۳۲) ابوداؤد فی اللباس باب لباس النساء
(۱۳۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۶ب
(۱۳۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۵
(۱۳۴ب) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۳ب، الاستذکار ج ا ص ۱۵۵
(۱۳۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۳ب
(۱۳۶) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۵۵
(۱۳۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۳ب
(۱۳۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۴
(۱۳۹) عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۹۰
(۱۳۹ب) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷۰
(۱۴۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۰ب

(۱۴۱) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۰۱

(۱۴۲) المغنی ج ۲ص ۱۱

(۱۴۳) ابن ابی شیبہ ج اص ۹۵

(۱۴۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۷۳ب، المحلی ج ۴ص ۲۲۳

(۱۴۵) عبدالرزاق ج ۳ص ۱۳۷

(۱۴۶) المحلی ج ۴ص ۴۶، ۵۷۵، المغنی ج اص ۵۷۵، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۰۳

(۱۴۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۰۲، عبدالرزاق ج ۲ص ۴۲۰

(۱۴۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۴۷، المغنی ج ۲ص ۱۰

(۱۴۹) المغنی ج ۲ص ۸

(۱۵۰) ابن ابی شیبہ ج اص ۹۵ب، المحلی ج ۳ص ۸۴، المغنی ج ۲ص ۱۱، المجموع ج ۴ص ۳۸

(۱۵۱) عبدالرزاق ج ۲ص ۳۵۸

(۱۵۲) ابن ابی شیبہ ج اص ۷۱

(۱۵۳) عبدالرزاق ج ۲ص ۴۳

(۱۵۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۷۵، المغنی ج ۲ص ۱۱، المحلی ج ۳ص ۹۳

(۱۵۵) ابن ابی شیبہ ج اص ۵۹، المجموع ج ۴ص ۲۲

(۱۵۶) عبدالرزاق ج ۲ص ۴۵۱، ۴۵۳، ابن ابی شیبہ ج اص ۹۰

(۱۵۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۱۱

(۱۵۸) الاستذکار ج اص ۲۹۱

(۱۵۹) عبدالرزاق ج ۲ص ۲۶۱، ابن ابی شیبہ ج اص ۸۸

(۱۶۰) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۱۹ب

(۱۶۱) ابن ابی شیبہ ج اص ۷۰

(۱۶۲) عبدالرزاق ج ۲ص ۳۱۷، المغنی ج ۲ص ۳۱۷

(۱۶۳) ابن ابی شیبہ ج اص ۶۶ب

(۱۶۴) شرح السنۃ ج ۳ص ۱۸۴، المغنی ج اص ۵۴۰، المجموع ج ۳ص ۴۴۳

(۱۶۵) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۱۶ب، عبدالرزاق ج اص ۳۵۴

(۱۶۶) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۱۹

(۱۶۷) عبدالرزاق ج ۲ص ۲۸۰

(۱۶۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۸۳، المجموع ج ۴ص ۴۴۶

(۱۶۹) المجموع ج ۴ ص ۱۷، الاعتبار ص ۷۵

(۱۷۰) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۱۶، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۶ ب

(۱۷۱) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۳۱

(۱۷۲) المغنی ج ۲ ص ۵۱، الاوسط ج ۱ ص ۲۲۶

(۱۷۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۱

(۱۷۴) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۳۹

(۱۷۵) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۳۸، المحلی ج ۳ ص ۱۱۶

(۱۷۶) المجموع ج ۳ ص ۲۳۱، الاعتبار ص ۷۷، نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۲

(۱۷۷) المجموع ج ۳ ص ۲۳۱، المغنی ج ۲ ص ۲۵۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۴ ب

(۱۷۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۴ ب

(۱۷۹) عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۸۶

(۱۸۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۵

(۱۸۱) آثار ابی یوسف نمبر ۲۵۵

(۱۸۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۹، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۸۱، المغنی ج ۱ ص ۴۷۳، المجموع ج ۳ ص ۲۷۰

(۱۸۳) المغنی ج ۲ ص ۷

(۱۸۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۵ ب

(۱۸۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۲ ب

(۱۸۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۹ ب

(۱۸۷) حوالہ درج بالا۔

(۱۸۸) عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۲ ب

(۱۸۹) عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۹

(۱۹۰) المغنی ج ۱ ص ۴۸۵، المجموع ج ۳ ص ۳۱۹، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۸۸

(۱۹۱) عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۲۶

(۱۹۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۰

(۱۹۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۰ ب

(۱۹۴) حوالہ درج بالا، احکام القرآن ج ۱ ص ۱۸

(۱۹۵) عبدالرزاق ج ۲ ص ۹۵

(۱۹۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۰

(۱۹۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۰ ب

(۱۹۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۷

(۱۹۹) اصل کے اندر اسی طرح ہے۔

(۲۰۰) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۹۳

(۲۰۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۶ ب

(۲۰۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۵

(۲۰۳) المحلی ج ۲ ص ۱۱۰

(۲۰۴) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱

(۲۰۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۵

(۲۰۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۷، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۷۱

(۲۰۷) عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۴

(۲۰۸) المغنی ج ا ص ۵۶۶

(۲۰۹) المغنی ج ا ص ۵۶۳، الدرالمنثور ج ۳ ص ۲۰۵

(۲۱۰) المحلی ج ۳ ص ۲۳۸

(۲۱۱) المحلی ج ۴ ص ۸۹، المغنی ج ا ص ۴۹۷، شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۳

(۲۱۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۲

(۲۱۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۷

(۲۱۴) شرح السنۃ ج ۳ ص ۱۰۳

(۲۱۵) عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۵۸

(۲۱۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۱، ۶۰ ب، عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۷۸

(۲۱۷) شرح السنۃ ج ۳ ص ۱۰۳

(۲۱۸) عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۵۸

(۲۱۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۰

(۲۲۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۴

(۲۲۱) عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۹۵

(۲۲۳) البخاری فی صفۃ الصلوٰۃ باب سنۃ الجلوس فی التشھد، الترمذی فی الصلوٰۃ باب کیف الجلوس فی التشھد۔

(۲۲۴) عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۰۲

(۲۲۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۶

(۲۲۶) شرح السنۃ ج ۳ ص ۱۸۴، المغنی ج ا ص ۵۴۰، المجموع ج ۳ ص ۴۴۲، شرح معانی الآثار ج ا ص ۱۶۳

(۲۲۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۶، عبدالرزاق ج ا ص ۳۵۴

(۲۲۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۹

(۲۲۹) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۴۹

(۲۳۰) عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۲۲، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۶ ب، المجموع ج ۳ ص ۴۶۳

(۲۳۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۷

(۲۳۲) حوالہ درج بالا۔

(۲۳۳) المحلی ج ۲ ص ۲۲۹

(۲۳۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۹

(۲۳۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۸

(۲۳۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۹، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴

(۲۳۶ ب) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۸

(۲۳۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۹

(۲۳۸) عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۰

(۲۳۹) عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۱۶

(۲۴۰) احکام القرآن ج ۳ ص ۲۱۶

(۲۴۱) المغنی ج ۲ ص ۱۵۱، نیل الاوطار ج ۳ ص ۴۸

(۲۴۲) عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۱، المجموع ج ۳ ص ۵۲۰

(۲۴۳) نیل الاوطار ج ۳ ص ۴۹

(۲۴۴) عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۰

(۲۴۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۸، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۵

(۲۴۶) تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۰۱

(۲۴۷) الاعتبار ص ۹۲

(۲۴۸) عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۱۹

(۲۴۹) شرح السنۃ ج ۳ ص ۳۴۹

(۲۵۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۱، المغنی ج ۲ ص ۱۸۰

(۲۵۱) المحلی ج ۴ ص ۲۳۸

(۲۵۲) عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۹۳، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۱

(۲۵۳)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۵۱ ب

(۲۵۴)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۹۵ ب

(۲۵۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۷۵

(۲۵۶)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۸۹

(۲۵۷)عبدالرزاق ج ۱ص ۵۲۹ ج ۲ص ۴۰۸، ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۰ ب

(۲۵۸)شرح السنۃ ج ۳ص ۴۰۱ تفسیر قرطبی ج ۱ص ۳۵۴، المجموع ج ۴ص ۱۴۹

(۲۵۹)البخاری فی المغازی باب مقام النبی بیوم الفتح

(۲۶۰)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۹۰

(۲۶۱)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۹۰ ب تفسیر قرطبی ج ۱ص ۳۳۵، المغنی ج ۲ص ۱۹۳

(۲۶۲)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۰

(۲۶۳)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۹۰

(۲۶۴)ابوداؤد فی الصلوٰۃ باب امامۃ الاعمٰی

(۲۶۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۰

(۲۶۶)شرح السنۃ ج ۳ص ۴۰۲ تفسیر قرطبی ج ۱ص ۳۵۶، المغنی ج ۲ص ۱۸۶

(۲۶۷)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۰۶، المحلی ج ۴ص ۲۱۴

(۲۶۸)عبدالرزاق ج ۲ص ۳۴۹، المغنی ج ۲ص ۹۹، المحلی ج ۴ص ۲۱۶

(۲۶۹)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۶۹

(۲۷۰)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۹۱

(۲۷۱)المغنی ج ۲ص ۲۰۲، المجموع ج ۴ص ۹۶

(۲۷۲)المحلی ج ۳ص ۱۲۸ ج ۴ص ۲۲۰

(۲۷۳)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۹۰ ب، المحلی ج ۴ص ۲۱۲، ۲۱۳، المغنی ج ۲ص ۲۳۰ تفسیر قرطبی ج ۱ص ۳۳۵، المجموع ج ۴ص ۱۸۶

(۲۷۴)عبدالرزاق ج ۲ص ۳۵۲

(۲۷۵)المحلی ج ۲ص ۱۴۳، المجموع ج ۴ص ۱۶۳

(۲۷۶)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۶۱ ب، المغنی ج ۱ص ۴۵۸

(۲۷۷)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۴۳

(۲۷۸)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۹۵

(۲۷۸ب)عبدالرزاق ج ۲ص ۳۵۳، المغنی ج ۲ص ۱۰۲

(۲۷۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۸
(۲۸۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷ ب
(۲۸۱) عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۸۵
(۲۸۲) شرح السنۃ ج ۳ ص ۳۹۳، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۱۸۷
(۲۸۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۲
(۲۸۴) المغنی ج ۲ ص ۳۵۰
(۲۸۵) عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۱
(۲۸۵ ب) عبدالرزاق ج ۲ ص ۶۰
(۲۸۶) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۰۹، ۴۱۰
(۲۸۷) المغنی ج ۲ ص ۲۱۴، الاعتبار ص ۱۰۸، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۷ ب
(۲۸۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱
(۲۸۸ ب) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷ ب، المغنی ج ۲ ص ۲۱۱
(۲۸۹) المجموع ج ۴ ص ۱۹۲
(۲۹۰) عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۸
(۲۹۱) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۰۷، المغنی ج ۲ ص ۲۰۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۷ ب
(۲۹۲) شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۳۲، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۰
(۲۹۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۰
(۲۹۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۸، الاستذکار ج ۱ ص ۸۳
(۲۹۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹ ب، المحلی ج ۴ ص ۲۶۲
(۲۹۶) عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۵
(۲۹۷) عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۷
(۲۹۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱، شرح السنۃ ج ۲ ص ۳۲۰، المجموع ج ۴ ص ۱۱۹، ۱۲۰
(۲۹۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۰ ب، ۱۱۸ ب، المغنی ج ۲ ص ۳۹۷
(۳۰۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۰
(۳۰۱) المجموع ج ۴ ص ۱۴۳
(۳۰۲) عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۹۳
(۳۰۳) عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۴۲
(۳۰۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۶ ب

(۳۰۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷، عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۲۳، المجموع ج ۵ ص ۴۳

(۳۰۶) عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۳۳

(۳۰۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۹ ب

(۳۰۸) عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۴۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۲ ب، شرح السنۃ ج ۳ ص ۱۵۹، المجموع ج ۴ ص ۱۳۸

(۳۰۹) المغنی ج ۲ ص ۵۵

(۳۱۰) احکام القرآن ج ۳ ص ۲۱۶

(۳۱۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۶، المغنی ج ۲ ص ۳۲۱، المجموع ج ۴ ص ۳۷۵

(۳۱۲) المغنی ج ۲ ص ۲۳۰، المجموع ج ۴ ص ۴۵۲

(۳۱۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸ ب، ج ۱ ص ۱۳۵، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۱۴۵، المحلی ج ۱۱ ص ۱۶۵

(۳۱۴) المحلی ج ۵ ص ۴۶، تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۱۱۱

(۳۱۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۷

(۳۱۶) المحلی ج ۵ ص ۵۵، المجموع ج ۴ ص ۳۵۶، المغنی ج ۲ ص ۳۶۰، عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۶۲، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۶ ب

(۳۱۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۳، المغنی ج ۲ ص ۳۳۹، شرح السنۃ ج ۴ ص ۲۲۶، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۲۲۳، المجموع ج ۴ ص ۳۵۳

(۳۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۷، المغنی ج ۲ ص ۳۳۹، المجموع ج ۴ ص ۳۵۳

(۳۱۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۳

(۳۲۰) حوالہ درج بالا۔

(۳۲۱) حوالہ درج بالا

(۳۲۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۷ ب

(۳۲۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۳ ب، الدرالمنثور ج ۶ ص ۲۱۹، تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۱۰۱، ۱۰۳

(۳۲۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۳ ب

(۳۲۵) المحلی ج ۵ ص ۷۷

(۳۲۶) عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۳۰

(۳۲۷) عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۳۳

(۳۲۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۳ ب، المغنی ج ۲ ص ۳۱۳، المجموع ج ۴ ص ۴۴۶

(۳۲۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۱ ب

(۳۳۰) عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۹۴

(۳۳۱) عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۳۵، ابن ابی شیبہ ج اص ۸۰، الاستذکار ج اص ۷۹، شرح السنۃ ج ۴ ص ۲۷۳، المغنی ج ۲ ص ۳۱۲، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۴۶، المجموع ج ۴ ص ۴۳۴

(۳۳۲) ابن ابی شیبہ ج اص ۸۴

(۳۳۳) عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۷۲، المحلی ج ۵ ص ۹۰، المجموع ج ۵ ص ۱۶،۴۱، ابن ابی شیبہ ج اص ۸۶

(۳۳۴) حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۲۵۵

(۳۳۵) المغنی ج ۲ ص ۳۳۱

(۳۳۶) المغنی ج ۲ ص ۳۹۳

(۳۳۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۸۴

(۳۳۸) المغنی ج ۲ ص ۳۰۲

(۳۳۹) مراتب الاجماع ص ۳۳

(۳۴۰) ابن ابی شیبہ ج اص ۸۷ ب

(۳۴۱) المجموع ج ۵ ص ۲۳

(۳۴۲) ابن ابی شیبہ ج اص ۸۵ ب

(۳۴۲ ب) المغنی ج ۲ ص ۳۷۹

(۳۴۳) ابن ابی شیبہ ج اص ۸۶ ب

(۳۴۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۵۲ ب، المحلی ج ۵ ص ۱۷۱

(۳۴۵) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۹ ب

(۳۴۶) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۳۴

(۳۴۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۸ ب

(۳۴۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۶ ب

(۳۴۹) شرح السنۃ ج ۵ ص ۳۴۹، المجموع ج ۵ ص ۱۷۳

(۳۵۰) المحلی ج ۵ ص ۱۴۴، شرح السنۃ ج ۵ ص ۳۴۸

(۳۵۱) عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۷۲، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۵۳ ب، شرح السنۃ ج ۵ ص ۳۴۹

(۳۵۲) عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۶۶، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۲۹۲

(۳۵۳) عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۶۹، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۹

(۳۵۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۹

(۳۵۴ ب) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۷ ب، عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۰، المحلی ج ۵ ص ۱۳۰

(۳۵۵) کشف الغمۃ ج اص ۱۶۹

(۳۵۶) عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۰
(۳۵۷) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۹، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۷
(۳۵۸) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۹
(۳۵۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۸ اب، المغنی ج ۲ ص ۴۹۵
(۳۶۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۸ ب
(۳۶۱) عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۸۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۸ اب، المغنی ج ۲ ص ۴۹۵
(۳۶۲) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۳
(۳۶۳) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۶، المغنی ج ۲ ص ۱۷
(۳۶۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۶، المغنی ج ۲ ص ۱۲۴، المجموع ج ۳ ص ۵۴۹
(۳۶۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۸
(۳۶۶) عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۸۰، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴
(۳۶۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷ ب، المحلی ج ۴ ص ۲۲۳
(۳۶۸) عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۵۱، ۴۵۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۰
(۳۶۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۸ ب
(۳۷۰) حوالہ درج بالا۔
(۳۷۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۹
(۳۷۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۴ ب
(۳۷۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۳، المجموع ج ۳ ص ۵۲۲، فتح الباری ج ۳ ص ۴۳
(۳۷۴) عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۹۶
(۳۷۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۳
(۳۷۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۳ ب
(۳۷۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۳
(۳۷۸) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۳، المحلی ج ۳ ص ۳۵
(۳۷۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۴
(۳۸۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۶
(۳۸۱) المجموع ج ۸ ص ۱۷، المغنی ج ۳ ص ۳۸۴
(۳۸۲) عبدالرزاق ج ۵ ص ۵۹
(۳۸۳) المغنی ج ۳ ص ۳۸۵، المجموع ج ۸ ص ۱۷

(۳۸۴)شرح السنۃ ج ۲ص ۳۶۵
(۳۸۵)عبدالرزاق ج ۳ص ۱۵۵
(۳۸۶)سنن بیہقی ج ۳ص ۲۰، ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۹۷
(۳۸۷)الدرالمنثور ج ۶ص ۲۷۸، تفسیر قرطبی ج ۱۹ص ۴۰، عبدالرزاق ج ۳ص ۴۶
(۳۸۸)المغنی ج ۲ص ۱۳۱، عبدالرزاق ج ۳ص ۳۰، نیل الاوطار ج ۳ص ۴۹
(۳۸۹)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۹۷ب
(۳۹۰)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۵۶
(۳۹۱)عبدالرزاق ج ۳ص ۵۱
(۳۹۲)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۹۳
(۳۹۳)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۰۷ب
(۳۹۴)المغنی ج ۲ص ۱۷۰
(۳۹۵)عبدالرزاق ج ۴ص ۲۶۶
(۳۹۶)المغنی ج ۲ص ۴۲۰
(۳۹۷)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۱۵، المغنی ج ۲ص ۴۲۸
(۳۹۸)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۱۴، المحلی ج ۵ص ۹۶
(۳۹۹)المحلی ج ۵ص ۹۶
(۴۰۰)سنن سعید ج ۳ص ۲/۹۵
(۴۰۱)عبدالرزاق ج ۸ص ۷۱، المغنی ج ۴ص ۴۸، ۴۹۰ج ۹ص ۵۰۹
(۴۰۲)سنن سعید ج ۳ص ۲/۹۵، الاشراف ج ۴ص ۱۳۸
(۴۰۳)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۶۹
(۴۰۴)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۶۱
(۴۰۵)سنن سعید ج ۳ص ۲/۲۴۲، المغنی ج ۶ص ۷۳۹، الاشراف ج ۴ص ۵۹
(۴۰۶)عبدالرزاق ج ۶ص ۱۸۶
(۴۰۷)المغنی ج ۹ص ۲۲
(۴۰۸)عبدالرزاق ج ۴ص ۱۶۷
(۴۰۹)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۷ب، المجموع ج ۶ص ۳۱۰
(۴۱۰)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۷ب، المجموع ج ۶ص ۳۱۰، المحلی ج ۶ص ۲۳۸، المغنی ج ۳ص ۱۵۶، حلیۃ العلماء ج ۳ص ۱۵۶، احکام القرآن ج ۱ص ۱۸۷

(۴۱۱) احکام القرآن ج ا ص ۲۲۲
(۴۱۲) المحلی ج ۷ ص ۲۴
(۴۱۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۷ ب
(۴۱۴) المغنی ج ۳ ص ۸۹، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۱۴۸، المجموع ج ۶ ص ۴۶۲، ۴۶۶
(۴۱۵) عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۷۱، شرح الزرقانی علی الموطا ج ۲ ص ۱۸۹، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۰۰، المحلی ج ۶ ص ۲۴۱، المغنی ج ۳ ص ۱۵۵
(۴۱۶) المغنی ج ۳ ص ۱۵۳
(۴۱۷) تفسیر طبری ج ۲ ص ۸۷، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۷۶، الدر المنثور ج ا ص ۱۹۰، تفسیر الماوردی ج ا ص ۲۰۱
(۴۱۸) المحلی ج ۷ ص ۷
(۴۱۹) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۲۳، المحلی ج ۶ ص ۲۶۵
(۴۱۹ ب) معجم لغۃ الفقہاء ماد: ''مقادیر''
(۴۲۰) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۱۸، احکام القرآن ج ا ص ۱۸۰، شرح السنۃ ج ۶ ص ۳۱۶، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۱۸۹، المغنی ج ۳ ص ۱۳۹، المجموع ج ۶ ص ۲۹۵
(۴۲۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۶
(۴۲۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۸ ب، المحلی ج ۶ ص ۲۱۶، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۲۶، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۱۶۰
(۴۲۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۵ ب
(۴۲۴) شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۷۰
(۴۲۵) المحلی ج ۶ ص ۱۷۲
(۴۲۶) شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۷۰
(۴۲۷) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۷۵
(۴۲۸) المحلی ج ۶ ص ۱۷۲
(۴۲۹) شرح معانی الآثار ج ا ص ۳۳۹
(۴۳۰) المغنی ج ۳ ص ۱۰۹
(۴۳۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۵
(۴۳۲) شرح السنۃ ج ا ص ۲۹۹
(۴۳۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۵ ب
(۴۳۴) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۰۶
(۴۳۵) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۰۷

(۴۳۶) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۰۷، المحلی ج ۶ ص ۳۱۷، المغنی ج ۳ ص ۱۱۰

(۴۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۵ ب

(۴۳۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۴ ب، المحلی ج ۶ ص ۲۱۷

(۴۳۹) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۰۲

(۴۴۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۵ ب، المجموع ج ۶ ص ۴۰۰

(۴۴۱) شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۷۷، المحلی ج ۶ ص ۲۱۳، المجموع ج ۶ ص ۴۰۹

(۴۴۲) عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۹۲

(۴۴۳) المجموع ج ۶ ص ۳۷۵، المغنی ج ۳ ص ۱۱۵

(۴۴۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۷ ب، عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۹۲، المجموع ج ۶ ص ۳۶۴، ۳۷۵، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۲۴، المغنی ج ۳ ص ۱۲۱

(۴۴۵) عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۹۲، المغنی ج ۳ ص ۱۱۲، المجموع ج ۶ ص ۳۶۵

(۴۴۶) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۱۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۴ ب، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۳، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۴۸، المجموع ج ۶ ص ۳۶۱

(۴۴۷) الاجماع ص ۵۲

(۴۴۸) شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۹۹

(۴۴۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۸ ب، المحلی ج ۶ ص ۲۱۶، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۲۶، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۱۶۰

(۴۵۰) شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۹۲، المحلی ج ۶ ص ۲۲۱، المجموع ج ۶ ص ۳۶۷

(۴۵۱) عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۷۴

(۴۵۲) المحلی ج ۱ ص ۲۲۴، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۲۸، شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۵۶، المجموع ج ۶ ص ۳۴۸، المغنی ج ۳ ص ۱۳۶

(۴۵۳) المجموع ج ۶ ص ۳۷۱

(۴۵۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۷ ب

(۴۵۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۰ ب، المحلی ج ۶ ص ۲۱۶

(۴۵۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۶، المحلی ج ۶ ص ۲۴۳

(۴۵۷) نیل الاوطار ج ۴ ص ۳۱۵

(۴۵۸) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۲۱

(۴۵۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۹

(۴۶۰) المغنی ج ۳ ص ۱۲۱

(۴۶۱) عبدالرزاق ج ۴ص ۱۹۶

(۴۶۲) المغنی ج ۳ص ۱۲۳

(۴۶۳) المحلی ج ۶ص ۱۸۹

(۴۶۳ب) المجموع ج ۶ص ۳۹۵، حلیۃ العلماء ج ۳ص ۱۶۸

(۴۶۴) سنن دارمی ج ۱ص ۳۵۳

(۴۶۵) تفسیر قرطبی ج ۵ص ۳۲۸

(۴۶۶) عبدالرزاق ج ۴ص ۲۴۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۴، المغنی ج ۳ص ۱۵۰، شرح السنۃ ج ۶ص ۳۲۲، المجموع ج ۶ص ۴۲۴، شرح الزرقانی ج ۲ص ۱۸۷

(۴۶۷) المحلی ج ۶ص ۲۶۱، شرح السنۃ ج ۶ص ۳۲۰، تفسیر قرطبی ج ۲ص ۲۸۳، المجموع ج ۶ص ۴۲۳، المغنی ج ۳ص ۱۴۵

(۴۶۸) شرح السنۃ ج ۶ص ۳۲۶، المجموع ج ۶ص ۴۳۱

(۴۶۹) عبدالرزاق ج ۴ص ۲۳۷

(۴۷۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۸، عبدالرزاق ج ۴ص ۲۵۵، المغنی ج ۳ص ۱۴۶، المجموع ج ۶ص ۴۲۴

(۴۷۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۵ب

(۴۷۲) حوالہ درج بالا۔

(۴۷۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۹

(۴۷۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۶، المغنی ج ۳ص ۱۷۴

(۴۷۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۶

(۴۷۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۹

(۴۷۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۲۵

(۴۷۸) تہذیب الآثار ج ۴ص ۱۵۷

(۴۷۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۷

(۴۸۰) المحلی ج ۷ص ۳۹، المغنی ج ۸ص ۵۷۱

(۴۸۱) المحلی ج ۷ص ۴۶۷، المغنی ج ۸ص ۵۵۸

(۴۸۲) عبدالرزاق ج ۴ص ۴۷۶، المغنی ج ۸ص ۵۶۹، شرح السنۃ ج ۱۰ص ۲۶۸

(۴۸۳) المغنی ج ۸ص ۵۵۹

(۴۸۴) المغنی ج ۸ص ۵۵۸، المجموع ج ۹ص ۱۲۳

(۴۸۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۷ب

(۴۸۶)المغنی ج ۸ص ۵۴۵

(۴۸۷)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۷،المجموع ج ۹ص ۹۸

(۴۸۸)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۶ ب،تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۱۵

(۴۸۹)حلیۃ العلماء ج ۳ص ۳۷۰

(۴۹۰)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۶ ب

(۴۹۱)المحلی ج ۷ص ۴۷۱،احکام القرآن ج ۲ص ۳۱۴

(۴۹۲)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۶ ب

(۴۹۳)المجموع ج ۹ص ۱۱۰،تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۱۰،۱۷

(۴۹۴)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۸ ب،المحلی ج ۷ص ۴۷۷،حلیۃ العلماء ج ۳ص ۳۶۹،تفسیر قرطبی ج ۶ص ۶۷، المجموع ج ۹ص ۹۸

(۴۹۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۶،۲۶۶ ب،۲۶۲ ب،عبدالرزاق ج ۴ص ۴۶۸ ج ۶ص ۱۲۴،المغنی ج ۸ص ۵۵۱، تفسیر قرطبی ج ۶ص ۷۲،المجموع ج ۹ص ۱۰۰

(۴۹۶)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۶

(۴۹۷)حوالہ درج بالا۔

(۴۹۸)المحلی ج ۷ص ۴۶۷

(۴۹۹)المجموع ج ۹ص ۷۳،المغنی ج ۸ص ۵۵۸

(۵۰۰)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۶

(۵۰۱)حوالہ درج بالا۔

(۵۰۲)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۷۱

(۵۰۳)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۶ ب

(۵۰۴)المغنی ج ۸ص ۵۵۳

(۵۰۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۷ ب،المغنی ج ۸ص ۵۵۷،۵۵۸،المحلی ج ۷ص ۴۶۷،شرح السنۃ ج ۱۱ص ۲۰۳

(۵۰۶)المغنی ج ۸ص ۵۵۷

(۵۰۷)المغنی ج ۸ص ۵۴۸،المجموع ج ۹ص ۹۵،احکام القرآن ج ۲ص ۳۰۵

(۵۰۸)عبدالرزاق ج ۴ص ۴۷۱،المغنی ج ۸ص ۵۴۸

(۵۰۹)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۶ ب

(۵۱۰)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۷

(۵۱۱)المغنی ج ۸ص ۵۵۳

حرف الضاد

ضجعۃ (لیٹ جانا)

۱۔ تعریف: فجر کی سنت پڑھنے کے بعد دائیں پہلو پر زمین پر لیٹ جانے کو ضجعۃ کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا حکم: اگرچہ بعض علماء ضجعہ کو سنت کہتے ہیں تاہم حسن بصریؒ کو سنت فجر کے بعد لیٹ جانا اچھا نہیں لگتا تھا۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱ کے جزد کا جزء ۷)

ضحک (ہنسنا)

۱۔ تعریف: خوشی کی وجہ سے چہرے کا پھیل جانا اور لب کھل کر دانتوں کا ظاہر ہونا اور اس کے ساتھ آواز کا ہونا ضحک کہلاتا ہے۔ اگر آواز ساتھ نہ ہو تو اسے تبسم کہیں گے یعنی مسکراہٹ۔

۲۔ نماز کے اندر قہقہہ کی وجہ سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جزج کا جزء ۲) نماز کے اندر قہقہہ کی وجہ سے وضو باطل ہو جاتا ہے۔(دیکھئے مادہ وضو نمبر ۵ کا جزھ)

نماز کے اندر مسکرانا مکروہ نہیں ہے۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز أ کا جزء ۷) نیز (مادہ تبسم)

ضرورۃ (ضرورت)

۱۔ تعریف: پانچ بنیادی امور میں سے کسی ایک پر شدید ضرر نازل ہونے کا خوف ضرورت کے نام سے موسوم ہے۔ یہ بنیادی امور جان، دین، عزت وآبرو، عقل اور مال ہیں۔

۲۔ ضرورتیں ممنوع امور کو مباح کر دیتی ہیں: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ ضرورتیں محظورات (ممنوع امور) کو مباح کر دیتی ہیں۔ بنابریں آپ شدید بھوک کی زد میں آئے ہوئے شخص کے لیے مردار کھا لینے کی اباحت کرتے تھے۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جزب کا جزء ۴) نیز آپ نے چور نیز مال پر حملہ آور کے مقابلہ کی اباحت کر دی تھی۔(دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جز أ) ممنوعہ امور میں سے بعض کی ممانعت بعض کی بہ نسبت شدید تر ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص حالت اضطرار میں دو ممنوعہ امور میں سے کسی ایک کو اپنے لیے مباح کرنے پر مجبور ہو جائے تو اس کے حق میں یہی بات متعین ہوگی کہ کمتر تحریم والے نیز کمتر ضرر والے امر کو اپنے لیے مباح کرے۔ بنابریں اگر کوئی شخص حالت احرام میں مردار کھانے یا شکار کرنے پر مجبور ہو جائے تو وہ مردار کھا لے۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ کے جزب کا جزء ۴) اس لیے کہ اس کا پکڑا ہوا شکار بھی مردار تصور ہوگا۔ اور اس طرح اس کے حق میں دو ممنوعہ امور کا اجتماع ہو جائے گا یعنی مردار خوری کا اور احرام کے اندر خلل پیدا کرنے کا۔

حسن بصریؒ کی تاہم رائے یہ تھی کہ ضرورت کا تعین بقدر ضرورت ہوگا۔ یعنی اگر ایک شخص کسی ممنوعہ امر کو مباح کرنے پر مجبور ہو جائے تو اس کے لیے دفع ضرر سے زائد کی اباحت جائز نہیں ہوگی۔ بنابریں آپ نے اس بھوکے شخص کے متعلق جسے مردار کے سوا کوئی اور کھانے کو نہ ملے، فرمایا: ''وہ اتنی مقدار میں مردار کھائے جس سے اس کے اندر سکت پیدا ہو جائے۔(۱) یا جسم و جان کا رشتہ (رمق) باقی رہ جائے۔''(۲)

ضمان (تاوان)

۱۔ تعریف: تلف شدہ چیز کی مثل واپس کرنا بشرطیکہ وہ مثلی ہو اور مثلی نہ ہونے کی صورت میں اس کی قیمت بھرنا ضمان کہلاتا ہے۔

۲۔ تاوان کے اسباب درج ذیل ہیں:

اَ۔ شارع کی جانب سے لازم کیا جانا: اس سے ہماری مراد ان شرعی خلاف ورزیوں پر جن سے بندوں کو کوئی ضرر نہ پہنچتا ہو، شارع حکیم کی جانب سے واجب کردہ مالی جرمانے ہیں۔(۳) مثلاً حرم کے اندر شکار مارنے کا تاوان، حالت احرام میں شکار کرنے کا تاوان اور احرام کی دیگر تمام خلاف ورزیوں کے تاوان۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸) کفاروں کی تمام صورتیں بھی اس میں داخل ہیں۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ)

ب۔ اپنے اوپر تاوان کا التزام: جس طرح کفالہ کے اندر ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ کفالۃ)

ج۔ نقصان دہ فعل: اس کی صورتیں درج ذیل ہیں:

- اجیر (اجارے پر لیا ہوا شخص) اس چیز کا تاوان بھرے گا جو اس کے ہاتھ سے تلف ہوگی۔ (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۴)
- مال مضاربہ اگر مضارب (کارندہ) کے ہاتھ سے تلف ہو تو وہ اس کا تاوان دے گا۔ (دیکھئے مادہ شرکۃ نمبر ۳ کے جزج کا جز ۴) نیز (مادہ تعدی نمبر ۳ کا جزب)
- اگر حاملہ کا جنین گر جائے تو اس کا سبب بننے والا شخص اس کی دیت کا تاوان بھرے گا جسے غرہ کہتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ استحقاق نمبر ۲)
- گواہ اپنی گواہی سے پھر جائے تو وقوع پذیر ضرر کا وہ تاوان بھرے گا۔ (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۳ کا جزل)
- مبیع اگر مشتری کے قبضے میں جانے سے پہلے بائع کے ہاتھ میں تلف ہو جائے تو اس کا تاوان۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزم)
- حرم کا شکار تلف کرنے میں شرکت کرنے والے کا تاوان۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جزب کا جز ۲)
- جان اور اعضاء تلف کرنے اور انہیں نقصان پہنچانے کا تاوان۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جزب)
- تعدی یعنی زیادتی کرنے کی صورت میں عاریت اور ودیعت کا تاوان۔ (دیکھئے مادہ اعارۃ نمبر ۲ کا جزد) نیز (مادہ امانۃ نمبر ۳ کا جزاَ)
- اس مال کا تاوان جسے خیار شرط کے اندر قبضے میں لیا گیا ہو۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جزج)

- مسلمان کے کتے کو ہلاک کر دینے کا کوئی تاوان نہیں۔ (دیکھئے مادہ کلب نمبر۲)
- میت کی طرف سے دین بھرنا۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر۶ کا جز واؤ)
- اگر شوہر اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ بدکاری کر لے تو وہ لونڈی کا تاوان بھرے گا۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر۳ کا جز واؤ)
- رہن کے تلف ہو جانے کا تاوان۔ (دیکھئے مادہ رھن نمبر۴)
- اگر کسی عورت کے ساتھ بدکاری کی جائے اور وہ لونڈی ہو تو قیمت کی صورت میں اس کا تاوان بھرا جائے گا اور اگر آزاد ہو تو مہر کی صورت میں۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر۴ کا جز واؤ)
- چور مسروقہ مال کا تاوان بھرے گا۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر۴ کا جز ھ)
- اگر عورت کا ولی عورت کے اندر موجود عیب کو اس کے ہونے والے شوہر سے پوشیدہ رکھے تو وہ شوہر کو مہر کا تاوان بھر دے گا۔ (دیکھئے مادہ تغریر نمبر۲ کا جز ب) نیز (مادہ خیار نمبر۲ کے جز ب کا جز۳)
- اکراہ کے اندر مکرہ (اکراہ کے مرتکب) پر تاوان کا وجوب۔ (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر۲ کا جز د)

۳۔ ضامن (تاوان بھرنے والا)

أ۔ مباشر (بلا واسطہ سبب بننے والا) تاوان کے موجب فعل مثلاً اتلاف وغیرہ کے براہ راست مرتکب پر تاوان کا وجوب ہوتا ہے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ تاوان کے بارے میں حسن بصریؒ سے منقول تمام روایات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔

ب۔ شریک: تاوان کے موجب فعل کے اندر شرکت کرنے والے پر بھی تاوان کا وجوب ہوتا ہے مثلاً اگر حرم کا شکار مارنے میں کئی افراد شریک ہوں تو ان میں سے ہر ایک پر تاوان واجب ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۸ کے جز ب کا جز۲) اگر ایک شخص کو خطا سے قتل کرنے میں کئی افراد شریک ہوں تو ان سب پر مقتول کی دیت واجب ہو جائے گی اور وہ سب مل کر یہ دیت ادا کریں گے نیز ان میں سے ہر ایک پر پورا کفارہ واجب ہو گا۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۳ کا جز ج)

ج۔ مددگار: اس پر بھی تاوان واجب ہو گا اور وہ تاوان بھرنے میں مباشر کے ساتھ شریک ہو گا۔ عطاء بن ابی رباح نے روایت کی ہے کہ ایک یتیم لڑکی ایک شخص کے زیر سایہ تھی۔ اس شخص کی بیوی کے دل میں مذکورہ لڑکی کے خلاف حسد پیدا ہو گیا۔ اس نے چند عورتوں کو بلایا۔ انہوں نے اس لڑکی کو پکڑ لیا اور عورت نے اپنی انگلی کے ذریعے لڑکی کا پردۂ بکارت چاک کر دیا اور شوہر سے کہہ دیا کہ لڑکی نے بدکاری کی ہے شوہر نے قسم کھالی کہ وہ یہ معاملہ امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس لے جائے گا۔ لڑکی نے اسے بتا دیا کہ تمہاری بیوی جھوٹ بول رہی ہے اور اسے تمام معاملہ سے آگاہ کر دیا۔ جب معاملہ حضرت علیؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اس معاملہ میں اپنی رائے دو۔ حضرت حسنؓ نے عرض کیا کہ امیر المومنین ہی اپنی رائے دیں لیکن حضرت علیؓ نے انہیں اپنی رائے دینے پر مجبور کر دیا۔ اس پر حضرت

حسنؒ نے کہا: ''پہلے تو عورت کو اس کے اس جرم پر کوڑے لگائے جائیں گے۔ پھر لڑکی کو پکڑ رکھنے والی عورتوں پر جرمانے کے ساتھ ساتھ لڑکی کا مہر مثل بھی عائد کیا جائے گا۔'' یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا: ''اگر اونٹوں کو چکی پیسنا سکھا دیا جائے تو وہ چکی پیسنے لگیں۔'' (اس زمانے میں اونٹوں کو چکی پیسنے کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا تھا) پھر آپ نے یہی فیصلہ سنایا۔ (۴) ایک اور روایت کے مطابق مذکورہ عورت پر نیز پکڑ رکھنے والی عورتوں پر مہر مثل لازم کیا گیا۔

حسن بصریؒ نے حرم کے شکار کی نشان دہی کرنے والے نیز اس کی طرف اشارہ کرنے والے پر بھی اس صورت میں تاوان واجب کر دیا تھا جب شکاری نے مذکورہ شکار ہلاک کر دیا ہو۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جزب کا جز ۲)

د۔ مکرِہ (اکراہ کا مرتکب) جو شخص کسی کو کسی فعل پر مجبور کر دے تو تاوان کا وجوب اس مکرہ پر ہوگا۔ (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۲ کا جز د)

ھ۔ متسبب (بالواسطہ سبب بننے والا): اگر کسی چیز کے اتلاف میں تسبب (بالواسطہ سبب) پایا جائے اور مباشرت (بلاواسطہ سبب) موجود نہ ہو تو اس صورت میں متسبب تلف شدہ چیز کا تاوان بھرے گا۔ مثلاً کوئی شخص شارع عام پر کنواں کھود دے اور اس میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہو جائے تو کنواں کھودنے والا مرنے والے کی دیت بھرے گا۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۲ کا جز د)

۴۔ مضمون (وہ چیز جس کا تاوان بھرا جائے) تلف شدہ چیز کا تاوان واجب ہونے کی درج ذیل شرائط ہیں:

اَ۔ حرمت یعنی محترم ہونا: غیر محترم چیز کے اتلاف کا کوئی تاوان نہیں مثلاً برسرِ پیکار کافر یعنی محارب کا کوئی تاوان نہیں ہوتا۔

ب۔ مضمون اپنے مالک کے نزدیک مالیت کا حامل ہو: بنا بریں حسن بصریؒ نے یہودی اور نصرانی کی شراب چرانے پر چور کا قطع ید واجب کر دیا۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۴ کا جز أ) اسی طرح مسروقہ مال کی واپسی واجب کر دی بشرطیکہ وہ موجود ہو۔ بصورت دیگر اس کی قیمت کی واپسی واجب کر دی۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۴ کا جز ھ)

ج۔ ملکیت: غیر مملوکہ اشیاء کا کوئی تاوان نہیں مثلاً جنگلات کے درخت۔ اسی طرح لقطہ (کسی جگہ پڑی ہوئی کوئی چیز) اٹھانے والے کے ہاتھ سے اگر سال گزرنے سے پہلے یا سال گزرنے کے بعد لقطہ ضائع ہو جائے تو اس پر اس کا تاوان عائد نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ حسن بصریؒ کے نزدیک لقطہ کسی بھی حالت میں ملکیت کے تحت نہیں آتا۔ (۵) (دیکھئے مادہ لقطۃ) اسی طرح اگر کوئی شخص کسی بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ لے اور غلام اس کے ہاتھ سے بھی نکل بھاگے تو اس پر کوئی تاوان عائد نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ اباق نمبر ۲ کا جز د) اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے پالتو کتے کو تلف کر دے تو اس پر تاوان عائد نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ کتا ملکیت کے تحت نہیں آتا اور نہ اس کی بیع جائز ہے۔ (۶) پیشاب تلف کرنے والے پر بھی کوئی تاوان نہیں

کیونکہ پیشاب کی ملکیت نہیں ہوتی۔

ضیافۃ (میزبانی کرنا)

۱۔ تعریف: اگر کوئی اجنبی کسی قوم کے ہاں قیام پذیر ہو جائے تو اس کی ضروریات پوری کرنے کو ضیافت کہتے ہیں۔

۲۔ حسن بصریؒ نے نفلی روزہ دار کو اس بات کی رخصت دی تھی کہ اگر اس کا کوئی مہمان آ جائے تو وہ اپنا روزہ توڑ سکتا ہے اور اس کے بعد وہ اس کی قضا رکھ لے۔ (۷)

حرف الضاد میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) المغنی ج ۸ ص ۵۹۵

(۲) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۳۰

(۳) نظریۃ الضمان، محر فوزی فیض اللہ ص ۲۱

(۴) عبد الرزاق ج ۷ ص ۴۱۲

(۵) المغنی ج ۵ ص ۶۴۸

(۶) المجموع ج ۹ ص ۲۴۶

(۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۹

حرف الطاء

طرّار (جیب تراش)

جوشخص جیب یا ہمیان (کمر وغیرہ سے بندھی ہوئی تھیلی) کتر کر اس میں سے رقم اڑا لے، اسے طرار کہتے ہیں۔

طرار کی سزا قطع ید ہے۔ (دیکھئے مادہ سرقتہ نمبر ۳ کا جز ز نیز نمبر ۴ کا جز ج)

طریق (راستہ، گزرگاہ)

طریق اس مقام کو کہتے ہیں جسے لوگوں کی آمد ورفت کے لیے بطور گزرگاہ مقرر کر دیا گیا ہو۔ راستے کی مٹی پاک ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ نجاستہ نمبر ۳ کا جز واؤ)

طعام (خوردنی چیز)

۱۔ تعریف: ہر وہ چیز طعام ہے جسے عادتاً بطور خوراک استعمال کیا جاتا ہو اور اس کے ذریعے جسم بحال رہتا ہو۔

۲۔ ایسے جانور جن کا گوشت حرام ہے:

اُ۔ کسی ایسے جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں جس کی شرعی ذبح مع شرائط عمل میں نہ لائی گئی ہو۔ (دیکھئے مادہ ذبح) یا جسے شکار کی شرعی شرائط کے تحت شکار نہ کیا گیا ہو۔ (دیکھئے مادہ صید)

ب۔ اللہ سبحانہ نے اپنی کتاب میں جن اشیاء کی تحریم کر دی ہے، انہیں کھانا جائز نہیں۔ یہ نص سبحانی سورۂ انعام آیت نمبر ۱۴۵ کے اندر ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اے محمد (ﷺ)! ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے، اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔)

سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳ میں اس کی مزید وضاحت ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو) ان تمام صورتوں کا اندراج تین ہی باتوں کے اندر ہے۔ یعنی مردار، خون یعنی نجاسات اور سور کا گوشت۔

ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ حضرت ابن عباسؓ [1] اور ام المومنین حضرت عائشہؓ [2] کے اس امر میں ہمنوا ہیں

کہ درج بالا آیات میں ذکر کردہ جانوروں کے سوا باقی ماندہ جانوروں کا گوشت حلال ہے۔ آپ سے درندوں کے گوشت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس پر آپ سے کہا گیا کہ پھر حضرت ابوثعلبہؓ الخشنی کی روایت کردہ حدیث کا کیا بنے گا؟ (اس حدیث کے مطابق درندوں کا گوشت حرام ہے) آپ نے جواب دیا: ''ہم اللہ کی کتاب کو ایک ایسے بدوی کی روایت کردہ حدیث کی بنا پر نہیں چھوڑ سکتے جو اپنی ران پر پیشاب کرنے والے تھے۔'' (۳) حضرت ابوثعلبہؓ کی روایت کردہ حدیث سے مذکورہ لوگوں کی مراد ان کی وہ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ: ''حضور ﷺ نے کچلیاں رکھنے والے ہر درندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔'' (۴) حسن بصریؒ نے اس حدیث پر اس لیے عمل نہیں کیا کہ آپ اس پر عمل کو قرآن کا نسخ تصور کرتے تھے اور قرآن کو سنت کے ذریعے منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ بنابریں آپ سے لومڑی (۵)، گھوڑے (۶) اور خچر (۷) کا گوشت کھانے کا جواز منقول ہے۔ نیز اس تریاق کا بھی جسے سانپوں کے گوشت سے تیار کیا جاتا ہے۔ (۸) علاوہ ازیں چمگادڑ (۹) اور بندر (۱۰) کے گوشت کا جواز بھی منقول ہے تاہم اس جواز کے ساتھ کراہت بھی ہے۔ مذکورہ جانوروں کے گوشت میں کراہت کا قول علماء کے ساتھ اختلاف سے نکلنے کے لیے کیا گیا ہے کیونکہ جمہور صحابہ کرام اور تابعین عظام کچلیاں رکھنے والے ہر درندے کی تحریم کے قائل ہیں۔ حسن بصریؒ تو کچھوا کھانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۱۰ب) آپ نے جری (مچھلی کی ایک قسم) کھا لینے کی بھی رخصت دی تھی۔ (۱۱) اور خرگوش کے گوشت کو بھی جائز قرار دیا تھا۔ (۱۲) تاہم آپ ہاتھی کے گوشت کو حرام قرار دیتے تھے اور ہاتھی کو سور کی نسل سے تصور کرتے تھے۔ آپ فرماتے: ''ہاتھی سور ہے۔ اسے کھانا جائز نہیں اور اس کا دودھ بھی نہیں پیا جائے گا۔'' (۱۳) نووی نے آپ سے بندر کے گوشت کی تحریم نقل کی ہے۔ شاید آپ اسے انسان کی نسل سے تصور کرتے تھے۔ تاہم آپ سے اس بارے میں صحیح روایت کراہت کی ہے۔ واللہ اعلم۔

د۔ سمندری مردار: حسن بصریؒ مر کر سطح آب پر آ جانے والی مچھلی کھا لینا جائز قرار دیتے تھے مگر کراہت کے ساتھ (۱۴) تاکہ اس بارے میں علماء کے ساتھ اختلاف سے نکلا جا سکے۔ تاہم آپ اس مچھلی کو کھا لینا بلا کراہت جائز قرار دیتے تھے جو سمندری مد و جزر کے عمل کی بنا پر خشکی پر آ جائے اور پھر مر جائے۔ اسی طرح جو مچھلی پانی میں لگائے ہوئے باڑھے کے اندر آ کر مر جائے، اسے کھا لینا بھی جائز سمجھتے تھے (۱۵) کیونکہ اس طرح کی مچھلی کی موت کسی آفت کی بنا پر واقع نہیں ہوتی ہے۔

ھ۔ حرم کے شکار کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ اسی طرح خشکی کے اس شکار کا گوشت بھی جسے کسی نے حالت احرام میں شکار کیا ہو۔ دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جزب کا جز ۳ اور ۴)

و۔ جزا یعنی خلاف ورزی کے جرمانے کے طور پر ذبح کیے جانے والے جانور کا گوشت جرمانہ بھرنے والے کے لیے حلال نہیں ہے۔ اس کے سوا وہدی یعنی قربانی کے دیگر جانوروں کا گوشت کھا سکتا ہے۔ (۱۶) (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جزب کا جز ۸)

ز۔ جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) کا گوشت کھانے میں حسن بصریؒ کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (۱۷)

ح۔ جنین: اگر کوئی مادہ جانور ذبح ہو اور اس کے پیٹ سے مردہ بچہ برآمد ہو جس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں تو اسے کھا لینا جائز ہوگا۔ (دیکھئے مادہ جنین نمبر ۲ کا جز أ)

ط۔ قربانی کے گوشت سے کافر کو کھلانا اور کافر کا کھا لینا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۶ کا جز ج)

۳۔ حرام دودھ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ دودھ گوشت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے جس جانور کا گوشت کھانا حرام ہو اس کا دودھ پینا بھی حرام ہوگا اور جس جانور کا گوشت مکروہ ہو، اس کا دودھ بھی مکروہ ہوگا۔ (۱۸)

۴۔ شراب سے بنا ہوا سرکہ استعمال کر لینے میں حسن بصریؒ کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۳ کا جز د)

۵۔ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حسن بصریؒ نے مکروہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح ان برتنوں میں بھی جن پر سونے اور چاندی کا پانی چڑھا ہو۔ (دیکھئے مادہ اناء نمبر ۲ کا جز أ)

۶۔ مال غنیمت میں سے کھانا: مجاہدین جب دشمن کی سرزمین میں داخل ہو جائیں تو دشمن کی جو خوردنی اشیاء اور چارے ان کے ہاتھ لگ جائیں، اسے کھا لینا اور اپنے جانوروں کو کھلا دینا ان کے لیے جائز ہوگا۔ (۱۹) اگر انہیں مال غنیمت ہاتھ آ جائے تو اس میں سے وہ کھا سکتے اور اپنے جانوروں کو کھلا سکتے ہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ہمیں غزوات کے اندر دشمن کی گندم، جو، گھی اور شہد وغیرہ ہاتھ لگتے تھے اور ہم اس میں سے کھا لیا کرتے تھے۔'' (۲۰) آپ فرماتے: ''حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو اگر جانوروں یعنی اونٹوں اور گایوں کی صورت میں مال غنیمت ہاتھ آتا تو وہ اس میں سے کھا لیا کرتے نیز اپنے جانوروں کو چارہ وغیرہ بھی کھلا دیا کرتے۔ وہ مال غنیمت میں سے کوئی چیز فروخت نہ کرتے۔ اگر فروخت کرتے تو اسے تقسیم ہونے والے مال غنیمت میں واپس کر دیتے۔'' (۲۱) (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۱۲) نیز (مادہ غنیمۃ نمبر ۴)

۷۔ شہر کے اندر رہنے والے مجوسیوں کا تیار کردہ کھانا: حسن بصریؒ مجوسیوں کا تیار کردہ کھانا جس میں گوشت شامل نہ ہو، کھا لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور اگر گوشت شامل ہو اور کھانا تیار کرنے والے مجوسی مسلمانوں کے کسی شہر میں رہتے ہوں تو اسے کھا لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ مذکورہ مجوسی مسلمانوں کے بازاروں سے گوشت خریدتے تھے۔ (۲۲)

۸۔ مشکوک کمائی کرنے والے کا تیار کردہ کھانا: مشکوک کمائی سے ہماری مراد وہ کمائی ہے جس میں حلال کے ساتھ حرام بھی ملا ہوا ہو اور دونوں کو علیحدہ کرنا ممکن نہ ہو۔ حسن بصریؒ مشکوک کمائی کرنے والوں کا تیار کردہ طعام کھا لینا جائز قرار دیتے تھے۔ آپ سے ایک شخص نے کہا: ''ایک چوہدری میرا پڑوسی ہے۔ وہ مجھے ہدیہ بھیجتا ہے۔ کیا میں اسے قبول کر لوں؟'' یا یوں کہا: ''اس نے مجھے ولیمہ کھانے کی دعوت دی ہے۔ کیا میں اس کا ولیمہ کھا لوں؟'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''کھا لو۔ کھانے کا لطف تم اٹھاؤ گے اور کھانے کے گناہ کا بوجھ اس کے سر ہوگا۔'' (۲۳) آپ سے پوچھا گیا کہ سونے چاندی کا کاروبار کرنے والوں کا کھانا کھایا جا

سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہود و نصاریٰ کے بارے میں بتا دیا ہے کہ یہ لوگ سود کھاتے ہیں لیکن ان کا طعام تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔''(٢٤) حاکم بصرہ عدی بن ارطاۃ آپ کو تھال بھر بھر کر ثرید (گوشت کے شوربے میں ملی ہوئی روٹیاں) بھیجتا تھا۔ آپ اس میں سے خود بھی کھاتے اور اپنے رفقاء کو بھی کھلاتے۔ (٢٤ب)

٩۔ قریبی رشتہ داروں کے ہاں ان سے اجازت لیے بغیر کھانا کھالینا۔ (دیکھئے مادہ استئذان نمبر٢ کا جزب)

١٠۔ ضرورت کے تحت حلال ہو جانے والی چیزیں۔ (دیکھئے مادہ ضرورۃ نمبر٢)

١١۔ چلنے کی حالت میں کھانا: حسن بصریؒ چلتے ہوئے کھانا مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ اس کے اندر بلاضرورت سنت کی مخالفت کا پہلو ہے۔ مسافر کے لیے اس کی رخصت ہے کیونکہ سفر میں پیش آنے والے حالات مسافر کو ایسا کرنے پر بعض دفعہ مجبور کر دیتے ہیں۔ عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں نے معمر سے چل پھر کر کھانے والے شخص کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ حسن بصریؒ مسافر کے لیے اس کی اجازت دیتے تھے۔ (٢٥)

١٢۔ طعام کے ذریعے ہاتھ صاف کرنا مکروہ ہے کیونکہ ایک تو اس سے طعام آلودہ ہو جاتا ہے اور دوسرے اس کی وجہ سے طعام کی حرمت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں ذکر ہے کہ حسن بصریؒ آٹے وغیرہ کے ذریعے اپنا ہاتھ صاف کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔ (٢٦)

١٣۔ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کی وجہ سے وضو کرنے کا حکم۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر٥ کا جزج)

١٤۔ کسی چیز کا کھالینا روزے کو فاسد کر دیتا ہے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر١٠ کا جزأ)

طفل (لڑکا)

ولادت سے لے کر بلوغت تک کا انسان طفل کہلاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ صغیر)

طلاء (مشروبات کی ایک قسم) دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر٣ کا جزب۔

طلاق (طلاق)

طلاق سے متعلقہ مبحث کی فہرست درج ذیل ہے:

(١) طلاق کی تعریف۔ (٢) طلاق کے سلسلے میں والدین کی عدم اطاعت۔ (٣) طلاق کی انواع (أ۔ طلاق رجعی، ب۔ طلاق بائن، ج۔ طلاق مغلظہ، د۔ طلاق سنت، ھ۔ طلاق بدعت) (٤) طلاق دینے والا۔ (٥) مطلقہ۔ (٦) طلاق کے الفاظ (أ۔ عمومی احکام، ب۔ طلاق کی تعلیق، ج۔ طلاق کے کنایات) (٧) طلاق کن الفاظ کے ذریعے واقع ہوتی ہے۔ (٨) وہ اسباب جو عورت کے لیے طلاق طلب کرنے کی اباحت کر دیتے ہیں۔ (٩) طلاق کا اثبات۔ (١٠) طلاق کے اثرات (أ۔ عدت، ب۔ متعہ)

١۔ تعریف: ملک نکاح کو زائل کر دینے کا نام طلاق ہے۔

ـ　طلاق کے سلسلے میں والدین کی اطاعت نہ کرنا: حسن بصریؒ دلوں میں فساد کی بنا پر ساس بہو کے درمیان پیدا ہونے والی عداوت کی وسعت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ بنابریں آپ نے بیوی کو طلاق دینے کا معاملہ اطاعت والدین کے دائرے سے خارج کر دیا تھا۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میری ماں پیچھے پڑی رہی کہ شادی کرلو۔ اب وہ چاہتی ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''اپنی بیوی کو طلاق دے دینا کسی طرح اپنی ماں کے ساتھ نیکی اور اس کی اطاعت نہیں ہے۔''(۲۷)

۱ـ　طلاق کی انواع: یہ تین ہیں:

ـ　طلاق رجعی: وہ یہ کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو ایسی طلاقیں دے جن کے بعد اسے اپنی بیوی کو کسی عقد یا مہر یا اس کی اجازت کے بغیر زوجیت میں واپس لے آنے کا حق باقی رہے۔

ب ـ　طلاق بائن: وہ یہ کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو رجعی طلاق دے اور اسے اپنی زوجیت میں واپس لے آنے کا حق شوہر کو حاصل رہے لیکن شوہر یہ حق استعمال نہ کرے حتیٰ کہ مطلقہ کی عدت گزر جائے یا شوہر اپنی بیوی کو ایسی ایک طلاق دے جس کے بعد اسے اپنی زوجیت میں واپس لانے کا حق صرف نئے عقد کے تحت شوہر کو حاصل ہو۔ خلع کے تحت واقع ہونے والی طلاق بھی اسی نوعیت کی ہے۔ (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۸) اگر ایلاء اور طلاق یکجا ہو جائیں تو دونوں کی مدتوں میں سے پہلے گزر جانے والی مدت گزرنے کے ساتھ ہی مذکورہ طلاق بائن طلاق بن جائے گی۔ (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۶)

ج ـ　طلاق مغلظہ: وہ یہ کہ شوہر اپنی بیوی پر تین طلاق مکمل کرلے۔ اس کے بعد اسے اپنی زوجیت میں واپس لانے کا حق شوہر کو اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا جب تک مذکورہ عورت کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے۔ (دیکھئے مادہ تحلیل) پھر وہ اسے نئے عقد کے تحت میں زوجیت میں واپس لا سکے گا۔ طلاق کی ان تینوں اقسام کی عملی صورتیں بحث کے دوران سامنے آئیں گی۔

ـ　طلاق سنت: اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر طہر کے اندر جس کے دوران اس نے ہمبستری نہ کی ہو، ایک طلاق دیدے۔ پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دیدے اور پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دیدے۔ چونکہ حاملہ عورت حالت طہر میں ہوتی ہے، اس لیے اس کا شوہر جب بھی چاہے، اسے طلاق دے سکتا ہے۔ (۲۸) پھر وضع حمل تک وہ اسے چھوڑے رکھے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حاملہ کو وضع حمل تک ایک سے زائد طلاق نہ دی جائے۔ وضع حمل کے ساتھ ہی وہ اس سے بائن ہو جائے گی۔''(۲۹) نیز فرمایا: ''طلاق سنت عدت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ وہ اسے اس حالت میں طلاق دے جب ہمبستری نہ ہوئی ہو۔ اگر اسے حمل ہو تو جس وقت چاہے، طلاق دیدے۔''(۳۰) اسی طرح حیض سے مایوس بیوی (آئسہ) کو نیز نابالغ بیوی کو جسے ابھی حیض شروع نہ ہوا ہو، جس وقت چاہے طلاق دے سکتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر کی بیوی آئسہ ہو یعنی حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہو یا نابالغہ بیوی ہو جسے ابھی حیض شروع نہ ہوا ہو تو اسے وہ جس وقت چاہے، طلاق دے سکتا ہے۔''(۳۱) ایک طلاق دینے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ

اس کے بعد شوہر کے لیے سوچ بچار اور غور وفکر کرنے کا موقعہ موجود ہے۔طہر کے اندر طلاق دینے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ طہر کے اندر حیض کے زمانے کی بہ نسبت مرد کو اپنی بیوی کی طرف زیادہ رغبت ہوتی ہے۔اس طہر میں ہمبستری نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ حمل سے رحم خالی ہونے کا یقین ہو جائے۔اس میں حمل یعنی بچے کی بھلائی اور مصلحت پوشیدہ ہے نیز یہ کہ مطلقہ پر عدت کی مدت طویل نہ ہو جائے۔

ھ۔ طلاق بدعت: طلاق سنت کے خلاف جو طلاق دی جائے، اسے طلاق بدعت کہتے ہیں۔تاہم طلاق بدعت واقع ہو جاتی ہے۔حسن بصریؒ نے فرمایا: ''حائضہ کو دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔''(۳۲) آپ ایک طہر کے اندر دی گئی تین طلاقوں کو معصیت شمار کرتے تھے (۳۳) جس پر شوہر سزا پانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے: ''لوگ (صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام) ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینے والے شوہر کی خوب خبر لیتے تھے۔''(۳۴) یعنی اسے سزا دیتے تھے۔حسن بصریؒ مطلقہ پر عدت کی مدت دراز کر دینے کو بھی بدعت شمار کرتے تھے۔آپ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۱ (وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۔اور تم انہیں نقصان پہنچانے کے لیے مت روکے رکھو کہ اس طرح تم (ان کے ساتھ) زیادتی کرو) کی تفسیر میں فرماتے: ''اس سے مراد وہ شوہر ہے جو اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور جب اس کی عدت ختم ہونے پر آئے تو اس سے رجعت کرنے پر گواہی قائم کرلے اور پھر اسے طلاق دیدے۔پھر جب اس کی عدت کے خاتمے کا وقت آجائے تو اس سے رجعت کرنے پر گواہی قائم کرلے۔اور اس کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہ ہو کہ عورت کی عدت کی مدت دراز ہو جائے۔''(۳۵)

۴۔ مطلق (طلاق دینے والا): جب تک مطلق کے اندر درج ذیل شرائط جمع نہ ہو جائیں، اس وقت تک اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

أ۔ وہ مطلقہ کا شوہر یا اس کا نائب ہو:

۱۔ مطلقہ کا شوہر ہونے کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں۔''(۳۶) اس سے یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص کہے کہ: ''جس دن میں فلاں عورت سے نکاح کروں، اسی دن اسے طلاق ہے۔'' تو یہ طلاق نہیں ہوگی۔ (۳۷)

۲۔ وہ شوہر کا نائب ہو:

أ۔ اگر یہ نائب خود عورت ہو تو یہ اس صورت میں ہوگا جب شوہر نے بیوی کو طلاق کی تملیک کر دی ہو۔

⊙ شوہر کے لیے اپنی بیوی کو طلاق کی تملیک مکروہ ہے کیونکہ اس کا یہ فعل اس امر کے مترادف ہوگا کہ جس بات کا اختیار اللہ نے اسے دیا ہے، اس نے اپنی بیوی کو اس کا اختیار دینے کی حرکت کی ہے۔حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق کی تملیک کر دی۔اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی لیکن وہ اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہوگا۔''(۳۸)

⊙ اگر شوہر ایک مقررہ مدت تک کے لیے اپنی بیوی کو طلاق کی تملیک کر دے تو بیوی کو دو مدتوں میں سے قریب

تر مدت تک اسے کام میں لانے کا حق ہوگا یعنی مقررہ مدت اور شوہر کی ہمبستری کے وقت میں سے قریب تر مدت تک۔ اس لیے کہ شوہر کو اپنے ساتھ ہمبستر ہونے کا موقعہ فراہم کرنا شوہر پر راضی رہنے کی دلیل ہو گی۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی کو ایک مقررہ مدت تک کے لیے طلاق کی تملیک کر دے، فرمایا: ''اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار عورت کے ہاتھ میں اس وقت تک رہے گا جب تک اس شوہر اس کے ساتھ ہمبستر نہ ہو جائے۔''(۳۹) اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق کی تملیک کر دے اور اس کے لیے کسی مدت کی تحدید نہ کرے تو اس صورت میں بیوی اس وقت تک اس اختیار کی مالک رہے گی جب تک وہ کوئی فیصلہ نہ کر لے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کی طلاق کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دیدے یعنی اسے مالک بنا دے تو اس کا معاملہ اس کے ہاتھ میں اسی مجلس کے اندر اور اس مجلس کے بعد بھی اس وقت تک رہے گا جب تک وہ کوئی فیصلہ نہ کر لے۔''(۴۰) لیکن اگر وہ اسے اختیار دے یعنی طلاق لینے کا اختیار دیدے، طلاق تملیک نہ کرے تو جب تک مجلس برخاست نہ ہو جائے، اس وقت تک وہ اپنے آپ کو طلاق دے سکے گی۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جزح)

⊙ اختیار ملنے کے بعد اگر بیوی کہے: ''میں نے طلاق اختیار کی۔'' تو اس کے اس اختیار کی بنا پر تین طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ بیوی کا یہ جملہ اس سے شوہر کی گرفت کے خاتمہ کا مقتضی ہوگا اور یہ خاتمہ صرف تین طلاقوں کے ذریعے ہی عمل میں آئے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دیدے اور وہ طلاق کی بات اختیار کر لے تو وہ تین طلاقوں کے تحت اس سے بائن ہو جائے گی۔''(۴۱) ابن حزم نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر بیوی مذکورہ صورت کے اندر علیحدگی (طلاق) کی بات اختیار کر لے تو یہ ایک بائن طلاق ہوگی کیونکہ اسی کے ذریعے ہی مقصود متحقق ہوگا اور واپسی کی امید منقطع نہیں ہوگی۔ اگر بیوی مذکورہ اختیار اپنے شوہر کو واپس کرتے ہوئے اس کے عقد میں رہنے کی بات اختیار کر لے تو یہ ایک رجعی طلاق ہوگی۔''(۴۲)

ب۔ اگر مذکورہ نائب کوئی اجنبی یعنی تیسرا شخص ہو تو اس صورت میں اگر وہ ایک ہو اور پھر طلاق دینے کا فیصلہ کر لے تو عورت کو طلاق ہو جائے گی اور اگر وہ طلاق نہ دینے کا فیصلہ کر کے اسے اس کے شوہر کی طرف واپس کر دے تو اس صورت میں ایک رجعی طلاق واقع ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کے طلاق کا معاملہ بیوی کے سوا کسی اور کے حوالے کر دے تو اس صورت میں وہی ہوگا جو وہ فیصلہ کرے گا۔ اگر وہ اسے اس کے شوہر کی طرف واپس کر دے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر اس کا سب سے بڑھ کر حق دار ہوگا۔''(۴۳) یعنی یہ رجعی طلاق ہوگی۔ اسی مفہوم پر اس روایت کو یوں محمول کیا جائے گا جسے ابن ابی شیبہ نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کے طلاق کا معاملہ کسی اور کے سپرد کر دے تو وہ جو کہے گا، وہی ہوگا۔(۴۴) یعنی اگر یہ دوسرا شخص طلاق واقع کرنے کے وقت ایک طلاق کہے گا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر دو یا اس سے زائد کہے گا تو اس کے قول کے مطابق دو یا دو سے زائد طلاقیں واقع ہو جائیں

گی یا اسی طرح ہوگا جس طرح شوہر نے مذکورہ دوسرے شخص کو طلاق کا معاملہ تفویض کرتے وقت کہا ہو۔ یعنی اگر ایک طلاق دینے کے لیے کہا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر دو کہا تو دو طلاق واقع ہوگی اور اگر تین کہا ہو تو تین طلاق واقع ہوگی۔

⊙ اگر مذکورہ نائب دو افراد ہوں تو جب تک ان دونوں کا طلاق کی بات پر اتفاق نہ ہو جائے، طلاق واقع نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی کے طلاق کا معاملہ دو افراد کے سپرد کردے اور پھر ان میں سے ایک فرد اسے طلاق دیدے، فرمایا: ''اس کی بیوی پر اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک مذکورہ دونوں افراد کا اس پر اتفاق نہ ہو جائے۔''(۴۵)

ج۔ زوجین کے درمیان مصالحت کرانے کے لیے اگر دو صلح کنندگان یعنی ثالث مقرر کیے جائیں تو انہیں عورت کو طلاق دینے کا اس وقت تک اختیار نہیں ہوگا جب تک شوہر ان دونوں کو طلاق دینے کا معاملہ سپرد نہ کر دے بلکہ وہ دونوں قاضی کو اس بات سے آگاہ کریں گے اور پھر اگر قاضی صلح کے معاملہ کو محال سمجھے تو وہ زوجین کے درمیان علیحدگی کرائے گا۔ (۴۶) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''دونوں ثالث صرف زوجین کے درمیان مصالحت کرانے کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں تاکہ وہ ظالم فریق کو اس کے ظلم کی نشاندہی کر دیں اور گواہ بنیں۔ جہاں تک علیحدگی کرانے کا تعلق ہے تو انہیں اس کا اختیار نہیں ہوتا۔''(۴۷) نیز فرمایا: ''دونوں ثالث یکجا رکھنے کے بارے میں فیصلہ دیں گے۔ علیحدگی کرانے کا فیصلہ نہیں سنائیں گے۔''(۴۸) (دیکھیے مادہ تحکیم نمبر۴)

د۔ اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے تو طلاق کا اختیار اس کے ہاتھ سے منتقل ہو کر آقا کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ (دیکھیے مادہ استیذان نمبر۶ کا جز ب) نیز (مادہ اجازۃ نمبر۲) مفقود کی بیوی کو مفقود کا ولی انتظار کی مدت ختم ہونے پر طلاق دے گا۔ (دیکھیے مادہ مفقود نمبر۲)

گونگے کی طرف سے اس کا ولی طلاق دے گا۔ (دیکھیے مادہ طلاق نمبر۶ کے جز أ کا جز۳)

ب۔ مسلمان ہونا: حسن بصریؒ کافر کی طلاق کا اعتبار نہیں کرتے تھے اور فرماتے: ''مشرک کی طلاق جائز نہیں۔'' (۴۹)

ج۔ عاقل ہونا: دیوانہ جب تک دیوانگی سے صحت یاب نہ ہو جائے، اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی (دیکھیے مادہ جنون نمبر۲ کا جز ب) البتہ اگر کسی چیز کے استعمال سے اس کی عقل زائل ہوگئی ہو تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ بنا بریں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''نشے کی زد میں آئے ہوئے شخص (سکران) کی طلاق جائز ہے۔ اس کی پشت کی خوب اچھی طرح خبر لی جائے گی۔'' (دیکھیے مادہ اشربۃ نمبر۵ کا جز ب)

د۔ بالغ ہونا: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے، اس کی طلاق اور اس کا عتاق جائز نہیں ہوگا۔''(۵۰) اگر اس کی بلوغت میں تاخیر ہو جائے اور اس کے ہم عمر بالغ ہو جائیں تو اس کی دی ہوئی طلاق جائز ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ''لڑکا جب تک بالغ نہ ہو جائے یا اس کے ہم عمر لڑکے بالغ نہ ہو جائیں

وقت تک اس کی دی ہوئی طلاق جائز نہیں ہوگی۔"(۵۱)

ھ۔ بااختیار ہونا: مجبور کیے ہوئے انسان کی طلاق جائز نہیں ہوتی۔(دیکھیے مادہ اکراہ نمبر۲ کا جزا) اکراہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک شخص کسی ظالم سے کسی کی جان بچانے کی خاطر اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ موسیٰ بن معاویہ نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک کے رفیق ابوسعید بن اشرس کو تیونس کے مقام پر وہاں کے سلطان نے ایک شخص کے متعلق جسے وہ قتل کرنا چاہتا تھا، قسم دی کہ: "نہ میں نے اسے پناہ دی ہے اور نہ مجھے اس کے ٹھکانے کا علم ہے۔" ابن اشرس نے سلطان کے سامنے یہ قسم اٹھالی حالانکہ ابن اشرس کو مذکورہ ٹھکانے کا علم تھا اور انہوں نے اسے پناہ بھی دے رکھی تھی۔ پھر سلطان نے اشرس کو تین طلاق کی قسم دی۔ انہوں نے یہ قسم بھی اٹھالی اور اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جانے کے لیے کہہ دیا۔ بیوی ان سے علیحدہ ہوگئی۔ اس کے بعد وہ بہلول بن راشد کے پاس قیروان گئے اور انہیں پوری کہانی سنادی۔ بہلول نے کہا کہ امام مالک کے قول کے مطابق تم حانث ہو گئے۔ ابن اشرس نے جواب میں کہا کہ میں نے بھی امام مالک کو یہ فرماتے سنا تھا۔ میں تو رخصت یعنی گنجائش کی راہ چاہتا ہوں۔ یہ سن کر بہلول نے کہا کہ حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ ایسی صورت میں قسم اٹھانے والا حانث نہیں ہوتا۔ یہ سن کر ابن اشرس اپنی بیوی کے پاس واپس آ گئے اور حسن بصریؒ کے قول پر عمل پیرا ہوئے۔(۵۲)

سخت غصہ بھی انسان سے اس کے اختیار کو سلب کر کے اسے اپنا اسیر بنا لیتا ہے۔ بنابریں حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ سخت غصے کی صورت میں جس کی وجہ سے انسان اپنے آپے سے باہر ہو جائے، طلاق واقع نہیں ہوتی۔ آپ نے غصے کی حالت میں کوئی چیز اپنے اوپر حرام کر لینے والے شخص کے بارے میں فرمایا: "یہ شیطان کی اکساہٹ ہے۔ حالف دس مسکینوں کو کھانا کھلا دے خواہ اس کی یہ قسم اللہ کی اطاعت میں کیوں نہ ہو۔"(۵۳)

و۔ مریض کی دی ہوئی طلاق: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مرض الموت میں گرفتار مریض کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اس میں عدت واجب ہوتی ہے۔ تاہم اگر طلاق دینے کے بعد مریض تندرست نہ ہو تو اس کی یہ طلاق وراثت کے لیے مانع نہیں ہوتی خواہ بیوی مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا۔ حسن بصریؒ نے اس مریض کے بارے میں جو اپنی بیوی کو دخول یعنی شب باشی سے پہلے ہی طلاق دے کر وفات پا جائے، فرمایا: "اس کی بیوی کو پورا مہر ملے گا۔ اسے میراث بھی ملے گی اور اس پر عدت لازم ہوگی۔"(۵۴) (دیکھیے مادہ ارث نمبر۵ کے جز ب کا جز۴) جو شخص اپنی بیوی کو جس کے ساتھ اس نے شب باشی کر لی ہو، اپنی بیماری میں تین طلاق دے کر اس وقت وفات پا جائے جب اس کی عدت گزر چکی ہو، اس کے متعلق آپ نے فرمایا: "اس کی مطلقہ بیوی اس کی وارث بنے گی۔"(۵۵)

اگر شوہر اپنے کسی ذاتی فعل پر طلاق کو معلق کر دے جب کہ وہ تندرست ہو اور پھر وہ یہ فعل اپنے مرض الموت میں کرے اور بیوی کی عدت گزر جانے کے بعد وہ وفات پا جائے تو اس صورت میں مطلقہ اس کی وارث

بنے گی۔(۵۶) کیونکہ طلاق کا وقوع مرض الموت کے اندر اس کے فعل کی بنا پر ہوا تھا۔اس لیے یہ تصور ہوگا کہ اُس نے اپنے مرض الموت میں طلاق کا لفظ اپنی زبان سے نکالا تھا۔ یہ بات اس صورت کے برعکس ہے جب کہ وہ اپنی صحت کے زمانے میں کسی فعل کے ترک پر طلاق کو معلق کر دے اور یہ فعل کیے بغیر اس کی وفات ہو جائے،مثلاً وہ اپنی صحت کے زمانے میں بیوی سے کہے کہ:''اگر میں نے تم پر ایک شادی اور نہیں کی تو تمہیں طلاق۔'' اور پھر شادی کیے بغیر وفات پا جائے تو اس صورت میں یہ تصور ہوگا کہ اس نے صحت کی حالت میں طلاق دے دی تھی۔اس لیے وفات پا جانے کی صورت میں مطلقہ اس کی وارث نہیں بنے گی۔(دیکھیے مادہ ارث نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۵)

ز۔ آزاد اور غلام کی دی ہوئی طلاق: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ آزاد اور غلام دونوں اپنی اپنی آزاد بیوی کو تین تک طلاق دینے کے مالک ہوتے ہیں کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۹ میں ارشاد باری ہے (اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ۔ طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا تو معروف طریقے سے روک رکھنا ہے یا اچھے طریقے سے چھوڑ دینا ہے) یعنی جس طلاق کے اندر شوہر رجعت کا مالک ہوتا ہے، اس کی تعداد دو ہے۔آزاد اور غلام اپنی اپنی لونڈی بیویوں کو دو طلاق دینے کے مالک ہوتے ہیں۔حسن بصریؒ نے فرمایا:''طلاق اور عدت عورتوں کے اعتبار سے ہوتی ہیں۔''(۵۷)

ح۔ اس شوہر کی طلاق جس پر دیوالیہ ہو جانے کی وجہ سے پابندی لگی ہو۔(دیکھیے مادہ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ج)

سکران کی طلاق۔(دیکھیے مادہ اشربۃ نمبر ۵ کا جز ب)

قاضی کی دی ہوئی طلاق۔(دیکھیے مادہ تحکیم نمبر ۴)

ثالثوں کی دی ہوئی طلاق۔(دیکھیے حوالہ درج بالا۔)

۵۔ مطلقہ:

اَ۔ عورت پر طلاق کے وقوع کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وہ طلاق دینے والے کی بیوی ہو۔(دیکھیے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز اَ) اس شرط کے بعد مطلقہ خواہ مسلمان ہو یا اہل کتاب،حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ اس پر طلاق کے تمام احکام منطبق ہو جائیں گے۔حسن بصریؒ نے فرمایا:''یہودیہ یا نصرانیہ کی طلاق مسلمان عورت کی طلاق کی طرح ہے۔''(۵۸)

ب۔ آزاد عورت اور لونڈی کی طلاق: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ طلاق عورتوں کے اعتبار سے ہوتی ہے۔بنا بریں لونڈی کی طلاق کی تعداد دو ہے خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام اور آزاد عورت کی طلاق کی تعداد تین ہے خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام۔آپ نے فرمایا:''طلاق اور عدت کا اعتبار عورتوں کے لحاظ سے ہوتا ہے۔''(۵۹) اس بارے میں حسن بصریؒ کی رائے حضرت زید بن ثابت کی رائے کی طرح تھی۔سلط کے غلام کثیر حضرت زیدؓ کے پاس آئے۔انہوں نے اپنی لونڈی بیوی کو دو طلاق دے دی تھی اور پھر اسے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

حضرت زیدؒ نے فرمایا: ''اگر تم ملکیت کی بنا پر اس سے ہمبستری کرتے تو تمہارے لیے وہ حلال ہوتی لیکن تم نے اسے آزاد کر دیا ہے۔ اس لیے جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہیں کرے گی، تمہارے لیے حلال نہیں ہوگی۔'' (۶۰)

ج۔ اس عورت کی طلاق جو کسی اور مرد سے نکاح کرنے کے بعد دوبارہ پہلے شوہر کے عقد میں آ گئی ہو۔ حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ طلاق مغلظہ پانے والی عورت اگر کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کر لے اور پھر یہ مرد اسے طلاق دیدے یا وفات پا جائے اور عورت عدت گزار کر اپنے پہلے شوہر کے عقد میں آ جائے تو وہ تین طلاقوں کے ساتھ واپس آئے گی یعنی اس کا پہلا شوہر اسے تین تک طلاق دینے کا مالک ہوگا۔ اگر شوہر نے اپنی آزاد بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہوں اور وہ عدت گزارنے کے بعد کسی اور مرد سے نکاح کر لے اور پھر یہ مرد اسے طلاق دیدے یا وفات پا جائے اور مذکورہ عورت عدت گزارنے کے بعد اپنے پہلے شوہر کے عقد میں آ جائے تو وہ باقی ماندہ طلاق یا طلاقوں کے ساتھ واپس آئے گی کیونکہ دوبارہ نکاح پہلے شوہر کی طلاق کو صرف اسی صورت میں ختم کرتا ہے جب طلاقوں کی تعداد پوری ہو چکی ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر عورت کو ایک یا دو طلاقیں ہو جائیں اور اس کی عدت گزر جائے پھر وہ کسی اور مرد سے نکاح کر لے۔ پھر یہ مرد اسے طلاق دیدے یا وفات پا جائے اور عورت عدت گزارنے کے بعد اپنے پہلے شوہر کی طرف واپس ہو جائے تو وہ باقی ماندہ طلاق کے ساتھ واپس آئے گی۔'' (۶۱)

د۔ جس عورت کو حیض آتا ہو، اس کی طلاق: حیض والی عورتوں کو طلاق دینے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ انہیں طہر کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں ہمبستری نہ ہوئی ہو لیکن اگر عورت کو حیض کی حالت میں طلاق دی جائے تو اس حیض کو اس کی عدت میں شمار کیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے اس شوہر کے متعلق جو اپنی حائضہ بیوی کو تین طلاق دیدے، فرمایا: ''اس کی بیوی کا یہ حیض اس کی عدت کے حیض میں شمار ہوگا۔'' (۶۲)

ھ۔ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو، اس کی طلاق: سنت کا تحقق جس وقت بھی شوہر اسے طلاق دیدے، ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ حاملہ ہو یا کبرسنی کی وجہ سے اسے حیض آنا بند ہو گیا ہو یا صغرسنی کی وجہ سے اسے ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جزد) نیز (مادہ حمل نمبر ۳) تاہم حاملہ ہونے کے دوران اسے طلاق دینا مکروہ ہے۔ (۶۳) کیونکہ ایسی صورت میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ وضع حمل کے بعد اپنے بیٹے کو دیکھ لینے پر شاید شوہر کو اپنی دی ہوئی طلاق پر ندامت ہو جائے۔

و۔ غیر مدخول بہا کی طلاق: اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کر لے اور اس کے ساتھ شب باشی کیے بغیر اسے ایک ہی لفظ میں تین طلاق دیدے تو اسے تین طلاق ہو جائے گی اور وہ اس سے طلاق مغلظہ کی بنا پر بائن ہو جائے گی۔ پھر جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے، اس کے لیے پہلے شوہر کی زوجیت میں واپس آنا حلال نہیں ہوگا۔ جو شخص شب باشی سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے، اس کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس کی ناک خاک آلود ہو یعنی وہ ذلیل ہو جائے کہ وہ طلاق کی انتہا کو پہنچ گیا۔ اب اس

کی بیوی کسی اور مرد سے نکاح کیے بغیر اس کی طرف واپس نہیں ہو سکتی۔''(۶۴) اگر شوہر اسے تین جملوں میں تین طلاق دیدے یعنی کہے کہ: ''تمہیں طلاق، تمہیں طلاق، تمہیں طلاق'' تو اس پر ایک بائن طلاق واقع ہو گی۔ اس لیے کہ غیر مدخول بہا کو دی ہوئی طلاق ہمیشہ بائن طلاق ہوتی ہے اور اس پر عدت بھی واجب نہیں ہوتی۔ پھر اگر وہ اسے پیغام نکاح دے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہو گا۔ حسن بصریؒ اپنے فتوؤں میں اسی رائے پر قائم ہو گئے تھے۔ منصور بن المعتمر کہتے ہیں کہ شب باشی سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاق دینے والے شوہر کے متعلق حسن بصریؒ کی آخری رائے یہ تھی کہ مذکورہ شوہر اگر چاہے تو اسے پیغام نکاح دے سکتا ہے۔(۶۵) قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ اگر ایک شخص اپنی کنواری بیوی کو طلاق دیدے (یعنی اس کے ساتھ شب باشی کیے بغیر) تو اس کا کیا حکم ہو گا؟ آپ کی والدہ نے فرمایا: ''تین طلاق کے بعد باقی کیا رہ جاتا ہے؟'' آپ نے ایک عرصے تک یہی فتویٰ دیا پھر اپنے اس قول سے رجوع کر کے فرمایا: ''ایسی صورت میں ایک بائن طلاق واقع ہو گی اور شوہر اسے پیغام نکاح دے سکے گا۔'' پھر آپ اس قول پر زندگی بھر قائم رہے۔(۶۶) ہر ایسی عورت کو غیر مدخول بہا تصور کیا جاتا ہے جسے اس کا شوہر عقد نکاح کے بعد شب باشی سے پہلے طلاق دیدے خواہ اس نے اس کے ساتھ اس سے پہلے نکاح یا تسرّی (دیکھیے مادہ تسری) کے تحت شب باشی کیوں نہ کی ہو۔ حسن بصریؒ نے اس عورت کے بارے میں جو ایک یا دو طلاق کی بنا پر اپنے شوہر سے بائن ہو جائے اور پھر شوہر اس کے ساتھ عدت کے اندر نکاح کر کے اسے شب باشی سے پہلے طلاق دیدے، فرمایا: ''اسے آدھا مہر ملے گا اور اس پر عدت لازم نہیں ہو گی۔''(۶۷) کیونکہ وہ غیر مدخول بہا ہو گی۔ آپ نے اس مرد کے متعلق جو اپنی بیوی سے ایلاء کر لے اور ایلاء پر چار ماہ گزر جائیں اور عورت اس سے خلع لے لے اور پھر وہ اس کی عدت کے اندر اس کے ساتھ نکاح کر کے شب باشی سے پہلے اسے طلاق دیدے، فرمایا: ''اسے نصف مہر ملے گا اور وہ اپنی عدت کا باقی ماندہ حصہ پورا کرے گی۔''(۶۸) ہم (صاحب کتاب) کہتے ہیں کہ دخول (شب باشی) سے پہلے ہر طلاق بائن طلاق ہوتی ہے خواہ ایک ہو یا دو یا تین۔ ایک یا دو ہونے کی صورت میں یہ طلاق بائن غیر مغلظہ ہو گی اور تین کی صورت میں یہ مغلظہ طلاق ہو گی۔

اگر طلاق کی صورت بائن غیر مغلظہ ہو یعنی ایک یا دو تو نئے سرے سے عقد کے ذریعے ہی رجعت حلال ہو گی۔ اگر شوہر یہ سوچتے ہوئے کہ غیر مدخول بہا کی طلاق رجعی طلاق ہوتی ہے، مطلقہ کے ساتھ عقد کے بغیر ہمبستری کر لے تو دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی اور ہمبستری کی وجہ سے عورت کو مہر مل جائے گا۔ ایسے ہی شوہر کے متعلق حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس کی بیوی کو مہر ملے گا اور دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی۔''(۶۹)

ز۔ عدت گزارنے والی عورت (معتدہ) کی طلاق: ایسی معتدہ یا تو طلاق بائن کی معتدہ ہو گی یا طلاق رجعی کی۔

ا۔ طلاق بائن کی معتدہ کو کوئی طلاق لاحق نہیں ہو گی۔ نہ تو عدت کے اندر اور نہ عدت کے بعد۔ حسن بصریؒ نے

فرمایا: ''اگر عورت بائن طلاق کی عدت گزاری رہی ہو تو شوہر کی دی ہوئی طلاق اسے لاحق نہیں ہوگی۔''
(۷۰) اسی مفہوم پر حسن بصریؒ کا یہ قول محمول ہوگا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کی طلاق پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے اور پھر اس کی عدت کے اندر مذکورہ کام کرلے تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۷۱)

۲۔ طلاق رجعی کی معتدہ کو طلاق لاحق ہو جائے گی اور اس کی عدت پہلی طلاق سے شروع ہو جانے والی تصور ہوگی اور اس پر اس دوسری طلاق کی نئے سرے سے عدت لازم نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور ایک ماہ گزر جانے کے بعد اسے دوسری طلاق دیدے تو اس کی عدت اس وقت سے شروع سمجھی جائے گی جب اس نے اسے پہلی طلاق دی تھی بشرطیکہ اس نے اس سے رجعت نہ کی ہو۔'' (۷۲)

ح۔ خلع لینے والی عورت کی طلاق: ایسی عورت کی طلاق کو اس کا شوہر یا تو خلع پر معلق کردے گا یا مجلس خلع میں اسے طلاق دے دے گا۔

۱۔ پہلی صورت میں اس پر دو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ایک خلع کی طلاق اور دوسری خلع پر معلق شدہ طلاق۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے: ''تمہاری جو رقم مجھ پر واجب الادا ہے، اسے اگر تم چھوڑ دو تو تمہیں طلاق ہے۔'' تو یہ دو طلاقیں ہوں گی۔'' (۷۳)

۲۔ اگر شوہر اپنی بیوی سے خلع کرلے اور پھر مجلس خلع کے اندر ہی اسے طلاق بھی دیدے تو بیوی کو طلاق لاحق ہو جائے گی اور اسے دو طلاقیں ہو جائیں گی۔ ایک خلع کی طلاق اور دوسری وہ طلاق جو اس نے مجلس خلع میں دی ہے۔ فدیہ یعنی مال دے کر خلع لینے والی عورت کے متعلق جسے اس کا شوہر فدیہ دینے کے وقت طلاق دیدے، یعنی مجلس خلع میں وہ اسے طلاق دیدے، فرمایا: ''فدیہ کے ساتھ اس پر طلاق بھی لازم ہو جائے گی۔'' (۷۴)

۳۔ اگر مجلس خلع ختم ہو جانے کے بعد شوہر اسے طلاق دیدے تو یہ طلاق لاحق نہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ''خلع لینے والی بیوی کو اگر اس کا شوہر اس وقت طلاق دے جب دونوں ایک دوسرے سے مجلس خلع ختم کر کے علیحدہ ہو چکے ہوں تو یہ طلاق اسے لاحق نہیں ہوگی۔'' (۷۵) نیز فرمایا: ''خلع لینے والی بیوی کو اگر عدت کے اندر طلاق دے تو اسے یہ طلاق لازم نہیں ہوگی۔'' (۷۵ب) یہ طلاق اس بنا پر اسے لازم نہیں ہوگی کہ وہ طلاق بائن یعنی خلع کی عدت میں داخل ہو چکی ہوگی۔ (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۹ کا جز أ اور ب)

ط۔ قذف کی جانے والی بیوی کی طلاق: شوہر کے لیے جائز ہے کہ بیوی کو قذف کرنے کے بعد اسے طلاق بھی دے دے یہ طلاق اسے لاحق ہو جائے گی البتہ اسے بیوی کے ساتھ لعان کرنے کا حق ہوگا۔ (۷۶) کیونکہ اس نے زوجیت کے قیام کے دوران اسے قذف کیا تھا یعنی اس پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی۔

ی۔ ظہار کی ہوئی بیوی کی طلاق: اگر شوہر اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کرنے کے بعد اسے طلاق دیدے تو یہ طلاق اسے لاحق ہو جائے گی۔ اس کے بعد اگر وہ اسے اپنی زوجیت میں واپس لانا چاہے تو کفارۂ ظہار ادا کیے

بغیر اس کے ساتھ ہمبستری حلال نہیں ہوگی خواہ مذکورہ طلاق کی تعداد تین یا اس سے کم ہو اور خواہ مذکورہ عورت کسی اور مرد سے نکاح کرنے کے بعد اس کی طرف واپس آئی ہو یا اس سے قبل واپس آ گئی ہو۔ (٧٧)

ک۔ مطلقہ کے بارے میں لاعلمی: اگر ایک شخص کی کئی بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے کسی غیر معین بیوی کو مثلاً یہ کہہ کر طلاق دیدے کہ: ''میری بیوی کو طلاق'' تو ایسی صورت میں جب تک وہ زندہ رہے گا، مطلقہ بیوی کی تعیین کے سلسلے میں اس سے رجوع کیا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے اس شوہر کے متعلق جس کی چار بیویاں ہوں اور وہ ان میں کسی ایک کا نام لیے بغیر ایک بیوی کو طلاق دیدے جب کہ اس کی نیت میں بھی کوئی بیوی متعین نہ ہو، فرمایا: ''وہ ان میں سے جس پر چاہے، ہاتھ رکھ سکتا ہے۔'' (٧٨) اگر وہ طلاق کے سلسلے میں کسی بیوی کا تعین کیے بغیر وفات پا جائے تو قرعہ اندازی کے ذریعے مطلقہ بیوی کا تعین کیا جائے گا۔ ایسے ہی شوہر کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس کی ان بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی۔'' (٧٩)

ل۔ مطلقہ کو قذف کرنا (دیکھیے مادہ عدۃ نمبر ٢ کا جزھ کا جز ١٢)

م۔ مطلقہ کی تعیین میں غلطی ہو جانا: حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک بیوی کو باہر نکلنے سے روک دے۔ پھر وہ بیوی باہر چلی جائے جسے اس نے روکا نہیں تھا اور شوہر اسے دیکھ کر یہ سمجھے کہ یہ وہی بیوی ہے جسے اس نے باہر نکلنے سے روکا تھا اور پھر کہے کہ: ''او فلانی! تم باہر نکل آئیں، تمہیں طلاق ہے۔'' تو ایسی صورت میں ایسی بیوی کو طلاق ہوگی جس کی اس نے نیت یا ارادہ کیا تھا۔'' (٨٠) آپ نے اس شخص کے متعلق جو کسی بات کی قسم کھائے اور اس کی زبان سے غلطی کی بنا پر وہ بات نکل جائے جس کا اس نے ارادہ نہیں کیا تھا، فرمایا: ''اس کی وہی بات معتبر ہوگی جس کا اس نے ارادہ کیا تھا۔'' (٨١) (دیکھیے مادہ خطا نمبر ٢ کا جز أ)

ن۔ اپنی بیوی کے کسی حصے کو طلاق دینا۔ (دیکھیے مادہ طلاق نمبر ٦ کے جز أ کا جز ٦) اگر کافر کے عقد میں دو سگی بہنیں ہوں اور وہ مسلمان ہو جانے کے بعد ان میں سے کسی ایک کو طلاق دیدے تو اس کا حکم۔ (دیکھیے مادہ نکاح نمبر ٤ کے جز أ کے جز ٤ کا جز د)

عیب والی بیوی کی طلاق۔ (دیکھیے مادہ خیار نمبر ٢ کے جز ب کا جز ٣)

٦۔ طلاق کے الفاظ:

أ۔١۔ عمومی احکام: طلاق کے صریح لفظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے مثلاً شوہر بیوی سے کہے: ''تمہیں طلاق ہے'' یا: ''میں نے تمہیں طلاق دی'' یا اسی قسم کے الفاظ۔ اسی طرح ہر ایسے لفظ کے ذریعے بھی طلاق ہو جاتی ہے جو طلاق سے کنایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہو بشرطیکہ اس کے ساتھ نیت کا بھی اقتران ہو۔ خواہ یہ لفظ عربی زبان میں ادا کیا گیا ہو یا کسی اور زبان میں۔ حسن بصریؒ نے فارسی زبان میں طلاق دینے والے کی طلاق

کے متعلق فرمایا: ''یہ طلاق اسے لازم ہو جائے گی۔'' (۸۲) اور خواہ اس لفظ کے ذریعے شوہر نے طلاق کا ارادہ کیا ہو یا کسی کام پر ابھارنے کا یا کسی کام سے روکنے کا یا کسی کام کی تاکید کا۔ ہم طلاق معلق پر بحث کے دوران اس پر مزید روشنی ڈالیں گے۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸)

۲۔ طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک شوہر اونچی آواز میں یہ لفظ کہہ کر اپنے کانوں کو نہ سنا دے۔ اگر وہ دل میں طلاق کا لفظ کہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص دل میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس طلاق کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔'' (۸۳) جس طرح دل میں کہی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح طلاق کی تعداد بھی دل میں کہنے سے واقع نہیں ہوگی۔ بنا بریں اگر شوہر آواز میں طلاق کا لفظ کہے اور دل میں کہے کہ یہ دو طلاقیں ہیں تو اس کی نیت پر عمل نہیں کیا جائے گا اور صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر ایک طلاق دے اور تین کی نیت کرے تو ایک طلاق واقع ہوگی۔'' (۸۴)

۳۔ اشارے کے ذریعے طلاق واقع نہیں ہوگی خواہ اشارہ کرنے والا گونگا ہو یا کوئی اور ہو۔ گونگے کی بیوی کو گونگے کا ولی اس کی طرف سے طلاق دے گا۔ (۸۵) البتہ تعداد کے بارے میں اشارے پر عمل ہوگا۔ اگر شوہر زبان سے کہے: ''تمہیں طلاق ہے'' اور ہاتھ سے تین کا اشارہ کرے تو تین طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۸۶)

۴۔ تحریر کے ذریعے طلاق درج ذیل دو شرطوں میں سے کسی ایک کے ساتھ واقع ہوگی۔
اول: تحریر کے دوران یا اس سے قبل یا اس کے بعد وہ زبان سے بھی لفظ طلاق کہے۔
دوم: وہ مذکورہ تحریر دستخط کے بعد اپنی بیوی کو بھیج دے اور بیوی اسے وصول کر لے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ بنا بریں اگر شوہر طلاق لکھ دے اور زبان سے نہ کہے اور پھر تحریر مٹا دے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کا طلاق نامہ لکھ کر اپنے زبان سے لفظ طلاق نکالنے سے پہلے اسے مٹا دے تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی الا یہ کہ وہ طلاق نامے پر دستخط کر کے بیوی کو بھیج دے یا طلاق کا لفظ اپنی زبان سے ادا کر لے۔'' (۸۷)

۵۔ اگر طلاق کا لفظ کسی عدد کے ساتھ لفظی طور پر یا تکرار کی صورت میں مقرون ہو تو اس عدد کی مقدار طلاق واقع ہو جائے گی۔

⊙ لفظی طور پر مقرون ہونا: ایک شخص نے حسن بصریؒ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دے دی۔ آپ نے فرمایا: ''تمہاری بڑھیا تم سے بائن ہو گئی۔'' (۸۸) ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: ''تمہیں طلاق حرج ہے۔'' حسن بصریؒ نے فرمایا: ''یہ تین طلاقیں ہیں۔'' (۸۹) کیونکہ حرج اس طلاق کو کہتے ہیں جس کے بعد رجعت درست نہیں ہوتی۔ تین طلاقوں کی نوعیت بھی یہی ہے۔

⊙ تکرار کی صورت میں مقرون ہونا: حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی سے کہے: ''تمہیں طلاق

ہے، تمہیں طلاق ہے، تمہیں طلاق ہے' اور پھر کہے کہ: ''میں اسے سمجھانا چاہتا تھا''، فرمایا: ''اس کی بات معتبر قرار پائے گی۔''(۹۰) اگر وہ قسم کھا کر کہے کہ: ''میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا'' تو ایک طلاق ہو جائے گی ورنہ دو طلاق ہوگی۔(۹۱) یعنی اصول تو یہ ہے کہ طلاق کی تکرار کی صورت میں تین تک اتنی ہی طلاق واقع ہوگی جس کی اس نے تکرار کی ہو۔ البتہ اگر اس تکرار سے شوہر کا ارادہ تفہیم یا تاکید کا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی۔ آپ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی سے کہے: ''تمہیں طلاق ہے، پس عدت گزارو'' فرمایا: ''اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگی لیکن اگر وہ کہے: ''تمہیں طلاق ہے اور تم عدت گزارو'' تو اس صورت میں دو طلاق واقع ہو جائے گی۔''(۹۲) اس لیے کہ دوسرے فقرے میں (اور) کا حرف ہے جو مغایرت کا متقضی ہے۔ بنا بریں جملے کے پہلے حصے سے جو طلاق واقع ہوگی، دوسرے حصے (اور تم عدت گزارو) کے ذریعے اس سے مختلف طلاق وقوع پذیر ہوگی۔ اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے: ''تمہیں طلاق ہے، تم عدت گزارو'' تو اس کے حکم کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اگر اس نے دو کی نیت کی ہو تو دو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ ایک طلاق واقع ہوگی۔(۹۳) دوسری روایت کے مطابق اس سے دو طلاق واقع ہوگی الا یہ کہ اس نے ایک طلاق کا ارادہ کیا ہو۔(۹۴) ایسی صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی۔

۶۔ اگر شوہر اپنی بیوی کے کسی جز کو طلاق دیدے تو بیوی کا سراپا طلاق یافتہ بن جائے گا خواہ یہ جز اس کے نصف حصے یا چھٹے حصے کی شکل میں ہو یا اس کے جسم کے ہزارویں حصے پر مشتمل ہو یا اس کے جسم کا کوئی معین جز ہو مثلاً جگر، سر، انگلی، بال اور ناخن وغیرہ۔ بنا بریں اگر شوہر بیوی سے کہے: ''تمہارے بالوں کو طلاق ہے'' تو بیوی طلاق کی زد میں آ جائے گی کیونکہ مذکورہ بال اس کے جسم کا ایک حصہ ہیں جو اس کے ساتھ نکاح کی وجہ سے شوہر کے لیے حلال ہوئے تھے۔(۹۵)

۷۔ اگر شوہر طلاق کا ایک جز بطور طلاق دے تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کی چار بیویاں ہوں اور وہ ان سے کہے کہ تم آپس میں ایک یا دو یا تین یا چار طلاقوں کو تقسیم کر لو، تو اس صورت میں اس نے گویا ہر بیوی کو ایک ایک طلاق دے دی۔ اگر وہ کہے کہ تم پانچ یا چھ یا سات یا آٹھ طلاقوں کو تقسیم کر لو تو گویا اس نے ہر بیوی کو دو دو طلاقیں دے دیں۔ اگر وہ کہے کہ تم نو یا اس سے زائد طلاقوں کو تقسیم کر لو تو گویا اس نے تمام بیویوں کو طلاق دے دی۔''(۹۶)

۸۔ اگر کسی سے پوچھا جائے کہ: ''تمہاری بیوی ہے؟'' یا: ''تم نے نکاح کیا ہے؟'' اور وہ اس کا جواب انکار کی صورت میں دے تو اس کا یہ انکار طلاق نہیں ہے بلکہ یہ کذب بیانی ہوگی۔ اگر کسی سے پوچھا جائے کہ تم نے نکاح کر لیا ہے؟ اور وہ اس کا جواب نفی میں دے تو حسن بصریؒ کے قول کے مطابق یہ کذب بیانی ہوگی۔(۹۷) اگر کسی سے پوچھا جائے کہ تمہاری کوئی بیوی ہے؟ اور وہ اس کا جواب نفی میں دے جبکہ اس کی بیوی موجود ہو تو حسن بصریؒ کے قول کے مطابق اس کی یہ بات فضول ہوگی(۹۸) اگر وہ کہے کہ میری کوئی بیوی

نہیں ہے تو یہ جھوٹی بات ہوگی اور اس بات کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔(۹۹) اگر کسی سے پوچھا جائے کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے اور اس کے جواب میں وہ کہے کہ میں نے اسے طلاق دیدی ہے جب کہ حقیقت میں اس نے طلاق نہ دی ہو تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جس سے پوچھا جائے کہ کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے؟ اور وہ اس کا جواب اثبات میں دے جب کہ اس نے ایسا نہ کیا ہو، فرمایا: ''اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔''(۱۰۰)

۹۔ اگر شوہر طلاق کا ذکر قسم کی صورت میں کرے اور اس سے اس کی مراد کسی فعل پر ابھارنا یا کسی فعل سے روکنا ہو اور وہ طلاق کے ذکر کو مقدم رکھے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو طلاق کی قسم کھا کر کہے کہ وہ فلاں کام ضرور کرے گا اور طلاق کے ذکر کو قسم پر مقدم رکھے، فرمایا: ''اس پر کوئی چیز یعنی طلاق لازم نہیں آئے گی۔''(۱۰۱)

ب۔ طلاق کی تعلیق:

ا۔ اللہ کی مشیت پر طلاق کی تعلیق: اس کی دو قسمیں ہیں:

⊙ ایسی طلاق جس سے متکلم کی مراد طلاق ہو۔ اسے اللہ کی مشیت پر معلق کرنے کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوگا بلکہ تکلم کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس بارے میں حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''طلاق اور عتاق میں کوئی استثناء نہیں۔''(۱۰۲) نیز فرمایا: ''اگر شوہر بیوی سے کہے کہ: ''انشاء اللہ تمہیں طلاق ہے'' تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کے استثناء کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔''(۱۰۳) آپ گویا طلاق کو عتاق پر قیاس کرتے ہیں۔ دونوں کے اندر مشترک بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو اگر بطور مذاق کہا جائے تو یہ سنجیدگی شمار ہوگی یعنی طلاق نیز عتاق دونوں وقوع پذیر ہو جائیں گے۔

⊙ ایسی طلاق جس سے متکلم کی مراد قسم ہو اور طلاق کا ارادہ نہ ہو مثلاً وہ کہے: ''اگر تم باہر نکلیں تو تمہیں طلاق'' اللہ کی مشیت پر تعلیق ایسی طلاق کو باطل کر دیتی ہے۔(۱۰۴) اسی مفہوم پر حسن بصریؒ سے سعید بن منصور وغیرہ کی اس روایت کو محمول کیا جائے گا جس میں مذکور ہے کہ حسن بصریؒ طلاق کے اندر استثناء کو جائز قرار دیتے تھے خواہ طلاق کا ذکر استثناء سے مقدم ہو یا موخر بشرطیکہ متکلم نے اپنے کلام کے ساتھ متصل کر کے استثناء کیا ہو۔(۱۰۵)

۲۔ اللہ کی مشیت کے سوا کسی اور چیز پر طلاق کی تعلیق:

اَ۔ اللہ کی مشیت کے سوا کسی اور چیز پر طلاق کی تعلیق جائز ہے بشرطیکہ طلاق کی تعلیق اس کے نقیض پر نہ ہو مثلاً طلاق کی تعلیق نکاح پر کی گئی ہو۔ یعنی ایک شخص کہے: ''اگر میں فلاں عورت سے نکاح کرلوں تو اسے طلاق'' یا: ''اگر میں فلاں غلام کا مالک بن جاؤں تو وہ آزاد ہے'' اور پھر وہ مذکورہ فلاں عورت سے نکاح کر لے یا فلاں غلام کا مالک بن جائے تو کوئی چیز واقع نہیں ہوگی۔(۱۰۶) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ملکیت سے پہلے کوئی طلاق نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ: ''اگر میں تم سے نکاح کرلوں تو تمہیں طلاق ہے'' تو اس

کے اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔''(۱۰۷)

ب۔ حالف کے فعل پر طلاق کی تعلیق: اگر کوئی شخص اپنے کسی معین فعل پر جسے وہ مستقبل میں کرنے والا ہو، اپنی بیوی کی طلاق کو معلق کر دے تو یہ تعلیق اس کی موت تک ممتد ہو جائے گی یعنی وہ جس وقت بھی مذکورہ فعل کرے گا، طلاق واقع ہو جائے گی۔ خواہ وہ یہ فعل اپنی صحت کی حالت میں کرے یا بیماری کی حالت میں۔ (۱۰۸) مثلاً وہ کہے: ''میں اپنی بیوی پر اگر ایک اور عورت بیاہ نہ لاؤں تو اسے طلاق''(۱۰۹) یا: ''اگر میں بصرہ نہ جاؤں تو اسے طلاق''(۱۱۰) یا: ''اگر میں اپنے غلام کی پٹائی نہ کروں تو میری بیوی کو طلاق''(۱۱۱) یا: ''اگر میں فلاں فلاں کام نہ کروں تو تمہیں طلاق''(۱۱۲) یا: ''اگر میں تمہیں فلاں فلاں چیز نہ دوں تو تمہیں طلاق'' اگر عورت اس کی تصدیق کر دے تو فبہا اور اگر اس کی تکذیب کر دے اور مرد کے پاس اس کے متعلق کوئی بینہ نہ ہو تو اسے حلف دیا جائے گا کہ وہ سچا ہے اور اس کے بعد عورت اسے واپس کر دی جائے گی۔ (۱۱۳)

ج۔ محلوف علیہ (بیوی) یا مملوک کے فعل پر طلاق کی تعلیق: اس کی چند صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اگر شوہر کسی ایسے فعل پر اپنی بیوی کی طلاق معلق کر دے جسے بیوی کرنے والی ہو تو وہ جس وقت یہ فعل کرے گی، اس پر طلاق واقع ہو جائے گی مثلاً شوہر بیوی سے کہے: ''اگر تم چاہو تو تمہیں طلاق ہے۔'' بیوی جواب میں کہے کہ: ''میں نے چاہا'' تو حسن بصریؒ کے قول کے مطابق عورت کو طلاق ہو جائے گی تاہم شوہر رجعت کا حق دار ہوگا۔ (۱۱۴) اسی طرح اگر شوہر کہے کہ: ''اگر تم حاملہ ہو گئیں تو تمہیں طلاق ہے'' اور وہ حاملہ ہو جائے تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۱۱۵)

دوسری صورت یہ ہے کہ محلوف علیہ حالف کی ملکیت یعنی ملک نکاح یا ملک یمین میں ہو اور پھر وہ اس کی طلاق یا عتق کو ایسے فعل پر معلق کر دے جسے محلوف علیہ کرنے والا ہو پھر محلوف علیہ اس کی ملکیت سے خارج ہو جائے اور پھر اس کی ملکیت میں لوٹ آئے۔ ایسی صورت کے اندر تعلیق کالعدم ہو جائے گی کیونکہ تبدل ملک تبدل عین کی طرح ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے کہ: ''تم نے اگر فلاں کام کر لیا تو تمہیں ایک یا دو طلاق'' ابھی اس نے وہ کام نہیں کیا تھا کہ شوہر نے اسے تین طلاق دے دی اور وہ کسی اور مرد سے شب باشی کے بعد طلاق لے کر پہلے شوہر کے عقد میں آ گئی ہو اور پھر مذکورہ کام کر لیا ہو تو اس صورت میں حنث لازم نہیں آئے گا۔ اس لیے کہ تین طلاقوں نے اپنے ماقبل کی بات کو منہدم کر دیا۔''(۱۱۶) یعنی تعلیق کالعدم ہو گئی اور اس کے ساتھ طلاق کی بات بھی۔

تیسری صور یہ ہے کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ اپنی ایک بیوی سے کہے کہ: ''تم اگر باہر نکلیں تو تمہیں طلاق۔'' اس کے بعد وہ بیوی باہر چلی جائے جسے اس نے روکا نہ ہو لیکن اسے دیکھ کر وہ یہی سمجھے کہ یہ وہی بیوی ہے جسے اس نے باہر نکلنے سے روکا تھا۔ یہ سوچ کر وہ اس سے کہے: ''او فلانی! تم باہر نکل آئیں، تمہیں طلاق ہے۔'' ایسی صورت میں حسن بصریؒ کے قول کے مطابق طلاق اس بیوی کو ہوگی جس کا شوہر نے ارادہ کیا تھا۔ (۱۱۷)

د۔ کسی اجنبی یعنی غیر متعلقہ فعل پر طلاق کی تعلیق: اگر شوہر اپنی بیوی کی طلاق کو کسی اجنبی فعل پر معلق کر دے اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ فعل وقوع پذیر ہوگا یا نہیں تو وقوع پذیر ہونے کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر بیوی سے کہے کہ فلاں کام ہو جائے تو تمہیں طلاق'' یعنی ایسا کام جس کے متعلق شوہر کو بھی معلوم نہ ہو کہ وہ ہوگا یا نہیں تو ایسی صورت میں مذکورہ فعل کے وقوع پذیر ہونے تک طلاق نہیں ہوگی۔'' (۱۱۸)

مذکورہ بالا تینوں صورتوں (ب، ج، د) کے اندر اگر نسیان کے تحت یہی معلق علیہ فعل کر لیا جائے تو معلق یعنی طلاق کا وجوب ہو جائے گا۔ یعنی اگر شوہر اپنی بیوی کی طلاق کو اپنے کسی فعل پر معلق کر دے اور پھر بھول کر وہ کام کر لے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے طلاق اور عتاق کے اندر نسیان کے متعلق فرمایا: ''وہ اس پر واجب ہو جائے گی۔'' (۱۱۹)

ھ۔ ایسے امر پر طلاق کی تعلیق جو لامحالہ ہونے والا ہو: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر شوہر اپنی بیوی کی طلاق کو ایسے امور پر معلق کر دے جو لامحالہ ہو جانے والا ہو تو اس صورت میں طلاق فوری طور پر واقع ہو جائے گی اور مذکورہ امر کے وجود میں آنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ نکاح موقت نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر شوہر کہے کہ: ''رمضان کا مہینہ اگر آ جائے تو تمہیں طلاق'' تو اسے فوری طور پر طلاق ہو جائے گی۔ (۱۲۰) اسی طرح اگر کہے کہ: ''تمہیں ایک سال تک طلاق ہے'' تو فوری طور پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۱۲۱) یہی مفہوم اس روایت کا ہے جس میں ذکر ہے کہ حسن بصریؒ طلاق میں تاجیل کے قائل نہیں تھے۔ (۱۲۲)

۳۔ محل تعلیق کا ختم ہو جانا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ محل تعلیق کے ختم ہو جانے سے تعلیق بھی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ ایسی صورت میں تعلیق بے معنی بن جاتی ہے۔ بنابریں آپ نے اس شوہر کے متعلق جو اپنی بیوی سے کہے کہ تم اگر فلاں کے مکان میں گئیں تو تمہیں طلاق اور پھر وہ مکان منہدم ہو جائے، فرمایا: ''اگر مکان منہدم ہو جائے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔'' (۱۲۳)

۴۔ محل تعلیق کا تبدل ملک اگر ہو جائے تو یہ تبدل محل کے حکم میں ہوگا۔ سابقہ مسئلہ کے اندر اگر مذکورہ فلاں اپنا مکان فروخت کر دے اور اس کے بعد مذکورہ بیوی اس مکان میں جائے تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ حسن بصریؒ کا اس شوہر کے متعلق قول گزر چکا ہے جو اپنی بیوی سے کہے کہ اگر تم فلاں کام کر بیٹھو تو تمہیں ایک یا دو طلاق'' پھر اس کام کے کرنے سے پہلے وہ اسے تین طلاق دیدے اور مطلقہ کسی اور مرد سے نکاح کر لے اور شب باشی کے بعد اس سے طلاق لے کر پہلے شوہر کے عقد میں آ جائے اور اس کے بعد مذکورہ کام کر لے تو اس پر حنث واقع نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ تین طلاق اپنے ماقبل کو منہدم کر دیتی ہے۔ (۱۲۴) کیونکہ تین طلاق کے بعد وہ اس عورت کا نئے سرے سے مالک بنے گا اور اس کی یہ ملکیت پہلی ملکیت سے مختلف ہوگی۔ اس لیے کہ تبدل ملک تبدل عین کی طرح ہوتا ہے۔ یہاں یہ عین وہ عورت یعنی محل ہے۔

ج۔ کنایات طلاق:

کنایات طلاق سے نیت کی بنا پر طلاق واقع ہوتی ہے۔ اگر شوہر نیت کرے گا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہیں کرے گا تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ان کنایات میں سے بعض کے ذریعے ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور بعض کے ذریعے تین طلاق۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

- اگر شوہر کہے کہ: ''تم میری بیوی نہیں ہو'' تو حسن بصریؒ کے قول کے مطابق یہ جھوٹ بات ہوگی اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ (۱۲۵) یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے۔
- شوہر کہے: ''تم آزاد ہو'' حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر مذکورہ فقرہ کہہ کر طلاق کی نیت کرے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور وہ اس سے رجعت کا حق دار ہوگا۔'' (۱۲۶) یعنی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی۔ آپ سے ایک اور روایت کے مطابق یہ بائن طلاق ہوگی۔ اگر شوہر طلاق کی نیت نہ کرے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگر ایک طلاق کی نیت کرے تو ایک بائن طلاق واقع ہوگی اور اگر تین کی نیت کرے تو تین طلاق واقع ہوگی۔ (۱۲۷)
- شوہر کہے: ''انت خلیۃ'' (تم بَری ہو) حسن بصریؒ نے فرمایا: ''خلیۃ کے لفظ سے ایک طلاق (رجعی) واقع ہوگی اور اس کا شوہر اس کا زیادہ حق دار ہوگا۔'' (۱۲۸) سعید بن منصور نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''خلیۃ تین طلاق ہے۔'' (۱۲۹) آپ سے زیاد الاعلم نے روایت کی ہے کہ خلیۃ کے لفظ سے ایک بائن طلاق واقع ہوتی ہے۔ (۱۳۰) تاہم پہلی روایت آپ سے منقول صحیح ترین روایت ہے۔ واللہ اعلم۔
- شوہر کہے: ''جاؤ جا کر نکاح کرلو'' حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوگی اور شوہر اس سے رجعت کا حق دار ہوگا۔ (۱۳۱)
- شوہر کہے: ''میرے گھر سے نکل جاؤ۔ یہاں تمہیں کس چیز نے بٹھا رکھا ہے۔ تم میری بیوی نہیں ہو'' اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوگی خواہ شوہر تین دفعہ یہ الفاظ کہے۔ حسن بصریؒ نے یہ فقرات کہنے والے شوہر کے متعلق فرمایا: ''اگر وہ یہ فقرات تین دفعہ بھی کہے تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگی اور پھر دیکھا جائے گا کہ اس کی نیت کیا تھی۔'' (۱۳۲)
- شوہر کہے: ''تم پر میری کوئی گرفت نہیں'' حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر طلاق کی نیت کرے تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگی ورنہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔'' (۱۳۳)
- شوہر کہے: ''تم اپنے رحم کا استبراء کرلو'' حسن بصریؒ کے قول کے مطابق یہ ایک رجعی طلاق ہوگی۔ (۱۳۴)
- شوہر کہے: ''اپنے اہل خاندان کے پاس چلی جاؤ'' آپ کے قول کے مطابق یہ کہہ کر شوہر کی جو نیت ہوگی وہی ہوگا۔ (۱۳۵) اگر طلاق کی نیت ہوگی تو ایک طلاق ہوگی۔ اگر طلاق کی نیت نہیں ہوگی تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ (۱۳۶)
- شوہر کہے: ''پردہ کرلو اور چلی جاؤ۔ مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے'' آپ کے قول کے مطابق اگر شو

کی نیت ہوگی تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۱۳۷)

⊙ شوہر کہے: "عدت گزارو" یہ ایک طلاق ہوگی یعنی رجعی اور شوہر اس کا سب سے بڑھ کر حق دار ہوگا۔ اگر شوہر یہی الفاظ تین دفعہ کہہ دے تو عورت اس کے لیے کسی اور مرد سے نکاح کیے بغیر حلال نہیں ہوگی۔ (۱۳۸)

⊙ شوہر کہے: "ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے" اگر وہ یہ کہہ کر اپنی بیوی کی نیت نہ کرے تو یہ قسم ہوگی اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ حسن بصریؒ نے اس کے متعلق فرمایا: "اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا بشرطیکہ اس نے اپنی بیوی کی نیت نہ کی ہو۔" (۱۳۹)

⊙ شوہر کہے: "تم مجھ پر حرام ہو" اگر وہ تحریم سے طلاق کی نیت نہ کرے تو یہ قسم ہوگی اور اس پر اس کا کفارہ لازم ہوگا۔ اگر وہ طلاق کی نیت کرے تو یہ طلاق ہوگی۔ (۱۴۰) اور اس کے ذریعے تین طلاق واقع ہو جائے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "انت علی حرام کا فقرہ تین طلاق ہے۔" (۱۴۱)

⊙ شوہر کہے: "تم چلی جاؤ۔ مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے" یہ تین طلاق ہوگی۔ (۱۴۲)

⊙ شوہر کہے: "میں نے تمہیں تمہارے خاندان کے لیے ہبہ کر دیا" حسن بصریؒ کے قول کے مطابق اگر اہل خاندان اس ہبہ کو قبول کر لیں تو اس سے تین طلاق ہوگی اور عورت جب تک کسی اور مرد سے نکاح نہیں کرے گی، اس وقت تک وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی اور اہل خاندان اگر یہ ہبہ رد کر دیں تو ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر اس سے رجعت کا حق دار ہوگا۔ (۱۴۳)

⊙ شوہر کہے: "تم بری ہو" حسن بصریؒ نے فرمایا: "یہ تین طلاق ہے۔" (۱۴۴) ایک اور روایت کے مطابق یہ ایک رجعی طلاق ہے۔ (۱۴۵)

⊙ شوہر کہے: "تم بائن ہو" حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اس سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (۱۴۶) ایک اور روایت کے مطابق یہ ایک رجعی طلاق ہے۔ (۱۴۷)

⊙ شوہر کہے: "تم مجھ پر حرج ہو۔" حسن بصریؒ کے قول کے مطابق یہ تین طلاق ہے۔ (۱۴۸)

۷۔ طلاق واقع ہونے کی صورتیں:

أ۔ طلاق کے صریح لفظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کنایات طلاق کے ذریعے بھی بشرط نیت طلاق ہو جاتی ہے۔ اس کی تفصیل (مادہ طلاق نمبر ۶) میں گزر چکی ہے۔

ب۔ بعض دیگر صورتوں میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں حسن بصریؒ سے مروی روایات سے ہم نے درج ذیل صورتیں اخذ کی ہیں:

ا۔ اگر ایک کافر کی زوجیت میں دو ایسی بیویاں ہوں کہ ایک کو مذکر فرض کرنے کی صورت میں دوسری اس کے لیے حلال نہ ہو نیز ایک کے ساتھ اس کا نکاح دوسری کو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام کر دیتا ہو، مذکورہ کافر نے دونوں یا ایک کے ساتھ شب باشی بھی کر لی ہو اور پھر وہ مسلمان ہو جائے اور اس کے ساتھ دونوں بیویاں

بھی مسلمان ہو جائیں تو ایسی صورت میں دونوں اس پر حرام ہو جائیں گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص مسلمان نہ ہو اور وہ کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کے ساتھ نکاح کرلے اور پھر ان میں سے کسی ایک کے ساتھ شب باشی بھی کرلے۔ پھر سب مسلمان ہو جائیں تو دونوں بیویاں اس پر حرام ہو جائیں گی۔'' (۱۴۹)
اگر صورت ایسی ہو کہ ایک کے ساتھ نکاح دوسری کے ساتھ نکاح کو ہمیشہ کے لیے حرام نہ کرتا ہو تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ ان میں سے جسے چاہے، اپنی زوجیت میں رہنے دے اور دوسری سے علیحدگی اختیار کرلے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر مسلمان ہو جائے اور اس کے عقد میں دو سگی بہنیں ہوں تو وہ ان میں سے جسے چاہے، بیوی کے طور پر رکھ لے۔'' (۱۵۰) (دیکھیے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ا کا جز ا اور د)

۲۔ اگر ایک شخص مسلمان ہو جائے اور اس کے عقد میں چار سے زائد بیویاں ہوں تو وہ ان میں سے چار بیویاں رکھ لے گا خواہ یہ پہلی چار ہوں یا آخری چار اور باقی بیویوں سے علیحدگی اختیار کرلے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''جو شخص مسلمان ہو جائے اور اس کے عقد میں چار سے زائد بیویاں ہوں تو وہ ان میں سے چار کا انتخاب کر کے انہیں روک لے گا۔'' (۱۵۱)

ج۔ زوجین میں سے کسی ایک مسلمان ہو جانا:

ا۔ اگر عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر کافر ہو یعنی ذمی یا حربی تو بیوی کے مسلمان ہوتے ہی اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا خواہ شوہر اس کے بعد پلک جھپکتے ہی یا اس سے زائد وقفے میں کیوں نہ مسلمان ہو جائے اور خواہ بیوی کا مسلمان ہونا شوہر کے ساتھ شب باشی کے بعد ہوا ہو یا اس سے قبل۔ حسن بصریؒ نے اس نصرانی عورت کے بارے میں جو کسی نصرانی مرد کے عقد میں ہو اور پھر شب باشی سے پہلے وہ مسلمان ہو جائے، فرمایا: ''وہ اپنے شوہر سے علیحدہ ہو جائے گی اور اسے کوئی مہر نہیں ملے گا۔'' (۱۵۲) آپ نے نصرانی جوڑے کے متعلق جب بیوی مسلمان ہو جائے، فرمایا: ''دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی۔'' (۱۵۳) یہی حکم اس مسلمان جوڑے کا ہے جس میں شوہر مرتد ہو جائے اور بیوی اسلام پر رہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اسلام سے مرتد ہو جائے تو اس کی بیوی ایک بائن طلاق کے ذریعے اس سے جدا ہو جائے گی اور بیوی کو عقد میں واپس لانے کے لیے اس پر شوہر کی کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ پھر بیوی مطلقہ عورت جیسی عدت گزارے گی۔'' (۱۵۴)

۲۔ اگر شوہر مسلمان ہو جائے اور بیوی کفر پر قائم رہے تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ اگر بیوی اہل کتاب ہو تو دونوں کا نکاح باقی رہے گا۔ اس لیے کہ کتابی عورتوں سے نکاح کرنا مسلمان کے لیے جائز ہوتا ہے۔ اگر بیوی اہل کتاب میں سے نہ ہو یعنی مجوسیہ یا بت پرست ہو یا اسی طرح کے کسی اور دین کی پیروکار تو دونوں کا نکاح فسخ ہو جائے گا خواہ شوہر کے مسلمان ہونے کے بعد بیوی پلک جھپکتے ہی یا اس سے زائد وقفے میں کیوں نہ مسلمان ہو گئی ہو۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو شوہر نئے عقد کے ذریعے ہی اس تک رسائی حاصل کر سکے گا۔'' (۱۵۵)

حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر مجوسی جوڑے کا ایک فرد اسلام لانے میں دوسرے فرد سے سبقت لے جائے تو اس صورت میں نئے عقد کے ذریعے ہی شوہر کو بیوی تک رسائی حاصل ہو سکے گی۔'' (۱۵۶)

۳۔ زوجین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہو جانے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح طلاق واقع ہونے کے لیے عدت کے اختتام تک انتظار کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ (۱۵۷)

۴۔ زوجین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہو جانے کی بنا پر واقع ہونے والی طلاق بائن طلاق ہوتی ہے اور اس کے بعد نئے عقد کے ذریعے ہی عورت اس مرد کے لیے حلال ہوتی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر بیوی مسلمان ہو جائے اور شوہر اسلام لانے سے انکار کر دے تو یہ بائن طلاق ہوگی۔'' (۱۵۸)

۵۔ اگر عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر مسلمان نہ ہو اور یہ بات شب باشی سے پہلے وقوع پذیر ہو تو عورت پر نہ تو عدت لازم ہوگی اور نہ اسے مہر ملے گا۔ اس لیے کہ عورت کی جانب سے علیحدگی کا سبب ظہور میں آیا تھا۔ حسن بصریؒ نے اس نصرانی عورت کے متعلق جو کسی نصرانی مرد کے عقد میں ہو اور شب باشی سے پہلے وہ یعنی عورت مسلمان ہو جائے، فرمایا: ''وہ اپنے شوہر سے علیحدہ ہو جائے گی اور اسے کوئی مہر نہیں ملے گا۔'' (۱۵۹) اگر شوہر مسلمان ہو جائے اور بیوی اسلام نہ لائے اور یہ بات شب باشی سے پہلے ہوئی ہو تو عورت پر عدت لازم نہیں ہوگی اور اسے مقررہ مہر کا نصف مل جائے گا کیونکہ مرد کی طرف سے علیحدگی کا سبب ظہور پذیر ہوا تھا۔ (۱۶۰) اگر شب باشی کے بعد زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو اس صورت میں عورت کو مقررہ مہر ملے گا اور وہ مطلقہ عورت جیسی عدت گزارے گی۔ (۱۶۱)

۶۔ زوجین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے جس طرح نکاح فسخ ہو جاتا ہے، اسی طرح کسی ایک کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ بات (مادہ ردۃ نمبر ۴ کے جز ج) میں گزر چکی ہے۔

د۔ ولی کے بغیر نکاح کرنے والی عورت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ جو عورت ولی کے بغیر نکاح کر لے، اسے اس کے شوہر سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ آپ نے اس عورت کے بارے میں جس کا کوئی ولی نہیں تھا اور اس نے کسی مرد کو اپنا معاملہ سپرد کر دیا اور اس مرد نے اس کا نکاح کرا دیا تھا، فرمایا: ''خواہ اس کا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کیوں نہ کر چکا ہو، دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے گی۔ اگر عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو سلطان یعنی حاکم اس کا ولی ہوگا۔'' (۱۶۱ ب)

ھ۔ فاسد نکاح کرنے والی عورت: عام قاعدہ ہے کہ ہر فاسد نکاح کے اندر زوجین کے درمیان تفریق واجب ہوتی ہے۔ اس کی ایک صورت عدت کے اندر نکاح کی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر عورت اپنی عدت کے اندر نکاح کر لے تو دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے گی اور عورت اپنی پہلی عدت کے باقی ماندہ ایام پورے کرے گی اور پھر نئے سرے سے اس نکاح کی عدت گزارے گی۔ جب یہ عدت گزر جائے گی تو

اپنی پسند کے مطابق جس کے ساتھ چاہے، باہمی رضامندی سے نکاح کر سکے گی۔'' (۱۶۲)

د۔ ایلاء کے اندر مدت کا گزر جانا: اگر ایلاء کے اندر ایلاء کی مدت گزر جائے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۵) البتہ اگر شوہر ایلاء کی مدت گزرنے سے پہلے اسے طلاق دیدے تو یہ طلاق ایلاء کو منہدم کر دے گی۔ (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۲ کا جز ا نیز نمبر ۷)

ز۔ لعان: زوجین کے درمیان لعان ہونے کی بنا پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۵ کا جز ا)

ح۔ خلع: خلع کی بنا پر ایک بائن طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۱۰)

ط۔ غلام کا بھاگ کھڑا ہونا: اگر غلام بھاگ جائے اور واپس نہ آئے یہاں تک کہ اس کی بیوی کی عدت کی مدت گزر جائے تو اس کے بھاگ جانے کے فعل کی وجہ سے بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ اباق نمبر ۲ کا جز ا)

ی۔ مملوک کی فروخت: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ مملوک خواہ غلام ہو یا لونڈی، اس کی فروخت طلاق ہے۔ یعنی فروخت کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ آپ شوہر والی لونڈی کے بارے میں جسے فروخت کر دیا گیا ہو، فرماتے تھے کہ: ''اس کی بیع اس کی طلاق ہے اور دونوں میں سے جسے بھی فروخت کر دیا جائے تو یہ بیع لونڈی کی طلاق ہو گی۔'' (۱۶۳) ہبہ وغیرہ بھی بیع کے حکم میں ہے۔

ک۔ عورت کا اپنے شوہر کی مالکن بن جانا: اگر بیوی اپنے شوہر یا اس کے کسی جز کی مالکہ بن جائے تو اس ملکیت کی وجہ سے دونوں کا نکاح ٹوٹ جائے گا اور ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر عورت اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لے تو باقی ماندہ طلاق کے ساتھ وہ اس کی طرف واپس ہو گی یعنی شوہر اسے صرف دو طلاق دینے کا مالک ہو گا۔ یہ دونوں طلاقیں اس طلاق کے علاوہ ہوں گی جو بیوی کی ملکیت میں شوہر کے جانے کی وجہ سے واقع ہو گئی تھی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر عورت اپنے شوہر کے کسی بھی جز کی مالکہ بن جائے تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی اور یہ ایک بائن طلاق ہو گی۔ اگر عورت اسے آزاد کر دے تو بھی اسی طرح ہو گا۔'' (۱۶۴)

ل۔ جنگ میں عورت کا قیدی بن جانا: اگر عورت اپنے شوہر کے بغیر جنگ میں قید ہو جائے تو یہ بات اس کے لیے طلاق ہو گی۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز ط)

م۔ بیوی کی بدکاری: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر شب باشی سے پہلے ہی بیوی بدکاری کر لے تو میاں بیوی کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا اور اگر شب باشی کے بعد بدکاری کرے تو شوہر پر اس کے ساتھ ہمبستری کرنا یا اسے روک رکھنا دونوں حرام ہو جائیں گے اور اسے طلاق دے دینا اس پر واجب ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز ج، د، ھ)

ن۔ ساس کے ساتھ بدکاری کرنا: اگر کوئی شخص اپنی ساس کے ساتھ بدکاری کر لے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ (۱۶۵) (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز ی)

۸۔ عورت کے لیے طلاق طلب کرنے کی اباحت کرنے والے اسباب: درج ذیل احوال کے اندر عورت کو طلاق طلب کرنے یا نکاح فسخ کردینے کا حق ہوگا۔

أ۔ اگر عورت کا ولی بچپن میں اس کا نکاح کرادے اور پھر وہ بالغ ہو جائے تو اسے خیار بلوغ حاصل ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جزھ)

ب۔ اگر لونڈی کا نکاح کرادیا جائے اور اس کا آقا اسے آزاد کردے جب کہ اس کا شوہر غلام ہو تو اسے خیار عتق حاصل ہو جائے گا۔ یہ خیار اس عورت کو حاصل ہوگا جس کا نکاح لونڈی ہونے کی حالت میں کر دیا گیا ہو۔ اس عورت کو حاصل نہیں ہوگا جس کا نکاح مکاتبہ ہونے کی حالت میں کر دیا گیا ہو۔ اس خیار کی بنا پر ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جز واؤ)

اگر عورت کسی مرد سے اس بنا پر نکاح کرلے کہ وہ آزاد ہے لیکن وہ غلام نکلے تو اس کے لیے طلاق کے مطالبہ کا حق ثابت ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ تغریر نمبر ۲ کا جز أ) نیز (مادہ خیار نمبر ۲ کا جز ی)

ج۔ بیوی کا نفقہ ادا کرنے سے تنگدست ہو جانا: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ اگر شوہر اپنی تنگ دستی اور فقر کی وجہ سے بیوی کا نفقہ ادا کرنے سے باز رہے تو بیوی کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو اس حالت پر صابر رہے اور اگر چاہے تو شوہر سے علیحدگی اختیار کرلے۔ آپ نے فرمایا: ''شوہر اسے نفقہ دے یا پھر اسے طلاق دیدے۔'' (۱۶۶) تاہم صابر رہنا عورت کے لیے افضل ہے۔ اسی مفہوم پر اس روایت کو محمول کیا جائے گا جسے حماد بن سلمہ نے ایک سے زائد واسطوں سے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے اس شوہر کے متعلق جو اپنی بیوی کو خرچہ دینے سے عاجز رہے، فرمایا: ''اس کی بیوی اس کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے، اللہ عز وجل سے ڈرتی رہے اور صبر کرے اور شوہر حتی المقدور اس کا خرچ چلاتا رہے۔'' (۱۶۷) (دیکھئے مادہ اعسار نمبر ۲ کا جزج)

د۔ شوہر کا عقیم (تولید کی صفت سے محروم) ہونا: ابن قدامہ نے حسن بصریؒ سے حکایت کی ہے کہ عورت اگر کسی مرد سے نکاح کرلے اور پھر وہ عقیم نکلے تو عورت کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو اس کی زوجیت میں رہے اور چاہے تو طلاق کا مطالبہ کردے۔ (۱۶۸)

ھ۔ نامردی: اگر عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو جائے اور وہ قوت مردمی سے محروم ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ ہمبستری نہ کرسکے تو اس صورت میں قاضی اس مرد کو مقدمہ دائر ہونے کی تاریخ سے لے کر ایک سال تک کی مہلت دے گا۔ اگر اس دوران مرد ہمبستری کرنے کے قابل ہو جائے تو فبہا ورنہ عورت کے مطالبہ پر وہ دونوں کے درمیان علیحدگی کرادے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''عنین یعنی نامرد کو حاکم کی عدالت میں مقدمہ دائر ہونے کی تاریخ سے لے کر ایک سال تک کی مہلت دی جائے گی۔'' (۱۶۹) نیز فرمایا: ''عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر وہ بیوی کے ساتھ ہمبستری کرلے تو فبہا ورنہ دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی۔'' (۱۷۰) بیوی کے مطالبہ طلاق کے حق کو ساقط کرنے کے لیے اس کے ساتھ ایک

مرتبہ بھی ہمبستری کر لے تو دونوں کے درمیان علیحدگی نہیں کرائی جائے گی۔"(۱۷۱) علیحدگی ہونے کے بعد مذکورہ عورت عدت طلاق گزارے گی۔ آپ نے عنین کی بیوی کے بارے میں فرمایا: "جب دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے تو عورت پر عدت لازم ہوگی۔"(۱۷۲)

و۔ شوہر کی گمشدگی: اگر شوہر گم ہو جائے تو بیوی کو اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرنے کا حق ہوگا۔ مقدمہ پیش ہونے پر قاضی مدعیہ کو چار سال کی مہلت دے گا۔ اگر اس دوران شوہر واپس آ جائے تو فبہا۔ وہ اس کی بیوی رہے گی۔ اگر واپس نہ آئے تو قاضی گمشدہ شوہر کے ولی کو حکم دے گا کہ وہ مفقود کی بیوی کو طلاق دیدے۔(۱۷۳) اگر ولی اسے طلاق دیدے اور پھر دوسرے شوہر کے ساتھ شب باشی سے پہلے گمشدہ شوہر واپس آ جائے تو وہ اس کی بیوی رہے گی اور اگر شب باشی کے بعد وہ واپس آ جائے تو وہ اس کی بیوی رہے گی اور اگر شب باشی کے بعد وہ واپس آ جائے تو اسے اختیار ہوگا کہ دوسرے شوہر کا نکاح فسخ کر کے عورت کو اپنی زوجیت میں واپس لے آئے یا عورت کو ادا شدہ مہر کی اپنی رقم واپس لے لے۔(۱۷۴) الربیع بن حبیب کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے مفقود کی بیوی کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: "وہ چار سال تک انتظار کرے گی۔ پھر مفقود کا ولی اسے طلاق دے گا۔ پھر وہ چار ماہ دس دن کی عدت وفات گزارے گی اور پھر اگر چاہے تو نکاح کر لے گی۔ اگر اس کا شوہر واپس آ جائے تو اسے اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسے بیوی کے طور پر قبول کر لے اور اگر چاہے تو ادا شدہ مہر کی اپنی رقم لے لے۔"(۱۷۵)

۹۔ طلاق کا اثبات: شوہر کے اقرار کے ذریعے طلاق کا اثبات ہو جاتا ہے۔ اگر بیوی دعویٰ کر دے کہ شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے اور شوہر طلاق کا اقرار کر لے تو عورت کو بالاجماع طلاق ہو جائے گی۔

گواہی کے ذریعے بھی طلاق ثابت ہو جاتی ہے۔ گواہی کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ دو مرد اس بات کی شہادت دیں کہ شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے۔ طلاق کے بارے میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کا جزی)

قسم اٹھانے سے شوہر کے انکار کے ذریعے بھی طلاق ثابت ہو جاتی ہے یعنی عورت دعویٰ کر دے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دیدی ہے اور شوہر اس سے انکاری ہو۔ دوسری طرف عورت کے پاس کوئی بینہ یعنی گواہی وغیرہ موجود نہ ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر شوہر اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے اور پھر طلاق سے مکر جائے تو عورت یہ معاملہ حاکم کے پاس لے جائے گی اور حاکم مرد سے حلف لے گا۔(۱۷۶) اگر وہ حلف اٹھا لے تو عورت کو اس کے پاس بھیج دیا جائے گا۔"(۱۷۷) اور اگر شوہر وفات پا جائے تو عورت اس کی وارث بنے گی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جزب کا جز ۷) اگر شوہر حلف لینے سے باز رہے تو کیا قاضی اس کے اس انکار کی بنا پر اس کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے عورت پر طلاق واقع کر دے گا یا عورت پر قسم لوٹا دے گا؟ اس بارے میں ہمیں حسن بصریؒ کا کوئی نص ہاتھ نہیں لگا۔ میری نظر میں قاضی اس کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے گا۔ واللہ اعلم۔

۱۰۔ طلاق کے اثرات:

اُ۔ عدت:

۱۔ کوئی بھی طلاق سوائے غیر مدخول بہا کی طلاق کے عدت سے خالی نہیں ہوتی۔ غیر مدخول بہا بیوی طلاق کی عدت نہیں گزارے گی۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ غیر حاملہ کی عدت جسے حیض آتا ہو، تین حیض ہے اور جسے حیض نہ آتا ہو، اس کی عدت تین ماہ ہے۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۲)

۲۔ بناؤ سنگھار اور تانک جھانک: اگر رجعی طلاق ہو تو عدت کے دوران عورت کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اپنے مرد کے لیے بناؤ سنگھار کرے اور تانک جھانک جاری رکھے البتہ وہ اس کے سامنے سر سے دوپٹہ نہیں اتار سکتی۔ (دیکھئے مادہ زینۃ نمبر۲)

۳۔ طلاق رجعی کی عدت گزارنے والی عورت کے پاس اس کا شوہر کھانسنے اور گلا صاف کرنے کی آواز نکالنے کے بعد جا سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ استئذان نمبر ۵ کا جزب)

۴۔ نفقہ: رجعی، بائن اور مغلظہ طلاق یافتہ عورتوں میں سے ہر ایک کو رہائش اور خرچہ ملے گا۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۲ کے جزہ کا جزا)

ب۔ متعہ:

۱۔ متعہ اس تحفے کو کہتے ہیں جو شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتے وقت اسے پیش کرتا ہے۔

۲۔ متعہ کا حکم: بائن طلاق یافتہ ہر عورت کو متعہ دینا واجب ہے۔ خواہ شوہر نے اس کے ساتھ شب باشی کی ہو یا شب باشی نہ کی ہو اور خواہ اس کے لیے مہر مقرر کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ہر مطلقہ کے لیے متعہ ہے (۱۷۸) خواہ شوہر نے اس کے ساتھ ہمبستری کی ہو یا ہمبستری نہ کی ہو اور خواہ اس کے لیے مہر مقرر کیا ہو یا مقرر نہ کیا ہو۔'' (۱۷۹) ابوبکر ہذلی نے حسن بصریؒ سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو شب باشی کے بغیر طلاق دیدے تو بیوی کو متعہ ملے گا؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ یہ سن کر ابوبکر نے کہا: ''کیا قول باری (فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ۔ تمہارے مقرر کردہ مہر کا نصف ملے گا) نے متعہ منسوخ نہیں کر دیا؟ آپ نے جواب دیا کہ متعہ کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔'' (۱۸۰) بنا بریں رجعی طلاق یافتہ عورت اس وقت تک متعہ کی حق دار نہیں ہوگی جب تک اس کی عدت نہ گزر جائے اور وہ اپنے شوہر سے بائن نہ ہو جائے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر رجعت کا مالک ہو تو جب تک عدت گزر نہ جائے، اس پر متعہ واجب نہیں ہوگا۔ اگر وہ رجعت کا مالک نہ ہو تو طلاق کے ساتھ ہی متعہ دے گا۔'' (۱۸۱) متعہ صرف آزاد شوہر پر واجب نہیں بلکہ غلام شوہر پر بھی واجب ہے نیز متعہ کی حق دار صرف آزاد عورت ہی نہیں بلکہ لونڈی بھی ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''ہر مطلقہ کے لیے متعہ ہے۔ اگر غلام شوہر اپنی لونڈی بیوی کو طلاق دیدے تو وہ اسے متعہ دے گا۔'' (۱۸۲)

۳۔ متعہ کی مقدار: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ متعہ ایک تحفہ ہے اور یہ کسی حد کے ساتھ محدود نہیں ہے بلکہ ہر شخص

اپنی مالی استطاعت کے مطابق متعہ دے گا۔عمرو بن عبید نے متعہ کے بارے میں حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اس میں کوئی مقررہ چیز نہیں ہے۔شوہر اپنی مالی استطاعت کے مطابق متعہ دے گا۔''(۱۸۳) آپ سے متعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''بعض لوگ تو نوکر اور خرچہ متعہ کے طور پر دیتے تھے اور جو لوگ ان سے کم ہوتے، وہ خرچہ اور کپڑا دیتے تھے اور جو ان سے بھی کم ہوتے، وہ ایک چادر، ایک قمیص اور دوپٹہ دیتے اور جو ان سے بھی کم ہوتے، وہ متعہ کے طور پر صرف ایک کپڑا دے دیتے۔''(۱۸۴) ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: ''لوگ متعہ دیا کرتے تھے۔بعض تو متعہ میں نوکر دیتے، بعض دو سو درہم دیتے، بعض قمیص، دوپٹہ اور لمبی چادر دیتے اور بعض خرچہ دیدیتے۔''(۱۸۵) درج بالا روایتوں کے اندر اختلاف سے یہ پتہ لگتا ہے کہ متعہ کے متعلق کوئی مقررہ چیز نہیں ہے بلکہ ہر شخص اپنی وسعت اور اپنی سخاوت نفس کے مطابق جو چاہے، دیدے۔

طھارة (طہارت)

نجاست یا حدث کے ازالے کو طہارت کہتے ہیں۔(دیکھئے مادہ نجاسة)

طھر (طہر)

طہر اس حالت کو کہتے ہیں جس میں عورت کو نہ تو حیض آ رہا ہو اور نہ وہ نفاس کے اندر ہو۔

طلاق سنت اس طلاق کو کہتے ہیں جو عورت کو اس طہر میں دی جائے جس میں ہمبستری نہ ہوئی ہو۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز د نیز نمبر ۵ کا جز ھ)

طواف (طواف)

نیت کے ساتھ کعبہ شریف کے گرد چکر کاٹنے کو طواف کہتے ہیں۔

حج کے اندر طواف۔(دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱ نیز نمبر ۱۵ کا جز ھ نیز نمبر ۱۹)

عمرہ کے اندر طواف۔(دیکھئے مادہ عمرة نمبر ۵)

سنت طواف کی نماز (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱ کا جز ط) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۱۱ کا جز ھ)، طواف کے لیے طہارت کی شرط، طواف کے اندر حجر اسود کا استلام، حطیم کے پیچھے سے طواف نیز ہر ایسے طواف میں رمل اور اضطباع جس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی ہو، طواف کے اندر تلاوت قرآن کی کراہت اور درمیان سے طواف قطع کرنے کی بنا پر طواف کا بطلان۔(دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱)

طیب (خوشبو)

۱۔ طیب ہر اس مادہ کو کہتے ہیں جو خوشبودار ہو اور بطور خوشبو جسے استعمال کیا جاتا ہو۔

۲۔ حسن بصریؒ مشک کو بطور خوشبو استعمال کرنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ مشک ایک جاندار کا مردہ جز ہے اور جس چیز کی یہ نوعیت ہو، وہ نجس ہوتی ہے۔عمرو نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ آپ زندہ اور مردہ

دونوں کے لیے مشک کو مکروہ یعنی ناجائز سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے: ''مسلمان اسے مکروہ قرار دیتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ مردار ہے۔''(۱۸۶)

۳۔ محرم کا خوشبو کے استعمال سے باز رہنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ک) میت کے کفن، نعش اور تابوت کو خوشبو لگانا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۵ کا جز ج) میت کے مواضع سجود کو خوشبو نہ لگانا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۴ کے جز ب کا جز ھ)

طیر (پرندہ)

حشرات الارض کے سوا دو باز و رکھنے والے ہر جاندار کو طیر کہتے ہیں۔ سدھائے ہوئے شکاری پرندوں کے ذریعے شکار کرنا (دیکھئے مادہ صید نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۳)

پرندے کی بیٹ اور اس کے پیشاب کا پاک ہونا (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر ۳ کا جز ا) نیز (مادہ بول نمبر ۲ کا جز ب)

حرف الطاء میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) موسوعہ فقہ ابن عباسؓ (مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ب)

(۲) موسوعہ فقہ عائشہؓ (مادہ طعام نمبر ۳)

(۳) تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۱۷

(۴) بخاری شریف، مسلم شریف کتاب الصید باب اکل کل ذی ناب من السباع

(۵) المجموع ج ۷ ص ۴۲۱

(۶) حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۳۵۲، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۸۴، المغنی ج ۸ ص ۵۹۱، شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۲۵۵، سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۲۷

(۷) نیل الاوطار ج ۸ ص ۳۸۵، المجموع ج ۹ ص ۹

(۸) المغنی ج ۸ ص ۶۰۵

(۹) عبدالرزاق ج ۴ ص ۵۳۰

(۱۰) المغنی ج ۸ ص ۵۸۸، المجموع ج ۹ ص ۱۶

(۱۰ب) شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۲۵۰، المحلی ج ۷ ص ۴۱۰۔

(۱۱) المغنی ج ۸ ص ۶۰۸

(۱۲) تہذیب الآثار ج ۴ ص ۱۵۵

(۱۳) عبدالرزاق ج ۴ ص ۵۳۵، المجموع ج ۹ ص ۱۶

(۱۴)شرح السنۃ ج ۱۱ص ۲۵۰،المحلی ج ۷ص ۳۹۴ ،احکام القرآن ج ۱ص ۱۰۸،تفسیر قرطبی ج ۶ص ۳۱۸

(۱۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۸ ب

(۱۶)احکام القرآن ج ۳ص ۲۳۷

(۱۷)تفسیر قرطبی ج ۷ص ۱۲۲،شرح السنۃ ج ۱۱ص ۲۵۳،المجموع ج ۹ص ۲۸

(۱۸)شرح السنۃ ج ۱۱ص ۲۵۷

(۱۹)المغنی ج ۸ص ۴۳۸

(۲۰)سنن سعید ج ۳ص ۲/۲۹۳

(۲۱)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۴۳۹،المحلی ج ۷ص ۴۱۱

(۲۲)المغنی ج ۸ص ۵۷۱

(۲۳)شرح السنۃ ج ۸ص ۱۵

(۲۴)عبدالرزاق ج ۸ص ۱۵۱،المحلی ج ۹ص ۱۵۷

(۲۴ب)المحلی ج ۹ص ۱۵۶

(۲۵)عبدالرزاق ج ۱۰ص ۴۲۲

(۲۶)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴ ب

(۲۷)سنن سعید ج ۳ص ۲/۹۲

(۲۸)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۴

(۲۹)عبدالرزاق ج ۶ص ۳۰۴

(۳۰)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۳ ب

(۳۱)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۸

(۳۲)الاشراف ج ۴ص ۱۶۳

(۳۳)المحلی ج ۱۰ص ۱۷۳

(۳۴)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۴ ب

(۳۵)سنن بیہقی ج ۷ص ۳۶۸،تفسیر طبری (زیر بحث آیت کی تفسیر)،الدر المنثور ج ۱ص ۲۸۵

(۳۶)عبدالرزاق ج ۶ص ۴۱۹،المحلی ج ۱۰ص ۲۰۵،شرح السنۃ ج ۹ص ۱۹۹،سنن سعید ج ۳ص ۱/۲۵۰،الاشراف ج ۴ص ۱۸۵

(۳۷)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۵،شرح السنۃ ج ۹ص ۱۹۹،المغنی ج ۸ص ۱۹۷

(۳۸)المحلی ج ۱۰ص ۱۱۹

(۳۹)عبدالرزاق ج ۷ص ۵،الاشراف ج ۴ص ۱۸۴

(۴۰) عبدالرزاق ج ۶ ص ۵۲۶
(۴۱) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۹۰ المحلی ج ۱۰ ص ۱۱۷، المغنی ج ۷ ص ۱۴۳، ۱۵۵، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۹
(۴۲) المحلی ج ۱۰ ص ۱۱۷
(۴۳) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۸۰، الاشراف ج ۴ ص ۱۸۴
(۴۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹
(۴۵) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۸۱، المغنی ج ۷ ص ۱۴۵، الاشراف ج ۴ ص ۱۸۳
(۴۶) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۷۶
(۴۷) الدر المنثور ج ۲ ص ۱۵۶
(۴۸) عبدالرزاق ج ۶ ص ۵۱۱، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۳
(۴۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۵، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۶، المحلی ج ۱۰ ص ۲۰۲، المغنی ج ۶ ص ۶۳۷، الاشراف ج ۴ ص ۲۱۳
(۵۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۹، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۹۷، سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۶، المغنی ج ۷ ص ۱۱۶، الاشراف ج ۴ ص ۱۹۰، ۱۹۱
(۵۱) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۰
(۵۲) تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۱۸۹
(۵۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۱ ب
(۵۴) عبدالرزاق ج ۷ ص ۶۸، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶، الاشراف ج ۴ ص ۱۸۸
(۵۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴، عبدالرزاق ج ۷ ص ۶۳، المحلی ج ۱۰ ص ۲۱۹، ۲۲۲، المغنی ج ۶ ص ۳۳۰
(۵۶) المغنی ج ۶ ص ۳۳۴
(۵۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۱۵، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۳۷، المحلی ج ۱۰ ص ۲۳۲، المغنی ج ۷ ص ۳۶۳
(۵۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۰
(۵۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱ ب، المحلی ج ۱۰ ص ۱۸۰، ۲۳۲، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۱۵، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۳۷، المغنی ج ۷ ص ۳۶۳، الاشراف ج ۴ ص ۲۹۲
(۶۰) المحلی ج ۱۰ ص ۱۸۰
(۶۱) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۵۴، المحلی ج ۱۰ ص ۲۵۰، المغنی ج ۷ ص ۲۶۲، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۵۲، الاشراف ج ۴ ص ۲۰۳
(۶۲) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۱۲، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۷

(۶۳) الاشراف ج ۴ ص ۱۶۲
(۶۴) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۶۴
(۶۵) المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۵
(۶۶) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۳۲
(۶۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۶
(۶۸) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۴۳
(۶۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۵ ب
(۷۰) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۴۶، عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۸۸، ۴۹۰، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۴۷، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۶
(۷۱) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۹۱
(۷۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۴، المحلی ج ۱۰ ص ۲۶۲
(۷۳) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۹۲
(۷۴) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۸۸
(۷۵) حوالہ درج بالا۔
(۷۵ ب) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۹۰، الاشراف ج ۴ ص ۲۱۹
(۷۶) المغنی ج ۷ ص ۴۰۲
(۷۷) المغنی ج ۷ ص ۳۵۲
(۷۸) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۸۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۸
(۷۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ ب، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۶
(۸۰) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۸۲، عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۸۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۸ ب، المغنی ج ۷ ص ۱۳۷، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۷
(۸۱) الاشراف ج ۴ ص ۱۹۳
(۸۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۴، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۳
(۸۳) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۱۲، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹، المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۹، المغنی ج ۷ ص ۱۲۱، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۵
(۸۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۳ ب، المغنی ج ۷ ص ۲۳۶، الاشراف ج ۴ ص ۱۶۵
(۸۵) الاشراف ج ۴ ص ۱۹۲
(۸۶) کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۰۰

(۸۷) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۲۸۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۸، عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۱۳، ۴۱۳، المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۷، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۴

(۸۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵

(۸۹) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۶۵، المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۴

(۹۰) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۹۸

(۹۱) الاشراف ج ۴ ص ۱۶۶

(۹۲) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۲۹۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶ ب

(۹۳) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۶۴

(۹۴) المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۲

(۹۵) المغنی ج ۷ ص ۲۴۲، ۲۴۶، الاشراف ج ۴ ص ۱۹۷

(۹۶) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۷۳، سنن سعید ج ۳ ص ۱/۲۸۰، المغنی ج ۷ ص ۲۴۴، الاشراف ج ۴ ص ۱۹۶، ۱۹۷

(۹۷) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۶۹، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۳

(۹۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۳ ب

(۹۹) حوالہ درج بالا۔

(۱۰۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۳

(۱۰۱) الاشراف ج ۴ ص ۲۰۵

(۱۰۲) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱۲، المغنی ج ۸ ص ۷۱۸

(۱۰۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۸ ب، عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۸۹، آثار ابی یوسف نمبر ۶۲۲، المحلی ج ۱۰ ص ۲۱۷، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۲۷، المغنی ج ۷ ص ۲۱۶، الاشراف ج ۴ ص ۱۸۴

(۱۰۴) الاشراف ج ۴ ص ۱۸۴

(۱۰۵) سنن سعید ج ۳ ص ۲/۱۲، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۸

(۱۰۶) المغنی ج ۸ ص ۷۱۹

(۱۰۷) شرح السنۃ ج ۹ ص ۱۹۹

(۱۰۸) المغنی ج ۶ ص ۳۳۴

(۱۰۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴، عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۸۶، المغنی ج ۶ ص ۳۳۶، ج ۷ ص ۱۹۰

(۱۱۰) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۲۷۵

(۱۱۱) المحلی ج ۱۰ ص ۲۱۲، المغنی ج ۷ ص ۱۸۹

(۱۱۲) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۸۶

(۱۱۳) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۷۷

(۱۱۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۳

(۱۱۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۴

(۱۱۶) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۳۴، ۴۳۵

(۱۱۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۸ ب

(۱۱۸) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۸۷، المحلی ج ۱۰ ص ۲۱۴

(۱۱۹) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۰۶

(۱۲۰) المغنی ج ۷ ص ۱۲۶

(۱۲۱) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۸۷، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶، الاشراف ج ۴ ص ۱۹۵

(۱۲۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶

(۱۲۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۹، المحلی ج ۱۰ ص ۲۱۴

(۱۲۴) عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۳۵

(۱۲۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۳ ب

(۱۲۶) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۹۰، عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۶۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷ ب، المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۵، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۰

(۱۲۷) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۵۹، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۹۱، المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۳

(۱۲۸) الاشراف ج ۴ ص ۱۷۱

(۱۲۹) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۹۱

(۱۳۰) المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۳، عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۵۹

(۱۳۱) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۶۶

(۱۳۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷ ب، المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۵

(۱۳۳) المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۵، الاشراف ج ۴ ص ۱۶۹

(۱۳۴) المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۵

(۱۳۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۸، عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۶۷

(۱۳۶) المحلی ج ۱۰ ص ۱۸۸، الاشراف ج ۴ ص ۱۶۸

(۱۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷

(۱۳۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶ ب، الاشراف ج ۴ ص ۱۶۵

(۱۳۹) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۹۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱، المحلی ج ۱۰ ص ۱۲۶

(۱۴۰) سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۱، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۵، المغنی ج ۷ ص ۱۵۶، المحلی ج ۱۰ ص ۱۲۵، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۲

(۱۴۱) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۰۲، ۴۰۳، المحلی ج ۱۰ ص ۱۲۴، تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۱۸۱، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۲

(۱۴۲) المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۵، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۷۷

(۱۴۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۷۳، المحلی ج ۱۰ ص ۱۲۸، ۱۲۹، المغنی ج ۷ ص ۱۴۰، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۰

(۱۴۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۰ ب، عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۵۹، المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۴، الاشراف ج ۴ ص ۱۶۷

(۱۴۵) الاشراف ج ۴ ص ۱۶۷

(۱۴۶) المحلی ج ۱۰ ص ۱۸۸، المغنی ج ۷ ص ۱۲۹

(۱۴۷) الاشراف ج ۴ ص ۱۶۷

(۱۴۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۰ ب، الاشراف ج ۴ ص ۱۷۱

(۱۴۹) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۷، المغنی ج ۶ ص ۶۲۶، الاشراف ج ۴ ص ۲۱۲

(۱۵۰) عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۶۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۴، الاشراف ج ۴ ص ۲۱۲

(۱۵۱) عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۶۲، شرح السنۃ ج ۹ ص ۹۱، المغنی ج ۶ ص ۶۲۰، الاشراف ج ۴ ص ۲۱۱

(۱۵۲) عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۸۱ ج ۷ ص ۱۸۳، المحلی ج ۷ ص ۳۱۴، الاشراف ج ۴ ص ۲۰۹

(۱۵۳) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۴۷، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۲ ب، تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۶۷، المغنی ج ۷ ص ۳۱۲، ۳۱۴، المغنی ج ۶ ص ۶۱۵

(۱۵۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۰

(۱۵۵) المحلی ج ۷ ص ۳۱۲، تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۶۶، ۶۷

(۱۵۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۴

(۱۵۷) شرح السنۃ ج ۹ ص ۹۴، المغنی ج ۶ ص ۶۱۶، تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۶۶، ۶۷

(۱۵۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۲ ب، ص ۲۵۰، تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۶۷

(۱۵۹) عبدالرزاق ج ۶ ص ۸۱، ۱۸۳، المغنی ج ۶ ص ۶۱۵

(۱۶۰) المغنی ج ۶ ص ۶۱۵

(۱۶۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۰

(۱۶۱ ب) عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۹۹

(۱۶۲) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۰۶

(۱۶۳) عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۸۱، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۳۹، المحلی ج ۱۰ ص ۱۳۱، المغنی ج ۶ ص ۶۱۱، الاشراف ج ۴

ص ۱۲۳، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۲۲

(۱۶۴) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۱۵، المغنی ج ۶ ص ۶۱۱، الاشراف ج ۴ ص ۱۳۲

(۱۶۵) الاشراف ج ۴ ص ۱۰۰

(۱۶۶) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۵۸، شرح السنۃ ج ۹ ص ۱۱۶، المغنی ج ۷ ص ۵۷۳، الاشراف ج ۴ ص ۱۴۳

(۱۶۷) المحلی ج ۱۰ ص ۹۷

(۱۶۸) المغنی ج ۶ ص ۶۵۳، الاشراف ج ۴ ص ۷۸

(۱۶۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۵

(۱۷۰) حوالہ درج بالا۔

(۱۷۱) حوالہ درج بالا۔

(۱۷۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۰

(۱۷۳) المغنی ج ۱۰ ص ۱۴۰

(۱۷۴) المغنی ج ۷ ص ۴۹۲، ۴۹۳، الاشراف ج ۴ ص ۱۰۴

(۱۷۵) المحلی ج ۱۰ ص ۱۳۷

(۱۷۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱ ب، عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۱۴، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۵۸، المغنی ج ۷ ص ۲۶۰

(۱۷۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۶ ب، الاشراف ج ۴ ص ۱۹۸

(۱۷۸) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۳، عبدالرزاق ج ۷ ص ۷۰، المحلی ج ۱۰ ص ۲۴۷، المغنی ج ۶ ص ۷۱۴، الاشراف ج ۴ ص ۲۹۸

(۱۷۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۸ ب، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۰۰

(۱۸۰) الدر المنثور ج ۱ ص ۲۹۲

(۱۸۱) عبدالرزاق ج ۷ ص ۷۱

(۱۸۲) عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۷۶

(۱۸۳) المحلی ج ۱۰ ص ۲۲۸، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۳۴، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۰۱، المغنی ج ۶ ص ۷۱۷

(۱۸۴) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۴، الاشراف ج ۴ ص ۲۹۹

(۱۸۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۸ ب

(۱۸۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴، الاوسط ج ۲ ص ۲۹۷

حرف الظاء

ظفر (ناخن)

محرم اپنے ناخن کترنے سے باز رہے۔ ناخن کترنے کا کفارہ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز واؤ) ناخن کے ذریعے ذبح مکروہ یعنی ناجائز ہے۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۴)

باوضو شخص اگر اپنے ناخن کترلے تو ناخنوں کے مقام کو دھونا واجب نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۶ کا جز م)

میت کے ناخن اگر بڑھے ہوئے ہوں تو انہیں کترنا مشروع ہوگا۔ (دیکھئے مادہ میت نمبر ۳)

ظہار (ظہار کرنا)

۱۔ تعریف: ظہار یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایسی خاتون کے ساتھ تشبیہ دے کر اپنے اوپر حرام کرلے جس کے ساتھ ہمبستری ابدی طور پر اس کے لیے حرام ہو یا اپنی بیوی کو مذکورہ خاتون کے کسی ایسے حصے سے تشبیہ دے کر اپنے اوپر حرام کرلے جس کے ذریعے اس خاتون کے سراپا کی تعبیر ہوتی ہو مثلاً پشت وغیرہ۔

۲۔ ظہار کے الفاظ: ان الفاظ کے اندر تین شرطوں کا پایا جانا شرط ہے:

اُ۔ ایسے الفاظ جن کے ذریعے تحریم سے تعبیر ہوتی ہو۔ یہ بات تشبیہ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

ب۔ تشبیہ: مثلاً شوہر بیوی سے کہے: ''تم میری ماں کی پشت کی طرح ہو'' یا: ''تم میری ماں کی پشت کی مثل ہو'' یا اسی طرح کے الفاظ۔

ج۔ جس خاتون کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو، وہ ایسی ہو کہ اس کے ساتھ اس کا نکاح ابدی طور پر حرام ہو یعنی اس کے محارم میں سے ہو۔ حسن بصری نے فرمایا: ''جو شخص محرم عورت کے ذریعے ظہار کرے تو یہ ظہار ہوگا۔''(۱) بنابریں اگر شوہر کہے: ''تم مجھ پر میری ماں کی پشت یا میری بہن کی پشت یا میری محارم میں سے کسی ایک کی پشت کی طرح ہو۔'' تو وہ ظہار کرنے والا یعنی مظاہر قرار پائے گا۔(۲) بنابریں اگر مشبہ بہا خاتون اس کی محارم میں سے نہ ہو لیکن اس پر وقتی طور پر اس وجہ سے حرام ہو کہ وہ مشرکہ یا شادی شدہ ہو یا اس کی بہن اس کی زوجیت میں ہو تو ان صورتوں میں ظہار نہیں ہوگا۔(۳) حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی سے

کہے کہ تم مجھ پر فلاں کی بیوی کی پشت کی طرح ہو تو اس پر کوئی چیز عائد نہیں ہوگی۔"(۴)

د۔ شوہر ظہار کو قسم کے طور پر استعمال نہ کرے: اگر وہ اسے یمین کے طور پر استعمال کرے گا تو اس پر ایلاء عائد ہو جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: "اگر شوہر کہے کہ: "میں نے اگر تم سے قربت کی تو تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہو جاؤ گی۔" اور پھر وہ اس سے چار ماہ تک قربت نہ کرے تو یہ ایلاء ہوگا۔"(۵) آپ نے خود اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: "اگر شوہر بیوی سے کہے: "میں نے اگر تم سے قربت کی تو تم مجھ پر میری ماں کی پشت ہو جاؤں گی۔" اگر وہ چار ماہ کے دوران اس سے قربت کر لے جب کہ اس نے ظہار کے وقت تحدید کر دی ہو تو یہ ظہار ہوگا اور اگر وہ اس سے قربت نہ کرے حتی کہ چار ماہ گزر جائیں تو یہ ایلاء ہوگا اور ایک طلاق کے ذریعے وہ اس سے بائن ہو جائے گی۔"(۶)

اگر شوہر ظہار کو قسم کے طور پر استعمال نہ کرے تو اس پر ایلاء عائد نہیں ہوگا اور چار ماہ گزرنے کے بعد وہ اس سے ظہار کی بنا پر بائن نہیں ہوگی۔(۷)

ھ۔ ظہار کی تکرار: اگر شوہر ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی سے کئی مرتبہ ظہار کرے یا کئی نشستوں میں وہ اس کی تکرار کرے لیکن ان نشستوں کے درمیان وہ اپنے پہلے ظہار کا کفارہ ادا نہ کرے تو اس کے تمام ظہاروں کے لیے اس پر صرف ایک کفارہ واجب ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: "اگر شوہر کئی مرتبہ ظہار کرے خواہ کئی نشستوں میں تو ایک کفارہ واجب ہوگا بشرطیکہ اس نے پہلے ظہار کا کفارہ ادا نہ کیا ہو۔"(۸)

و۔ ظہار کی بنا پر زوجین کے درمیان علیحدگی واقع نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہار زوجین کے درمیان توارث کے لیے مانع نہیں بنتا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جزب کا جز ۹)

۳۔ مظاہر (ظہار کرنے والا شوہر)

اَ۔ غلام کا ظہار: حسن بصری کی رائے تھی کہ آزاد اور غلام دونوں کا ظہار درست ہوتا ہے تاہم غلام اگر ظہار کرے تو اس کا کفارہ دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں۔ وہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نہ تو غلام آزاد کرے گا اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا۔ آپ نے فرمایا: "ظہار کرنے والا غلام دو ماہ روزے رکھے گا۔ اگر اس کے آقا اسے غلام آزاد کرنے کی اجازت دے دیں تو غلام آزاد کرنا اس کے لیے جائز ہوگا۔ وہ ان کی اجازت سے مسکینوں کو کھانا بھی کھلا سکتا ہے۔"(۹) ابن قدامہ نے آپ سے حکایت کی ہے کہ غلام کے کفارۂ ظہار میں روزوں کے سوا کوئی اور چیز اسے کام نہیں دے گی خواہ اس کا آقا اسے غلام آزاد کرنے یا کھانا کھلانے کی اجازت کیوں نہ دے دے یا اجازت نہ دے۔(۱۰) تاہم پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

ب۔ عورت کا ظہار: اگر عورت اپنے شوہر سے ظہار کر لے تو اس کے حکم کے متعلق حسن بصریؒ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ ظہار درست ہوگا اور عورت پر کفارۂ ظہار لازم ہو جائے گا۔(۱۱) دوسری روایت کے مطابق عورت کا ظہار درست نہیں ہوتا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر عورت اپنے شوہر سے ظہار کر لے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ظہار کرنا

مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ (۱۲)

۴۔ وہ عورت جس سے ظہار کیا جائے:

أ۔ عورت کا مرد سے ظہار کرنا: جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے حسن بصری سے منقول دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق عورت کا مرد سے ظہار درست نہیں ہوتا۔ اس روایت کی بنا پر مذکورہ ظہار کی وجہ سے مرد کا ظہار زدہ بن جانا درست نہیں ہوگا۔

ب۔ لونڈی سے ظہار کرنا: حسن بصری کی رائے تھی کہ ظہار ہر اس عورت پر واقع ہو جاتا ہے جس کے ساتھ ہمبستری کی گئی ہو خواہ یہ ہمبستری عقد نکاح کی بنا پر ہوئی ہو یا ملک یمین کی بنا پر۔ لونڈی سے ظہار کی صحت اور کفارہ کے وجوب کے لیے شرط ہے کہ اس کے ساتھ بالفعل ہمبستری کر لی گئی ہو۔ اس مقصد کے لیے اتنی بات کافی نہیں ہوگی کہ آقا کو اس کے ساتھ ہمبستری کرنے کا محض حق حاصل ہو۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر آقا اپنی لونڈی سے ظہار کر لے اور وہ اس کے ساتھ ہمبستری نہ کرتا ہو تو اس پر کوئی کفارہ عائد نہیں ہوگا۔'' (۱۳) نیز فرمایا: ''اگر آقا اپنی لونڈی کے ساتھ ہمبستر ہونے کے بعد اس سے ظہار کر لے تو یہ ظہار ہوگا اور اگر اس نے ہمبستری نہ کی ہو تو ظہار نہیں ہوگا۔'' (۱۴) جس بیوی سے ظہار کیا گیا ہو، آیا اس کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ اس کے ساتھ شب باشی بھی ہو چکی ہو؟ یعنی وہ مدخول بہا ہو۔ اس کے متعلق ہمیں حسن بصری سے مروی کوئی روایت ہاتھ نہیں لگی۔ تاہم ظاہر یہی ہے کہ ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔

ج۔ اجنبی عورت سے ظہار کرنا: حسن بصری ظہار کے لیے یہ شرط نہیں لگاتے تھے کہ متعلقہ عورت اگر ظہار کرنے والے کی بیوی یا لونڈی ہو تو ظہار درست ہوگا بلکہ آپ کی رائے میں اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے ظہار کر لے تو ظہار واقع ہو جائے گا لیکن اس پر اسی صورت میں کفارہ واجب ہوگا جب وہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد ہمبستری کا قصد کرے۔ ایسی صورت میں کفارۂ ظہار ادا کیے بغیر وہ اس سے ہمبستر نہیں ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر نکاح سے پہلے کوئی شخص ظہار کرے تو یہ ایک فضول بات ہوگی الا یہ کہ وہ نکاح کر لے۔'' (۱۵) یعنی جب تک وہ نکاح نہ کر لے، اس وقت تک اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ کفارہ کا وجوب ہمبستری کے ارادے پر ہوگا یعنی ہمبستری مباح کرنے کے لیے کفارہ واجب ہوگا۔

د۔ ایک سے زائد بیویوں سے ظہار کرنا: اگر ایک شخص کی کئی بیویاں ہوں اور وہ ان سے ظہار کر لے تو ان سے یہ ظہار یا تو ایک ہی فقرے کے ذریعے ہوگا مثلاً وہ ان سے کہے: ''تم سب مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہو۔'' یا متعدد فقروں کے ذریعے مثلاً وہ کہے: ''فلانی مجھ پر میری ماں کی طرح ہے۔ فلانی مجھ پر میری ماں کی طرح ہے۔'' اگر ایک ہی فقرے کے ذریعے وہ ان سے ظہار کر لے تو اس کے حکم کے بارے میں حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ قتادہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی بیویوں سے ظہار کر لے تو ہر بیوی کا ایک کفارہ ہوگا۔'' قتادہ کے سوا دیگر حضرات نے آپ سے روایت کی ہے کہ سب کا ایک ہی کفارہ کافی ہوگا۔ (۱۶)

اگر اس نے متعدد فقرات کے ذریعے ان سے ظہار کیا ہو تو اس پر ہر بیوی کا ایک کفارہ واجب ہوگا۔ اس بارے میں حسن بصری سے یہی ایک روایت مروی ہے۔ آپ نے اس شوہر کے بارے میں جو اپنی بیویوں سے کہے کہ تم مجھ پر میری ماں کی طرح ہو، فرمایا: ''اس پر ایک کفارہ واجب ہوگا اور اگر وہ کہے کہ: ''فلانی مجھ پر میری ماں کی طرح ہے اور فلانی (پہلی کے سوا) مجھ پر میری ماں کی طرح ہے تو اس پر دو کفارے واجب ہوں گے۔''(۱۷)

۵۔ تین طلاقوں کی بنا پر ظہار کا انہدام: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کر لے اور پھر اسے ایک بائن طلاق دیدے اور پھر وہ اس کی زوجیت میں واپس آ جائے تو اس طلاق کی وجہ سے ظہار منہدم نہیں ہوگا یعنی باقی رہے گا اور جب تک وہ اس کا کفارہ ادا نہ کر دے، اس کے لیے اس کے ساتھ ہمبستری حلال نہیں ہوگی لیکن اگر وہ اسے تین طلاق دیدے اور مطلقہ کسی اور مرد سے نکاح کرنے اور طلاق لینے کے بعد اس کے عقد میں آ جائے تو ایسی صورت میں مذکورہ تین طلاقیں ظہار کو منہدم کر دیں گی۔ قتادہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ تین طلاقیں ظہار کو ختم کر دیتی ہیں۔ اگر مذکورہ عورت ظہار کرنے والے اپنے پہلے شوہر کی زوجیت میں واپس آ جائے تو شوہر پر کوئی کفارہ عائد نہیں ہوگا۔(۱۸) مطر الوراق نے آپ سے روایت کی ہے کہ تین طلاقیں ظہار کو منہدم نہیں کرتیں نیز یہ کہ طلاق مغلظہ پانے والی مطلقہ اگر ظہار کرنے والے شوہر کی زوجیت میں واپس آ جائے تو جب تک وہ کفارۂ ظہار ادا نہیں کرے گا، اس وقت تک اس کے لیے اس کے ساتھ ہمبستری جائز نہیں ہوگی۔(۱۹)

۶۔ ظہار کرنے والا کن باتوں سے باز رہے؟:

اَ۔ ہمبستری: ظہار کرنے والے شوہر کے لیے کفارہ ادا کرنے سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنا حرام ہوتا ہے۔(۲۰) اگر وہ بیوی کو اس پر مجبور کرے تو وہ اس کے خلاف دعویٰ دائر کر دے۔(۲۱) اور اسے اس کا موقعہ ہی نہ دے۔ تاہم کفارہ ادا کرنے سے پہلے اگر وہ ہمبستری کر لے تو اس پر ایک ہی کفارہ لازم ہوگا۔ اور کفارہ ادا کرنے تک ہمبستری سے باز رہے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر مظاہر کفارہ ادا کرنے سے پہلے ہمبستری کر لے تو مزید ہمبستری سے باز رہے۔ اللہ سے استغفار اور توبہ کرے اور ایک کفارہ ادا کر دے۔''(۲۲)

ب۔ ہم آغوشی وغیرہ: ظہار کرنے والے پر اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری حرام ہوتی ہے۔ اس کے سوا بیوی سے متعلقہ کوئی اور چیز حرام نہیں ہوتی۔ بنابریں بیوی کے ساتھ ہم آغوشی، بوس وکنار اور شرم گاہ کے سوا کسی اور طریقے سے جنسی تسکین حلال ہوتی ہے۔(۲۳) حسن بصری نے فرمایا: ''اگر مظاہر ہم آغوشی اور بوس وکنار کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۲۴)

۷۔ ظہار میں واجب ہونے والا کفارہ:

اَ۔ کفارہ کب واجب ہوگا؟: زبان سے ظہار کے لفظ کی محض ادائیگی کے ساتھ کفارہ واجب نہیں ہوتا بلکہ اس

وقت واجب ہوتا ہے جب ظہار کرنے کے بعد شوہر ہمبستری کرنے کا پکا ارادہ کر لے۔ (۲۵) کیونکہ ہمبستری مباح کرنے کے لیے کفارہ شرط ہے حتیٰ کہ ہمبستری سے قبل زوجین میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو شوہر پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ (۲۶) ایسی ہی صورت کے بارے میں حسن بصری نے فرمایا:

''دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور شوہر پر کفارۂ ظہار لازم نہیں ہوگا۔'' (۲۷)

ظہار کی بنا پر ہمبستری ترک کرنے کے لیے کسی وقت کی تحدید نہیں ہے اور ظہار پر ایلاء داخل نہیں ہوتا خواہ مدت کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو جائے۔ (۲۸) تاہم جب بھی وہ کفارۂ ظہار ادا کرے گا، وہ اس کی بیوی رہے گی اور اس کے ساتھ ہمبستری حلال ہو جائے گی۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جس کے ظہار پر چار ماہ گزر جائیں، فرمایا: ''یہ ایلاء نہیں ہے۔ وہ جب بھی کفارہ ادا کرے گا، عورت اس کی بیوی ہوگی۔'' (۲۹) تاہم اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہوگی جب شوہر ظہار کو قسم کی شکل میں ادا کرے۔ یہ بات (مادہ ظِہار نمبر ۲ کے جزد) میں گزر چکی ہے۔

ب۔ کفارات کا تعدد:

۱۔ اگر ظہار زدہ عورت ایک ہو، ظہار کے تعدد سے کفارات متعدد نہیں ہوں گے خواہ یہ تعدد کئی نشستوں میں کیوں نہ ہوا ہو۔ (دیکھیے مادہ ظہار نمبر ۲ کا جزھ)

۲۔ حسن بصری سے مروی دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق اگر ظہار زدہ عورتیں متعدد ہوں اور ان سب کے ساتھ ایک ہی فقرے کے ذریعے ظہار کیا گیا ہو تو بھی کفارات متعدد نہیں ہوں گے۔ دوسری روایت کے مطابق دریں صورت کفارات متعدد ہوں گے لیکن اگر ان کے ساتھ متعدد فقرات کے ذریعے ظہار کیا گیا ہو مثلاً شوہر ان سے کہے: ''او فلانی! تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہو۔'' اور دوسری سے یہی فقرہ کہے تو اس صورت میں ان کی تعداد کے مطابق کفارات بھی متعدد ہو جائیں گے۔ (دیکھیے مادہ ظھار نمبر ۴ کا جزد)

ج۔ کفارۂ ظہار میں واجب ہونے والی چیز: اللہ تعالیٰ نے سورۂ مجادلہ آیت نمبر ۲ تا ۴ میں کفارۂ ظہار کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں تو وہ بیویاں ان کی مائیں نہیں بن جاتی ہیں۔ ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنھوں نے انہیں جنم دیا ہے۔ یہ لوگ یقیناً ایک نامعقول بات اور جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ بے شک اللہ بڑا معاف کر دینے والا، بڑا بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ قبل اس کے دونوں باہم اختلاط کریں، ایک مملوک آزاد کرنا ہے۔ اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ کو پوری خبر ہے۔ اس کی جو تم کرتے رہتے ہو۔ پھر جسے یہ میسر نہ ہو تو قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں، اسکے ذمہ دو متواتر مہینوں کے روزے ہیں۔ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کا کھلانا ہے۔ یہ احکام اس لیے ہیں کہ تم اللہ

اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔)

ان آیات کریمہ سے ہمارے سامنے واضح ہو جاتا ہے کہ کفارہ ظہار درج ذیل ہے:

۱۔ غلام آزاد کرنا: یہ اعتاق آزاد مظاہر پر واجب ہے، غلام مظاہر پر نہیں کیونکہ اس میں مال کی ضرورت ہوتی ہے اور غلام مال کا مالک نہیں ہوتا۔ البتہ اگر اس کا آقا اسے غلام آزاد کرنے کی اجازت دیدے تو غلام آزاد کرنا اس پر واجب ہو جائے گا۔ یہ بات (مادہ ظھار نمبر ۳ کے جز اُ) میں گزر چکی ہے۔ آزاد کیے جانے والے مملوک کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ اس کے بغیر اعتاق درست نہیں ہوگا۔ حسن بصری فرماتے تھے کہ: ''ظہار کے اندر کسی یہودی یا نصرانی کو آزاد کرنے سے کام نہیں چلے گا۔'' نیز فرماتے: ''کسی بھی کفارہ میں مسلمان غلام آزاد کیے بغیر کام نہیں چل سکتا۔''(۳۰) حصاص رازی نے آپ سے روایت کی ہے کہ کفارہ ظہار میں کافر غلام آزاد کرنے سے بھی کام چل جائے گا۔(۳۱) تاہم پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۴ کا جز اُ) ظہار کے اندر مدبرّ غلام آزاد کرنے کے بارے میں حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔(۳۲)

۲۔ دو متواتر مہینوں کے روزے:

اُ۔ مظاہر پر روزے رکھنا اس صورت میں واجب ہوگا جب وہ غلام ہو اور اس کا آقا اسے غلام آزاد کرنے کی اجازت نہ دے۔ (دیکھئے مادہ ظھار نمبر ۳ کا جز اُ) یا مظاہر تو آزاد ہو لیکن اس کے پاس آزاد کرنے کے لیے کوئی غلام موجود نہ ہو۔ حسن بصری نے فرمایا: ''غلام اگر ظہار کرے تو وہ دو متواتر مہینوں کے روزے رکھے گا۔''(۳۳)

ب۔ دو ماہ کے روزوں میں تسلسل کفارۂ ظہار میں درستی کی شرط ہے۔ اگر وہ بلا عذر کوئی روزہ چھوڑ دے تو نئے سرے سے یہ روزے رکھے گا۔ اگر وہ سفر یا بیماری کے عذر کی بنا پر کوئی روزہ چھوڑ دے تو عذر ختم ہو جانے کے بعد اپنے روزے پورے کرے گا۔(۳۴) حسن بصری نے روزوں کے تسلسل کے بارے میں فرمایا: ''اگر کسی عذر کی بنا پر تسلسل قائم نہ رہے تو اس کی رخصت ہوگی اور وہ قضا کرے گا۔''(۳۵) جو مظاہر روزے مکمل کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے ہمبستر ہو جائے، اس کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: ''اس کے روزے منہدم ہو جائیں گے۔''(۳۶) رکھے ہوئے روزے منہدم ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے بلا عذر روزے چھوڑے تھے۔

ج۔ اگر غلام آزاد کرنے سے عاجز ہونے کی بنا پر مظاہر روزے شروع کر دے اور پھر روزوں کی تکمیل سے پہلے وہ غلام آزاد کرنے پر قادر ہو جائے تو حسن بصری کے قول کے مطابق غلام آزاد کرنا اس پر واجب ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''مظاہر اگر روزے شروع کر دے اور ان کی تکمیل سے پہلے اسے غلام آزاد کرنا میسر ہو جائے تو اس کے ساتھ ہی اس کے رکھے ہوئے روزے گرا دیے جائیں گے۔''(۳۷) نیز فرمایا: ''مظاہر اگر

اپنے روزے پورے کرنے سے پہلے غلام آزاد کرنے کے قابل ہو جائے تو غلام آزاد کرے۔'' (۳۸) تاہم آپ نے جلد ہی اپنے اس قول سے رجوع کر کے یہ قول اختیار کر لیا کہ مذکورہ مظاہر اپنے روزے پورے کرے گا اور غلام آزاد کرنے کی طرف منتقل ہو جانا اس پر لازم نہیں ہوگا کیونکہ روزے شروع کرنے سے پہلے وہ غلام آزاد کرنے پر قادر نہیں تھا۔ اس لیے روزے ساقط نہیں ہوں گے جس طرح اس صورت میں یہ ساقط نہیں ہوتے جب روزوں سے فراغت کے بعد تک اس کا یہ عجز جاری رہے۔ (۳۹)

۳۔ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا: یہ بات مظاہر غلام پر اس صورت میں واجب ہوگی جب اسے روزے رکھنے کی قدرت نہ ہو اور اس کے آقا نے اسے مسکینوں کو کھلانے کی اجازت دے دی ہو۔ آزاد شخص کو اگر روزہ رکھنے کی قدرت نہ ہو تو وہ بھی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا۔ مسکینوں کو کھلانے کے اندر تسلسل شرط نہیں ہے۔ اگر مسکینوں کو کھلانے کے درمیان ہمبستری ہو جائے تو اس سے کھلانے کا وہ حصہ منہدم نہیں ہوگا جو پہلے گزر چکا ہو۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر مظاہر کچھ مسکینوں کو کھلا دے اور پھر بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس سے اطعام (کھلانے) کا گزرا ہوا حصہ منہدم نہیں ہوگا بلکہ وہ باقی ماندہ اطعام کی تکمیل کرے گا۔'' (۴۰) مظاہر کے لیے ایک مسکین کو ساٹھ دن کھلانا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ ساٹھ سے کم مسکینوں کو وہ بار بار کھلائے۔ حسن بصری نے اس شخص کے بارے میں جس پر کفارۂ ظہار کے طور پر ساٹھ مسکین کھلانا واجب ہو اور وہ دس مسکین کھلائے اور پھر ساٹھ کی تعداد مکمل کرنے کے لیے ان ہی دس مسکینوں کو بار بار کھلانے کا ارادہ کرے، فرمایا: ''جب تک وہ ساٹھ مسکین نہیں کھلائے گا، اس کا کفارہ ادا نہیں ہوگا۔'' (۴۱)

کفارۂ ظہار دینے کی وصیت کر جانا۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۲ کا جزج) نیز (مادہ کفارۃ نمبر ۷)

حرف الظاء میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۲۴، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۱۹، المحلی ج ۱۰ ص ۵۳، تفسیر قرطبی ج ۷ اص ۲۷۳، المغنی ج ۷ ص ۳۴۰، الاشراف ج ۴ ص ۲۳۷

(۲) احکام القرآن ج ۳ ص ۴۲۲

(۳) حوالہ درج بالا۔

(۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۷ ب

(۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۳، الاشراف ج ۴ ص ۲۲۸

(۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۳

(۷) الاشراف ج ۴ ص ۲۲۹

(۸) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۳۷، المحلی ج ۱۰ ص ۵۷

(۹) عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۸۲، ۲۸۳، المحلی ج ۱۰ ص ۵۶

(۱۰) المغنی ج ۷ ص ۳۷۹، ۳۸۰، الاشراف ج ۴ ص ۲۵۱

(۱۱) المحلی ج ۱۰ ص ۵۴، المغنی ج ۷ ص ۳۸۵

(۱۲) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۱۸، عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۴۳
(۱۳) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۴۲، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۲۱، المحلی ج ۱۰ ص ۵۰، المغنی ج ۷ ص ۳۴۸
(۱۴) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۲۰، الاشراف ج ۴ ص ۲۴۰
(۱۵) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۳۶، المحلی ج ۱۰ ص ۵۶، المغنی ج ۷ ص ۳۵۴، الاشراف ج ۴ ص ۲۴۲
(۱۶) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۳۸، ۴۳۹، ج ۷ ص ۳۸۴، المغنی ج ۷ ص ۳۵۷، الاشراف ج ۴ ص ۲۳۷
(۱۷) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۳۸
(۱۸) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۳۴، الاشراف ج ۴ ص ۲۴۱
(۱۹) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۳۴، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۱۲، المغنی ج ۷ ص ۳۵۲
(۲۰) تفسیر قرطبی ج ۱۷ ص ۲۸۰
(۲۱) احکام القرآن ج ۳ ص ۴۲۴
(۲۲) احکام القرآن ج ۳ ص ۴۲۳، المحلی ج ۱۰ ص ۵۵، المغنی ج ۷ ص ۳۸۳، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۱۵
(۲۳) تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۳۸۳، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۲۲، المغنی ج ۷ ص ۳۵۲
(۲۴) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۲۶
(۲۵) تفسیر قرطبی ج ۱۷ ص ۲۸۰، المغنی ج ۷ ص ۳۵۲، المحلی ج ۱۰ ص ۵۱
(۲۶) المغنی ج ۷ ص ۳۵۱
(۲۷) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۳۲، الاشراف ج ۴ ص ۲۴۳
(۲۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۳، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۱۳
(۲۹) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۴۰
(۳۰) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۱۶، المغنی ج ۷ ص ۳۵۹، الاشراف ج ۴ ص ۲۴۵
(۳۱) احکام القرآن ج ۳ ص ۴۲۵
(۳۲) الاشراف ج ۴ ص ۲۴۵
(۳۳) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۲۱
(۳۴) تفسیر قرطبی ج ۱۷ ص ۲۸۳، المغنی ج ۷ ص ۳۶۵، ۳۶۶، الاشراف ج ۴ ص ۲۴۹
(۳۵) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۲۹
(۳۶) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۲۷
(۳۷) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۲۶
(۳۸) حوالہ درج بالا نیز الاشراف ج ۴ ص ۲۵۰
(۳۹) المغنی ج ۷ ص ۳۸۲، ج ۸ ص ۲۶۷، الاشراف ج ۴ ص ۲۵۰، سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۷۷، المحلی ج ۸ ص ۷۰
(۴۰) عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۲۷
(۴۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸

حرف العین

عاریۃ (عاریت) دیکھئے مادہ اعارۃ

عاشوراء (عاشورہ)

محرم کی دسویں تاریخ کو عاشورہ کہتے ہیں۔(۱)

عاشورہ کا روزہ مستحب ہے۔(دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۹ کا جزج)

عاقلۃ (باپ کی طرف کے رشتہ دار)

۱۔ تعریف: عاقلہ ان افراد کو کہا جاتا ہے جو فوج داری جرم کے اس مجرم کے ساتھ خون بہا کی ادائیگی کا بوجھ اٹھاتے ہیں جس سے عمداً مذکورہ جرم صادر نہ ہوا ہو۔

۲۔ عاقلہ میں کون افراد شامل ہیں؟: اصل کے اعتبار سے عاقلہ ایک شخص کے باپ کی طرف سے اس کے رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے کیونکہ یہی لوگ وقت پڑنے پر اس کی مدد کرتے ہیں۔ اگر یہ رشتہ دار موجود نہ ہوں تو مذکورہ شخص کی وراثت کے مستحق افراد ان کی جگہ لے لیں گے۔ اس لیے کہ جہاں فائدہ اٹھانا ہو، وہاں جرمانہ بھی بھرنا پڑتا ہے جسے (الغنم بالغرم) کہا جاتا ہے۔ اگر مذکورہ شخص کا کوئی وارث بھی نہ ہو تو بیت المال اس کے لیے عاقلہ بنے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ مسلمان ہو جائے تو اس کی میراث مسلمانوں کے لیے ہوگی اور اس کے جرم کا جرمانہ بھی مسلمانوں کے ذمہ ہوگا۔''(۲)

۳۔ عاقلہ کی طرف سے کن فوج داری جرائم کے جرمانے بھرے جائیں گے؟: (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جزب کا جز ۵)

عانۃ (زیر ناف)

زندہ اور مردہ کے موئے زیر ناف صاف کرنا۔(دیکھئے مادہ شعر نمبر ۳ کا جز واؤ)

عتق (آزاد ہونا)

غلامی کے ازالے کو عتق کہتے ہیں۔

عتق کے احکام (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷)

عتیرہ (ذبیحہ کی ایک قسم)

رجب کے مہینے کے ذبیحہ کو عتیرہ کہتے ہیں۔

عتیرہ کی عدم مشروعیت۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۲)

عدالۃ (عادل ہونا)

کبائر سے اجتناب اور صغائر پر عدم اصرار کو نیز لوگوں کی نظروں میں ذلیل کردینے والا فعل نہ کرنے کو عدالت کہتے ہیں۔

گواہ کی گواہی قبول ہونے کے لیے عدالت کی شرط۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر۳ کا جز ب، نیز جز ک)

وصی کے لیے عدالت کی شرط۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر۶ کا جز ج)

صرف عورتوں کی امامت کرنے والے کے لیے عدالت کی شرط۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۷ کا جز ی)

عدۃ (عدت)

۱۔ تعریف: شوہر کی موت یا اس کی طرف سے دی گئی طلاق کی بنا پر بیوی کا ایک معلوم مدت تک کے لیے اپنے آپ کو انتظار میں رکھنا عدت کہلاتا ہے۔

۲۔ عدت طلاق:

اَ۔ یہ عدت کن عورتوں پر واجب ہوتی ہے؟:

۱۔ زوجین کے درمیان ہر علیحدگی کے اندر عدت طلاق واجب ہوتی ہے بشرطیکہ یہ علیحدگی دخول (شب باشی) یا خلوت صحیحہ کے بعد وقوع پذیر ہوئی ہو۔ حسن بصری نے فرمایا: ''جب پردے لٹکا دیے جائیں اور دروازے بند کردیے جائیں تو عورت کو پورا مہر ملے گا اور اس پر عدت واجب ہوجائے گی۔''(۳) اس کے بعد علیحدگی خواہ طلاق کی وجہ سے ہوجائے یا بیوی کے مسلمان ہوجانے اور شوہر کے کفر پر باقی رہنے کی بنا پر یہ علیحدگی واقع ہوئی ہو، اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر عیسائی عورت مسلمان ہوجائے تو اسے اس کے شوہر سے علیحدہ کردیا جائے گا اور اس پر تین حیض یا تین ماہ کی عدت لازم ہوجائے گی۔''(۴) یعنی اگر اسے حیض آنا بند ہوگیا ہو یا یہ علیحدگی اسلام سے شوہر کے ارتداد اور اسلام پر بیوی کے باقی رہنے کی وجہ سے ہوئی، حسن بصری نے فرمایا: ''اگر مرد اسلام سے ارتداد اختیار کرلے تو اس کی بیوی ایک بائن طلاق کی بنا پر اس سے علیحدہ ہوجائے گی اور مرد کے لیے اسے واپس اپنی زوجیت میں لانے کی کوئی سبیل باقی نہیں رہے گی اور عورت طلاق یافتہ عورت جیسی عدت گزارے گی۔''(۵) یا یہ علیحدگی شوہر کی عنت (نامردی) کی وجہ سے قاضی کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئی ہو۔ حسن بصری نے عنین (نامرد) کی بیوی کے متعلق فرمایا: ''جب دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے تو اس پر عدت لازم ہوجائے گی۔''(۶) یا یہ علیحدگی خلع کی بنا پر وجود میں آئی ہو (دیکھئے مادہ خلع نمبر۹ کا جز ج) یا آقا نے اپنی ام ولد کو آزاد کردیا ہو۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر۵ کے جز ھ کے جز ۵ کا جز اَ) جس عورت کے شوہر نے شب باشی سے پہلے اپنے مرض الموت میں اسے طلاق دے دی ہو، اس پر بھی عدت طلاق واجب ہوگی۔ اس کا ذکر (مادہ عدۃ نمبر۲ کے جز اُ کے جز ۳) میں آئے گا۔

۲۔ جنگ میں گرفتار ہونے والی عورت، آزاد ہو جانے والی عورت، زنا کار عورت اور باطل نکاح کی منکوحہ ان تمام کے لیے ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم کافی ہوگا۔ (دیکھئے مادہ استبراء نمبر۲)

۳۔ اگر ایک جوڑے کے درمیان شب باشی (دخول) یا خلوت صحیحہ سے پہلے ہی علیحدگی ہو گئی ہو تو اس صورت میں عورت پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی خواہ یہ علیحدگی طلاق کی بنا پر ہوئی ہو یا بیوی کے مسلمان ہو جانے اور شوہر کے مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے عمل میں آئی ہو۔ (۷) اس قاعدے سے صرف وہ صورت مستثنیٰ ہے جس کے تحت شوہر نے دخول سے پہلے اپنے مرض الموت میں بیوی کو طلاق دے دی ہو۔ ایسی صورت میں مطلقہ بیوی کو پورا مہر ملے گا اور وہ میراث کی حق دار ہوگی۔ نیز اس پر عدت لازم ہوگی۔ (۸) اگر طلاق یا خلع یا کسی اور وجہ سے عورت پر عدت واجب ہو جائے اور اس کا مذکورہ شوہر عدت کے اندر اس کے ساتھ نکاح کر لے پھر دخول سے پہلے اسے طلاق دیدے تو عورت پر سابقہ عدت کے باقی ماندہ ایام پورے کرنے لازم ہوں گے اور دوسری طلاق کی عدت اس پر لازم نہیں ہوگی۔ (۹) حسن بصری نے فرمایا: ''ایک عورت اگر ایک یا دو طلاقوں کی بنا پر اپنے شوہر سے بائن ہو جائے اور پھر عدت کے اندر شوہر اس کے ساتھ نکاح کر لے اور شب باشی سے پہلے اسے طلاق دیدے تو عورت کو نصف مہر ملے گا اور اس پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی۔'' (۱۰) یعنی دوسری طلاق کی عدت۔ نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی بیوی سے ایلاء کر لے اور چار ماہ گزر جانے کے بعد عورت اس سے خلع حاصل کر لے اور پھر شوہر عدت کے اندر اس کے ساتھ نکاح کر لے اور دخول سے پہلے اسے طلاق دیدے تو عورت کو نصف مہر ملے گا اور وہ اپنی عدت کے باقی ماندہ ایام پورے کرے گی۔'' (۱۱)

ب۔ عدت طلاق کب شروع ہوگی؟:

ا۔ عورت کو جس دن طلاق کی خبر ملے گی، اسی دن سے وہ اپنی عدت کی گنتی شروع کرے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''عورت کو جس دن طلاق کی خبر ملے، اسی دن سے وہ اپنی عدت شروع کردے۔'' (۱۲) حتیٰ کہ اگر شوہر کسی اور مقام پر ہو اور وہیں سے وہ اپنی بیوی کے لیے طلاق نامہ تحریر کرے لیکن یہ طلاق نامہ اپنے پاس رکھ لے اور اسے بیوی کو ارسال نہ کرے یا تحریر کو مٹا دے اور ارسال نہ کرے پھر اس کے دل میں کوئی خیال آ جائے جس کے تحت وہ طلاق نامہ بیوی کو ارسال کردے تو عورت جس دن یہ طلاق نامہ وصول کرے گی، اسی دن سے اپنی عدت کا حساب شروع کرے گی نہ کہ اس دن سے جس دن شوہر نے اپنی زبان سے طلاق کا لفظ ادا کیا تھا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کے نام طلاق نامہ لکھ دے اور اس کے دل میں طلاق نامہ روک لینے کا خیال پیدا ہو جائے تو جب تک وہ طلاق کا لفظ اپنی زبان پر نہ لائے یا بیوی کو طلاق نامہ نہ بھیجے، اس وقت تک اس طلاق نامہ کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ پھر عورت کو جس طلاق نامہ ملے گا، اسی دن وہ عدت شروع کرے گی۔'' (۱۳)

۲۔ اگر شوہر اپنی کی موجودگی میں اسے طلاق دیدے اور اس کے بعد سفر پر روانہ ہو جائے اور حالت سفر میں

اسے ایک اور طلاق دیدے جب کہ عورت ابھی عدت میں ہو۔ پھر یہ طلاق اسے تحریری طور پر ارسال کر دے لیکن طلاق نامہ عدت گزر جانے کے بعد عورت کو ملے تو ایسی صورت میں عورت وصول ہونے والی اس طلاق کی نئی عدت گزارے گی کیونکہ حسن بصری کے نزدیک طلاق کا وقوع اس وقت ہوتا ہے جب شوہر اپنی زبان سے اس کی ادائیگی کرے لیکن عدت اس وقت واجب ہوتی ہے جب عورت کو طلاق کی خبر پہنچ جائے۔ اس بارے میں حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے کر سفر پر چلا جائے اور پھر اسے دوسری طلاق لکھ بھیجے تو عورت جب تک طلاق کے دن سے لے کر تیسرے حیض سے غسل نہ کر لے، اس وقت تک دونوں کے درمیان میراث کا سلسلہ باقی رہے گا۔ البتہ اگر اس کے بعد اسے طلاق کی خبر ملے تو وہ خبر ملنے کے دن سے عدت شروع کرے گی اور دوسری عدت کے دوران زوجین کے درمیان توارث جاری نہیں ہوگا۔'' (۱۴)

۳۔ اگر شوہر بیوی کو طلاق دیدے اور بیوی عدت شروع کر دے اور عدت کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد وہ اسے دوسری طلاق دیدے یعنی رجعت کیے بغیر تو عورت اس عدت کا حساب پہلی طلاق کی عدت کی ابتدا سے کرے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر مرد اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور ایک ماہ ٹھہر کر اسے دوسری طلاق دیدے تو اس کی عدت پہلی طلاق سے شروع ہوگی بشرطیکہ اس نے رجعت نہ کی ہو۔'' (۱۵)

ج۔ عدت طلاق کی مدت:

ا۔ غلامی اور آزادی کے اعتبار سے عدت کی مدت میں فرق: عورت کی غلامی اور آزادی کے اعتبار سے عدت کی مدت میں فرق ہوتا ہے، مرد کی غلامی اور آزادی کے اعتبار سے نہیں۔ اس لیے کہ عدت عورت پر واجب ہوتی ہے۔ اس لیے وہ اس کی حالت کی تابع ہوگی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''عدت اور طلاق عورتوں کی نسبت سے ہوتی ہیں۔'' (۱۶) البتہ اختلاف دین کی وجہ سے عدت کی مدت مختلف نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا: ''یہودی اور نصرانی عورت کی عدت مسلمان عورت کی عدت کی طرح ہے۔'' (۱۷)

۲۔ حیض والی عورتوں کی عدت:

ا۔ اگر آزاد عورت حیض والی ہو اور اسے اس کا شوہر طلاق دیدے تو اس کی عدت تین قروء ہوگی کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۸ میں ارشاد باری ہے۔ (وَ الْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ ۔ اور طلاق یافتہ عورتیں تین قروء تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں گی) حسن بصری سے مروی ہے کہ قرء سے حیض مراد ہے۔ (۱۸) لونڈی دو حیض کی عدت گزارے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''لونڈی کی عدت دو حیض ہے۔'' (۱۹)

حیض والی عورت خواہ آزاد ہو یا لونڈی، حیض کے سوا کسی اور ذریعے سے اس کے لیے عدت گزارنا کافی نہیں ہوگا۔ خواہ اس کے حیض کا زمانہ کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو جائے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''طلاق یافتہ عورت حیض کے حساب سے عدت گزارے گی خواہ اسے سال میں ایک مرتبہ کیوں نہ حیض آتا ہو۔'' جس

عورت کے حیض کا سلسلہ استوار نہ ہو بلکہ ایام حیض آگے پیچھے ہو جاتے ہوں، اس کی عدت بھی حیض کے حساب سے ہوگی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''جس عورت کو حیض آتا ہو لیکن اس کے حیض کے ایام میں اضطراب اور گڑبڑ ہو، اس کی عدت بھی حیض کے حساب سے ہوگی۔''(٢١)

ب۔ اگر لونڈی کو اس کی عدت کے دوران آزاد کر دیا جائے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اسے طلاق رجعی ہوئی ہو اور پھر عدت کے دوران وہ آزاد ہو گئی ہو تو وہ آزاد عورت والی عدت پوری کرے گی لیکن اگر اسے بائن طلاق ہوئی ہو اور اس کے شوہر کو رجعت کا حق حاصل نہ ہو اور پھر عدت کے دوران اسے آزاد کر دیا گیا ہو تو وہ لونڈی والی عدت پر اکتفا کرلے گی۔ (٢٢) حسن بصری نے شادی شدہ لونڈی کے بارے میں جسے اس کا شوہر ایک طلاق دیدے اور پھر عدت کے دوران اسے آزادی مل گئی ہو، فرمایا: ''وہ تین حیض کی عدت گزارے گی اور اگر شوہر نے اسے دو طلاقیں دی ہوں اور عدت کے اندر اسے آزاد کر دیا گیا ہو تو وہ دو حیض کی عدت گزارے گی۔''(٢٣)

ج۔ جس حیض کے دوران طلاق ملی ہو، اسے عدت میں شمار کرنا: اگر شوہر حیض کے دوران اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو دیکھا جائے گا کہ اگر رجعی طلاق ہوئی ہو تو وہ طلاق والے حیض کو عدت میں شمار نہیں کرے گی اور اگر بائن طلاق ہوئی ہو تو وہ اسے عدت میں شمار کرلے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اسے حیض کے اندر ایک طلاق دے اور اسے رجعت کا حق ہو تو مطلقہ اس حیض کو عدت میں شمار نہیں کرے گی اور اگر بائن طلاق دی ہو تو وہ مذکورہ حیض کو عدت میں شمار کرے گی۔''(٢٤) حیض کے دوران تین طلاق پانے والی عورت کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''وہ اس حیض کو اپنی عدت میں شمار کرے گی۔''(٢٥) نفاس والی عورت کو اگر نفاس کے دوران طلاق دی گئی ہو تو وہ اس نفاس کو اپنی عدت میں شمار نہیں کرے گی۔ آپ نے فرمایا: ''نفاس والی عورت اپنے خون (نفاس) کو عدت میں شمار نہیں کرے گی۔''(٢٦)

د۔ حیض کا انقطاع: اگر عورت کو حیض آتا ہو لیکن ایک یا دو حیض آنے کے بعد حیض بند ہو جائے تو ایسی صورت کے بارے میں بعض حضرات نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ وہ حمل کی مدت یعنی نو ماہ تک انتظار کرے گی۔ نو ماہ کے بعد وہ تین ماہ کی عدت گزارے گی اور پھر کہیں نکاح کرا سکے گی۔ (٢٧) بعض دوسرے حضرات نے روایت کی ہے کہ وہ ایک سال تک انتظار کرے گی اور پھر تین ماہ کی عدت گزارنے کے بعد اس کے لیے نکاح کرنا حلال ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''عورت کو اگر طلاق ہو جائے اور پھر ایک یا دو حیض آنے کے بعد اس کا حیض بند ہو جائے تو وہ ایک سال تک انتظار کرے گی۔ ایک سال کے بعد وہ تین ماہ تک رکی رہے گی، پھر نکاح کرے گی۔''(٢٨) تیسری روایت کے مطابق وہ سن ایاس کو پہنچنے تک انتظار کرے گی۔ (٢٩)

ھ۔ مستحاضہ کی عدت: مستحاضہ کو اگر اپنے حیض کے ایام معلوم ہوں اور اسے طلاق ہو جائے تو وہ استحاضہ سے پہلے اپنے ایام حیض کے حساب سے تین حیض کی مدت گزارے گی۔ (دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر ٤ کا جزج)

و۔ حیض کے ذریعے عدت ختم ہونے کا اثبات: عدت گزارنے والی عورت کے قول کے مطابق تین حیض گزر جانے پر عدت کی انتہا ہو جائے گی بشرطیکہ یہ مدت اتنی ہو جس میں تین حیض گزارنا ممکن نظر آتا ہو۔ (۳۰) اسی طرح عدت کا اختتام ایک ثقہ عورت کی گواہی اور اس کی قسم کے ساتھ بھی ثابت ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴ کا جزد)

۳۔ بے حیض عورتوں کی عدت: ان عورتوں سے ہماری مراد وہ نابالغ لڑکیاں ہیں جنہیں ابھی حیض شروع نہ ہوا ہو نیز وہ عورتیں جن کا حیض کسی بیماری یا کبرسنی کی وجہ سے بند ہو گیا ہو اور دوبارہ جاری ہونے کی کوئی امید نہ ہو۔

أ۔ حسن بصری سے اس بارے میں مروی روایات کے اندر اتفاق ہے کہ بے حیض آزاد عورتوں کی عدت تین ماہ ہے تاہم لونڈی کی عدت کے بارے میں روایات کے اندر اختلاف ہے۔ آپ سے مروی ایک روایت کے مطابق بے حیض لونڈی کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''لونڈی کی عدت اگر وہ نابالغ ہو یا آئسہ، تین ماہ ہے۔'' (۳۱) دوسری روایت کے مطابق اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے یعنی آزاد عورت کی عدت کا نصف۔ آپ نے فرمایا: ''لونڈی کی عدت دو حیض ہے اگر اسے حیض نہ آتا ہو تو ڈیڑھ ماہ ہے۔'' (۳۲)

ب۔ اگر بے حیض عورت کو طلاق ہو جائے اور عدت کے دوران اسے حیض آ جائے تو عدت کا گزر جانے والا حصہ باطل ہو جائے گا اور وہ نئے سرے سے حیض کے حساب سے عدت گزارے گی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر لڑکی کو طلاق ہو جائے' جبکہ اسے ابھی حیض شروع نہ ہوا ہو تو وہ مہینوں کے حساب سے عدت گزارے گی۔ اگر تین ماہ گزر جانے میں ایک یا دو دن باقی ہوں اور اسے حیض آ جائے تو وہ حیض کے حساب سے نئے سرے سے عدت گزارے گی لیکن اگر تین ماہ گزر جانے کے ایک یا دو دن بعد اسے حیض آ جائے تو اس کی عدت ختم ہو چکی ہو گی۔'' (۳۳)

۴۔ طلاق یافتہ حاملہ عورت کی عدت:

أ۔ طلاق یافتہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی کیونکہ سورۂ طلاق آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری ہے (وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ اور حاملہ عورتوں کی مدت ان کا وضع حمل ہے)

ب۔ وضع حمل کے ساتھ عدت گزر جائے گی اور حمل گرا دینے کے ساتھ بھی خواہ یہ حمل ایک لوتھڑے کی صورت میں ہو یا جمے ہوئے خون کی صورت میں، بشرطیکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ بچہ ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر آزاد عورت اپنا حمل گرا دے تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔'' نیز فرمایا: ''اگر وہ اپنا حمل جمے ہوئے خون کی صورت میں یا لوتھڑے کی شکل میں گرا دے اور اسے یہ معلوم ہو کہ یہ حمل ہی ہے تو اس میں ایک غرہ (دیکھئے مادہ غرۃ) واجب ہو گا اور اس کے ذریعے عدت گزر جائے گی۔'' (۳۴) اسی مفہوم پر حسن بصری کا یہ قول محمول ہو گا کہ اگر عورت واضح حمل گرا دے تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔ (۳۵) کیونکہ لفظ: ''واضح''

سے آپ کی مراد وہ حمل نہیں ہے جس کے اندر انسانی ڈھانچہ پیدا ہو چکا ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ آدمی ہو۔ (دیکھئے مادہ اسقاط نمبر ۲ کا جز أ)

اگر عورت کے پیٹ میں جڑواں بچے ہوں تو پہلے بچے کو جنم دیتے ہی اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور اس کے پیٹ میں دو بچے ہوں اور وہ ایک بچے کو جنم دے تو اس کی عدت گزر جائے گی۔'' (۳۶) البتہ اگر طلاق رجعی ہو تو دوسرے بچے کو جنم دینے تک شوہر کو اس سے رجعت کر لینے کا حق باقی رہے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دیدے اور اس کے پیٹ میں دو بچے ہوں تو طلاق بائن نہ ہونے کی صورت میں دوسرے بچے کی پیدائش تک اسے اپنی بیوی سے رجعت کا حق باقی رہے گا۔'' (۳۷)

ج۔ اگر وضع حمل کے ساتھ حاملہ کی عدت گزر جائے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے تو خون بند ہونے اور نفاس سے نکلنے تک اس کے لیے نکاح کرنا مکروہ ہوگا۔ حسن بصری نفاس والی عورت کے لیے خون جاری تک نکاح کو مکروہ قرار دیتے تھے تاہم اگر وہ نکاح کر لے تو یہ نکاح درست ہوگا۔ (۳۸)

د۔ عدت طلاق کا اثبات: اگر معتدہ یہ بتائے کہ اس کے تین حیض گزر چکے ہیں تو اس کی عدت ختم ہو جانے کا اثبات ہو جائے گا بشرطیکہ اس پر اتنا وقت گزر چکا ہو جس کے اندر اس کے لیے تین حیض گزارنا ممکن نظر آتا ہو یا بائن طلاق والی پر اتنا عرصہ گزر چکا ہو جس میں ایسی دو عدتوں کا گزر جانا ممکن معلوم ہوتا ہو جن کے درمیان نکاح اور ہمبستری ممکن ہو اور مرد کے لیے اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہو۔ (۳۹)

ھ۔ عدت طلاق کے اثرات: عدت طلاق پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

۱۔ مطلقہ کا نفقہ اور رہائش کی سہولت:

أ۔ طلاق رجعی پانے والی مطلقہ کے شوہر کے ذمہ بالاتفاق اس کا نفقہ اور سکنیٰ (رہائشی سہولت) لازم ہوگا۔

ب۔ طلاق بائن پانے والی مطلقہ جس سے رجعت کا شوہر کو حق نہ ہو اگر حاملہ نہ ہو تو اس کے لیے نہ نفقہ ہوگا اور نہ سکنیٰ۔ (۴۰) حسن بصری نے خلع لینے والی عورت کے متعلق فرمایا: ''اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں الا یہ کہ وہ اپنے شوہر پر نفقہ کی شرط عائد کر دے۔'' (۴۱) (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۹ کا جز ھ) اور (مادہ حمل نمبر ۵ کا جز ج) یاد رہے کہ خلع کے اندر بائن طلاق واقع ہوتی ہے۔ آپ نے طلاق مغلظہ پانے والی عورت کے متعلق فرمایا: ''اس کے لیے نہ تو نفقہ ہوگا اور نہ سکنیٰ، وہ جہاں چاہے عدت گزار لے۔'' (۴۲) ابن المنذر نے آپ سے روایت کی ہے کہ اس کے لیے سکنیٰ ہوگا' نفقہ نہیں ہوگا (۴۳) اگر بائن مطلقہ حاملہ ہو تو وضع حمل تک عدت کے دوران اس کے لیے نفقہ بھی ہوگا اور سکنیٰ بھی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دیدے تو اس پر اس کا نفقہ ہوگا۔ خواہ وہ آزاد ہو یا لونڈی۔'' (۴۴) نیز فرمایا: ''اگر تین طلاق یافتہ عورت حاملہ ہو تو اس کے لیے نفقہ ہوگا۔ اگر ایلاء کی زد میں آنے والی عورت حاملہ ہو تو اس کے لیے بھی نفقہ ہوگا۔'' (۴۵) اس قاعدے سے خلع لینے والی عورت مستثنیٰ ہوگی کیونکہ خواہ وہ حاملہ ہو، اس کے لیے نہ تو نفقہ ہو

گا نہ سکنیٰ۔ حسن بصری نے فرمایا: ''خلع لینے والی حاملہ کے لیے نفقہ نہیں ہے۔''(۴۶) اس لیے کہ خلع درحقیقت ایسی صلح ہے جس کی بنا پر زوجین کے درمیان تمام حقوق منقطع ہو جاتے ہیں۔

۲۔ مطلقہ کا سفر: چونکہ بائن طلاق یافتہ عورت کے لیے رہائشی سہولت نہیں ہوتی۔ اس لیے اسے سفر کرنے کا حق ہوگا۔ بنابریں حسن بصری نے اس کے لیے سفر حج کی اباحت کردی ہے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴ کا جزج)

۳۔ رجعت (دیکھئے مادہ رجعۃ)

۴۔ سوگ: تین طلاق پانے والی عورت پر عدت کے زمانے میں سوگ واجب نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ احداد نمبر ۲)

۵۔ شوہر کے ساتھ تانک جھانک: طلاق رجعی پانے والی مطلقہ کے لیے اپنے شوہر کے ساتھ تانک جھانک جائز ہے البتہ وہ اس کے سامنے اپنے سر سے دوپٹہ نہیں اتارے گی۔ (دیکھئے مادہ زینۃ نمبر ۲)

۶۔ طلاق رجعی پانے والی مطلقہ کے پاس اس کا شوہر اسے خبردار کیے بغیر نہیں جائے گا۔ (دیکھئے مادہ استئذان نمبر ۵ کا جز ب)

۷۔ معتدہ کو عدت کے اندر طلاق دینا (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز ز) نیز خلع لینے والی عورت کو اس کی عدت کے اندر طلاق دینا۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کے جز ح کا جز ۳)

۸۔ پیغام نکاح: طلاق بائن کی عدت گزارنے والی مطلقہ کو اس کی عدت کے دوران پیغام نکاح دینا جائز نہیں ہے۔ خواہ پیغام دینے والا اس کا شوہر ہو یا کوئی اور۔ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۲ کا جز ب) البتہ اشاروں کنایوں میں پیغام نکاح دینا جائز ہوگا۔ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

۹۔ نکاح کرنا: اگر عدت کے دوران پیغام نکاح دینا جائز نہیں تو نکاح کرنا بطریق اولیٰ جائز نہیں ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس کی عدت کے اندر نکاح کرلے تو دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی اور عورت اپنی پہلی عدت کے باقی ماندہ دن گزارنے کے بعد اس نکاح کی الگ سے عدت گزارے گی۔ اس کی یہ عدت جب گزر جائے گی تو طرفین کی خواہش پر مذکورہ مرد اس کے ساتھ نکاح کرسکے گا۔(۴۷) اس قاعدے سے طلاق بائن پانے والی معتدہ کے ساتھ اسے مذکورہ طلاق دینے والے شوہر کا نکاح مستثنیٰ ہے۔ مذکورہ مطلقہ کے ساتھ اس کی عدت کے دوران اس کا نکاح جائز ہے۔(۴۸) اس لیے کہ معتدہ جس حمل سے عدت کے ذریعے اپنا استبراء رحم کررہی ہوگی، وہ اس کے ہی نطفے کا حمل ہوگا۔ اس لیے عدت کے دوران نکاح اس پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ اگرچہ اولیٰ یہی ہے کہ عدت کے اختتام تک وہ اس کے ساتھ نکاح کرے، اس کے بعد وہ اسے پیغام نکاح بھیج کر نکاح کرلے تاکہ عدت کا یہ وقفہ دونوں کے لیے آئندہ کے بارے میں اچھی طرح غور و فکر کرلینے کا موقعہ مہیا کردے۔ (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۹ کے جز أ اور د)

۱۰۔ معتدہ کا کسی محرم کے ساتھ نکاح: اگر شوہر اپنی بیوی کو رجعی طلاق دیدے تو جب تک اس کی عدت گزر جائے، شوہر کے لیے اس کی کسی محرم مثلاً بہن وغیرہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اس بارے میں

بصری سے مروی یہی ایک روایت ہے۔ اگر شوہر اپنی غیر حاملہ بیوی کو تین طلاق دیدے تو اس کی عدت کے دوران اس کا کسی محرم کے ساتھ نکاح جائز ہوگا لیکن کراہت کے ساتھ۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دیدے تو اس کی عدت کے دوران اس کا کسی محرم کے ساتھ نکاح کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نہ شوہر ہی مطلقہ کا وارث ہوگا اور نہ وہ اس کی وارث ہوگی۔'' (۴۹) اس قول میں لفظ (''لاباس'' کوئی حرج نہیں) کراہت کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ اس کی وضاحت آپ سے ابن ابی شیبہ کی ایک روایت نے کر دی ہے جس میں ذکر ہے کہ آپ کے نزدیک یہ بات مکروہ تھی کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دینے کے بعد اس کی عدت ختم ہونے سے پہلے اس کی بہن کے ساتھ نکاح کر لے۔ (۵۰) البتہ اگر اس کی مطلقہ بیوی حاملہ ہو تو عدت گزرنے تک وہ اس کی بہن کے ساتھ نکاح نہیں کرے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور پھر اس کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو ایسی صورت میں اگر مطلقہ بیوی حاملہ ہو تو عدت گزرنے تک وہ اپنی مذکورہ سالی کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا۔'' (۵۱) حسن بصری کا یہ قول آخری قول تھا۔ اس سے پہلے آپ مذکورہ نکاح کے جواز کے قائل تھے۔ (۵۲)

۱۱۔ پانچویں کے ساتھ نکاح: اگر ایک شخص کی چار بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق مغلظہ دیدے تو اس کی عدت کے دوران وہ پانچویں عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔ (۵۳) کیونکہ مذکورہ بیوی اور اس کے درمیان توارث کا انقطاع ہو جائے گا۔ آپ سے مروی ایک اور روایت کے مطابق جب تک اس کی عدت گزر نہیں جائے گی، وہ پانچویں کے ساتھ نکاح نہیں کرے گا۔ (۵۴)

۱۲۔ معتدہ کو قذف کرنا: اگر شوہر اپنی بیوی کو رجعی طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر اسے قذف بھی کر دے تو ایسی صورت میں وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا۔ حسن بصری سے اس بارے میں ایک ہی قول منقول ہے۔ یہ لعان شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام بن جائے گا۔ البتہ اگر وہ لعان کرنے سے باز رہے تو اس پر حد قذف جاری ہو جائے گی۔ (۵۵) اگر وہ اسے طلاق مغلظہ دینے کے بعد عدت کے اندر قذف کرے تو اس پر حد قذف جاری ہوگی اور وہ اس کے ساتھ لعان نہیں کرے گا۔ البتہ اگر وہ حاملہ ہوگی تو اس کے بچے کی خاطر اس کے ساتھ لعان کرے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دینے کے بعد قذف کرے تو اسے حد قذف میں کوڑے لگائے جائیں گے الا یہ کہ بیوی حاملہ ہو، ایسی صورت میں وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا۔'' (۵۶) اسی مفہوم پر آپ کا وہ قول محمول ہوگا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ شوہر اگر اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کے بعد قذف کرے تو اس کے ساتھ لعان کرے گا۔'' (۵۷)

۳۔ عدت وفات:

اُ۔ عدت وفات کس عورت پر واجب ہوتی ہے؟: یہ عدت ہر اس عورت پر واجب ہوتی ہے جس کے ساتھ حلال ہمبستری کی گئی ہو اور پھر ہمبستری کرنے والا وفات پا گیا ہو۔ خواہ مذکورہ عورت آزاد ہو یا لونڈی اور خواہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا ہو اور بالغ ہو یا نابالغ۔ حسن بصری نے اس عورت کے متعلق جس کے

ساتھ کوئی شخص نکاح کر لے اور پھر مہر کا تعین کرنے یا دخول یعنی شب باش ہونے سے پہلے وفات پا جائے، فرمایا: ''اسے اس کی خواتین (رشتہ داروں) جیسا مہر (مہر مثل) ملے گا۔ اور مرحوم شوہر کی میراث بھی اور اس پر عدت بھی لازم ہوگی۔'' (۵۸) آپ نے اس شخص کے متعلق جو کسی عورت سے نکاح کر لے اور شب باشی سے پہلے مرض الموت میں اسے طلاق دیدے اور پھر وفات پا جائے، فرمایا: ''اس کی بیوی کو پورا مہر ملے گا اور میراث بھی اور اس پر عدت لازم ہوگی۔'' (۵۹) نابالغ بیوہ کے متعلق آپ نے فرمایا: ''نابالغ بیوہ چار ماہ دس دن عدت وفات گزارے گی خواہ اس کے شوہر نے اسے ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور خواہ وہ دودھ پیتی بچی ہو یا دودھ چھوڑ چکی ہو۔'' (۶۰) آپ نے ام ولد کی عدت کے متعلق فرمایا: ''ام ولد کا آقا اگر وفات پا جائے تو وہ چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔'' آپ سے مروی ایک شاذ روایت کے مطابق اس کی عدت ایک حیض ہے۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کے جزء ھ کے جز ۵ کا جزء ب)

ب۔ عدت وفات کی مدت: جس عورت کا خاوند یا جس ام ولد لونڈی کا آقا وفات پا جائے وہ یا تو حاملہ ہوگی یا غیر حاملہ۔ پہلی صورت میں اس کی عدت کی مدت وضع حمل تک ہوگی کیونکہ سورۂ طلاق آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری ہے۔ (وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے) اور اس کے پیٹ میں دو بچے ہوں تو پہلے بچے کی پیدائش کے ساتھ اس کی عدت کا اختتام ہو جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص فوت ہو جائے یا اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور بیوہ یا مطلقہ حاملہ ہو اور پھر وہ ایک بچے کو جنم دے اور اس کے پیٹ میں ابھی دوسرا بچہ ہو تو پہلے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی عدت گزر جائے گی۔'' (۶۱) اگر مذکورہ بیوہ یا مطلقہ حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہوگی۔ (۶۲) کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۴ میں ارشاد باری ہے۔ (وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۔ اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں (ان کی یہ بیویاں) چار مہینے دس دنوں تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔) دوسری روایت کے مطابق اس کی عدت تین حیض ہوگی۔ (۶۳) اور تیسری روایت کے مطابق ایک حیض۔ (۶۴)

ج۔ عدت وفات کی ابتدا: جس دن عورت کو اپنے خاوند کی وفات کا علم ہو جائے، اسی دن سے اس کی عدت وفات شروع ہو جائے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا وفات پا جائے اور بیوی کسی اور مقام پر ہو تو جس دن اسے طلاق یا وفات کی خبر پہنچے گی، اسی دن سے وہ عدت گزارے گی۔'' (۶۵)

د۔ کئی عدتوں کا تداخل: اگر ایک شخص مرض الموت کے اندر اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دیدے اور وہ ابھی عدت میں ہو کہ اس کی وفات ہو جائے تو وہ عدت طلاق سے ہٹ کر عدت وفات شروع کر دے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''شوہر کے مرض الموت میں طلاق مغلظہ پانے والی عورت کی عدت کے اندر اگر شوہر وفات پا جائے تو وہ عدت وفات گزارے گی۔'' (۶۶)

ھ۔ پیغام نکاح (منگنی) اور نکاح: یہ اثرات درج ذیل ہیں:

ا۔ پیغام نکاح (منگنی) اور نکاح: عدت وفات گزارنے والی بیوہ جب تک عدت میں ہو، اسے پیغام نکاح دینا یا اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا البتہ اشاروں کنایوں میں پیغام نکاح دینا جائز ہوگا۔ (دیکھئے مادہ خطبہ نمبر۲ کے جز ب کا جز ۲)

۲۔ سوگ کرنا: حسن بصری کی رائے تھی کہ جس عورت کا شوہر وفات پا جائے اس پر سوگ واجب نہیں ہے۔ آپ نے یہ رائے اختیار کر کے اجماع کی مخالفت کی ہے۔ (۶۷) (دیکھئے مادہ احداد نمبر۲) سوگ کے عدم وجوب کی بنا پر آپ نے بیوہ کے لیے خوشبو لگانے، سنگھار کرنے، رنگ دار کپڑے پہننے (۶۸) اور سرمہ نیز خضاب لگانے کی اباحت کر دی ہے۔ (۶۹) قرطبی نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہؓ بن شداد بن الہاد سے اور انہوں نے حضرت اسماءؓ بنت عمیس سے جو روایت نقل کی ہے، اس کے ذریعے حسن بصری کے قول کے حق میں استدلال کیا گیا ہے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت جعفرؓ بن ابی طالب شہید ہو گئے تو مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا: ''تین دنوں تک سیاہ کپڑے پہنو اور پھر اس کے بعد جو چاہو کرو۔'' (۷۰)

۳۔ نفقہ اور رہائش کی سہولت:

اُ۔ جس عورت کا خاوند وفات پا جائے، اس پر اپنے مرحوم شوہر کے گھر عدت کے دن پورے کرنا واجب نہیں ہے بلکہ وہ جہاں چاہے، رہ کر عدت گزار سکتی ہے۔ حاملہ اور غیر حاملہ بیوہ کے درمیان اس مسئلے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یونس بن عبید نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ فرمایا کرتے: ''جس عورت کو تین طلاق ہو گئی ہو اور جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، اسے عدت کے دوران نہ تو نفقہ ملے گا اور نہ رہائش سہولت بلکہ یہ دونوں جہاں چاہیں، عدت گزاریں گی۔'' (۷۱) نیز فرمایا: ''بیوہ کو عدت کے دوران کوئی نفقہ نہیں ملے گا۔ اس کے لیے میراث ہی کافی ہے۔'' (۷۲) حاملہ بیوہ کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''حاملہ بیوہ کا نفقہ میراث کے اندر اس کے حصے سے دیا جائے گا۔'' (۷۳) عبدالرزاق نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا وفات پا جائے اور بیوی کسی اور مقام پر ہو تو جس دن اسے طلاق یا وفات کی خبر ملے گی، اس دن سے وہ عدت گزارے گی اور اسے نفقہ (خرچہ) ملے گا۔'' (۷۴) اس قول سے دراصل مراد یہ ہے کہ جس دن اسے طلاق یا وفات کی خبر ملے، طلاق یا وفات سے لے کر اس دن تک اس کا خرچہ اس کے شوہر کے ذمہ لگ جائے گا۔ واللہ اعلم۔

ب۔ اگر ام ولد حاملہ ہو اور اس کا آقا وفات پا جائے اور پھر وہ زندہ بچے کو جنم دے تو اس کا یعنی مذکورہ ام ولد کی عدت کا خرچہ اس بچے کے مال سے ادا کیا جائے گا اور اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو ام ولد کا خرچہ اس کے آقا کے مال سے دیا جائے گا۔ یونس نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر ام ولد کا آقا وفات پا جائے جب کہ وہ ابھی حاملہ ہو تو زندہ بچے کو جنم دینے کی صورت میں ام ولد کا نفقہ میراث کے اندر بچے کے حصے سے ادا کیا جائے گا اور مردہ بچہ پیدا ہونے کی شکل میں پورے مال سے ادا کیا جائے گا۔'' (۷۵)

(دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کے جز ھ کا جز ۶)

۴۔ بیوہ کا سفر: چونکہ عدت وفات گزارنے والی عورت پر ایک معین مقام پر ٹھہرے رہنا لازم نہیں ہوتا بلکہ اپنے مرحوم شوہر کے مکان سے کسی ایسے مکان میں منتقل ہو جانا جائز ہوتا ہے جہاں اسے امن اور راحت حاصل ہو۔ اس لیے کسی اور شہر کی طرف سفر کرنا اس کے لیے جائز ہوگا۔ بنابریں حسن بصری نے اس کے لیے سفر حج کی اباحت کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''عورت اگر اپنی عدت کے دوران حج پر جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۷۶) (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴ کا جز ج)

عذرۃ (پردۂ بکارت)

نسوانی شرم گاہ کو ڈھانپے رکھنے والے باریک پردے کو عذرہ کہتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ بکارۃ)

عربون (بیعانہ)

عربون اس رقم کو کہتے ہیں جسے مشتری یہ کہہ کر بائع کے حوالے کر دے کہ اگر وہ مال اٹھالے گا تو اس رقم کا حساب ثمن کے اندر ہو جائے گا اور اگر نہیں اٹھائے گا تو یہ رقم بائع کی ہو جائے گی۔

بیع عربون کا بطلان (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جز ج) نیز (مادہ شرط نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۲)

عرج (لنگڑاہٹ)

پاؤں کے اندر کسی خرابی کو عرج کہتے ہیں جس کے نتیجے میں انسان سیدھا چل نہیں سکتا بلکہ چلنے کے دوران دائیں یا بائیں جھک جاتا ہے۔ واجب کفارہ کے اندر لنگڑا غلام دینا۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز ا کا جز ۵)

عرف (رواج)

قول یا عمل کے اندر کسی قوم کے جمہور کی عادت اور طریقے کو عرف کہتے ہیں۔ نص کے بالمقابل عرف کو ترک کر دینا۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ی)

عرفۃ (عرفات کا میدان)

عرفہ اس مقام کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں نو ذی الحجہ کو حاجی وقوف کرتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۳)

عرق (پسینہ)

کسی بیماری کے بغیر انسانی جلد کے مساموں سے مترشح ہونے والے رقیق مادے کو عرق کہتے ہیں۔

جنبی اور حائضہ کا پسینہ پاک ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر ۳ کا جز) نیز (مادہ حیض نمبر ۴ کا جز ب)

عزل (الگ کر دینا)

۱۔ تعریف: الگ کر دینے کو عزل کہتے ہیں۔
عزل زکوٰۃ یہ ہے کہ مال سے زکوٰۃ نکال کر الگ رکھ دی جائے۔ عورت سے عزل یہ ہے کہ مرد اپنے مادۂ منویہ کو عورت کے رحم میں نہ پہنچنے دے۔

۲۔ زکوٰۃ واجب ہو جانے پر اسے مال سے علیحدہ کر دینا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۴ کا جزح)

۳۔ عورت سے عزل کرنا۔ (استئذان نمبر ۸)

عصبۃ (عصبہ)

عصبہ میت کے ان رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے جن کے لیے میراث کے اندر کوئی معین حصہ نہیں ہوتا۔ البتہ ذوی الفروض سے بچ رہنے والا ترکہ انہیں مل جاتا ہے۔
عصبات کی وراثت (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۱)

عضل (رکاوٹ، ممانعت)

عورت کے ولی کا اسے نکاح کرنے سے روک دینا عضل کہلاتا ہے۔
ولی کی طرف سے عضل کی صورت میں سلطان یعنی حاکم کا ایسی عورت کا نکاح کرا دینا۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵ کا جزح)

عطاس (چھینک مارنا)

۱۔ تعریف: ناک کی اندرونی جھلی میں تہیج سے پیدا ہونے کی بنا پر زوردار آواز کے ساتھ ناک سے ہوا خارج ہونے کو عطاس کہتے ہیں۔

۲۔ چھینک مارنے کے بعد حمد باری: اگر کوئی شخص چھینک مارے تو وہ حمد باری کرے۔ حسن بصری نے چھینک مارنے کے بعد فرمایا: ''الحمد لله علی کل حال۔ ہر حال میں حمد وثنا اللہ کے لیے ہے۔)''(۷۷)
چھینک مارنے والا نماز کے اندر بھی الحمد للہ کہنا ترک نہیں کرے گا۔ حسن بصری نے نماز کے اندر چھینک مارنے والے کے متعلق فرمایا: ''وہ الحمد للہ کہے گا۔''(۷۸) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جزج کا جزء ۴) نیز (مادہ ذکر کے نمبر ۲ کا جزب)

۳۔ چھینک مارنے والے کی تشمیت (جواب میں یرحمک اللہ کہنا)

اَ۔ حسن بصری کی رائے تھی کہ جب چھینک مارنے والا الحمد للہ کہے تو اس کی تشمیت یعنی اسے جواب دینا واجب ہو جاتا ہے۔(۷۹) بنابریں آپ نے خطبہ جمعہ کے دوران تشمیت کی رخصت دی تھی۔ (دیکھئے مادہ خطبہ نمبر ۴ کا جزج) اگر چھینک مارنے والا کئی مرتبہ چھینک مارے تو وہاں موجود لوگ تین مرتبہ تک اس کی تشمیت کریں گے اور اس سے زائد صورت میں اس کی تشمیت نہیں کریں گے۔ حسن بصری سے پوچھا گیا

کہ اگر ایک شخص کو زکام ہو اور وہ بار بار چھینکے تو کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: ''میں ایسے آدمی کی تین مرتبہ تشمیت کروں گا اور پھر تشمیت رہنے دوں گا۔'' (۸۹)

ب۔ اگر چھینک مارنے والے کی تشمیت کی جائے تو وہ جواب میں کہے: ''یھدیکم اللہ و یصلح بالکم'' (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے احوال درست کر دے) اور وہ کچھ مزید دعائیہ فقرات کہے تو بہتر ہے۔ ایک مرتبہ حسن بصری کو چھینک آئی۔ آپ نے: ''الحمد اللہ علی کل حال'' کہا۔ پاس موجود لوگوں نے تشمیت کرتے ہوئے کہا: ''یرحمکم اللہ'' (اللہ آپ پر رحم فرمائے) اس پر آپ نے فرمایا: ''یھدیکم اللہ و یصلح بالکم و یدخلکم الجنۃ عرفھا لکم'' (اللہ تمہیں ہدایت دے، تمہارے احوال درست کر دے اور تمہیں جنت میں لے جائے جس کی حقیقت اس نے تم سے بیان کر دی ہے۔) (۸۱)

عظم (ہڈی)

ہڈی کے ساتھ ذبح مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۴)

مردار کی ہڈی نجس ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر ۲ کا جز ل)

ہڈیوں پر لگائے ہوئے زخم اور ان پر واجب ہونے والا جرمانہ۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز أ کا جز ۲ نیز جز ب کے جز ۲ کا جز ھ)

ہڈیوں کو استنجاء کرنے میں استعمال نہ کیا جائے۔ (دیکھئے مادہ استنجاء نمبر ۲ کا جز ب)

عفو (معاف کرنا)

۱۔ تعریف: غیر پر عائد شدہ اپنے حق کو ساقط کر دینا عفو کہلاتا ہے۔

۲۔ حدود کا عفو۔ (دیکھئے مادہ حد نمبر ۹) مقذوف کی طرف سے قاذف کو معاف کر دینا۔ (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۵ کا جز د) فوجداری جرم (جنایت) کے اندر عفو کا حق رکھنے والے کی طرف سے قصاص معاف کر دیا جانا اور اس عفو کے نتیجے میں واجب ہونے والی بات۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز أ کا جز ۸)
موجل دین کے ایک حصے کی معجل ادائیگی کا مطالبہ اور باقی ماندہ دین کی معافی۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کے جز د کا جز ۶)

عقر (مہر)

عقر اس مال کو کہتے ہیں جو حد واجب نہ کرنے والی ہمبستری کے نتیجے میں عورت کے حق میں واجب ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز واؤ نیز نمبر ۲ کا جز د)

عقرب (بچھو)

حرم کے اندر بچھو کو ہلاک کر دینے کا جواز۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۱)

عُقل (خون بہا)

دیت کو عقل کہتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جزب)

عقم (بانجھ پن)

کسی خرابی کی وجہ سے بچے پیدا نہ کر سکنا عقم کہلاتا ہے۔ اگر زوجین میں سے کوئی ایک بانجھ پن میں مبتلا ہو تو دوسرے کو نکاح باقی رکھنے یا علیحدگی کر لینے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸ کا جزد)

عقوبۃ (سزا)

عقوبات ان دنیاوی سزاؤں کو کہتے ہیں جو شرعی احکام کی خلاف ورزی کی وجہ سے کسی شخص پر عائد کر دی جاتی ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں۔ حدود (دیکھئے مادہ حد)، قصاص (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز ا) اور تعزیرات (دیکھئے مادہ تعزیر)

عقیقۃ (عقیقہ)

۱۔ تعریف: بچے کی پیدائش کے ساتویں دن مسرت اور شادمانی کے اظہار نیز اللہ کا شکر بجالانے کی خاطر جو جانور ذبح کیا جائے، اسے عقیقہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ عقیقہ کا حکم:

اَ۔ حسن بصری کی رائے تھی کہ عقیقہ واجب ہے۔ (۸۲) آپ فرماتے: ''بچہ اپنے عقیقے کا مرہون ہے۔'' (۸۳) بچے کا عقیقہ واجب ہے، بچی کا نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''بچے کا عقیقہ دیا جائے گا، بچی کا نہیں دیا جائے گا۔'' (۸۴) قربانی عقیقہ کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔ اگر بچے کی طرف سے قربانی کی جائے تو اس کا عقیقہ بھی ادا ہو جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر بچے کی طرف سے قربانی کی جائے تو اس کا عقیقہ بھی ادا ہو جائے گا۔'' (۸۵) (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۲)

ب۔ عقیقہ کی مقدار: عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''بچے کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی جائے گی۔ بچی کا کوئی عقیقہ نہیں۔ اس کا عقیقہ واجب نہیں۔'' (۸۶)

ج۔ عقیقہ دینے کا وقت: بچے کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا واجب ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اس کی پیدائش کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے گا اور نام رکھا جائے۔'' (۸۷) اگر نومولود ساتویں دن سے پہلے وفات پا جائے تو اس کا عقیقہ ساقط ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر وہ ساتویں دن سے پہلے گزر جائے تو اس کا عقیقہ نہیں ہوگا۔'' (۸۸) اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کیا جا سکے تو بعد میں اس کی قضا کر لی جائے۔ اگر باپ اس کا عقیقہ نہ کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے تو وہ اپنا عقیقہ خود کر لے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تمہارا عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو تم اپنا عقیقہ خود کر لو۔ خواہ تم مرد کیوں نہ بن چکے ہو۔'' (۸۹)

د۔ عقیقہ کا مصرف: جب نومولود کا عقیقہ کیا جائے تو یہ امر مستحب ہوگا کہ اس کے سر کے بال صاف کر کے عقیقہ

خون اس کے سر پر لیپ دیا جائے۔(۹۰) اور پھر گوشت کا وہی مصرف نکالا جائے جو قربانی کے گوشت کا ہوتا ہے۔یعنی خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے۔(۹۱)

علم (علم)

تعلیم دینے کی اجرت لینا۔(دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جز اُ کے جز۳ کا جز ب)

لونڈی کو گانے بجانے کی تعلیم دینا تاکہ وہ اسے اپنا پیشہ بنالے۔(دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جز اُ)

عمیٰ (اندھاپن)

۱۔ تعریف: آنکھوں سے دیکھنے کی قوت کے فقدان کو عمیٰ کہتے ہیں۔

۲۔ اس کے تاثرات درج ذیل ہیں:

نابینا کی گواہی۔(دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر۳ کا جز ھ)

نابینا پر جمعہ کی نماز کا عدم وجوب:(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۸ کے جز ب کا جز از)

نابینا کی امامت۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۷ کے جز د کے جز ا کا جز ھ)

اندھا جانور قربانی کے لیے درست نہیں ہوتا۔(دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۴ کا جز ب) کفارہ کے اندر اندھا غلام آزاد کرنا درست نہیں ہوتا۔(دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر۵ کے جز اُ کا جز۴)

عمامۃ (پگڑی)

۱۔ تعریف: سر پر لپیٹے جانے والے کپڑے وغیرہ کو عمامہ کہتے ہیں۔

۲۔ عمامہ کی شکل: عیسیٰ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کے سر پر سیاہ پگڑی دیکھی تھی جس کا شملہ پیچھے لٹک رہا تھا۔(۹۲) میت کے عمامہ کے متعلق حسن بصری کی رائے تھی کہ اسے اس کے سر کے وسط میں رکھ کر طرفین کو مخالف سمتوں سے گزار کر باندھ دیا جائے۔(۹۳) (دیکھئے مادہ موت نمبر۵ کے جز ب کا جز ۵)

۳۔ وضو میں عمامہ پر مسح کرنا: حسن بصری ایسا کرنا جائز قرار دیتے تھے اور خود بھی پگڑی پر مسح کر لیتے تھے۔(۹۴)

عمریٰ (ہبہ کی ایک قسم)

۱۔ تعریف: زندگی بھر کے لیے ہبہ کو عمریٰ کہتے ہیں۔حسن بصری نے فرمایا: ''عمریٰ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے: ''یہ چیز میں نے زندگی بھر کے لیے تمہیں دی۔''(۹۵)

۲۔ عمریٰ کا حکم: عمریٰ جائز ہے اور حسن بصری کے نزدیک اس کی حیثیت تملیک کی ہے یعنی متعلقہ شخص اس سے زندگی بھر فائدہ اٹھائے گا اور اس کے بعد اس کی اولاد اس سے متمتع ہوگی۔آپ نے فرمایا: ''عمریٰ اس کے اہل کے لیے جائز ہے۔اس لیے کہ جو شخص اپنی زندگی بھر کے لیے کسی چیز کا مالک بن جائے گا، اس کی وفات پر وہ چیز اس کے ورثا کی ہو جائے گی۔''(۹۶) (دیکھئے مادہ تبرع نمبر۳ کا جز اُ اور جز ب)

عمرۃ (عمرہ)

۱۔ تعریف: احرام اور طواف وسعی کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کو عمرہ کہتے ہیں۔

۲۔ عمرہ کا حکم:

اَ۔ حسن بصری کی رائے تھی کہ فریضۂ حج کی طرح عمرہ بھی ایک فریضہ ہے۔(۹۷) آپ فرماتے: ''حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔''(۹۸) اگر ایک شخص حج تمتع کرے تو اس کا فرض عمرہ بھی ادا ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''حج تمتع عمرہ کے لیے کافی ہو جائے گا۔''(۹۹)

ب۔ حسن بصری کے نزدیک سال کے اندر کئی مرتبہ عمرہ کرنا مکروہ تھا۔(۱۰۰)

۳۔ کن لوگوں پر عمرہ واجب ہوتا ہے؟: حسن بصری کی رائے میں جن افراد پر حج فرض ہے، ان پر عمرہ بھی فرض ہوتا ہے۔(۱۰۱) (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴)

۴۔ عمرے کا وقت: اگر کوئی شخص حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کر لے تو وہ حج تمتع کرنے والا شمار ہوگا۔ حج کے مہینوں میں عمرے کی ادائیگی اس وقت معتبر ہوگی جب ان ہی مہینوں کے دوران عمرے کا طواف کر لیا جائے۔ بنا بریں اگر ایک شخص حج کے مہینوں کے سوا کسی اور مہینے میں عمرے کا احرام باندھ لے اور پھر اشہر حج میں احرام کھول دے تو اس کا عمرہ اس مہینے کا شمار ہوگا جس مہینے وہ عمرے کا طواف کرے گا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کے جزب کا جزء ۲)

۵۔ عمرہ کے افعال: عمرے کا ارادہ کرنے والا حج کے احرام کی طرح عمرے کا احرام باندھے گا۔ (دیکھئے مادہ احرام) اور احرام باندھتے وقت تلبیہ کہے گا اور حرم میں داخل ہونے تک یہ تلبیہ جاری رکھے گا۔(۱۰۲) (دیکھئے مادہ تلبیہ نمبر ۴) پھر جب وہ مسجد حرام میں داخل ہو جائے تو حج کے اندر طواف قدوم کی طرح عمرے کا طواف کرے گا یعنی کعبہ شریف کے گرد سات چکر لگائے گا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱) اور پھر حج کی سعی کی طرح صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگا کر سعی کرے گا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲) اور پھر احرام کھول دے گا اور اس کے ساتھ ہی عمرے کی تکمیل ہو جائے گی۔

۶۔ عمرے کو فاسد کر دینا: جن امور سے حج فاسد ہو جاتا ہے، ان کی وجہ سے عمرہ بھی فاسد ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص اپنا عمرہ فاسد کر دے تو اس پر میقات پر جا کر نئے عمرے کے لیے احرام باندھنا واجب ہو جائے گا۔ وہ ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) قربانی دے گا۔ جو شخص عمرے کا احرام باندھ لے اور پھر عمرے کی تکمیل سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لے، اس کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: ''وہ میقات پر واپس جائے گا اور عمرے کا احرام باندھے گا نیز ایک خون بہائے گا۔''(۱۰۳)

۷۔ عمرہ کرنے والا تین دنوں تک حرم میں قیام کرے گا۔ (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۲ کا جزب)

عنۃ (نامردی)

۱۔ تعریف: ہمبستری یعنی جنسی عمل سے عاجز ہونے کو عنۃ کہتے ہیں۔

۲۔ اس کے احکام:

اُ۔ اگر شادی کے بعد شوہر ایک دفعہ بھی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس کے بعد بیوی کا یہ حق ساقط ہو جائے گا کہ وہ شوہر کی نامردی کو بنیاد بنا کر عدالت میں علیحدگی کی درخواست دائر کر دے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''شوہر اگر اپنی بیوی سے وصل کر لے یعنی ہمبستر ہو جائے اور پھر وہ ہمبستری نہ کر سکے تو اسے ایک سال کی مہلت نہیں دی جائے گی (یعنی وہ مہلت جو نامرد کو اپنی حالت درست کرنے کے لیے دی جاتی ہے) اور مذکورہ عورت اس کی بیوی رہے گی۔''(۱۰۴)

ب۔ اگر شادی کے بعد شوہر کبھی بھی ہمبستری نہ کر سکے تو اس صورت میں بیوی کو حق ہوگا کہ شوہر کی نامردی کو بنیاد بنا کر عدالت کے اندر علیحدگی کا دعویٰ دائر کر دے۔ اس صورت میں قاضی شوہر کو علاج کرانے کی خاطر حکم صادر ہونے کے دن سے لے کر ایک سال تک کی مہلت دے گا۔ اگر اس دوران وہ نامردی کی بیماری سے صحت یاب ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ وطی کر لے خواہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ سہی، تو بیوی کا مذکورہ دعویٰ خارج ہو جائے گا اور اسے شوہر کے پاس رہنا ہوگا۔ دونوں کے درمیان علیحدگی نہیں کرائی جائے گی۔ اگر سال کے دوران شوہر بیوی کے ساتھ ہمبستری نہ کر سکا تو قاضی دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''عنین (نامرد) کو حاکم کے سامنے دعویٰ دائر ہونے کے دن سے ایک سال تک کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس دوران وہ بیوی سے ہمبستری کر لے تو فبہا ورنہ دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔''(۱۰۵) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸ کا جزھ) جب قاضی علیحدگی کرا دے گا تو عورت پر عدت طلاق واجب ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲) اور اسے پورا مہر ملے گا کیونکہ یہ طلاق خلوت صحیحہ کے بعد واقع ہوئی ہے۔ (دیکھئے مادہ مھر نمبر ۱۱ کا جز اُ)

ج۔ اگر ہمبستری کے بارے میں زوجین کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے۔ عورت کہے کہ اس نے میرے ساتھ ہمبستری نہیں کی اور مرد کہے کہ میں نے اس کے ساتھ ہمبستری کی ہے تو اس صورت میں عورت کا قول معتبر ہوگا۔ ایک موذن کی بیٹی نے دعویٰ دائر کیا کہ اس کا شوہر اس سے جماع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ شوہر نے کہا کہ مجھے اس کی قدرت ہے اور میں نے اس کے ساتھ ہمبستری کی ہے۔ دونوں کے بیانات سن کر حسن بصری نے فرمایا: ''اگر تمہارا عضو تناسل کپڑے کی جھالر کی طرح ہو تو اس میں میرا کیا قصور۔'' پھر آپ نے علاج کے لیے اسے ایک سال کی مہلت دے دی۔(۱۰۶)

عور (یک چشمی)

۱۔ تعریف: ایک آنکھ کا ضائع ہو جانا عور کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کے احکام: کانے جانور کی قربانی درست نہیں۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۴ کے جز ب اور ج)

کفارات کے اندر یک چشم غلام آزاد کرنا جائز نہیں۔ (دیکھئے مادہ کفایۃ نمبر ۵ کے جز اُ کا جز ۵)

اگر یک چشم انسان صحت مند آنکھیں رکھنے والے کی آنکھ کو یا صحت مند آنکھوں والا کسی یک چشم کی آنکھ کو

نقصان پہنچائے تو اس کا حکم۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۴ کا جزح)

عنبر (عنبر)

سمندر سے نکالے ہوئے عنبر پر واجب ہونے والی زکوٰۃ۔ (دیکھئے مادہ رکاز نمبر۲)

عورۃ (ستر)

۱۔ تعریف: جسم انسانی کے ان حصوں کو عورۃ کہتے ہیں جنہیں کھولنا شریعت نے حرام قرار دے کر انہیں پوشیدہ رکھنا واجب کر دیا ہے۔

۲۔ آزاد عورت کے لیے اپنے جسم کے کن حصوں کو چھپا کر رکھنا واجب ہے۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر۳)
اگر لونڈی کسی کی بیوی یا اپنے آقا کے لیے مختص ہو یا ان دونوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو اسے اپنے جسم کے کن حصوں کو چھپا کر رکھنا واجب ہوگا۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر۲)
حمام کے اندر ستر عورت۔ (دیکھئے مادہ حمام نمبر۲ کا جز أ)
علاج کی خاطر ستر کھولنا۔ (دیکھئے مادہ تداوی نمبر۳ کا جزج) نیز (مادہ حجاب نمبر۳ کے جزب کا جز۲)
نماز کی صحت کے لیے ستر پوشی کی شرط۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۳ کا جزج)
نماز کے اندر اپنے ستر پر نظر ڈالنا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۴ کے جزج کا جز۵)
برہنہ افراد کی نماز باجماعت اور اس کا طریقہ۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۷ کا جزب)
نابالغ کا ستر۔ (دیکھئے مادہ عورۃ نمبر۴)
استنجاء کرتے وقت کم سے کم کشف عورت کرنا۔ (دیکھئے مادہ استنجاء نمبر۳)

عیب (عیب)

۱۔ تعریف: عیب اس بات کو کہتے ہیں جس سے ایک چیز اپنی درست اور معہود وضع کے اندر خالی ہوتی ہے۔

۲۔ وہ عیوب جو عقود اور نکاح کے اندر خیار کو واجب کر دیتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر۲ کا جزب) نیز (مادہ طلاق نمبر۸ کا جزد)
ایسے عیوب جو جانور کو ہدی اور اضحیہ بننے سے روک دیتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۴)
اگر قربانی کے لیے ایک جانور کا تعین کر دیا جائے اور اس کے بعد اس کے اندر کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اس کا حکم۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۴ کا جزج)
ہدی کے لیے ایک جانور کے تعین کے بعد اس کے اندر عیب پیدا ہو جانا۔ (دیکھئے مادہ ھدی نمبر۲ کا جزد)
جان بوجھ کر عیب کو چھپائے رکھنا اور اس پر مترتب ہونے والے احکام۔ (دیکھئے مادہ تعزیر)

عید (عید)

۱۔ تعریف: عید ہر اس دن کو کہتے ہیں جس میں کسی خوشی کی یاد میں اجتماع ہو۔ یہاں اس سے شوال کی پہلی

تاریخ (عید الفطر) اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ (عید الاضحیٰ) مراد ہے۔

۲۔ عید کے لیے غسل کرنا۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر۲ کا جز ز)

عید کے دن روزہ رکھنے کی تحریم۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر۲)

عید کی تکبیرات۔ (دیکھئے مادہ تکبیر نمبر۵)

عید کی نماز۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹)

عین (آنکھ)

۱۔ تعریف: لفظ عین کے کئی معانی ہیں۔ یہاں اس سے مراد:

اَ۔ وہ انسانی عضو ہے جس کے اندر بصارت کی قوت ودیعت کی جاتی ہے۔

ب۔ نظر بد یعنی حاسد سے محسود کی طرف جانے والی وہ خفیہ قوت جو محسود کی ایذا رسائی کا سبب بن جائے۔

۲۔ دیکھنے والی آنکھ:

اگر دیکھنے والی آنکھ کو عمداً نقصان پہنچایا جائے تو اس کا جرمانہ۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۵ کے جز اُ کا جز۲) اور اگر خطا سے نقصان پہنچایا جائے تو اس کا جرمانہ۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۵ کے جز ب کے جز۲ کا جز اُ)

صحت مند آنکھوں والا اگر یک چشم کی آنکھ کو نقصان پہنچائے تو اس کا حکم اور یک چشم اگر صحت مند آنکھوں والے کی آنکھ کو نقصان پہنچائے تو اس کا حکم۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۴ کا جز ح)

نماز کے اندر آنکھوں کو بند رکھنا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۴ کے جز د کا جز۵)

۳۔ حاسد کی نظر بد: حسن بصری نظر بد یعنی حاسد کی آنکھ سے نکل کر محسود تک جانے والی اور اسے نقصان پہنچانے والی خفیہ قوت پر ایمان رکھتے تھے۔ سورۂ یوسف آیت نمبر۶۷ میں ارشاد باری ہے۔ (یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَۃٍ۔ اے میرے بیٹو! ایک ہی دروازے سے (شہر میں) داخل مت ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا) اس کی تفسیر نظر بد سے کرتے ہوئے آپ فرماتے: ''حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بڑے وجیہ اور خوش شکل تھے جس کی وجہ سے انہیں اپنے بیٹوں کو نظر لگ جانے کا خوف پیدا ہو گیا تھا۔''(۱۰۷)

عینۃ (بیع کی ایک صورت)

۱۔ تعریف: بیع عینہ کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنا مال ادھار اتنے میں فروخت کرے اور پھر اس سے کم رقم کے بدلے وہی مال اپنے مشتری سے نقد خرید لے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے کوئی مال نقد اتنے میں خرید لے اور پھر اس سے زائد رقم کے بدلے اسی کے ہاتھ اسے ادھار فروخت کر دے۔

۲۔ عینہ کا حکم:

بیع عینہ کا حکم۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزح)

حرف العین میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۶، المغنی ج ۳ص ۴۷۱، تفسیر قرطبی ج اص ۳۹۱
(۲) ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۸۹ ب
(۳) عبدالرزاق ج ۶ص ۲۸۵
(۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۵۰
(۵) حوالہ درج بالا۔
(۶) حوالہ درج بالا۔
(۷) تفسیر قرطبی ج ۱۸ص ۶۷
(۸) الاشراف ج ۴ص ۱۸۸
(۹) تفسیر قرطبی ج ۱۸ص ۶۷
(۱۰) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۶، الاشراف ج ۴ص ۲۶۰
(۱۱) سنن سعید ج ۳ص ۲۴۳/۱
(۱۲) عبدالرزاق ج ۶ص ۳۲۵، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۵۲، المحلی ج ۱۰ص ۳۱۱، شرح السنۃ ج ۹ص ۳۱۵، تفسیر قرطبی ج ۳ص ۱۸۳، الاشراف ج ۴ص ۲۸۴
(۱۳) ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳۸
(۱۴) سنن سعید ج ۳ص ۲۸۹/۱
(۱۵) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۳۴، المحلی ج ۱۰ص ۲۶۲، الاشراف ج ۴ص ۲۸۲
(۱۶) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۱ ب، عبدالرزاق ج ۷ص ۲۳۷، سنن سعید ج ۳ص ۳۱۵/۱، المحلی ج ۱۰ص ۲۳۲، الاشراف ج ۴ص ۲۹۲
(۱۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۵۰
(۱۸) شرح السنۃ ج ۹ص ۲۰۶
(۱۹) المحلی ج ۱۰ص ۲۳۲، ۳۰۷، عبدالرزاق ج اص ۲۴۹ ب، الاشراف ج ۴ص ۲۹۱
(۲۰) المحلی ج ۱۰ص ۲۷۰، سنن سعید ج ۳ص ۳۰۷
(۲۱) عبدالرزاق ج ۶ص ۳۴
(۲۲) المغنی ج ۷ص ۱۶۲، الاشراف ج ۴ص ۲۹۲

(۲۳) عبدالرزاق ج ۷ص ۲۲۳، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۹ ب
(۲۴) سنن سعید ج ۳ص ۱/ ۳۶۰
(۲۵) المحلی ج ۱۰ص ۱۷۷، ۲۵۹، ابن ابی شیبہ ج ۵ص ۶
(۲۶) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۸ ب، الاشراف ج ۴ص ۲۸۶
(۲۷) المحلی ج ۱۰ص ۲۷۰، المغنی ج ۷ص ۴۶۳، الاشراف ج ۴ص ۲۸۴
(۲۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۵۳، سنن سعید ج ۳ص ۱/ ۳۰۸، شرح السنۃ ج ۹ص ۳۱۳
(۲۹) الاشراف ج ۴ص ۲۸۵
(۳۰) المغنی ج ۷ص ۲۹۶
(۳۱) عبدالرزاق ج ۷ص ۲۲۵، المحلی ج ۱۰ص ۳۰۸، المغنی ج ۷ص ۴۶۰، الاشراف ج ۴ص ۲۹۱
(۳۲) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۹ ب، الاشراف ج ۴ص ۲۹۱
(۳۳) سنن سعید ج ۳ص ۱/ ۳۰۰، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۲۸، المغنی ج ۷ص ۴۶۸، المحلی ج ۱۰ص ۲۶۸، الاشراف ج ۴ص ۲۸۵
(۳۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۵۸ ب، المغنی ج ۷ص ۴۷۵، الاشراف ج ۴ص ۲۸۲
(۳۵) سنن سعید ج ۳ص ۲/ ۶۶
(۳۶) سنن سعید ج ۳ص ۲/ ۷۵، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۵۰
(۳۷) عبدالرزاق ج ۷ص ۱۷
(۳۸) سنن سعید ج ۳ص ۱/ ۳۵۶، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۲۸، المغنی ج ۷ص ۴۷۳
(۳۹) المغنی ج ۷ص ۲۹۶
(۴۰) المغنی ج ۷ص ۶۰۶، الاشراف ج ۴ص ۱۷۶
(۴۱) سنن سعید ج ۳ص ۱/ ۳۳۹، الاشراف ج ۴ص ۲۸۰
(۴۲) سنن سعید ج ۳ص ۱/ ۳۲۳، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۵۰ ب، عبدالرزاق ج ۷ص ۲۵، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۷ ب، المحلی ج ۱۰ص ۲۸۵، المغنی ج ۷ص ۵۲۸، شرح السنۃ ج ۹ص ۲۹۳، الاشراف ج ۴ص ۲۷۷
(۴۳) الاشراف ج ۴ص ۲۷۷
(۴۴) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۸
(۴۵) ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۸ ب، سنن سعید ج ۳ص ۱/ ۳۲۹، المغنی ج ۷ص ۵۲۸، شرح السنۃ ج ۹ص ۲۹۳
(۴۶) عبدالرزاق ج ۶ص ۵۰۸، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۸، الاشراف ج ۴ص ۲۷۹
(۴۷) عبدالرزاق ج ۶ص ۲۰۹، المحلی ج ۹ص ۴۷۹
(۴۸) المغنی ج ۷ص ۴۸۵، الاشراف ج ۴ص ۲۳۰

(٤٩) عبدالرزاق ج ٦ ص ٢١٦، المحلی ج ١٠ ص ٢٩، تفسیر قرطبی ج ٥ ص ١١٩، الاشراف ج ٤ ص ١٠٠

(٥٠) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢١٨

(٥١) سنن سعید ج ٣ ص ا/ ٤٠٥، المحلی ج ١٠ ص ٢٩

(٥٢) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢١٨

(٥٣) عبدالرزاق ج ٦ ص ٢١٦، المحلی ج ١٠ ص ٢٩

(٥٤) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢١٨

(٥٥) الاشراف ج ٤ ص ٢٨٥

(٥٦) ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ١٣٤ ب، سنن سعید ج ٣ ص ا/ ٣٦٧

(٥٧) سنن سعید ج ٣ ص ا/ ٣٦٦

(٥٨) عبدالرزاق ج ٦ ص ٢٩٥، ٤٨٠، ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٢٣ ب

(٥٩) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٢٦، سنن سعید ج ٣ ص ٢/ ٤٦، المحلی ج ١٠ ص ٢٢٢، المغنی ج ٦ ص ٣٣١

(٦٠) عبدالرزاق ج ٧ ص ٢٨

(٦١) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٥٠

(٦٢) الاشراف ج ٤ ص ٢٨٩، ٣٢٢

(٦٣) الاشراف ج ٤ ص ٣٢٢

(٦٤) الاشراف ج ٤ ص ٢٨٩، ٣٢٢

(٦٥) عبدالرزاق ج ٦ ص ٣٢٩، المحلی ج ١٠ ص ٣١١، تفسیر قرطبی ج ٣ ص ١٨٢، الاشراف ج ٤ ص ٢٨٤

(٦٦) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٥٤ ب

(٦٧) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٥٩، المغنی ج ٧ ص ٥١٧، تفسیر قرطبی ج ٣ ص ١٨١، الاجماع ص ١١٠، الاشراف ج ٤ ص ٢٩٤

(٦٨) الاجماع ص ١١١، ١١٢

(٦٩) تفسیر قرطبی ج ٣ ص ١٨١

(٧٠) حوالہ درج بالا۔

(٧١) عبدالرزاق ج ٧ ص ٣٨، سنن سعید ج ٣ ص ا/ ٣٢٣، المحلی ج ١٠ ص ٢٨٤، شرح السنۃ ج ٩ ص ٣٠٣، تفسیر قرطبی ج ٣ ص ١٧٧، المغنی ج ٧ ص ٥٢١، الاعتبار ص ١٨٤، الاشراف ج ٤ ص ٢٧٤

(٧٢) ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٥٣

(٧٣) سنن سعید ج ٣ ص ا/ ٣٢٧، احکام القرآن ج ا ص ٤٢١ ج ٣ ص ٤٦٢، المحلی ج ١٠ ص ٢٨٩، تفسیر قرطبی ج ٣ ص ١٨٥، الاشراف ج ٤ ص ٢٧٨

(۷۴) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۲۹

(۷۵) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۲۸، المحلی ج ۱۰ ص ۲۸۹، الاشراف ج ۴ ص ۲۸۰

(۷۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۷ ب، المحلی ج ۱ ص ۲۸۵

(۷۷) شرح السنۃ ج ۱۲ ص ۳۰۹

(۷۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۱

(۷۹) المغنی ج ۲ ص ۳۲۳

(۸۰) شرح السنۃ ج ۱۲ ص ۳۱۴

(۸۱) شرح السنۃ ج ۱۲ ص ۳۰۹

(۸۲) المغنی ج ۸ ص ۶۴۴، المجموع ج ۸ ص ۳۶۳، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۳۳۲، نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۲۴

(۸۳) عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۳۱

(۸۴) المحلی ج ۷ ص ۵۲۹، عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۳۱، شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۲۶۴، المغنی ج ۸ ص ۶۴۵، المجموع ج ۸ ص ۳۶۴

(۸۵) عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۳۱، ۳۳۲، شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۲۶۷

(۸۶) عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۳۲

(۸۷) عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۳۳

(۸۸) عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۳۵، المجموع ج ۸ ص ۳۶۴

(۸۹) المحلی ج ۷ ص ۵۲۸، المغنی ج ۸ ص ۶۴۶، شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۲۶۴

(۹۰) شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۲۶۹، المجموع ج ۸ ص ۳۶۴، المغنی ج ۸ ص ۶۴۷

(۹۱) شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۲۶۷، المحلی ج ۷ ص ۵۲۵

(۹۲) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۶۰

(۹۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴

(۹۴) المغنی ج ۱ ص ۳۰۰، المجموع ج ۱ ص ۴۴۸

(۹۵) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۸۶

(۹۶) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۸۷، ۱۹۳، المغنی ج ۵ ص ۶۲۹، الاوسط ج ۱ ص ۴۶۷

(۹۷) المحلی ج ۷ ص ۱۴۱، شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۵، احکام القرآن ج ۱ ص ۲۶۴، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۶۸، المجموع ج ۷ ص ۸

(۹۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۳ ب

(۹۹) حوالہ درج بالا۔

(١٠٠) ابن ابی شیبہ ج١ص١٦٢ب، المحلی ج٧ص٦٨، المغنی ج٣ص٢٢٦، المجموع ج٧ص١٣٦
(١٠١) المغنی ج٣ص٢٢٣
(١٠٢) المغنی ج٣ص٤٠١
(١٠٣) ابن ابی شیبہ ج١ص١٩١
(١٠٤) سنن سعید ج٣ص٢/٥٦، المغنی ج٦ص٦٧٦، الاشراف ج٤ص٨٣
(١٠٥) سنن سعید ج٣ص٣/٥٦
(١٠٦) اخبار القضاة ج٢ص١٠
(١٠٧) احکام القرآن للجصاص ج٣ص١٧٤

حرف الغین

غراب (کوا)

حرم کے اندر محرم کے لیے کوا مار ڈالنے کا جواز۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز ب کا جزا)

غرّۃ (دیت)

۱۔ تعریف: حمل اگر مردہ حالت میں گرا دیا جائے تو اس کی دیت کو غرہ کہیں گے۔

۲۔ اس کی مقدار (دیکھئے مادہ اسقاط نمبر ۲ کا جز ج) نیز (مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز اُ کے جزا کا جز ح)

غرر (لاعلمی، دھوکہ)

۱۔ تعریف: جہالت یعنی لاعلمی کو غرر کہتے ہیں۔

۲۔ اس کے اثرات:

جس بیع کے اندر غرر کا پہلو ہو، وہ فاسد ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج)

جان بوجھ کر دھوکے میں رکھنا اور اس پر مرتب ہونے والے احکام۔ (دیکھئے مادہ تغریر)

غسل (غسل)

۱۔ تعریف: نیت کے ساتھ پورے جسم پر پانی بہانا غسل کہلاتا ہے۔

۲۔ غسل کے اسباب: حسن بصری کی رائے میں درج ذیل اسباب کی بنا پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اُ۔ ہمبستری اور انزال:

۱۔ ہمبستری کی بنا پر غسل کے وجوب کے لیے یہ شرط ہے کہ مذکورہ جنسی عمل فرج کے اندر یعنی سامنے کی راہ یا پیچھے کی راہ میں وقوع پذیر ہوا ہو۔ اگر فرج کے سوا کسی اور مقام پر جنسی عمل کیا گیا ہو تو انزال پر ہی غسل واجب ہوگا۔ عورت کے ساتھ فرج کے سوا کسی اور مقام پر جنسی عمل کرنے والے مرد کے بارے میں حسن بصری نے فرمایا: ''اس کے اس عمل کی وجہ سے اگر عورت کو انزال ہو جائے تو وہ غسل کرے گی اور اگر انزال نہ ہو تو وہ وضو کر لے گی اور اپنے جسم پر مرد کے لگے ہوئے مادۂ منویہ کو دھو ڈالے گی۔''(۱)

۲۔ مرد یا عورت کی شرم گاہ سے نیند یا بیداری کی حالت میں مادۂ تولید کے خروج کی بنا پر غسل واجب ہو جائے گا۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اُ۔ اگر مرد یا عورت نیند سے بیدار ہونے کے بعد مادۂ تولید دیکھ لے لیکن اسے احتلام یاد نہ ہو تو ایسی صورت

میں غسل واجب ہو جائے گا۔ (۲) لیکن بیدار ہونے کے بعد اگر تری دیکھے اور احتلام یاد نہ ہو تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ سونے سے پہلے اس نے جنسی ہیجان پیدا کر دینے والا کوئی عمل کیا تھا مثلاً جنسی چھیڑ چھاڑ، نظر بازی یا عضو تناسل کو سہلاتے رہنا وغیرہ یا نہیں کیا تھا۔ پہلی صورت میں اس پر غسل واجب نہیں ہو گا کیونکہ یہ احتمال ہو گا کہ مذکورہ تری کہیں مذی نہ ہو خاص کر جب کہ اس کا سبب بھی موجود تھا اور شک کی بنا پر غسل واجب نہیں ہوتا۔ دوسری صورت میں اس پر غسل واجب ہو گا۔ (۳)

ب۔ اگر شوہر اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرے اور انزال ہو جائے یا احتلام کی وجہ سے انزال ہو جائے اور پھر وہ غسل کر لے۔ اس کے بعد اس کے عضو تناسل سے کچھ مادۂ تولید خارج ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ اگر غسل کرنے سے پہلے اس نے پیشاب کر لیا تھا تو اس پر دوبارہ غسل واجب نہیں ہو گا کیونکہ پیشاب نے گذرگاہ میں باقی رہ جانے والا مادۂ تولید خارج کر دیا تھا۔ اگر غسل کرنے سے پہلے اس نے پیشاب نہ کیا ہو تو مذکورہ مادہ کے خروج کی بنا پر اس پر دوبارہ غسل واجب ہو جائے گا کیونکہ پہلی مرتبہ غسل کرنے کے بعد مادۂ منویہ کا باقی ماندہ حصہ خارج ہوا تھا، اور حسن بصریؒ کے نزدیک مادہ منویہ کے خروج کی بنا پر غسل واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''اگر کسی شخص کو جنابت لاحق ہو جائے اور وہ غسل کر لے اور پھر پیشاب کرنے کے بعد تری دیکھے تو غسل کا اعادہ نہیں کرے گا۔ اگر اس نے غسل کرنے سے قبل پیشاب نہ کیا ہو اور پھر تری دیکھے تو غسل کا اعادہ کرے گا۔'' (۴)

مادۂ تولید خارج کرنے پر غسل کا وجوب (دیکھئے مادہ استمناء نمبر ۴ کا جزج)۔

ج۔ مرد کے عضو تناسل سے مادۂ تولید کے خروج پر وجوب غسل کی جو بات ہم نے مرد کے بارے میں کہی ہے، وہی بات ہم عورت کے بارے میں بھی کہیں گے یعنی اگر عورت کے ساتھ ہمبستری کر لی جائے اور اس کے بعد وہ غسل کر لے اور پھر اس کے اندام سے مرد کا کچھ مادۂ تولید خارج ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا۔ (۵) اگر اندام کے سوا کسی اور مقام پر اس کے ساتھ جنسی عمل کیا جائے اور مرد کا مادۂ تولید بہہ کر اس کے اندام میں خود داخل ہو جائے یا وہ اسے اپنے اندام میں داخل کر دے اور پھر مذکورہ مادہ اندام سے باہر آ جائے تو ایسی صورت میں عورت پر غسل واجب ہو جائے گا۔ (۶)

د۔ غسل جنابت کرنے سے پہلے اگر جنبی عورت کو حیض آ جائے یا وہ وفات پا جائے تو اس سے غسل جنابت کا سقوط نہیں ہو گا۔ بنا بریں اگر عورت کے ساتھ ہمبستری کی گئی ہو اور اس نے حیض آنے تک غسل جنابت نہ کیا ہو تو حیض کے دوران اس پر غسل جنابت واجب ہو گا اور جب حیض سے پاک ہو گی تو غسل حیض کرے گی۔ اگر وہ غسل جنابت موخر کر دے یہاں تک کہ حیض سے پاک ہو جائے تو پھر دو غسل کرے گی۔ (۷) حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی بیوی سے ہمبستری کر لے اور بیوی حیض آنے تک غسل جنابت نہ کرے تو وہ غسل جنابت کرے گی۔'' (۸) (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۷) اگر جنبی یا حائضہ وفات پا جائے تو اسے دو غسل دیئے جائیں گے۔ ایک غسل تو جنابت یا حیض کا ہو گا اور دوسرا غسل موت کا ہو گا۔ حسن بصری

نے فرمایا: ''اگر جنبی گزر جائے تو اسے دو غسل دیے جائیں گے۔ایک غسل اس کی جنابت کی بنا پر دیا جائے گا اور ایک غسل موت کی بنا پر۔اسی طرح اگر حائضہ پاک ہونے کے بعد غسل سے پہلے گزر جائے تو اسے بھی دو غسل دیے جائیں گے۔''(۹) (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۳) نیز (مادہ حیض نمبر ۵ کا جز ط)

ب۔ حیض اور نفاس کی بنا پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔(دیکھئے مادہ حیض نمبر ۶) نیز (مادہ نفاس نمبر ۶)

ج۔ استحاضہ: مستحاضہ ہر روز ظہر کے وقت غسل کرے گی۔(دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر ۳)

د۔ موت: میت کو غسل دینا واجب ہے۔(دیکھئے مادہ موت نمبر ۴)

ھ۔ احرام: احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا واجب ہے۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶) اور احرام کے دوران محرم کے لیے غسل کرنا مباح ہے۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ن)

و۔ جمعہ: حسن بصری کی رائے تھی کہ غسل جمعہ فرض ہے۔(۱۰) اور اس کا وقت جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد ہوتا ہے۔اگر ایک شخص طلوع فجر سے پہلے غسل کر لے تو اس سے غسل جمعہ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔(۱۱) حسن بصری نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد غسل کر لے تو اس کے لیے یہ غسل کافی ہو جائے گا۔''(۱۲) اگر اس غسل کے بعد اسے حدث لاحق ہو جائے تو غسل کا اعادہ لازم نہیں ہوگا بلکہ وضو کر لینا کافی ہو جائے گا۔حسن بصری نے فرمایا: ''اگر جمعہ کے دن غسل کرنے کے بعد کسی کو حدث لاحق ہو جائے تو وضو کر لینا ہی اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔''(۱۳)

ز۔ عیدین: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں کے لیے غسل کرنا واجب ہے۔حسن بصری ان دونوں دنوں میں غسل فرماتے تھے۔(۱۴)

ح۔ اسلام: جب کوئی شخص اسلام میں داخل ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ایک شخص نے حسن بصری سے پوچھا کہ آپ لوگ جنگ میں گرفتار شدہ مجوسی عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہم لوگ انہیں قبلہ رخ کھڑا کر کے اسلام لانے اور کلمہ شہادت پڑھنے کا حکم دیتے اور اس کے بعد انہیں غسل کرنے کے لیے کہتے۔پھر جب کسی کا آقا اس کے ساتھ ہمبستری کرنا چاہتا تو استبراء رحم کے بعد ہی ہمبستری کرتا۔''(۱۵)

ط۔ دیوانگی سے افاقہ ہونا: حسن بصری فرماتے کہ دیوانہ جب دیوانگی سے افاقہ پائے تو غسل کر لے۔(۱۶) (دیکھئے مادہ جنون نمبر ۲ کا جز ا)

ی۔ حمام میں جانے کی وجہ سے غسل کرنا: ابو رجاء نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ حمام کے پانی سے غسل کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ربیعہ بن کلثوم نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تم جب حمام سے باہر آؤ تو غسل کر لو۔''(۱۷) آپ سے مروی ان دونوں روایتوں میں ظاہراً تضاد نظر آتا ہے تاہم میرے نزدیک صورت حال یہ نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ حسن بصری کی رائے تھی کہ حمام کے پانی کے نجس ہونے کا حکم عائد نہیں کیا جا سکتا۔اس لیے کہ اس میں نجاست کے وجود کا یقین نہیں ہوتا بنا بریں ام

پانی سے غسل کرنے کے بعد غسل واجب نہیں ہوگا تاہم جو شخص حمام میں داخل ہو کر وہاں اتنی دیر ٹھہرے کہ اس کا جسم ڈھیلا ہو جائے تو اس کے لیے حمام سے باہر آ کر غسل کر لینا مستحب ہوگا تاکہ اس کے بدن کی چستی اور نشاط دوبارہ عود کر آئے۔

۳۔ کن چیزوں کے ساتھ غسل کرنا درست ہے؟:

أ۔ حسن بصری کی رائے تھی کہ حدث کا ازالہ صرف پانی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ ماء) یا ایسی چیز کے ذریعے جو پانی سے بنی ہو مثلاً برف اور اولے۔ آپ سے کہا گیا کہ ایک آدمی نے برفیلے پانی سے غسل کر لیا۔ اسے سردی لگ گئی اور وہ فوت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیسی اچھی شہادت نصیب ہوئی۔'' (۱۸)
دیگر تمام پاک مائعات مثلاً نبیذ اور دودھ وغیرہ کے ساتھ نہ تو وضو جائز ہے اور نہ غسل۔ آپ نے فرمایا: ''نہ تو نبیذ کے ساتھ وضو کرو اور نہ دودھ کے ساتھ۔'' (۱۹)

ب۔ پانی کی کم سے کم مقدار جس کے ذریعے غسل درست ہوتا ہے، ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین سیر) ہے۔
حسن بصری نے فرمایا: ''لوگ (صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ) وضو کے لیے ایک مد (ایک پیمانے کا نام) اور غسل کے لیے ایک صاع پانی ضروری سمجھتے تھے۔'' (۲۰)

۴۔ نابالغ بچے اور بچی کو نہلانا: مرد کے لیے اپنی نابالغ بچی کو اور عورت کے لیے اپنے نابالغ بچے کو نہلانا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ صغیر)

۵۔ غسل کرنے کا طریقہ:

أ۔ بسم اللہ پڑھنا: غسل کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کی جائے گی۔ بسم اللہ پڑھنا وضو اور غسل کے اندر سنت ہے۔ (۲۱) ابن قدامہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ وضو، غسل اور تیمم کے اندر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ (۲۱ ب)

ب۔ شرم گاہ دھونا: غسل کرنے والا سب سے پہلے اپنی شرم گاہ دھوئے گا۔

ج۔ وضو کرنا: پھر اپنے دونوں ہاتھ دھوئے گا اور نماز والے وضو کی طرح وضو کرے گا البتہ قدموں کو دھونے کا عمل غسل کے بعد تک موخر رکھے گا۔

د۔ پورا بدن دھونا: پھر اپنا سر دھوئے گا اور اس کے بعد سارے بدن پر پانی بہائے گا اور پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''جنبی شخص اپنے دونوں کف دست (ہاتھ) دھوئے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''جنبی شخص اپنے دونوں کف دست (ہاتھ) دھوئے گا اور شرم گاہ دھونے کے بعد وضو کرے گا۔ پھر سر دھوئے گا اور پھر پورے بدن پر پانی بہائے گا۔ پھر اس سے فارغ ہو کر اپنے پاؤں دھوئے گا۔'' (۲۲)
عبدالرحمٰن بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے کہا کہ میری عجمی لونڈی اچھی طرح غسل کرنا نہیں جانتی۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے کہو کہ پہلے اپنی شرم گاہ کو کپڑے کے ٹکڑے سے صاف کرے اور اس کے اندرونی اور بیرونی حصوں کو پانی سے دھوئے۔ پھر نماز والے وضو کی طرح وضو کرے اور پھر غسل کرے۔''

(۲۳)

ہ۔ پورے بدن تک پانی پہنچنا: نہانے والے کی یہ پوری کوشش ہونی چاہیے کہ پانی اس کے بدن کے تمام حصوں تک پہنچ جائے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''ہر بال کے نیچے جنابت یعنی ناپاکی ہے۔ اس لیے بالوں کو تر کرو اور اپنے چہرے کو صاف کرو۔'' (۲۴) اس قاعدے سے بدن کے حصے مستثنیٰ ہیں جہاں پانی پہنچانا دشوار ہو۔ وہاں پانی نہ پہنچانے کی رخصت ہے مثلاً اگر کوئی شخص مسلمان ہو جائے لیکن ختنہ کرانا اس کے لیے خطرناک اور تکلیف دہ ہو تو اس کے لیے اپنے قلفہ (سپارے) کی جلد کے نیچے تک پانی نہ پہنچانے کی رخصت ہوگی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص مسلمان ہو جائے اور ختنہ کرانے کی صورت میں اسے اپنی جان پر دشواری کا خطرہ ہو تو وہ ختنہ نہ کرائے۔ اس کی نماز قابلِ قبول ہوگی۔'' (۲۵) اسی طرح عورت کی مینڈھیوں کے اندرونی حصوں تک غسل جنابت (ہمبستری کے غسل) میں پانی نہ پہنچانے کی رخصت ہے۔ اس لیے کہ ہمبستری کا عمل ہر روز ہوتا ہے بلکہ ایک دن میں کئی مرتبہ ہو سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں غسل میں بھی تکرار ہو سکتی ہے۔ اگر ہر دفعہ عورت کو اپنے گوندھے ہوئے بال کھولنے پڑیں تو اس سے اسے جس مشقت کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ بالکل واضح ہے۔ بنا بریں حسن بصری نے غسل جنابت کرنے والی عورت کے بارے میں فرمایا: ''اس کے لیے اپنے سر پر تین چلو پانی بہالینا کافی ہے۔ وہ اگر چاہے تو اپنی مینڈھیاں نہ کھولے۔'' (۲۶) البتہ غسل حیض چونکہ مہینے میں ایک مرتبہ کرنا ہوتا ہے اور گوندھے ہوئے بال کھولنے میں عورت کو کوئی مشقت پیش نہیں آ سکتی۔ اس لیے آپ نے غسل حیض کے اندر حائضہ پر اپنے بال کھولنا واجب کر دیا ہے تاکہ پانی بالوں کے تمام حصوں تک پہنچ جائے۔ (۲۷)

و۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا: حسن بصری کی رائے تھی کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل کے اندر سنت ہے اور وضو کے اندر بھی۔ (۲۸) اگر کوئی شخص مضمضہ اور استنشاق بھول جائے تو وہ غسل کا اعادہ نہیں کرے گا۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص مضمضہ اور استنشاق بھول جائے۔ وہ اعادہ نہیں کرے گا۔'' (۲۹) اگر کلی کر لے اور ناک میں پانی ڈال لے تو بہتر ہوگا۔ اسی مفہوم پر حسن بصری کا یہ قول محمول ہوگا کہ: ''جو شخص مضمضہ اور استنشاق بھول جائے تو وہ مضمضہ اور استنشاق کر لے۔'' (۳۰)

ز۔ ترتیب: حسن بصری غسل کے افعال میں ترتیب کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے۔ آپ کے نزدیک اس امر میں کوئی قباحت نہیں تھی کہ جنبی پہلے اپنا سر دھوئے اور پھر اپنا جسم یا پہلے اپنا جسم دھولے اور پھر اپنا سر۔ (۳۱) آپ نے فرمایا: ''جنبی شخص جب پانی میں ڈبکی لگالے تو اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔'' (۳۲)

ح۔ جسم ملنا: ابن حزم نے حسن بصری کے درج بالا قول سے استدلال کیا ہے کہ غسل کے اندر بدن کو مل کر دھونے کی شرط نہیں ہے۔ (۳۳)

۶۔ غسل کو فاسد کر دینا: حسن بصری کی رائے تھی کہ ایک شخص اگر وضو اور غسل دونوں کی نیت کر لے اور پھر دوران غسل اسے حدث لاحق ہو جائے تو وہ اپنے غسل کا اعادہ کرے گا۔ (۳۴)

۷۔ بیوی کے جسم سے لگ کر حرارت حاصل کرنا: ملامست (جسم کے ساتھ جسم کے لگنے) کی وجہ سے جنابت غیر جنبی شخص کو منتقل نہیں ہوتی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر غسل جنابت کر لے اور بیوی نے ابھی غسل جنابت نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں اگر شوہر اپنی بیوی کے جسم سے لگ کر حرارت حاصل کر لے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔''(۳۵)

دونوں ہاتھ دھونا:

ا۔ سو کر اٹھنے کے بعد ہاتھ دھونا:

اَ۔ سو کر اٹھنے والے کے لیے خواہ یہ سونا دن کے وقت ہو یا رات کے وقت، حسن بصری دونوں ہاتھ دھونا واجب قرار دیتے تھے۔(۳۶) نیز یہ کہ ہاتھ دھوئے بغیر انہیں پانی میں ڈبونا حلال نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ نیند کے دوران اس کے یہ ہاتھ ناپاک نہ ہو گئے ہوں۔ اس احتمال کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں لوگ شلواروں کے بغیر سو جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''جب تم وضو کرنا چاہو تو جب تک اپنے ہاتھ صاف نہ کر لو، اس وقت تک انہیں وضو کے پانی والے برتن میں نہ ڈالو۔''(۳۷) اگر کسی نے نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں انہیں ڈبویا تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ اگر پانی کثیر ہو اور نجاست کو دور کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہو تو دھوئے بغیر اس میں ہاتھ ڈالنا اس پر اثر انداز نہیں ہو گا لیکن اگر پانی قلیل ہو تو اسے بہا دینا بہتر ہو گا۔(۳۸) اگر نیند سے بیدار ہونے والے کا غالب گمان یہ ہو کہ اس کا ہاتھ اس بنا پر پاک ہے کہ وہ شلوار پہن کر سویا تھا اور اس کی بیوی بھی شلوار میں سوئی تھی اور پھر وہ ہاتھ دھوئے بغیر اسے پانی میں ڈبو دے تو یہ بات بھی پانی پر اثر انداز نہیں ہو گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''جنبی شخص نیز نیند سے بیدار ہونے والا فرد اگر اپنے ہاتھ (دھوئے بغیر) برتن میں ڈال دیں تو اس کے بعد اگر چاہیں تو اس پانی سے وضو کر لیں اور چاہیں تو اسے بہا دیں۔''(۳۹)

البتہ اگر اسے اپنا ہاتھ پاک ہونے کے بارے میں شک ہو یا اس کا غالب گمان یہ ہو کہ ہاتھ اس وجہ سے ناپاک ہے کہ اسے نیند کے دوران اپنی بیوی کی شرم گاہ پر ہاتھ رکھنے کی عادت ہے اور اس کی بیوی شلوار کے بغیر سوئی ہو تو ایسی صورت میں اگر وہ نیند سے بیدار ہو کر اپنا ہاتھ دھوئے بغیر اسے پانی میں ڈبو دے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اور اسے بہا دینا واجب ہو گا۔(۴۰)

ب۔ پانی میں ہاتھ ڈبونے سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنا پورا کف دست کلائی کے جوڑ تک پانی میں ڈال دے۔ اگر ایک شخص اپنی انگلیوں کے کنارے پانی میں ڈبو دے تو یہ بات پانی پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہو گی۔(۴۱)

۲۔ نہانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۵ کا جزج)

وضو کرنے سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۴ کا جزج)

کھانے کی بنا پر دونوں ہاتھ دھونا۔ (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۱۳)

غلول (مال غنیمت سے چوری کرنا)

مال غنیمت میں سے اس کی تقسیم سے پہلے کچھ لے لینا غلول کہلاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جزھ)

غموس (جھوٹی قسم)

غموس وہ قسم ہے جس میں جان بوجھ کر کذب بیانی کی جائے۔ (دیکھئے مادہ یمین نمبر ۲ کا جزج)

غنٰی (مال داری)

حسن بصری کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص کے پاس چالیس درہم ہو جائیں تو وہ مال دار سمجھا جائے گا اور اسے زکوٰۃ نہیں دی جائے گی بشرطیکہ یہ چالیس درہم دین سے خالی ہوں اور بنیادی ضروریات یعنی حاجات اصلیہ سے زائد ہوں۔ (۴۲)

غناء (گانا)

۱۔ تعریف: موزوں سروں کے ذریعے کلام کی ادائیگی کو غناء کہتے ہیں۔

۲۔ غناء کا حکم: حسن بصری غناء کو انسان کے لیے اس کے فرائض کی ادائیگی سے غافل کر دینے والی بات قرار دیتے تھے اور اسی بنا پر آپ اس کی تحریم کے قائل تھے۔ ایک شخص نے آپ سے کہا: ''ابو سعید! میری ایک لونڈی ہے۔ جس کی آواز بڑی خوب صورت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے گانے کی تعلیم دوں اور پھر اس کے ذریعے ان امیر لوگوں کا مال حاصل کروں۔'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے اہل وعیال کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے تھے اور آپ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھے۔'' اس شخص نے آپ کے سامنے تین مرتبہ اپنا سوال دہرایا اور آپ ہر مرتبہ اسے یہی جواب دیتے رہے۔ (۴۳) آپ کی مراد یہ تھی کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے اہل وعیال کو نماز، زکوٰۃ اور نیک کاموں کا حکم دیتے تھے اور تم اپنے اہل کو منکر یعنی برے کام کا حکم دیتے ہو۔ (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز اُ کے جز ۳ کا جز اُ) آپ فرماتے: ''گانے بجانے کے آلات اور گانا یہ دونوں ایسے امور ہیں جو سورۂ لقمان آیت نمبر ۶ کے اندر ارشاد باری (لھو الحدیث) سے مراد ہیں۔ ارشاد ہے (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو غافل کر دینے والی بات خریدتے ہیں تا کہ اللہ کے راستے سے (دوسروں کو) گمراہ کر دیں۔) (۴۴) تاہم حسن بصری اس تحریم سے حدی خوانی کو مستثنٰی کرتے تھے۔ حدی خوانی گانے کی وہ صورت ہے جس کے ذریعے اونٹوں کو تیز رفتاری کے ساتھ چلنے پر ابھارا جاتا ہے۔ آپ سے حدی خوانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''مسلمان حدی خوانی کرتے تھے۔'' (۴۵)

غنم (بکریاں)

بکریوں کی زکوٰۃ۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جز واؤ کا جز ۴)

ایک شخص کی طرف سے ایک بکری کی قربانی درست ہے۔(دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۴)
بکری کے ذریعے عقیقہ دیا جاسکتا ہے۔(دیکھئے مادہ عقیقۃ نمبر۲ کا جزب)
احرام کی بعض خلاف ورزیوں میں جرمانے کے طور پر بکری ذبح کردینا کافی ہوتا ہے۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر۸)
حج قران اور حج تمتع کی صورت میں بکری ذبح کرنا واجب ہے۔(دیکھئے مادہ حج نمبر۷ کے جزب کا جز۶ نیز جزج کا جز۳)
بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۳ کے جزب کے جز۲ کا جزب)

غنیمۃ (مال غنیمت)

۱۔ تعریف: غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو مسلمان جنگ کے دوران برسر پیکار کافروں سے حاصل کرلیں۔

۲۔ غنیمت کے ضمن میں آنے والے اموال درج ذیل ہیں:
سرزمین معرکہ (محاذ جنگ) کی اراضی اور منقولہ اموال، محاذ جنگ کے سوا دیگر سرزمین کے منقولہ اموال، جنگ میں گرفتار ہونے والے مرد، جنگ میں گرفتار ہونے والی عورتیں نیز مسلمانوں کے وہ اموال جو کافروں کے ہاتھ لگ گئے ہوں اور مسلمانوں نے انہیں کافروں سے واپس لے لیا ہو۔

أ۔ اراضی: جہاں تک اراضی کا تعلق ہے تو وہ اسلامی حکومت کی یعنی تمام مسلمانوں کی ملکیت ہوتی ہیں۔ یہ اراضی مجاہدین کے درمیان تقسیم نہیں کی جائیں گی۔اس بارے میں حسن بصری کا نص (مادہ ارض نمبر۱) میں گزر چکا ہے۔

ب۔ محاذ جنگ کے منقولہ اموال: ان اموال کے پانچ حصے کیے جائیں گے۔ پانچواں حصہ مسلمانوں کے بیت المال میں چلا جائے گا اور باقی ماندہ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کردیے جائیں گے۔حسن بصری نے فرمایا: ''جو کچھ لشکر میں ہو (یعنی محاذ جنگ سے حاصل شدہ اموال) تو وہ اس پر غالب آنے والے مجاہدین کا ہوگا اور زمین مسلمانوں کی ہوگی۔''(۴۶)

ج۔ ایسے منقولہ اموال جو معرکہ آرائی کے علاقے یعنی محاذ جنگ میں نہیں ہوتے مثلاً ان شہروں کے اموال جو محاذ جنگ سے دور ہوں اور مسلمان وہاں سے مذکورہ اموال حاصل کرلیں تو ایسا لگتا ہے کہ حسن بصری ان اموال کو فئی تصور کرتے ہیں اور ان کا معاملہ امام المسلمین کی صوابدید پر چھوڑتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ان اموال میں کافروں کے وہ غلام، لونڈیاں اور جانور شامل ہیں جو مسلمانوں سے آملیں۔ان کا معاملہ بھی امام المسلمین کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے گا اور وہ مسلمانوں کی مصلحت کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے اندر تصرف کرے گا۔(۴۷)

د۔ جنگ میں گرفتار ہونے والے مردوں اور عورتوں کے بارے میں (مادہ اسر) اور (مادہ سبی) کے اندر بحث گزر چکی ہے۔

۵۔ مسلمانوں کے وہ اموال جو کافروں کے ہاتھ لگ گئے ہوں اور پھر مسلمانوں نے ان سے یہ اموال واپس حاصل کر لیے ہوں، ان کا حکم یہ ہے کہ جب کافر جنگ کے اندر یہ اموال حاصل کر لیتے ہیں تو وہ ان کے مالک بن جاتے ہیں۔ یہ حسن بصری کا مسلک ہے۔ البتہ آزاد شخص اور معاہد یعنی ذمیوں کے مالک نہیں بنتے۔ جب مسلمان یہ اموال کافروں سے چھین لیں تو انہیں مال غنیمت میں ضم کر دیا جائے گا اور انہیں ان کے اصل مالکان یعنی مسلمانوں کو واپس نہیں کیا جائے گا البتہ آزاد شخص اور معاہد کو چھوڑ دیا جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''مشرکین جو اموال سمیٹ کر لے جائیں اور پھر مسلمان ان سے یہ اموال واپس حاصل کر لیں تو یہ ان مسلمانوں کے ہو جائیں گے بشرطیکہ آزاد شخص یا معاہد یعنی ذمی نہ ہو۔ ان اموال کو ان کے مالکان کی طرف واپس نہیں کیا جائے گا۔'' (۴۸) ابن حزم نے آپ سے ایک اور روایت نقل کی ہے جس کے مطابق اگر کافر مسلمانوں کا کوئی مال جنگ کے نتیجے میں حاصل کر لیں اور پھر مسلمان ان سے جنگ کے نتیجے میں مذکورہ مال واپس حاصل کر لیں تو جب تک یہ مال تقسیم نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کا اصل مالک اس کا سب سے زیادہ حق دار ہو گا۔ اگر اس کی تقسیم عمل میں آ جائے تو پھر اسے برقرار رکھا جائے گا۔ (۴۹)

۶۔ اگر پورے لشکر اسلام سے کوئی دستہ الگ کر کے اسے کسی خاص مہم پر روانہ کیا جائے تو اس کے ہاتھ آنے والے مال غنیمت کا حکم کیا ہو گا؟ اصولی بات تو یہ ہے کہ لشکر اسلام کا کوئی دستہ امیر لشکر کی اجازت کے بغیر دشمن کے مقابلہ پر نہیں جائے گا۔ اگر امیر لشکر کوئی دستہ لشکر سے علیحدہ کر کے کسی مہم پر روانہ کر دے یا مہم پر جانے کی اجازت دیدے اور اس کے لیے حاصل شدہ مال غنیمت کا کوئی زائد حصہ مثلاً تہائی یا چوتھائی وغیرہ مختص کر دے اور پھر مذکورہ دستے کو مال غنیمت مل جائے تو امیر لشکر اس کے پانچ حصے کر دے گا۔ اور پانچواں حصہ مسلمانوں کے بیت المال کے لیے وصول کرے گا اور باقی ماندہ چار حصوں میں سے دستے کے مجاہدین کے لیے مقررہ کردہ زائد حصے دے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''کوئی سریہ (دستہ) اپنے امیر لشکر کی اجازت کے بغیر کسی مہم پر نہیں جائے گا اور امیر لشکر دستے میں شامل مجاہدین کے لیے جو زائد حصہ مثلاً تہائی یا چوتھائی مقرر کر دے گا، مال غنیمت سے پانچواں حصہ نکالنے کے بعد مذکورہ زائد حصہ (نفل) انہیں مل جائے گا۔'' (۵۰) اگر امیر لشکر نے دستے کے لیے غنیمت کے پانچویں حصے کے سوا سارا مال دستے کے مجاہدین کو دینے کا اعلان کیا ہو تو حاصل شدہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر باقی ماندہ مال انہیں دے دیا جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر کوئی سریہ امیر لشکر کی اجازت سے کسی مہم پر جائے تو اس کے ہاتھ جو مال غنیمت آئے گا، اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرنے کے لیے امیر لشکر لے لے گا اور باقی ماندہ مال اس دستے کے مجاہدین کو مل جائے گا۔'' (۵۱) اگر کوئی دستہ امیر لشکر سے اجازت لیے بغیر کسی مہم پر چلا جائے اور اسے مال غنیمت ہاتھ آئے تو امیر لشکر اس کا پانچواں حصہ بیت المال کے لیے وصول کر لے گا اور باقی ماندہ مال پورے لشکر کے مال غنیمت میں ضم کر دے گا تاکہ دستے میں شامل افراد پورے لشکر کے افراد کے ساتھ اس مال میں یکساں ہو جائیں۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر کوئی سریہ امیر لشکر سے اجازت

لیے بغیر کسی مہم پر چلا جائے تو امیر حاصل شدہ غنیمت کا پانچواں حصہ وصول کرے گا اور باقی ماندہ مال پورے لشکر کے درمیان تقسیم ہوگا۔'' (۵۲)

۴۔ مجاہدین کے ہاتھ آنے والے مال غنیمت کی حوالگی: لشکر اسلام کے مجاہدین پر یہ بات لازم ہے کہ جو بھی مال غنیمت ان کے ہاتھ لگے، وہ اسے امیر لشکر کے حوالے کر دیں۔ کوئی چیز چھپا رکھنا ان کے لیے کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جزء ھ) البتہ کافروں کا جو مال ان کے ہاتھ لگے، اس میں سے کھا پی لینا، پکانے کے لیے آگ جلانا، جانوروں کو چارہ کھلانا اور آگ تاپنا وغیرہ ان کے لیے جائز ہو گا۔ تاہم ان میں سے کسی چیز کی فروخت ان کے لیے جائز نہیں ہوگی۔ ہمس کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے دریافت کیا کہ آپ لوگ جب جہاد پر نکلتے تو راستے میں کافروں کا کون سا مال اپنے استعمال میں لاتے؟ آپ نے جواب دیا: ''بھوسہ اور ایندھن کی لکڑیاں۔'' میں نے پھر سوال کیا کہ بعض دفعہ ایک شخص دشمن کے پھل دار باغ کے پاس سے گزرتا ہے۔ آپ نے جواب دیا: ''وہ یہ پھل کھا سکتا ہے لیکن لے جا نہیں سکتا۔'' (۵۳) نیز فرمایا: ''غزوات میں ہمیں گندم، جو، گھی اور شہد وغیرہ ہاتھ لگتا اور ہم اسے کھا لیتے۔'' (۵۴) نیز فرمایا: ''غزوات کے اندر حضورﷺ کے صحابہ کرام کو گایوں اور اونٹوں کی شکل میں جو مال غنیمت ہاتھ آتا، وہ اسے ذبح کر کے کھا لیتے نیز ہاتھ لگنے والا چارہ اپنے جانوروں کو کھلاتے لیکن مال غنیمت کی کوئی چیز فروخت نہ کرتے۔ اگر فروخت کرتے تو مال غنیمت کی تقسیم کے وقت اسے مال غنیمت میں واپس کر دیتے۔'' (۵۵) (دیکھئے مادہ جھاد نمبر ۱۲) نیز (مادہ طعام نمبر ۶)

۵۔ مال غنیمت کی نیلامی: مال غنیمت کی تقسیم کے اندر مساوات قائم رکھنے کی غرض سے امام المسلمین بعض دفعہ مال غنیمت کی فروخت پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے لیے مال غنمیت نیلامی کے ذریعے فروخت کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ حسن بصری نیلامی کے ذریعے بیع کو حلال قرار نہیں دیتے تھے البتہ غنائم اور ترکہ کے اموال کی نیلامی کو درست قرار دیتے تھے۔ حلال قرار نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ نیلامی کے اندر ایک شخص اپنے بھائی کے لگائے ہوئے دام پر اپنا دام لگاتا ہے جس کی حدیث کے اندر ممانعت ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ نے: ''بیع من یزید'' (نیلامی کے ذریعے فروخت) کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے سوائے مواریث اور غنائم کی بیع کے۔ (۵۶) (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جز ب)

۶۔ غنائم کی تقسیم: تمام مال غنیمت کو پہلے جمع کر لیا جائے گا اور اس کے بعد اس کے پانچ حصے کیے جائیں گے اور پانچواں حصہ لے کر بیت المال کے اندر اس کے مصارف میں صرف ہونے کے لیے رکھ دیا جائے گا۔ پھر وہ زائد حصے الگ کیے جائیں گے جن کا وعدہ امیر لشکر نے بعض مجاہدین سے ان کے کارہائے نمایاں کی بنا پر کیا ہو۔ یہ زائد حصے خمس الگ کرنے کے بعد باقی ماندہ مال غنیمت سے دیے جائیں گے اور پھر باقی مال مجاہدین پر درج ذیل طریقے سے تقسیم کر دیا جائے گا۔

أ۔ خمس: مال غنیمت میں سے جو خمس الگ کر کے بیت المال میں رکھا جائے گا، اس کے مصارف کا ذکر اللہ

تعالیٰ نے سورۂ انفال آیت نمبر ۴۱ میں کر دیا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:
(تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ تم مال غنیمت کے طور پر حاصل کرو، اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لیے، رسول کے لیے، رشتہ داروں کے لیے، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہوگا) حسن بصری کی رائے تھی کہ اللہ کا حصہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا حصہ دونوں ایک ہیں۔ (۵۷) نیز آپ کی رائے یہ بھی تھی کہ رشتہ داروں یعنی حضور ﷺ کے قرابت داروں کا حصہ وہ اشیاء تھیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی زندگی میں آپ کو عطا کیا تھا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد امام المسلمین یہ حصہ بیت المال میں رکھ دے گا اور امام اسے اللہ کی توفیق سے مسلمانوں کے مفادات میں صرف کرے گا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اس حصے کو جہاد میں صرف کیا کرتے تھے۔ (۵۸)

ب۔ تنفیل (کسی مجاہد کو انعام کے طور پر زائد حصہ دینا) اس پر (مادہ تنفیل) میں بحث گزر چکی ہے۔

ج۔ جنگ میں شریک مجاہدین کا حصہ:

۱۔ کن افراد کے لیے حصے مقرر ہوں گے؟: حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو آزاد افراد مجاہدین کے طور پر جنگ میں شریک ہوئے ہوں، وہ مال غنیمت کے مستحق ہیں البتہ دیگر افراد کے بارے میں روایات کے اندر اختلاف ہے۔ آپ سے مروی ایک روایت کے مطابق جو شخص بھی جنگ میں شریک ہوا ہو، اسے حصہ دیا جائے گا خواہ اس نے عملی طور پر جنگ کی ہو یا جنگ نہ کی ہو مثلاً تاجر (۵۹)، مزدور (۶۰) اور غلام (۶۱) اس روایت کی وجہ استدلال یہ ہے کہ مذکورہ بالا افراد نے مجاہدین کے لیے خدمات سرانجام دے کر گویا عملی طور پر جنگ میں حصہ لیا ہے۔ دوسری روایت کے مطابق اجیر یعنی مزدور اور غلام کے لیے کوئی حصہ مقرر نہیں ہوگا۔ (۶۲) کیونکہ یہ لوگ دیگر افراد کے تابع ہوتے ہیں۔

۲۔ حصے کی مقدار: جنگ میں شریک مجاہد نے یا تو پیدل جنگ کی ہوگی یا سوار ہو کر۔ پہلی صورت میں اسے ایک حصہ ملے گا۔ دوسری صورت میں اس نے یا تو گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کی ہوگی یا کسی اور جانور پر سوار ہو کر۔ اگر اس نے عربی گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کی ہوگی تو اسے پیدل مجاہد والا ایک حصہ ملے گا اور اس کے گھوڑے کو دو حصے ملیں گے۔ اس طرح مجموعی طور پر اس مجاہد کو تین حصے دیئے جائیں گے۔ (۶۳) اگر اس نے برذون (ٹٹو) پر سوار ہو کر جنگ کی ہوگی تو وہ صرف ایک حصے کا مستحق قرار پائے گا۔ (۶۴) اگر اس نے خچر، گدھے یا اونٹ پر سوار ہو کر جنگ کی ہوگی تو اسے صرف پیدل مجاہد والا حصہ ملے گا۔ (۶۵)

غیاب (غیب ہونا)

¤ اگر شفیع غائب ہو لیکن کہیں گیا ہوا ہو تو اس وجہ سے اس کا حق شفعہ ساقط نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ شفعۃ نمبر ۳ کا جزج)

¤ غائب شخص کا اپنی بیوی کو کنایہ کے ذریعے طلاق دینا۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز أ کا جز ۴)

¤ اگر غائب شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی ہو اور وہ اس سے رجعت کرنا چاہے تو کیا طریقہ اختیار

کرے؟ (دیکھیے مادہ رجعۃ نمبر ٣)

- اس عورت کی عدت جسے اس کے غائب شوہر نے طلاق دی ہو۔ (دیکھیے مادہ عدۃ نمبر ٢ کا جز ب)
- جس عورت کا شوہر حالت غیاب میں وفات پا جائے، اس کی عدت۔ (دیکھیے مادہ عدۃ نمبر ٣ کا جز ج)
- غائب شخص کے حق میں وصیت۔ (دیکھیے مادہ وصیۃ نمبر ٧ کا جز واؤ)
- ایسا غائب شخص جس کی زندگی اور موت کے بارے میں کوئی علم نہ ہو یعنی مفقود۔ (دیکھیے مادہ مفقود)
- نکاح کے ولی کا غائب ہونا۔ (دیکھیے مادہ نکاح نمبر ٥ کے جز أ کا جز ا)
- غائب شخص پر اس کی بیوی کے نفقہ کا وجوب۔ (دیکھیے مادہ نفقۃ نمبر ٣ کا جز أ)

غیبۃ (غیبت کرنا)

١۔ تعریف: اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے اس کا ذکر ایسے طریقے سے کرنا جو اسے پسند نہ آئے، غیبت ہے۔

٢۔ غیبت کرنے والا فاسق ہے: حسن بصری کی رائے تھی کہ غیبت کبیرہ گناہ ہے۔ آپ سے ایک شخص نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ میری غیبت کرتے رہتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''میرے نزدیک تمہارا درجہ اتنا بلند نہیں ہے کہ میں تمہیں اپنے حسنات کے اندر حکم یعنی فیصل بنا دوں۔'' (٦٦) غیبت کے مرتکب پر وہی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو فسق کے مرتکب پر ہوتے ہیں۔ (دیکھیے مادہ فسق)

٣۔ ایسے افراد جن کی غیبت کرنے پر غیبت کرنے والا گنہگار نہیں ہوتا: اگرچہ غیبت کبیرہ گناہ ہے لیکن چھ احوال کے اندر اس کی رخصت ہے۔

اول۔ ظلم کے خلاف دعویٰ: جب مظلوم شخص قاضی کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کرے تو اسے اجازت ہوگی کہ عدالت میں ظالم کا کچا چٹھا کھول دے تاکہ عدالت ظالم سے مظلوم کو پورا انصاف دلا سکے۔ یہ ایسی ضرورت ہے جس سے کوئی مفر نہیں۔

دوم۔ استفتاء: فتویٰ پوچھنے والے کے لیے مفتی کے سامنے یہ بیان کرنا حلال ہے کہ: ''فلاں شخص نے مجھ سے ظلم کے تحت فلاں چیز چھین لی ہے۔ اب اپنا حق حاصل کرنے کے لیے مجھے کوئی سبیل بتائیے یا میرے لیے کیا یہ حلال ہوگا کہ اس کا جو مال میرے پاس موجود ہے، میں اپنے حق کی وصولی کی خاطر اسے ضبط کر لوں؟'' یا اسی طرح کے دیگر بیانات۔ اس کی مثال وہ واقعہ ہے جس کا ذکر احادیث میں آتا ہے کہ حضرت ہندؓ نے اپنے شوہر حضرت ابوسفیانؓ کا ذکر کرتے ہوئے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ: ''اللہ کے رسول ﷺ! ابوسفیان بہت کنجوس شخص ہیں۔ وہ مجھے میرا اور میرے بچوں کا خرچہ نہیں دیتے۔ میں ان کی لاعلمی میں جو کچھ لے لیتی ہوں، اسی سے اپنا کام چلاتی ہوں۔'' حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''اتنا کچھ لے لیا کرو جو معروف طریقے سے تمہارے لیے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو جائے۔'' (٦٧)

سوم۔ مسلمانوں کو غیبت زدہ کے شر سے ڈرانا: مثلاً بدعتی کا ذکر اس کی بدعات کے حوالے سے کیا جائے تاکہ مسلمان اس سے بچ کے رہیں۔ حسن بصری نے فرمایا: ''بدعتیوں کی کوئی غیبت نہیں ہوتی۔'' (٦٨) (دیکھیے

مادہ بدعۃ نمبر ۳)

چہارم۔ علانیہ طور پر فسق کرنے والا شخص: حسن بصری نے فرمایا: ''تین افراد کی کوئی عزت و حرمت نہیں ہوتی۔ خواہشات کے غلام کی، علانیہ فسق کرنے والے کی اور ظالم امام کی۔''(۶۹) آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص علی الاعلان فسق و فجور کرتا ہے۔ اگر میں اس کے فسق کا ذکر کروں تو کیا یہ غیبت ہوگی؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے فرمایا: ''اس کی کوئی عزت اور شرف ہی نہیں ہے۔''(۷۰) علانیہ فسق کرنے والے کے ضمن میں ظالم سلطان بھی داخل ہوگا۔ اس بارے میں حسن بصری کا قول گزر چکا ہے۔ حجاج کے مرنے پر آپ نے دعا مانگی تھی کہ: ''اے اللہ! تو نے اسے مار دیا ہے تو اس کی سنت بد کو بھی مٹا دے۔'' ایک روایت کے مطابق: ''اس کی برائیوں کو بھی مٹا دے۔ یہ ہم پر جب حاکم بن کر آیا تو چھوٹی آنکھوں والا نیم اندھا تھا۔ جب ہاتھ آگے کرتا تو اس کی انگلیوں کی چھوٹی چھوٹی پوریں نظر آتیں۔ خدا کی قسم! اللہ کی راہ میں کوئی غبار کبھی انہیں نہیں لگا۔ اپنے بالوں کی کنگھی کرتا اور چلتے وقت لڑکھڑاتا۔ منبر پر سوار ہو کر بکنا شروع کر دیتا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جاتا۔ نہ تو اسے اللہ کا خوف تھا اور نہ مخلوق کی شرم۔ اس کے اوپر اللہ تھا اور اس کے نیچے یعنی ماتحتی میں ایک لاکھ یا اس سے زائد سپاہ تھی۔ کوئی شخص اس سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ: ''بھلے آدمی! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔'' اس کے بعد آپ فرماتے: ''اگر کوئی یہ کہتا تو افسوس! صد افسوس! تلوار اور کوڑہ درمیان میں حائل ہو جاتے۔''(۷۱)

پنجم۔ کسی منکر امر کو بدل ڈالنے کے لیے مدد حاصل کرنا اور ظلم کے تحت چھپے ہوئے اموال کو بازیاب کرانا۔

ششم۔ کسی شخص کا ایک برے لقب سے ملقب ہونا اور اسی لقب سے مشہور ہونا مثلاً اعمش (نیم اندھا)، اعرج (لنگڑا) وغیرہ۔ اس کا اس لقب سے تذکرہ غیبت میں شامل نہیں ہے۔

۴۔ غیبت کا کفارہ: غیبت دلوں کو جلا کر رکھ دیتی ہے اور کینہ پیدا کر دیتی ہے۔ بنا بریں اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کرے اور اس کی غیبت کی خبر متعلقہ شخص کو بھی پہنچ جائے تو اس صورت میں غیبت کرنے والے پر لازم ہوگا کہ اس کے پاس جائے اور اپنی غلطی کی اس سے معذرت کرے اور معافی مانگے۔ اگر متعلقہ شخص کو غیبت کی خبر نہ لگے تو اسے اس خبر کا پہنچانا غیبت کرنے والے کے لیے جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات اس کے دل میں کینہ اور نفرت کی آگ بھڑکا دے گی بلکہ اس پر لازم ہوگا کہ وہ متعلقہ شخص کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرے تاکہ اس کی یہ دعا اس کی غیبت کا بدل بن جائے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہو، غیبت کرنے والا اس کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا مانگے۔''(۷۲)

حرف الغین میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵ ب

(۲) المغنی ج ۱ ص ۲۰۲

(۳) المغنی ج ۱ ص ۲۰۳، الاوسط ج ۲ ص ۸۴

(۴) عبدالرزاق ج ۱ ص ۶۶۶، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳، المغنی ج ۱ ص ۲۰۱، الاوسط ج ۲ ص ۱۱۳

(۵) المحلی ج ۷ ص ۲، المغنی ج ۱ ص ۲۰۳، الاوسط ج ۲ ص ۸۲

(۶) المجموع ج ۲ ص ۱۶۳، حلیۃ العلماء ج ۱ ص ۱۷۰، المغنی ج ۱ ص ۲۰۴

(۷) شرح السنۃ ج ۲ ص ۳۹، المحلی ج ۲ ص ۴۷، المغنی ج ۱ ص ۲۲۱

(۸) عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۳۵، ۲۷۵

(۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۳ ب، المجموع ج ۵ ص ۱۲۰

(۱۰) المجموع ج ۴ ص ۴۰۹، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۲۳۹

(۱۱) المغنی ج ۲ ص ۳۴۷

(۱۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۶، المحلی ج ۲ ص ۲۰، المجموع ج ۴ ص ۴۱۰، عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۰۱

(۱۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۶، عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۰۱، المغنی ج ۲ ص ۳۴۷، المجموع ج ۴ ص ۴۱۱

(۱۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۶ ب

(۱۵) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۷

(۱۶) عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۳۲، ج ۲ ص ۴۱۱، المحلی ج ۱ ص ۲۲۲

(۱۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹

(۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸ ب، المحلی ج ۱ ص ۲۰۲

(۱۹) عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۷۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰ ب

(۲۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱ ب

(۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲

(۲۱ ب) المغنی ج ۱ ص ۱۰۲

(۲۲) عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۶۲

(۲۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳ ب

(۲۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸

(۲۵) عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۱۷۵

(۲۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲ ب

(۲۷) المغنی ج ۱ ص ۲۲۶، الاوسط ج ۲ ص ۱۳۴

(۲۸) الاستذکار ج ۱ ص ۱۵۸، المغنی ج ۱ ص ۱۱۹

(۲۹) عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۱۴

(۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۱ ب
(۳۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲، الاوسط ج ۱ ص ۴۲۲
(۳۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳، المحلی ج ۲ ص ۳۰، الاوسط ج ۲ ص ۱۱۰
(۳۳) المحلی ج ۲ ص ۳۰
(۳۴) المغنی ج ۱ ص ۲۱۹، المجموع ج ۲ ص ۲۱۸، الاوسط ج ۲ ص ۱۱۲
(۳۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳
(۳۶) المغنی ج ۱ ص ۹۸، الاوسط ج ۱ ص ۳۷۳
(۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷ ب
(۳۸) المغنی ج ۱ ص ۹۹، الاوسط ج ۱ ص ۳۷۲
(۳۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴
(۴۰) المجموع ج ۱ ص ۳۹۹
(۴۱) المغنی ج ۱ ص ۱۰۰
(۴۲) المغنی ج ۲ ص ۶۶۲
(۴۳) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۶
(۴۴) تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۵۱
(۴۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۷ ب
(۴۶) خراج یحییٰ بن آدم ص ۲۷، الاستخراج الاحکام الخراج لابن رجب ص ۱۵
(۴۷) تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۳
(۴۸) عبدالرزاق ج ۵ ص ۱۹۳، المحلی ج ۷ ص ۳۰۰
(۴۹) المحلی ج ۷ ص ۳۰۱
(۵۰) الاموال لابی عبید ص ۳۱۷، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۱۱۸۰، سنن سعید ج ۳ ص ۲/۲۷۶، المغنی ج ۸ ص ۳۷۹
(۵۱) عبدالرزاق ج ۵ ص ۱۹۱
(۵۲) حوالہ درج بالا نیز سنن سعید ج ۳ ص ۲/۲۷۵
(۵۳) عبدالرزاق ج ۵ ص ۱۸۱
(۵۴) سنن سعید ج ۳ ص ۲/۲۹۳، المغنی ج ۸ ص ۴۳۸
(۵۵) ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۳۹
(۵۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۴ ب
(۵۷) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۱۱

(۵۸) المغنی ج ۶ ص ۴۰۶

(۵۹) المغنی ج ۸ ص ۴۶۹

(۶۰) شرح السنۃ ج ۱۱ ص ۱۶، المحلی ج ۷ ص ۳۳۲

(۶۱) المغنی ج ۸ ص ۴۰۱، المحلی ج ۷ ص ۳۳۲

(۶۲) خراج ابی یوسف ص ۲۳۶، عبد الرزاق ج ۵ ص ۲۲۹، المحلی ج ۷ ص ۳۳۳

(۶۳) المحلی ج ۷ ص ۳۳۱، المغنی ج ۸ ص ۴۰۴، الاجماع ص ۷۲

(۶۴) المغنی ج ۸ ص ۴۰۶

(۶۵) المغنی ج ۸ ص ۴۰۸، الاجماع ص ۷۲

(۶۶) تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۳۶

(۶۷) البخاری فی النفقات، مسلم فی الاقضیۃ

(۶۸) تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۳۹

(۶۹) حوالہ درج بالا نیز کشف الغمۃ ج ۲ ص ۲۰۳، تاریخ طبری ج ۱۳ ص ۲۴۹

(۷۰) مختصر منہاج القاصدین ص ۱۸۷

(۷۱) تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۳۹

(۷۲) تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۳۷

حرف الفاء

فاتحہ (سورۂ فاتحہ)

قرآن مجید کی پہلی سورت سورۂ فاتحہ کہلاتی ہے۔

نماز کے اندر سورۂ فاتحہ کی قرات (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جزج کے جز ۳ کا جز ا)

نماز جنازہ کے اندر ہر تکبیر کے ساتھ سورۂ فاتحہ کی قرات (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جزھ کا جز ۴)

فدیۃ (فدیہ)

۱۔ تعریف: فدیہ اس مال کو کہتے ہیں جو کسی واجب تصرف کا اس وقت قائم مقام بن جاتا ہے جب مذکورہ تصرف متعذر رہو جائے۔

۲۔ جو شخص روزہ رکھنے سے عاجز ہو، اس پر فدیہ کا وجوب اور فدیہ کی مقدار۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ نیز نمبر ۷ کا جزج)

اگر حاملہ اور مرضعہ روزے قضا کریں تو ان پر فدیہ واجب نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ حمل نمبر ۲)

اگر رمضان کی قضا کو اگلے رمضان تک موخر کر دیا جائے تو قضا کے ساتھ فدیہ واجب نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۴ کا جزب)

۳۔ فدیہ بمعنی کفارہ (دیکھئے مادہ کفارۃ)

۴۔ فدیہ بمعنی دیت یعنی خون بہا۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جزب)

فرائض (وراثت کے اندر مقررہ حصے) دیکھئے مادہ ارث۔

فرج (شرم گاہ)

۱۔ تعریف: مرد یا عورت کی اگلی شرم گاہ کو فرج کہتے ہیں۔

۲۔ عقد نکاح یا ملکیت کے ذریعے فرج کو اپنے لیے مباح کرنا۔ (دیکھئے مادہ نکاح) نیز (مادہ تسری)

عقد نکاح یا ملکیت کے بغیر فرج کو اپنے لیے مباح کرنے کا گناہ اور اس کی سزا۔ (دیکھئے مادہ زنا)

نکاح کے ذریعے فرج کی حلت کے بعد اسے حرام کر دینے والا امر۔ (دیکھئے مادہ طلاق)

فرج کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۶ کا جزب)

فسق (فسق)

۱۔ تعریف: فسق اس دھبے کو کہتے ہیں جو کسی مسلمان کو اس وقت لگ جاتا ہے جب وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب

کرے یا صغیرہ گناہوں پر اصرار کرے۔

۲۔ فسق کے اثرات:

فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کے جزب کا جز ۳) اور اگر گواہی دینے کے بعد وہ فاسق بن جائے تو اس کا حکم (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کا جز ک)

وصیت وغیرہ کے اندر فاسق کی ولایت۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۶ کا جز ج)

نماز کے اندر فاسق کی امامت۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز د کے جز ا کا جز و اور نیز نمبر ۷ کا جز ی)

فاسق کا سالار لشکر بننا۔ (دیکھئے مادہ جھاد نمبر ۴)

علانیہ فسق کرنے والے فاسق کی غیبت کا حکم۔ (دیکھئے مادہ غیبۃ نمبر ۳)

فضۃ (چاندی)

نصاب زکوۃ کی تکمیل کے لیے سونے کو چاندی کے ساتھ ضم کر دینا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جزج کا جز ا)

چاندی کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جزج کا جز ۳)

حسن بصری سے مروی ایک روایت کے مطابق نابالغ کی ملکیت میں موجود چاندی پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز ب نیز نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۳)

سامان تجارت کی زکوۃ چاندی کی زکوۃ کی طرح ہے۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز د)

چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۵)

جن برتنوں پر چاندی کا پانی چڑھا ہو، ان میں کھانا پینا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ اناء نمبر ۲ کا جز ا)

برتنوں کے کناروں پر چاندی چڑھانا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ اناء نمبر ۲ کا جز ب)

چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ تختم نمبر ۲)

فقد (گم کرنا)

گمشدہ اشیاء کا مل جانا۔ (دیکھئے مادہ لقطۃ)

گمشدہ اشخاص۔ (دیکھئے مادہ مفقود)

فقر (فقر)

فقیر کی تعریف، زکوۃ کے اندر اس کا استحقاق، نیز صدقۂ فطر اور دیگر صدقات کا استحقاق۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کے جزج کا جز ا) نیز (مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۴) نیز (مادہ صدقۃ نمبر ۶)

اس فقیر کی بیوی کی طلاق جسے اپنی بیوی کا خرچہ اٹھانے کی قدرت نہ ہو۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸ کا جز ج)

فلس (دیوالیہ ہونا)

۱۔ تعریف: کسی شخص پر قرضے چڑھ جانے اور ان کی ادائیگی سے اس کے عاجز رہنے کو فلس کہتے ہیں۔ عاجز رہنے کی وجہ کم آمدنی اور زیادہ خرچ ہو۔

۲۔ فلس کے اثرات:

اس دین کی ادائیگی کا وقت آ جانا جسے فلس کی بنا پر موجل کر دیا گیا ہو۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۲)

دیوالیہ کے تصرفات پر پابندی لگنا۔ (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲ کے جزب کے جز ۲ کا جزج)

دائن کا دیوالیہ کے پاس اپنا مال بعینہ پالینا۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۶ کا جزد)

فیل (ہاتھی)

ہاتھی کا گوشت کھانے کا عدم جواز۔ (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جزج)

حرف القاف

قاضی (قاضی)

قاضی اس شخص کو کہتے ہیں جسے حکومت لوگوں کے مقدمات نمٹانے کے لیے مقرر کرے۔(دیکھئے مادہ قضاء نمبر۲)

قبر (قبر)

۱۔ تعریف: قبر اس گڑھے کو کہتے ہیں جس کے اندر انسانی میت کو دفن کیا جاتا ہے۔

۲۔ قبر کی کیفیت:

اَ۔ قبر کو گہرا کرنا: حسن بصری قبر کو اس قدر گہرا کرنا مستحب سمجھتے تھے کہ وہ گورکن کے سینے تک پہنچ جائے۔[1]

ب۔ قبر کی لپائی: آپ قبر کو لیپنے[2] اور اس پر سفیدی پھیرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے نیز بلاضرورت قبر کی کھدی ہوئی مٹی پر باہر سے مٹی لا کر ڈالنے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے۔[3] ابن قدامہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے قبر کی لپائی کی رخصت دی ہے۔[4] اور اس کے لیے کوئی قید نہیں لگائی ہے۔ شاید اس اباحت کی گنجائش اس صورت میں ہے جب یہ خوف ہو کہ قبر کی مٹی میت پر ڈھیر ہو جائے گی۔

ج۔ قبر کا مٹ جانا: آپ قبر کی تربیع یعنی اسے بلند کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔[5] اس لیے کہ بہترین قبریں وہ ہیں جو مٹ جائیں۔ اسی طرح آپ مزار پر لوح اور تختی لگانے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے۔[6] جس پر میت کا نام اور اس کے لیے دعا وغیرہ کندہ ہو۔

د۔ قبر میں میت کی تدفین اور اس پر مٹی ڈالنا: (دیکھئے مادہ موت نمبر ۸)

ھ۔ قبر پر بیٹھنا اور اس پر چلنا: حسن بصری قبر پر بیٹھنے اور اس پر چلنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔[7]

و۔ قبر پر چھڑکاؤ کرنا: آپ قبر پر پانی کے چھڑکاؤ کی رخصت دیتے تھے اور فرماتے کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[8] تاکہ قبر کی مٹی جمی رہے اور میت کے لیے بھی یہ نیک فال ہو۔

ز۔ قبروں کے درمیان جوتوں سمیت گزر جانا جائز ہے۔ حسن بصری اسی طرح کرتے تھے۔[9]

ح۔ قبروں کے درمیان نماز کی ادائیگی۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۴ کے جزاُ کا جز۳)

ط۔ کفن چور کا قطع ید۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر۲ کا جزج اور نمبر۴ کا جزج)

قبض (قبضے میں لینا)

۱۔ تعریف: قبضہ کسی چیز پر اس طرح ہاتھ رکھنے کو کہتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں مذکورہ چیز میں تصرف کا پور

اختیار حاصل ہو جائے۔

۲۔ قبضے کی قسمیں: جو چیزیں قبضے میں لی جاتی ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں۔ منقولہ اور غیر منقولہ۔ منقولہ اموال پر قبضہ ہاتھ کے ذریعے ہوگا یا بائع کی طرف سے مذکورہ چیز چھوڑ دینے اور مشتری کے لیے قبضے کی گنجائش پیدا کر دینے کے ذریعے ہوگا۔ ایک مال کے منقولہ ہونے کی کیا شرط ہے؟ اس بارے میں حسن بصری سے کوئی روایت منقول نہیں ہے۔

غیر منقولہ اموال مثلاً مکانات اور لگے ہوئے درخت وغیرہ پر قبضہ بائع کی طرف سے ان سے ہاتھ یعنی قبضہ اٹھا لینے اور مشتری کے لیے ان پر قبضے کی گنجائش پیدا کر دینے کے ذریعہ ہوگا۔ ابن قدامہ نے حسن بصری سے یہ بات نقل کی ہے کہ پھلوں کے خریدار کے لیے جائز ہے کہ وہ ان پھلوں کو درختوں پر لگے رہنے کی حالت میں آگے فروخت کر دے۔ (۱۰)

۳۔ ایسے عقود جن کی صحت کے لیے قبضہ شرط ہے۔ حسن بصری کی رائے تھی کہ درج ذیل عقود کی صحت کے لیے قبضہ شرط ہے۔

اُ۔ عقد صرف (سونے چاندی کی بیع) میں طرفین یعنی بائع اور مشتری کی طرف سے مبیع اور ثمن پر قبضہ شرط ہے۔ بیع صرف کی طرح ان اموال کی بیع ہے جن کے اندر ربوا (سود) کا پہلو ہوتا ہے۔ انہیں اموال ربویہ کہا جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ ربا) اگر یہ اموال اپنی ہم جنس اموال کے بدلے فروخت ہوں تو اس عقد کی صحت کے لیے تقابض کی شرط ہوگی۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جزء ھ)

ب۔ مضاربہ: عقد مضاربہ صرف اس صورت میں درست ہوگا جب راس المال قبضے میں لے لیا گیا ہو۔ (دیکھئے مادہ شرکۃ نمبر ۳ کے جزج کے جزا کا جزب)

ج۔ سلم: عقد سلم صرف اس صورت میں درست ہوگا جب ثمن کی فی الفور ادائیگی کی گئی ہو اور وہ بائع کے قبضے میں چلا گیا ہو۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۱ کے جزاُ کا جزا)

۴۔ ایسے عقود جن کے لزوم کے لیے قبضہ شرط ہے: تمام تبرعات کے لزوم کے لیے قبضہ شرط ہے مثلاً ہبہ۔ البتہ اگر شوہر اپنی بیوی کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اس کے لزوم کے لیے قبضہ کی کوئی شرط نہیں ہوگی۔ یونس نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر شوہر اپنی بیوی کو کوئی چیز ہبہ کر دے تو یہ ہبہ درست ہوگا خواہ بیوی اس پر قبضہ نہ بھی کرے۔" (۱۱) (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۳ کا جزب)

عقود تبرع کے اس قاعدے سے وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں جو تقرب الٰہی پر مبنی ہوتی ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ اور صدقات۔ اگر انہیں الگ کر دیا جائے تو ان کا لزوم ہو جاتا ہے اور لزوم کے لیے قبضہ ضروری نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۴ کا جزد) رہن کے لزوم کے لیے قبضہ شرط ہے۔ اس لیے کہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۸۳ میں ارشاد باری ہے۔ (فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ۔ قبضے میں لیا ہوا رہن۔)

۵۔ قبضے کا مقام:

دین کو اس کے قبضے کے مقام کے سوا کسی اور مقام پر قبضے میں لینا۔(دیکھئے مادہ سفتجۃ)

۶۔ قبضے کے اثرات:

¤ مشتری جب تک مبیع اپنے قبضے میں نہ کر لے، اس وقت تک اس کا تاوان بائع کے مال میں ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزم)

¤ ایک چیز کو قبضے میں لینے سے اس کی فروخت کی ممانعت۔(دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جزھ کا جز۱)

¤ بیع سلم کے اندر مسلم فیہ (مبیع) کو بائع کے کسی اور مال سے بدل لینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ اسے اپنے قبضے میں نہ لے لے۔(دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کے جز ا کے جز ۲ کا جزھ)

¤ اگر دائن دین کو مضاربہ کا راس المال بنانا چاہے تو اس کے لیے شرط ہے کہ پہلے وہ اسے مدیون سے اپنے قبضے میں کرے اور پھر اسے مدیون کے حوالے کرے۔(دیکھئے مادہ شرکۃ نمبر ۳ کا جزب اور جزج)

¤ قبضے میں آتے ہی مرہون ضمان کے تحت آجاتا ہے۔(دیکھئے مادہ رھن نمبر ۴)

¤ بدل خلع قبضے میں لے لینا خلع ہے خواہ شوہر زبان سے خلع کا لفظ نہ بھی نکالے۔(دیکھئے مادہ خلع نمبر ۷)

قبلۃ (قبلہ)

۱۔ تعریف: کعبہ شریف کی جہت کو قبلہ کہتے ہیں۔

۲۔ قبلہ کے احکام:

¤ نماز کے اندر نیز سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ کے اندر قبلہ رخ ہونا واجب ہے۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کا جز د نیز نمبر ۱۰ کے جزب کا جز ۲) (مادہ سجود التلاوۃ نمبر ۵)

¤ اذان کے اندر قبلہ رخ ہونا۔(دیکھئے مادہ اذان نمبر ۷)

¤ مسجد کے اندر خطبہ سننے والا قبلہ رخ بیٹھے۔(دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۴ کا جزب)

¤ میدان عرفات میں قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی جائے۔(دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جزج)

¤ ذبح کرتے وقت جانور کو قبلہ رخ لٹانا۔(دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۶ کا جزب)

¤ میت کو قبلہ رخ دفن کیا جائے۔(دیکھئے مادہ موت نمبر ۸ کا جزھ)

¤ اگر نمازی کی پشت قبلے کی طرف ہو گئی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جزب کے جز ا کا جزب)

¤ سلام پھیرنے کے بعد قبلے کی طرف پشت کر لینے پر یاد آنے والا سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے۔(دیکھئے مادہ سجود السھو نمبر ۴ کا جز ا)

قبلۃ (بوسہ لینا)

کسی چیز پر اپنے لب رکھ کر اسے چوم لینا قبلہ کہلاتا ہے۔(دیکھئے مادہ تقبیل)

قتل (قتل کرنا)

جان نکال لینے کو قتل کہتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ، مادہ ذبح اور مادہ صید)
جنگی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔ (دیکھئے مادہ اسر نمبر ۲)
جنگ کے اندر کن لوگوں کو قتل کرنا جائز نہیں؟ (دیکھئے مادہ جہاد)

قذف (بدکاری کی تہمت لگانا)

۱۔ تعریف: صراحتہً یا ضمناً زنا کاری کے ساتھ مختص تہمت کو قذف کہتے ہیں۔

۲۔ قذف کے الفاظ: حسن بصریؒ کی رائے تھی کہ حد قذف صرف اس صورت میں واجب ہوگی جب قذف کے الفاظ میں درج ذیل امور موجود ہوں گے۔

اَ۔ زنا کاری کی تہمت: آپ فرماتے: ''جب تک ایک شخص کسی کو: ''اے زانی'' یا: ''اے بدکار عورت کے بیٹے'' کہہ کر نہیں پکارے گا، اس وقت تک اس پر حد قذف واجب نہیں ہوگی۔''(۱۲) اگر کوئی شخص کسی کو یہ کہہ کر پکارے کہ: ''اے دو بدکاروں کے بیٹے'' تو اسے دو حدیں لگیں گی کیونکہ اس نے دو افراد کو قذف کیا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر کوئی کسی کو: ''اے دو بدکاروں کے بیٹے'' کہہ کر پکارے تو اس پر دو حدیں جاری ہوں گی۔''(۱۳) اگر عورت کسی مرد سے کہے کہ: ''میں نے تمہارے ساتھ بدکاری کی ہے'' تو اس پر دو حد جاری ہوگی۔ ایک حد قذف کیونکہ اس نے مذکورہ مرد کو قذف کیا تھا اور دوسری حد زنا کیونکہ اس نے اپنے بارے میں زنا کاری کا اقرار کیا تھا۔ حماد بن ابی سلمہ نے ابو مرہ سے انہوں نے حسن بصریؒ سے اس آزاد عورت کے بارے میں قول نقل کیا ہے جو کسی سے کہے: ''میں نے تمہارے ساتھ بدکاری کی ہے'' کہ اس پر کوڑوں کی دو حدیں جاری ہوں گی۔(۱۴) اگر ایک عورت کسی مرد سے لپٹ جائے اور کہے کہ اس نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے تو اس سے متعلق حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اس نے ایک مسلمان مرد کو قذف کیا ہے۔ اسے حد لگے گی۔(۱۵) آپ کے اس جواب سے ابراہیم نخعی کو بڑا تعجب ہوا تھا۔ انہوں نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''مذکورہ عورت تو ایک حق کی طلب گار ہے۔ اس پر حد جاری کرنے کا قول کس طرح کیا جا سکتا ہے۔''(۱۶) (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جز ا) اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے کہ: ''میں نے تمہیں دوشیزہ نہیں پایا'' تو یہ قول قذف شمار نہیں ہوگا اور اس میں حد لازم نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ دوشیزگی یعنی پردۂ بکارت تو کنواری لڑکیوں کے کھیل کود اور انگلیوں سے اندام نہانی کو چھیڑنے کی بنا پر نیز تیز حیض کی وجہ سے ختم ہو سکتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تمہیں دوشیزہ نہیں پایا تو اس پر کوئی حد لازم نہیں ہوگی۔ پردۂ بکارت تو حیض کی وجہ سے نیز چھلانگ لگانے کی بنا پر بھی زائل ہو سکتا ہے۔''(۱۷)

ب۔ نسب کی نفی: اگر ایک شخص کے باپ سے اس کے نسب کی نفی کر دی جائے تو یہ بات اس کی ماں پر زنا کاری کی ضمنی تہمت کے مترادف ہوگی۔ بنا بریں نسب کی نفی کو قذف شمار کیا گیا ہے اور اس میں حد واجب کر دی گئی

ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر کسی شخص کے باپ سے اس کے نسب کی نفی کی جائے تو حد میں کوڑے لگائے جائیں گے۔''(۱۸)

ج۔ لواطت: اگر ایک شخص کسی کو: ''یا لوطی'' (او ہم جنسیت کے مرتکب) کہہ کر پکارے تو اس کے حکم کے متعلق حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ذریعے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی کسی کو: ''یا لوطی'' کہے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔''(۱۹) ابن حزم نے ابو ہلال سے اور انہوں نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو: ''یا لوطی'' کہہ کر پکارے تو اس پر حد قذف جاری ہوگی۔''(۲۰) ان دونوں روایتوں میں یہ کہہ کر تطبیق ممکن ہے کہ اگر کوئی کسی کو یہ فقرہ کہہ کر لواطت یعنی ہم جنسیت مراد لے تو وہ قاذف شمار ہوگا اور اس پر حد جاری ہوگی۔(۲۱) اور اگر یہ فقرہ کہہ کر خاموش ہو جائے اور اس کی تفسیر یہ بیان کرے کہ: ''میں نے یہ مراد لی تھی کہ اس کا دین حضرت لوط علیہ السلام کا دین ہے'' تو اس صورت میں وہ قاذف شمار نہیں ہوگا اور اس پر حد قذف جاری نہیں ہوگی۔(۲۲)

۳۔ قذف کرنے والا (قاذف): جب تک ایک شخص کے اندر درج ذیل شرطیں نہیں پائی جائیں گی، اس وقت تک اس پر حد قذف جاری نہیں ہوگی۔

ا۔ وہ مکلّف یعنی عاقل و بالغ ہو۔

ب۔ اسی سے قذف کا صدور ہوا ہو، کسی دوسرے سے نہیں: اگر ایک شخص کسی کو یہ بتائے کہ فلاں شخص تمہارے بارے میں کہتا ہے کہ تم زانی ہو تو اس صورت میں خبر دینے والا یہ شخص قاذف شمار نہیں ہوگا اور اس پر حد قذف جاری نہیں ہوگی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کہے کہ فلاں شخص کہتا ہے یا اس نے مجھے بتایا ہے کہ تم زانی ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی کیونکہ اس نے قذف کی اضافت کسی اور کی طرف کی ہے۔''(۲۳)

ج۔ قاذف قذف شدہ عورت کا خاوند نہ ہو: کیونکہ خاوند ہونے کی صورت میں لعان واجب ہوگا۔ (دیکھئے مادہ لعان) اور حد واجب نہیں ہوگی۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ غیر مدخول بہا بیوی کو قذف کرنا: قذف کرنے والے شوہر پر لعان کے احکام کے انطباق کے لیے مقذوفہ بیوی کے ساتھ شب باشی یعنی دخول شرط نہیں ہے بلکہ اگر شب باشی یعنی تعلق زن و شو قائم ہونے سے پہلے وہ اپنی بیوی کو قذف کر دے تو اسے قاذف شمار کیا جائے گا اور اس پر لعان واجب ہو جائے گا۔ البتہ ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ لعان کی وجہ سے زوجین میں علیحدگی کی اس صورت کے اندر مرد پر پورا مہر واجب ہوگا یا نصف مہر؟ اس بارے میں ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کے ساتھ شب باشی سے پہلے ہی اسے قذف کر دے تو وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا اور عورت کو نصف مہر مل جائے گا۔''(۲۴) یہی بات درست ہے۔ ابن قدامہ نے آپ سے نقل کیا ہے کہ اسے پورا مہر ملے گا اس لیے کہ شوہر علیحدگی کا سبب بنا تھا۔(۲۵)

۲۔ اجنبی عورت کو قذف کر کے پھر اس کے ساتھ نکاح کر لینا: اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت کو قذف کرے اور پھر بعد میں اس کے ساتھ نکاح کر لے تو اس پر حد جاری ہوگی اور وہ لعان بھی کرے گا اس لیے کہ حد اس وقت واجب ہوئی تھی جب وہ عورت اس کے لیے اجنبی تھی۔ (۲۶)

۳۔ اپنی بیوی کو نکاح سے پہلے کے زمانے کی نسبت سے قذف کرنا: اس کے حکم کے بارے میں حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس پر لعان لازم ہو جائے گا کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو قذف کیا تھا۔ (۲۷) اس لیے وہ سورۂ نور آیت نمبر ۶ اور ۷ میں مذکورہ ارشاد باری کے عموم میں داخل ہو جائے گا۔ ان آیتوں کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا دیگر گواہ نہ ہوں تو ان میں سے کسی کی گواہی یہ ہوگی کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ یہ گواہی دے کہ وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ گواہی دے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے۔) حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تمہارے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے تمہیں زنا کرتے ہوئے دیکھا تھا تو وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا۔'' (۲۸) دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میرا تمہارے ساتھ نکاح ہونے سے پہلے تم نے زنا کیا تھا تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی اور نہ لعان ہوگا کیونکہ اس نے یہ بات اس وقت کہی جب عورت اس کی زوجیت میں تھی۔'' (۲۹)

۴۔ اپنی بیوی کو قذف کرنے کے بعد اسے طلاق دے دینا: اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرے اور پھر اسے تین طلاق دیدے تو اس پر لعان واجب ہو جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرے اور پھر اسے تین طلاق دیدے تو اس پر وہ بات لازم کر دی جائے گی جس سے اس نے فرار اختیار کیا تھا یعنی وہ اس سے لعان کرے گا خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔'' (۳۰) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز ط)

۵۔ مطلقہ کو قذف کرنا: حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے اور پھر عدت کے اندر اسے قذف کرے تو اس صورت میں اگر بیوی حاملہ ہوگی تو وہ اس سے لعان کرے گا اور اگر حاملہ نہ ہو تو اسے حد میں کوڑے لگیں گے۔'' (۳۱) (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جز ھ کا جز ۱۲) نیز (مادہ حمل نمبر ۴ کے جز ب کا جز ا)

۶۔ قاذف کی موت: اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرے اور پھر لعان کرنے سے پہلے وفات پا جائے تو دونوں کا نکاح باقی رہے گا اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرے اور لعان سے پہلے ان میں سے کوئی ایک وفات پا جائے تو دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور زندہ رہ جانے والے فریق سے کوئی سوال نہیں ہوگا۔'' (۳۲)

۷۔ قاذف کا اپنے آپ کو جھٹلا دینا: اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرے اور پھر اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے تو وہ یہ بات یا تو لعان سے پہلے کرے گا یا لعان کے بعد۔ پہلی صورت میں اسے حد میں کوڑے لگائے جائیں گے

اور عورت اس کی بیوی رہے گی اور اگر دوسری صورت ہو تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔ (۳۳)

د۔ غلام کا کسی آزاد کو قذف کرنا: حد قذف جاری ہونے کے لیے قاذف کا آزاد ہونا شرط نہیں ہے۔ بنا بریں اگر کوئی غلام کسی آزاد کو قذف کرے تو اسے حد قذف لگے گی۔ البتہ غلام ہونے کی وجہ سے اسے چالیس کوڑے لگیں گے۔" (۳۴)

ھ۔ کافر کا مسلمان کو قذف کرنا: حد قذف جاری ہونے کے لیے قاذف کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: "اگر ذمی کسی مسلمان کو قذف کرے تو اسے اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔" (۳۵)

۴۔ وہ شخص جسے قذف کیا جائے یعنی مقذوف:

أ۔ قاذف پر حد قذف جاری ہونے کے لیے مقذوف کا محصن ہونا شرط ہے۔ (دیکھئے مادہ احصان نمبر ۲ کا جزب) نیز (مادہ لعان نمبر ۵ کا جزج)

ب۔ مقذوف پر قذف کی تکرار: اگر کوئی شخص کسی کو قذف کرے اور پھر حد قذف جاری ہونے سے پہلے اسے دوبارہ قذف کرے تو اس پر صرف ایک حد قذف جاری ہوگی۔ اگر حد قذف جاری ہونے کے بعد وہ اسے دوبارہ قذف کرے تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ اگر اس کا دوسرا قذف بھی بعینہ پہلا قذف تھا یعنی بعینہ پہلی تہمت تھی تو اس پر دوبارہ حد قذف جاری نہیں ہوگی اور اگر دوسرا قذف نیا قذف ہو تو اس پر نئی حد قذف جاری ہوگی۔ حسن بصری نے فرمایا: "اگر کوئی شخص قذف کرے تو اس پر حد قذف جاری ہوگی۔ اگر وہ دوبارہ اسے قذف کرے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی الا یہ کہ وہ اسے کوئی نیا قذف کرے۔" (۳۶)

ج۔ ایک گروہ کو قذف کرنا: اگر ایک شخص کسی گروہ کو ایک لفظ کے ساتھ قذف کرے مثلاً ان سے کہے: "اے زنا کارو" تو اس پر صرف ایک حد جاری ہوگی۔ اگر وہ انہیں الگ الگ قذف کرے خواہ لفظ یکساں ہو مثلاً کہے: "اے زنا کاروں کے بیٹے" تو اس پر ہر ایک کے بدلے ایک ایک حد جاری ہوگی۔ حسن بصری نے فرمایا: "اگر کوئی شخص پورے گروہ کو قذف کرے تو اس پر ایک حد جاری ہوگی اور اگر الگ الگ قذف کرے تو ہر ایک کے بدلے اس پر ایک ایک حد جاری ہوگی۔" (۳۷) نیز فرمایا: "اگر کوئی کسی سے کہے کہ: "اے دو زنا کاروں کے بیٹے" تو اس پر دو حد جاری ہوگی۔" (۳۸)

د۔ مقذوف کی موت: اگر حد جاری ہونے سے پہلے مقذوف وفات پا جائے تو حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ اس میں یہ احتمال ہوگا کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو شاید قاذف کی تصدیق کر دیتا۔ حسن بصری نے فرمایا: "اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرے اور پھر لعان سے پہلے بیوی وفات پا جائے تو دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور شوہر سے کوئی سوال نہیں ہوگا۔" (۳۹)

۵۔ قذف کی سزا: اگر کوئی شخص کسی کو قذف کرے اور حد جاری ہونے کی شرطیں موجود ہوں تو اس کی حد درج ذیل طریقے سے جاری ہوگی۔

أ۔ کوڑے لگنا:

۱۔ آزاد قاذف کو اسی کوڑے لگیں گے۔ سورۂ نور آیت نمبر ۴ میں اللہ نے اس بارے میں نص کر دیا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:
(جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ پیش نہ کریں، انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔) خواہ قاذف مسلمان ہو یا کافر۔ حسن بصری نے فرمایا: ''ذمی اگر مسلمان کو قذف کرے تو اسے اسی کوڑے لگائے جائیں۔''(۴۰)

۲۔ غلام قاذف کو چالیس کوڑے لگیں گے کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۲۵ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:
(اگر لونڈیاں بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان پر خاندانی خواتین (آزاد عورتوں) کو ملنے والی سزا کا نصف عائد ہوگا) حسن بصری نے فرمایا: ''اگر غلام آزاد کو قذف کرے تو اسے چالیس کوڑے مارے جائیں گے۔'' (۴۱)

۳۔ حد قذف میں ضرب کی شدت۔ (دیکھئے مادہ جلد نمبر ۳)

ب۔ قاذف کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ تائب کیوں نہ ہو جائے۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کے جزب کا جز ۳)

ج۔ حد قذف کو ساقط کر دینے والی بات: اگر چار گواہ زناکاری کی گواہی دیں لیکن کسی وجہ سے ان کی گواہی رد کر دی جائے تو ان سے حد قذف ساقط ہو جائے گی۔ (۴۲) حسن بصری نے فرمایا: ''اگر چار افراد کسی شخص کے خلاف زناکاری کی گواہی دیں لیکن ان کی تعدیل نہ ہو تو ان سے حد قذف ٹل جائے گی۔'' (۴۳)

د۔ مقذف کا قاذف کو معاف کر دینا: حسن بصری کی رائے تھی کہ اگر قذف کا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش ہو جائے اور پھر مقذوف قاذف کو معاف کر دے تو یہ معافی قابل قبول نہیں ہوگی اس لیے کہ حدود حق اللہ ہیں اور اللہ کا حق ساقط کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری اور ابن سیرینؒ سے پوچھا کہ اگر ایک شخص کسی پر تہمت لگائے اور وہ اسے معاف کر دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ حسن بصری نے جواب میں فرمایا: ''معافی نہیں ہوگی'' اور ابن سیرینؒ نے کہا: ''مجھے نہیں معلوم۔'' (۴۴)

ھ۔ مقذوف کی موت: اگر مقذوف وفات پا جائے تو حد قذف ساقط ہو جائے گی۔ یہ بات (مادہ قذف نمبر ۴ کے جزد) میں گزر چکی ہے۔

قرءٌ (حیض)

حیض کو قرء کہتے ہیں۔ (۴۵) (دیکھئے مادہ حیض)
عدت طلاق کا حساب اقراء (جمع قرء) کے ذریعے ہوگا۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جزج کا جز ۲)

قرآن (قرآن مجید)

۱۔ تعریف: قرآن اللہ کا وہ معجز کلام ہے جو محمد ﷺ پر بذریعہ وحی نازل ہوا جو سینوں میں محفوظ اور مصاحف میں

مکتوب ہے اور جس کی تلاوت عبادت ہے۔

۲۔ قرآن کی تلاوت:

أ۔ جنبی اور حائضہ کی تلاوت: جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن کی تلاوت جائز نہیں ہے۔ نفاس والی عورت بھی حائضہ کے حکم میں ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''نہ تو حائضہ قرآن کی کوئی تلاوت کرے گی اور نہ جنبی'' (۴۶) (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جز ھ) نیز (مادہ حیض نمبر ۵ کا جز ب)

ب۔ حمام کے اندر قرآن کی تلاوت مکروہ ہے (۴۷) کیونکہ یہ جگہ گندی ہوتی ہے اور قرآن کو اس سے منزہ رکھنا واجب ہے۔ (دیکھئے مادہ حمام نمبر ۲ کا جز ب)

ج۔ طواف کے دوران تلاوت مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱ کا جز ھ)

د۔ اوراد مکروہ ہے یعنی قرآن کے اجزا بنا کر ہر روز ایک جز کی تلاوت کی جائے اور اس کے سوا کوئی اور تلاوت نہ کی جائے۔ (۴۸) بلکہ ایک شخص کے لیے تلاوت کی جتنی گنجائش ہو، وہ اتنی تلاوت کرے۔

ھ۔ یہ بات بھی مکروہ ہے کہ ایک شخص پوری سورت تلاوت کر کے اسے ختم کر لے اور پھر اگلی سورت کی ابتدا تلاوت کر کے تلاوت ختم کر دے بلکہ اس پر لازم ہے کہ اگر سورت طویل یا قصیر ہو تو اسے ختم کر کے تلاوت بند کر دے یا اگر سورت طویل ہو تو وسط سورت پر تلاوت ختم کر دے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ ایک شخص دو سورتیں اس طرح پڑھے کہ ایک سورت ختم کر کے دوسری سورت شروع کر لے۔ (۴۹)

و۔ قرآن کی تلاوت میں گویوں کی طرح آواز کا زیر و بم مکروہ ہے۔: ''طبقات ابن سعد'' میں مذکور ہے کہ حسن بصری قرآن کی تلاوت میں آواز کے اس زیر و بم کو مکروہ تصور کرتے تھے۔ (۵۰)

ز۔ اسی طرح اتنی اونچی آواز سے قرآن کی تلاوت مکروہ ہے کہ دوسرے کے کانوں تک یہ آواز پہنچ جائے بلکہ اخفاء افضل ہے اس لیے کہ نفلی عبادتوں میں اسراء یعنی اخفا جہر سے افضل ہوتا ہے۔ حسن بصری نے قیس بن عبادؒ سے روایت کی ہے کہ حضورﷺ کے صحابہ کرامؓ تین موقعوں پر آواز پست رکھنا پسند کرتے تھے قتال کے وقت، قرآن کی تلاوت کے وقت اور جنازوں کے موقعوں پر۔ (۵۱)

ح۔ قرآن کی تلاوت اس کی سماعت سے افضل ہے کیونکہ حسن بصری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قرآن کی ایک آیت سنے گا، اس کے لیے ایک نیکی کئی گنا کر کے لکھی جائے گی اور جو شخص قرآن کی ایک آیت تلاوت کرے گا، یہ آیت قیامت کے دن اس کے لیے نور بن جائے گی۔'' (۵۲)

ط۔ نماز کے اندر اور نماز سے باہر قرآن کی تلاوت کی سماعت۔ (دیکھئے مادہ استماع نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جز ج کے جز ۳ کا جز ط) نماز کے اندر قرآن کی قراءت کے دوران دعا مانگنا۔ (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۶ کا جز أ)

۳۔ قرآن کو ہاتھ لگانا:

اَ۔ جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔(دیکھئے مادہ جنابۃ جزھ) نیز (مادہ حیض نمبر۵ کا جزب)

ب۔ حسن بصری نے بے وضو شخص کو قرآن اٹھانے اور اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کی رخصت دی ہے۔آپ نے فرمایا:''اگر بے وضو شخص مصحف ہاتھ میں لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۵۳) اسی طرح بے وضو شخص ان دراہم کو بھی ہاتھ لگا سکتا ہے جن پر قرآن آیات لکھی ہوں (۵۴) کیونکہ لوگوں کے اندر یہی رواج ہے نیز اس کی مجبوری بھی ہے۔اس کے سوا دیگر صورتیں جائز نہیں ہیں۔(۵۵)

۴۔ دیگر احکام:

اَ۔ قرآن میں آیات سجدہ اور ان کی تلاوت یا سماعت پر واجب ہونے والی بات۔(دیکھئے مادہ سجود التلاوۃ نمبر ۱)

ب۔ قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنا مشروع ہے لیکن یہ بات مکروہ ہے کہ دم کرنے کے ساتھ دم کرنے والا اپنا تھوک بھی متعلقہ شخص پر پھونکے۔(۵۶) قرآنی آیات کسی رقعہ پر لکھ کر تعویذ کے طور پر بچے کے گلے وغیرہ میں نظر بد سے بچانے کے لیے لٹکانا بھی مباح ہے تاہم تعویذ کے اندر قرآنی آیات کے ساتھ کوئی اور چیز لکھنا مکروہ ہے۔حسن بصری نے فرمایا:''لوگ (صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ) قرآنی آیات کے ساتھ کسی اور چیز کی تعلیق کو مکروہ سمجھتے تھے۔''(۵۷)

ج۔ قرآن کی تعلیم دینے اور قرآن لکھنے کی اجرت لینا: حسن بصری قرآن کی تعلیم دینے پر بلا شرط اجرت لینے کو مباح سمجھتے تھے۔اگر معلم کو اس کا متعلم یا متعلم کا ولی کوئی چیز دے تو اسے لے لینا معلم کے لیے جائز ہوگا۔(۵۸)(دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جز اُ کے جز۳ کا جزب) قرآن لکھنے کی اجرت لینا بھی آپ کے نزدیک جائز ہے۔(۵۹)(دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جز اُ کا جز۲)

د۔ مصاحف کی بیع کا جواز۔(دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کے جز اُ کا جز۱)

ھ۔ اگر زوجین کے درمیان گھر کے سامان کے بارے میں جھگڑا ہو جائے تو بیوی کو شوہر کا مصحف لینے کا استحقاق نہیں ہوگا۔(دیکھئے مادہ قضا نمبر۵ کا جز واؤ)

و۔ مصحف میں نقطے لگانا: حسن بصری اس امر کو مکروہ سمجھتے تھے کہ قرآن میں نقطے اور اعراب وغیرہ جیسی چیزوں کا اضافہ کیا جائے۔آپ اس بات کو افضل سمجھتے تھے کہ قرآن کو اسی طرح رہنے دیا جائے جس طرح اسے امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے لکھوایا تھا نیز متعلم پر یہ لازم ہے کہ وہ اسی طریقے کی کتابت کی قرات سیکھے۔ شعبہ اور ابو رجاء محمد بن سیف نے کہا ہے کہ ہم نے حسن بصری سے قرآن کے نقطوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:''اس میں کوئی حرج نہیں۔کیا تمہیں حضرت عمرؓ کے تحریری حکم کی خبر نہیں ملی کہ:''عربی زبان

سیکھو اچھی طرح عبادت کرنا سیکھو اور دین میں فقاہت یعنی سمجھ پیدا کرو۔'' (۶۰) حسن بصری کے قول میں: ''کوئی حرج نہیں'' کے الفاظ سے مراد یہ ہے کہ نقطے نہ لگانا اولیٰ ہے۔

ز۔ قرآن کی قسم کھانا: حسن بصری کی رائے تھی کہ قرآن کی قسم کھانے سے قسم پڑ جاتی ہے یعنی یہ یمین منعقدہ ہے۔ (۶۱) اور اس قسم کے توڑنے پر کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ آپ کی رائے تھی کہ جو شخص قرآن کی کسی سورت کی قسم کھائے یا حق قران کی قسم اٹھائے تو اس پر ہر آیت کے بدلے ایک کفارہ لازم ہوگا۔ (۶۲) آپ نے فرمایا: ''جو شخص قرآن کی کسی سورت کی قسم اٹھائے تو اس پر اس سورت کی ہر آیت کے بالمقابل ایک قسم لازم ہوگی۔'' (۶۳)

ح۔ قرآن پر عمل: حسن بصری کی رائے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن اس لیے نازل کیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ عمل کے بغیر صرف تلاوت کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ فرماتے: ''تم سے پہلے لوگ یعنی صحابہ کرامؓ قرآن کو تمہارے رب کا پیغام سمجھتے تھے۔ وہ رات کے وقت اس پر تدبر اور غور وفکر کرتے اور دن کے وقت اسے نافذ کرتے۔'' (۶۴) نیز فرماتے: ''اس قرآن کو بچوں اور غلاموں نے بھی پڑھا ہے جنہیں اس کے معانی کا کچھ علم نہیں اور نہ انہوں نے معانی کے اعتبار سے عمل کی راہ اختیار کی حالانکہ ارشاد باری ہے (کِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْکَ لِيَدَّبَّرُوْا آيَاتِهِ۔ ہم نے ایک کتاب آپ پر نازل کی تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور وفکر کریں۔) قرآن کی آیات پر تدبر کی صورت صرف یہ ہے کہ علم کے ساتھ اس کی پیروی کی جائے۔ خدا کی قسم! یہ کوئی تدبر اور اتباع نہیں کہ قرآن کے حروف کو حفظ کر لیا جائے اور اس کے حدود کو ضائع کیا جائے اور تم میں سے کوئی شخص یہ کہے کہ: ''بخدا! میں نے سارا قرآن پڑھ لیا ہے اور اس کا ایک حرف بھی نہیں چھوڑا ہے۔'' حالانکہ اس نے سارا قرآن چھوڑ دیا ہے اور اس کے کردار میں قرآن کا نہ تو کوئی خلق نظر آئے گا اور نہ کوئی عمل۔ اسی طرح تم میں سے کوئی شخص یہ کہے کہ: ''بخدا! میں ایک سانس میں پوری سورت پڑھ لیتا ہوں۔'' خدا کی قسم! ایسے لوگ نہ تو قاری ہیں نہ عالم نہ حکیم (سمجھ دار) اور نہ پرہیز گار۔ قاری لوگ ایسی بات کب کہتے تھے؟ خدا مسلمانوں کے اندر ان جیسے لوگوں کی کثرت نہ کرے۔'' (۶۵)

قرابۃ (قرابت داری)

۱۔ تعریف: نسب، رضاعت، نکاح یا ولاء کی بنا پر ایک شخص کی دوسرے شخص سے قربت کو قرابت داری کہتے ہیں۔

۲۔ قرابت داری کی اقسام: اس کی دو قسمیں ہیں۔ محارم اور غیر محارم۔

محارم کی دو قسمیں ہیں۔ رحم یعنی نسبی قرابت داری مثلاً بہن اور بیٹی وغیرہ۔ غیر رحم مثلاً ساس، رضاعی بہن۔ غیر محارم کی بھی دو قسمیں ہیں۔ رحم یعنی نسبی قرابت داری مثلاً چچا زاد بھائی اور غیر رحم مثلاً سالی نیز ولاء پر مبنی قرابت داری۔

۳۔ قرابت داری کے احکام:

أ۔ درج ذیل احکام کے اندر تمام اقسام کی قرابت داریاں مشترک ہیں۔

۱۔ انہیں زکوۃ دینے کے لیے زکوۃ کی رقم ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانے کا جواز۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۴ کا جز ز)

۲۔ پردہ کا وجوب۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۳ کے جز ب کا جز ا)

۳۔ وصیت کے اندر دوسروں پر انہیں مقدم رکھنا۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۲ کا جز أ نیز نمبر ۷ کا جز ز)

ب۔ اگر میت کا کوئی وارث موجود نہ ہو اور کسی کے ساتھ اس کی ولاء ہو تو اس قرابت داری کی وجہ سے وہ اس کا وارث بن جائے گا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کا جز ج)

ج۔ غیر محارم نسبی قرابت داری کے اندر درج بالا مشترک امور کے علاوہ درج ذیل زائد امور بھی موجود ہوتے ہیں۔

۱۔ ایسے قرابت داروں کے مابین توارث جاری ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل (مادہ ارث نمبر ۵ کے جز أ) میں مذکور ہے۔

۲۔ ان میں سے وارث ہونے والوں پر نفقہ کا وجوب۔ (دیکھئے مادہ نفقۃ نمبر ۴ کا جز ب)

۳۔ ان کے ساتھ صلہ رحمی کا وجوب اور قطع رحمی کی ممانعت۔

د۔ محارم نسبی قرابت داری کے اندر درج ذیل امور زائد طور پر موجود ہوتے ہیں۔

۱۔ ان کا آپس میں نکاح حرام ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز أ کا جز ا) نیز (مادہ زنا نمبر ۲ کے جز ج نیز د کا جز ا)

۲۔ ملکیت میں آنے کے ساتھ ہی ان کا آزاد ہو جانا۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷ کے جز ب کے جز ۴ کا جز أ)

۳۔ بیوی کو ان میں سے کسی کے ساتھ یا اس کے کسی عضو کے ساتھ تشبیہ دینے سے ظہار واقع ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ ظھار نمبر ۲)

۴۔ ضرورت پڑنے پر ان میں سے کوئی مردان میں کسی عورت کو یا کوئی عورت کسی مرد کو غسل دلا سکتی ہے۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۴)

۵۔ کسی محرم کے ساتھ بدکاری کا ارتکاب۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کے جز د کا جز ا)

۶۔ دو قرابت داری رکھنے والے رشتہ دار کی وراثت۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جز أ کا جز ۳)

فئ میں سے حضور ﷺ کے قرابت داروں کا حصہ۔ (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۶ کا جز أ)

قراض (مضاربہ) دیکھئے مادہ شرکۃ نمبر ۳ کا جز ج

قران (حج قران)

حج کے مہینوں میں حج اور عمرہ ایک ہی احرام سے ادا کر لینا قران کہلاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کا جز ج)

قرض (قرض) دیکھئے مادہ دین

قرعۃ (قرعہ اندازی کرنا)

۱۔ تعریف: فریقین میں سے ایک کے حصے کا پرچی وغیرہ کے ذریعے تعین قرعہ اندازی کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کی مشروعیت: حسن بصری کی رائے تھی کہ فریقین میں سے ایک فریق کے حصے کا تعین کرنے والے دلائل کی عدم موجودگی میں قرعہ اندازی کے ذریعے اس کی تعین مشروع ہے۔ مثلاً اگر شوہر اپنی بیویوں میں سے کسی کو طلاق دیدے اور اس کی تعین کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو جائے تو حسن بصری کے قول کے مطابق قرعہ اندازی کے ذریعے مطلقہ بیوی کو نکالا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز ک) نیز (مادہ ارث نمبر ۵ کے جز ب کا جز ٦) یا یہ کہ دلائل تو موجود ہوں لیکن یکساں درجے کے ہوں اور ترجیح ممکن نہ ہو۔ ایسی صورت کے اندر بھی قرعہ اندازی مشروع ہوگی۔ مثلاً مقدمے کے فریقین کسی ایسی چیز کے متعلق اپنا اپنا بینہ (گواہی) پیش کریں جو ان میں سے کسی کے قبضے میں نہ ہو۔ ایسی صورت میں دونوں میں سے زیادہ عادل بینہ قبول کیا جائے گا لیکن اگر عادل ہونے کے اعتبار سے دونوں یکساں ہوں تو پھر قرعہ اندازی کی جائے گی۔ (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ٦)

قرینۃ (قرینہ)

قرینہ اس امر کو کہتے ہیں جو مراد پر دلالت تو کرتا ہو لیکن اس کے متعلق صریح نہ ہو۔

قرائن کی بنیاد پر مقدمات کے فیصلے۔ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۵ کا جز واوٗ)

قسامۃ (قسامہ)

قسامہ ان قسموں کو کہتے ہیں جو اس صورت میں روبہ عمل لائی جاتی ہیں جب کسی محلے وغیرہ میں کوئی شخص مقتول حالت میں ملے اور محلہ داروں کے ملوث ہونے کا پہلو تو ہو لیکن قاتل معلوم نہ ہو۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۳ کے جز اُ کا جز ۱)

قسمۃ (قسم)

۱۔ تعریف: شائع یعنی مشترک حصص کی تعیین کو قسمۃ کہتے ہیں۔

۲۔ اس کام پر اجرت لینا: حسن بصری اس کام پر اجرت لینے کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے۔ (٦٦) (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز اُ کے جز ۳ کا جز ۱)

۳۔ میراث کی تقسیم کے موقعہ پر آنے والے فقراء کو بھی کچھ دینا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴)

۴۔ بیویوں کے درمیان شب باشی کی تقسیم:

اُ۔ اگر کسی کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان نفقہ اور شب باشی میں مساوات برقرار رکھنا اس پر

واجب ہوگا کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۳ میں ارشاد باری ہے۔اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:
(اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے تو عورتوں میں سے تمہیں جو اچھی لگیں، ان سے نکاح کرلو۔ دو دو، تین تین اور چار چار۔ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم (دو یا اس سے زائد بیویوں کے درمیان) عدل نہیں کر سکو گے تو ایک ہی کر دیا پھر وہ لونڈیاں جو تمہاری ملکیت میں ہوں، یہ بات اس امر سے قریب تر ہے کہ تمہارا میلان (ان میں سے صرف کسی ایک کی طرف نہ ہو جائے۔) حسن بصری نے اس آیت کے آخری فقرے (اَلَّا تَعُوْلُوْ) کی تفسیر میں فرمایا: ''تمہارا میلان نہ ہو جائے۔''(۶۷)

ب۔ شوہر اپنی مسلمان اور غیر مسلم دونوں بیویوں کے درمیان شب باشی کے اندر مساوات قائم رکھے گا۔ آپ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی مسلمان بیوی پر کتابی عورت بیاہ لائے، فرمایا: ''وہ شب باشی کے اندر دونوں کے درمیان مساوات قائم رکھے گا۔''(۶۸)

ج۔ اگر ایک شخص کا نکاح کسی دوشیزہ سے ہوا ہو اور پھر وہ کسی ثیبہ (مطلقہ یا بیوہ) سے نکاح کر لے تو پہلی دو راتیں اس کے لیے مخصوص کر دے گا اور پھر شب باشی کی مساوات پر عمل کرے گا۔ اگر اس کی زوجیت میں ثیبہ ہو اور پھر وہ کسی باکرہ سے نکاح کر لے تو تین راتیں اس کے لیے مخصوص کر دے گا اور پھر شب باشی کی مساوات پر عمل کرے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص ثیبہ پر باکرہ بیاہ لائے تو وہ تین راتیں اس کے پاس گزارے گا اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس دو راتیں گزارے گا۔''(۶۹)

د۔ اگر اس کی ایک بیوی آزاد اور دوسری لونڈی ہو تو آزاد بیوی کے لیے دو راتیں اور لونڈی بیوی کے لیے ایک رات کی باری مقرر کرے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر آزاد عورت اور لونڈی دونوں کسی کے عقد میں یکجا ہو جائیں تو وہ آزاد بیوی کے لیے دو دن اور لونڈی کے لیے ایک دن مخصوص کرے گا۔''(۷۰)

۵۔ لوگوں کے ذمہ واجب الاداد یون کی تقسیم۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۶ کا جزب)

قصاص (قصاص)

۱۔ تعریف: قصاص یہ ہے کہ فوج داری مجرم کے ساتھ وہی کچھ کیا جائے جو اس نے جرم کی زد میں آنے والے کے ساتھ کیا ہو۔

۲۔ کن جرائم کے اندر قصاص جاری ہوتا ہے؟: قصاص فعلی جرائم کے اندر جاری ہوتا ہے۔ قولی جرائم کے اندر نہیں۔ بنابریں قاذف کو قذف کرکے اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔(۷۱) (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز اُ)

قضاء (فیصلہ کرنا)

۱۔ تعریف: فریقوں کے درمیان مقدمات فیصلہ کرنے کو قضا کہتے ہیں۔

۲۔ حکومت پر قضا کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ قضاء کے اندر چونکہ فریقوں کے درمیان جھگڑوں کے فیصلے کیے جاتے ہیں اور قاضی فیصلہ سناتا ہے اور اس کے فیصلے سے مقدمے کا ایک فریق یقیناً خوش نہیں ہوتا۔ اس لیے

جھگڑوں کو فیصلوں تک پہنچانے اور انہیں آگے جاری رہنے سے روکنے کے لیے ضروری تھا کہ قاضی کے پاس رضامند نہ ہونے والے فریق کو فیصلے پر رضامند ہونے پر مجبور کرنے کے اختیارات بھی ہوتے۔ بنا بریں قضاء کی ذمہ داری حکومت پر عائد کر دی گئی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''چار باتیں سلطان (حکومت) کے ذمہ ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، حدود اور قضا'' (۷۲) (دیکھیے مادہ امارۃ نمبر ۲ کا جزد) نیز (مادہ حد نمبر ۸) نیز (مادہ زکاۃ نمبر ۷)

۳۔ فیصلوں کے مآخذ:

أ۔ مسلمان قاضی کے لیے جائز نہیں کہ وہ قرآن اور سنت سے نص یا اجتہاد کے تحت اخذ شدہ اسلامی شرعی احکام کے سوا کسی اور قانون کو بنیاد بنا کر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ جو قاضی بھی شرعی احکام کو چھوڑ کر کسی اور قانون پر فیصلہ صادر کرنے کو حلال سمجھے گا، وہ کافر اور مرتد قرار پائے گا۔ (۷۳) خواہ مقدمہ کے فریقین مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ کافروں کے لیے اصولی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنے مذہبی احکام کے مطابق اپنے جھگڑے طے کریں بشرطیکہ ان جھگڑوں کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اگر وہ اپنے جھگڑے مسلمان قاضی کے سامنے پیش کریں تو پھر اس کے لیے اسلامی احکام کے سوا کسی اور قانون کے تحت فیصلہ کرنا حلال نہیں ہو گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اہل کتاب اور ان کے حاکموں (مقدمات فیصلہ کرنے والوں) کے آڑے نہ آؤ۔ اگر وہ تمہاری عدالتوں میں اپنے مقدمات لائیں تو تم اپنی کتاب کے مطابق ان کے جھگڑوں کے فیصلے کرو'' (۷۴)

ب۔ اگر قاضی کے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو اور اسے اس سلسلے میں کوئی صریح نص نہ ملے تو حکم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد سے کام لینا اس پر واجب ہو جائے گا نیز اس اجتہاد کے اندر درست بات تک پہنچنے کے لیے شدت سے غور و فکر بھی اس پر لازم ہو گا۔ اسے یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ اگر اجتہاد کے ذریعے حکم معلوم کرنے میں اس سے غلطی ہو گئی تو اس کے نتیجے میں وہ ایک فریق سے متنازعہ فیہ حق لے کر ایک ایسے فریق کو دینے کا ذمہ دار قرار پائے گا جسے مذکورہ حق حاصل کرنے کا سرے سے ہی کوئی استحقاق نہیں ہے۔ اگر قاضی اجتہاد سے کام لے اور غور و فکر کے ذریعے درست بات پر پہنچ جائے تو یہ محض اللہ کا فضل ہو گا اور اللہ جسے چاہتا ہے، اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ اگر قاضی اجتہاد کے ذریعے درست حکم معلوم کرنے میں غلطی کر جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے اجتہاد اور غور و فکر کی بنا پر اسے معذور قرار دیا جائے گا۔ سورۂ انبیاء آیت نمبر ۷۸ اور ۷۹ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اور داؤدؑ اور سلیمانؑ کو یاد کرو جب کہ دونوں ایک کھیتی کے بارے فیصلہ کر رہے تھے جس میں لوگوں کی بکریاں گھس آئی تھیں (اور انہوں نے فصل اجاڑ دی تھی) اور ہم ان کے فیصلے پر موجود تھے۔ ہم نے سلیمانؑ کو اس مقدمے کا فہم عطا کر دیا اور ہم نے ہر ایک کو (قوت) فیصلہ اور علم دیا تھا) اس کی تفسیر میں حسن بصری نے فرمایا: ''اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں سمجھ لیتا کہ تمام قاضی ہلاکت کی زد میں آ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے

درست فیصلے کی بنا پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف کی اور اجتہاد سے کام لینے کی بنا پر حضرت داؤد علیہ السلام کو معذور قرار دیا۔"(۷۵)

۴۔ قضاء پر اجرت لینا: حسن بصری قضا پر اجرت لینے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ آپ خود بھی اس کام کی کوئی اجرت نہیں لیتے تھے۔(۷۶) اس لیے کہ قاضی اظہار حق کا وہ کام سرانجام دیتا ہے جسے اللہ نے اس پر لازم کر دیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر قضا کی اجرت مقرر کر دی جائے تو اس کے نتیجے میں فقیر شخص اپنا حق حاصل کرنے کے لیے قاضی کی عدالت تک نہیں پہنچ سکے گا۔ (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز أ کے جز ۳ کا جز ب)

۵۔ ان دلائل کا ذکر جو قاضی کے فیصلے کی بنیاد بنتے ہیں:

أ۔ اقرار: اگر مدعا علیہ قاضی کے سامنے متنازعہ فیہ حق کے بارے میں اقرار کر لے تو قاضی اس کے اقرار کی بنا پر فیصلہ اس پر لازم کر دے گا۔ (دیکھئے مادہ اقرار) گواہی اور اقرار میں تنازعہ کی شکل (دیکھئے مادہ اقرار نمبر ۴ کا جز ج)

ب۔ گواہی: اس کے متعلق تفصیل (مادہ شھادۃ) میں گزر چکی ہے۔

ج۔ ایک گواہ کے ساتھ مدعی کی قسم کی صورت۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴ کا جز ھ)

د۔ ایک گواہ کے ساتھ اس کی قسم کی صورت۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴ کا جز د)

ھ۔ قسم:

۱۔ اگر مدعی اپنے دعوے کی صحت پر گواہی پیش کرنے سے عاجز رہے تو قاضی مدعا علیہ سے مدعی کے دعوے کی صحت کی نفی پر قسم اٹھانے کا مطالبہ کرے گا۔ اگر وہ حلف اٹھا لے تو اپنے اوپر عائد شدہ الزام سے بری الذمہ ہو جائے گا۔ مثلاً اگر عورت دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے لیکن اس کے پاس اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی بینہ یعنی گواہی وغیرہ نہ ہو جب کہ دوسری طرف شوہر اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے کہ اس نے طلاق دی ہے تو ایسی صورت میں قاضی شوہر سے حلف اٹھوائے گا اور حلف اٹھا لینے کی صورت میں مدعیہ اس کی بیوی کی حیثیت سے اس کے پاس رہے گی۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۹)

۲۔ جھوٹی قسم کھانا مدعا علیہ کے لیے جائز نہیں ہوگا البتہ اگر ظالم حکمران کسی اور شخص سے کسی مظلوم مسلمان کا پتہ بتانے کے لیے حلف اٹھوائے اور مقصد یہ ہو کہ پتہ معلوم کر لینے کے بعد اسے قتل کر دے یا اس کا مال ضبط کر لے گا تو ایسی صورت میں جھوٹی قسم کھا لینا اس کے لیے جائز ہو جائے گا۔ وہ یہ جھوٹی قسم کھا لے اور پھر وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جس سے حکمران کسی مسلمان کی ذات یا اس کے مال کا پتہ معلوم کرنے کے لیے حلف اٹھوائے، فرمایا: "وہ جھوٹا حلف اٹھا لے اور پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔" یہ حکم اس روایت پر مبنی ہے جو ابن ابی شیبہ نے حسن بصری سے نقل کی ہے جب کہ قرطبی نے آپ سے کفارہ واجب نہ ہونے کی بات نقل کی ہے۔(۷۷) (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۲ کا جز أ)

۳۔ اہل کتاب سے صرف اللہ کے نام پر قسم لی جائے گی۔ ان سے مسیح کے نام پر قسم نہیں لی جائے گی۔(۷۸)

و۔ قسم اٹھانے سے گریز کرنا: اگر مدعا علیہ سے قسم اٹھانے کا مطالبہ کیا جائے لیکن وہ ایسا کرنے سے انکار کر دے تو اس صورت میں آیا اس کے گریز کی بنیاد پر مقدمے کا فیصلہ کر دیا جائے گا یا مدعی پر قسم لوٹا دی جائے گی۔ ہمیں اس بارے میں حسن بصری کا کوئی نص ابھی تک ہاتھ نہیں لگا۔

¤ قوی قرائن: ایسا لگتا ہے کہ حسن بصری قوی قرائن کو حکم صادر کرنے کے لیے گنجائش پیدا کر دینے والی دلیل تسلیم کرتے تھے۔ اس لیے کہ آپ نے بحیثیت قاضی گھریلو ساز و سامان کے متعلق یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ جو چیزیں مردوں کے استعمال میں آتی ہوں، وہ شوہر کی ہوں گی اور جو چیزیں عورتوں کے استعمال میں آتی ہوں، وہ بیوی کی ہوں گی اور باقی ماندہ چیزیں اس کی ہوں گی جو ان کے متعلق بینہ یعنی گواہی پیش کرے گا۔ (۷۹) اگر بینہ پیش نہ ہو سکے اور بیوی نے اپنا مہر خرچ کر کے گھر کے فرش وغیرہ کا انتظام کیا ہو تو یہ بیوی کا ہو گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر بیوی کو طلاق ہو جائے یا شوہر وفات پا جائے اور بیوی نے شوہر کے گھر میں کئی چیزیں بنائی ہوں تو جن چیزوں پر وہ گھر کا دروازہ بند کر لے گی، وہ سب اس کی ہو جائیں گی البتہ مرد کی تلوار اور اس کا مصحف بیوی کے نہیں ہوں گے۔'' (۸۰) ایک اور روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''مرد کو صرف اس کے ہتھیار اور اس کے بدن کے کپڑے ملیں گے۔'' (۸۱) اس لیے کہ قرائن اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ مذکورہ چیزیں مرد کی ہیں۔ اگر مہر کی مقدار کے بارے میں زوجین کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''مہر مثل کی حد کے اندر عورت کا قول معتبر ہوگا۔'' (۸۲) اس لیے کہ عورت اکثر احوال میں مہر مثل پر نکاح کرتی ہے۔ یہی بات اس کے دعوے کی سچائی کا قرینہ بن جائے گی۔ (دیکھئے مادہ مہر نمبر ۹)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرائن پر صرف اس صورت میں عمل کیا جائے گا جب گواہی موجود نہ ہو اور قسم اٹھانے سے گریز کیا جا رہا ہو۔

ز۔ قرعہ اندازی: مذکورہ دلائل کی عدم موجودگی کی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے مقدمے کا فیصلہ کر دینا جائز ہوگا۔ (دیکھئے مادہ قرعہ) نیز (مادہ طلاق نمبر ۵ کا جزک)

۶۔ قاضی کے نام قاضی کا مراسلہ: قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے قاضی کو اس مضمون کا مراسلہ بھیجے کہ اس کے علاقہ اختیار میں جو فلاں شخص رہتا ہے، اس کی گواہی کی سماعت کر لے یا کسی فیصلے اور حکم کی تنفیذ کر دے۔ پھر یہ دوسرا قاضی پہلے قاضی کو اس مضمون کا مراسلہ لکھے گا کہ اس نے مذکورہ گواہی کی سماعت کر لی ہے یا مذکورہ حکم نافذ کر دیا ہے وغیر ذلک۔

حسن بصری کی رائے تھی کہ اگر ایک قاضی دوسرے قاضی کو اپنا فیصلہ لکھ بھیجے تو اس صورت میں اگر یہ دوسرا قاضی اس پہلے قاضی کی لکھائی اور اس کی مہر کی شناخت رکھتا ہو تو وہ مراسلہ کے مضمون پر عمل کر لے گا لیکن اگر اسے اس کی شناخت نہ ہو تو پھر دو عادل گواہوں کی ضرورت ہوگی جو اس بات کی گواہی دیں گے کہ پہلے قاضی نے یہ مراسلہ لکھا تھا اور ہمیں پڑھ کر سنایا تھا اور یہ کہا تھا کہ: ''تم دونوں اس بات کے گواہ رہو کہ میرا یہ

مراسلہ فلاں کے نام ہے۔" (۸۳)

اگر مذکورہ مراسلہ دوسرے قاضی کو اس کی معزولی یا وفات کے بعد پہنچے اور اس کی جگہ نئے قاضی کا تقرر ہو چکا ہو تو یہ نیا قاضی مذکورہ مراسلہ کے مضمون پر عمل کرے گا۔ منقول ہے کہ کوفہ کے قاضی نے بصرہ کے قاضی ایاس بن معاویہ کو کسی معاملہ کے سلسلے میں مراسلہ بھیجا۔ جب یہ مراسلہ بصرہ پہنچا تو ایاس معزول ہو چکے تھے اور ان کی جگہ حسن بصری کا تقرر عمل میں آ گیا تھا۔ آپ نے اس مراسلہ کے مضمون پر عمل کیا۔ (۸۴)

۷۔ ثالث کا فیصلہ (دیکھئے مادہ تحکیم)

اگر عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو نکاح کے اندر قاضی اس کا ولی ہوگا۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵ کا جز ب)

اگر باپ اپنی بیوی کو غیر کفو میں نکاح کرنے پر مجبور کرنا چاہے تو قاضی اسے ایسا کرنے سے روک سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵ کا جز ھ) قاضی کی دی ہوئی طلاق (دیکھئے مادہ تحکیم نمبر ۴) نیز (مادہ طلاق نمبر ۸) خلع کا اجراء قاضی کے سامنے ہونا ضروری ہے۔ (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۵) راہن اور مرتہن کے درمیان اختلاف کا فیصلہ (دیکھئے مادہ رھن نمبر ۵)

قضاء الفوائت (فوت شدہ فرض کی قضا)

۱۔ تعریف: واجب کے غیر وقت میں اس کی مثل کی ادائیگی کو قضا الفوائت کہتے ہیں۔

۲۔ فوت شدہ فرض نمازوں کی قضا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز أ کا جز ۱۱)

¤ وتر کی قضا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جز م کا جز ۵)

¤ مسافر جس نماز کو سفر میں ادا کرنا بھول جائے، اس کی قضا اور جس نماز کو حضر میں ادا کرنا بھول جائے، اس کی قضا۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۹ کے جز ب کا جز ۳)

¤ عورت اس نماز کی قضا کرے گی جس کے وقت کے اندر وہ حیض سے پاک ہو گئی ہو اور اس نماز کی کوئی قضا نہیں کرے گی جس کے وقت کے اندر اسے حیض آ گیا ہو۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۱)

¤ عید کی نماز کی قضا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ح)

¤ جنازہ کی نماز کا جو حصہ رہ جائے، اس کی قضا نہیں کی جائے گی۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جز ھ کا جز ۸)

¤ مسبوق نماز کے اس حصے کی قضا کرے گا جو امام کے ساتھ پڑھنے سے رہ گیا ہو۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کا جز ۹)

¤ اگر ہمبستری کے ذریعے حج فاسد کیا گیا ہو تو اس کی قضا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۰ کا جز ب)

¤ میت کی طرف سے حج کی قضا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۵ کا جز أ)

¤ میت کی طرف سے زکوٰۃ کی قضا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز د)

¤ میت کی طرف سے نذر کی قضا۔ (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۵)

¤ روزے کی قضا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ج، د، ھ، و، ز نیز نمبر ۱۴) نیز (مادہ حمل نمبر ۲)

¤ اعضائے وضو میں سے جس عضو کو دھونا یا مسح کرنا بھول گیا ہو، اس کی قضا۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۴ کا جزک)
¤ دین کی قضا یعنی ادائیگی۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۶)
¤ عقیقہ کی قضا۔ (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر ۲ کا جزج)

قطع الطریق (رہزنی) دیکھئے مادہ حرابۃ

قلس (قے کرنا)

منہ بھر کر قے کرنے کو قلس کہتے ہیں۔
قلس کی بنا پر وضو نہیں ٹوٹتا۔ (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۶ کا جزج)
قلس کی وجہ سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۰ کا جزد)

قنطار (ایک وزن کا نام)

بارہ سو مثقال چاندی کے وزن کو، سونے کے ایک ہزار دینار کو جو مسلمان مرد کی دیت ہے، قنطار کہتے ہیں۔ (۸۵)

قنوت (دعائے قنوت)

¤ قنوت اس دعا کو کہتے ہیں جو نماز کے اندر حالت قیام میں پڑھی جاتی ہے۔
¤ وتر کے اندر قنوت۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کے جزم کا جز ۳)
¤ فجر کی نماز میں قنوت۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کا جزن)
¤ جمعہ کی نماز کے اندر کوئی قنوت نہیں۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جزز)

قھقھۃ (قہقہہ مار کر ہنسنا)

اونچی آواز سے ہنسنے کو قہقہہ کہتے ہیں۔
قہقہہ کی وجہ سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جزج کا جز ۲)
نماز کے اندر قہقہہ کی وجہ سے وضو باطل ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۵ کا جزھ)

قود (قصاص) دیکھئے مادہ قصاص

قیئ (قے)

منہ کے راستے معدہ سے خارج ہونے والے مواد کو قے کہتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ قلس)

قیح (پیپ)

زخم وغیرہ خراب ہو جانے کی صورت میں اس سے خارج ہونے والے لیس دار زرد مادے کو قیح کہتے ہیں۔

¤ پیپ نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ (دیکھئے مادہ دم نمبر ۷) نیز (مادہ وضو نمبر ۶ کا جزد)

حرف القاف میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۰، المغنی ج ۲ ص ۴۹۷
(۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۱ ب، المحلی ج ۵ ص ۱۳۳
(۳) المحلی ج ۵ ص ۱۳۳
(۴) المغنی ج ۲ ص ۵۰۷
(۵) عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۰۴
(۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۰ ب
(۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۱
(۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۵
(۹) المغنی ج ۲ ص ۵۶۲
(۱۰) المغنی ج ۴ ص ۸۹
(۱۱) المحلی ج ۹ ص ۱۲۶
(۱۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۷ ب
(۱۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۳۳
(۱۴) المحلی ج ۱۱ ص ۲۹۰
(۱۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵
(۱۶) حوالہ درج بالا۔
(۱۷) عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۰۶، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۶ ب، الاشراف ج ۴ ص ۲۶۱
(۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۶، المحلی ج ۱۱ ص ۲۶۶
(۱۹) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷
(۲۰) المحلی ج ۱۱ ص ۲۸۴
(۲۱) المغنی ج ۸ ص ۲۲۰
(۲۲) المغنی ج ۸ ص ۲۲۱

(۲۳)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۹

(۲۴)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۳۰، الاشراف ج ۴ص ۲۵۹، ۲۶۰

(۲۵)المغنی ج ۷ص ۳۹۳، ۳۹۴

(۲۶)المغنی ج ۷ص ۴۰۲

(۲۷)حوالہ درج بالا نیز عبدالرزاق ج ۷ص ۳۴۱

(۲۸)عبدالرزاق ج ۷ص ۳۴۱

(۲۹)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۴ب

(۳۰)عبدالرزاق ج ۷ص ۱۰۴، سنن سعید ج ۳ص ا/ ۳۷۶ . المغنی ج ۷ص ۴۰۲، احکام القرآن ج ۳ص ۲۹۲، ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۴ب، االاشراف ج ۴ص ۲۵۸

(۳۱)سنن سعید ج ۳ص ا/ ۳۶۶، ۳۶۷، ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۴، المغنی ج ۷ص ۴۰۱

(۳۲)عبدالرزاق ج ۷ص ۱۰۹

(۳۳)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۸ب، عبدالرزاق ج ۷ص ۱۱۱

(۳۴)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۵ب، خراج ابی یوسف ص ۱۹۸

(۳۵)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۵ب

(۳۶)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۷ب

(۳۷)المغنی ج ۸ص ۲۳۳، ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۵

(۳۸)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۳

(۳۹)عبدالرزاق ج ۷ص ۱۰۹، الاشراف ج ۴ص ۲۶۸

(۴۰)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۵ب

(۴۱)حوالہ درج بالا نیز خراج ابی یوسف ص ۱۹۸

(۴۲)المغنی ج ۸ص ۲۰۳

(۴۳)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۵، تفسیر قرطبی ج ۱۳ص ۱۷۷

(۴۴)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۵ب

(۴۵)شرح السنۃ ج ۹ص ۲۰۶

(۴۶)المحلی ج ا ص ۸۷، الاوسط ج ۲ص ۹۷

(۴۷)المغنی ج ا ص ۲۳۲، الاوسط ج ۲ص ۱۳۴

(۴۸)شرح السنۃ ج ۴ص ۲۷

(۴۹)ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۶۴

(۵۰) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۷۷

(۵۱) ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۷۴

(۵۲) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۱

(۵۳) عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۴۲

(۵۴) عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۴۳، الاوسط ج ۲ ص ۱۰۴

(۵۵) احکام القرآن ج ۳ ص ۴۱۶

(۵۶) المجموع ج ۲ ص ۱۸۵

(۵۷) عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۴۶

(۵۸) شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۶۸، الاشراف ج ۱ ص ۱۹، المغنی ج ۵ ص ۵۰۶

(۵۹) المحلی ج ۸ ص ۱۹۵

(۶۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۸ ب، عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۲۳

(۶۱) المغنی ج ۸ ص ۶۹۵

(۶۲) المغنی ج ۸ ص ۷۰۷

(۶۳) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۷۳

(۶۴) المجموع ج ۲ ص ۱۸۳

(۶۵) عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۶۳

(۶۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۱۵

(۶۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۸ ب

(۶۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۰، المغنی ج ۷ ص ۳۰۶، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۸۲

(۶۹) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۹۵، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۱ ب، المحلی ج ۱۰ ص ۶۴، عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۳۶، المغنی ج ۷ ص ۴۴، الاشراف ج ۴ ص ۱۳۵

(۷۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۹ ب، المحلی ج ۱۰ ص ۴۱، ۶۶، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۶۶

(۷۱) تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲

(۷۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۸، ۱۳۵، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۱۴۵، المحلی ج ۱۱ ص ۱۶۵

(۷۳) تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۹۰

(۷۴) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۴۶، المحلی ج ۹ ص ۴۲۵، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۳۳

(۷۵) تفسیر قرطبی ج ۱۱ ص ۳۰۹

(۷۶) طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۷۲، المغنی ج ۹ ص ۳۷

(۷۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۹ا، تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۱۸۹

(۷۸) المغنی ج ۹ ص ۲۲۸

(۷۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۵۵ ب

(۸۰) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۳۵۰، المحلی ج ۱۰ ص ۳۱۳

(۸۱) المحلی ج ۹ ص ۴۲۴، ج ۱۰ ص ۳۱۲، عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۸۲

(۸۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۳۰ ب

(۸۳) المغنی ج ۹ ص ۹۶

(۸۴) المغنی ج ۹ ص ۹۹

(۸۵) تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۳۱، تفسیر الماوردی ج ا ص ۳۱۰

حرف الکاف

کافر (کافر) دیکھئے مادہ کفر۔

کبیرۃ (گناہ کبیرہ)

۱۔ تعریف: گناہ کبیرہ ہر اس تصرف کو کہتے ہیں جو دنیا میں حد کی کوئی سزا یا آخرت میں وعید واجب کردے۔ اس کے مرتکب کو فاسق شمار کیا جاتا ہے۔

۲۔ کبیرہ گناہوں کی تعداد: حسن بصری سے کبیرہ گناہوں کی کوئی تعداد متعین مروی نہیں ہے تاہم عبدالرزاق نے معمر سے اور انہوں نے ایسے شخص سے جس نے حسن بصری کو فرماتے سنا تھا، روایت کی ہے کہ: ''کبائر یہ ہیں، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کی جان لینا، سود کھانا، پاک دامن خاتون پر تہمت لگانا، یتیم کا مال کھانا، جھوٹی قسم کھانا اور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا''(۱) آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ میدان جنگ سے فرار کا گناہ کبیرہ ہونا غزوۂ بدر کے ساتھ مختص تھا۔(۲) (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۱۰)

کتابۃ (تحریر)

¤ کاغذ وغیرہ پر لکھے جانے والے کلام کو کتابت کہتے ہیں۔

¤ کتابت کی بنا پر اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوتی جب تک لکھنے والا طلاق کا لفظ اپنی زبان سے ادا نہ کرے یا تحریر پر دستخط نہ کردے۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز أ کا جز ۴)

¤ غلام کی کتابت یعنی اسے مکاتب بنانا۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳)

کتابیٌ (یہودی یا نصرانی)

۱۔ تعریف: کتابی وہ شخص ہے جو یہودیت یا نصرانیت کا پیروکار ہو۔

۲۔ کتابی کے احکام: کتابی اپنے احکام کے اندر کافر کی طرح ہے۔ (دیکھئے مادہ کفر) البتہ درج ذیل احکام کے اندر وہ اس سے مختلف ہے:

¤ کتابی کا ذبیحہ کھانا حلال ہے۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۳ کا جز أ) تاہم کتابی مسلمان کے نسک (قربانی اور ہدی وغیرہ) کا جانور ذبح نہیں کرے گا۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۵) نیز (مادہ ذبح نمبر ۳ کا جز أ)

¤ کتابی کا کیا ہوا شکار۔ (دیکھئے مادہ صید نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۳ کا جز د)

¤ کتابی عورتوں کے ساتھ نکاح کی حلت۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز أ کے جز ۶ کا جز ب) البتہ کتابی لونڈی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کا جز أ نیز نمبر ۷ کا جز أ) اور نہ تسری۔ (دیکھئے

مادہ احصان نمبر۲ کے جز أ کا جز ۲) اور قذف کی سزا پانے کے لیے اس کے احصان کی شکل۔(دیکھئے مادہ احصان نمبر۲ کا جز ب)

¤ کتابی عورت کا مسلمان کو محصن بنا دینا۔(دیکھئے مادہ احصان نمبر۲ کے جز أ کا جز ۵)

¤ مسلمان اور کتابی بیویوں کے درمیان شب باشی میں مساوات قائم کرنا۔(دیکھئے مادہ قسمة نمبر۴ کا جز ب)

¤ ایک مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے شیر خوار بچے کو دودھ پلانے کے لیے کوئی کتابی عورت مقرر کر لے۔(دیکھئے مادہ رضاع نمبر۲)

¤ کتابی کے ساتھ عقد ذمہ۔(دیکھئے مادہ ذمی نمبر۲ کا جز أ)

¤ کتابی بیوی کو طلاق دینے کی وہی صورت ہے جو مسلمان بیوی کو طلاق دینے کی ہے۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز أ)

¤ مسلمان شوہر اور اس کی کتابی بیوی کے درمیان لعان کی صورت۔(دیکھئے مادہ لعان نمبر۲ کا جز ب)

¤ کتابی عورت مسلمان عورت کی طرح اپنے مسلمان شوہر کی نسبت سے عدت گزارے گی۔(دیکھئے مادہ عدة نمبر۲ کے جز ج کا جز ا)

¤ کتابی کا خون بہا مسلمان کے خون بہا کا تہائی حصہ ہوتا ہے۔(دیکھئے مادہ جنایة نمبر۵ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ھ)

کسب (کمائی)

کسب اس تصرف کو کہتے ہیں جو مال حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

¤ سینگی لگانے والے کا کسب مکروہ ہے۔(دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جز ب) اور (مادہ حجامة نمبر۲ کا جز أ)

¤ جس شخص کا کسب حلال اس کے کسب حرام کے ساتھ مخلوط ہو اس کے ہاں کھانا کھانے کا حکم۔(دیکھئے مادہ طعام نمبر۸)

کسوف (سورج گرہن)

سورج کی روشنی کا کچھ وقت کے لیے جزوی طور پر یا مکمل طور پر غائب ہو جانا کسوف کہلاتا ہے۔کسوف کی نماز۔(دیکھئے مادہ صلاة نمبر۱۱ کا جز ی)

کفارۃ (کفارہ)

۱۔ تعریف: کفارہ اس تصرف کو کہتے ہیں جسے شرع نے گناہ کا داغ مٹانے کے لیے واجب کیا ہے۔

۲۔ کفارہ کے موجب فعل پر کفارہ کی تقدیم:

جس بیوی سے ظہار کیا گیا ہو، اس کے ساتھ ہمبستری کے لیے واپسی سے پہلے کفارۂ ظہار ادا کرنا واجب ہے کیونکہ سورۂ مجادلہ آیت نمبر۳ اور۴ میں ارشاد باری ہے۔اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں اور پھر اپنی کہی ہوئی بات کی طرف لوٹ آنا چاہیں تو باہم اختلاط سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اس سے تمہیں نصیحت ہوگی اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ کو اس کی خبر ہے۔ جس شخص کو یہ میسر نہ ہو تو باہم اختلاط سے پہلے دو مہینے کے لگاتار روزے ہیں۔۔۔۔) یہاں اللہ نے ہمبستری سے پہلے کفارہ ادا کرنا واجب قرار دیا ہے۔ جہاں تک قسم کے کفارہ کا تعلق ہے تو حسن بصری کے نزدیک قسم توڑنے سے پہلے اس کا کفارہ ادا کر دینا جائز ہے۔(۳) آپ خود بھی اسی طرح کرتے تھے۔(۴) اگر قسم کھانے والا قسم توڑنے کے بعد کفارہ ادا کرے تو بھی جائز ہے۔ آپ فرماتے: ''پہلے قسم توڑے اور پھر کفارہ ادا کرے۔''(۵)

۳۔ کفارہ کا تعدد:

اَ۔ فاعل (جرم کے خطاء مرتکب) کے تعدد کی بنا پر کفارہ بھی متعدد ہوگا۔ بنا بریں اگر دو افراد کسی شخص کو غلطی سے قتل کرنے میں شریک ہوں تو ان میں سے ہر ایک پر کفارہ لازم ہوگا۔ حسن بصری نے ان افراد کے متعلق جو غلطی سے کسی شخص کو قتل کر دیں، فرمایا: ''ان میں سے ہر ایک پر کفارہ لازم ہوگا۔''(۶) دو افراد اگر غلطی سے کسی کو قتل کر دیں تو ان کے متعلق آپ نے فرمایا: ''ان پر دو کفارہ واجب ہوگا۔''(۷) (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جزد کا جز ۴)

ب۔ اگر کفارہ کے موجب فعل کے ارتکاب کے بعد کفارہ ادا کر دیا جائے اور پھر وہی فعل دوبارہ کیا جائے تو کفارہ دوبارہ واجب ہو جائے گا اور اگر دونوں کے درمیان کفارہ ادا نہ کیا گیا ہو تو صرف ایک کفارہ واجب ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص مختلف نشستوں میں ایک بات کی قسم کھائے تو قسم توڑنے پر صرف ایک کفارہ واجب ہوگا بشرطیکہ اس نے اس دوران کفارہ ادا نہ کر دیا ہو۔''(۸) اگر محرم شخص کوئی شکار مار لے تو اس پر کفارہ کا حکم عائد کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ پھر کوئی شکار مار لے تو اس پر کوئی کفارہ عائد نہیں کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں فعلوں کے درمیان کفارہ ادا نہیں کیا گیا تھا۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۶) اگر محرم کو قمیص پہننے کی ضرورت پیش آ جائے اور وہ قمیص پہن لے۔ پھر اپنے بال مونڈ لے نیز احرام کی خلاف ورزی والے دیگر کچھ افعال بھی کر لے تو اس پر صرف ایک دم واجب ہوگا بشرطیکہ اس نے یہ افعال ایک دوسرے کے پیچھے کیے ہوں لیکن اگر یہ افعال الگ الگ کیے ہوں تو اس پر ہر فعل کے بدلے ایک دم واجب ہو جائے گا۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۹)

قسم یا ظہار کی زد میں آنے والے افراد کے تعدد کی بنا پر کفارہ میں تعدد نہیں ہوگا بنا بریں جو شوہر اپنی چاروں بیویوں سے ظہار کرے گا، اس پر صرف ایک کفارہ لازم ہوگا۔(۹)

ج۔ جو شخص قرآن کا حلف اٹھائے تو حلف کی خلاف ورزی کرنے پر ہر آیت کے بدلے اس پر ایک کفارہ لازم ہوگا۔ (دیکھیے مادہ قرآن نمبر ۴ کا جز ز)

۴۔ کفارہ کا وجوب صرف عمد اور خطا کی صورتوں میں ہوتا ہے۔ کسی اور صورت میں نہیں ہوتا۔

أ۔ احرام کے اندر عمداً یا خطاءً خلاف ورزی کرنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸)

ب۔ ایک شخص اگر کسی فعل کے نہ کرنے کی قسم کھالے اور پھر بھول کر وہ یہ فعل کرلے تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہو گا۔ (دیکھئے مادہ یمین نمبر ۲)

ج۔ اگر کوئی شخص کسی کو کفارہ کے موجب فعل پر مجبور کردے اور وہ یہ فعل کرلے تو اکراہ کے مرتکب پر اس کا کفارہ واجب ہوگا۔ (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۲ کا جز ب)

۵۔ کفارہ کے طور پر واجب ہونے والے امور:

أ۔ غلام آزاد کرنا: قتل، ظہار اور قسم توڑنے کے کفاروں میں اس کا وجوب ہوتا ہے۔ تاہم مذکورہ غلام کے اندر درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ وہ قن (مکمل غلام) یا مدبر ہو (دیکھئے مادہ رق نمبر ۴ کا جز واؤ) نیز (مادہ ظھار نمبر ۷ کے جز ج کا جز ۱) کفارات کے اندر ام ولد کو آزاد کرنے کے جواز کے بارے میں حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کے جز ھ کا جز ۸)

۲۔ ایمان: حسن بصری نے فرمایا: ''کسی بھی کفارے کے اندر کافر غلام آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا۔''(۱۰) ابوبکر حصاص رازی نے آپ سے ایک اور روایت نقل کی ہے جس کے مطابق قتل کے کفارے میں کافر مملوک آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا لیکن کفارۂ ظہار میں کافی ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ ظھار نمبر ۷ کے جز ج کا جز ۱)

۳۔ بلوغت: کفارۂ قتل میں جو مملوک آزاد کرنا مطلوب ہو، اس کے لیے حسن بصری بالغ ہونے کی شرط عائد کرتے تھے۔ دیگر کفارات مثلاً ظہار اور قسم توڑنے کے اندر یہ شرط عائد نہیں کرتے تھے۔(۱۱)

۴۔ مذکورہ مملوک کے اندر اس کے منافع اصلیہ مثلاً بصارت، سماعت یا قدموں پر چلنے وغیرہ میں سے کسی منفعت کا فقدان نہ ہو نیز وہ کسی ایسی بیماری اور آفت میں مبتلا نہ ہو جو اس سے فائدہ اٹھانے پر اثر انداز ہو جائے مثلاً کوڑھ وغیرہ کی بیماری۔ حسن بصری نے فرمایا: ''واجب کفارہ کے اندر اپاہج یا بصارت سماعت وغیرہ سے محروم یا جذامی یا کسی زبردست آفت میں مبتلا غلام کو آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا۔''(۱۲) نیز فرمایا: ''نابینا اور اپاہج غلام آزاد کرنے سے کام نہیں چلے گا۔''(۱۳)

۵۔ جس مملوک کے منافع اصلیہ میں سے کسی منفعت کے اندر کوئی واضح نقص مثلاً لنگڑاہٹ، بھینگا پن وغیرہ موجود ہو، اسے کسی بھی کفارہ میں آزاد کرنا مکروہ ہے۔ حسن بصری واجب کفارہ کے اندر لنگڑا مملوک آزاد کرنا مکروہ یعنی ناجائز تصور کرتے تھے۔(۱۴) جب کہ یک چشم غلام کو آزاد کرنا کراہت کے ساتھ جائز قرار دیتے تھے۔(۱۵)

۶۔ واجب کفارہ کے اندر حرامی غلام آزاد کرنا جائز ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''واجب کفارہ کے اندر ولد زنا غلام آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔''(۱۶) نیز فرمایا: ''آزاد کرنے کے اندر ولد زنا اور ولد حلال دونوں یکساں ہیں۔''(۱۷)

ب۔ اطعام (کھانا کھلانا)

ا۔ اطعام قسم توڑنے اور اظہار کے کفاروں میں اس وقت واجب ہوتا ہے جب کفارۂ یمین کے اندر غلام آزاد کرنا بس سے باہر ہو اور کفارۂ ظہار میں روزے رکھنے کی قدرت نہ ہو۔ ان کا ذکر ان مواقع پر ہو چکا ہے۔

۲۔ اطعام کی قدرت رکھنے والے پر اطعام واجب ہوتا ہے۔ اس میں کسی معین نصاب کی شرط نہیں ہے۔: ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں مذکور ہے کہ جس شخص پر کھانا کھلانے اور کپڑے پہنانے کا کفارہ واجب ہو جاتا، حسن بصری اس کے لیے کسی نصاب کا تعین نہ کرتے۔ (۱۸) اگرچہ آپ کے خیال میں دو درہموں کے مالک کو کفارہ کے اندر کھانا کھلانا چاہیے۔ (۱۹)

۳۔ اس اطعام کی مقدار: کفارہ دینے والا اگر چاہے تو اطعام کے لیے مساکین کی مطلوبہ تعداد جمع کر کے انہیں ایک دفعہ گوشت روٹی کھلا دے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو روٹی، گھی اور دودھ انہیں کھلائے۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو روٹی، سرکہ اور زیتون کا تیل انہیں کھلائے۔ (۲۰) اطعام کے اندر واجب یہ ہے کہ کفارہ دینے والا مذکورہ مساکین کو ایک وقت کا کھانا کھلائے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''قسم کے کفارے میں مذکورہ شخص ایک وقت کا کھانا کھلائے گا۔'' (۲۱) کفارہ دینے والا اگر درج بالا صورت اختیار نہ کرنا چاہے تو وہ یہ کر سکتا ہے کہ مساکین کی مطلوبہ تعداد میں سے ہر مسکین کو ایک مکوک (ڈیڑھ صاع) گندم یا خشک کھجوریں دیدے۔ حسن بصری نے قسم کے کفارہ کے سلسلے میں فرمایا: ''ایک مکوک گندم یا ایک مکوک خرما ہر مسکین کو دیا جائے۔ نیز ہر قوم اپنے مد (پیمانے) کے حساب سے مسکینوں کو کھلائے۔'' (۲۲) یعنی وہ کھانا کھلائے جسے اکثر احوال میں مذکورہ قوم کھاتی ہو۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ حسن بصری سے بروایت صحیح یہ ثابت ہے کہ قسم کے کفارہ میں ہر مسکین کو ایک مد گندم اور ایک مد خرما دیا جائے گا۔ (۲۳) یاد رہے کہ ایک مد، صاع کا چوتھائی حصہ ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔: ''احکام القرآن'' میں حصاص رازی نے حسن بصری سے قسم کے کفارے کے متعلق روایت کی ہے کہ ہر مسکین کو نصف صاع گندم دی جائے۔ (۲۴)

۴۔ کفارہ دینے والے کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ ایک مسکین کو دس دن کھانا کھلا دے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''قسم کے کفارے کے اندر ایک مسکین کو جو اس کے پاس بار بار آتا رہے، کھانا کھلا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۲۵) البتہ کفارۂ ظہار کے اندر ایک ساتھ ساٹھ مسکین کھلائے بغیر کام نہیں چلے گا۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جس پر کفارۂ ظہار میں مسکینوں کو کھلانا لازم ہو گیا ہو اور اس نے پہلے دس مسکینوں کو کھلا دیا ہو اور پھر ان ہی مسکینوں کو بار بار کھلا کر مطلوبہ تعداد مکمل کرنا چاہے، فرمایا: ''جب تک وہ ساٹھ مسکینوں کو نہیں کھلائے گا، کام نہیں چلے گا۔'' (۲۶) (دیکھیے مادہ ظھار نمبر ۷ کے جزج کا جز ۳)

۵۔ اگر کوئی شخص اپنی قربانی کا گوشت کفارہ میں فقرا کو کھلانا چاہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (دیکھیے مادہ اضحیۃ نمبر ۷ کا جزج)

۶۔ کفارہ میں دی جانے والی چیز خواہ وہ کھانا ہو یا لباس، صرف مسلمان فقیر کو دینا جائز ہوگا۔ (دیکھیے مادہ زکاۃ

نمبر ۸ کے جز ب کا جز ا) البتہ اگر مسلمان نہ ملے تو ایسی صورت میں کفارہ کی مذکورہ چیز کسی اہل کتاب (یہودی یا عیسائی) کو دے دینا جائز ہوگا۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جسے اپنے کفارہ کی چیز دینے کے لیے کوئی مسلمان فقیر نہ ملے، فرمایا: ''اگر وہ یہ چیز کسی یہودی اور نصرانی کو دیدے تو اس کا کام چل جائے گا۔'' (۲۷) البتہ کسی غلام کو کفارے کی چیز دینا جائز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کسی مملوک کو قسم کے کفارے کی کوئی چیز یا حرم میں شکار مارنے کے جرمانے کی کوئی چیز نہ دی جائے۔'' (۲۸) (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹)

ج۔ کسوہ (کپڑے دینا)

کسوہ کے اندر فقیر کو دو کپڑے دینا واجب ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''کسوہ دو دو کپڑے ہیں۔'' (۲۹) یہ دو کپڑے ازار اور چادر یا قمیص یا قباء یا کساء (لمبی چادر) ہیں۔ (۳۰) یہی وہ کپڑے ہیں جنہیں پہن کر لوگ اپنی تن پوشی کے یا گھر سے باہر جا کر لوگوں سے ملنے کے عادی ہوتے ہیں۔ حسن بصری سے یہ بھی مروی ہے کہ کسوہ کے اندر پگڑی دے دینا بھی کافی ہے۔ (۳۱) اس زمانے میں عمامہ ایک لمبے کپڑے کا نام ہوتا تھا۔ اگر کفارہ کے اندر عمامہ یعنی پگڑی دے دینا کافی ہے تو پھر ایک کپڑا دینا بطریق اولیٰ کافی ہوگا۔ حسن بصری سے یہ بھی ایک روایت ہے۔ (۳۲)

ب۔ روزہ: ا۔ قتل، ظہار، قسم توڑنے اور بلا عذر رمضان کے روزے نہ رکھنے کے کفاروں کے اندر روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے۔

۲۔ روزے میں تسلسل: کفارہ کے طور پر جو روزے واجب ہوں گے، ان کی ادائیگی کے اندر تتابع اور تسلسل بھی واجب ہوگا خواہ یہ قسم توڑنے کا کفارہ ہو یا کفارۂ قتل یا کفارۂ ظہار کفارہ کے روزے رکھنے والا اگر بلا عذر بیچ میں روزہ چھوڑ دے تو وہ نئے سرے سے روزوں کا اعادہ کرے گا۔ حسن بصری نے ظہار کرنے والے اس شخص کے متعلق جو رات کے آخر پر یا دن کے وقت ہمبستری کر لے، فرمایا: ''وہ نئے سرے سے روزے رکھے گا۔'' (۳۳) یونس نے آپ سے روایت کی ہے کہ قسم توڑنے والا اگر اپنے کفارہ کے تین روزوں کے درمیان تسلسل قائم نہ رکھے بلکہ وقفہ ڈال دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۳۴) اگر حیض یا مرض یا سفر یا اسی طرح کے کسی عذر کی وجہ سے کفارہ کے روزوں میں وقفہ آجائے تو اس سے ان روزوں کا تسلسل منقطع نہیں ہوگا بلکہ عذر دور ہو جانے کے بعد وہ اگلے روزے تسلسل کے ساتھ رکھے گا اور رہ جانے والے روزوں کی قضا کر لے گا۔ (دیکھئے مادہ تتابع نمبر ۳) نیز (مادہ حیض نمبر ۸) نیز (مادہ ظہار نمبر ۷ کے جز ج کے جز ۲ کا جز ب)

۳۔ اگر قسم توڑنے کا کفارہ ہو تو غلام آزاد کرنے، کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے سے عجز کی صورت میں ہی روزوں کے ذریعے کفارہ ادا کیا جائے گا۔ اگر ظہار یا قتل کا کفارہ ہو تو غلام آزاد کرنے سے عجز کی صورت میں روزوں کے ذریعے مذکورہ کفارہ ادا کیا جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر تمہیں مسکینوں کو کھانا کھلانا یا

غلام آزاد کرنا میسر ہو تو پھر روزے نہ رکھو۔'' (۳۵) اگر ایک شخص کفارات کی مالی صورتوں (عتق یا طعام یا کسوہ) سے عاجز ہونے کی وجہ سے روزے رکھنا شروع کر دے اور اسی دوران مال دار ہو جائے اور مذکورہ مالی صورتوں کے ذریعے کفارہ ادا کرنے پر قادر ہو جائے تو وہ اپنے روزے پورے کر لے۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جس پر ظہار کے کفارہ میں غلام آزاد کرنا واجب ہو گیا تھا لیکن اسے غلام میسر نہ ہوا اور اس نے ایک ماہ روزے رکھے اور پھر وہ مال دار ہو گیا، فرمایا: ''وہ روزے ختم کر کے غلام آزاد کر دے۔'' پھر اس کے بعد فرمایا: ''وہ اپنے روزے جاری رکھے اور غلام آزاد نہ کرے۔'' (۳۶) (دیکھئے مادہ ظھار نمبر ۷ کے جزج کے جز ۲ کا جزج)

ھ۔ ھدی (حرم میں لے جا کر ذبح کیا جانے والا جانور)

احرام کی خلاف ورزیوں کے کفارات میں ہدی واجب ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ اور ۹) نیز احصار کی وجہ سے احرام کھول دینے پر (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۲) اور حج کی بعض خلاف ورزیوں پر (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۰ کا جزج نیز نمبر ۱۵ کا جز ا نیز نمبر ۱۶ کا جزج)

۶۔ کفارہ واجب کر دینے والی خلاف ورزیاں:

- احرام کی خلاف ورزیوں کا کفارہ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ اور نمبر ۹)
- استقاط جنین کا کفارہ۔ (دیکھئے مادہ استقاط نمبر ۲ کا جزج)
- اعتکاف کے دوران ہمبستری کرنے کا کفارہ۔ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۲)
- ایلاء کے اندر فئی (بیوی کی طرف مراجعت) کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۸ کا جزج)
- قتل کا کفارہ۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز د) اور قتل کے فعل میں ہر شریک فرد پر اس کا وجوب۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۳ کا جزھ)
- حج فاسد کرنے کا کفارہ۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۰ کا جزج)
- یوم نحر کے افعال کی ترتیب توڑنے کا کفارہ۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ا)
- اس شخص کا کفارہ جو اپنے طواف میں حجر (حطیم) کو داخل کر لے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱ کا جزج)
- جمرہ کو کنکریاں مارے بغیر چھوڑ دینے کا کفارہ۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۶ کا جزج)
- حائضہ کے ساتھ ہمبستری کرنے کا کفارہ۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز ز) یہ کفارہ مرد پر لازم ہوگا، عورت پر نہیں۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۱ کا جزھ)
- رمضان میں بلا عذر روزہ چھوڑنے کا کفارہ۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۳)
- کفارۂ ظہار۔ (دیکھئے مادہ ظھار نمبر ۷)
- کفارۂ نذر (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۶)

¤ قسم توڑنے کا کفارہ (دیکھیے مادہ یمین نمبر ٦)

۷۔ کفارہ کی ادائیگی کی وصیت: اگر ایک شخص کے ذمہ ظہار یا قسم وغیرہ کا کفارہ ہو لیکن وہ یہ کفارہ ادا نہ کر سکے بلکہ وصیت کر دے کہ اس کی وفات کے بعد مذکورہ کفارہ اس کی طرف سے ادا کر دیا جائے تو ایسی صورت میں یہ کفارہ اس کے پورے ترکہ سے ادا کیا جائے گا، صرف تہائی ترکہ سے نہیں۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو اپنے اوپر کسی واجب عمل کی ادائیگی کی وصیت کر جائے مثلاً حج یا کفارۂ ظہار یا کفارۂ یمین کی ادائیگی کی، فرمایا: ''یہ ادائیگی پورے مال سے ہوگی۔'' (۳۷)

۸۔ غلام پر واجب ہونے والے کفارات کی ادائیگی کی صورت:

غلام پر واجب ہونے والے کفارات تمام کے تمام بدنی اعمال کی شکل میں ادا کیے جائیں گے مثلاً روزہ وغیرہ۔ مالی صورت میں ادا ہونے والے کفارات اس پر واجب نہیں ہوں گے اور نہ وہ اس قسم کا کوئی کفارہ ادا کرے گا۔ البتہ اگر اس کا آقا اسے ایسا کرنے کی اجازت دیدے تو پھر وہ مالی صورت میں کفارہ ادا کر سکتا ہے۔ (دیکھیے مادہ ظھار نمبر ۳ کا جز أ) اگر غلام پر کوئی مالی کفارہ واجب ہو جائے اور کوئی بدنی کفارہ اس کا بدل نہ ہو نیز اس کا آقا مال کی شکل میں کفارہ دینے کی اسے اجازت نہ دے تو ایسی صورت میں یہ کفارہ اس کے ذمہ معلق رہے گا یہاں تک کہ وہ آزاد ہو کر اس کی ادائیگی کر دے۔

کفالۃ (کفالہ)

۔ تعریف: مطالبہ کے اندر ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ کے ساتھ ضم کرنے کو کفالہ کہتے ہیں۔

۱۔ اس کی انواع: کفالہ کی دو قسمیں ہیں۔ کفالہ بالمال اور کفالہ بالنفس۔

۔ کفالہ بالمال: مال کے سلسلے میں کفالہ سب کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔

ب۔ کفالہ بالنفس: جان کے سلسلے میں کفالہ جائز نہیں ہے خواہ مذکورہ جان کے ساتھ اللہ کا حق متعلق ہو مثلاً حد زنا، حد سرقہ اور حد ارتداد یا کسی آدمی کا حق متعلق ہو مثلاً حد قذف اور قصاص۔ (۳۸) بنا بریں اگر ایک شخص کو اس مقصد کے لیے محبوس کر دیا گیا ہو کہ اس سے قطع ید کی شکل میں قصاص لیا جائے گا اور پھر کوئی شخص آ کر اسے چھوڑ دینے کا یہ کہہ کر مطالبہ کرے کہ وہ اس کی واپسی کا کفیل ہے تو یہ کفالہ درست نہیں ہوگا اس لیے کہ قصاص کے سلسلے میں کوئی شخص اس کا قائم مقام نہیں بن سکتا کیونکہ سورۂ انعام آیت نمبر ۱٦۴ میں ارشاد باری ہے۔ (وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ اور ہر فرد جو کچھ کمائے گا (عمل کرے گا) وہ اس کے ذمہ پڑے گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔) (دیکھیے مادہ حد نمبر ۵)

۲۔ مکفول کی برأت ذمہ: حسن بصری کی رائے تھی کہ کفالہ حوالہ کی طرح ہے۔ یعنی دونوں کے اندر ادائیگی کے بغیر محل (مدیون) اور مکفول اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا نہیں ہوتے۔ رہ گیا مجرد وکالہ اور کفالہ تو اس سے برأت ذمہ عمل میں نہیں آتی۔ (۳۹)

۴۔ مسلم فیہ (بیع سلم کے مبیع) اور اجارہ پر لی جانے والی چیز کا کفالہ:
ہم (مادہ بیع نمبر ۶ کے جز أ کے جز ۳) میں کہہ آئے ہیں کہ بیع سلم کی مشروعیت کی اصل لوگوں کے لیے سہولت پیدا کرنا ہے۔ سہولت پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ ایک معدوم چیز کی بیع کی اجازت دے دی گئی ہے جس کی حوالگی ایک مقررہ مدت کے بعد عمل میں آنے والی ہو نیز بائع کو فوری طور پر ثمن اپنے قبضے میں لینے کی اجازت دی گئی ہے تا کہ وہ ثمن کی رقم کے ذریعے اپنی ضرورت پوری کر سکے۔ اس سہولت کی اصل روح کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ حسن بصری اس امر کو مکروہ قرار دیتے ہیں کہ بیع سلم کے اندر مشتری یہ شرط عائد کر دے کہ بائع مبیع کے سلسلے میں کوئی کفیل مہیا کرے یا رہن رکھے۔ اس لیے کہ بائع مبیع کے پاس اگر رہن رکھنے کے لیے کوئی مال ہوتا تو اسے بیع سلم کرنے کی مجبوری پیش نہ آتی۔ اگر دین کے سلسلے میں اسے کوئی کفیل میسر ہوتا تو اس کی ضرورت پوری ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ قتادہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیع سلم کے اندر کفیل اور رہن کو مکروہ قرار دیا ہے۔[40] (دیکھیے مادہ بیع نمبر ۶ کے جز ب کا جز ۳)
رہ گیا اجارہ تو اس کے اندر یہ صورت حال نہیں۔ اجارہ کی بنیاد مسامحت یعنی نرمی برتنے اور نظر انداز کر دینے پر نہیں ہوتی۔ بنا بریں حسن بصری نے اس امر کو مکروہ قرار نہیں دیا کہ مستاجر موجر پر یہ شرط عائد کر دے کہ جب وہ اجرت کی نقد ادائیگی کر دے تو موجر اسے کوئی کفیل مہیا کرے جو اس بات کی ذمہ داری اٹھائے کہ اجارے پر لی گئی چیز اسے یعنی مستاجر کو حوالہ کر دی جائے گی یا یہ کہ مذکورہ چیز صحیح سالم ہوگی اور جو کام اس سے لینا مقصود ہو، اس کی صلاحیت کی وہ حامل ہوگی۔ حسن بصری نے اس شخص کے بارے میں جو کفالہ کے تحت کوئی چیز کرائے پر حاصل کرے، فرمایا: ''اس میں مجھے کوئی حرج نظر نہیں آتا۔ اگر وہ سارا کرایہ نقد ادا کر دے'' گویا کرایہ دینے والا شخص یعنی مستاجر اپنے مال کے ذریعے کرائے پر لی جانے والی چیز تیار کراتا ہے، آپ کو یہ بات ناپسند تھی کہ کرایہ کا معاملہ ادھار رکھا جائے۔[41]

کفر (کفر)

۱۔ تعریف: حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کی ان باتوں کی تکذیب کا نام کفر ہے جو معلوم بالضرورہ ہیں یعنی ضروریات دین کی تکذیب، یا بالفاظ دیگر مسلمانوں کے عقائد کے برخلاف عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

۲۔ دائرۂ اسلام سے خارج کر دینے والے امور۔ (دیکھیے مادہ ردۃ نمبر ۲)

۳۔ کفر کے اثرات:

¤ کافر کو کفارہ کا کھانا نیز محرم کے شکار مارنے کے جرمانے کا گوشت وغیرہ نہیں کھلایا جائے گا۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۹) نیز (مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز أ کا جز ۲)

¤ کافر کا عدم احصان۔ (دیکھیے مادہ احصان نمبر ۲ کے جز أ کا جز ۲ نیز نمبر ۲ کا جز ب)

¤ حالت کفر میں کافر کی ہمبستری کو احصان شمار نہیں کیا جائے گا۔ جب تک وہ حالت اسلام میں ہمبستری نہ کر لے۔ (دیکھیے مادہ احصان نمبر ۲ کے جز أ کا جز ۲)

¤ کافر عورت کا مسلمان مرد کو محصن بنا دینا۔ (دیکھئے مادہ احصان نمبر۲ کے جز أ کا جز ۶)

¤ کافر اور مسلمان کے درمیان توارث جاری نہیں ہوتا نیز مختلف ادیان سے تعلق رکھنے والے کافروں کے درمیان بھی توارث نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر۶ کا جز ج)

¤ دشمن کے قیدیوں کے ساتھ جنگی قیدیوں جیسا سلوک کرنے کے لیے ان کے اندر کفر کی شرط۔ (دیکھئے مادہ اسر)

¤ کافر کسی مسلمان کا اضحیہ، ہدی اور نذر کا جانور ذبح نہیں کرے گا۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۵)

¤ قربانی کا گوشت کافر کو کھلانا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۷ کا جز ج)

¤ کافر کسی مسلمان غلام کو فروخت نہیں کر سکتا۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کا جز ھ)

¤ اگر کافر کی مملوکہ کافر لونڈی مسلمان ہو جائے تو آقا کو اس کی قیمت کی ادائیگی کے لیے اس سے کام کاج کروایا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر۲ کا جز أ)

۸ جن کافروں کے ساتھ عقد ذمہ کیا جائے، ان پر جزیہ کا وجوب ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ جزیۃ)

¤ کافر پر کیا گیا فوج داری جرم۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۴ کا جز ج)

¤ کافر پر کیے گئے فوج داری جرم کے اندر کفارہ کا عدم وجوب۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۴ کا جز ج نیز نمبر۵ کے جز د کا جز۳)

¤ کافروں کے خلاف جہاد۔ (دیکھئے مادہ جہاد)

¤ مسلمان عورت کافر عورت سے پردہ کرے۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر۳)

¤ والدین میں سے جو فرد مسلمان ہو، وہ بچے کی پرورش کرنے کے لیے اولیٰ ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ حضانۃ نمبر۲ کا جز أ)

¤ کافر کے حق میں ہدایت کی دعا کے سوا کوئی اور دعا مانگنے کی ممانعت۔ (دیکھئے مادہ دعا نمبر۷)

¤ کافر کا ذبیحہ۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر۳ کا جز أ)

¤ کافر عورت کا دودھ مسلمان بچے کو پلانا۔ (دیکھئے مادہ رضاع نمبر۲)

¤ کافر پر مالی عبادات مثلاً زکوٰۃ وغیرہ کا عدم وجوب۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۲ کا جز أ)

¤ کافر کو زکوٰۃ کا مال دینا درست نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۴ کے جز ب کا جز أ)

¤ کافر کو سلام کرنے میں ابتدا نہ کی جائے۔ (دیکھئے مادہ سلام نمبر۲ کا جز ج)

¤ کافر کے سلام کا جواب دینا۔ (دیکھئے مادہ سلام نمبر۳ کا جز ب)

¤ مضاربہ وغیرہ میں کافر کے ساتھ مسلمان کی مشارکت۔ (دیکھئے مادہ شرکۃ نمبر۲)

¤ کافر کے لیے شفعہ کا عدم ثبوت۔ (دیکھئے مادہ شفعۃ نمبر۳ کا جز أ)

¤ کافر کی گواہی ناقابل قبول ہے۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر۳ کا جز أ)

- ¤ کافر پر صدقہ کرنا۔ (دیکھئے مادہ صدقۃ نمبر ۶ کا جز أ)
- ¤ کافر پر بدنی عبادات مثلاً نماز وغیرہ کا عدم وجوب۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱) نیز (مادہ صیام نمبر ۷ کا جز أ) نیز (مادہ حج نمبر ۴ کا جز أ)
- ¤ کافر کی نماز جنازہ نہیں۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جز أ کا جز ۱)
- ¤ کافروں کی عبادت گاہوں میں نماز پڑھنا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز أ کا جز ۲)
- ¤ کافر کا مارا ہوا شکار۔ (دیکھئے مادہ صید نمبر ۲ نیز نمبر ۳ کا جز أ)
- ¤ کافر کے کتے کے ذریعے شکار پکڑنا۔ (دیکھئے مادہ صید نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۲)
- ¤ کفر کی بنا پر زوجین کے مابین تفریق۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۷ کا جز ج)
- ¤ کافر شوہر کی دی ہوئی طلاق کسی شمار میں نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز ب)
- ¤ کافر عورت کی عدت مسلمان عورت کی عدت کی طرح ہے۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۱)
- ¤ اگر کافر کسی مسلمان کو قذف کرے تو اس کی حد یعنی سزا۔ (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۵ کے جز أ کا جز ۱)
- ¤ مسلمان اور کافر بیویوں کے درمیان شب باشی میں مساوات قائم کرنا۔ (دیکھئے مادہ قسمۃ نمبر ۴ کا جز ب)
- ¤ کافروں کے درمیان عدالتی فیصلے اسلامی شریعت کے مطابق ہوں گے۔ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۳ کے جز أ) نیز (مادہ ارث نمبر ۲)
- ¤ کفارات کے اندر کافر غلام آزاد کرنے کا عدم جواز۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز أ کا جز ۲) نیز (مادہ ظھار نمبر ۷ کے جز ج کا جز ۱)
- ¤ کفارہ دینے والے کو اگر کوئی مسلمان فقیر نہ ملے تو وہ کتابی (یہودی یا نصرانی) فقیر کو کفارہ میں نکالی ہوئی چیز دے سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۶)
- ¤ کافر کا لعان درست ہے۔ (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۲ کا جز ب)
- ¤ کافر میت کو غسل نہیں دیا جائے گا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۱)
- ¤ اگر کافر عورت کے سوا کوئی اور عورت موجود نہ ہو تو وہ مسلمان عورت کی میت کو غسل دے سکتی ہے۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۶)
- ¤ اگر ایک شخص حالت کفر میں کوئی نذر مانے اور پھر مسلمان ہو جائے تو اس نذر کی ادائیگی کا حکم۔ (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۲ کا جز ج)
- ¤ کافر مرد مسلمان عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۲ کا جز أ)
- ¤ مسلمان مرد کافر عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز أ کا جز ۶ اور ۷)
- ¤ مسلمان پر کافر کی ولایت۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۶ کا جز ج) نیز (مادہ حضانۃ نمبر ۲ کا جز أ)
- ¤ کافر کے حق میں مسلمان کی وصیت۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۷ کا جز ھ)

¤ کافر کے ساتھ مصافحہ کرنے پر وضو ٹوٹ جانا۔ (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۲ کا جزد)

¤ کافروں کو کن الفاظ کے ذریعے حلف دلایا جائے۔ (دیکھئے مادہ یمین نمبر ۳ کا جزج)

کفن (کفن)

۱۔ تعریف: میت کے اس لباس کو کفن کہتے ہیں جس کے اندر اسے قبر میں اتارا جاتا ہے۔

۲۔ کفن کے احکام۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۵)

۳۔ میت کی تکفین کو اس کے دیون کی ادائیگی پر مقدم رکھا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۲ کا جز ز) نیز (مادہ ترکۃ نمبر ۴ کا جزج) نیز (مادہ ارث نمبر ۳ کے جزب کا جز۲)

کلام (گفتگو)

۱۔ تعریف: منہ سے نکلنے والی ان آوازوں کو کلام کہا جاتا ہے جو مفید معنیٰ ہوں۔

۲۔ کلام کے احکام:

¤ اذان دینے کے دوران کلام کرنا۔ (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۸)

¤ اقامت کہنے کے دوران کلام کرنا۔ (دیکھئے مادہ اقامۃ الصلوٰۃ نمبر ۲ کا جزح)

¤ کلام کرنے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۲ کا جزک)

¤ عمداً کلام کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ سہواً کلام کی بنا پر بطلان صلوٰۃ کے بارے میں مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جزج کا جز۱) نیز (مادہ سھو نمبر ۲ کا جزج)

¤ نماز کے اندر الفاظ کے ذریعے سلام کا جواب دینے کا جواز، ایسا کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۳ کا جزد) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جزج)

¤ واجب خطبے کے دوران کلام کرنا۔ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۴ کا جزج)

¤ رجعی طلاق یافتہ بیوی سے کلام کے ذریعے غیر متعلقہ کلام کے ذریعے رجعت (دیکھئے مادہ رجعۃ نمبر ۴ کا جزب)

¤ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے درمیان غیر متعلقہ کلام کے ذریعے فصل کر دینا (دیکھئے مادہ استثناء نمبر ۲ کا جزب)

¤ قوت گویائی سے محروم کر دینے کے جرم کی دیت۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جزب کے جز۲ کا جزب)

کلب (کتا)

۱۔ کتے کا نجس ہونا: کتا ناپاک ہے اور اس کا جھوٹا پانی بھی ناپاک ہے۔ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو یہ برتن سات مرتبہ پانی کے ساتھ اور آٹھویں مرتبہ مٹی کے ساتھ صاف کیا جائے گا۔[۴۲] حسن بصری کا یہی مسلک ہے۔ (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کے جزب کا جز۱)

۲۔ کتے کی بیع: حسن بصری کی رائے تھی کہ کتے کی بیع مطلقاً جائز نہیں ہے کیونکہ یہ نجس ہے۔ اگر کوئی شخص اسے فروخت کرے گا تو اس سے حاصل شدہ ثمن سحت یعنی حرام ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کا کتا تلف کر

دے تو اسے اس کا تاوان بھرنا نہیں پڑے گا۔(۴۳)(دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جز أ کا جز ۲)

۳۔ نمازی کے آگے سے کتا گزرنے کے نتیجے میں نماز کا انقطاع۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ھ)

کالے کتے کے ذریعے شکار پکڑنے کا عدم جواز اور دیگر سدھائے ہوئے کتوں کے ذریعے شکار پکڑنے کا جواز۔(دیکھئے مادہ صید نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۳ کا جز ج)

کنایۃ (کنایہ)

۱۔ تعریف: کنایہ اس کلام کو کہتے ہیں جس کا لازم معنی مراد ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اصل معنی مراد لینا بھی جائز ہو۔ اس لیے کہ کسی ایسے قرینے کا وجود نہیں ہوتا جو ان دونوں میں سے کسی ایک معنی کی تعیین کر دے۔

۲۔ کنایہ کے الفاظ کے ذریعے طلاق دینا۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۱ کا جز ج)

کنیۃ (کنیت)

کسی کو اس کے مخصوص نام (اسم علم) کے ذریعے جس کی ابتدا لفظ اب یا ام یا ابـــــن کے ساتھ ہوئی ہو، پکارنے کو کنیت کہتے ہیں۔

حضورﷺ کی کنیت (ابو القاسم) پر کنیت رکھنے کی ممانعت۔(دیکھئے مادہ اسم نمبر ۲ کا جز ب)

کنیسۃ (کنیسہ)

۱۔ تعریف: یہود یا نصاریٰ یا کفار کی عبادت گاہ کو کنیسہ کہتے ہیں۔

۲۔ مسلمانوں کے ملک میں کنیسہ کا وجود: حسن بصری کی رائے تھی کہ مسلمانوں کی سرزمین میں کنیسہ کا قیام جائز نہیں ہے اور اگر کوئی کنیسہ موجود ہو تو اسے گرا دیا جائے خواہ وہ پرانا ہو یا نیا۔ آپ فرماتے: ''شہروں میں موجود کنائس کو خواہ وہ پرانے ہوں یا نئے، منہدم کر دینا سنت ہے۔''(۴۴)

۳۔ کنیسہ کے اندر نماز کی ادائیگی۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز أ کا جز ۲)

حرف الکاف کے اندر مذکورہ حوالہ جات

(۱) عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۴۶۰

(۲) المحلی ج ۷ ص ۲۹۳، المغنی ج ۸ ص ۴۸۴

(۳) المحلی ج ۸ ص ۶۸، المغنی ج ۸ ص ۷۱۳، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۷

(۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸

(۵) حوالہ درج بالا۔

(۶) عبد الرزاق ج ۹ ص ۴۸۱، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۳۱، المغنی ج ۸ ص ۹۵، الاشراف ج ۲ ص ۲۱۰

(۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۹ ب
(۸) عبدالرزاق ج ۸ ص ۵۰۶، المحلی ج ۸ ص ۵۳، المغنی ج ۸ ص ۷۰۵
(۹) الاشراف ج ۴ ص ۲۳۷
(۱۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۷ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۶، المغنی ج ۷ ص ۳۵۹، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۹۲
(۱۱) المغنی ج ۸ ص ۷۴۴، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۹۲، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۴، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۱۴، احکام القرآن ج ۲ ص ۲۲۷، الاشراف ج ۴ ص ۲۴۵، ۲۴۶
(۱۲) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۷۸
(۱۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۷ ب، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۹۲، الدر المنثور ج ۲ ص ۳۱۳
(۱۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۷ ب
(۱۵) کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۹۲
(۱۶) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۷۷
(۱۷) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۷۷، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۵۹، المغنی ج ۸ ص ۷۵۱، الاشراف ج ۴ ص ۲۴۶
(۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۰
(۱۹) المغنی ج ۸ ص ۷۵۶، الدر المنثور ج ۲ ص ۳۱۴
(۲۰) عبدالرزاق ج ۸ ص ۵۰۸
(۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۷، عبدالرزاق ج ۸ ص ۵۰۸، المحلی ج ۸ ص ۳۷
(۲۲) عبدالرزاق ج ۸ ص ۵۰۸، المحلی ج ۸ ص ۳۷
(۲۳) المحلی ج ۸ ص ۳۷
(۲۴) احکام القرآن ج ۲ ص ۴۵۷
(۲۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۰، عبدالرزاق ج ۸ ص ۵۱۰، المحلی ج ۸ ص ۲۷، الدر المنثور ج ۲ ص ۳۱۳
(۲۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸
(۲۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۰
(۲۸) الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۲۹۴
(۲۹) عبدالرزاق ج ۸ ص ۵۱۱
(۳۰) عبدالرزاق ج ۸ ص ۵۱۲، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۸۰، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۶۰، المغنی ج ۸ ص ۷۴۲
(۳۱) المحلی ج ۸ ص ۷۴، المغنی ج ۸ ص ۷۴۲
(۳۲) الاشراف ج ۱ ص ۴۳۶
(۳۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۹

(۳۴)سنن بیہقی ج ۱۰ص ۶۰

(۳۵)ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۶۰ ب

(۳۶)سنن سعید ج ۳ص ۲/۷۷، المحلی ج ۸ص ۷۰، المغنی ج ۷ص ۳۸۲ ج ۸ص ۶۲۷' الاشراف ج ۱ص ۴۴۴' ج ۴ ص ۲۵۰۔

(۳۷)عبدالرزاق ج ۹ص ۹۵، الاشراف ج ۱ص ۱۲۵

(۳۸)المغنی ج ۴ص ۵۵۷

(۳۹)المحلی ج ۸ص ۱۱۳

(۴۰)عبدالرزاق ج ۸ص ۹، شرح السنۃ ج ۸ص ۱۹۳، المغنی ج ۴ص ۳۰۹

(۴۱)عبدالرزاق ج ۸ص ۲۱۶

(۴۲)طرح التثریب ج ۲ص ۱۳۴، المغنی ج ۱ص ۵۲، المحلی ج ۱ص ۱۱۲

(۴۳)شرح السنۃ ج ۸ص ۲۴، المجموع ج ۹ص ۲۴۶

(۴۴)عبدالرزاق ج ۶ص ۶۰ ج ۱۰ص ۳۱۹

حرف اللام

لؤلؤ (موتی)

سمندر کی تہہ میں بننے والے موتی کولؤلؤ کہتے ہیں۔

موتیوں میں واجب شدہ زکوٰۃ۔(دیکھئے مادہ رکاز نمبر۲)

لباس (لباس)

جو چیز جسم کے لیے ساتر بن جائے،اسے لباس کہیں گے۔

¤ لباس کے ذریعے ستر پوشی۔(دیکھئے مادہ حجاب)

¤ احرام کے اندر عورت کا لباس۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز د کا جز ا)

¤ احرام کے اندر مرد کا لباس۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز د کا جز ۲ اور نمبر ۸ کا جز ک)

¤ نماز کے لیے لباس۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کا جز ج نیز نمبر ۳ کا جز ج)

¤ یہودی اور نصرانی کی چادر میں نماز کا جواز۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ج)

¤ مردوں کے لیے ریشمی لباس کی تحریم اور عورتوں کے لیے اس کی اباحت۔(دیکھئے مادہ حریر نمبر ۲ کا جز أ)

¤ کوڑوں کی سزا دینے کے لیے متعلقہ مجرم کے جسم سے لباس اتارا نہیں جائے گا۔(دیکھئے مادہ جلد نمبر ۲)

لبن (دودھ)

۱۔ پستان کی نوک سے نکلنے والے سفید سیال اور غذا بخش مادے کو لبن کہتے ہیں۔

۲۔ دودھ کا پاک ہونا: حسن بصری کی رائے تھی کہ دودھ گوشت سے پیدا ہوتا ہے بنا بریں آپ کی رائے تھی کہ جس جانور کا گوشت حرام ہے،اس کا دودھ بھی حرام ہو گا اور جس جانور کا گوشت مکروہ ہے،اس کا دودھ بھی مکروہ ہو گا۔(۱) تاہم اس کلیہ سے عورت کا دودھ مستثنیٰ ہے اس لیے کہ اس کے گوشت کی تحریم کے باوجود اس کا دودھ پاک اور حلال ہے اور شیر خوار بچے کو غذا کے طور پر اسے پلایا جا سکتا ہے۔حسن بصری نے فرمایا: ''عورت کا دودھ ناپاک نہیں۔''(۲) اس کے گوشت کی تحریم تو حرمت انسان کی بنا پر ہے اور اس کا دودھ شیر خوار بچے کی پرورش کی ضرورت کی بنا پر حلال کر دیا گیا ہے۔دودھ اگرچہ پاک ہے لیکن اس کے ساتھ وضو جائز نہیں ہے۔اس لیے کہ یہ پانی نہیں ہے۔(۳)

۳۔ عورت کے دودھ سے شیر خوار بچے کی رضاعت اور اس پر مترتب ہونے والے اثرات۔(دیکھئے مادہ

رضاع)

لحیۃ (داڑھی)

۱۔ تعریف: دونوں جبڑوں اور ٹھوڑی پر اگنے والے بالوں کو لحیہ کہا جاتا ہے۔ لحیٌ (جبڑا) وہ ہڈی ہے جس میں دانت اگتے ہیں۔

ذقن (ٹھوڑی) دونوں جبڑوں کے ملنے کے مقام کو ذقن کہتے ہیں۔

۲۔ داڑھی بڑھانا: نووی نے حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ آپ داڑھی کترنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے کہ اسے بڑھنے دو کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''داڑھیاں بڑھاؤ۔''(۴)

۳۔ وضوء کے اندر داڑھی کا خلال۔ (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کا جزھ)

لعاب (لعاب)

۱۔ تعریف: منہ سے بہنے والے مادے کو لعاب کہتے ہیں۔

۲۔ لعاب کی طہارت اور نجاست: حسن بصری سور اور کتے کے لعاب کو قطعی طور پر ناپاک شمار کرتے تھے۔ بنا بریں آپ نے ان دونوں جانوروں کے جھوٹے پانی پر نجس ہونے کا حکم عائد کیا تھا۔ دوسری طرف آپ انسان اور حلال جانوروں کے لعاب کو قطعی طور پر پاک سمجھتے تھے۔ بنابریں آپ نے ان کے جھوٹے پانی پر پاک ہونے کا حکم عائد کیا تھا۔ البتہ بلی، گدھے اور مرغی کے لعاب کی طہارت کے بارے میں آپ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے تاہم درست بات یہی ہے کہ ان کا لعاب پاک ہے۔ وحشی درندوں کے لعاب کی طہارت کے بارے میں آپ سے مروی روایات کے اندر کوئی اختلاف نہیں۔ اسی بنا پر ان کے جھوٹے پانی کے پاک ہونے کے متعلق بھی روایات میں کوئی اختلاف نہیں۔ (دیکھئے مادہ سور)

لعان (لعان کرنا)

۱۔ تعریف: قسموں کے ساتھ موکد ان گواہیوں کو جو زوجین دیں اور جو لفظ لعنت یا لفظ غضب کے ساتھ مقرون ہوں، لعان کہا جاتا ہے۔ یہ گواہیاں شوہر کے حق میں حد قذف کی قائم مقام اور بیوی کے حق میں حد زنا کی قائم مقام بن جاتی ہیں۔

۲۔ لعان کے وجوب کی شرطیں: درج ذیل شرطوں کی بنا پر بھی لعان واجب ہوتا ہے:

اً۔ زنا کاری کی صراحۃً تہمت لگائی گئی ہو مثلاً شوہر بیوی سے کہے: ''تم نے زنا کاری کی ہے'' یا اسی قسم کے دیگر الفاظ یا اپنی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی کر کے ضمناً یہ تہمت لگائی گئی ہو۔

ب۔ جس بیوی پر زنا کاری کی تہمت لگائی گئی ہو، اس کا محصنہ ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ ہر مکلف جوڑے کی طرف سے لعان درست ہوتا ہے۔ خواہ یہ جوڑا مسلمان ہو یا کافر یا شوہر مسلمان ہو اور بیوی کتابیہ ہو یا یہ جوڑا عادل

(اچھے کردار کا حامل) ہو یا فاسق یا کسی حد کا سزا یافتہ یا آزاد ہو یا غلام۔ (۵) اگر زوجین میں سے ایک فرد غیر مکلف ہو مثلاً دیوانہ یا نابالغ تو پھر دونوں کے درمیان لعان نہیں ہوگا۔ حسن بصری نے اس شوہر کے متعلق جس نے اپنی نابالغ بیوی پر زنا کاری کی تہمت لگائی تھی، فرمایا: ''شوہر پر نہ تو حد قذف جاری ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔'' (۶)

ج۔ جس وقت قذف کیا گیا ہو، قذف کی زد میں آنے والی عورت اس وقت قاذف کی بیوی ہوحتیٰ کہ اگر کوئی مرد کسی اجنبی عورت کو قذف کرے اور پھر اس کے ساتھ نکاح کر لے تو لعان جاری نہیں ہوگا البتہ اسے حد قذف لگے گی۔ (۷) اگر شوہر اپنی بیوی پر ایسی زنا کاری کی تہمت لگائے جس کی اضافت نکاح سے پہلے کے زمانے کی طرف ہو تو اس صورت میں شوہر پر لعان واجب ہو جائے گا کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو قذف کیا ہے۔ اس لیے وہ سورۂ نور آیت نمبر ۶ کے اندر ارشاد باری (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ .... اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں.....) کے عموم میں داخل ہو جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ: ''میں نے تمہیں شادی سے پہلے بدکاری کرتے دیکھا تھا'' تو وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا۔'' (۸) آپ سے مروی ایک اور روایت کے مطابق مذکورہ شخص پر نہ تو حد قذف جاری ہوگی اور نہ لعان ہوگا اس لیے کہ اس نے اپنی بیوی سے یہ بات اس وقت کہی تھی جب وہ اس کے عقد میں تھی۔ (۹) بیوی خواہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا، لعان کے سلسلے میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بنا بریں اگر شوہر اپنی غیر مدخول بہا بیوی پر زنا کاری کی تہمت لگائے تو وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا اور بیوی کو نصف مہر مل جائے گا۔ (۱۰) (دیکھیے مادہ قذف نمبر ۳ کے جزج کا جزا) اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرنے کے بعد اسے تین طلاق دیدے تو بھی لعان لازم ہوگا خواہ بیوی کے بطن سے کوئی بچہ موجود ہو یا نہ ہو۔ اگر بچہ موجود ہو تو اس کے نسب کی نفی کی بنا پر لعان لازم ہوگا اور اگر بچہ موجود نہ ہو تو شوہر سے حد قذف ساقط کرنے کے لیے لعان لازم ہوگا۔ (۱۱) حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرے اور پھر اسے تین طلاق دیدے تو لعان کرے گا خواہ بیوی حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔'' (۱۲) (دیکھیے مادہ قذف نمبر ۳ کے جزج کا جز ۴) اگر شوہر اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے اور عدت کے اندر اسے قذف کردے تو حاملہ ہونے کی صورت میں وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا اور حاملہ نہ ہونے کی شکل میں اس پر حد قذف جاری ہوگی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے اور پھر اسے قذف کردے تو اس پر حد قذف جاری ہوگی۔ الا یہ کہ بیوی حاملہ ہو۔ ایسی صورت میں وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا۔'' (۱۳) (دیکھیے مادہ قذف نمبر ۳ کے جزج کا جز ۵) نیز (مادہ حمل نمبر ۴ کے جزب کا جزا) نیز (مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جزھ کا جز ۱۲)

۳۔ لعان کرنے سے باز رہنا: اگر لعان واجب ہو جائے تو زوجین پر لازم ہو جائے گا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ لعان کریں۔ اگر شوہر لعان کرے اور بیوی لعان کرنے سے باز رہے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی بلکہ اسے اس وقت تک محبوس رکھا جائے گا جب تک لعان نہ کر لے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر شوہر لعان کر

لے اور بیوی لعان کرنے سے انکار کر دے تو اسے قید کر دیا جائے گا۔" (۱۴)

۴۔ شوہر کا اپنے آپ کو جھوٹا قرار دینا: اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرے اور پھر اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے تو اس کا یہ فعل یا تو لعان سے پہلے ہو گا یا لعان کے بعد۔

اگر لعان کرنے سے پہلے ہی شوہر اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے تو حسن بصری نے فرمایا: "بیوی کے لیے اب شوہر کے ساتھ رہنے کی گنجائش نہیں ہو گی بلکہ معاملہ سلطان (عدالت) میں لے جانا اس کے لیے ضروری ہو گا۔ اس کے بعد یا تو حد جاری ہو گی یا لعان ہو گا۔" (۱۵) اگر شوہر اپنے آپ کو جھوٹا قرار دینے کی بات پر قائم رہے تو اس پر حد قذف جاری ہو گی اور مذکورہ عورت اس کی بیوی رہے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: "اگر لعان سے پہلے ہی شوہر اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیدے تو اسے حد قذف لگے گی اور عورت اس کی بیوی رہے گی۔" (۱۶) اگر لعان کے بعد شوہر اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیدے تو حسن بصری سے عبدالرزاق کی روایت کے مطابق شوہر کو حد قذف لگے گی اور بچہ اس کے ساتھ ملحق نہیں ہو گا۔ (۱۷) اور ابن شیبہ کی روایت کے مطابق شوہر پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی۔ (۱۷) دوسری روایت ہی صحیح ہے۔

۵۔ لعان کے اثرات:

أ۔ لعان کرنے والے زوجین کے درمیان علیحدگی: جب لعان کا مرحلہ مکمل ہو جائے تو دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی اور پھر کسی کو کبھی بھی رجوع کرنے کا حق حاصل نہ ہو گا خواہ شوہر نے لعان کے بعد اپنے آپ کو جھوٹا قرار کیوں نہ دیا ہو۔ حسن بصری نے فرمایا: "لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی اور پھر دونوں کبھی بھی عقد نکاح میں یکجا نہیں ہو سکیں گے۔" (۱۹) نیز فرمایا: "اگر شوہر اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیدے تو بھی دونوں کبھی بھی ایک دوسرے کے ساتھ نکاح نہیں کر سکیں گے۔" (۲۰) آپ نے اس شوہر کے متعلق جو لعان والی بیوی کی عدت میں اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیدے، فرمایا: "جب اس نے لعان کر لیا تو دونوں کے مابین ہر رابطہ منقطع ہو گیا۔" (۲۱)

ب۔ بچے کے نسب کا ماں کے ساتھ الحاق: اگر لعان اس بنا پر واقع ہوا ہو کہ شوہر نے اپنی ذات سے بچے کے نسب کی نفی کر دی تھی تو ایسی صورت میں بچے کا نسب اس سے منقطع ہو جائے گا اور بچہ اپنی ماں کے ساتھ ملحق ہو گا اور پھر باپ کا نسب اس کی طرف نہیں لوٹائے گا خواہ لعان کرنے کے بعد وہ اس نسب کا اقرار کیوں نہ کر لے۔ (۲۲)

ج۔ لعان کرنے والی عورت کو قذف کرنا: اگر کوئی شخص لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کو قذف کرے تو اس پر حد قذف جاری ہو گی۔ حسن بصری نے فرمایا: "لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کو قذف کرنے والے پر حد قذف جاری ہو گی۔" (۲۳)

د۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرے اور لعان جاری ہونے سے پہلے دونوں میں سے کوئی ایک وفات پا جائے تو اس صورت میں مقذوفہ کی وراثت کا مسئلہ۔ (دیکھیے مادہ ارث نمبر ۵ کے جزب کا جز ۱۰)

لعان کرنے والی عورت کے ولد کی وراثت۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۱ کے جز ب کے جز ا کا جز ب)

۶۔ زوجین میں سے کسی ایک کی وفات کی بنا پر لعان کا سقوط۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۱۰)

لقطہ (گری پڑی چیز جو کسی کو مل جائے)

۱۔ تعریف: لقطہ اس مال کو کہتے ہیں جسے محفوظ کر لیا جائے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو۔

۲۔ لقطہ کے احکام:

أ۔ ایسا مال جسے اس کا مالک چھوڑ گیا ہو: اگر کسی شخص کو ایسا مال مل جائے جسے اس کا مالک اس طرح چھوڑ گیا ہو کہ وہ بے مالک بن کر رہ گیا ہو تو مذکورہ شخص کو اسے اٹھا لینے کی اجازت ہوگی اور اٹھاتے ہی وہ اس کا مالک بن جائے گا۔ مثلاً جہاز میں لوگ سفر کر رہے ہوں کہ اچانک سمندر میں طوفان آ جائے اور جہاز غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے اور اس سے بچنے کے لیے مسافر اپنا سامان سمندر میں پھینک دیں اور پھر سمندر کی موجیں یہ سامان کنارے تک پہنچا دیں تو جس شخص کو یہ سامان مل جائے گا، وہ اس کا مالک بن جائے گا۔ (۲۴) (دیکھئے مادہ حیاء الموات نمبر ۲)

ب۔ ایسا مال جو اپنے مالک کے ہاتھ سے ضائع ہو گیا ہو: اگر کسی شخص کو ایسا مال مل جائے جو اپنے مالک کے ہاتھ سے ضائع ہو گیا ہو تو یہ مال یا تو معمولی نوعیت کا ہوگا جسے عام طور پر لوگ نظر انداز کر دیتے ہوں گے یا ایسی حیثیت کا حامل ہوگا کہ لوگ عام طور پر اسے نظر انداز نہ کرتے ہوں گے۔
اگر پہلی صورت ہو تو اسے اٹھانے والا شخص فوری طور پر اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اسے مذکورہ مال مشتہر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ الربیع بن صبیح نے روایت کی ہے کہ حسن بصری نے کوڑے، عصا اور چمڑے کے لیے تسموں وغیرہ کے سلسلے میں رخصت دی ہے کہ انہیں اٹھانے والا شخص ان سے فائدہ حاصل کر لے۔ (۲۵) اگر دوسری صورت ہو تو مذکورہ مال اٹھانے والا اس سے اس وقت تک کوئی فائدہ حاصل نہ کرے جب تک سال بھر اسے مشتہر نہ کر دے۔ سال کے بعد مذکورہ مال اس کے ہاتھ میں بطور امانت رہے گا۔ وہ کسی حال میں بھی اس کا مالک نہیں بنے گا اور اگر سال کے بعد مذکورہ مال اس کے ہاتھ سے تلف ہو جائے تو وہ اس کا تاوان نہیں بھرے گا۔ (۲۶)

لقیط (گرا پڑا بچہ جو کسی کو مل جائے)

۱۔ تعریف: لقیط اس بچے کو کہتے ہیں جس کے گھر والے اسے پھینک دیں۔

۲۔ لقیط کے احکام:

أ۔ لقیط کی آزادی: لقیط آزاد ہوتا ہے اور اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہوتا۔ لقیط کو فروخت کرنے کے متعلق جب حسن بصری سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کو یہ بات قبول نہیں۔ کیا تم سورۂ یوسف نہیں پڑھتے۔'' (۲۷) (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز أ)

ب۔ لقیط کا نفقہ اور اس کی میراث: چونکہ لقیط کا کوئی ولی نہیں ہوتا، اس لیے امام المسلمین اس کا ولی ہوگا اور اس کا

خرچہ مسلمانوں کے بیت المال پر واجب ہوگا اور جب اس کی وفات ہوگی تو اس کی میراث بیت المال میں رکھ دی جائے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''لقیط آزاد ہے۔ اس کا نفقہ اور اس کی میراث بیت المال میں ہو گی۔'' (۲۸)

لمس (چھونا) دیکھئے مادہ مباشرۃ

لواطۃ (لواطت)

۱۔ تعریف: مرد کے دبر میں جنسی عمل کرنے کو لواطت کہتے ہیں۔

۲۔ لواطت کی سزا: اس بارے میں حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اسے سنگسار کر دیا جائے گا خواہ یہ محصن ہو یا غیر محصن۔ (۲۹) دوسری روایت کے مطابق اس کی سزا وہی ہے جو زانی کی ہے یعنی اگر محصن ہو گا تو سنگسار کیا جائے گا اور اگر محصن نہیں ہو گا تو کوڑے لگائے جائیں گے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''لواطت کا مرتکب زانی کی طرح ہے۔'' (۳۰) اگر ثیب (شادی شدہ) ہوگا تو سنگسار کر دیا جائے گا اور اگر کنوارا ہوگا تو کوڑے لگائے جائیں گے۔ (۳۱)

۳۔ لواطت کی تہمت لگانا۔ (دیکھئے مادہ قذف نمبر۲ کا جزج)

لیلۃ القدر (شب قدر)

۱۔ تعریف: شب قدر ہر سال کی ایک ایسی رات ہے جس میں بندوں کی تقدیریں آسمان دنیا میں اتاری جاتی ہیں اور جس میں کی گئی دعا اللہ قبول کرتا ہے۔

۲۔ اس کا وقت: لیلۃ القدر کے وقت کے بارے میں حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ دوسری روایت کے مطابق رمضان کی چوبیسویں رات ہے۔ (۳۲) اس بارے میں آپ کا قول ہے کہ: ''میں بیس برسوں تک سورج کا مشاہدہ کرتا رہا ہوں۔ اس دوران میں نے دیکھا کہ رمضان کی چوبیسویں رات کی صبح جب یہ طلوع ہوتا ہے تو اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی۔'' (۳۳)

حرف اللام میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) شرح السنۃ ج ۱۱ص ۲۵۷

(۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۸

(۳) الاوسط ج ۱ص ۲۵۳

(۴) المجموع ج ۱ص ۳۴۹

(۵) المغنی ج ۷ص ۳۹۲، عبدالرزاق ج ۷ص ۱۲۹، المحلی ج ۱۱ص ۲۷۱، شرح السنۃ ج ۹ص ۲۵۴، الاشراف ج ۴ص ۲۶۴، ۲۶۵

(۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۷ ب، الاشراف ج ۴ ص ۲۶۱

(۷) المغنی ج ۷ ص ۴۰۲

(۸) عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۴۱، المغنی ج ۷ ص ۴۰۲

(۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۴ ب

(۱۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۰، المغنی ج ۷ ص ۳۹۳، ۳۹۴، شرح السنۃ ج ۹ ص ۲۵۹، الاشراف ج ۴ ص ۲۵۹، ۲۶۰

(۱۱) شرح السنۃ ج ۹ ص ۲۶۴، المغنی ج ۷ ص ۴۰۲

(۱۲) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۶۷، عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۰۴، الاشراف ج ۴ ص ۲۵۸

(۱۳) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۶۷، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۴ ب، عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۰۴، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۹۲، المغنی ج ۷ ص ۴۰۲، الاشراف ج ۴ ص ۲۵۸

(۱۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸ ب، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۹۶، المغنی ج ۷ ص ۴۴۴، الاشراف ج ۴ ص ۲۶۸

(۱۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶

(۱۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸

(۱۷) عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۱۱

(۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۸ ب

(۱۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۷ ب، الاشراف ج ۴ ص ۲۶۹

(۲۰) عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۱۳

(۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۷ ب

(۲۲) المغنی ج ۷ ص ۴۲۶

(۲۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸ ب، المغنی ج ۸ ص ۲۳۰

(۲۴) المحلی ج ۸ ص ۲۴۰، ۲۶۰، المغنی ج ۵ ص ۶۷۸

(۲۵) سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۶

(۲۶) المغنی ج ۵ ص ۶۴۸

(۲۷) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۲

(۲۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۹

(۲۹) المحلی ج ۱۱ ص ۳۸۲، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۶۲

(۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷، ۱۳۹ ب

(۳۱) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۹، المحلی ج ۱۱ ص ۳۸۲، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۳۰۹

(۳۲) المجموع ج ۶ ص ۴۹۹

(۳۳) عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۵۲

حرف المیم

ماء (پانی)

۱۔ تعریف: پانی اس سیال چیز کا نام ہے جو آسمان سے برستا یا زمین سے پھوٹتا ہے یا آکسیجن کے ایک ذرے اور ہائیڈروجن کے دو ذروں کے ملاپ سے بنتا ہے اور جس کا نہ تو کوئی مزہ ہوتا ہے نہ بو اور نہ رنگ۔

اگر پانی کے ساتھ کوئی چیز مختلط ہو جائے اور اس قدر غالب آ جائے کہ پانی کی مذکورہ بالا تینوں صفات زائل ہو جائیں تو ایسی صورت میں پانی پانی نہیں رہتا۔ (۱)

۲۔ پانی کا ناپاک ہو جانا:

أ۔ حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کثیر پانی میں نجاست گر جائے تو اس سے مذکورہ پانی ناپاک نہیں ہوگا البتہ اگر نجاست گرنے سے پانی کے اوصاف بدل جائیں تو پھر ناپاک ہو جائے گا۔ حسن بصری کے نزدیک کثیر پانی وہ ہے جس کی مقدار دو قلوں (مٹکوں) کو پہنچ جائے۔ آپ نے ایسے دو مٹکوں کے بارے میں جن کے اندر مردار گر گیا تھا نیز کتے نے ان سے پیا تھا اور گدھے نے ان کے اندر پیشاب کر دیا تھا، فرمایا: ''تم ان سے وضو کرو اور پیو۔'' (۲) قلیل پانی کے متعلق حسن بصری سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق قلیل پانی صرف اس وقت ناپاک ہو جاتا ہے جب اس کا مزہ یا بو بدل جائے۔ (۳) آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ قلیل پانی میں نجاست گرنے کے ساتھ ہی وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ خواہ نجاست کے اوصاف مذکورہ پانی میں نہ بھی ظاہر ہوں۔ عبدالرزاق نے آپ سے روایت کی ہے کہ اگر پانی میں خون کا قطرہ ٹپک جائے تو اس سے ایک یا دو کوزے پانی بہا دو لیکن اگر پانی اتنی مقدار میں ہو کہ اس سے وضو کیا جا سکتا ہو تو اسے بہا دو۔ (۴) آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ عمرو بن عبید نے آپ سے کہا کہ: ''میں وضو کے لیے پانی رکھتا ہوں اور پھر چوہیا آ کر اس سے پی لیتی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ پانی بہا دو کیونکہ فساد مچانے والی یہ چوہیا جس برتن سے پانی پیتی ہے، اس میں پیشاب بھی ضرور کرتی ہے۔'' (۵) ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ گھڑے میں اگر شراب یا خون کا قطرہ گر جائے تو سارا پانی بہا دیا جائے گا۔ (۶) ابن قدامہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک بچے نے کنویں میں پیشاب کر دیا ہے۔ آپ نے جواب میں کنویں کا سارا پانی نکال دینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ: ''حسن بصری سے بھی اسی طرح کا قول منقول

ہے۔"(۷) ابن المنذر نے آپ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈبو دے تو وہ سارا پانی بہا دے گا۔ (دیکھئے مادہ غسل الیدین نمبر ا کا جز ا) اگر کنویں میں کوئی انسان گر کر مر جائے تو آپ نے فرمایا کہ کنویں سے سارا پانی نکال دیا جائے۔"(۸)

ب۔ شک کے ساتھ پانی ناپاک نہیں ہوتا الا یہ کہ اس کے اوصاف بدل جائیں۔ بنا بریں اگر ایک کنواں دوسرے کنویں کے ساتھ متصل ہو اور اس دوسرے کنویں میں پیشاب وغیرہ نجاستیں ہوں اور پہلے کنویں کے پانی تک ان نجاستوں کی رسائی کے بارے میں شک پڑ جائے تو حسن بصری کے قول کے مطابق جب تک اس کنویں کے پانی کا رنگ یا بو بدل نہ جائے، اس وقت تک اس سے وضو کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۹)

ج۔ پانی کے اندر کسی جاندار کا مر جانا: مر کر ناپاک ہو جانے یا ناپاک نہ ہونے کے اعتبار سے جانداروں کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایسے جاندار جن کے اندر بہنے والا خون ہو۔ یہ جاندار موت کی بنا پر ناپاک ہو جاتے ہیں مثلاً چوہا وغیرہ۔ اگر ایسے جاندار پانی میں گر کر مر جائیں تو وہ پانی کو ناپاک کر دیں گے۔ کنویں چونکہ بکھرے ہوئے تھے اور ان کے اندر جانداروں کے گر کر مر جانے سے بچاؤ ممکن نہیں تھا۔ بنا بریں حسن بصری کی رائے تھی کہ کنویں میں اگر چوہا جیسا جانور گر کر مر جائے اور پھر پھول کر پھٹ جانے سے پہلے اسے کنویں سے نکال لیا جائے تو مذکورہ کنویں کو پاک کرنے کے لیے اس سے چالیس ڈول پانی نکال لینا کافی ہوگا۔ آپ نے فرمایا: "اگر کوئی جانور کنویں میں گر کر مر جائے تو اس سے چالیس ڈول پانی نکال دیا جائے گا۔"(۱۰) لیکن اگر مذکورہ جانور پھول کر پھٹ جائے اور اس کے اجزاء کنویں کے پانی میں بکھر جائیں تو کنویں سے سارا پانی نکال دینا واجب ہوگا۔ آپ نے فرمایا: "اگر کنویں میں جانور مر جائے تو اس سے پانی نکالا جائے گا لیکن اگر جانور مر کر کنویں میں پھٹ جائے تو کنویں کا سارا پانی نکال دیا جائے گا۔"(۱۱)

۲۔ ایسے جاندار جن کے اندر بہنے والا خون نہیں ہوتا: یہ جاندار موت کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتے مثلاً بچھو، ٹڈی، گبریلا، جھینگر اور جدجد (جھینگر جیسا ایک جانور) وغیرہ اگر ایسے جاندار پانی میں گر کر مر جائیں تو وہ پانی کو ناپاک نہیں کریں گے۔ خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر۔ حسن بصری فرمایا کرتے: "ہر ایسا جانور جس کے اندر بہنے والا خون ہو، اگر پانی میں گر کر مر جائے تو اس پانی سے وضو نہیں کیا جائے گا تاہم گبریلے، بچھو، ٹڈی اور جدجد کی رخصت ہے۔ اگر یہ مشکیزے میں گر کر مر جائیں تو کوئی حرج نہیں۔"(۱۲) ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے گبریلے، بچھو اور جھینگر میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔"(۱۳)

د۔ استعمال شدہ پانی: ایسا لگتا ہے کہ حسن بصری جنابت دور کرنے کے لیے استعمال ہونے والے پانی اور وضو میں استعمال ہونے والے پانی کے درمیان فرق کرتے ہیں۔

۱۔ جنابت دور کرنے کے لیے جو پانی استعمال کیا جائے، اس کے متعلق آپ کی رائے تھی کہ وہ طاہر ہے لیکن

مطہر نہیں ہے اور غسل یا وضو کے لیے اس کا دوبارہ استعمال جائز نہیں ہوتا۔ عبدالرزاق نے آپ سے روایت کی ہے کہ جنبی شخص اگر بھول کر اپنا ہاتھ اس پانی میں ڈال دے جس سے وہ غسل کرنے والا ہو تو وہ یہ پانی پھینک دے گا اور اس سے نہ وضو کرے گا اور نہ غسل۔ (۱۴)

۲۔ وضو میں استعمال شدہ پانی پاک ہوتا ہے اور پاک کرنے والا بھی یعنی طاہر اور مطہر۔ اس کے ساتھ وضو اور غسل وغیرہ جائز ہے۔ (۱۵) حسن بصری اپنے ہاتھ میں لگے ہوئے پانی سے سر کا مسح کر لیتے تھے۔ (۱۶) آپ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص سر کا مسح بھول جائے اور اس کی داڑھی میں تری موجود ہو تو اس تری کے ساتھ سر کا مسح درست ہو جائے گا۔ (۱۷) اگر وضو کرنے والا اپنے جسم پر موجود وضو کا پانی اپنے برتن میں جھاڑ دے تو اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی اور مذکورہ پانی سے اس کا وضو مکمل ہو جائے گا۔'' (۱۸) نیز فرمایا: ''اگر میاں بیوی ایک ہی برتن کے پانی سے وضو کرلیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (۱۹)

ھ۔ عورت کے وضو کا بچا ہوا پانی: استعمال پانی کے متعلق اوپر جو بحث گزر چکی ہے، اس پر تفریع کے طور پر حسن بصری کی رائے تھی کہ عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے اگر مرد غسل یا وضو کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح عورت نے اگر غسل جنابت یا غسل حیض نہ کیا ہو تو اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل کر لینے میں مرد کے لیے کوئی قباحت نہیں ہے۔ البتہ اگر عورت نے غسل جنابت یا غسل حیض کیا ہو تو غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کے لیے وضو یا غسل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۱۹ب) اسی مفہوم پر حسن بصری سے مروی وہ روایت محمول ہوگی جس کے مطابق آپ عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (۲۰) یعنی اس پانی سے وضو کے عدم جواز کی رائے رکھتے تھے۔ (۲۱) قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری اور ابن المسیبؒ سے عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کے بارے میں پوچھا تو دونوں نے مجھے اس سے منع کیا۔ (۲۲) ''الاستذکار'' کے اندر حسن بصری سے مروی ہے کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو نہ کرے اور عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرلے۔ (۲۳) اس تفریق کی اصل وہ روایت ہے جس کے راوی خود حسن بصری ہیں کہ: ''حضورﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔'' (۲۴)

و۔ انسان اور جانور کا جھوٹا پانی۔ (دیکھئے مادہ سؤر)

۳۔ کھڑا پانی: یعنی ایسا پانی جو کافی عرصے تک ایک مقام پر کھڑے رہنے کی وجہ سے متغیر ہو گیا ہو۔ یہ پانی طاہر اور مطہر ہوتا ہے۔ حسن بصری کھڑے پانی سے وضو کر لینے میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے۔ (۲۵)

۴۔ راستے کا پانی: حسن بصری کی رائے تھی کہ راستے کا پانی طاہر ہے اور جو شخص اس پانی میں اپنے پاؤں ڈبو کر دھولے۔ اس پر نماز پڑھنے سے پہلے اپنے پاؤں دھونا لازم نہیں ہوگا۔ (۲۶) (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر۳ کا جز ھ)

۵۔ گرم کیا ہوا پانی: ایسے پانی سے وضو کرنے میں کوئی کراہت نہیں۔ قرہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے

گرم پانی کے ساتھ وضو کرنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۲۷)

۶۔ منجمد پانی: جو پانی ٹھنڈ کی وجہ سے جم گیا ہو مثلاً برف، وہ پانی کے حکم میں ہوتا ہے اور اس کے ذریعے طہارت کا حصول جائز ہے۔ حسن بصری سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے برف میں غسل کیا تھا اور ٹھنڈ لگ جانے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی تھی، آپ نے جواب میں فرمایا: ''واہ واہ! اسے کیسی اچھی شہادت نصیب ہو گئی۔'' (۲۸)

۷۔ سمندر کا پانی: حسن بصری کی رائے میں سمندر کا پانی طاہر اور مطہر ہے۔ (۲۹)

مائع (بہنے والی چیز)

مائع ہر اس مادے کو کہتے ہیں جسے اگر کسی رکاوٹ کے بغیر چھوڑ دیا جائے تو وہ بہہ پڑے۔ پانی کے سوا دیگر مائعات کے ذریعے وضو درست نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۳)

مؤتم (مقتدی)

مؤتم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی اور کی اقتداء میں اپنی نماز ادا کرے۔

مؤتم کے احکام (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جزھ نمبر ۸ کے جزد کا جزج نیز نمبر ۱۰ کا جزھ اور نمبر ۱۱ کا جزط)

المؤلفۃ القلوبھم (وہ لوگ جن کی تالیف قلب مطلوب ہو)

مؤلفۃ القلوب وہ لوگ ہیں جن کے شر سے بچنے کی خاطر یا جنہیں اسلام کی طرف راغب کرنے کی غرض سے مال زکوۃ میں سے کچھ دے دیا جائے۔

زکوۃ کے اندر مؤلفۃ القلوب کا حصہ۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کا جزھ)

مبارزۃ (میدان جنگ میں مقابلہ کی دعوت دینا)

جنگ کے اندر مبارزت طلب کرنے کی کراہت۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۸)

مباشرۃ (چہرے کے ساتھ چہرہ ملا دینا)

۱۔ تعریف: ایک چیز کو دوسری چیز تک بلا واسطہ پہنچا دینا یا بشرہ پر بشرہ (چہرہ) رکھ دینا مباشرۃ کے نام سے موسوم ہے۔

۲۔ مباشرت کے احکام:

أ۔ اجنبی عورت کے ساتھ مباشرت: مرد کے لیے کسی ایسی عورت کے ساتھ مباشرت جائز نہیں جو اس کی بیوی یا لونڈی یا محرم نہ ہو۔ اسی طرح عورت کے لیے اجنبی مرد کے ساتھ مباشرت جائز نہیں ہے۔ اس قاعدے سے صرف وہی صورت مستثنیٰ ہے جہاں ضرورت پیش آ جائے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے کسی ایسے مرد کا سر دھونا حلال نہیں جس کے ساتھ اس کا حرمت والا رشتہ نہ ہو۔'' (۳۰)

ب۔ شہوت کے ساتھ مباشرت کی بنا پر حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے: حسن بصری کی رائے تھی کہ نسوانی شرم گاہ کے سوا کسی اور طرح سے بھی شہوت والی مباشرت کے ذریعے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ (۳۱) ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میری ایک لونڈی تھی جس کے ساتھ میں ہمبستری کرتا تھا۔ اس کی ایک بیٹی بھی تھی جس کی عمر دودھ چھوڑنے کی عمر سے کچھ زیادہ تھی۔ ایک دن وہ برہنہ تھی۔ میں نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے چمٹا لیا اور اس کے ساتھ مجھے اپنے اندر شہوت بھی محسوس ہوئی۔ یہ سن کر آپ نے جواب دیا: ''اس کی ماں کے قریب نہ جاؤ۔'' (۳۲) (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کا جز د نیز نمبر ۳ کا جز ھ)

ج۔ حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت: اگر مرد کو اپنے جذبات پر قابو ہو تو وہ اپنی حائضہ بیوی کے ساتھ جنسی چھیڑ چھاڑ اور فرج کے سوا کسی اور مقام پر جنسی عمل کر سکتا ہے لیکن اگر اسے اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکنے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں وہ بیوی سے کہے گا کہ وہ ازار باندھ لے اور اس کے بعد وہ ازار کے اوپر اوپر سے چھیڑ چھاڑ کر سکے گا۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز ح) حائضہ بیوی کے لیے اپنے شوہر کو وضو کرانا اور سر پر کنگھی کرنا وغیرہ جائز ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر حائضہ عورت اپنے مرد کو وضو کرائے اور اس کے سر پر کنگھی کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' (۳۳)

د۔ روزہ دار کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ شرم گاہ کے سوا مباشرت کی اباحت۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جز ط)

¤ بیوی کے ساتھ معتکف کی مباشرت۔ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۶)

¤ ظہار کرنے والے کا اپنی اس بیوی کے ساتھ ہمبستری کے سوا مباشرت کی اباحت جس سے اس نے ظہار کیا ہو۔ (دیکھئے مادہ ظہار نمبر ۶ کا جز ب)

¤ استبراء رحم کرنے والی عورت کے ساتھ شرم گاہ کے سوا مباشرت۔ (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۵)

¤ اگر محرم اپنی بیوی کے ساتھ شہوت کے تحت مباشرت کرے تو دم واجب ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ی)

¤ بیوی کے ساتھ مباشرت سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۹ کا جز أ)

¤ استبراء کے دوران میں لونڈی کے ساتھ ہمبستری کے سوا مباشرت کی اباحت۔ (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۵ کا جز أ)

¤ کافر کے ساتھ مباشرت کے بعد وضو۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۵ کا جز د)

متعہ (متعہ)

۱۔ متعۂ طلاق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۱۰ کا جز ب)

۲۔ نکاح متعہ: حسن بصری کی رائے تھی کہ نکاح متعہ منسوخ ہو گیا ہے نیز یہ کہ حضور ﷺ کے عہد میں عمرۂ قضا کے دوران صرف تین دنوں کے لیے اس کی حلت ہوئی تھی اور اس کے بعد یہ منسوخ ہو گیا۔ آپ فرماتے: ''خدا کی قسم! متعہ صرف تین دنوں کے لیے تھا اور حضور ﷺ نے ان تین دنوں کے دوران اس کی اجازت

دی تھی۔ان تین دنوں سے پہلے نہ متعہ تھا اور نہ اس کے بعد متعہ رہا۔"(۳۴)

مجنون (دیوانہ) دیکھئے مادہ جنون۔

مجوس (مجوسی)

¤ مجوس اس قوم کو کہا جاتا ہے جو مجوسیت کے دین کی پیروکار ہے۔ یہ زرتشت کا دین ہے۔ یہ لوگ آگ کی تعظیم کرتے ہیں۔

¤ مجوسی کے سمندری شکار کی حلت۔(دیکھئے مادہ صید نمبر۲)

¤ مجوسی کے ساتھ عقد ذمہ۔(دیکھئے مادہ ذمی نمبر۲ کا جز اُ)

¤ مجوسی کا پکایا ہوا کھانا۔(دیکھئے مادہ طعام نمبر۷)

¤ مجوسی کے ذبیحہ کی تحریم۔(دیکھئے مادہ ذبح نمبر۳) نیز اس جانور کی تحریم جسے مجوسی نے اپنی آگ کے نام پر نامزد کیا ہو خواہ مذکورہ جانور کسی مسلمان نے کیوں نہ ذبح کیا ہو۔(دیکھئے مادہ ذبح نمبر۵ کا جز د)

¤ مجوسی عورت کے ساتھ نکاح۔(دیکھئے مادہ نکاح نمبر۴ کے جز اُ کے جز ۶ کا جز اُ)

¤ مجوسی لونڈی کے ساتھ تسری۔(دیکھئے مادہ تسری نمبر۳ کا جز ب)

¤ مجوسی کا خون بہا۔(دیکھئے مادہ جنایہ نمبر۵ کے جز ب کے جز ۲ کا جز واؤ)

محارم (وہ رشتہ دار یا رضاعی خواتین جن کے ساتھ ایک شخص کا نکاح حرام ہو)

(دیکھئے مادہ قرابۃ نمبر۳)

محلل (حلالہ کرنے والا) دیکھئے مادہ تحلیل

مخارج (مخرج کی جمع)

۱۔ تعریف: شارع کے حکم کی خلاف ورزی کیے بغیر حرج اور تنگی سے نکلنے کی راہ کو مخرج کہتے ہیں۔ یہ حیلہ سے مختلف امر ہے کیونکہ حیلہ مشروع امر کے ذریعے غیر مشروع امر تک رسائی کا نام ہے یا یہ ایک حکم کے اندر شارع کے مقصد کو معطل اور بے اثر بنا دینے کا نام ہے۔

۲۔ مخارج کا حکم: مخارج مشروع ہیں۔ان کی مشروعیت کی بنیاد یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے جب اپنی بیوی کو کسی وجہ سے سو کوڑے مارنے کی قسم کھالی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھ میں سو تیلیاں اکٹھی کر کے ایک دفعہ اپنی بیوی کو ماریں۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم پوری ہو جائے اور قسم سے نکلنے کے لیے ایک راہ بنا دی جائے۔سوۂ ص آیت نمبر۴۴ میں ارشاد باری ہے۔(خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ ۔اور اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے لو اور اسے مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔) حسن بصری مخارج کے فتوے دیا کرتے تھے۔آپ نے ایک عورت کے بارے میں جس

نے ساری زندگی شادی نہ کرنے پر اپنے تمام غلام اور لونڈیاں آزاد کرنے کی قسم کھائی تھی، فرمایا: ''وہ ان غلام اور لونڈیوں کو فروخت کر دے اور پھر نکاح کر لے۔''(۳۵) آپ نے اس شخص کے متعلق جس نے پیدل حج کرنے کی قسم کھائی تھی، فرمایا: ''وہ حج پر پیدل روانہ ہو جائے اور پھر جس مقام پر پہنچ کر آگے پیدل چلنے سے عاجز ہو جائے، وہاں سے سوار ہو کر اپنا سفر جاری رکھے اور پھر حرم میں جا کر جانور ذبح کرے۔''(۳۶) آپ کی رائے تھی کہ مؤجل دین کی معجّل ادائیگی کے لیے دین کا کچھ حصہ چھوڑ دینے کی شرط جائز نہیں ہے۔ آپ کی رائے میں اس مشکل کے لیے مخرج یہ تھا کہ دائن اپنے دین کے بدلے عروض یعنی سامان و اسباب لے لے خواہ ان اسباب کی قیمت دین کی مالیت سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: ''اگر کسی کا کسی پر ایک معلوم مدت کے لیے کوئی حق ہو اور پھر وہ اس حق کا بعض حصہ چھوڑ دینے کی شرط پر اس کی فوری ادائیگی چاہے تو یہ بات مکروہ یعنی ناجائز ہوگی۔'' پھر آپ نے دائن کو مخاطب ہو کر فرمایا: ''اگر تم اپنا حق یعنی دین فوری طور پر لینا چاہتے ہو تو (نقدی کی بجائے) سامان و اسباب لے لینے میں کوئی حرج نہیں۔''(۳۷)

مدبر (آقا کی وفات کے بعد آزاد ہو جانے والا غلام)

مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جس کی آزادی اس کے مالک کی وفات پر معلق کر دی گئی ہو۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۴)

مذی (مذی)

۱۔ تعریف: جنسی جوش کے موقعہ پر سامنے کی شرم گاہ سے خارج ہونے والے لیس دار مادے کو مذی کہتے ہیں۔

۲۔ مذی کے احکام:

اَ۔ مذی کی نجاست: مذی ناپاک ہے۔ سماک کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا کہ اگر کسی شخص کو مذی آ جائے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''ہر نر کو یہ کیفیت پیش آتی ہے جب مذی نکلے تو وہ اپنا عضو تناسل دھو لے۔''(۳۸)

ب۔ وضو ٹوٹ جانا: اگر مذی شرم گاہ سے باہر نکل آئے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۵ کا جز اَ)

روزہ دار کے لیے مذی نکالتے رہنا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جزی)

مرابحۃ (منافع لے کر کوئی چیز فروخت کرنا)

بیع مرابحہ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جز ز)

مرأۃ (عورت)

¤ عورتوں کے لیے احرام کا لباس۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز د کا جز ا)

- محرم شخص عورتوں سے دور رہے۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جزی)
- احرام کھولنے کے لیے عورت کا سر منڈانا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۱۱) نیز (مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز د) نیز (مادہ شعر نمبر ۲ کا جز أ)
- عورت کا اذان دینا مشروع نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۲ کا جز د)
- عورت کی ولاء کن افراد پر ثابت ہوتی ہے؟ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۲ کے جز أ کا جز ۲)
- مرتد عورت کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ (دیکھئے مادہ استتابۃ نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ ردۃ نمبر ۴ کا جز أ اور ب)
- عورت کا استحاضۃ (دیکھئے مادہ استحاضۃ)
- عورت کا استمناء۔ (دیکھئے مادہ استمناء نمبر ۳)
- عورت کے حق میں نماز کے لیے اقامت کہنے کی عدم مشروعیت۔ (دیکھئے مادہ اقامۃ الصلاۃ نمبر ۲ کا جز ب)
- عورت سے ایلاء کرنا۔ (دیکھئے مادہ ایلاء)
- نابالغ بچی کا پیشاب دھونے کے ذریعے پاک ہوجاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ بول نمبر ۳ کا جز أ)
- علاج کی خاطر عورت اپنے جسم کا کون سا حصہ کھول سکتی ہے؟ (دیکھئے مادہ تداوی نمبر ۳ کا جز ج)
- عورتوں کے لیے تکبیرات تشریق کی عدم مشروعیت۔ (دیکھئے مادہ تکبیر نمبر ۵ کا جز ب)
- خطرناک سرحدی مقامات پر عورتوں کو ٹھہرایا نہ جائے۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۵)
- جنگ میں عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۹)
- فوجداری جرم کے اندر عورت کا قصاص معاف کردینا درست نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز أ اور ب نیز جز ب کے جز ۲ کا جز ز)
- آزاد عورت اور لونڈی پر پردہ کب فرض ہوجاتا ہے؟ (دیکھئے مادہ حجاب)
- عورت پر حج فرض ہونے کے لیے سفر میں ساتھ جانے کی غرض سے اس کے کسی محرم کا وجود شرط ہے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴ کا جز ج)
- طواف کعبہ نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے اندر عورت رمل نہیں کرے گی۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱ کا جز د نیز نمبر ۲ کا جز أ)
- عورت پر پابندی عائد ہونا۔ (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب) نیز (مادہ تبرع نمبر ۲ کا جز د)
- عورت کا حیض۔ (دیکھئے مادہ حیض)
- عورت کا ختنہ۔ (دیکھئے مادہ ختان نمبر ۲)
- خیار بلوغ کا ثبوت عورت کے لیے ہے، مرد کے لیے نہیں۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جز ھ)
- عورت کا ذبیحہ حلال ہے۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۳ کا جز ب)

- عورت کے لیے سونا پہننے کی اباحت ہے، مرد کے لیے نہیں۔ (دیکھئے مادہ ذھب نمبر ۲ کا جز ب)
- عورت کو اگر بدکاری پر مجبور کیا گیا ہو تو ایسی صورت میں اس سے حد زنا ساقط ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ب)
- نماز کے اندر عورت کس طرح سجدہ کرے۔ (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۲ کا جز ھ) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز د کا جز ۸)
- عورت کا اپنے بالوں کو اون وغیرہ کے ساتھ جوڑ کر بڑھانا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۲)
- عورت کی گواہی۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کا جز ی نیز نمبر ۴ کا جز ج اور د) نیز (مادہ استھلال نمبر ۳) نیز (مادہ جنایۃ نمبر ۲) نیز (مادہ نکاح نمبر ۸)
- نماز کے اندر عورت کا لباس۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کا جز ج)
- مرد کا عورت کے کپڑوں میں اور عورت کا مرد کے کپڑوں میں نماز پڑھنا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۴)
- مرد کی ایسی عورتوں کی امامت جن کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز د کا جز ۱۰)
- نماز میں عورت کی امامت۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ک)
- نمازی کے آگے سے عورت گزر جانے کی صورت میں نماز کا انقطاع۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ھ)
- نماز کے اندر عورتوں کی صفوں کی ترتیب۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کا جز ۶)
- نماز عید میں شمولیت کے لیے عورتوں کو مکلف کرنا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ج)
- نقاب کے ساتھ عورت کے نماز پڑھنے کی کراہت۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۶) نیز (مادہ تلثم نمبر ۲)
- عورتوں پر نماز جمعہ کا عدم وجوب۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۱)
- عورت کی نماز جنازہ میں امام کے کھڑے ہونے کا مقام۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جز ھ کا جز ۱ اور ۲)
- اگر ہمبستری کے ذریعے رمضان کا روزہ توڑا گیا ہو تو عورت پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۳ کا جز ھ)
- عورت سے ظہار کرنا۔ (دیکھئے مادہ ظھار)
- عقیقہ لڑکے کا ہوتا ہے، لڑکی کا نہیں۔ (دیکھئے مادہ عقیقۃ نمبر ۲ کا جز أ)
- غسل جنابت کے اندر عورت اپنی مینڈھیاں نہ کھولے۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۵ کا جز ھ)
- مردوں کے درمیان وفات پانے والی عورت کا غسل۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۶)
- عورت کی تکفین۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۶)
- جنازے کے ساتھ عورتوں کا جانا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۶ کے جز أ کا جز ۱)

¤ عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے طہارت حاصل کرنا۔ (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۲ کا جزھ)

¤ عورت کا نفاس۔ (دیکھئے مادہ نفاس)

¤ عورت پر اقرباء کا نفقہ واجب نہیں۔ (دیکھئے مادہ نفقہ نمبر ۴ کا جزد) نیز (مادہ صغیر نمبر ۸ کا جزد)

¤ نکاح کے اندر عورت پر کس کی ولایت ہوگی؟ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵)

¤ عورت کو لمس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۶ کا جز اً)

مرض (بیماری)

۱۔ تعریف: مرض اس بیماری کو کہتے ہیں جو متعلقہ شخص کو صحت کے حد اعتدال سے خارج کردے۔

۲۔ مرض کی قسمیں: احکام شرعیہ کے تعلق کے اعتبار سے مرض کی دو قسمیں ہیں:

اً۔ مرض صحت: یعنی ایسی بیماری جس کے بعد صحت یابی ہو جائے۔ ایسے مرض میں مبتلا شخص کے ان تمام تصرفات کا حکم جو غیر کے ساتھ کیے جائیں، تندرست شخص کے حکم کی طرح ہے۔

ب۔ مرض موت: یعنی ایسی بیماری جس میں مبتلا ہونے کے بعد مریض کو صحت یابی نصیب نہ ہو اور اس کی وفات ہو جائے۔ اس قسم کے مرض کے ساتھ شرعی احکام متعلق ہوتے ہیں۔

۳۔ مرض کے احکام:

¤ مریض کی عیادت کے لیے معتکف کا باہر جانا۔ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۵)

¤ مرض الموت میں مبتلا مریض کا اقرار۔ (دیکھئے مادہ اقرار نمبر ۲ کا جزب)

¤ مرض الموت میں اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس کی وراثت کا مسئلہ۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جزب کا جز ۳ اور ۴)

¤ مرض الموت میں مبتلا مریض کی خرید و فروخت۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جز داوَ)

¤ مرض کا علاج۔ (دیکھئے مادہ تداوی)

¤ مریض کا تیمم۔ (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۳ کا جزب اور جزج)

¤ مریض کا ایسے شخص کو تیار کرنا جو اس کی طرف سے حج کرے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴ کا جزد)

¤ حج اور عمرہ کے اندر مریض کا طواف۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱ کا جز داوَ)

¤ حج کے اندر رمی جمار کے لیے مریض کا کسی کو اپنا وکیل یعنی کارندہ بنانا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جزب)

¤ مرض الموت میں مبتلا مریض پر پابندی لگنا۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۲ کے جزھ کا جز ۳) نیز (مادہ حجر نمبر ۲ کے جزب کے جز ۲ کا جزد)

¤ اگر آقا مرض الموت میں اپنا غلام آزاد کر کے وفات پا جائے اور اس غلام کے سوا اس کا کوئی اور مال نہ ہو جب کہ اس پر دین بھی ہو تو ایسی صورت میں غلام کی قیمت وصول کرنے کے لیے اس سے کام کروایا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۶ کا جزھ) نیز (مادہ تبرع نمبر ۲ کے جزھ کا جز ۳)

¤ مریض کی نماز۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کا جز ب)
¤ مرض کی وجہ سے دو نمازوں کو یکجا کر دینے کی اباحت۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز ا کا جز ۹)
¤ مریض پر نماز با جماعت کا عدم وجوب۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۶)
¤ مریض کا رمضان کے روزے نہ رکھنا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ج)
¤ اگر کوئی شخص کسی کفارے کے روزے رکھتا ہو اور وہ بیمار ہو جانے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو اس سے اس کے روزوں کا تسلسل منقطع نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۳ کا جز ز)
¤ مرض الموت میں مبتلا مریض کی دی ہوئی طلاق۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز واؤ) نیز (مادہ ارث نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۴)
¤ مرض الموت کے اندر مانی ہوئی نذر۔ (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۲ کا جز د)
¤ مرض الموت میں مبتلا مریض کا نکاح۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کا جز ھ)
¤ نکاح کے بعد زوجین میں سے کسی ایک کے اندر کسی مرض کا ظہور۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۳)
¤ مرض الموت میں مبتلا مریض کی وصیت۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۵ کا جز ب)

مزارعۃ (بٹائی)

۱۔ تعریف: اپنی زمین کسی کو کاشت کے لیے یا دیکھ بھال کے لیے اس شرط پر دے دینا کہ پیدا ہونے والی فصل دونوں کے درمیان تقسیم ہو جائے گی، مزارعت کے نام سے موسوم ہے۔

۲۔ مزارعت کا حکم: مزارعت کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ زمین اور بیج یا پودے ایک فریق کے ہوں اور کام دوسرے فریق کا ہو اور پیداوار دونوں کے درمیان رہے۔ حسن بصری اس صورت کی تصویب نہیں کرتے تھے بلکہ اسے فاسد اجارہ شمار کرتے تھے۔ بنا بریں اگر ایک شخص دوسرے سے کہے: ''میرے اس باغ میں کام کرو اور تمہیں پیداوار کا تہائی یا چوتھائی حصہ مل جائے گا'' تو یہ بات حسن بصری کے نزدیک مکروہ یعنی ناجائز ہوگی۔ (۳۹) ابن رجب نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ نے عشری زمینوں کے اندر مشاع (مشترک) جز کے بدلے مزارعت کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے اور خراجی زمینوں کے اندر جائز کہا ہے۔ (۴۰)

دوسری صورت یہ ہے کہ زمین ایک فریق کی ہو اور بیج نیز خرچہ دونوں کا ہو اور پیداوار دونوں کے درمیان طے شدہ مشاع نسبت سے تقسیم ہو جائے۔ حسن بصری نے اس صورت کو جائز قرار دیا ہے۔ (۴۱) کیونکہ یہ شراکت کے باب سے متعلق ہے۔

مزایدۃ (نیلامی)

بیع مزایدہ (نیلامی کے ذریعے مال کی فروخت) یہ ہے کہ فروخت کیے جانے والے سامان کی مرحلہ وار بولی دی جائے یعنی نیچے سے بھاؤ شروع کر کے اسے بڑھایا جاتا رہے تاکہ بہتر بھاؤ پر جا کر عقد بیع تکمیل پذیر ہو

جائے۔(دیکھئے مادہ بیع نمبر۴ کا جز ب) نیز (مادہ غنیمۃ نمبر۵)

مزدلفۃ (مزدلفہ)

مزدلفہ منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔اس میں مشعر حرام ہے۔

مزدلفہ میں حاجی رات گزاریں گے اور مغرب وعشاء کی نمازیں یکجا پڑھیں گے۔(دیکھئے مادہ حج نمبر۱۴)

مسبوق (ایسا مقتدی جس کی نماز کا اول حصہ امام کے ساتھ پڑھنے سے رہ گیا ہو۔)

مسبوق اس مقتدی کو کہتے ہیں جس نے نماز کا اول حصہ امام کے ساتھ ادا نہ کیا ہو۔

مسبوق کے احکام۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۷ کے جز ھ کا جز۹)

نماز جمعہ کا مسبوق (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۸ کا جز ج)

نماز جنازہ کا مسبوق۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۱۰ کے جز ھ کا جز۸)

مسجد (مسجد)

۱۔ تعریف: مسجد اس مقام کو کہتے ہیں جسے مسلمانوں نے نماز پڑھنے کے لیے وقف کر رکھا ہو۔

۲۔ مسجد کے احکام:

اَ۔ مسجد میں ٹھہرنے کے لیے طہارت کا ہونا: بنا بریں جنبی اور حائضہ کو مسجد میں ٹھہرنے سے روک دیا گیا ہے البتہ مسجد میں سے ہو کر گزر جانا اور مسجد میں سے کوئی چیز اٹھانا دونوں کے لیے مباح ہے۔(دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر۲ کا جز د) نیز (مادہ حیض نمبر۵ کا جز د) حسن بصری بے وضو شخص کے لیے مسجد میں ٹھہرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور مسجد میں سے ہو کر اس کے گزر جانے کو مکروہ تصور نہیں کرتے تھے۔(۴۲)

ب۔ مسجد میں سونا: حسن بصری مسجد میں سونے کی رخصت دیتے تھے اور فرماتے کہ مسجد کے اندر سو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۴۳) خود آپ مسجد میں نماز پڑھنے کے بعد سو جایا کرتے تھے۔(۴۴)

ج۔ مسجد میں انگلیاں چٹخانا: ایسا لگتا ہے کہ حسن بصری مسجد میں انگلیاں چٹخانے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے۔ آپ خود مسجد کے اندر اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیک کیا کرتے تھے۔(۴۵)

د۔ مسجد کے اندر سے ہو کر گزرنا: حسن بصری اس بات کی اباحت کے قائل تھے کہ ایک شخص مسجد کو گزرگاہ بنالے اور اس میں سے ہو کر آئے جائے۔(۴۶)

مسک (مشک)

مشک اس خوشبو کو کہتے ہیں جو خاص قسم کی ہرنیوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔

مشک بطور خوشبو استعمال کرنے کی کراہت۔(دیکھئے مادہ طیب نمبر۲)

مسکر (نشہ آور چیز) دیکھئے مادہ اشربۃ

مشاع (مشترک)

مشاع حصہ اس حصے کو کہتے ہیں جو معین نہ ہو البتہ اس کی مقدار معلوم ہو۔

¤ مشاع چیز اس وقت تک فروخت نہ کی جائے جب تک اس کی تقسیم عمل میں نہ آ جائے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزواؤ)

¤ پیداوار کے ایک مشاع جز کے بدلے مزارعت۔ (دیکھئے مادہ مزارعۃ نمبر۲)

مصانعۃ (کچھ دے دلا کر کام نکالنا)

۱۔ تعریف: مصانعت یہ ہے کہ کسی ایسے حق کے حصول کے لیے مال خرچ کیا جائے جس کا حصول مال خرچ کیے بغیر ممکن نہ ہو۔

۲۔ مصانعت کا حکم: حسن بصری رشوت کو حرام قرار دیتے تھے لیکن مصانعت کی رخصت دیتے تھے۔ آپ فرماتے 'تم اپنے مال اور اپنی جان کے بچاؤ کی خاطر اپنا جو مال خرچ کرو گے، اس میں تمہیں اجر ملے گا۔'' (۴۷)

مصحف (قرآن مجید)

مصحف ان صفحات کو کہتے ہیں جن کے اندر حضورﷺ پر نازل شدہ کلام الٰہی جمع کر دیا گیا تھا جو ہم تک تواتر کے ساتھ منقول ہوا ہے۔ (دیکھئے مادہ قرآن)

مضاربۃ (مضاربہ)

شراکت مضاربہ یہ ہے کہ دو افراد کسی کاروبار میں اس طرح شراکت کریں کہ سرمایہ ایک فرد کا ہو اور کام دوسرا فرد کرے اور اللہ کی طرف سے جو منافع حاصل ہو، وہ دونوں کے درمیان طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہو جائے نیز یہ کہ نقصان کا بوجھ سرمایہ کار پر ہو۔ (دیکھئے مادہ شرکۃ نمبر۲)

مفقود (لاپتہ شخص)

۱۔ تعریف: مفقود اس شخص کو کہتے ہیں جو اس طرح لاپتہ ہو جائے کہ کچھ معلوم نہ ہو کہ آیا زندہ ہے یا مردہ۔

۲۔ مفقود کے احکام: اگر ایک شخص اس طرح لاپتہ ہو جائے کہ اس کے متعلق معلوم نہ ہو سکے کہ آیا زندہ ہے یا مر چکا ہے (۴۸) تو ایسی صورت میں اس کی بیوی اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش کر دے گی۔ قاضی اسے چار برسوں تک انتظار کرنے کا حکم دے گا۔ اگر اس دوران مفقود واپس آ جائے تو مذکورہ عورت اس کی بیوی رہے گی اور اگر واپس نہ آئے تو قاضی مفقود کے ولی کو حکم دے گا کہ وہ مذکورہ بیوی کو طلاق دیدے۔ اس کے بعد مطلقہ عدت وفات گزارے گی اور عدت کی مدت ختم ہو جانے پر اگر چاہے تو شادی کر سکے گی۔ اگر اس

کی شادی ہو جائے لیکن دخول (تعلق زن وشو قائم ہونے) سے پہلے مفقود واپس آ جائے تو وہ اس کی بیوی رہے گی اور دخول کے بعد مفقود واپس آ جائے تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ یا تو وہ مذکورہ عورت کو اپنی بیوی کے طور پر قبول کرلے یا مہر کے طور پر اپنی دی ہوئی رقم واپس حاصل کرلے۔ ان دونوں باتوں میں سے جو بھی صورت وہ اختیار کرے گا، اس کے لیے درست ہوگی۔ اگر وہ مہر کی رقم واپس لینا پسند کرلے تو عورت کے موجودہ شوہر پر یہ رقم اس کے حوالے کرنا واجب ہوگا۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸ کا جز واؤ)

مفلس (دیوالیہ، تہی دست) دیکھئے مادہ فلس

مفوّضۃ (وہ بیوی جسے اس کا شوہر طلاق کا معاملہ تفویض کردے)

مفوّضہ (حرف واؤ کے زبر کے ساتھ)

اس بیوی کو کہتے ہیں جسے اس کا شوہر اپنے آپ کو طلاق دینے کا معاملہ سپرد کردے۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کے جز اُ کے جز ۲ کا جز اُ)

مفوضہ (حرف واؤ کی زیر کے ساتھ)

وہ بیوی ہے جو مہر کی تعیین کا معاملہ اپنے شوہر کے سپرد کردے۔ (دیکھئے مادہ مہر نمبر ۲ کا جز ب)

مکاتب (ایسا غلام جس کے ساتھ عقد کتابت ہوا ہو)

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جو اپنے آقا کے ساتھ اپنی آزادی کے ثمن کے طور پر ایک معین رقم اسے ادا کرنے پر متفق ہو جائے۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳)

مکۃ (مکۂ مکرمہ)

مکہ اس مبارک شہر کا نام ہے جس میں کعبہ شریف واقع ہے۔

مکۂ مکرمہ کے احکام۔ (دیکھئے مادہ حرم)

ملکیۃ (ملکیت)

۱۔ تعریف: انسان اور ایک چیز کے درمیان اس شرعی اتصال کو ملکیت کہتے ہیں جس کے نتیجے میں مذکورہ انسان اس چیز میں تصرف کرنے اور دوسروں کو اس تصرف کرنے سے روکنے میں پوری طرح آزاد ہو جاتا ہے۔

۲۔ ملکیت کے حصول کے ذرائع: تملک یعنی ملکیت میں آنے کے مختلف ذرائع ہیں۔

اُ۔ عقود۔ ان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ عقود معاوضہ مثلاً بیع۔ (دیکھئے مادہ بیع)

۲۔ عقود تبرع مثلاً ہبہ اور صدقہ وغیرہ۔ (دیکھئے مادہ تبرع)

ب۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مالک بنا دیا جانا۔ (دیکھئے مادہ ارث)

ج۔ ایسی چیز کو محفوظ کر لینا جس کا کوئی مالک نہ ہو۔ (دیکھئے مادہ احیاء الموات) عثمان بن غیاث کہتے ہیں کہ حسن بصری سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص ویران و بیابان مقام پر اپنا جانور چھوڑ جائے اور پھر کوئی شخص اسے پکڑ لے اور اسے کھلا پلا کر کام کرنے کے قابل بنا دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''جس شخص نے اسے کام کے قابل بنا دیا یعنی زندہ کر دیا، یہ اسی کا ہوگا۔'' آپ سے یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر کوئی جہاز سمندر میں ڈوب جائے اور اس میں مختلف لوگوں کے اموال لدے ہوں تو کیا حکم ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''ان میں سے جو مال سمندر اپنے ساحل پر پھینک دے اور پھر وہ کسی کے ہاتھ لگ جائے، وہ اس کا ہو گا۔ اسی طرح جو شخص غوطہ خوری کے ذریعے ان میں سے جو مال نکال لائے، وہ اس کا ہوگا۔''(۴۹)

منٰی (منٰی)

مکہ معظمہ کے قریب حرم مکی کے ایک مقام کا نام منٰی ہے۔ یہاں حجاج کرام ایام تشریق میں قیام کرتے ہیں۔

ھدی منٰی کے اندر ذبح ہوگا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ے کے جزب کا جز ٦)

ایام منٰی میں حاجیوں کے کرنے کے کام۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جزب اور ج نیز نمبر ۱۶، ۱۷ اور ۱۸)

منی (مادۂ منویہ)

منی اس گاڑھے مادے کو کہتے ہیں جو اگلی شرم گاہ سے کود کر باہر نکلتا ہے۔ اس سے بچہ بنتا ہے اور اس کے خارج ہونے کے ساتھ شہوت ختم ہو جاتی ہے۔

منی کا ناپاک ہونا۔ (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر ۲ کا جز د)

طلاق مغلظہ پانے والی بیوی کو اس کے شوہر کے لیے حلال کرنے کی شرط یہ ہے کہ موجودہ شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے اور انزال ہو جائے۔ (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۳ کا جز ھ)

انزال کی بنا پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کے جز اُ کا جز ۲)

مھر (مہر)

۱۔ تعریف: عقد نکاح میں مرد جو مال عورت کو دیتا ہے، اسے مہر کہا جاتا ہے۔

۲۔ مہر کا وجوب:

اُ۔ حسن بصری کی رائے تھی کہ نکاح کی صحت کے لیے مہر شرط ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کوئی نکاح ولی، دو عادل گواہوں اور معلوم صدقہ (مہر) کے بغیر درست نہیں۔''(۵۰) بنا بریں آپ نے یہ بات مکروہ قرار دی تھی کہ کوئی شخص اپنی لونڈی لوجہ اللہ آزاد کر دے اور پھر مہر کے بغیر اس کے ساتھ نکاح کر لے۔ (۵۱)

ہر نکاح کے اندر مہر واجب ہوتا ہے خواہ یہ نکاح صحیح ہو یا فاسد۔ صحیح نکاح کے اندر اس کا وجوب تو واضح ہے۔ فاسد نکاح کے اندر اس کے وجوب کے لیے دخول (تعلق زن وشو) کا عمل میں آ جانا شرط ہے۔ حسن بصری

نے اس شخص کے متعلق جو کسی عورت سے نکاح کر لے اور دخول ہو جائے اور پھر عورت مر جائے اور اس کے بعد معلوم ہو کہ مرحومہ اپنے شوہر کی رضاعی بہن تھی، فرمایا: ''اس کی بیوی کو مہر ملے گا۔ میراث میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔'' (۵۲) نیز فرمایا: ''جو شخص اپنی کسی محرم عورت سے نکاح کر لے اور دخول بھی ہو جائے تو اس نے جو مہر وصول کیا ہو، وہ اس کا ہوگا۔'' ایک روایت میں ہے کہ: ''اس نے مہر میں جو رقم لی ہے، وہ اس کی ہو جائے گی۔'' (۵۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تعلق زن وشو قائم ہونے یعنی دخول سے پہلے ایک طلاق دیدے اور پھر یہ خیال کر کے اس کے ساتھ ہمبستری کر لے کہ اسے رجعت کا حق حاصل ہے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''اس پر حد زنا جاری نہیں ہوگی البتہ اس پر ایک مہر لازم ہو جائے گا۔'' (۵۴)

ب۔ اگر عقد نکاح میں مہر کا تعیین نہ کیا جائے یا عورت نے اس کا تعیین مرد پر چھوڑ دیا ہو تو عقد کے بعد مرد عورت کے لیے مہر کا تعیین کر سکتا ہے۔ اگر مہر کا تعیین کیے بغیر شوہر وفات پا جائے تو عورت کو مہر مثل ملے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کسی عورت سے نکاح کر لے اور اس کے لیے مہر مقرر نہ کرے اور مہر کا تعیین کیے بغیر نیز دخول کے بغیر اس کی وفات ہو جائے تو عورت کو اس کے خاندان کی عورتوں والا مہر (مہر مثل) ملے گا، نیز میراث کے اندر بھی اس کا حصہ ہوگا اور اس پر عدت لازم ہوگی۔'' (۵۵)

ج۔ اگر آقا اپنی مکاتبہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اسے مہر مثل ملے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر آقا اپنی مکاتبہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو مکاتبت کی رقم میں اس کے مہر مثل کا حساب کر لے۔'' (۵۶)

د۔ عورت کا مہر مرد پر واجب ہوتا ہے۔ عورت جو کچھ اپنے شوہر کو دے گی، وہ مہر نہیں ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''عورتوں کو حق نہیں کہ وہ مردوں کو مہر ادا کریں۔'' (۵۷)

۳۔ کون سی چیزیں مہر بن سکتی ہیں؟:

أ۔ ہر اس چیز کا مہر بننا درست ہے جو مسلمانوں کے نزدیک از قبیل مال ہو۔ اگر مرد ایسی چیز مہر کے طور پر مقرر کر دے جو مسلمانوں کے نزدیک مال شمار نہ ہوتی ہو مثلاً شراب اور خنزیر وغیرہ تو مہر کا یہ تعیین فاسد ہو جائے گا اور عورت کے لیے مہر مثل واجب ہو جائے گا۔ (۵۸) اس لیے کہ فاسد شرائط نکاح کو فاسد نہیں کرتیں۔ اگر ایک شخص اپنی لونڈی آزاد کر دے اور پھر اس کے ساتھ نکاح کر لے اور اس کی آزادی کو اس کا مہر بنا دے تو ایسا کرنا درست ہوگا۔ (۵۹)

ب۔ ہر ایسی چیز کا مہر بن جانا درست ہے جس پر طرفین رضامند ہوں اور مذکورہ چیز مسلمانوں کے نزدیک مال شمار ہوتی ہو، خواہ یہ قلیل ہو یا کثیر۔ یونس بن عبید نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ مہر کے بارے میں فرماتے تھے کہ: ''مہر ہر وہ چیز ہے جس پر طرفین رضامند ہو جائیں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، اس کے لیے کوئی تحدید نہیں ہے۔'' (۶۰) تاہم مستحب امر یہ ہے کہ مہر کی مقدار ایک گٹھلی سونے کے وزن سے کم نہ ہو۔ حسن بصری نے فرمایا: ''مہر کی کم سے کم مقدار جس پر عورت سے نکاح کیا جائے، سونے کی ایک گٹھلی ہے یا ایک گٹھلی سونے کے وزن کے برابر ہے۔'' (۶۱) ایک گٹھلی پانچ درہم کے برابر ہوتی ہے اور آج کل ہمارے

وزن کے حساب سے اس کی مقدار ۱۴ء۱۴۸۷۵ گرام ہے۔ (۶۲)

۴۔ مہر کی تاجیل: امام حسن بصری کی رائے تھی کہ مہر سارے کا سارا معجل طور پر واجب ہوتا ہے۔ اگر زوجین مہر کے بعض حصے کی تعجیل اور بعض کی وفات یا طلاق تک تاجیل پر متفق ہو جائیں یا کوئی اور مدت مقرر کر لیں تو بھی پورا مہر معجل ہی رہے گا اور عورت کو حق ہوگا کہ جس وقت چاہے، اپنا مہر وصول کر لے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''مہر حالی یعنی معجل ہوتا ہے۔ عورت جس وقت چاہے، اسے وصول کر سکتی ہے۔'' (۶۳)

۵۔ مہر صوری: اگر ایک شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کے لیے مہر کی ایک مقدار معین کر دے اور پھر لوگوں کے سامنے مذکورہ مقدار سے زائد مہر کا اعلان کر دے تو عورت اس مہر کی مستحق ہوگی جس کا ذکر عقد میں کیا گیا ہو۔ اسے مہر سرّی کہتے ہیں۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو سرّی طور پر ایک مہر مقرر کرے اور علانیہ طور پر اس سے زائد کا اظہار کرے، فرمایا: ''وہ مہر سری ادا کرنے کا مکلف ہوگا اور مہر علانیہ باطل ہو جائے گا۔'' (۶۴) (دیکھئے مادہ صوریہ نمبر ۲)

۶۔ مہر میں کمی کر دینا: عورت اور عورت کے ولی دونوں کے لیے جائز ہے کہ اگر وہ چاہیں تو بیٹی کے شوہر سے مہر کی کچھ رقم کم کر دیں۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۷ میں ارشاد باری ہے (اِلَّا اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْنَ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۔الایہ کہ وہ خود معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے) حسن بصری نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''نکاح کی گرہ رکھنے والے شخص سے ولی مراد ہے۔'' (۶۵)

۷۔ مہر عورت کے قبضے میں دینے سے پہلے ہمبستری کرنا: اگرچہ مہر تمام احوال کے اندر معجل طور پر واجب ہوتا ہے تاہم اس کے یہ معنی نہیں کہ مہر عورت کے حوالہ کر دینا اس کے ساتھ دخول (تعلق زن وشو قائم کرنے) کی شرط ہے کیونکہ مہر کا کوئی حصہ عورت کے قبضے میں دینے سے پہلے بھی اس کے ساتھ ہمبستری مرد کے لیے جائز ہے۔ (۶۶) حسن بصری نے فرمایا: ''اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ مرد اپنی بیوی کو کچھ دینے سے پہلے ہی اس کے ساتھ دخول کر لے۔'' (۶۷)

۸۔ مہر کا مطالبہ کس سے کیا جائے گا؟: مہر شوہر پر واجب ہوتا ہے اور اسی سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا خواہ وہ نابالغ کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر ولی نے اس کی طرف سے مہر کی ادائیگی کی ضمانت دی ہوگی تو پھر ولی سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح کر دے تو مہر بیٹے کے ذمہ ہوگا الا یہ کہ باپ اس کا ضامن بنے۔'' (۶۸)

۹۔ مہر کے بارے میں زوجین کا اختلاف: حسن بصری کی رائے تھی کہ اگر مہر کی مقدار کے بارے میں زوجین کے درمیان اختلاف پڑ جائے اور کسی کے پاس اپنے دعوے کے حق میں کوئی بینہ یعنی گواہی وغیرہ نہ ہو تو ایسی صورت میں عورت کا قول معتبر ہوگا۔ جب تک اس کا دعویٰ مہر مثل یا اس سے کم کی حد تک رہے گا۔ اگر وہ اس سے زائد کا دعویٰ کرے گی تو مہر مثل یا اس سے کم کی حد تک شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ (۶۹) مہر کی مقدار کے بارے میں اختلاف کرنے والے جوڑے کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: ''مہر مثل یا اس سے کم کی حد

تک عورت کا قول معتبر ہوگا۔"(۷۰)

۱۰۔ دھوکہ دہی کی صورت میں مہر کا تاوان:

اَ۔ اگر ایک شخص کسی کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دے جب کہ اس کے علم میں یہ بات ہو کہ بیٹی کے اندر ایک ایسا عیب موجود ہے جو فسخ نکاح کا موجب بن سکتا ہے۔ پھر شوہر اس کے ساتھ شب باشی کر لے اور اسے اس عیب کا پتہ نہ چلے۔ پھر بعد میں پتہ چل جائے اور وہ اس عیب کی وجہ سے اسے طلاق دیدے تو مہر کی ادا شدہ اپنی رقم کی وصولی کے لیے وہ ولی یعنی لڑکی کے باپ کا پیچھا کرے گا کیونکہ اس نے ہی اسے دھوکے میں رکھا تھا۔ یونس بن عبید نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر ولی کو عیب کا علم ہو تو مہر اس کے ذمہ ہوگا کیونکہ اس نے شوہر کو دھوکے میں رکھا تھا۔ اور اگر اسے اس کا علم نہ ہو تو عورت اپنی شوہر کی بیوی رہے گی۔ اگر وہ چاہے گا تو اسے طلاق دیدے گا اور اگر چاہے گا، بسائے رکھے گا۔"(۷۱)

ب۔ اگر مفقود یعنی لاپتہ شخص اس وقت واپس گھر آئے جب اس کی بیوی کا کسی اور مرد کے ساتھ نکاح ہو چکا ہو اور شب باشی بھی عمل میں آ چکی ہو تو ایسی صورت میں اسے اختیار دیا جائے گا کہ یا تو اپنی بیوی کو قبول کر لے یا مہر کی ادا شدہ اپنی رقم واپس لے لے۔ اگر مفقود دوسری بات قبول کر لے تو مذکورہ عورت کے موجودہ شوہر پر مفقود کو اس رقم کی ادائیگی لازم ہو جائے گی یعنی مہر کا تاوان اسے بھرنا پڑے گا۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸ کا جزواؤ)

۱۱۔ عورت پورے مہر کی کب مستحق بنتی ہے؟:

درج ذیل دو حالتوں کے اندر پورے مہر کی مستحق قرار پاتی ہے:

اَ۔ خلوت صحیحہ یا دخول فعلی یعنی ہمبستری کی صورت میں۔ حسن بصری نے فرمایا: "جب پردے لٹکا دیئے جائیں اور دروازے بند کر دیئے جائیں تو عورت کو پورا مہر ملے گا اور اس پر (طلاق یا وفات کی صورت میں) عدت لازم ہوگی۔"(۷۲) آپ نے اس شخص کے متعلق جس کے پاس اس کی دلہن پہنچا دی گئی ہو یعنی اسے خلوت حاصل ہو گئی ہو لیکن وہ یہ ظاہر کرے کہ اس نے ہمبستری نہیں کی اور عورت بھی اس بات کا اقرار کرے، فرمایا: "اس پر پورا مہر لازم ہوگا۔ اگر بیوی چاہے اسے وصول کر لے اور چاہے تو اسے چھوڑ دے۔"(۷۳) بنابریں آپ نے عنّین (نامرد) پر میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کے باوجود پورا مہر واجب کر دیا۔(۷۴) دخول یعنی ہمبستری کی درج بالا کیفیت کے اندر نکاح خواہ صحیح ہو یا فاسد، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ عورت دونوں حالتوں کے اندر پورے مہر کی مستحق قرار پائے گی۔ نکاح صحیح کے تحت دخول کی کیفیت تو واضح ہے، رہ گیا نکاح فاسد کے تحت دخول کی حالت میں عورت کا پورے مہر کا استحقاق تو اس کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: "اگر ایک شخص کسی عورت کی عدت کے اندر اس سے ساتھ نکاح کر لے تو عورت کو پورا مہر ملے گا اور وہ اپنی عدت مکمل کرے گی۔"(۷۵) جو شخص اپنی کسی محرم عورت کے ساتھ نکاح کر لے اور شب باشی کا مرحلہ بھی گزر جائے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: "اس کی منکوحہ نے جو مہر وصول کر لیا ہے، وہ اس کا

(بیوی کا) ہوگا۔"(۷۶) آپ نے اس شخص کے متعلق جو کسی عورت کے ساتھ نکاح کر کے شب باشی بھی کر لے اور اس کے بعد اس کی وفات ہو جائے اور پھر گواہی پیش ہو جائے کہ یہ بیوی اس مرحوم کی رضاعی بہن ہے، فرمایا: "اس کی بیوی کو مہر ملے گا البتہ میراث کے اندر اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔"(۷۷) آپ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے شب باشی کرنے سے پہلے اسے ایک یا دو طلاق دیدے اور یہ سوچتے ہوئے اس کے ساتھ ہمبستری کر لے کہ اسے رجعت کا حق حاصل ہے، فرمایا: "دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی اور عورت کو پورا مہر مل جائے گا۔"(۷۸) اس لیے کہ ہر ایسی ہمبستری جس کے نتیجے میں اگر حد زنا واجب نہ ہو تو پورا مہر واجب ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر۲ کا جز ج)

اگر آقا اپنی مکاتبہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو مذکورہ لونڈی اس سے پورا مہر وصول کرنے کی حق دار قرار پائے گی۔ (دیکھئے مہر نمبر۲ کا جز ب) نیز (مادہ تسری نمبر۲ کا جز ط)

ب۔ عقد نکاح کے بعد زوجین میں سے کسی ایک کی وفات:

ا۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ عقد نکاح کر لے اور خلوت صحیحہ یا شب باشی کا مرحلہ آنے سے پہلے وفات پا جائے تو عورت کو پورا مہر ملے گا۔ اگر اس نے مہر کا تعین کر دیا ہو تو یہ متعین مہر اسے مل جائے گا اور اگر تعین نہ کیا ہو تو اس صورت میں بیوہ کو پورا مہر مثل ملے گا۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو کسی عورت کے ساتھ عقد نکاح کر لے اور مہر کا تعین کیے بغیر یا دخول سے قبل وفات پا جائے، فرمایا: "اس کی بیوی کو مہر مثل ملے گا۔ میراث کے اندر بھی اس کا حصہ ہوگا اور اس پر عدت لازم ہوگی۔"(۷۹)

۲۔ اگر ایک شخص مرض الموت کی حالت میں اپنی بیوی کو دخول سے پہلے طلاق دیدے اور پھر اس کی وفات ہو جائے تو بیوی پورے مہر کی مستحق ہوگی۔ ایسے ہی شخص کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: "اس کی بیوی کو پورا مہر ملے گا۔ میراث کے اندر بھی اس کا حصہ ہوگا اور اس پر عدت لازم ہوگی۔"(۸۰)

۱۲۔ عورت نصف مہر کی کب مستحق بنتی ہے؟:

عورت مقررہ مہر کے نصف کی اس وقت مستحق بنتی ہے جب علیحدگی شوہر کی وجہ سے عمل میں آئی ہو یا دخول یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہوگئی ہو۔ اگر دخول سے پہلے شوہر مسلمان ہو جائے اور بیوی مسلمان نہ ہو تو دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی اور عورت کو مقررہ مہر کا نصف مل جائے گا۔ (۸۱) اگر شوہر دخول سے پہلے اپنی بیوی کو قذف کر دے اور پھر اس کے ساتھ لعان کرے تو بیوی کو نصف مہر مل جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: "اگر شوہر دخول سے پہلے اپنی بیوی کو قذف کرے تو وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا اور بیوی کو نصف مہر مل جائے گا۔"(۸۲) آپ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی سے ایلاء کر لے اور اس پر چار ماہ کی عدت گزر جائے اور عورت اس سے خلع کر لے لیکن عدت کے دوران وہ اس سے نکاح کر لے اور پھر دخول سے پہلے اسے طلاق دیدے، فرمایا: "اس کی مطلقہ بیوی کو نصف مہر ملے گا اور وہ اپنی باقی ماندہ عدت مکمل کرے گی۔"(۸۳) آپ نے اس عورت کے متعلق جو ایک یا دو طلاق کی وجہ سے اپنے شوہر سے بائن

ہو جائے اور شوہر عدت کے اندر اس سے نکاح کر لے اور پھر دخول سے پہلے اسے طلاق دیدے، فرمایا: ''اسے نصف مہر ملے گا اور اس پر عدت لازم نہیں ہو گی۔'' (۸۴) آپ نے اس شوہر کے متعلق جو اپنی مدخول بہا بیوی سے خلع کر لے اور پھر اس کے ساتھ عدت کے اندر نکاح کر لے اور ہاتھ لگانے سے پہلے ہی اسے طلاق دیدے، فرمایا: ''اس کی مطلقہ بیوی باقی ماندہ عدت مکمل کرے گی اور اسے نصف مہر ملے گا۔'' (۸۵)

۱۳۔ مہر پر عورت کا استحقاق کب ساقط ہو جاتا ہے؟:

درج ذیل احوال کے اندر عورت مہر کی مستحق قرار نہیں پاتی۔

اً۔ اگر عقد نکاح میں مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور دخول سے پہلے طلاق مل گئی ہو۔ اس حالت کے اندر مطلقہ عورت متعہ کے سوا کسی اور چیز کی مستحق نہیں ہو گی۔ (۸۶) سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۶ کے اندر ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اگر تم عورتوں کو قبل اس کے کہ انہیں ہاتھ لگاؤ یا ان کے لیے کوئی مہر مقرر کرو، طلاق دیدو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور انہیں متعہ دو، مالدار اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق، معروف طریقے سے، یہ نیکوکاروں پر ایک برحق امر ہے۔)

ب۔ دخول سے پہلے ہر ایسی علیحدگی جس کا سبب عورت بنی ہو: حسن بصری کی رائے تھی کہ دخول سے پہلے ہر ایسی علیحدگی جس کا سبب عورت بنی ہو، کلی یا جزوی طور پر مہر سے عورت کا استحقاق ساقط کر دیتی ہے۔ اگر عیسائی بیوی اپنے عیسائی شوہر کے ساتھ شب باشی سے پہلے مسلمان ہو جائے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''وہ اپنی شوہر سے علیحدگی اختیار کر لے گی اور اسے کوئی مہر نہیں ملے گا۔'' (۸۷) اگر شادی شدہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ شب باشی سے پہلے بدکاری کی مرتکب ہو جائے تو مہر میں لی ہوئی رقم واپس کر دے گی۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جزھ)

ج۔ ایسی عورت جس نے کسی غلام کے ساتھ اس کے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا ہو:

اگر کوئی عورت کسی غلام کے ساتھ غلام کے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے اور دخول سے پہلے یا دخول کے بعد مہر کی رقم کی ادائیگی سے قبل آقا دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دے تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ اگر شوہر نے مہر کا کچھ حصہ اسے ادا کر دیا ہو اور پھر آقا نے دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی ہو تو بیوی نے جتنی رقم حاصل کر لی ہے فقط وہی اس کی ہو گی اور مہر کی باقی ماندہ رقم ساقط ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ استئذان نمبر ۶ کا جز ب) جس طرح نکاح فاسد کے اندر اگر دخول کے بعد علیحدگی کرا دی گئی ہو تو اس وقت تک بیوی نے مہر کا جو حصہ وصول نہ کیا، وہ ساقط ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ مھر نمبر ۲ کا جز اً اور نمبر ۱۱ کا جز اً)

د۔ ایک شخص کا اپنی لونڈی کے ساتھ اپنے غلام کا نکاح کرانا: حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی لونڈی

کے ساتھ اپنے غلام کا نکاح مہر کے بغیر کرا دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔"(۸۸) اس لیے کہ غلام اور لونڈی کسی چیز کے مالک بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ بنا بریں غلام کی طرف سے مہر دینے والا بھی آقا ہوگا اور لونڈی کی طرف سے مہر لینے والا بھی وہی ہوگا۔ اس طرح گویا ایک شخص اپنی ہی ذات کو کچھ دینے والا ہوگا اور یہ بات ایک عبث امر ہے۔

۱۴۔ اگر عورت غیر منقولہ مال کی شکل میں اپنے مہر پر قبضہ کرے تو اس مال میں حق شفعہ ثابت نہیں ہوگا۔ (دیکھیے مادہ شفعۃ نمبر ۵ کا جزج)

مواقیت (میقات کی جمع)

مواقیت ان مقامات کو کہتے ہیں جہاں سے حج یا عمرہ کرنے والے کے لیے احرام کے بغیر آگے جانا جائز نہیں ہوتا۔ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۴)

موالاۃ (ایک کام مسلسل کرنا)

موالاۃ تتابع یعنی تسلسل کے معنوں میں آتا ہے۔ (دیکھیے مادہ تتابع)

مولی الموالاۃ کی وراثت۔ (دیکھیے مادہ ارث نمبر ۵ کے جزج کا جز ۲)

موت (موت)

ہم اس موضوع پر اپنی بحث کو درج ذیل نقاط پر مرکوز کریں گے:

(۱) تعریف۔ (۲) وفات کا تحقق۔ (۳) میت کی تزئین۔ (۴) میت کی تغسیل۔ (۵) میت کی تکفین۔ (۶) میت کا جنازہ۔ (۷) نماز جنازہ۔ (۸) میت کی تدفین۔ (۹) قبر پر مٹی ڈالنا۔ (۱۰) جنازے سے واپسی۔ (۱۱) انسان اور حیوان کی موت کے اثرات۔

۱۔ تعریف: بدن سے روح کی جدائی کو موت کہتے ہیں۔ یہ جدائی اس بنا پر ہوتی ہے کہ بدن کے اندر روح کو سمیٹنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔

۲۔ وفات کا تحقق: حسن بصری اس بات کی وصیت کرتے تھے کہ ایک شخص کی موت کے بارے میں پوری تحقیق ہو جانی چاہیے کیونکہ بعض دفعہ اس پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے یا وہ بے ہوش ہو جاتا ہے اور لوگ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ وہ وفات پا گیا ہے۔ اگر انسان پر ایسی کیفیت طاری ہو جائے تو تین دنوں تک انتظار کیا جائے تاکہ یقینی طور پر اس کی زندگی یا موت کا پتہ چل جائے۔ (۸۹)

۳۔ میت کی تزئین: اگر ایک شخص اس حالت میں وفات پا جائے کہ اس کے ناخن اور سر وغیرہ کے بال بہت بڑھے ہوئے ہوں تو ایسی صورت میں اس کے ناخن تراش دینے اور بال کتر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: "اگر میت کے بال بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہوں تو کتر دیے جائیں۔ اسی طرح اس کے ناخن اور اسی طرح اس کے موئے زیر ناف۔"(۹۰) (دیکھیے مادہ شعر نمبر ۳ کا جز ھ، د، ز) نیز

(مادہ شارب نمبر ۲ کا جزب)

۴۔ میت کو غسل دینا:

أ۔ تغسیل کا حکم: مسلمان میت کی تغسیل واجب ہے البتہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا۔(دیکھئے مادہ شہید نمبر ۲) اسی طرح اگر بچہ پیدائش کے بعد آواز نکالے اور پھر مر جائے تو اسے بھی غسل دینا واجب ہوگا۔(دیکھئے مادہ استھلال نمبر ۴ کا جز أ) اگر جنبی وفات پا جائے یا حائضہ حیض سے پاک ہونے کے بعد (اور غسل حیض کرنے سے پہلے) گزر جائے تو حسن بصری سے مروی دو میں سے ایک روایت کے مطابق انہیں ایک غسل دینا کافی ہوگا۔(۹۱) دوسری روایت کے مطابق انہیں دو غسل دیئے جائیں گے۔ایک غسل جنابت یا حیض اور دوسرا غسل موت۔حسن بصری نے فرمایا: ''اگر جنبی وفات پا جائے تو اسے دو غسل دیئے جائیں گے ایک غسل جنابت اور دوسرا غسل موت۔اسی طرح اگر حائضہ عورت حیض سے پاک ہونے کے بعد اور غسل حیض کرنے سے پہلے وفات پا جائے۔''(۹۲) یہ قول حسن بصری کے سوا کسی اور فقیہ اسلام کا نہیں ہے۔(دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کے جز أ کے جز ۲ کا جز د) نیز (مادہ جنابۃ نمبر ۳)

ب۔ میت کو غسل کون دے گا؟:

۱۔ حسن بصری کی رائے تھی کہ کافر کے لیے مسلمان کو غسل دینا جائز نہیں۔آپ فرماتے: ''کافر مسلمان کو غسل نہ دے۔''(۹۳)

۲۔ حائضہ اور جنبی کے لیے میت کو غسل دینا آپ مکروہ سمجھتے تھے۔ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی کہ آپ نے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ حائضہ اور جنبی میت کو غسل دیں۔(۹۴) (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جز ح) نیز (مادہ حیض نمبر ۵ کا جز ط)

۳۔ مرد کے لیے اپنی نابالغ لڑکی کو غسل کرانا جائز ہے۔(۹۵) اسی طرح عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے نابالغ لڑکے کو جو شہوت سے عاری ہو، غسل کرائے۔حسن بصری نے فرمایا: ''عورت کے لیے نابالغ لڑکے کو جو دودھ چھوڑ چکا ہو یا اس سے کچھ بڑا ہو، غسل کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''(۹۶) (دیکھئے مادہ ابٌ نمبر ۲ کا جز د)

۴۔ ضرورت پڑنے پر مرد کے لیے اپنی محارم کو غسل دلانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۹۷)

۵۔ مرد کے لیے اپنی بیوی کی میت کو غسل دینا جائز ہے۔اسی طرح عورت کے لیے اپنے شوہر کی میت کو غسل دینا بھی جائز ہے۔حسن بصری نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کی میت کو غسل دے۔''(۹۸) اس مسئلے میں ام ولد بیوی کی طرح ہے۔(۹۹)

۶۔ اگر کوئی عورت اجنبی مردوں کے درمیان وفات پا جائے یا کوئی اجنبی مرد عورتوں کے درمیان گزر جائے یا کوئی خنثیٰ مشکل وفات پا جائے اور میت عورت ہونے کی صورت میں غسل دینے کے لیے عورتیں نہ ہوں یا میت مرد ہونے کی صورت میں غسل دینے کے لیے مرد موجود نہ ہوں تو جائز ہوگا کہ عورت کو اس کا شوہر یا بیٹا

یا کوئی یہودی یا عیسائی عورت غسل دیدے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر عورت وفات پا جائے اور اسے غسل دینے کے لیے کوئی عورت نہ ملے تو اس کا شوہر یا بیٹا اسے غسل دیدے اور اگر کوئی یہودی یا عیسائی عورت مل جائے تو وہ اسے غسل دیدے۔'' (١٠٠) اگر یہ بھی نہ ملے تو حسن بصری سے مروی ایک روایت کے مطابق مذکورہ عورت کو غسل دیئے بغیر دفن کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی عورت مردوں کے درمیان فوت ہو جائے اور اسے غسل دینے کے لیے کوئی عورت نہ ملے تو اسے اسی طرح دفن کر دیا جائے۔'' (١٠١) دوسری روایت کے مطابق (یہی روایت صحیح ہے) مذکورہ عورت کی میت پر کپڑوں کے اوپر سے پانی بہا دیا جائے۔ (١٠٢) خنثیٰ مشکل اگر فوت ہو جائے تو اس کے ساتھ بھی اسی طرح کیا جائے۔ (١٠٣)

ج۔ غسل دینے کی ابتدا میں میت کے پیٹ پر نرمی سے ہاتھ پھیرا جائے تاکہ نجاست وغیرہ باہر آ جائے۔ آپ نے فرمایا: ''میت کے پیٹ پر نرمی سے ہاتھ پھیرا جائے۔'' (١٠٤)

د۔ پھر غسل کی ابتدا میں میت کو نماز والا وضو کرایا جائے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''میت کو نماز والا وضو کرایا جائے۔'' (١٠٥)

ھ۔ پھر میت کے پورے جسم پر تین مرتبہ پانی بہایا جائے۔ آپ نے فرمایا: ''میت کو تین غسل یا تین مرتبہ غسل دیا جائے۔ ابتدا میں بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے غسل دیا جائے۔ پھر خالص پانی سے اور پھر کافور ملے ہوئے پانی سے۔ ایک روایت میں ہے کہ: ''پھر کافور لیا جائے اور اس کے سجدے کے مقامات پر اسے مل دیا جائے۔'' (١٠٦) اگر اس دوران اس کے پیٹ سے کوئی چیز خارج ہو جائے تو اسے دھو دیا جائے اور تین مرتبہ غسل پر اضافہ نہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا: ''میت کو تین مرتبہ غسل دیا جائے اگر اس کے جسم سے کوئی چیز باہر نکلے تو اسے دھو دیا جائے اور تین مرتبہ غسل پر اضافہ نہ کیا جائے۔'' (١٠٧)

و۔ میت کو نہلانے والے پر غسل واجب نہیں ہوتا۔ (١٠٨)

٥۔ میت کی تکفین:

اَ۔ تکفین کا خرچہ: اگر کوئی شخص وفات پا جائے تو اس کے مال سے سب سے پہلے اس کی تغسیل اور کفن دفن کا خرچہ نکال لیا جائے گا۔ اس خرچہ میں نہ تو اسراف کیا جائے گا اور نہ کنجوسی۔ (١٠٩) (دیکھئے مادہ ترکۃ نمبر ٤ کا جزج) نیز (مادہ دین نمبر ٦ کا جزز)

ب۔ کفن:

١۔ کفن سفید کپڑے کا ہونا مستحب ہے تاہم کسی اور رنگ والے کپڑے میں اگر کفنایا جائے تو بھی جائز ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''ہروی کپڑے میں میت کو کفنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (١١٠)

٢۔ کفن کے کپڑے کا گف ہونا مستحب ہے یعنی وہ نہ تو باریک ہو اور نہ بہت موٹا۔ کتان (کپڑے کی ایک قسم کا نام) گف ہونے کی وجہ سے کفن کے طور پر حسن بصری کو بہت پسند تھا۔ (١١١)

٣۔ کفن اس طرح کا ہونا مستحب ہے جس میں نہ تو اسراف ہو اور نہ کنجوسی۔ بنا بریں حسن بصری نے عورت کی

میت ریشمی کپڑوں میں کفنانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اگر چہ ریشمی کپڑا زندگی کے اندر اس کے لیے جائز ہوتا ہے۔ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اسراف کا پہلو ہے۔ (۱۱۲)

۴۔ چھوٹے بچے کو جو دودھ چھوڑ چکا ہو یا اس سے بڑا ہو، کپڑے کے ٹکڑے میں کفنایا جائے گا۔ اگر وہ اس سے بڑا ہو گا تو ایک قمیص اور کپڑے کے دو ٹکڑوں میں اسے کفنایا جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''دودھ چھوڑ دینے والا بچہ اور دودھ پینے والا بچہ دونوں کو کپڑے کے ایک ٹکڑے میں کفنایا جائے گا۔ اگر بچہ اس سے بڑا ہو تو اسے ایک قمیص اور کپڑے کے دو ٹکڑوں میں کفنایا جائے گا۔'' (۱۱۳) نیز فرمایا: ''لڑکی کو تین کپڑوں میں کفنایا جائے گا۔'' (۱۱۴) آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ نابالغ لڑکی کو ایک کپڑے میں کفنایا جائے گا۔'' (۱۱۵) شاید یہ بات آپ سے مروی روایات کی اغلاط میں داخل ہے کیونکہ جاریہ (لڑکی) کے لفظ کا اطلاق اس بچی پر بھی ہوتا ہے جو دودھ چھوڑنے کی عمر سے نیچے ہو اور اس پر بھی جو دودھ چھوڑنے کی عمر سے اوپر ہو۔ راوی نے اسے عام سمجھا ہے حالانکہ یہ دودھ چھوڑنے کی عمر سے نیچے کی بچیوں کے ساتھ خاص ہے۔ رہ گیا مسئلہ تو یہ وہی ہے جس کا ذکر ہم نے پہلی روایت کے تحت کیا ہے۔

۵۔ مرد کو تین کپڑوں، ایک قمیص اور دو لفافوں میں کفنایا جائے گا۔ ایک لفافہ اس کے بدن کے لیے ہو گا اور دوسرا لفافہ اس کے سر کی پگڑی کے طور پر ہو گا۔ اسے قمیص پہنا کر دونوں لفافوں میں لپیٹ دیا جائے گا۔ اس کے مقعد میں روئی اور ذریرہ (ایک خوشبو کا نام) لگا دیے جائیں گے۔ (۱۱۶) میت کے سر پر عمامہ باندھنے کی کیفیت خود حسن بصری نے ان الفاظ میں بیان کی ہے کہ: ''عمامہ اس کے سر کے وسط میں رکھا جائے گا اور دونوں اطراف کو مخالف سمتوں سے لپیٹ دیا جائے گا۔'' (۱۱۷)

۶۔ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جائے گا یعنی لمبی قمیص، دوپٹے، ازار اور دو لفافوں میں پہلا لفافہ سینہ بند کے طور پر ہو گا اور دوسرا لفافہ اس کے پورے بدن کے لیے ہو گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''عورت کو پانچ کپڑوں میں قمیص، دوپٹے، ازار اور دو لفافوں میں کفنایا جائے گا۔'' (۱۱۸)

ج۔ اگر محرم وفات پا جائے تو اس کا احرام ختم ہو جائے گا اور دیگر میتوں کی طرح اس کا سر بھی ڈھانپ دیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۱۰ کا جز ج)

د۔ میت کے کفن کو میت کی تکریم نیز اس غرض سے دھونی دینا یعنی عطر وغیرہ لگانا مستحب ہے کہ میت عمدہ بو کے ساتھ ملائکہ کا سامنا کرے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''میت کے کپڑوں یعنی کفن کو طاق عدد کے حساب سے دھونی دیا جائے گا۔'' (۱۱۹) کفن کو مشک سے معطر کرنا مکروہ ہے کیونکہ مشک ایک زندہ جانور یعنی ہرن کا مردہ جز ہوتا ہے اور اس حیثیت سے وہ ناپاک ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ زندہ اور مردہ دونوں کے لیے مشک کو مکروہ قرار دیتے تھے اور فرماتے کہ یہ مردار ہے۔ (۱۲۰) اگر میت کے کفن کو خوشبو وغیرہ لگانے کی علت اور وجہ وہ ہے جس کا ذکر اوپر ہوا تو تابوت کو خوشبو وغیرہ لگانا اس بنا پر ایک ناپسندیدہ فعل قرار پائے گا کہ بے فائدہ ہونے کی وجہ سے یہ اسراف ہو گا۔ الربیع نے حسن بصری سے

روایت کی ہے کہ آپ نے میت کے تابوت کو دھونی دینا ناپسند کیا ہے۔(۱۲۱) اور نعش (تابوت) کو حنوط (ایک مخلوط خوشبو) وغیرہ لگانا مکروہ قرار دیا ہے۔(۱۲۲)

۶۔ میت کا جنازہ:

اُ۔ جنازے میں جانا:

۱۔ عورتوں کے لیے جنازے کے ساتھ جانا مکروہ ہے (۱۲۳) کیونکہ جنازے میں مردوں کا جمگھٹا ہوتا ہے اور عورت ایسے جمگھٹے سے دور ہوتی ہے نیز عورت جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے اور مردوں کے سامنے رونے دھونے اور چیخ پکار کے معاملہ میں اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکتی۔ جب کہ عورت پر ان باتوں سے دامن بچانا واجب ہوتا ہے۔

۲۔ اگر جنازے کے ساتھ بعض منکرات مثلاً آہ و بکا اور بین وغیرہ کا وجود ہو تو یہ جائز نہیں کہ مذکورہ منکرات انسان کو جنازے کے ساتھ جانے سے روک دیں۔ حسن بصری ایک جنازے کے ساتھ چل پڑے۔ لوگوں کے آہ و بکا کی آواز بلند ہونے لگی۔ یہ دیکھ کر ایک ثابت نامی ایک شخص واپس ہو گئے۔ حسن نے ان سے فرمایا: ''تم ایک باطل چیز کی بنا پر ایک حق بات کو ترک کر رہے ہو۔'' یہ کہہ کر آپ جنازے کے ساتھ چلتے رہے۔(۱۲۴) آپ اس جنازے کے ساتھ بھی جاتے جس میں نوحہ کرنے والی عورتیں ہوتیں۔ آپ انہیں ایسا کرنے سے روکتے۔ اگر وہ باز نہ آتیں تو آپ جنازے کا ساتھ نہ چھوڑتے۔(۱۲۵) (دیکھئے مادہ بدعۃ نمبر۲ کا جز ب)

۳۔ بدعتی کے جنازے میں جانا جائز ہے بشرطیکہ اس کی بدعت کی وجہ سے اسے کافر قرار نہ دیا گیا ہو اور نہ اس نے اپنی زندگی میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے ہتھیار اٹھائے ہوں۔ حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے کہا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو خارجی ہے، وہ مر گیا ہے۔ کیا میں اس کے جنازے میں جاؤں؟ آپ نے پوچھا: ''کیا اس نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھایا تھا؟'' میں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اس کے جنازے میں جاؤ کیونکہ عمل کا اثر رائے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔(۱۲۶)

۴۔ میت کے تابوت کو اٹھانے کے لیے اس کے گرد بھیڑ لگانا جائز نہیں۔ اسماعیل جحدری نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم ایک جنازے کے ساتھ نکلے۔ حسن بصری بھی ہمارے ساتھ تھے۔ آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے تابوت کے گرد اژدہام کر لیا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ میرے خیال میں شیطان نے کچھ لوگوں کو کھینچ کر اپنے پیچھے لگا لیا ہے تا کہ ان کا اجر ضائع کر دے۔''(۱۲۷)

۵۔ جنازے کو اس کے کناروں سے اٹھایا جائے گا اور جس کنارے سے چاہے، ابتدا کی جائے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''تم تابوت کے جس کنارے سے بھی ابتدا کرو، اس کی تمہیں پروا نہیں ہونی چاہیے۔''(۱۲۸) ابتداء کرنے کے بعد جنازہ اٹھانے والا اس کے چاروں کناروں پر گھوم کر اسے اٹھائے گا۔(۱۲۹) حسن

بصری نے دو بانسوں کے ذریعے جنازہ اٹھانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۱۳۰)

۶۔ جنازہ لے کر تیز رفتاری سے چلنا مستحب ہے۔ حسن بصری کو جنازہ لے کر تیز رفتاری سے چلنا بہت پسند تھا۔ (۱۳۱) آپ فرماتے: ''اپنے جنازے تیز قدموں سے لے کر چلو اور اہل کتاب کی طرح سست رفتاری سے نہ چلو۔'' (۱۳۲)

۷۔ جنازے کے ساتھ چلنے والے کے لیے اس کے آگے یا پیچھے پیدل یا سوار ہو کر چلنا مباح ہے۔ ابن ابی عروبہ نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے حسن بصری کو جنازہ کے آگے آگے سوار ہو کر جاتے دیکھا تھا۔ (۱۳۳) آپ کی رائے تھی کہ زمین پر جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۱۳۴) سعید نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے حسن بصری کو دیکھا تھا کہ آپ زمین پر یا قبر میں جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھ گئے تھے۔ (۱۳۵)

۸۔ یہ بات مکروہ ہے کہ جنازے کے ساتھ چلنے والا کوئی بلند آواز سے یہ کہتا جائے کہ: ''تم لوگ اس کے لیے استغفار کرو۔ اللہ تمہاری مغفرت کر دے گا'' یا اسی قسم کا کوئی فقرہ کہے۔ حسن بصری اس بات کو مکروہ تصور کرتے تھے۔ (۱۳۶)

۹۔ آپ اس بات کو مکروہ تصور کرتے تھے کہ جنازے کے ساتھ دھونی دان (مجمرہ) بھی لے جایا جائے (۱۳۷) کیونکہ اس میں آگ ہوتی ہے۔ دھونی دان ساتھ نہ ہونے کی صورت میں میت کے دخول جنت کی نیک فال لی جا سکتی ہے۔

ب۔ جنازے سے واپسی۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۱۰)

ج۔ نماز جنازہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰)

۸۔ میت کی تدفین:

أ۔ ایک قبر میں ایک سے زائد افراد کی تدفین: ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حسن بصری ایک قبر میں دو افراد کی تدفین کو مکروہ تصور کرتے تھے۔ (۱۳۸) میرے خیال میں آپ کا یہ قول اس صورت پر محمول ہوگا جب اس طرح تدفین کی ضرورت نہ ہو۔

ب۔ رات کے وقت تدفین: بلا ضرورت رات کے وقت تدفین مکروہ ہے۔ حسن بصری اسے مکروہ سمجھتے تھے۔ (۱۳۹)

ج۔ دفن کا مقام: اصول تو یہ ہے کہ میت کو قبر میں دفن کیا جائے۔ (دیکھئے مادہ قبر) لیکن اگر کوئی شخص بحری جہاز کے اندر وفات پا جائے تو پھر دیکھا جائے گا کہ اگر لوگوں کو امید ہو کہ انہیں میت خراب ہونے سے پہلے اس کے دفن کی کوئی جگہ مل جائے گی تو وہ اسے روکے رکھیں گے اور پھر قبر کی کوئی جگہ پا کر اسے وہاں دفن کر دیں گے لیکن اگر انہیں اس کی امید نہ ہو تو اس صورت میں میت کو غسل دے کر کفن پہنا دیا جائے گا اور خوشبو وغیرہ لگا کر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد ایک تھیلے میں ڈال کر اسے سمندر کے حوالے کر دیا جائے گا۔ حسن بصری نے

فرمایا: ''اگر سمندر کے اندر کسی شخص کی وفات ہو جائے تو اسے کسی تھیلے میں ڈال کر سمندر کے حوالے کر دیا جائے گا۔''(۱۴۰)

تدفین کا کام کون کرے گا؟: شوہر کے لیے اپنی بیوی کی تدفین جائز ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''شوہر اپنی بیوی کی قبر میں اتر کر اسے نیچے سے سنبھالے گا۔''(۱۴۱)

تدفین کا طریقہ: میت کو قبر کے اندر اس کے پہلو کے بل لٹایا جائے گا اور اسے قبلہ رخ رکھا جائے گا۔ حسن بصری یہ بات پسند کرتے تھے کہ میت کو اس کی قبر کے اندر قبلہ رخ لٹایا جائے۔(۱۴۲) آپ کی رائے تھی کہ قبر کے اندر لٹا کر میت کے کفن کی گرہیں کھولی نہ جائیں۔ آپ فرماتے: ''میت کو قبر میں اتارنے کے بعد گرہیں نہ کھولی جائیں۔''(۱۴۳)

قبر پر مٹی ڈالنا: حسن بصری کی رائے تھی کہ میت کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر مٹی ڈالنا مسنون نہیں ہے البتہ مٹی ڈالنا مباح ہے۔ آپ فرماتے: ''اگر تم چاہو تو قبر پر مٹی ڈال دو اور اگر نہ چاہو تو نہ ڈالو۔''(۱۴۴)

جنازے سے واپس ہونا: جو شخص جنازے کے ساتھ جائے، اس کے لیے اہل جنازہ سے اجازت لیے بغیر واپس ہو جانے کی گنجائش ہے۔ حسن بصری جب جنازے کی نماز پڑھ لیتے تو واپس ہو جاتے اور جنازے کے ولی کی اجازت کا انتظار نہ کرتے۔(۱۴۵) (دیکھئے مادہ استئذان نمبر۲ کا جزج)

موت کے اثرات:

انسان کی موت پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

اس کا مال اس کی ملکیت سے نکل کر ورثاء کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ ارث) نیز اس شخص کی طرف جس کے حق میں وصیت کی گئی ہو (دیکھئے مادہ وصیۃ) اس کے غلاموں کا مدبر ہونا وصیت میں داخل ہے (دیکھئے مادہ رق نمبر۴) بنا بریں میراث کی تقسیم اور وصیت کے استحقاق کے لیے مورث اور موصی (وصیت کنندہ) کی موت شرط ہے۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر۷ کا جز أ نیز نمبر۸ کا جزب)

۱۔ اس کے مطلق اور مؤجل دیون حالی بن جاتے ہیں یعنی ان کی فوری ادائیگی کا وقت آ جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر۲)

۲۔ موت کی وجہ سے معاوضہ کے وہ عقود جو کسی مدت کے ساتھ مرتبط ہوتے ہیں، فسخ نہیں ہوتے مثلاً اجارے وغیرہ۔ (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۵)

۴۔ موت کی وجہ سے عبادات کا انقطاع ہو جاتا ہے مثلاً حج یا عمرے کا احرام نیز نماز وغیرہ۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۱۰ کا جزج) نیز (مادہ زکاۃ نمبر۲ کا جزد) نیز (مادہ حج نمبر۵ کا جز أ)

۵۔ شوہر کی وفات سے بیوی پر عدت واجب ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۳)

۶۔ جس شخص کے ساتھ زیادتی کی گئی ہو مثلاً مقذوف (قذف کی زد میں آنے والا شخص) اس کی موت کی وجہ سے زیادتی کرنے والے سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ قذف نمبر۴ کا جزد)

۷۔ مردہ کے ساتھ بدکاری کرنے سے حد زنا واجب نہیں ہوتی۔(دیکھئے مادہ زنا نمبر۲ کے جز د کا جز ۵)

۸۔ جنازے کے ساتھ جانے کے لیے معتکف کے خروج کی اباحت۔(دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر۵)

۹۔ جس کنویں میں انسان گر کر مر جائے ،اس کا سارا پانی نکالا جائے گا۔(دیکھئے مادہ ماء نمبر۲ کا جز اُ)

ب۔ جانور کی موت پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

ا۔ موت کی وجہ سے اس کا ناپاک ہو جانا: اس میں اس کے بال، اون اور اس کی ہڈیاں بھی داخل ہیں۔ حسن بصری نے ہاتھیوں کی ہڈیوں کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے۔(۱۴۶) (دیکھئے مادہ شعر نمبر۱) اس قاعدے سے وہ جانور مستثنیٰ ہیں جن کے اندر بہنے والا خون نہیں ہوتا۔ ایسے جانور موت کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتے۔(دیکھئے مادہ دم نمبر۳) یہی حکم سمندری مرداروں کا ہے۔(دیکھئے مادہ طعام نمبر۲ کا جز د)

۲۔ جو جانور موت کی وجہ سے ناپاک ہو جائے ،اس کی بیع اور اسے کھانا حرام ہوگا۔(دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کے جز اُ کا جز۲) نیز (مادہ طعام نمبر۲ کا جز د) مردار کھانا صرف اس مجبور انسان کے لیے حلال ہے جسے کھانے کے لیے اس کے سوا کچھ نہ ملے نیز اس محرم کے لیے جسے صرف مردار اور حرم کا شکار کھانے کے لیے ملے، وہ مردار کھالے گا اور حرم کا شکار نہیں کھائے گا۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر۸ کے جز ب کا جز۴) دباغت مردار کی کھال پاک کر دیتی ہے۔اس کی تفصیل کے لیے (دیکھئے مادہ جلد) دباغت سے قبل اسے فروخت نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ ناپاک ہوگی۔(دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کے جز اُ کا جز۲)

میسر (جوا)

حسن بصری کی رائے تھی کہ ہر وہ چیز میسر میں داخل ہے جس کے اندر قمار ہو یعنی اس میں ملکیت کو خطر (حاصل ہونے یا نہ ہونے) پر معلق کر دیا گیا ہو مثلاً نرد اور شطرنج وغیرہ حتیٰ کہ اخروٹ وغیرہ کے ساتھ بچوں کا کھیل بھی میسر میں داخل ہے۔البتہ وہ صورتیں میسر میں داخل نہیں جن کی اباحت کر دی گئی ہے مثلاً گھوڑ دوڑ، قرعہ اندازی اور حقوق یعنی حصے علیحدہ کرنا۔(۱۴۷)

حرف المیم میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) المحلی ج۱ ص۲۰۲

(۲) تہذیب الآثار ج۲ ص۲۱۴

(۳) شرح السنۃ ج۲ ص۶۰، المحلی ج۱ ص۱۶۸، نیل الاوطار ج۱ ص۴۰، احکام القرآن ج۳ ص۲۴۰، المغنی ج۱ ص۲۴، المجموع ج۱ ص۱۶۳، الاوسط ج۱ ص۲۶۶

(۴) عبدالرزاق ج۱ ص۷۹

(۵) عبدالرزاق ج۱ص۸۳

(۶) ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۷ب

(۷) المغنی ج۱ص۳۹، المجموع ج۱ص۲۰۳

(۸) الاوسط ج۱ص۲۷۴

(۹) المغنی ج۱ص۴۱، الاوسط ج۱ص۲۸۴

(۱۰) عبدالرزاق ج۱ص۸۱، المحلی ج۱ص۱۴۶

(۱۱) عبدالرزاق ج۱ص۸۱

(۱۲) سنن بیہقی ج۱ص۲۵۳، الاوسط ج۱ص۲۸۲

(۱۳) ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۰ب

(۱۴) عبدالرزاق ج۱ص۹۱

(۱۵) المحلی ج۱ص۱۸۴، نیل الاوطار ج۱ص۲۸، ۳۳، تفسیر قرطبی ج۱۳ص۴۹، المغنی ج۱ص۱۹

(۱۶) ابن ابی شیبہ ج۱ص۵

(۱۷) حوالہ درج بالا، الاستذکار ج۱ص۲۵۳، الاوسط ج۱ص۲۸۶

(۱۸) المغنی ج۱ص۱۵

(۱۹) عبدالرزاق ج۱ص۱۰۶

(۱۹ب) الاستذکار ج۱ص۳۷۱

(۲۰) ابن ابی شیبہ ج۱ص۷ب، المجموع ج۲ص۲۰۸، طرح التثریب ج۲ص۳۹، الاوسط ج۱ص۲۹۲

(۲۱) المحلی ج۱ص۲۱۳، المغنی ج۱ص۲۱۴، المجموع ج۲ص۲۰۸

(۲۲) عبدالرزاق ج۱ص۱۰۵

(۲۳) الاستذکار ج۱ص۲۷۲

(۲۴) عبدالرزاق ج۱ص۱۰۶

(۲۵) ابن ابی شیبہ ج۱ص۸، الاوسط ج۱ص۲۵۹

(۲۶) المغنی ج۲ص۹۲

(۲۷) ابن ابی شیبہ ج۱ص۵ب

(۲۸) ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۸ب

(۲۹) الاوسط ج۱ص۲۴۸

(۳۰) ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۲۶ب

(۳۱) المغنی ج۶ص۵۸۰

(۳۲) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۹۹
(۳۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲
(۳۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۲ ب، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۳۱، الاوسط ج ۴ ص ۷۵
(۳۵) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۷۷
(۳۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۲
(۳۷) عبدالرزاق ج ۸ ص ۷۱، المغنی ج ۴ ص ۴۹۰
(۳۸) ا.ن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵ ب
(۳۹) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۰۰، آ ثار ابی یوسف نمبر ۶۵۲، المحلی ج ۸ ص ۲۲۹
(۴۰) الاستخراج الاحکام الخراج لابن رجب ص ۵۴
(۴۱) شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۵۸
(۴۲) عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۱۷
(۴۳) عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۲۰، المجموع ج ۲ ص ۱۸۸
(۴۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۷
(۴۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷
(۴۶) المحلی ج ۳ ص ۲۴۳
(۴۷) عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۴۹، المحلی ج ۹ ص ۱۵۸، المغنی ج ۹ ص ۸۷، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۸۸
(۴۸) المحلی ج ۱۰ ص ۱۴۰
(۴۹) المحلی ج ۸ ص ۲۴۰، ۲۶۰، المغنی ج ۵ ص ۶۷۸
(۵۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۷ ب
(۵۱) المحلی ج ۹ ص ۵۰۶
(۵۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۹ ب
(۵۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۷، الاشراف ج ۴ ص ۶۹
(۵۴) الاشراف ج ۴ ص ۳۰۷
(۵۵) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۹۵، ۴۸۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۳ ب
(۵۶) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۹۱، الاشراف ج ۱ ص ۳۳۰
(۵۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۷ ب
(۵۸) المغنی ج ۶ ص ۶۱۵
(۵۹) المغنی ج ۶ ص ۵۲۸، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۷۱، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۲۳، شرح السنۃ ج ۹ ص ۵۸، الاشراف

ج ۴ ص ۱۲۴

(۶۰) المحلی ج ۹ ص ۵۰۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۳ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱۵۶، المغنی ج ۶ ص ۶۸۰، الاشراف ج ۴ ص ۴۸

(۶۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۳ ب

(۶۲) معجم لغۃ الفقہاء مادہ نواۃ

(۶۳) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۹۶، المغنی ج ۶ ص ۶۹۳، الاشراف ج ۴ ص ۵۴

(۶۴) سنن سعید ج ۳ ص ۲۴۲/۳، عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۸۶، المغنی ج ۶ ص ۷۳۹، الاشراف ج ۴ ص ۵۹

(۶۵) سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۵۲، المحلی ج ۹ ص ۵۱۲، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۰۷، المغنی ج ۶ ص ۷۳۰، الاشراف ج ۴ ص ۶۳

(۶۶) شرح السنۃ ج ۹ ص ۱۲۷، المغنی ج ۶ ص ۷۲۰

(۶۷) المحلی ج ۹ ص ۴۸۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۴ ب، الاشراف ج ۴ ص ۶۲

(۶۸) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱۹۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۸، ۲۰۹

(۶۹) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۹۶، المغنی ج ۶ ص ۶۹۳

(۷۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۰ ب، الاشراف ج ۴ ص ۵۹

(۷۱) المحلی ج ۱۰ ص ۱۱۱

(۷۲) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۸۵

(۷۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۰ ب

(۷۴) المحلی ج ۱۰ ص ۵۹

(۷۵) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۳۴۴

(۷۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۷

(۷۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۹ ب

(۷۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۵ ب

(۷۹) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۹۵، ۴۸۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۳ ب

(۸۰) عبدالرزاق ج ۷ ص ۶۸، سنن سعید ج ۳ ص ۴۶/۲، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶، المحلی ج ۱۰ ص ۲۲۲، المغنی ج ۶ ص ۳۳۱

(۸۱) المغنی ج ۱ ص ۶۱۵

(۸۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۰ ب، المغنی ج ۷ ص ۳۹۴، شرح السنۃ ج ۹ ص ۲۵۹

(۸۳) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۳۴۳

(۸۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۶ ؛ تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۲۰۴
(۸۵) الاشراف ج ۴ ص ۲۲۰
(۸۶) المغنی ج ۶ ص ۷۱۳
(۸۷) عبد الرزاق ج ۶ ص ۸۱ ، ج ۷ ص ۱۸۳ ، المغنی ج ۶ ص ۶۱۵ ، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۰ ، الاشراف ج ۴ ص ۲۰۹
(۸۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۹
(۸۹) المغنی ج ۲ ص ۴۵۳ ، المحلی ج ۵ ص ۱۷۳
(۹۰) عبد الرزاق ج ۳ ص ۴۳۶ ، ۴۳۷ ، المغنی ج ۲ ص ۵۴۲ ، المحلی ج ۵ ص ۱۷۷ ، المجموع ج ۵ ص ۱۳۸ ، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۳
(۹۱) المغنی ج ۲ ص ۴۶۳
(۹۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۳ ب ، المجموع ج ۵ ص ۱۲۰ ، المغنی ج ۲ ص ۴۶۳
(۹۳) عبد الرزاق ج ۶ ص ۴۳
(۹۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۳ ، المغنی ج ۲ ص ۴۵۲ ، المجموع ج ۵ ص ۱۴۳
(۹۵) المغنی ج ۲ ص ۵۲۷
(۹۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۳ ب ، المغنی ج ۲ ص ۵۲۶ ، المجموع ج ۵ ص ۱۲۰
(۹۷) المغنی ج ۲ ص ۵۲۶
(۹۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۳ ، المحلی ج ۵ ص ۱۷۵
(۹۹) المحلی ج ۵ ص ۱۷۵
(۱۰۰) عبد الرزاق ج ۳ ص ۴۱۱
(۱۰۱) عبد الرزاق ج ۳ ص ۴۱۲
(۱۰۲) المحلی ج ۵ ص ۱۷۶ ، شرح السنۃ ج ۵ ص ۳۱۱ ، المجموع ج ۵ ص ۱۱۹ ، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۶۳ ، المغنی ج ۲ ص ۵۲۶
(۱۰۳) المغنی ج ۲ ص ۵۲۶
(۱۰۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۳
(۱۰۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۲ ب
(۱۰۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۲
(۱۰۷) عبد الرزاق ج ۳ ص ۴۰۴ ، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۳
(۱۰۸) المغنی ج ۱ ص ۲۱۱ ، المجموع ج ۵ ص ۱۴۲
(۱۰۹) المجموع ج ۵ ص ۱۴۵

(۱۱۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴ ب
(۱۱۱) حوالہ درج بالا۔
(۱۱۲) المغنی ج ۲ ص ۴۷۱، شرح النووی لمسلم ج ۱ ص ۲۶۶
(۱۱۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴ ب
(۱۱۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴
(۱۱۵) حوالہ درج بالا۔
(۱۱۶) عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۲۵
(۱۱۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴
(۱۱۸) حوالہ درج بالا، المحلی ج ۵ ص ۱۲۰
(۱۱۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴ ب
(۱۲۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴
(۱۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۵
(۱۲۲) حوالہ درج بالا۔
(۱۲۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۶، المغنی ج ۲ ص ۴۷۷، المجموع ج ۵ ص ۲۳۶
(۱۲۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۶
(۱۲۵) شرح السنۃ ج ۵ ص ۴۳۸
(۱۲۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۲
(۱۲۷) ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶۷، المحلی ج ۵ ص ۱۷۸
(۱۲۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۶
(۱۲۹) المجموع ج ۵ ص ۲۳۲
(۱۳۰) المغنی ج ۲ ص ۴۷۹
(۱۳۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۶
(۱۳۲) عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۴۱
(۱۳۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۶
(۱۳۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۸ ب
(۱۳۵) حوالہ درج بالا، تہذیب الآثار ج ۳ ص ۲۷۹
(۱۳۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۵، سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۷، المغنی ج ۲ ص ۴۷۶، المجموع ج ۵ ص ۲۸۷
(۱۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴

(۱۳۸)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۰
(۱۳۹)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۲، المغنی ج ۲ ص ۵۵۵، المجموع ج ۵ ص ۲۶۹، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۲۹۸
(۱۴۰)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۲، المغنی ج ۲ ص ۵۰۰
(۱۴۱)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۰
(۱۴۲)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۴۲ ب
(۱۴۳)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۰
(۱۴۴)ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۰ ب
(۱۴۵)عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۵، المحلی ج ۵ ص ۱۵۵
(۱۴۶)المغنی ج ا ص ۲۷
(۱۴۷)تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۵۲

حرف النون

نافلۃ (نفلی عبادت) دیکھئے مادہ نفل

نبّاش (کفن چور)

قبروں سے کفن چرانے والے کو نباش کہا جاتا ہے۔

نباش کی سزا۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جزج نیز نمبر ۴ کا جزج)

نبیذ (نبیذ)

۱۔ تعریف: نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں جس میں خشک کھجوریں وغیرہ ڈال دی جائیں اور اس میں نہ تو جھاگ پیدا ہوا اور نہ تیزی آئے۔

۲۔ نبیذ پینے کا حکم، اس کے ساتھ وضو کرنے کا مسئلہ اور اسے پی کر نشہ میں آ جانے والے کی سزا۔ (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۴)

نثار (نثار کی جانے والی چیز)

دلہن پر واری جانے والی نقدی اور مٹھائی وغیرہ کو نثار کہتے ہیں۔

نثار اٹھا لینے کا جواز۔ (دیکھئے مادہ نھبۃ)

نجاسۃ (ناپاکی)

۱۔ تعریف: نجاست اس حکمی یعنی معنوی گندگی کو کہتے ہیں جسے شارع نے نماز کے لیے مانع قرار دے دیا ہے۔

۲۔ وہ چیزیں جن پر نجس ہونے کا حکم عائد کیا گیا ہے۔

اُ۔ انسان اور جانور کا بول و براز:

۱۔ انسان کا پیشاب بالاتفاق ناپاک ہے۔ (دیکھئے مادہ بول نمبر ۲ کا جز اُ) رہ گیا جانور کا پیشاب تو اگر جانور کا گوشت حلال ہے تو اس کا پیشاب پاک ہوگا اور اگر حرام ہے تو پھر پیشاب ناپاک ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''جو شخص تر گوبر کو اپنے قدموں سے روند لے، وہ اسے پونچھ کر نماز پڑھ لے۔''(۱) (دیکھئے مادہ بول نمبر ۲ کا جز ب)

۲۔ ہر مخلوق کا گوبر اور اس کا براز اس کے پیشاب کی طرح ہے۔ اگر کسی شخص کا قدم تر براز پر پڑ جائے تو حسن

بصری کے قول کے مطابق وہ اسے دھوڈالے۔ (۲) (دیکھئے مادہ دبر نمبر۲ کا جز ج)

ب۔ خون: خون یا تو سیال ہوگا یا سیال نہیں ہوگا۔

۔ غیر سیال خون مثلاً ایسے جانوروں کا خون جن کے اندر دوران خون کا نظام نہیں ہوتا جیسے مچھر، مکھی اور پسو وغیرہ، پاک ہوتا ہے۔ اسی طرح گوشت میں لگا ہوا خون بھی طاہر ہے۔

۲۔ سیال خون ناپاک ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل (مادہ دم نمبر۲ کے جز اُ اور ب) میں گزر چکی ہے۔

۳۔ جو خون جم جائے، وہ خون کے حکم میں ہوتا ہے۔ بنا بریں حسن بصری نے مشک کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے۔ (دیکھئے مادہ طیب نمبر۲)

ج۔ پیپ: پیپ کی ناپاکی کے بارے میں حسن بصری سے منقول روایتوں کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق پیپ خون کی طرح ناپاک ہے۔ دوسری روایت کے مطابق پیپ ناپاک نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ دم نمبر۷)

۔ منی: حسن بصری کے نزدیک منی ناپاک ہے۔ آپ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی کے ساتھ اندام نہانی کے سوا کسی اور طریقے سے ہمبستری کرے، فرمایا: ''اس کی بیوی کو بھی اگر انزال ہو جائے تو وہ غسل کر لے اور اگر انزال نہ ہو تو جسم کے جس حصے میں مرد کا مادۂ منویہ لگا ہو، اسے دھوڈالے اور پھر وضو کر لے۔'' (۳) نیز فرمایا: ''اگر تمہیں یقین ہو کہ منی کپڑے کے ایک کنارے میں لگی ہوئی ہے تو اسے دھوڈالو اور دوسرے کنارے پر پانی چھڑک دو۔'' (۴) اگر منی لگنے کی جگہ نا معلوم ہو تو سارا کپڑا دھویا جائے گا۔ (۵)

ہ۔ مذی: حسن بصری کے نزدیک مذی ناپاک ہے اور یہ جہاں لگ جائے، اسے دھونا واجب ہوگا۔ سماک کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا کہ اگر ایک شخص کو مذی آ جائے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''ہر نر کو مذی نکلنے کا سامنا ہوتا ہے۔ اگر مذی نکل آئے تو وہ اپنا عضو تناسل دھولے۔'' (۶) آپ نے مذی کے متعلق فرمایا: ''اپنی شرم گاہ دھوڈالے اور نماز والا وضو کر لے۔'' (۷)

و۔ ودی: حسن بصری کے نزدیک ودی ناپاک ہے۔ اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''ودی نکلنے پر اپنا فرج دھو لے اور نماز والا وضو کر لے۔'' (۸)

ز۔ دودھ: حسن بصری کی رائے تھی کہ دودھ گوشت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے جو حکم گوشت کا ہوگا، وہی دودھ کا ہوگا۔ (دیکھئے مادہ لبن)

ح۔ شراب: حسن بصری کے نزدیک خمر ناپاک ہے۔ اگر گھڑے میں ایک قطرہ شراب گر جائے تو آپ کے قول کے مطابق گھڑے کا سارا پانی بہا دیا جائے گا۔ (۹)

ط۔ خنزیر: سور نجس العین ہے۔ البتہ ٹانکے لگانے کے لیے اس کے بال کے استعمال کی آپ نے رخصت دی ہے۔ (۱۰) (دیکھئے مادہ شعر نمبر۱)

ی۔ کتا: کتا ناپاک ہے۔ (دیکھئے مادہ کلب)

ک۔ جھوٹا پانی: حسن بصری سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کتے اور سور کا لعاب ناپاک ہے۔اس لیے ان کا جھوٹا پانی بھی ناپاک ہوگا۔البتہ بلی، گدھے اور مرغی کے جھوٹے پانی کی نجاست کے متعلق آپ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔صحیح بات یہ ہے کہ مذکورہ جانوروں کا جھوٹا پانی پاک ہوتا ہے۔ درج بالا جانوروں کے سوا دیگر جانوروں نیز انسان کے لعاب کے پاک ہونے اور نتیجتاً جھوٹے پانی کے پاک ہونے کے متعلق آپ سے مروی روایات کے اندر اتفاق ہے۔(دیکھئے مادہ سؤر)

ل۔ مردار: انسان خواہ زندہ ہو یا مردہ، ناپاک نہیں ہوتا۔رہ گئے حیوانات تو بہنے والا خون رکھنے والے جانور موت کے ساتھ ہی ناپاک ہو جاتے ہیں اور اگر یہ قلیل پانی میں مر جائیں تو اسے ناپاک کر دیتے ہیں۔البتہ جن جانداروں کے اندر بہنے والا خون نہیں ہوتا مثلاً بچھو اور گبریلا وغیرہ تو یہ مر کر ناپاک نہیں ہوتے اور اگر قلیل پانی میں ان کی موت واقع ہو جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔(دیکھئے مادہ ماء نمبر ۲ کا جزج)

مردار کے بال، اون اور اس کی ہڈیاں ناپاک ہوتی ہیں۔اگر اس کے بال اور اون دھو ڈالے جائیں تو وہ پاک ہو جاتے ہیں اور ان سے انتفاع جائز ہو جاتا ہے۔(دیکھئے مادہ شعر) لیکن ہڈیوں کا معاملہ یہ نہیں ہے یعنی دھونے کے باوجود وہ پاک نہیں ہوتیں۔بنابریں حسن بصری نے مردہ ہاتھی سے حاصل شدہ ہاتھی دانت کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے۔(۱۱)

م۔ مشرک (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۶ کا جزد)

۳۔ ایسی چیزیں جن پر پاک ہونے کا حکم عائد کیا گیا ہے:

أ۔ زندہ جانداروں کا گوشت، ان کی کھال، ان کا لعاب اور جھوٹا سب پاک ہوتا ہے ماسوائے خنزیر اور کتے کے۔یہ دونوں ناپاک ہیں۔(دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جزب)

ب۔ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب، گوبر نیز پرندوں کی بیٹ وغیرہ سب پاک ہے خواہ ان پرندوں کا گوشت کھایا جاتا ہے یا نہیں کھایا جاتا۔اشعث کہتے ہیں کہ حسن بصری چمگادڑوں کے پیشاب کے متعلق رخصت کے قائل تھے۔(۱۲) (دیکھئے مادہ بول نمبر ۲ کا جزب) ایک کبوتری حسن بصری پر آ گری اور پھر اس نے بیٹ کر دی۔لوگوں نے کہا کہ ہم پانی لا کر اسے دھو دیتے ہیں۔آپ نے اس کا جواب نفی میں دے کر بیٹ کو پونچھ کر صاف کر دیا۔(۱۳) ایک شخص نے نماز پڑھنے کے بعد اپنے کپڑے پر مرغی کی بیٹ لگی ہوئی دیکھی۔آپ نے فرمایا: ''مرغی بھی تو پرندہ ہے۔''(۱۴) یعنی کوئی حرج نہیں۔ابن قدامہ نے آپ سے پرندوں کی بیٹ کی نجاست نقل کی ہے۔(۱۵) تاہم پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

ج۔ پسینہ: حسن بصری کی رائے تھی کہ پاک جسم کا پسینہ پاک ہے بنابریں آپ نے کافر کے لباس میں نماز پڑھ لینے کو جائز قرار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہودی اور نصرانی کی چادر میں نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱۶) آپ نے حائضہ اور جنبی کے لباس کو طاہر قرار دیا تھا خواہ اس میں ان کا پسینہ کیوں نہ لگ گیا ہو۔آپ نے اس عورت کے بارے میں جسے اس کے کپڑے میں حیض آیا ہو، فرمایا تھا کہ: ''اس کے کپڑے میں کوئی

مضائقہ نہیں البتہ اگر وہ اپنے کپڑے پر حیض کے سلسلے میں کوئی خون وغیرہ لگا ہوا دیکھ لے تو اسے دھو ڈالے۔''(۱۷) ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ حائضہ اور جنبی کے پسینے میں کوئی مضائقہ تصور نہیں کرتے تھے۔(۱۸)

د۔ نخاء (کھنکار): حسن بصری کی رائے میں کھنکارنے کی صورت میں سینے وغیرہ سے نکلنے والا بلغم پاک ہے۔ پانی میں گر جانے والے کھنکار کے متعلق آپ نے فرمایا: ''اسے نکال کر پھینک دو اور پھر اس پانی سے وضو کر لو۔''(۱۹)

ھ۔ حمام کا پانی: حمام کا پانی اس وقت تک ناپاک قرار نہیں پائے گا جب تک اس میں نجاست گرنے کا یقین نہ ہو جائے۔ حسن بصری نے حمام کے پانی سے نہانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔(۲۰) کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس پانی کے ناپاک ہونے کا دل میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے اور پھر اس سے غسل کرنے میں اسراف کا پہلو بھی ہے۔

و۔ ایسی ناپاک چیزیں جن کے ساتھ لوگوں کا ملوث ہونا عام ہو، لوگوں پر شفقت کے پیش نظر ان چیزوں پر پاک ہونے کا حکم عائد کر دیا گیا ہے مثلاً سڑک کی مٹی۔ سڑکوں پر قدیم زمانے سے جانوروں کے گوبر وغیرہ موجود چلے آرہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں سڑکوں کی مٹی بھی ناپاک ہوتی ہے لیکن دوسری طرف لوگوں کو ہر گھڑی سڑکوں سے گزرنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر سڑک کی مٹی پر ناپاک ہونے کا حکم کر دیا جاتا تو اس سے لوگوں کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا چنانچہ سڑک کی مٹی پر پاک ہونے کا حکم عائد کر دیا گیا۔ کپڑے میں لگ جانے والی سڑک کی مٹی کے بارے میں حسن بصری نے فرمایا: ''اگر متعلقہ شخص چاہے تو اسے دھو ڈالے اور اگر چاہے تو اسی طرح رہنے دے۔ یہاں تک کہ وہ خشک ہو جائے اور پھر اسے کھرچ ڈالے۔''(۲۰ب) آپ مٹی میں چلتے۔ مٹی آپ کے قدموں کے بالائی حصے تک نہ پہنچتی لیکن آپ کے تلوے مٹی سے بھر جاتے۔ پھر جب آپ مسجد میں پہنچتے تو زمین پر اپنے تلوے رگڑ دیتے اور پھر مسجد میں داخل ہو جاتے اور اپنے پاؤں نہ دھوتے۔(۲۱) اگر آپ بارش کے دوران مسجد میں جاتے تو اپنے موزوں کے زیریں حصوں کو دیکھتے۔ اگر وہاں تھوڑی بہت مٹی نظر آتی تو اسے پونچھ دیتے اور پھر مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھ لیتے۔ اگر مٹی زیادہ لگی ہوتی تو موزے اتار دیتے اور انہیں دھلوا لیتے۔(۲۲) یہ دھلوانا صفائی کی غرض سے ہوتا، طہارت کی غرض سے نہیں۔

ز۔ استعمال شدہ پانی: حسن بصری کی رائے میں غسل جنابت کے اندر استعمال شدہ پانی پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں جب کہ وضو میں استعمال شدہ پانی کو آپ طاہر اور مطہر شمار کرتے تھے۔ (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر۲ کا جزز) اور (مادہ ماء نمبر۲ کا جزد)

ح۔ ایسے جانور جن کے اندر بہنے والا خون نہیں ہوتا مثلاً جھینگر اور مکھی وغیرہ، مر کر بھی پاک رہتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ ماء نمبر۲ کے جزح کا جز۲)

۴۔ انتقال نجاست کی صورتیں: ناپاک چیز سے پاک چیز کی طرف نجاست منتقل ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ ناپاک چیز کے بعض اجزاء پاک چیز کی طرف منتقل ہو جائیں۔ اگر خشک نجاست کسی خشک پاک چیز کو چھو جائے تو مذکورہ بالا انتقال کا تحقق نہیں ہوگا۔ مرحوم ابن عبدالعزیز نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حسن بصری خشک پیشاب کے نشان پر بیٹھ گئے۔ جب میں نے آپ سے اس بارے میں کچھ کہا تو آپ نے جواب دیا کہ: ''یہ تو خشک ہے۔'' (۲۳) میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ یہ بات اس صورت میں ہوئی ہوگی جب پیشاب کسی چٹائی وغیرہ کو لگ گیا ہوگا۔ اگر نجاست خشک ہو اور جس پاک چیز کے ساتھ لگ جائے، وہ تر ہو تو بھی مذکورہ بالا انتقال کا تحقق نہیں ہوگا اس لیے کہ تر چیز مذکورہ نجاست کو جذب نہیں کر سکے گی۔ بنا بریں حسن بصری نے ہانڈی میں گر کر مر جانے والے پرندے کے بارے میں فرمایا کہ: ''ہانڈی میں موجود شوربہ پھینک دیا جائے گا اور گوشت کھا لیا جائے گا۔'' (۲۴) اس لیے کہ ہانڈی میں موجود گوشت نے ناپاک شوربے کا کوئی حصہ اپنے اندر جذب نہیں کیا لیکن جہاں تک شوربے کا تعلق ہے تو نجاست حلول کر جانے کی وجہ سے وہ ناپاک ہو گیا تھا۔ اسی بنا پر اسے بہا دیا جائے گا۔ اگر نجاست تر ہو تو ملامست کی وجہ سے مذکورہ بالا انتقال عمل میں آ جائے گا۔ بنا بریں حسن بصری نے حکم عائد کیا تھا کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد سونے والے کا ہاتھ ناپاک ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس زمانے میں لوگ شلوار پہنے بغیر سو جاتے تھے اور نیند کے اندر ان کے ہاتھ ان کی شرم گاہوں، مقعدوں اور بیویوں کی شرم گاہوں کو چھو جاتے تھے۔ (دیکھئے مادہ غسل الیدین نمبر۱) یزید بن ہارون تیمی نے حسن بصری سے اس شخص کے متعلق روایت کی ہے جو تر بیز کو اپنے پاؤں سے روند لے کہ آپ نے فرمایا: ''وہ اپنے پاؤں دھو لے گا اور وضو نہیں کرے گا۔'' (۲۵) اگر پانی میں نجاست گر جائے یا اس میں کوئی جانور گر کر مر جائے تو اس پر ناپاک ہونے کا حکم عائد کر دیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ ماء نمبر۲) اگر ایک کنویں کا پانی دوسرے ناپاک کنویں کے پانی کے پڑوس میں ہو اور اس کے اندر نجاست کا اثر ظاہر ہو جائے تو اس پر ناپاک ہونے کا حکم عائد کر دیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ ماء نمبر۲ کا جزب)

۵۔ نجاست سے پاک کرنے کے ذرائع:

نجاست کی دو قسمیں ہیں:

اُ۔ عینی نجاست یعنی ایک چیز کا نجس العین ہونا مثلاً خنزیر، مردار، خون، براز اور پیشاب وغیرہ، انہیں کسی بھی حالت میں پاک نہیں کیا جا سکتا۔

ب۔ ایسی نجاست جو اصل کے اعتبار سے کسی طاہر چیز کو کسی عینی نجاست کے لگ جانے سے پیدا ہو جائے۔ ایسی طاہر چیز کو درج ذیل ذرائع سے مذکورہ نجاست سے پاک کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ دھونے کے ذریعے: جس چیز کو نجاست لگ جائے، اسے اگر اتنا دھویا جائے کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے تو اس کے نتیجے میں مذکورہ چیز اس نجاست سے پاک ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کپڑے کو نجاست لگ جائے اور

نجاست کی جگہ معلوم ہو تو کپڑا پاک کرنے کے لیے صرف مذکورہ جگہ دھوڈالنا کافی ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر تمہیں یقین ہو کہ کپڑے کے ایک کنارے پر مادۂ منویہ لگا ہوا ہے تو اس کنارے کو دھوڈالو اور دوسرے کنارے پر پانی چھڑک دو۔''(۲۶) لیکن اگر نجاست لگنے کی جگہ مجہول اور نامعلوم ہو تو پھر پورا کپڑا دھونا واجب ہو جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ کہاں لگا ہے تو پھر وہ پورا کپڑا دھوڈالے۔''(۲۷) اگر ایک چیز میں لگی ہوئی نجاست کو زائل کرنے کی پوری کوشش کر لی گئی ہو تو اس کے بعد اگر نجاست کا نشان باقی رہ گیا ہو تو اس سے کوئی ضرر پیدا نہیں ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر تم خون دھوڈالو اور پھر اس کا نشان یعنی دھبہ باقی رہ جائے تو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔''(۲۸)

۲۔ پانی چھڑکنے کے ذریعے: شیر خوار بچہ جس نے ابھی ٹھوس غذا شروع نہ کی ہو، پانی چھڑک کر اس کے پیشاب کو پاک کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ بول نمبر ۳ کا جزأ)

۳۔ تیمم کے ذریعے: اگر ایک شخص کے بدن پر نجاست لگی ہو اور نجاست دھونے کے لیے اسے پانی نہ ملے تو ایسی صورت میں وہ اس نجاست کے لیے تیمم کرے گا اور پھر نماز پڑھ لے گا۔(۲۹) درج بالا قول سے حسن بصری کی مراد شاید یہ ہے کہ وہ مٹی کے ذریعے اس نجاست کو اپنے بدن سے دور کر دے گا۔ (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۲ کا جزب)

۴۔ استنجاء کے ذریعے: مقعد یعنی پاخانہ اور پیشاب خارج ہونے کے مقامات کو استنجاء کے ذریعے پاک کیا جا سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ استنجاء)

۵۔ خشک ہو جانے کے ذریعے: ناپاک زمین سے اگر نجاست خشک ہو کر زائل ہو جائے تو اس سے مذکورہ زمین پاک ہو جائے گی۔ حسن بصری خشک پیشاب کے نشان پر بیٹھ گئے۔ جب آپ سے کہا گیا کہ یہ پیشاب ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ خشک ہو چکا ہے۔(۳۰) میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ یہ بات اس صورت میں ہوگی جب پیشاب زمین کو لگا ہو۔

۶۔ زمین پر رگڑنے کے ذریعے: موزے پر اگر نجاست لگ جائے تو اسے پہن کر چلنے یا زمین کے ساتھ اسے رگڑنے کے ذریعے موزہ پاک ہو جائے گا۔(۳۱) اور اسے دھونے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

۷۔ دباغت کے ذریعے: مردار کی کھال دباغت کے ذریعے پاک ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ جلد)

۸۔ پانی نکال دینے کے ذریعے: اگر کنویں میں کوئی جاندار گر کر مر جائے اور کنویں کا کچھ پانی نکال دیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۲ کا جزج)

۶۔ نجاست پر مرتب ہونے والے اثرات: نجاست پر درج ذیل امور مرتب ہوتے ہیں۔

¤ نجاست سے دامن بچانا واجب ہے۔ (دیکھئے مادہ تخلی نمبر ۲ کا جزأ)

¤ مناسب ذرائع استعمال کر کے نجاست سے تطہیر واجب ہے۔ (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر ۵)

- ¤ اگر سبیلین (قبل اور دبر) سے نجاست خارج ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر کسی اور جگہ سے خارج ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (دیکھیے مادہ وضو نمبر ۶ کا جزد)
- ¤ ناپاک اشیاء نیز ناپاکی کے ساتھ ملوث چیزوں کو کھانے کی تحریم۔ (دیکھیے مادہ طعام نمبر ۲ کا جزب)
- ¤ نجس العین اشیاء کی فروخت باطل ہے تاہم ناپاک ہو جانے والی اشیاء کی فروخت باطل نہیں ہے۔ (دیکھیے مادہ بیع نمبر ۳ کے جز اکا جز ۲)
- ¤ ایسا پیشہ اختیار کرنا مکروہ ہے، جس میں نجاست کے ساتھ اختلاط ہو۔ (دیکھیے مادہ احتراف نمبر ۲ کا جزب)
- ¤ نجاست کے ساتھ نماز باطل ہے۔ (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جزب کا جز ۲)

نخاعۃ (کھنکار)

کھنکارنے کے ذریعے انسان اپنے سینے یا ناک سے منہ کے ذریعے جو بلغم خارج کرتا ہے، اسے نخاعہ کہتے ہیں۔

نخاعہ کا پاک ہونا۔ (دیکھیے مادہ نجاسۃ نمبر ۳ کا جزج)

نذر (نذر ماننا)

۱۔ تعریف: قرب الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے انسان کا اپنے اوپر کسی مباح فعل کو لازم کر لینا نذر کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

۲۔ نذر ماننے والا یعنی ناذر:

ناذر پر اپنی نذر پوری کرنا اس وقت واجب ہو گا جب اس کے اندر درج ذیل شرطیں پائی جائیں گی:

أ۔ مکلف ہونا: یعنی وہ عاقل و بالغ ہو۔ اس لیے کہ غیر مکلف فرد پر نہ تو کوئی عبادت لازم ہوتی ہے اور نہ کوئی تبرع۔

ب۔ صاحب اختیار ہونا: اس لیے کہ مکرہ یعنی مجبور انسان کا تبرع درست نہیں ہوتا اور نہ اس کی عبادت کیونکہ عبادت کے اندر نیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ج۔ مسلمان ہونا: ناذر کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے اس لیے کہ حسن بصری کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص حالت کفر میں کوئی نذر مان لے اور پھر مسلمان ہو جائے تو اس پر اپنی نذر پوری کرنا واجب ہو گا۔ (۳۲)

د۔ صحت ہونا: حسن بصری نذر کو دو صفات کی جامع قرار دیتے تھے۔ یعنی صفت عبادت اور صفت تبرع۔ بنا بریں اگر کوئی شخص اپنے مرض الموت میں نذر مان لے تو اس کی یہ نذر اس کے تہائی مال سے پوری کی جائے گی۔ اسی طرح اگر ایک شخص اپنی صحت کے زمانے میں کوئی نذر مانے اور نذر کا موجب فعل اپنے مرض الموت میں کرے تو بھی تہائی مال سے مذکورہ نذر جاری ہو گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنے لڑکے سے کہے کہ اگر تم فلاں کے مکان میں گئے تو میرا غلام آزاد ہے۔ پھر مذکورہ لڑکا ناذر کی بیماری کی حالت میں اس فلاں کے گھر جائے تو تہائی مال سے غلام آزاد ہو گا اور اگر وہ ناذر کی حالت صحت میں اس

کے گھر میں جائے تو پورے مال سے غلام آزاد کرنا ہوگا۔"(۳۳) (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲ کے جزب کے جز ۲ کا جزد)

۳۔ نذر کی شرطیں: نذر پوری کرنے کے وجوب کے لیے درج ذیل شرطیں ہیں۔

أ۔ مطلق نذر کی صورت نہ ہو: مطلق سے ہماری مراد وہ نذر ہے جس میں منذور (نذر سے متعلقہ امر) کا تعین نہ کیا گیا ہو۔ اگر کوئی شخص مطلق نذر مانے گا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ (۳۴) حسن بصری نے فرمایا: "اگر نذر کا تعین نہ کیا گیا ہو تو یہ قسم کی صورت بن جائے گی اور متعلقہ شخص اس کا کفارہ ادا کرے گا۔" (۳۵) آپ نے اس شخص کے متعلق جو کہے کہ: "میرے ذمہ نذر ہے یا ہدی ہے" اور کسی چیز کا تعین نہ کرے، فرمایا: "اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔"(۳۶) ایک عورت کے بارے میں جس نے اپنے اوپر ہدی لازم کرلیا تھا، آپ نے فرمایا: "اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگیا۔"(۳۷) تاہم اگر ایک شخص کسی مہینے کا نام لیے بغیر ایک ماہ کے روزے کی نذر مان لے تو یہ مطلق نذر کی صورت نہیں ہوگی۔ ایسے ہی شخص کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: "اگر وہ کسی معلوم مہینے کا نام لے لے تو اس مہینے کا روزہ رکھے اور مسلسل رکھے اور اگر وہ کسی معلوم مہینے کا نام نہ لے اور نہ اس کی نیت کرے تو پھر دنوں کے حساب سے تیس دن کے روزے رکھے۔ اگر وہ چاند دیکھ کر روزہ شروع کرلے اور چاند دیکھ کر روزہ ختم کردے اور اتفاق سے مہینہ انتیس دنوں کا ہو تو بھی اس کا کام چل جائے گا۔"(۳۸) اگر ایک شخص ہر ماہ کے تین دنوں کے روزے کی نذر مان لے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ وہ ہر ماہ کے ابتدائی تین دنوں کے روزے رکھے۔ (۳۹)

ب۔ نذر کو قسم کی شکل نہ دی گئی ہو یعنی نذر کو قسم کی طرح استعمال نہ کیا گیا ہو۔ اگر کوئی شخص ایسا کرلے تو اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو نذر والا فعل کرلے اور اگر چاہے تو قسم کا کفارہ ادا کردے۔ (۴۰) حسن بصری نے فرمایا: "اگر ایک شخص کہے کہ: "اگر میں فلاں کام نہ کروں تو میں حج کا احرام باندھ لوں گا۔" تو یہ قسم کی صورت ہوگی جس کا وہ کفارہ ادا کرے گا۔ احرام تو صرف اس شخص پر لازم ہوتا ہے جو حج کی نیت کرلے۔" (۴۱)

مرض الموت میں مبتلا مریض پر نذر بشکل قسم ماننے کی پابندی ہے۔ (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲ کے جزب کے جز ۲ کا جزب)

ج۔ منذور کوئی معصیت نہ ہو: اگر ایک شخص کسی معصیت کی نذر مان لے تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہو جائے گا اور اپنی نذر پوری کرنا اس پر حرام ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: "اگر معصیت کی نذر ہو تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔"(۴۲)

اگر نذر والی معصیت کا کوئی مشروع بدل موجود ہو تو اس صورت میں مذکورہ نذر معصیت کو اس بدل کی طرف پھیر دینا واجب ہوگا اور کفارہ نہیں دیا جائے گا۔ اگر کوئی عیسائی عورت گرجے میں جا کر عبادت کی نذر مان لے اور پھر مسلمان ہو جائے اور اپنی نذر پوری کرنا چاہے تو حسن بصری کے قول کے مطابق وہ مسلمانوں

کے مساجد میں جا کر عبادت کرے گی۔ (۴۳)

د۔ ایسی چیز کی نذر نہ مانے جس کا وہ مالک نہ ہو: اگر ایک شخص ایسی بات کی نذر مان لے جس کا وہ مالک نہ ہو تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ بنا بریں حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص دوسرے سے کہے کہ: ''میں تمہیں ہدی بناؤں گا۔'' تو یہ قسم کی صورت ہوگی جس کا وہ کفارہ ادا کرے گا۔'' (۴۴) آپ کی مراد یہ ہے کہ اگر مذکورہ فقرہ کسی آزاد شخص سے کہا جائے کیونکہ آزاد شخص کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتا کہ اسے ہدیہ کے طور پر کسی کو پیش کر دیا جائے۔ اگر مذکورہ فقرے سے مراد یہ ہو کہ: ''میں تمہیں مکہ میں لے جا کر ذبح کر دوں گا تو یہ نذر معصیت ہوگی اور ہدی لینا مکہ میں لے جا کر جسے ذبح کیا جاتا ہے، وہ مویشیوں میں سے ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ ھدی نمبر ۲)

ھ۔ ایسی چیز کی نذر جو طاقت سے باہر ہو: اللہ تعالیٰ نے اس دین کو یُسر بنا کر نازل کیا ہے عُسر بنا کر نہیں۔ یعنی دین کا معاملہ آسانی پر مبنی ہے، سختی اور تنگی پر نہیں۔ بنا بریں فقہاء نے یہ اصول اپنا لیا ہے کہ ایک معاملہ اگر تنگ ہو جائے تو اس میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی اصول پر عمل پیرا ہو کر حسن بصری کی رائے تھی کہ ہر ایسی نذر جس کے اندر انسان کی برداشت کی حد سے باہر مشقت ہو، پوری کرنا ضروری نہیں ہے۔ البتہ قسم کا کفارہ اس سے چھٹکارے کا ذریعہ ہے۔ بنا بریں آپ نے اس شخص کے متعلق جو یہ کہے کہ: ''میرا سارا مال اللہ کی راہ میں ہے''، فرمایا: ''یہ قسم ہے جس کا وہ کفارہ ادا کرے گا۔'' (۴۵) اگر ایک شخص کہے کہ: ''میرا سارا مال کعبہ کے رتاج (چوکھٹ) کا ٹیکس ہے یا اللہ کی راہ میں ہے۔'' تو حسن بصری کے قول کے مطابق یہ قسم کی شکل ہوگی اور اس کا وہ کفارہ ادا کرے گا۔'' (۴۶) جو شخص کہے کہ: ''میرے ذمہ سو غلام ہیں'' تو آپ کے قول کے مطابق یہ قسم کی صورت ہوگی۔ (۴۷)

اگر ایک شخص کسی ایسی چیز کی نذر مانے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور اس چیز کا کوئی بدل موجود ہو جو اس کی طاقت اور بس میں ہو تو اس بدل کی طرف مڑ جانا واجب ہوگا۔ حسن بصری سے ایک عورت کے متعلق پوچھا گیا جس نے نذر مانی تھی کہ اگر اس کا شوہر جیل سے رہا ہو جائے تو وہ بصرہ کی ہر جامع مسجد میں دو رکعتیں پڑھے گی۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''وہ اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھے گی۔ اسے تمام جامع مسجدوں میں نماز پڑھنے کی طاقت نہیں ہے۔ اگر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) موجود ہوتے تو کوڑے مار مار کر اس کا سر ٹھکانے لگا دیتے۔'' (۴۸) نیز فرمایا: ''جو شخص پیدل حج پر جانے کی نذر مان لے تو وہ پیدل چلے اور جب پیدل چلنے سے عاجز آ جائے تو سوار ہو کر اپنا سفر جاری رکھے اور پھر مکہ میں ایک جانور ذبح کر دے۔'' (۴۹)

و۔ جس چیز کی اس نے نذر مانی ہو، اس کی جنس میں سے کوئی فرض یا سنت موجود ہو: بنا بریں حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو یہ کہے کہ: ''بیت اللہ تک پیدل جانا میرے ذمہ ہے۔''، فرمایا: ''اس کا یہ قول قسم ہے۔ وہ اس کا کفارہ ادا کرے گا۔'' (۵۰) اس لیے کہ بیت اللہ تک پیدل جانا نہ تو فرض ہے اور نہ سنت۔ نیز فرمایا: ''جو شخص اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانے تو جہاں چاہے، اسے ذبح کر دے۔'' اس لیے کہ قربانی کا

جانور جہاں ہوتا ہے، اسے وہیں ذبح کر دیا جاتا ہے۔ لیکن جو شخص ہدی ذبح کرنے کی نذر مانے گا، وہ اسے مکہ میں ذبح کرے گا کیونکہ ہدی کا مکہ میں ذبح ہونا واجب ہوتا ہے۔ (۵۱)

ز۔ جس چیز کی اس نے نذر مانی ہو، وہ مقصود بالذات ہو: اگر وہ مقصود بالذات نہیں ہوگی تو اسے پورا کرنا واجب نہیں ہوگا۔ ایک شخص حسن بصری کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک عورت نے اس مسجد کے ہر ستون کے پیچھے دو رکعتیں پڑھنے کی نذر مانی تھی۔ اس نے ہر ستون کے پیچھے دو دو رکعتیں پڑھ لی ہیں۔ صرف آپ کا یہ ستون باقی رہ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر وہ یہ تمام نمازیں ایک ہی ستون کے پیچھے یکجا کر لیتی تو بھی اس کے لیے کافی ہو جاتا۔'' یہ کہہ کر آپ اپنے ستون کے پاس سے پرے ہو گئے اور مذکورہ عورت نے اس ستون کے پیچھے بھی دو رکعتیں پڑھ لیں۔ (۵۲) ایک شخص نے اپنے اوپر ننگے پاؤں چل کر بیت اللہ جانا لازم کر لیا، آپ نے اس کے متعلق فرمایا: ''وہ جوتا یا موزہ پہن لے اور ایک دم دیدے۔'' (۵۳) اس صورت کو طاقت سے باہر نذر پر یا اس نذر پر محمول کرنا ممکن ہے جس کی جنس میں سے نہ تو کوئی فرض موجود ہو اور نہ کوئی سنت۔

۴۔ نذر کے ساتھ فرض کا ادغام: حسن بصری کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص پر نذر کے تحت دو مہینوں کے مسلسل روزے لازم ہوں اور وہ شعبان اور رمضان کے روزے رکھ لے تو اس سے اس کے نذر کے روزے نیز رمضان کے روزے دونوں ادا ہو جائیں گے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۵) اسی طرح اگر ایک شخص حج کرنے کی نذر مان لے اور اس نے ابھی اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو تو فرض حج ادا کرنے کی صورت میں اس کے یہ دونوں حج ادا ہو جائیں گے۔ (۵۴) (دیکھئے مادۂ حج نمبر ۶)

۵۔ نذر کی قضا: اگر ایک شخص کوئی مخصوص نذر مانے اور پھر نذر کا موقع ومحل فوت ہو جائے یا کسی سبب کے تحت نذر پوری کرنا مشکل ہو جائے اور اس کی قضا ممکن ہو تو وہ اس کی قضا کرے گا۔ ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ فلاں شخص کی آمد کے دن روزہ رکھے گا اور پھر اتفاق سے مذکورہ فلاں شخص عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن آیا تو اس مسئلے کے بارے میں حسن بصری نے فرمایا: ''مذکورہ شخص اس دن روزہ نہیں رکھے گا اور بعد میں اپنی نذر کی قضا کرے گا۔'' (۵۵) ایک شخص نے سوموار یا جمعرات کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور اتفاق سے اس دن بڑی یا چھوٹی عید آ گئی، اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''وہ روزہ نہیں رکھے گا اور اس کی جگہ کسی اور دن روزہ رکھ لے گا۔'' (۵۶) ایک شخص نے روزہ رکھنے کی نذر مانی اور پھر فوت ہو گیا، آپ نے فرمایا: ''اس کا ولی اس کی طرف سے ایک روزہ قضا کے طور پر رکھے گا۔'' (۵۷)

۶۔ نذر کا کفارہ: حسن بصری کی رائے تھی کہ نذر قسم کی بمنزلہ ہوتی ہے اور اس کا کفارہ بھی قسم کے کفارے کی طرح ہے۔ اس بارے میں آپ نے فرمایا: ''نذر قسم ہے اور اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔'' (۵۸) درج بالا سطور کے اندر اس سلسلے میں کافی مسائل گزر چکے ہیں۔

نسب (نسب)

۱۔ تعریف: خون کا وہ رشتہ نسب کہلاتا ہے جو فروع کو اصول کے ساتھ مربوط رکھتا ہے۔

۲۔ نسب ثابت ہونے کے اسباب: بچے کا اپنے باپ سے نسب فراش کے سبب ثابت ہوتا ہے۔ فراش سے ہماری مراد زوجیت یا لونڈی کے ساتھ تسری ہے۔ (دیکھئے مادہ تسری) اگر ایک شخص کی بیوی کے بطن سے اس کا بچہ پیدا ہو جائے تو وہ اپنی ذات سے اس کے نسب کی نفی نہیں کر سکتا۔ البتہ لعان کے ذریعے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ لعان) نیز (مادہ قذف نمبر ۲ کا جزب) اسی طرح نسب دعوائے نسب کے ذریعے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات سے ایک مجہول النسب فرد کا نسب ثابت کرنے کے لیے دعوائے نسب ضروری ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص کسی کے نسب کا دعویٰ کر دے تو اس کے بعد اس نسب سے انکار کی گنجائش اس کے لیے باقی نہیں رہے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنے ولد کا اقرار کر لے تو اس کے بعد وہ اس کی نفی نہیں کر سکتا۔'' (۵۹) آپ سے پوچھا گیا کہ ایک لونڈی نے حرامی بچے کو جنم دیا۔ لونڈی کے آقاؤں نے اس بچے کو آزاد کر دیا۔ پھر اس بچے کے باپ نے اسے اپنے ساتھ ملحق کر لیا اور اس کے موالی (آزاد کرنے والے افراد) کو بتا دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے، پھر بیٹے کی وفات ہوگئی تو کیا اس کا باپ اس کا وارث ہوگا؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ (۶۰)

۳۔ باپ سے نسب کی نفی:

اَ۔ لونڈی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کی نفی: اگر کسی نے اپنی لونڈی کے ساتھ تسری کی ہو (دیکھئے مادہ تسری) اور لونڈی نے بچے کو جنم دیا ہو تو مذکورہ شخص لعان کیے بغیر اپنی ذات سے مذکورہ بچے کے نسب کی نفی کر سکتا ہے بشرطیکہ اس نے اس سے پہلے اس کے نسب کا اقرار نہ کیا ہو۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی لونڈی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کا انکار کر دے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔'' (۶۱) (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کا جزد)

ب۔ بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کی نفی: شوہر اپنی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کا اقرار کرنے سے پہلے انکار کر سکتا ہے۔ اور اقرار کرنے کے بعد بھی اس وقت تک انکار کر سکتا ہے جب تک اس کی بیوی اس کی زوجیت میں رہے۔ اگر بیوی اس کی زوجیت کے بندھن سے باہر آ جائے تو اس کے بعد وہ مذکورہ بچے کے نسب کا انکار نہیں کر سکتا۔ ان تمام احوال کے اندر لعان کے بغیر اس کی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والے اس کے بچے کا نسب اس سے منتفی نہیں ہو سکتا۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو پہلے اپنے بچے کا اقرار کر لے اور پھر انکار کر دے، فرمایا: ''وہ اپنی بیوی کے ساتھ لعان کرے گا اور بیوی جب تک اس کی زوجیت میں رہے گی، اس وقت تک بچہ اپنی ماں کا ہوگا۔'' (۶۲) (دیکھئے مادہ اقرار نمبر ۴ کا جزد)

نسب کی نفی کا قذف (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۲ کا جزب)

۴۔ دو شوہروں والی عورت کے بچے کا نسب: حسن بصری نے اس عورت کے بارے میں جس کا پہلا شوہر مر گیا ہو اور پھر اس کا نکاح ہو جائے اور وہ ایک بچے کو جنم دے، فرمایا: ''اگر وہ بچے کو جنم دے اور اسے اس کے متعلق شک ہو تو یہ پہلے شوہر کا بچہ ہوگا اور اگر اسے شک نہ ہو تو یہ دوسرے شوہر کا ہوگا۔'' (۶۳) شاید اس

سے آپ کی مراد یہ ہے کہ اگر دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح ہونے کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں وہ بچے کو اس حالت میں جنم دے کہ اس کے تمام اعضاء بن چکے ہوں تو بچہ پہلے شوہر کے نطفہ سے قرار پائے گا اور اگر چھ ماہ سے زائد مدت کے بعد وہ بچے کو جنم دے اور دوسرے شوہر کے ساتھ بچے کی مشابہت موجود ہو تو یہ بچہ دوسرے شوہر کے نطفے سے قرار پائے گا۔ واللہ اعلم۔

۵۔ ولد زنا کا نسب نیز اسے اپنے باپ کی طرف کب منسوب کیا جائے گا؟ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز ک) نیز (مادہ ارث نمبر ۵ کے جز أ کا جز ۱)

¤ اگر کوئی شخص اپنی کسی محرم عورت کے ساتھ بدکاری کرے اور اس کے نتیجے میں وہ کسی بچے کو جنم دیدے تو بچے کا نسب زانی کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا خواہ زانی اس بچے کا اقرار ہی کیوں نہ کر لے۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کے جز ک کا جز ۳)

¤ لعان کرنے والی عورت کے بچے کا نسب (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۵ کا جز ب)

¤ اگر ایک شخص اپنی لونڈی کی شرم گاہ کسی شخص کے لیے حلال کر دے اور اس کے نتیجے میں وہ شخص اس لونڈی سے ہمبستری کرے تو پیدا ہونے والے بچے کا نسب کس شخص سے ثابت ہوگا؟ (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ زنا نمبر ۴ کے جز ک کا جز ۱) نیز (مادہ اعارۃ نمبر ۲ کا جز ب)

¤ اگر آقا اپنی مکاتبہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرلے اور مذکورہ لونڈی کسی بچے کو جنم دیدے تو اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟ (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کا جز ط)

۶۔ نسب کی بنا پر میراث کا استحقاق۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کا جز أ)

نسیان (بھول جانا) دیکھئے مادہ سہو

نشرۃ (تعویذ کی ایک صورت)

۱۔ تعریف: نشرہ یہ ہے کہ قرآن کی کوئی آیت کسی برتن وغیرہ میں لکھ دی جائے اور پھر اسے صاف پانی میں دھو کر مریض کو پلایا جائے یا اس پر ڈالا جائے۔

۲۔ نشرہ کے ذریعے علاج کا حکم: حسن بصری نشرہ کے ذریعے علاج سے روکتے اور اسے زمانہ جاہلیت کا عمل تصور کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے حضرت انسؓ سے نشرہ کے متعلق پوچھا۔ حضرت انسؓ نے جواب میں فرمایا: ''لوگوں (صحابہ کرامؓ) نے حضور ﷺ کی طرف سے بیان کیا ہے کہ یہ شیطانی عمل ہے۔'' (۶۴) آپ کا اشارہ شاید اس حدیث کی طرف ہے جس کی روایت حضرت جابرؓ نے کی ہے کہ: ''حضور ﷺ سے نشرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: ''یہ شیطانی عمل ہے۔'' (۶۵)

نشوز (سرکشی دکھانا)

اگر بیوی اپنے شوہر کے حق کی رعایت نہ کرے اور اس کی فرماں برداری سے دستبردار ہو جائے تو اسے نشوز کہیں گے۔

نشوز کی حامل بیوی کا نفقہ۔(دیکھئے مادہ نفقۃ نمبر۳ کا جزج)

نشوز پر شوہر کی طرف سے بیوی کی تادیب۔(دیکھئے مادہ تادیب نمبر۲)

نصاریٰ (عیسائی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو جو آپ کے دین پر ہونے کے دعوے دار ہوں، نصاریٰ کہتے ہیں۔(دیکھئے مادہ کتابی)

نضح (پانی چھڑکنا)

پانی چھڑکنے کو نضح کہتے ہیں۔

پانی چھڑکنے کے ذریعے پاک ہو جانے والی نجاستیں (دیکھئے مادہ بول نمبر۳) نیز (مادہ نجاسۃ نمبر۵ کے جز ب کا جز۲)

نظر (بینائی)

جس شخص کی ایک آنکھ کی بینائی ختم ہو چکی ہو، اس پر کی گئی جنایت اور اس کی طرف سے کسی اور پر کی گئی جنایت کا حکم۔(دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۴ کا جزح)

- محرم کا شہوت کے تحت عورتوں کو دیکھنا۔(دیکھئے مادہ احرام نمبر۸ کا جزر)
- پیغام نکاح دینے والے کا اپنی مخطوبہ کو دیکھنے کا جواز۔(دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر۲ کا جز أ)
- دعا کے دوران آسمان کی طرف نظر اٹھانا۔(دیکھئے مادہ دعاء نمبر۵)
- فرج پر نظر ڈالنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔(دیکھئے مادہ تسری نمبر۲ کا جزد)
- محرم مرد نیز غلام اور اجنبی مرد کے لیے عورت کے جسم کے کن حصوں پر نظر ڈالنا حلال ہے؟ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر۳ کا جزب)
- علاج کرنے کی غرض سے طبیب کا مرد یا عورت کے جسم کے پوشیدہ حصوں پر نظر ڈالنا۔(دیکھئے مادہ تداوی نمبر۳ کا جزج)
- خیار رویت۔(دیکھئے مادہ خیار نمبر۲ کا جزد)

نعل (جوتا)

جوتے پہن کر نماز پڑھنا۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۳ کے جز ب کے جز۲ کا جزد)

قبور کے درمیان جوتے پہن کر چلنا۔(دیکھئے مادہ قبر نمبر۲ کا جزز)

نفاس (نفاس)

۱۔ تعریف: دردِ زہ کے وقت اور ولادت کے بعد عورت کے اندام نہانی سے نکلنے والے خون کو نفاس کہتے

ہیں۔

۲۔ نفاس کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مدت: حسن بصری کی رائے تھی کہ دردزہ کے وقت عورت جو خون دیکھے، اس کا شمار نفاس میں ہوگا۔ نیز ایسا لگتا ہے کہ آپ کی رائے میں نفاس کی کم سے کم مدت وہ ہے جس کے متعلق دل کو اطمینان ہو جائے کہ یہ نفاس کا خون ہے۔ یہ بات ایک یا دو دن خون جاری رہنے کی صورت میں ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''دردزہ کے وقت عورت اگر ایک یا دو دن خون دیکھے تو یہ نفاس کا خون ہوگا۔'' (۶۶) نیز فرمایا: ''جو عورت دردزہ میں مبتلا ہو، وہ اگر خون دیکھے تو نماز پڑھنے سے باز رہے گی۔'' (۶۷)

نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں آپ سے ایک روایت منقول ہے کہ یہ چالیس دن ہے۔ آپ نے فرمایا: ''نفاس والی عورت چالیس دن تک انتظار کرے گی اور پھر غسل کر کے نماز پڑھے گی۔'' (۶۸) دوسری روایت کے مطابق یہ مدت پچاس دن ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جب نفاس والی عورت خون دیکھے تو پچاس دن تک ٹھہری رہے۔'' (۶۹) فقہاء نے آپ سے یہی قول نقل کیا ہے۔ (۷۰) محدث دارمی کی روایت نے فقہاء کی مذکورہ روایت کی تاکید کردی ہے۔ اس روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''نفاس والی عورت چالیس دنوں تک نماز پڑھنے سے باز رہے گی۔ پھر اگر وہ پاک ہو جائے تو بہتر اور اگر پاک نہ ہو تو مزید پانچ چھ دنوں تک نماز سے پرہیز کرے گی۔ اگر وہ پاک ہو جائے تو فبہا ورنہ مجموعی طور پر پچاس دنوں تک نماز سے باز رہے گی۔ اگر اس کے بعد وہ پاک ہو جائے تو فبہا ورنہ وہ مستحاضہ قرار پائے گی۔'' (۷۱)

۳۔ نفاس والی عورت کن باتوں سے پرہیز کرے گی؟:

اَ۔ وہ ان تمام باتوں سے پرہیز کرے گی جن سے حیض والی عورت پرہیز کرتی ہے۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵)

ب۔ بچے کی پیدائش کے ساتھ عدت کا اختتام ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جزج کا جز ۴ نیز نمبر ۳ کا جز ب) تاہم جب تک نفاس کا خون بند نہ ہو جائے، اس وقت تک نکاح کرنا اس کے لیے مکروہ ہوگا۔ اشعث نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ یہ بات مکروہ قرار دیتے تھے کہ نفاس والی عورت خون کے انقطاع سے پہلے نکاح کرلے تاہم اگر وہ نکاح کرلے تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔ (۷۲) (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جزج کے جز ۴ کا جزج)

۴۔ نفاس والی عورت کی نماز جنازہ: اگر نفاس والی عورت وفات پا جائے تو اسے غسل دیا جائے گا کیونکہ ہر میت جنبی ہوتی ہے۔ اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ وہ شہید تصور ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ شہید نمبر ۲)

۵۔ نفاس والی عورت کو ملنے والی طلاق:

¤ نفاس کے دوران دی جانے والی طلاق طلاع بدعت شمار ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جزد)

¤ نفاس کے دوران طلاق پانے والی عورت اس نفاس کو اپنی عدت والا حیض شمار نہیں کرے گی۔ (دیکھئے مادہ

عدۃ نمبر ۲ کے جز ج کے جز ۲ کا جز ج)

۶۔ غسل نفاس: جب نفاس کا خون بند ہو جائے یا خون بند ہوئے بغیر نفاس کی اکثر مدت گزر جائے تو اس پر غسل واجب ہو گا۔ اس کے بارے میں نص فقرہ نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

نفقۃ (خرچہ)

۱۔ تعریف: ضروریات زندگی کو محفوظ کرنے کی خاطر واجب ہونے والے مال کو نفقہ کہتے ہیں۔

۲۔ اپنی ذات کا نفقہ: ہر انسان کا نفقہ اس کے مال میں واجب ہوتا ہے۔ اگر اس کا مال ہو خواہ یہ انسان نابالغ ہو یا بالغ۔ حسن بصری نے فرمایا: ''بچے کی رضاعت کا خرچہ ترکے میں اس کے حصے سے چلایا جائے گا'' (۷۳) البتہ بیوی کا خرچہ اس کے شوہر کے مال سے چلے گا۔

۳۔ بیوی کا نفقہ:

اُ۔ بیوی کا خرچہ اس کے شوہر کے مال میں واجب ہو گا۔ وہ احتباس (اپنے آپ کو شوہر کے لیے پابند کر دینے) کی بنا پر اس نفقہ کی مستحق قرار پائے گی۔ چونکہ اس نے اپنے شوہر کے لیے اپنے آپ کو روک رکھا ہے، اس لیے اس کا نفقہ شوہر کے مال میں واجب ہو گا خواہ شوہر اس کے پاس موجود ہو یا کہیں چلا گیا ہو۔ (۷۴) چونکہ بیوی احتباس کی بنا پر نفقہ کی مستحق بنتی ہے، اس لیے حسن بصری کی رائے میں یہ نفقہ اس وقت تک واجب نہیں ہو گا جب تک دخول (تعلق زن وشو) وجود میں نہ آ جائے۔ البتہ اگر بیوی کے گھر والے شوہر سے کہیں کہ ''اپنی بیوی کو لے جاؤ'' لیکن شوہر اسے لے کر نہ جائے تو ایسی صورت میں شوہر پر اس کا نفقہ اس دن سے واجب ہو جائے گا جس دن بیوی کے گھر والوں نے اس سے مذکورہ بات کہی ہو گی۔ یونس سے اس مرد کے بارے میں جو کسی عورت سے نکاح کرنے کے بعد دخول سے پہلے کہیں چلا جائے، پوچھا گیا کہ آیا بیوی کو نفقہ ملے گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ: ''حسن بصری کی رائے تھی کہ جب تک دخول عمل میں نہ آ جائے، اس وقت تک شوہر پر نفقہ واجب نہیں ہو گا الا یہ کہ بیوی کے گھر والے شوہر سے کہیں کہ: ''اسے لے لو'' اور وہ اسے نہ لے۔ (۷۵) ابن ابی شیبہ نے عطا اور شعبی سے بھی حسن بصری کے قول کی طرح قول نقل کیا ہے۔

ب۔ شوہر کے ذمہ بیوی کا نفقہ دین کے طور پر ثابت ہوتا ہے: بنا بریں اگر شوہر کچھ عرصے تک اپنی بیوی کو لازمی خرچہ نہ دے تو یہ خرچہ ساقط نہیں ہو گا بلکہ دین کے طور پر اس کے ذمہ واجب الادا رہے گا خواہ اس دوران بیوی نے اپنے مال سے اپنا خرچ چلایا ہو یا اس مقصد کے لیے شوہر کے نام پر قرض لیا ہو اور خواہ شوہر نے اپنے کسی عذر کی بنا پر خرچہ بند کر دیا ہو یا بلا عذر ایسا کیا ہو۔ (۷۶)

اگر شوہر نے تنگ دستی کی وجہ سے بیوی کا خرچہ بند کر دیا ہو جب کہ وہ اچھی طبیعت کا اور بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کا حامل ہو تو ایسی صورت میں بیوی کے لیے اس کی غمخواری کرنا اور دلاسہ دلانا نیز اچھے مستقبل کی امید کے دروازے کھلے رکھنا اور کمائی کے اندر اس کا ہاتھ بٹانا اور مال کی قلت پر خود صبر کرنا مستحب ہو گا۔ حماد

بن سلمہ نے ایک سے زائد افراد سے اور انہوں نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی کو خرچہ دینے سے عاجز رہے، فرمایا: ''اس کی بیوی کو چاہیے کہ اس کی غمخواری کرے۔ اللہ عزوجل سے ڈرتی رہے اور صبر کرتی رہے اور خود اسے چاہیے کہ اپنی استطاعت کے مطابق بیوی کو خرچہ دیتا رہے۔'' (۷۷) تاہم اس صورت حال کے تحت اگر بیوی اس سے طلاق کا مطالبہ کرے تو وہ ایسا کر سکتی ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''شوہر اپنی بیوی کو خرچہ دے یا پھر طلاق دیدے۔'' (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸ کا جز ج)

ج۔ بیوی کے نفقہ کا سقوط: اگر بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کا گھر چھوڑ کر چلی جائے تو اس کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ اپنے شوہر کے لیے اپنی ذات کو پابند رکھنے سے آزاد ہو جاتی ہے جب کہ بیوی کا نفقہ شوہر کے حق میں اسی پابندی کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔ حسن بصری سے پوچھا گیا کہ ایک بیوی اگر اپنے شوہر کے علی الرغم اس کے گھر سے چلی جائے تو کیا اسے نفقہ ملے گا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''اسے تو مٹی بھرے تھیلے ملیں گے۔'' (۷۸)

د۔ عدت طلاق گزارنے والی عورت کا نفقہ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جز ھ کا جز ۱)

¤ عدت وفات گزارنے والی بیوہ کا نفقہ خواہ آزاد ہو یا ام ولد۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ھ کا جز ۳) نیز (مادہ رق نمبر ۵ کے جز ھ کا جز ۶)

¤ خلع کی بنا پر عدت گزارنے والی عورت کا نفقہ۔ (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۹ کا جز ھ) نیز (مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جز ھ کے جز ۱ کا جز ب) نیز (مادہ شرط نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۱)

۴۔ اقارب (قریبی رشتہ داروں) کا نفقہ: درج ذیل شرائط کے ساتھ اقارب پر اقارب کا نفقہ واجب ہوتا ہے:

أ۔ مذکورہ قریبی رشتہ دار فقیر ہو اور کمائی کا کوئی ذریعہ اور حیلہ اسے حاصل نہ ہو، اس لیے کہ فقر اور تنگ دستی کی بنا پر اقارب کے ذمہ نفقہ واجب ہوتا ہے۔ بنا بریں نابالغ کا نفقہ اس کے مال میں واجب ہوگا بشرطیکہ اس کا مال ہو۔ اگر اس کا مال نہ ہو تو اس کے باپ پر اور پھر اس کے دادا پر اس کا نفقہ واجب ہوگا۔ اگر اس کا باپ نہ ہو اور نہ دادا تو ایسی صورت میں اس کا نفقہ اس کے ہر وارث پر واجب ہوگا۔ ارشاد باری ہے (وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔ اور وارث پر اس کی مثل ہے۔) (۷۹)

ب۔ خرچ دینے والا رشتہ دار اس رشتہ دار کا وارث بھی ہو جس پر وہ اپنا مال خرچ کر رہا ہے۔ اس لیے کہ مال وہیں لگایا جائے گا جہاں سے فائدہ حاصل کرنے کی گنجائش ہوگی یعنی: ''الغنم بالغرم'' کا اصول کارفرما ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''ہر وارث کو اپنے وارث کا نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ اگر اس کا کوئی حیلہ نہ ہو۔'' (۸۰)

ج۔ خرچ دینے والا مال دار ہو نیز اسے خرچہ دینے کی قدرت ہو۔ اس لیے کہ ایک فقیر کا نفقہ اسی جیسے فقیر پر عائد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایک ضرر کو اسی جیسے ضرر کے ذریعے دور نہیں کیا جا سکتا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر

دادا مالدار ہو اور باپ فقیر ہو تو دادا پر اپنے پوتے کا نفقہ لازم کر دیا جائے گا۔"(۸۱)

د۔ خرچ دینے والا مذکر ہو کیونکہ اقارب کا نفقہ عورتوں پر لازم نہیں ہوتا۔ سورہ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۲۳۳ کی تفسیر میں حسن بصری نے فرمایا: "یہ مردوں پر ہے، عورتوں پر نہیں ہے۔"(۸۲) (دیکھئے مادہ صغیر نمبر ۸ کا جزد)

ھ۔ باپ کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے مال میں سے جتنا چاہے، لے لے۔ اگر بیٹے کی کوئی لونڈی ہو تو باپ اگر چاہے اس کے ساتھ تسری کر سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ تسری) بشرطیکہ بیٹے نے اسے ہاتھ نہ لگایا ہو۔ (دیکھئے مادہ ابٌ نمبر ۲ کا جز أ اور ب)

۵۔ جس شخص کی کوئی رشتہ داری نہ ہو، اس کا نفقہ: ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ ہر انسان کا خرچہ اس کے اپنے مال سے چلایا جائے گا، اگر اس کا مال ہوگا۔ البتہ بیوی کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ ہوگا۔ اگر ایک شخص کا مال نہ ہو تو اس کا نفقہ اس کے وارث بننے والے رشتہ داروں پر عائد ہوگا۔ اگر اس کا کوئی ایسا رشتہ دار نہ ہو جس پر اس کا نفقہ واجب ہو سکے تو پھر اس کا خرچہ مسلمانوں کے بیت المال سے دیا جائے گا۔ لقیط (یعنی کہیں پڑا ہوا بچہ جو کسی کو مل جائے) بھی ایسے لوگوں میں شامل ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: "لقیط آزاد ہے اور اس کا نفقہ اور میراث دونوں بیت المال میں ہوں گے۔"(۸۳)

۶۔ یتیم کے ولی کا نفقہ: حسن بصری کی رائے تھی کہ یتیم کا سرپرست یعنی ولی اگر فقیر ہو تو اسے یتیم کے مال میں سے اتنا لینے کا حق ہوگا جس سے اس کی بھوک رفع ہو جائے اور تن پوشی حاصل ہو جائے۔ وہ یتیم کے مال سے عمدہ لباس اور حلے نہیں پہنے گا نیز یہ بات مستحسن ہوگی کہ وہ یتیم کے مال کے ثمرات اور آمدنی میں سے لے، اصل مال نہ لے۔ چنانچہ اسے یتیم کے مویشیوں کا دودھ اور اون وغیرہ لینا چاہیے۔(۸۴) اس کے بعد اگر ولی خوش حال ہو جائے تو وہ یتیم کو اس کا لیا ہوا مال واپس نہیں کرے گا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اگر ولی یتیم کے مال میں سے اپنی ذات پر کچھ خرچ کرلے جب کہ وہ فقیر ہو تو خوش حال ہونے کے بعد خرچ شدہ مال اسے واپس نہیں کرے گا۔"(۸۵)

۷۔ شراکت مضاربہ میں کارکن کا نفقہ: مضاربہ کے اندر کام کرنے والے شخص کا نفقہ اقامت کی حالت میں اس کی اپنی ذات پر عائد ہوگا اور سفر کی حالت میں راس المال پر۔ (دیکھئے مادہ شرکۃ نمبر ۳ کے جزج کا جز ۳)

۸۔ مال پر اٹھنے والے خرچ کو قیمت خرید کے ساتھ ضم کر دینا: مال کے نقل و حمل اور دیکھ بھال پر اٹھنے والے خرچ کو اس کی قیمت خرید میں ضم کر دیا جائے گا۔ پھر اگر مذکورہ مال منافع لے کر فروخت کیا جائے یا لاگت پر تو اس میں قیمت خرید اور اٹھنے والے خرچ دونوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ ابن ابی شیبہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ اس امر میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص اپنا مال منافع پر فروخت کرے اور مال پر اٹھنے والے خرچ کا بھی منافع لے۔(۸۶)

نفل (زائد بات)

۱۔ تعریف: فرض سے زائد بات کو نفل کہتے ہیں۔

۲۔ امیر لشکر کا بعض سپاہیوں کو مال غنیمت کے اندر ان کے حصوں سے زائد مال عطا کرنا۔(دیکھئے مادہ تنفیل)

¤ جس شخص پر رمضان کا قضا روزہ لازم ہو، اس کا نفلی روزہ۔(دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۴ کا جزھ)

¤ جو نوافل فاسد کر دیئے جائیں، ان کی قضا۔(دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۹ کے جز اُ کا جز ۴ نیز نمبر ۸)

¤ نفلی روزے۔(دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۹)

¤ نفلی نمازیں۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱)

نفیٌ (جلا وطن کرنا) دیکھئے مادہ تغریبٌ

نکاح (نکاح)

۱۔ تعریف: نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں زوجین میں سے ہر ایک کی دوسرے سے لذت اندوزی حلال ہو جاتی ہے۔

۲۔ نکاح کے اطراف یعنی متعلقہ افراد: عقد نکاح کے لیے تین افراد کا وجود ضروری ہے یعنی مرد، عورت اور ولی۔ عقد نکاح کا مہر اور گواہوں سے خالی ہونا جائز نہیں ہوتا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''کوئی نکاح ولی، دو عادل گواہوں، متعین مہر اور علانیہ عقد کے بغیر نہیں ہوتا۔''(۸۷)

۳۔ زوج یعنی شوہر:

اُ۔ اسلام، اگر زوجہ مسلمان ہو تو زوج کا مسلمان ہونا شرط ہوگا۔ اگر کوئی کافر کسی مسلمان عورت سے نکاح کر لے تو یہ نکاح باطل ہوگا۔ اگر زوجین کافر ہوں اور زوجہ مسلمان ہو جائے لیکن زوج مسلمان نہ ہو تو دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی۔(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۷ کے جز ج کا جز ۱)

ب۔ بالغ ہونا:

۱۔ حسن بصری کو نابالغوں کا نکاح اچھا نہیں لگتا تھا۔(۸۸) اس لیے کہ نابالغ فرد ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں اٹھا نہیں سکتا اور اس کے اندر جنسی شہوت بھی نہیں ہوتی جو اسے اس کی بیوی کے ساتھ مربوط رکھ سکے۔ تاہم اگر نابالغوں کے آباء ان کا نکاح کر دیں تو یہ نکاح جائز ہوگا۔(۸۹)

۲۔ نابالغ کے اندر مادۂ منویہ نہ ہونے کی وجہ سے شہوت موجود نہیں ہوتی۔ اس لیے حسن بصری کی رائے تھی کہ طلاق مغلظہ پانے والی عورت کا نکاح اگر کسی نابالغ سے ہو جائے اور شب باشی کا مرحلہ بھی گزر جائے تو بھی یہ نکاح مذکورہ عورت کو اس کے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں کر سکے گا۔ اس لیے کہ حضرت رفاعہؓ کی بیوی نے حضور ﷺ سے عرض کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''میں رفاعہ کے عقد میں تھی۔ انہوں نے مجھے طلاق دے دی۔ اور یہ مغلظہ طلاق تھی۔ میں نے عبدالرحمن بن الزبیر سے نکاح کر لیا لیکن ان کے عضو تناسل کی حالت کپڑے کے جھالر کی طرح ہے۔'' یہ سن کر حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ: ''تم رفاعہ کی زوجیت میں واپس جانا چاہتی ہو۔ تم ایسا نہیں کر سکتیں جب تک تم اس کا (اپنے موجودہ شوہر کا) شہد نہ چکھ لو اور وہ تمہارا شہد نہ چکھ لے۔''(۹۰) بنا بریں حسن بصری اس عورت کے بارے میں جسے اس کے شوہر نے طلاق مغلظہ

دی ہو اور پھر اس نے کسی نابالغ لڑکے کے ساتھ نکاح کر لیا ہو، فرمایا: ''یہ لڑکا اسے حلال نہیں کر سکے گا۔ یہ شوہر ہی نہیں ہے۔'' (۹۱) (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۳ کا جزب)

ج۔ آزاد ہونا:

ا۔ آزاد بالغ شخص پر کسی کی ولایت اور سرپرستی نہیں ہوتی۔ وہ جب بھی چاہے، نکاح کر سکتا ہے لیکن غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر وہ بلا اجازت نکاح کر لے تو اس کا یہ نکاح آقا کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر وہ اجازت دیدے تو جائز ہو جائے گا اور اگر اجازت نہ دے تو فسخ ہو جائے گا۔ (۹۲) اگر وہ اس کے ساتھ شب باشی کر چکا ہو اور اسے مہر دے چکا ہو تو مہر کی جتنی رقم اسے مل جائے گی، وہ اس کی ہو گی اور اس کا کوئی حصہ اس سے واپس نہیں لیا جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر آقا دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دے تو مہر کی جتنی رقم لونڈی لے چکی ہوگی، وہ اس کی ہو جائے گی کیونکہ اس نے اس کی شرم گاہ اپنے لیے حلال کی تھی۔ یہ رقم اس کے بدلے ہوگی۔ (۹۳) اگر غلام نے اس کے ساتھ شب باشی نہ کی ہو یا شب باشی کی ہو لیکن مہر کے طور پر اسے ابھی کچھ نہ دیا ہو تو ان صورتوں میں اسے کچھ نہیں ملے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے اور مہر ادا کر دے تو اگر وہ شب باشی بھی کر لے تو بیوی کو مہر مل جائے گا اور شب باشی نہ کی ہو تو آقا مہر کی یہ رقم واپس لے لے گا۔'' (۹۴) آپ نے اس آزاد عورت کے بارے میں جو کسی غلام کے ساتھ اس کے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے، فرمایا: ''اس نے اپنی شرم گاہ اس کے لیے مباح کر دی۔ اسے کچھ نہیں ملے گا۔'' (۹۵) (دیکھئے مادہ استئذان نمبر ۶)

۲۔ اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر طلاق مغلظہ پانے والی عورت کے ساتھ نکاح کر لے تو اس کا یہ نکاح مذکورہ عورت کو اس کے شوہر کے لیے حلال نہیں کرے گا اس لیے کہ غلام کے آقا نے اس کے اس نکاح کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس لیے غلام شوہر ہی نہیں بنا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور مطلقہ کے ساتھ کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو وہ شوہر نہیں بنے گا۔'' (۹۶) (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۳ کا جزب)

د۔ زانی: حسن بصری کی رائے تھی کہ جس زناکار پر حد زنا جاری ہو چکی ہو، اس کے لیے کسی عفیفہ اور پاک دامن خاتون کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں ہے بلکہ وہ حد زنا پانے والی اپنی ہی جیسی کسی عورت سے نکاح کرے گا۔ آپ نے فرمایا: ''حد زنا کا سزایافتہ صرف حد زنا کی سزایافتہ عورت سے ہی نکاح کرے گا۔'' (۹۷) (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جزج)

ھ۔ مریض: مرض الموت میں مبتلا مریض کا نکاح کرا دینا جائز ہے البتہ اگر اس نکاح سے اس کا ارادہ اپنے ورثاء کو نقصان پہنچانے کا ہو تو ایسی صورت میں یہ نکاح باطل ہوگا۔ (۹۸) اگر ایک شخص کے اندر کوئی متعدی بیماری مثلاً کوڑھ وغیرہ ہو لیکن وہ اسے چھپائے رکھے اور پھر کسی عورت کے ساتھ اسے اپنی بیماری کی اطلاع

دیئے بغیر منگنی کر لے تو عورت کو خیار حاصل ہوگا کہ نکاح کے بعد اگر چاہے تو اس کے عقد میں رہے اور اگر چاہے تو اس سے علیحدگی اختیار کر لے۔ اگر نکاح کے بعد عورت اپنے شوہر کو اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ پائے تو بھی اسے یہی خیار حاصل ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۳) نیز (مادہ طلاق نمبر ۸ کا جز ۵)

۴۔ زوجہ:

اً۔ ایسی خواتین جن کے ساتھ ایک مرد کا نکاح حرام ہوتا ہے، درج ذیل ہیں:

ا۔ نسبی محرمات: ان کے ساتھ نکاح کی تحریم ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ایک شخص کی اصل خواہ اوپر تک چلی جائے مثلاً ماں اور نانی دادی۔ ایک شخص کی فرع خواہ نیچے تک چلی جائے مثلاً بیٹی اور پوتی نیز نواسی۔ ایک شخص کے باپ کی فرع خواہ نیچے تک چلی جائے مثلاً بھتیجی اور بھانجی۔ ایک شخص کے دادا نانا کی فرع کا پہلا طبقہ مثلاً پھوپھی اور خالہ۔ ان تمام صورتوں پر سب کا اجماع ہے اور کسی سے بھی اس بارے میں کوئی اختلاف رائے منقول نہیں ہے۔

۲۔ رضاعی محرمات: اس پر (مادہ رضاع) میں گفتگو ہو چکی ہے۔

۳۔ مصاہرت (شادی بیاہ کے ذریعے پیدا ہونے والے رشتوں) پر مبنی محرمات:

اً۔ حرمت مصاہرت ہمبستری کے ذریعے، شہوت کے تحت مباشرت اور شرم گاہ پر نظر ڈالنے کی بنا پر ثابت ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ مباشرۃ نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ تسری نمبر ۲ کا جز د)

ب۔ حرمت مصاہرت جس طرح حلال ہمبستری کی وجہ سے ثابت ہو جاتی ہے، اسی طرح حرام ہمبستری کے نتیجے میں بھی اس کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز ی)

ج۔ حرمت مصاہرت کے اندر شوہر اور بیوی کی اصل اور اُن کی فرع ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہیں۔ فرع کے ساتھ عقد ہوتے ہی اصل کی تحریم عمل میں آ جاتی ہے۔ حسن بصری اس مرد کے بارے میں جو کسی عورت سے عقد کر لے اور پھر عورت کی ماں پر نظر پڑ جائے اور وہ اسے پسند آ جائے، فرمایا کرتے: ''وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوگی۔''(۹۹) آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن دخول یعنی شب باشی سے پہلے اسے طلاق دے دی تو کیا اس کا باپ مذکورہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے فرمایا: ''اللہ سبحانہ نے سورۂ نساء آیت نمبر ۲۳ میں فرمادیا ہے (وَ حَلَائِلُ اَبْنَائِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ۔ اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں۔)''(۱۰۰) نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص شب باشی سے پہلے ہی اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا بیوی مر جائے تو اس پر اس کی ماں حرام ہو جائے گی۔'' (۱۰۱)

¤ جہاں تک فرع کی تحریم کا تعلق ہے تو اصل کے ساتھ دخول یعنی ہمبستری کے بعد ہی یہ عمل میں آتی ہے۔ حسن بصری نے ربیبہ (بیوی کی بیٹی) کے ساتھ متعلقہ شخص کے نکاح کی رخصت دی ہے بشرطیکہ اس شخص

نے اس ربیبہ کی ماں کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو لیکن بیوی کی ماں کے ساتھ نکاح کو ہر حال میں حرام قرار دیا ہے۔ (۱۰۲) یعنی خواہ وہ اس کی بیٹی یعنی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر چکا ہو یا ہمبستری نہ کی ہو۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں جو کسی عورت کے ساتھ بوس و کنار ہو جائے یا شہوت کے تحت اسے ہاتھ لگائے یا اس کی شرم گاہ کے سوا کسی اور مقام پر جنسی عمل کر لے، فرمایا: ''وہ اگر چاہے تو اس عورت کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو اس کی بیٹی کو اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے۔'' (۱۰۳) اسی پر تسری (دیکھئے مادہ تسری) کو بھی آپ سے مروی ایک روایت کے مطابق قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ باپ اگر اپنی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو یہ بات اس کے بیٹے پر مذکورہ لونڈی کو حرام کر دے گی۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر۲ کا جزج) میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ یہ روایت اس بات کے ساتھ متناقض ہے جسے ہم نے (مادہ مباشرۃ نمبر۲ کا جزب) اور (مادہ تسری نمبر۲ کے جزد) میں نقل کی ہے کہ حسن بصری شہوت کے تحت مباشرت اور شرم گاہ پر نظر ڈالنے کے نتیجے میں حرمت مصاہرت کا اثبات کر دیتے تھے۔ اس تناقض کو دور کرنے کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے یہاں جس بات کا تذکرہ کیا ہے یعنی ایک لڑکی کی ماں کے ساتھ کسی مرد کا بوس و کنار کرنا، اسے شہوت کے تحت ہاتھ لگانا اور شرم گاہ کے سوا کسی اور مقام پر جنسی عمل کرنا اس مرد پر اس لڑکی کو حرام نہیں کرتا۔ اس سے حسن بصری کی مراد تمثیل ہے اور تمثیل یعنی بطور مثال ایک چیز کے ذکر کے لیے مثال کی صحت شرط نہیں ہوتی۔ نیز اس سے آپ کی مراد یہ بات بیان کرنا ہے کہ بیٹیاں صرف اس وقت حرام ہو جاتی ہیں جب ان کی ماؤں کے ساتھ ہمبستری ہو جائے۔ واللہ اعلم۔ بنا بریں اگر کسی کافر کی زوجیت میں ماں بیٹی ہوں اور پھر تینوں مسلمان ہو جائیں تو دونوں کے ساتھ اگر اس کی ہمبستری ہو چکی ہو گی تو دونوں ہی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائیں گی۔ ماں تو اس واسطے حرام ہو گی کہ وہ اس کی بیوی کی ماں یعنی اس کی ساس ہے اور بیٹی اس لیے حرام ہو گی کہ وہ اس کی ربیبہ یعنی ایسی بیوی کی بیٹی ہو گی جس کے ساتھ اس کی ہمبستری ہو چکی ہے۔ (۱۰۴)

اگر چہ ایک شخص کے لیے اپنی ربیبہ (بیوی کی بیٹی) کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے تاہم اس شخص کے بیٹے کے لیے اس کے ساتھ نکاح کرنا حلال ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص ایسی عورت کی بیٹی سے نکاح کر لے جس کے ساتھ اس کے باپ نے ہمبستری کر لی ہو۔'' (۱۰۵)

د۔ مصاہرت کی بنا پر وقتی طور پر یعنی اس وقت تک کے لیے جب تک ایک عورت کسی مرد کی زوجیت میں رہے، ہر وہ عورت مذکورہ مرد پر حرام رہتی ہے جسے اگر مرد فرض کیا جائے تو اس کا نکاح مذکورہ عورت کے ساتھ حلال نہ ہو (ماسوائے اصول اور فروع کے) یعنی اس مرد کے لیے مذکورہ دونوں عورتوں کو اپنی زوجیت میں یکجا کر لینا جائز نہیں ہوتا۔ اگر یہ مرد اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے اس قسم کی کسی عورت کے ساتھ نکاح کر لے تو اس کی بیوی اس وقت تک کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی جب تک وہ اس دوسری بیوی سے علیحدگی اختیار کر کے اس کا استبراء رحم نہ کر لے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو اس کی بیوی اس کے لیے حلال ہو جائے گی۔

¤ بنابریں نکاح کے اندر دو بہنوں کو یکجا کرنا حرام ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی بیوی کی ماں (ساس) کے ساتھ نکاح کر لے جب کہ وہ بیوی کے ساتھ ہمبستری کر چکا ہو تو وہ دونوں سے علیحدگی اختیار کر لے گا اور اگر وہ سالی کے ساتھ نکاح کر لے تو اپنی بیوی کے ساتھ باقی رہے گا لیکن بیوی کے قریب اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک سالی کا استبراء رحم نہیں کر لے گا۔ استبراء رحم کے بعد وہ اپنی بیوی کے ساتھ قربت کر سکے گا۔''(۱۰۶) (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جزی)

اگر ایک شخص مسلمان ہو جائے اور اس کی زوجیت میں دو بہنیں ہوں تو وہ ان میں سے جسے چاہے گا، بیوی کے طور پر اپنے پاس رکھ لے گا اور دوسری سے علیحدگی اختیار کر لے گا۔ زیادہ بہتر یہی ہو گا کہ وہ پہلی کو بیوی کے طور پر رکھ لے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص مسلمان ہو جائے اور اس کی زوجیت میں دو بہنیں ہوں تو ان میں سے جسے چاہے، بیوی کے طور پر اپنے پاس رکھ لے۔''(۱۰۷) پہلی کو بیوی کے طور پر رکھ لینے کے بارے میں حسن بصری کا استحسان ابن ابی شیبہ کی روایت میں آپ کے اس قول سے مستفاد ہے کہ: ''اگر ایک شخص مسلمان ہو جائے اور اس کی زوجیت میں دو بہنیں ہوں تو اگر وہ چاہے، پہلی کو بیوی کے طور پر روک لے۔''(۱۰۸) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۷ کے جزب کا جز ۱)

¤ ایک عورت اور اس کی ربیبہ یعنی کسی اور عورت کے بطن سے اس کے شوہر کے ہاں پیدا شدہ بیٹی کو نکاح میں یکجا کرنا حرام ہے۔(۱۰۹) حسن بصری اس بات کو مکروہ یعنی حرام قرار دیتے تھے کہ کوئی شخص ایک مرد کی بیٹی اور اس کی بیوی کو اپنی زوجیت میں یکجا کر لے۔(۱۱۰) آپ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص کسی مرد کی بیوی اور اس بیوی کے سوا کسی اور عورت سے پیدا ہونے والی اس مرد کی بیٹی کو زوجیت میں یکجا کر لے تو کیا حکم ہو گا؟ آپ نے اس بات کو مکروہ (حرام) قرار دیا ہے۔ آپ سے کسی نے پوچھا: ''ابو سعید! آپ ان دونوں عورتوں کے درمیان کوئی قرابت دیکھتے ہیں؟'' آپ نے سوچ کر جواب دیا کہ: ''مجھے ان دونوں کے درمیان کوئی چیز یعنی قرابت نظر نہیں آتی۔''(۱۱۱) ابن المنذر کہتے ہیں کہ اس قول سے حسن بصری کا رجوع ثابت ہوتا ہے۔(۱۱۲)

¤ ایک شخص کے لیے مع الکراہت یہ جائز ہے کہ اپنی جس بیوی کو اس نے طلاق مغلظہ دی ہو، اس کی عدت کے دوران بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہو اس کی محارم میں سے کسی عورت کے ساتھ نکاح کر لے۔ اگر وہ حاملہ ہو تو جب تک اس کی عدت گزر نہ جائے، اس وقت تک وہ اس کی کسی محرم عورت کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۲ کے جزھ کا جز ۱۰) نیز (مادہ حمل نمبر ۴ کے جزب کا جز ۲)

ھ۔ اگر دو عورتوں میں سے ایک کو مرد فرض کرنے پر دونوں کے درمیان نکاح حلال ہو تو پھر دونوں کا ایک ہی مرد کی زوجیت میں یکجا ہو جانا بھی حلال ہو گا۔ اگر دو عورتوں کے درمیان نسبی قرابت ہو مثلاً دو خالاؤں یا چچاؤں کی بیٹیاں تو ان دونوں کو ایک ہی زوجیت میں یکجا کرنا مکروہ ہو گا کیونکہ یہ بات قطع رحمی پر منتج ہو گی۔ حسن بصری قطع رحمی کے خوف سے دو قریبی رشتہ دار عورتوں کو زوجیت میں یکجا کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔(۱۱۳)

تاہم یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ آپ نے چچازاد بہنوں کو زوجیت میں یکجا کرنا جائز قرار دیا ہے۔

د۔ اگر کوئی شخص اپنی محارم خواتین میں سے کسی کے ساتھ نکاح کر لے تو یہ نکاح بالا جماع باطل ہوگا اور دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی اور اگر شب باشی نہ ہوئی ہو تو عورت کو کوئی مہر بھی نہیں ملے گا۔ ایسے ہی شخص کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: ''اگر اس نے اپنی مذکورہ بیوی کے ساتھ شب باشی نہ کی ہو تو بیوی کو کچھ نہیں ملے گا۔''(۱۱۴) اگر شب باشی کر لی ہو تو اس کی شرم گاہ کو اپنے لیے حلال کر لینے کے بدلے میں بیوی کے ہاتھ آیا ہوا مہر بیوی کا ہی ہو جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی محرم عورت سے نکاح کیا تو عورت کی طرف سے وصول کردہ مہر عورت کا ہی ہو جائے گا۔''(۱۱۵) نیز فرمایا: ''اگر اس نے اس کے ساتھ شب باشی کر لی ہو تو بھی وصول شدہ مہر اس کا ہی رہے گا۔''(۱۱۶) اگر دونوں کو اپنے نکاح کی تحریم کا علم ہوگا تو دونوں پر حد زنا جاری ہو جائے گی۔ (دیکھیے مادہ زنا نمبر۲ کے جزد کا جزا)

ز۔ باپ بیٹوں کی بیویاں عقد نکاح ہونے کے ساتھ ہی حرام ہو جائیں گی خواہ دخول یعنی ہمبستری اور شب باشی عمل میں نہ بھی آئے۔(۱۱۷)

۴۔ زانیہ: زنا کار عورت اور پردۂ بکارت سے ہاتھ دھو بیٹھنے والی عورت کے درمیان فرق ہے۔ پردۂ بکارت کا زائل ہو جانا زنا کاری کی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے کہ چھلانگ لگانے، کثرت سے حیض آنے اور انگلی ڈالتے رہنے کی وجہ سے بھی پردۂ بکارت زائل ہو جاتا ہے۔(۱۱۸) یہ بات (مادہ زنا نمبر۳ کے جزد) میں گزر چکی ہے۔ عفیف (پاک دامن) شخص کے لیے زنا کار عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کرنے کے بعد اس سے نکاح کرنا چاہے تو ایسا کرنا اس کے لیے حلال ہو گا۔ اس کی تفصیل (مادہ زنا نمبر۴ کے جزج) میں گزر چکی ہے۔

۵۔ کافر عورت: ایسی عورتوں کی دو قسمیں ہیں: اہل کتاب اور غیر اہل کتاب مثلاً مشرک اور مجوسی عورتیں۔

أ۔ مشرک اور مجوسی عورتوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرنا ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''مجوسی عورت کے ساتھ ہمبستری حلال نہیں۔''(۱۱۹)

ب۔ کتابی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے خواہ ان کا تعلق عرب کے نصاریٰ یعنی بنی تغلب سے ہو یا کسی اور سے۔(۱۲۰) حسن بصری بنو تغلب کے نصاریٰ کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ آپ یہ آیت تلاوت کرتے (وَ مَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ۔ اور تم میں سے جو شخص ان کے ساتھ دوستی کرے گا، وہ ان ہی میں سے ہو جائے گا۔)

کتابی عورتوں سے چار تک نکاح کر لینا جائز ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص چار کتابی عورتوں سے نکاح کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔''(۱۲۱) یہ بھی جائز ہے کہ مسلمان بیوی کے ہوتے ہوئے کسی کتابی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا جائے۔ حسن بصری مسلمان بیوی پر یہودن یا عیسائن بیاہ لانے میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے۔ تاہم آپ کے قول کے مطابق تمام کے درمیان شب باشی یکساں طور پر ہوگی۔

(۱۲۲)

۶۔ لونڈی:

اُ۔ حسن بصری آزاد شخص کے لیے کسی لونڈی کے ساتھ نکاح کر لینے کو مکروہ قرار دیتے تھے (۱۲۳) اور چار شرطوں کے ساتھ ایسا کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ مذکورہ آزاد شخص عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے عاجز ہو۔ آپ نے فرمایا: ''آزاد شخص لونڈی کے ساتھ نکاح نہ کرے الا یہ کہ اسے اپنی ذات سے بدکاری کا خطرہ ہو اور آزاد عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی اس میں قدرت نہ ہو۔'' نیز فرماتے: ''لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی اس صورت میں رخصت ہے جب ایک شخص آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی استطاعت نہ رکھے۔'' (۱۲۴)

دوسری شرط یہ ہے کہ لونڈی مسلمان ہو کیونکہ کسی مسلمان کے لیے خواہ وہ غلام ہی کیوں نہ ہو، کسی کتابی لونڈی کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ (۱۲۵) سورۂ نساء آیت نمبر ۲۵ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(تم میں سے جو شخص اس بات کی قدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی (آزاد) عورتوں سے جو مومن ہوں، نکاح کر لے تو وہ ان عورتوں سے (نکاح کرے) جو مومن ہوں اور تمہاری ملکیت میں ہوں) حسن بصری نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''اہل کتاب لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے کی ہمیں رخصت نہیں دی گئی۔'' (۱۲۶)

تیسری شرط یہ ہے کہ مذکورہ لونڈی اس کی اپنی مملوکہ نہ ہو اور نہ اس کی ملکیت میں وہ شریک ہو۔ حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق جو دو شخصوں کے درمیان مشترکہ لونڈی کے ساتھ نکاح کر لے اور پھر لونڈی کے اندر ایک شریک کا حصہ اس سے خرید لے، فرمایا: ''وہ اس سے اس وقت تک قربت نہ کرے جب تک دوسرے کا حصہ بھی چھڑا نہ لے۔'' (۱۲۷)

چوتھی شرط یہ ہے کہ آزاد مسلمان بیوی کے ہوتے ہوئے یا اس کے ساتھ ایک عقد میں کسی لونڈی کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے۔ اگر کوئی شخص آزاد بیوی پر لونڈی بیاہ لائے تو دونوں میں علیحدگی کرادی جائے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''آزاد بیوی پر لونڈی کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے۔ اگر کوئی شخص ایسا کر لے تو اسے اس طرح رہنے نہیں دیا جائے گا۔'' (۱۲۸) اگر ایک شخص ایک ہی عقد میں آزاد عورت اور لونڈی کے ساتھ نکاح کر لے تو اس کے اور لونڈی کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی۔ آپ نے ایسے ہی شخص کے بارے میں فرمایا: ''اس کے اور لونڈی کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی۔'' (۱۲۹)

اگر پہلی بیوی کتابی یعنی یہودن یا عیسائن ہو تو اس پر لونڈی بیاہ لانا جائز ہوگا۔ ایسے شخص کے بارے میں حسن بصری نے فرمایا: ''دونوں کے درمیان علیحدگی نہیں کرائی جائے گی۔'' (۱۳۰) لونڈی پر آزاد عورت بیاہ لانا جائز ہے۔ ایسا کرنے والے کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: ''دونوں کے درمیان علیحدگی نہیں کرائی جائے گی۔'' (۱۳۱)

ب۔ اگر ایک شخص کسی لونڈی سے نکاح کر لے تو اسے اختیار نہیں ہوگا کہ اپنی لونڈی بیوی کے ساتھ اس شہر کے سوا جہاں لونڈی کا آقا رہتا ہو، کسی اور شہر کی طرف سفر کر جائے کیونکہ آقا کو مذکورہ لونڈی سے خدمت لینے کا حق ہوتا ہے جب کہ مذکورہ سفر اس حق کے اندر خلل پیدا کر سکتا ہے۔ البتہ اگر آقا اس سفر کی اجازت دیدے تو پھر یہ سفر جائز ہوگا۔ لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے والے شخص کے بارے میں حسن بصری نے فرمایا: ''اسے اپنی بیوی کو شہر سے باہر لے جانے کا اختیار نہیں ہوگا۔'' (۱۳۲) (دیکھئے مادہ تغریب نمبر۲)

۷۔ طلاق مغلظہ پانے والی عورت کے ساتھ طلاق دینے والا شوہر اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے۔ (دیکھئے مادہ تحلیل)

۸۔ عدت گزارنے والی عورت کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۲ کے جزھ کا جز۹)

۹۔ نفاس والی عورت کے ساتھ نفاس کے دوران مع الکراہت نکاح جائز ہے تاہم جب تک اس کا خون بند نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کر سکتا۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۲ کے جز ج کے جز۴ کا جز ح) نیز (مادہ نفاس نمبر۳ کا جز ب)

۱۰۔ چار عورتوں سے زائد: کسی آزاد مرد کے لیے اپنی زوجیت میں بیک وقت چار عورتوں سے زائد اور کسی غلام کے لیے دو عورتوں سے زائد یکجا کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱۳۳) اگر ایک شخص مسلمان ہو جائے اور اس کی زوجیت میں چار سے زائد عورتیں ہوں تو وہ ان میں سے چار کا انتخاب کر کے باقی ماندہ سے علیحدگی اختیار کر لے گا خواہ اس نے ان تمام عورتوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا ہو یا مختلف عقود میں اور خواہ وہ پہلی چار بیویوں کا انتخاب کر لے یا آخری چار کا یا خواہ مسلمان بیویوں کو زوجیت میں رہنے دے یا کتابی بیویوں کو۔ حسن بصری نے فرمایا: ''جو شخص مسلمان ہو جائے اور اس کی زوجیت میں چار سے زائد عورتیں ہوں تو ان میں سے جن چار کو چاہے، بیویوں کے طور پر اپنے پاس رکھ لے۔'' (۱۳۴) آپ نے اس شخص کے متعلق جس نے ایک عقد میں دو عورتوں سے نکاح کیا ہو جب کہ اس کی زوجیت میں پہلے سے تین عورتیں موجود ہوں، فرمایا: ''اس کے اور ان دو عورتوں کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے گی جن کے ساتھ اس نے ایک عقد میں نکاح کیا تھا۔'' اگر ایک شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک عقد میں تین عورتوں کے ساتھ نکاح کر لے تو اس کے اور ان تین عورتوں کے درمیان علیحدگی کرائی جائے گی۔ (۱۳۵)

اگر ایک شخص کی چار بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق مغلظہ دیدے تو اس کی عدت کے دوران وہ پانچویں عورت سے نکاح کر سکتا ہے خواہ یہ پانچویں عورت اس کی محارم میں سے ہو یا اجنبیہ ہو۔ البتہ اگر مذکورہ طلاق یافتہ بیوی حاملہ ہو تو اس صورت میں جب تک وضع حمل کے ذریعے اس کی عدت ختم نہیں ہو جاتی، اس وقت تک وہ اپنی کسی محارم کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۲ کے جزھ کا جز۱۰، ۱۱)

۱۱۔ حمل: حسن بصری کی رائے تھی کہ ایک شخص اپنے اس بچے کا نکاح جو ابھی شکم مادر میں ہو، اس کی پیدائش

سے پہلے کر سکتا ہے۔ (۱۳۶) اگر حمل کا نکاح کرانا جائز ہے تو نابالغ کا نکاح کرا دینا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کرا دے اور پھر اس کی رائے خلع لینے کی ہو جائے تو اس کا یہ عمل اس کی بیٹی پر نافذ ہو جائے گا۔'' (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۳)

۱۲۔ مرد کی آزاد کردہ لونڈی: حسن بصری اس امر میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص اپنی آزاد کردہ لونڈی کے ساتھ نکاح کر لے اور اس کی آزادی کو اس کا مہر بنا دے۔ (دیکھئے مادہ مہر نمبر ۳ کا جزا)

۱۳۔ بیمار عورت: اگر کوئی شخص ایک عورت کے ساتھ نکاح کر لے اور پھر اس کی کوئی بیماری یا نقص ظاہر ہو جائے تو مذکورہ شخص کو کوئی خیار حاصل نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۳) نیز (مادہ تغریر نمبر ۲ کا جز ب)

ب۔ عورت سے نکاح کی اجازت طلب کرنا: حسن بصری کی رائے تھی کہ نکاح کے لیے بیٹی سے باپ کا استئذان (اجازت طلب کرنا) واجب نہیں ہے۔ وہ بیٹی کی ناپسندیدگی کے باوجود اس کا نکاح کرا سکتا ہے خواہ بیٹی باکرہ ہو یا ثیبہ۔ آپ نے فرمایا: ''باپ کی طرف سے اپنی بیٹی کا نکاح بیٹی پر نافذ ہو جائے گا خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ اور خواہ اسے یہ رشتہ پسند ہو یا ناپسند۔'' (۱۳۷) باپ کے سوا کوئی اور ولی ہو تو وہ بالغ لڑکی سے اجازت حاصل کرے گا، نابالغ لڑکی سے نہیں۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵ کے جز د کا جز ۲)

ج۔ بیوی کے سوا کسی اور عورت کے پاس شوہر کو پہنچا دینا: اگر دو مردوں کا نکاح دو بہنوں کے ساتھ ہو جائے اور ہر مرد کو دوسرے مرد کی بیوی کے پاس پہنچا دیا جائے اور شب باشی ہو جائے تو حسن بصری کے قول کے مطابق دونوں کو مہر ملے گا اور دونوں شوہر مہر کی ادا شدہ رقم کی وصولی کے لیے اس شخص سے رجوع کریں گے جس نے انہیں یہ دھوکا دیا تھا۔ (دیکھئے مادہ تغریر نمبر ۲ کا جز ب)

۵۔ زوجہ کا ولی:

اَ۔ نکاح کے اندر ولی کون بن سکتا ہے؟: حسن بصری کے فقہ کا استقراء کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ نکاح کے اندر درج ذیل افراد ولی بن سکتے ہیں:

ا۔ عورت کے قریب ترین عصبات: نکاح کے اندر ان کی ولایت کی وہی ترتیب ہے جو وراثت کے اندر ہے۔ اگر قریب ترین عصبہ موجود ہو تو دور کے عصبہ کو ولایت کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ حسن بصری نے اس شخص کے بارے میں جو اپنے باپ کی غیر حاضری میں اپنی بہن کا نکاح کرا دے، فرمایا: ''اس کی بہن کے نکاح کا معاملہ اس کے باپ کے ذمہ ہوگا۔'' (۱۳۸) ابو بلال کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا کہ ایک عورت کو کسی مرد نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے جب کہ عورت کا ولی بجستان گیا ہوا ہے اور یہاں اس عورت کے ولی کا ولی موجود ہے تو کیا ولی کا ولی اس کا نکاح کرا سکتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے فرمایا: ''اس کے ولی کو خط لکھو'' میں نے عرض کیا کہ پیغام نکاح دینے والا اتنی دیر تک صبر نہیں کرے گا۔ آپ نے جواب دیا کہ اسے صبر کرنا چاہیے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ وہ کتنی دیر صبر کرے؟ آپ نے جواب میں

فرمایا کہ جتنی دیر اصحاب کہف نے صبر کیا تھا۔ (۱۳۹)

۲۔ وہ شخص جسے ولی نے ولایت کی وصیت کی ہو: اس لیے کہ نکاح کے اندر ولایت وصیت کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے۔ (۱۴۰)

۳۔ وہ شخص جس کے ہاتھ پر عورت مسلمان ہوئی ہو: حسن بصری کی رائے تھی کہ اگر کوئی عورت کسی مرد کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائے اور وہ اس عورت کی اجازت سے اپنا نکاح اس کے ساتھ کر لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۱۴۱)

۴۔ لونڈی کا مالک: آپ کی رائے تھی کہ لونڈی کا نکاح کرانے کا معاملہ اس کے مالک کے سپرد ہے خواہ یہ مالک مرد ہو یا عورت۔ آپ نے فرمایا: ''عورت اپنی لونڈی کا نکاح کرائے گی۔ اگر وہ اسے آزاد کر دے تو پھر نکاح نہیں کرائے گی۔'' (۱۴۲)

۵۔ سلطان یعنی حاکم: اگر عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو پھر سلطان اس کا ولی ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''ولی یا سلطان کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔'' (۱۴۳) آپ نے اس دیہاتی عورت کے بارے میں جس کا نکاح کرانے کے لیے کوئی ولی موجود نہ ہو، فرمایا: ''سلطان اس کا نکاح کرائے گا۔'' (۱۴۴) سلیمان تیمی نے روایت کی ہے کہ اگر عورت کا ولی نہ ہو تو کیا وہ اپنا نکاح خود کرا سکتی ہے؟ حسن بصری نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے فرمایا تھا: ''اس کا نکاح صرف ولی ہی کرا سکتا ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ اس کا کوئی ولی نہیں ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''پھر سلطان اس کا نکاح کرائے گا۔'' اور پھر آپ اسی قول پر ڈٹے رہے۔ (۱۴۵) ابن التیمی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے حسن بصری سے کہا کہ ہمارے پاس ایک کم درسی عورت ہے اور اس کا کوئی نہیں ہے۔ کیا آپ اس کا نکاح کرانے کے لیے کسی کو مقرر کر دیں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔'' میں اس سلسلے میں آپ سے بار بار مراجعت کرتا رہا اور عورت کے اس معاملہ کو ایک معمولی بات کے طور پر پیش کرتا رہا لیکن آپ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ: ''اس کے ولی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔'' جب میں نے بہت زیادہ زور دیا تو آپ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! مجھے اس کے سوا اور کوئی بات معلوم نہیں۔'' میں نے پوچھا کہ کیا قاضی اس کا نکاح کرا سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''قاضی اس کا ولی ہے۔'' (۱۴۶)

۶۔ مرد ہونا: جو ولی عقد نکاح کرائے، اس کا مذکر یعنی مرد ہونا شرط ہے۔ اگرچہ مالکن کے لیے اپنی لونڈی کو نکاح کی اجازت دینا جائز ہے لیکن عقد نکاح کرانا اس کے لیے جائز نہیں ہے بلکہ وہ کسی مرد سے کہے گی جو اس کی طرف سے مذکورہ لونڈی کا عقد نکاح کرائے گا۔ حسن بصری عورت کے لیے اپنا یا کسی اور کا نکاح کرانا جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ (۱۴۷)

۷۔ رشد یعنی سمجھ داری: اگر ولی غیر رشید یعنی ناسمجھ ہو تو اس صورت میں نکاح کی ولایت اس سے اگلے ولی کو منتقل ہو جائے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''نکاح کے اندر باپ کا اقدام باکرہ بیٹی پر نافذ ہو جائے گا بشرطیکہ باپ

نادان اور ناسمجھ نہ ہو۔'' (۱۴۸)

ب۔ نکاح کی صحت کے لیے ولی کا ہونا شرط ہے: حسن بصری نکاح کی صحت کے لیے ولی یا اس کے قائم مقام کی اجازت یا عقد نکاح میں اس کی عملی شرکت کو شرط قرار دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔'' (۱۴۹) نیز فرمایا: ''جس شخص کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہوتی ہے، اس سے مراد ولی ہے۔'' (۱۵۰) اگر عورت ولی کے بغیر اپنا نکاح کرالے۔ (۱۵۱) یا اپنے نکاح کے لیے ولی کے سوا کسی اور کو اپنا وکیل اور کارندہ مقرر کردے تو یہ نکاح باطل ہوگا اور دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی خواہ دخول یعنی شب باشی کا مرحلہ گزر چکا ہو یا ابھی نہ گزرا ہو۔ ایک عورت کا کوئی ولی نہیں تھا۔ اس نے اپنے نکاح کا معاملہ ایک شخص کے سپرد کردیا۔ اس نے اس کا نکاح کرادیا۔ اس کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: ''میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی خواہ ہمبستری کیوں نہ ہو چکی ہو۔ اگر اس کا کوئی ولی نہیں تھا تو سلطان تو تھا۔'' (۱۵۲) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۷ کا جزد)

حسن بصریؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح بیٹی کے اولیاء کی اجازت کے بغیر کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر اولیاء اس بات سے باخبر ہونے کے بعد اسے برقرار رہنے دیں تو یہ نکاح جائز ہو جائے گا۔'' (۱۵۳)

ج۔ اگر دو ولی نکاح کرادیں تو اس کا حکم: اگر ایک عورت کے دو ولی ہوں اور عورت ان کو اپنا نکاح کرادینے کی اجازت دیدے اور ہر ولی ایک ایک مرد سے اس کا نکاح کرادے تو اس صورت میں اگر یہ علم ہو جائے کہ پہلے کس کے ساتھ نکاح ہوا تو یہ نکاح اُسی کے ساتھ قرار پائے گا۔ خواہ دوسرے شوہر نے عورت کے ساتھ شب باشی کرلی ہو یا نہ کی ہو۔ (۱۵۴) حسن بصری نے فرمایا: ''اگر دو ولی ایک عورت کا نکاح کرائیں تو وہ پہلے شوہر کی بیوی ہوگی۔'' (۱۵۵)

د۔ ولی کا اپنی زیردست عورت کو نکاح پر مجبور کرنا:

۱۔ اگر باپ حق بجانب ہو تو اس کے لیے اپنی باکرہ اور ثیبہ بیٹی کو نکاح پر مجبور کرنا جائز ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''باپ کا اپنی بیٹی کا نکاح کرانا جائز ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔'' (۱۵۶) نیز فرمایا: ''باپ کی طرف سے بیٹی کا نکاح بیٹی پر نافذ ہو جائے گا خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ اور خواہ اسے یہ رشتہ پسند ہو یا ناپسند۔'' (۱۵۷) (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۲ کا جز اُ)

۲۔ باپ کے سوا کسی اور ولی کو بالغ لڑکی کو نکاح پر مجبور کرنے کا اختیار نہیں ہے البتہ وہ نابالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کراسکتا ہے۔ ایسی صورت میں جب مذکورہ لڑکی بالغ ہو جائے گی تو اسے خیار بلوغ (بالغ ہو کر نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار) حاصل ہو جائے گا۔ (۱۵۸) اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ باپ کے اندر اپنی بیٹی کے ساتھ شفقت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور وہ اس کے مفادات کا بہتر انداز میں تحفظ کرسکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲ کا جز ھ) نیز (مادہ صغیر نمبر ۸ کے جز اُ کا جز ۱)

ھ۔ ولی کی زبردستی: اگر ولی اپنی زیردست کسی عورت کا نکاح کسی مرد سے کرنا چاہے اور وہ اس کے لیے رضامند نہ ہو تو معاملہ سلطان کے سامنے پیش کردیا جائے گا۔ اگر سلطان ولی کو حق بجانب پائے تو وہ اسے ایسا کرنے کی اجازت دیدے گا اور مذکورہ عورت کو اپنے ولی کی فرماں برداری کی ہدایت کرے گا۔ اگر سلطان ولی کو زیادتی کرنے والا پائے گا تو اسے مذکورہ نکاح کرانے سے روک دے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ولی اور عورت کے درمیان اختلاف رائے ہوجائے تو سلطان مداخلت کرے گا۔ اگر وہ ولی کو زبردستی کرنے والا پائے گا تو عورت کا نکاح کسی اور مرد سے کرے گا ورنہ عورت کا معاملہ اس کے ولی کی طرف لوٹائے گا۔'' (۱۵۹)

و۔ ولی کا اپنی زیردست عورت کا نکاح اپنے ساتھ کرلینا: ولی یہ کام صرف اس صورت میں کرسکتا ہے جب عورت اسے اس کی اجازت دے دے، اجازت ملنے پر عقد نکاح کے طرفین کا کردار ادا کرنا اس کے لیے جائز ہوجائے گا۔ یعنی وہ نکاح کرنے والا اور نکاح کرانے والا دونوں بنے گا۔ (۱۶۰) اگر وہ نکاح کا معاملہ کسی اور آدمی کے سپرد کردے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ولی اپنی زیردست عورت سے اس کی اجازت کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو اس کے نکاح کا معاملہ کسی اور آدمی کے سپرد کردے اور پھر مذکورہ آدمی عادل گواہوں کی موجودگی میں اس کے ساتھ عورت کا نکاح کرادے۔'' (۱۶۱)

۶۔ مہر: مہر بیوی کے لیے شوہر پر واجب ہوتا ہے اور کوئی نکاح مہر سے خالی نہیں ہوتا۔ صرف اس صورت میں مہر واجب نہیں ہوتا جب مہر کا تعین کیے بغیر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کرلے اور پھر دخول یعنی تعلق زن وشو قائم ہونے سے پہلے اسے طلاق دیدے۔ مہر پر تفصیلاً گفتگو (مادہ مھر) میں گزر چکی ہے۔

۷۔ عقد نکاح:

اُ۔ حسن بصری کی رائے تھی کہ عقد نکاح عورتوں کے ذریعے درست نہیں ہوتا۔ یہ بات (مادہ نکاح نمبر ۵ کے جز اُ کے جز ۶) میں گزر چکی ہے۔

ب۔ عقد نکاح میں مذکورہ شرطیں: حسن بصری کی رائے تھی کہ فاسد شرطیں نکاح کو باطل نہیں کرتیں۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس شرط پر نکاح کرے کہ اگر فلاں بات نہ ہوئی تو نکاح باطل ہوجائے گا تو اس صورت میں نکاح درست ہوگا اور شرط باطل ہوگی۔ (۱۶۲) ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور عورت کے گھر والوں نے یہ شرط عائد کردی کہ اگر شوہر فلاں مدت تک مہر کی رقم لے آئے تو مذکورہ عورت اس کی بیوی رہے گی ورنہ نکاح باقی نہیں رہے گا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ شوہر اپنی مذکورہ مدت تک مہر نہیں لاسکا۔ حسن بصری نے فتویٰ دیا کہ مذکورہ نکاح جائز ہوگیا اور مذکورہ شرط باطل ہوگئی۔ (۱۶۳) اسی طرح ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کرکے اسے اس کے شہر میں رکھنے کی شرط مان لی اور یہ بھی مان لیا کہ اگر وہ اُسے شہر سے باہر لے جائے گا تو پھر کوئی نکاح باقی نہیں رہے گا۔ حسن بصری نے اس کے متعلق فرمایا کہ مذکورہ شرط کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ شوہر اگر چاہے تو اسے شہر سے باہر کسی اور مقام پر لے جاسکتا ہے۔ (۱۶۴)

اگر عورت یہ شرط لگا دے کہ ایک مقررہ مدت کے اختتام پر نکاح ختم ہو جائے گا یعنی نکاح متعہ کی صورت ہو تو نکاح باقی رہے گا اور شرط باطل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ نکاح متعہ منسوخ ہو چکا ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''نکاح متعہ عمرۂ قضا میں صرف تین دنوں کے لیے حلال ہوا تھا۔ یہ نکاح نہ تو اس سے پہلے حلال ہوا تھا اور نہ اس کے بعد۔''(۱۶۵) نیز فرمایا: ''متعہ صرف تین دنوں تک حلال رہا پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حرام کر دیا۔''(۱۶۶)

اگر شوہر یہ شرط عائد کر دے کہ وہ بیوی کے پاس دن کے وقت آیا کرے گا، رات کے وقت نہیں آئے گا تو یہ شرط درست ہوگی۔ حسن بصری ان نکاحوں میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جن کے اندر دن کے وقت بیوی کے پاس آنے کی شرط ہوتی تھی۔(۱۶۷) اسی طرح اگر شوہر یہ شرط عائد کر دے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آنے کے لیے ہر ماہ کے چند متعین دن مقرر کر دے گا تو اس کی یہ شرط درست ہوگی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کے لیے ہر ماہ کے چند معلوم دن مقرر کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۱۶۸)

۸۔ عقد نکاح پر گواہی قائم کرنا: دو عادل گواہوں کی گواہی قائم کرنا عقد نکاح کی صحت کے لیے شرط ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔''(۱۶۹) عقد نکاح عورتوں کی گواہی کے ذریعے درست نہیں ہوتا خواہ ان کے ساتھ ایک مرد بھی کیوں نہ ہو۔ حسن بصری نے فرمایا: ''عورتوں کی گواہی نہ تو کسی حد کے اندر، نہ طلاق کے اندر اور نہ نکاح کے اندر جائز ہے۔ خواہ ان کے ساتھ ایک مرد بھی کیوں نہ ہو۔''(۱۷۰) اس قاعدے سے وہ صورت مستثنیٰ ہے جس میں ایک شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی کے ساتھ کرائے۔ حسن بصری کے نزدیک ایسے نکاح کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ منصور نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی کے ساتھ مہر اور گواہوں کے بغیر کرا دے۔''(۱۷۱)

۹۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے چکا ہو تو کسی اور شخص کے ساتھ اس عورت کا نکاح پہلے شوہر کی طلاقوں کو منہدم کر دے گا۔ یعنی اگر مذکورہ عورت اس پہلے شوہر کے عقد میں آئے گی تو وہ اسے تین تک طلاق دینے کا اختیار رکھے گا۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جزج)

۱۰۔ کافروں کی سرزمین میں نکاح کرنا: حسن بصری اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ ایک مسلمان کافروں کی سرزمین میں نکاح کر لے اور پھر اپنے بال بچوں کو وہیں چھوڑ کر دارالاسلام میں واپس آ جائے۔(۱۷۲) کیونکہ اس صورت میں بچوں کے دین بگڑ جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ ازدواجی زندگی اور معاشرت:

أ۔ الگ رہنا: مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ زیادہ عرصے تک اپنی بیوی سے علیحدہ رہے اور اسے اس طرح لٹکائے رکھے کہ وہ نہ تو شادی شدہ نظر آئے اور نہ بے شوہر کی معلوم ہو۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۲۹ میں ارشاد

باری ہے، اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(تم بیویوں کے درمیان انصاف کرنے کی ہرگز استطاعت نہیں رکھتے خواہ تم اس بارے میں حریص کیوں نہ بنو۔ اس لیے (ایک کی طرف) پوری طرح جھک نہ جاؤ کہ (دوسری کو) درمیان میں لٹکتی چھوڑ دو۔) اس کی تفسیر میں حسن بصری نے فرمایا: ''محبت کرنے کے اندر تم ایک کی طرف پوری طرح یوں جھک نہ جاؤ کہ ہمبستری کرنے کے اندر اسے درمیان میں لٹکتی چھوڑ دو۔'' (۱۷۳)

ب۔ شب باشی کے لیے باری مقرر کرنا: اگر کسی کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اس پر لازم ہوگا کہ ان کے درمیان شب باشی کی اسی طرح باری مقرر کرے جس کا ذکر ہم نے (مادہ قسمۃ نمبر ۴) میں کیا ہے۔

ج۔ خرچہ دینے کی صورت: شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی آزاد بیویوں کو خرچہ دینے کے اندر یکسانیت رکھے۔ اگر کسی کے عقد میں ایک آزاد اور ایک لونڈی ہو تو وہ ان کے درمیان نفقہ کے تین حصے کرے گا اور پھر ایک حصہ لونڈی بیوی کو اور دو حصے آزاد بیوی کو دے گا۔ جس طرح شب باشی کی تقسیم کا طریق کار ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''آزاد بیوی پر لونڈی بیاہ کر نہیں لائی جا سکتی البتہ لونڈی بیوی پر آزاد عورت بیاہ کر لائی جا سکتی ہے۔ ایسی صورت میں آزاد بیوی کے لیے دو دن اور لونڈی بیوی کے لیے ایک دن ہوگا۔ نفقہ کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی'' (۱۷۴) (دیکھیے مادہ قسمۃ نمبر ۴ کا جزد)

د۔ شب باشی کے حق کے سلسلے میں بیوی کی مصالحت۔ (دیکھیے مادہ صلح نمبر ۲)

ھ۔ جب دولہا کے پاس دلہن پہنچائی جائے تو دولہا کی دعا۔ (دیکھیے مادہ دعاء نمبر ۸ کا جزب)

نھبۃ (لوٹ لینا)

۱۔ تعریف: زبردستی مال لے لینے کو نھبۃ کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا حکم: اس کے حکم میں دو حالتوں کے اعتبار سے فرق ہے۔

پہلی حالت یہ ہے کہ ایک شخص کا مال اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر زبردستی لے لیا جائے۔ یہ صورت حرام ہے کیونکہ یہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال لینے کی شکل ہے تاہم اس میں قطع ید نہیں ہے اس لیے کہ اس میں مال خفیہ طور پر نہیں لیا جاتا البتہ اس کے مرتکب کی تعزیر کی جائے گی۔

دوسری حالت یہ ہے کہ جس مال کی اس کے مالک نے اباحت کر دی ہو، اسے زبردستی لے لینا۔ یہ مال حلال ہے اور اس کا لینا جائز ہے۔ اس کی ایک صورت وہ سکے وغیرہ ہیں جو دلہن پر نچھاور کیے جاتے ہیں اور پھر لوگ ان سکوں کو لوٹتے ہیں۔ حسن بصری کے نزدیک ان سکوں کو اٹھانا بلا کراہت جائز ہے۔ (۱۷۵)

نواح (نوحہ کرنا)

۱۔ تعریف: آواز کے ساتھ رونے پیٹنے کو نواح کہتے ہیں۔

۲۔ اس کے احکام: میت پر نوحہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر جنازے کے ساتھ نوحہ کرنے والیاں بھی جا رہی ہوں تو ایک شخص کے لیے ایسے جنازے میں جانا ناجائز نہیں ہوگا کیونکہ کوئی باطل امر کسی حق بات کے لیے مانع

نہیں بن سکتا۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۶ کے جز اُ کا جز ۲)

¤ نوحہ کرنے پر اجرت لینے کی ممانعت۔ (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز اُ کے جز ۳ کا جز اُ)

نوم (نیند)

۱۔ تعریف: نوم اس طبعی کیفیت کو کہتے ہیں جو انسان پر وقتاً فوقتاً طاری ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں انسان کی عقل اور اس کے حواس کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

۲۔ نیند کے احکام:

¤ مسجد میں سونے کی اباحت۔ (دیکھئے مادہ مسجد نمبر ۲ کا جز ب)

¤ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۵ کا جز ب)

¤ جنبی جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کر لینا اس کے لیے مستحب ہو گا۔ (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جز واؤ)

¤ سو کر اٹھنے پر دونوں ہاتھ دھونا۔ (دیکھئے مادہ غسل الیدین نمبر ۱)

¤ نماز کے کسی رکن کے اندر نمازی کا سو جانا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ب)

نیابۃ (نائب ہونا) دیکھئے مادہ وکالۃ

نیۃ (نیت)

۱۔ تعریف: کوئی فعل کرنے کے لیے پختہ طور سے دل کے عقد کو نیت کہتے ہیں۔

۲۔ نیت کا حکم:

اُ۔ حسن بصری کی رائے تھی کہ ان عبادات کے لیے نیت شرط ہے جن کی حیثیت مقاصد کی ہے مثلاً نماز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کا جز ھ)، حج (دیکھئے مادہ حج نمبر ۵ کا جز د) اور روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۸) اور ان عبادات کے لیے نہیں جن کی حیثیت وسائل کی ہے مثلاً وضو اور تیمم۔ (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۷ کا جز اُ)

ب۔ فرض روزے کے لیے رات سے نیت شرط ہے، نفلی روزے کے لیے نہیں۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۸)

ج۔ فاسد نیت عقود کو فاسد نہیں کرتی۔ البتہ طلاق مغلظہ پانے والی عورت کے ساتھ نکاح کے لیے حلالہ کرنے کی نیت اس نکاح کو فاسد کر دیتی ہے۔ (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۳ کا جز د) نیز (مادہ دین نمبر ۶ کا جز اُ)

د۔ طلاق کنایہ میں طلاق کی نیت شرط ہے۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کا جز ج)

ھ۔ طلاق کے اندر صریح عبارت کے ہوتے ہوئے نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز اُ کا جز ۲)

و۔ کفار کے مقابلہ میں جنگ پر جانے کے لیے امام المسلمین کی نیت کا علم ہونا شرط نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۴)

ز۔ نیت کی تعلیق۔ (دیکھئے مادہ تعلیق نمبر ۳ کا جز ھ)

حرف النون میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) الاوسط ج ۲ ص ۱۹۶

(۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹ ب

(۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵ ب

(۴) عبدالرزاق ج ا ص ۳۶۹

(۵) المغنی ج ۲ ص ۹۳، الاوسط ج ۲ ص ۱۶۲، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰ ب

(۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵ ب

(۷) شرح معانی الآثار ج ا ص ۲۹

(۸) حوالہ درج بالا۔

(۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷ ب

(۱۰) شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۹، المغنی ج ا ص ۸۲، الاوسط ج ۲ ص ۲۸۰

(۱۱) الاوسط ج ۶ ص ۲۸۱، ۲۸۲

(۱۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰

(۱۳) حوالہ درج بالا۔

(۱۴) حوالہ درج بالا، الاوسط ج ۲ ص ۱۹۶

(۱۵) المغنی ج ۲ ص ۸۸

(۱۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲

(۱۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷

(۱۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۰ ب، الاوسط ج ۲ ص ۱۷۷

(۱۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷

(۲۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۹

(۲۰ ب) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۸ ب

(۲۱) عبدالرزاق ج ا ص ۳۰

(۲۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۱، المغنی ج ۲ ص ۹۲، الاوسط ج ۲ ص ۱۷۲

(۲۳) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰

(۲۴) الاوسط ج ۲ ص ۲۸۷

(۲۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹ ب

(۲۶) عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۶۹

(۲۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰ ب، المغنی ج ۲ ص ۹۳، الاوسط ج ۲ ص ۱۶۲

(۲۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱ ب

(۲۹) المغنی ج ۱ ص ۲۷۳

(۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰

(۳۱) المحلی ج ۱ ص ۹۴

(۳۲) المحلی ج ۸ ص ۲۶

(۳۳) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۱۱

(۳۴) المغنی ج ۹ ص ۳

(۳۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۷، عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۴۵، ۴۴۶، الاشراف ج ۱ ص ۴۷۹

(۳۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۴۳

(۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۱

(۳۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۰

(۳۹) تہذیب الآثار ج ۴ ص ۱۵۸

(۴۰) المغنی ج ۸ ص ۶۹۶، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۳۶

(۴۱) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۵۳

(۴۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۷

(۴۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۹ ب

(۴۴) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۸۸

(۴۵) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۸۳، المحلی ج ۸ ص ۱۰

(۴۶) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۸۹، المحلی ج ۸ ص ۸

(۴۷) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۹۰

(۴۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۰

(۴۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۹، ۱۷۲، عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۵۰، المغنی ج ۹ ص ۱۲

(۵۰) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۵۲

(۵۱) احکام القرآن ج ۳ ص ۲۴۳

(۵۲) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۴۷
(۵۳) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۵۰
(۵۴) المحلی ج ۷ ص ۱۹۴
(۵۵) المغنی ج ۲ ص ۲۲
(۵۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۷
(۵۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۱، شرح السنۃ ج ۶ ص ۳۲۶
(۵۸) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۴۲
(۵۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۱
(۶۰) عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۵۳
(۶۱) سنن سعید ج ۳ ص ۲/ ۶۷، المغنی ج ۹ ص ۵۲۸
(۶۲) عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۰۱، المغنی ج ۷ ص ۴۲۶، الاشراف ج ۴ ص ۲۶۹
(۶۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶
(۶۴) تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۳۱۸
(۶۵) ابوداؤد فی کتاب الطب باب النشرۃ
(۶۶) سنن دارمی ج ۱ ص ۲۳۰، شرح السنۃ ج ۹ ص ۳۲۲
(۶۷) الاوسط ج ۲ ص ۲۴۲
(۶۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۹، سنن دارمی ج ۱ ص ۲۳۰، عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۱۳
(۶۹) سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۴۲
(۷۰) حلیۃ العلماء ج ۱ ص ۲۳۲، المجموع ج ۲ ص ۵۲۸، شرح السنۃ ج ۲ ص ۱۳۷
(۷۱) سنن دارمی ج ۱ ص ۲۲۸
(۷۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۸، المغنی ج ۷ ص ۳۷۴، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۵۶
(۷۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۶
(۷۴) الاشراف ج ۴ ص ۱۴۳
(۷۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۳ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۳۲۹، الاجماع ص ۹۷، الاشراف ج ۴ ص ۱۴۱، ۱۴۲
(۷۶) المغنی ج ۷ ص ۳۸۷، المحلی ج ۱۰ ص ۹۳
(۷۷) المحلی ج ۱۰ ص ۹۷
(۷۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴، المحلی ج ۱۰ ص ۸۹
(۷۹) المحلی ج ۱۰ ص ۱۰۳، المغنی ج ۷ ص ۵۸۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۶، الاشراف ج ۱ ص ۲۲۳ ج ۴ ص ۱۴۹، ۱۵۰

(۸۰) عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۳۴، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۲۱۹۲
(۸۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۶ ب
(۸۲) حوالہ درج بالا، الاموال لابن عبید ص ۲۳۹، الاموال لابن زنجویہ نمبر ۸۶۵
(۸۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۹
(۸۴) شرح السنۃ ج ۸ ص ۳۰۷ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۴۲
(۸۵) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۴، احکام القرآن ج ۲ ص ۶۴، شرح السنۃ ج ۸ ص ۳۰۶، ۳۰۷، نیل الاوطار ج ۵ ص ۳۷۴
(۸۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۷
(۸۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۷ ب
(۸۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۷
(۸۹) عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۶۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۸ ب، المغنی ج ۶ ص ۴۹۹
(۹۰) البخاری والمسلم فی الطلاق باب المطلقۃ ثلاثا
(۹۱) عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۵۰ ج ۷ ص ۲۴۴
(۹۲) المحلی ج ۹ ص ۴۶۸، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۴۱، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۴۴، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۹۸، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۹
(۹۳) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۹۸
(۹۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۰
(۹۵) المحلی ج ۹ ص ۴۹۳
(۹۶) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۹
(۹۷) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۱ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۶۸
(۹۸) المغنی ج ۶ ص ۳۲۶' ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۸ ب' المحلی ج ۱۰ ص ۲۶، الاشراف ج ۴ ص ۱۰۲
(۹۹) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۷۴
(۱۰۰) سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۱
(۱۰۱) الاشراف ج ۴ ص ۹۳
(۱۰۲) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۲۸
(۱۰۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۰
(۱۰۴) المغنی ج ۶ ص ۶۲۸، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۲۹، ج ۳ ص ۲/ ۷
(۱۰۵) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۶۵ ج ۷ ص ۴۷۹

(۱۰۶) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۲۹
(۱۰۷) عبد الرزاق ج ۷ ص ۱۶۵
(۱۰۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۴ ب
(۱۰۹) المغنی ج ۶ ص ۵۷۸
(۱۱۰) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۴۳، الاشراف ج ۴ ص ۹۹
(۱۱۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۴
(۱۱۲) الاشراف ج ۴ ص ۹۹
(۱۱۳) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۹، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۶۷، المغنی ج ۶ ص ۵۷۴
(۱۱۴) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۰۷
(۱۱۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۷
(۱۱۶) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۰۷
(۱۱۷) الاشراف ج ۴ ص ۹۵
(۱۱۸) المغنی ج ۶ ص ۵۲۶
(۱۱۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۲ ب، الاشراف ج ۴ ص ۹۲
(۱۲۰) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۶۸، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۳۳، الاشراف ج ۴ ص ۹۱
(۱۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۵۹
(۱۲۲) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۸۲، الاشراف ج ۴ ص ۹۲، ۲۳۵
(۱۲۳) الاشراف ج ۴ ص ۱۱۹
(۱۲۴) عبد الرزاق ج ۷ ص ۲۶۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۹ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۱۸۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۷۵
(۱۲۵) المغنی ج ۶ ص ۵۹۶
(۱۲۶) سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۷۷، ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۶۰، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۴۰
(۱۲۷) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۰۷، الاشراف ج ۴ ص ۱۳۲
(۱۲۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۹ ب، عبد الرزاق ج ۷ ص ۲۶۶، الاشراف ج ۴ ص ۱۲۰
(۱۲۹) سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۷۶، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۹، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۳، الاشراف ج ۴ ص ۱۲۱
(۱۳۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۹ ب
(۱۳۱) حوالہ درج بالا، عبد الرزاق ج ۷ ص ۲۶۶
(۱۳۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶ ب
(۱۳۳) المحلی ج ۹ ص ۴۴۴

(۱۳۴) عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۶۲، سنن سعید ج ۳ ص ۲/۲۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۵، المغنی ج ۶ ص ۶۲۰، شرح السنۃ ج ۹ ص ۹۱

(۱۳۵) سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۷۶

(۱۳۶) المحلی ج ۱ ص ۲۰۸

(۱۳۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۸

(۱۳۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۸

(۱۳۹) المحلی ج ۹ ص ۴۵۴

(۱۴۰) المغنی ج ۶ ص ۴۶۳

(۱۴۱) المغنی ج ۶ ص ۴۶۱

(۱۴۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۸

(۱۴۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۷ ب

(۱۴۴) حوالہ درج بالا۔

(۱۴۵) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱۳۵

(۱۴۶) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۰۲

(۱۴۷) المغنی ج ۶ ص ۴۴۹

(۱۴۸) عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۴۵

(۱۴۹) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۷، شرح السنۃ ج ۹ ص ۴۱، الاشراف ج ۴ ص ۳۳

(۱۵۰) عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۸۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۲

(۱۵۱) المغنی ج ۶ ص ۴۴۹

(۱۵۲) عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۹۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۷ ب

(۱۵۳) المحلی ج ۹ ص ۴۵۵

(۱۵۴) المغنی ج ۶ ص ۵۱۰

(۱۵۵) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱۳۵، الاشراف ج ۴ ص ۴۱

(۱۵۶) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱۴۱، المحلی ج ۹ ص ۴۵۹، المغنی ج ۶ ص ۴۹۲

(۱۵۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۸، الاشراف ج ۴ ص ۳۶

(۱۵۸) المغنی ج ۶ ص ۴۸۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۸ ب، الاشراف ج ۴ ص ۳۷

(۱۵۹) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۸

(۱۶۰) المغنی ج ۶ ص ۴۶۱، ۴۷۰، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۴، الاشراف ج ۴ ص ۴۲

(۱۶۱)ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۹ ب
(۱۶۲)المحلی ج ۹ ص ۵۱۸
(۱۶۳)عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۲۵، ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۱۶
(۱۶۴)عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۲۶، ۲۳۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۴ ب، سنن سعید ج ۳ ص ۱/۳۳۳، الاشراف ج ۴ ص ۷۲
(۱۶۵)عبدالرزاق ج ۷ ص ۵۰۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۲ ب، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۳۱
(۱۶۶)عبدالرزاق ج ۷ ص ۵۰۵، الاشراف ج ۴ ص ۷۵
(۱۶۷)سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱۷۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۶، الاشراف ج ۴ ص ۷۴
(۱۶۸)سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱۷۴، المغنی ج ۶ ص ۵۵۱، الاشراف ج ۴ ص ۷۴
(۱۶۹)ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۷ ب، ۲۲۹، المغنی ج ۶ ص ۴۵۰، المجموع ج ۹ ص ۱۶۲، الاشراف ج ۴ ص ۴۵
(۱۷۰)عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۲۹
(۱۷۱)ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۹
(۱۷۲)ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۲ ب، المغنی ج ۸ ص ۴۵۵
(۱۷۳)ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۷
(۱۷۴)عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۶۶
(۱۷۵)المغنی ج ۷ ص ۱۲، الاشراف ج ۴ ص ۳۳

حرف الھاء

ھبۃ (ہبہ)

۱۔ تعریف: زندگی کے دوران مال کی بلاعوض تملیک کو ہبہ کہتے ہیں۔

۲۔ ہبہ عقد تبرع ہے۔ تبرع کے احکام کی تفصیل (مادہ تبرع) میں گزر چکی ہے۔

ہبہ کے اندر اولاد کے ساتھ باپ کو مساویانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ (دیکھئے مادہ ابٌ نمبر۲ کا جز ج)

ھجر (علیحدگی اختیار کرنا)

اگر ایک شخص کسی دوسرے سے تادیب کے طور پر مفارقت اختیار کرے تو اسے ہجر کہیں گے۔ بیوی سے علیحدہ رہنا (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر۲ کا جز اً) نیز (مادہ نکاح نمبر۱۱ کا جز اً)

ھدنۃ (جنگ بندی)

متحارب فریقین کی طرف سے وقتی طور پر جنگ بند کرنے پر اتفاق کر لینے کو ہدنہ کہتے ہیں۔

مشرکین کے ساتھ ہدنہ کی عدم مشروعیت۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر۱۱)

ھدی (حرم میں لے جا کر ذبح کیا جانے والا جانور)

۱۔ تعریف: اس مویشی کو ہدی کہتے ہیں جسے قربت الٰہی یا کفارہ کے طور پر حرم میں ذبح کیا جائے۔

۲۔ ہدی کے احکام:

اً۔ ہدی کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

۱۔ وہ انعام یعنی مویشی ہو۔ اگر کوئی شخص مویشی کے سوا کسی اور چیز کو ہدی بنانے کی نذر مانے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو کسی سے کہے: ''میں تمہیں ہدی بناتا ہوں'' فرمایا: ''یہ قسم ہے جس کا وہ کفارہ دے گا۔''(۱) جو شخص اپنے مکان کو ہدی قرار دے، اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔''(۲)

۲۔ ہدی کے اندر اضحیہ (قربانی کے جانور) کی شرائط پائی جائیں۔ (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر۴)

ب۔ ہدی کے جانور کے ساتھ اس کے بچے کا ہدی ہونا: اگر ایک شخص اونٹنی یا گائے خرید کر اسے حرم میں ہدی کے طور پر لے جائے اور اس کے بعد وہ بچہ دے دے تو مذکورہ شخص پر اس جانور کے ساتھ اس کے بچے کو ذبح کرنا واجب ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص بدنہ (اونٹنی یا گائے) ہدی کے طور پر لے چلے اور

راستے میں وہ بچہ دیدے تو وہ اس بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ہدی کے طور پر لے جائے گا۔''(۳)

ج۔ اگر ایک شخص کوئی جانور ہدی کے طور پر خریدے اور پھر وہ جانور گم ہو جائے تو اس پر اس کی جگہ اور ہدی خریدنا واجب ہو جائے گا۔ اگر وہ دوسرے جانور کے گلے میں قلادہ ڈال دے اور پھر اسے پہلا گمشدہ ہدی مل جائے تو دونوں کو ذبح کرنا اس پر واجب ہوگا لیکن اگر دوسرے جانور کے گلے میں پٹہ ڈالنے سے پہلے اسے پہلا جانور مل جائے تو اس پہلے جانور کو ذبح کرنا اس کے لیے کافی ہو جائے گا اور دوسرے جانور کو ذبح کر کے کھالینا یا اسے فروخت کر دینا اس کے لیے جائز ہوگا۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو اپنا نفلی ہدی گم کر دے یعنی وہ ہدی ایسا ہو جسے وہ فقرا حرم کے لیے تطوع کے طور پر لے جا رہا ہو اور پھر دوسرا ہدی خرید لے، فرمایا: ''اگر اس نے خرید شدہ جانور کے گلے میں قلادہ یعنی پٹہ وغیرہ ڈال دیا ہو اور پھر اسے پہلا جانور مل جائے تو وہ دونوں کو حرم میں ذبح کرے گا اور اگر قلادہ ڈالا نہ ہو تو اس صورت میں اگر وہ چاہے تو اس دوسرے جانور کو فروخت کر سکتا ہے۔''(۴)

د۔ ہدی کا عیب دار ہو جانا: اگر ایک شخص ہدی کی نذر مان کر ایک جانور خرید لے اور بطور ہدی اس کا تعین کر لے اور پھر اس میں عیب پیدا ہو جائے تو اسے بدل لینا اس پر لازم نہیں ہوگا۔(۵)

ھ۔ ہدی کے اندر اشتراک: اگر بکری بطور ہدی ہو تو اس میں ایک سے زائد افراد کا اشتراک جائز نہیں ہوگا البتہ اونٹ یا گائے کے اندر سات افراد شریک ہو سکتے ہیں اور ان سب کی طرف سے یہ ہدی کافی ہو جائے گا۔ (۶) حسن بصری نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ حج تمتع کرنے والے سات افراد ایک اونٹ یا گائے کے بدی میں شریک ہو جائیں۔''(۷)

و۔ ہدی کو عرفات میں لے جانا: حسن بصری حج تمتع کرنے والے یا کسی اور شخص پر اپنا ہدی عرفات میں لے جا کر کھڑا کرنے کو واجب قرار نہیں دیتے تھے۔ آپ فرماتے: ''اگر وہ چاہے تو اپنے ہدی کو عرفات میں لے جا کر کھڑا کرے اور اگر نہ چاہے تو ایسا نہ کرے۔ تاہم عرفات میں لے جانا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔''(۸)

۳۔ ہدی ذبح کرنے کا مقام اور اس کا وقت: حسن بصری کی رائے تھی کہ ہدی حرم مکی کے اندر ذبح کرنا واجب ہے۔ اگر اسے ایسا کرنے کے لیے منیٰ میں کوئی مقام میسر آ جائے تو فبہا ورنہ وہ اسے مکہ میں ذبح کر دے۔ آپ نے فرمایا: ''ہر واجب دم کو مکہ کے سوا کہیں اور ذبح نہ کیا جائے۔''(۹) نیز فرمایا: ''منیٰ کے اندر جس مقام میں آسانی ہو، بدنہ ذبح کیا جائے۔''(۱۰) (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹) نیز (مادہ احرام نمبر ۲)
حج کے اندر جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد ہدی ذبح کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جزج)

۴۔ واجب ہدی:

¤ احصار کے اندر واجب ہدی۔ (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۲)

¤ نذر کا ہدی۔ (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۳ کا جزواؤ)

¤ احرام کی خلاف ورزی مثلاً شکار مارنے کی صورت میں واجب ہونے والا ہدی (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جزب کا جز ۵) سلے ہوئے کپڑے پہننے کی صورت میں واجب ہونے والا ہدی (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جزد کا جز ۲) بال مونڈنے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ھ) ناخن کترنے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز واؤ) سینگی لگوانے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ل) اور عورتوں سے مباشرت کی صورت میں واجب ہونے والے ہدی (دیکھئے مادہ احرام ۸ کا جز ی اور نمبر ۹)

¤ حج کے افعال کے اندر خلاف ورزیوں پر واجب ہونے والے ہدی مثلاً طواف قدوم میں رمل یا اضطباع ترک کرنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱ کا جز ۵)، عرفات سے امام سے پہلے چل پڑنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۳ کا جز ب) مزدلفہ میں وقوف ترک کر دینا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز اُ) اور طواف وداع ترک کر دینا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹)

¤ حج فاسد کرنے کی صورت میں واجب ہونے والا ہدی۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹)

¤ حج تمتع کرنے کی صورت میں واجب ہدی۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کے جز ب کا جز ۶)

¤ حج قران کرنے کی صورت میں واجب ہدی۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کا جز ج)

۵۔ ہدی کا گوشت کھانا: ہدی دینے والے کے لیے شکار مارنے کے جرمانے والے ہدی اور نذر کے ہدی کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ ان دونوں کے سوا دیگر ہدی کا گوشت کھانا اس کے لیے جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۸) یہ گوشت وہ کافر کو بھی کھلا سکتا ہے لیکن شکار مارنے کے جرمانے والے ہدی کا گوشت کافر کو نہیں کھلا سکتا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹)

ھرّ (بلاّ)

بلے کی بیع کا جواز۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جز اُ کا جز ۱)

بلے یا بلی کے جھوٹے پانی کے حکم کے متعلق حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

حرف الھاء میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۸۸

(۲) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸ ب

(۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۷

(۴) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۴ ب

(۵) المجموع ج ۸ ص ۲۸۱

(۶) المحلی ج ۷ ص ۱۵۲

(۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۳

(۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۹۳ ب

(۹) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۷، ۲۰۱ ب، المحلی ج ۷ ص ۲۱۳

(۱۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰۱ ب

حرف الواوٗ

والدان (والدین) دیکھئے مادہ اب اور مادہ ام

وتر (وتر کی نماز)

۱۔ تعریف: وتر کی نماز عشاء کی نماز کے بعد پڑھی جانے والی ایک یا تین رکعات نماز ہے۔

۲۔ وتر کی نماز کا وقت۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ کے جز اُ کا جز ۸)

وتر کی نماز کا طریقہ۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کا جزم)

وحش (جنگلی جانور)

۱۔ تعریف: جو جانور انسان کے ساتھ مانوس نہ ہو، اسے وحش کہتے ہیں۔

۲۔ کتے اور سور کے سوا دیگر تمام وحشی جانوروں اور پرندوں کا لعاب، گوشت اور جھوٹا پانی پاک ہے۔ (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جز ب)

¤ تمام پرندوں کا خواہ وہ وحشی ہوں یا غیر وحشی، پیشاب اور بیٹ پاک ہے۔ (دیکھئے مادہ بول نمبر ۲ کا جز ب نیز (مادہ نجاسۃ نمبر ۳ کا جز ب)

¤ کن وحشی جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے۔ (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ب)

¤ وحشی جانوروں کا شکار۔ (دیکھئے مادہ صید)

¤ حرم کے اندر وحشی جانور شکار کرنا اور شکاری پر عائد ہونے والا جرمانہ۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۸ کا جز ب)

¤ بدک کر بھاگ جانے والے جانور کی ذبح۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۶ کا جز د)

وڈی (ودی)

پیشاب کرنے کے بعد عضو تناسل سے خارج ہونے والی رطوبت کو ودی کہتے ہیں۔

ودی نجس ہے۔ (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر ۲ کا جز داؤ)

ودی خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۵ کا جز اُ)

ودیعۃ (ودیعت)

ودیعت اس مال کو کہتے ہیں جو کسی کے پاس بغرض حفاظت بلا اجرت رکھ دیا جائے۔

ودیعت کا تعلق امانت کے عقود سے ہے۔ اس کے احکام معلوم کرنے کے لیے دیکھئے مادہ امانۃ۔

وشم (گوندنا)

جسم کے کسی حصے پر سوئیاں چبھو کر نشان بنانے اور اسے نیلا یا سبز رنگ دینے کو وشم کہتے ہیں۔ یہ زیبائش کی ایک صورت ہے۔

وشم کا حکم۔ (دیکھئے مادہ زینۃ نمبر ۳)

وصیۃ (وصیت)

۱۔ تعریف: بلاعوض اس تملیک کو وصیت کہتے ہیں جس کی اضافت مابعد الموت کی طرف کی گئی ہو۔

۲۔ وصیت کا حکم:

اَ۔ اولاد کی طرف سے اپنے والدین اور اقارب کے لیے وصیت واجب تھی۔ پھر والدین کے لیے نیز وارث بننے والے اقارب کے لیے اس کی ممانعت ہوگئی اور وارث نہ بننے والے اقارب کے لیے اس کا وجوب باقی رہا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر وصیت حق ہے کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آجائے، وہ معروف طریقے سے وصیت کرے۔ معروف سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے اقارب کے لیے ایسی وصیت کرے جس سے اس کے ورثاء کو نقصان نہ پہنچے اور اس میں نہ تو اسراف ہو اور نہ کنجوسی۔''(۱) سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۰ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(تم پر فرض کر دیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے اور اگر وہ کوئی مال چھوڑ رہا ہو تو وہ والدین اور اقارب کے لیے معروف طریقے سے وصیت کرے۔ یہ پرہیزگاروں پر ایک حق کے طور پر ہے۔)

اس کی تفسیر میں حسن بصری نے فرمایا: ''اس آیت کا حکم والدین اور اقارب کے لیے ایک واجب حق کے طور پر ثابت تھا۔ پھر جب آیت مواریث نازل ہوئی اور والدین کی میراث فرض کر دی گئی تو اس آیت کے ذریعے والدین نیز ہر وارث کے لیے وصیت کا حکم منسوخ کر دیا گیا اور وارث نہ بننے والے اقارب کے لیے وصیت کی فرضیت بحالہ باقی رہی۔''(۲)

ب۔ جس وصیت کا ہم نے ذکر کیا ہے، وہ اس شخص پر واجب نہیں ہوتی جو ایک ہزار درہم سے کم کا مالک ہو کیونکہ مذکورہ بالا آیت میں ارشاد باری ہے (اور اگر وہ کوئی مال چھوڑ رہا ہو) حسن بصری کے نزدیک مال کی کم سے کم مقدار ایک ہزار درہم ہے۔ مفسر قرطبی نے غلطی سے اسے ایک ہزار دینار کہا ہے۔(۳) تاہم اس کی وجہ سے قرطبی کی جلالت شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انسان کے شرف کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس کے معایب بھی شمار میں آتے ہوں۔

ج۔ انسان پر اللہ کے جو مالی حقوق ہوں، مثلاً زکوٰۃ اور کفارات یا بندوں کے حقوق ہوں مثلاً دین اور امانت تو اس پر ان کی ادائیگی کی اس صورت میں وصیت واجب ہے جب وہ کسی سبب کی بنا پر اپنی زندگی میں ان کی ادائیگی نہ کر سکا ہو۔ ان حقوق کی ادائیگی اس کے پورے مال سے کی جائے گی۔ حسن بصری نے اس شخص

کے بارے میں جو اپنے اوپر کسی واجب شدہ حق کی ادائیگی کی وصیت کر جائے مثلاً حج یا کفارۂ ظہار یا کفارۂ یمین وغیرہ کی ادائیگی کی، فرمایا: ''یہ وصیت اس کے پورے مال سے پوری کی جائے گی۔''(۴)

۳۔ وصیت میں تبدیلی: اگر کوئی شخص وصیت کرے اور پھر اس کی تبدیلی کا خیال اس کے دل میں پیدا ہو جائے تو وہ اسے تبدیل کر سکتا ہے۔ خواہ اس تبدیلی کی زد میں وہ چیز آ جائے جس کی اس نے وصیت کی ہو یا وہ جہات یعنی وہ افراد آ جائیں جن کے حق میں وصیت کی گئی ہو۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص ایک وصیت کرے اور اس کے بعد اسی سلسلے میں دوسری وصیت کر دے تو بعد کی وصیت پر عمل کیا جائے گا۔''(۵) نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص کوئی وصیت کرے تو وہ اس میں جس طرح چاہے، تبدیلی کر سکتا ہے۔'' آپ سے پوچھا گیا کہ: ''کیا غلام آزاد کرنے کی وصیت میں بھی تبدیلی کر سکتا ہے؟'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''عتاق اور غیر عتاق دونوں سے متعلقہ وصیت میں وہ تبدیلی کر سکتا ہے۔''(۶)

۴۔ وصیت کی انواع: وصیت کی دو قسمیں ہیں۔ مطلق وصیت اور مقید وصیت۔

مطلق وصیت وہ ہے جس میں کسی معین زمانے کی قید نہ ہو۔ مثلاً وہ یہ کہے: ''میں فلاں کے لیے اتنی رقم کی وصیت کرتا ہوں۔'' یا: ''فلاں کے لیے اتنا مال ہے۔'' ایسی وصیت اپنی تمام شرائط کے ساتھ جاری ہوگی الا یہ کہ وہ اسے تبدیل کر دے۔ اگر وہ اس وصیت میں کوئی تبدیلی کیے بغیر وفات پا جائے تو یہ وصیت بجنسہ جاری ہوگی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنی بیماری کے دوران کوئی وصیت کرے اور پھر تندرست ہو جائے اور اپنی مذکورہ وصیت میں کوئی تبدیلی نہ کرے تو اس کی وصیت میں مذکورہ تمام باتیں جائز ہوں گی۔''(۷)

کسی معین زمانے کے ساتھ مقید وصیت اس زمانے کے گزر جانے کے ساتھ باطل ہو جائے گی مثلاً اگر ایک شخص کہے کہ: ''اگر میں اپنی اس بیماری یا سفر میں وفات پا گیا تو میرا غلام آزاد ہے اور فلاں کے لیے اتنا مال ہے۔'' اور پھر وہ بیماری سے صحت یاب ہو جائے یا اپنے سفر سے واپس آ جائے تو اس کی مذکورہ وصیت باطل ہو جائے گی۔ اگر وہ اس کے بعد وصیت کی تجدید یا کوئی اور وصیت کیے بغیر وفات پا جائے تو بلا وصیت وفات پانے والا شمار ہوگا۔(۸)

۵۔ وصیت کنندہ (موصی):

أ۔ وصیت ایک تبرع یعنی رضا کارانہ طور پر نیکی کا کام ہے۔ اس لیے وصیت کنندہ کے لیے عاقل و بالغ ہونے کی اسی طرح شرط ہے جس طرح تبرع کرنے والے کے لیے ہے۔ (دیکھیے مادہ تبرع نمبر ۲ کا جزب) نیز (مادہ حجر نمبر ۲ کے جز أ کا جز ۲) نیز (مادہ صغیر نمبر ۶)

ب۔ مریض کی وصیت: اگر بیمار آدمی کوئی مطلق وصیت کرے تو یہ وصیت اپنی شرائط کے ساتھ جائز ہوگی لیکن اگر وہ مقید وصیت کرے مثلاً یہ کہے کہ: ''اگر میں اس بیماری کے اندر وفات پا جاؤں تو فلاں کو اتنا مال مل جائے گا۔'' تو اس کی شفایابی کے ساتھ یہ وصیت باطل ہو جائے گی۔ (دیکھیے مادہ وصیۃ نمبر ۴)

ج۔ کسی تہمت کے تحت گرفتار شدہ قیدی کی وصیت جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲ کے جزب کے جز ۲ کا جز ھ)

۶۔ وصی:

اَ۔ وصی اس شخص کو کہتے ہیں جسے مرنے والے یا ولی یا قاضی نے کسی ایسے فرد کے مال کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی ہو جو قانونی طور پر قاصر ہو یعنی بالغ نہ ہونے یا دیوانگی وغیرہ کی بنا پر تصرفات کی اہلیت نہ رکھتا ہو۔

ب۔ وصی پر لازم ہے کہ وہ میت کے ترکہ کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی تجہیز و تکفین نیز تدفین عمل میں لائے۔ پھر اس کے دیون کی ادائیگی کرے اور پھر اس کی وصیتیں جاری کرے اور پھر باقی ماندہ ترکہ اس کے ورثا کے درمیان اللہ کی طرف سے مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کر دے۔ اس کے لیے وصیت کے اندر کمی بیشی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ امین ہوتا ہے۔ ایک شخص کی وفات ہوگئی۔ اس نے اپنے رشتہ داروں کے لیے کوئی وصیت کی تھی۔ لوگوں نے اس وصیت کو قلیل تصور کرتے ہوئے وصی (مسلم بن عطاء القرشی) سے کہا کہ اگر آپ اس میں کوئی اضافہ کر دیں تو بہتر ہوگا۔ مسلم نے جواب میں کہا کہ وصیت کنندہ نے ان کے لیے جس بات کی وصیت کی ہے، اس میں میں اضافہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے مسلم سے کہا کہ آپ اس بارے میں حسن بصری سے پوچھ لیں۔ چنانچہ مسلم حمید الطّویل کو ساتھ لے کر حسن بصری کے پاس گئے اور آپ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''میری رائے ہے کہ وصیت کنندہ نے ان کے لیے ایک چیز مقرر کر دی ہے۔ تم اسی مقررہ چیز پر بس کرو۔''(۹)

ج۔ وصی کا عادل ہونا شرط ہے کیونکہ اس کی حیثیت امین کی ہوتی ہے۔ اگر وصیت کے بعد وصی پر فسق طاری ہو جائے تو اس سے اس کی ولایت زائل نہیں ہوگی البتہ اس کے ساتھ ایک اور امین کا اضافہ کر دیا جائے گا جو اس کی معیت میں معاملات کی دیکھ بھال کرے گا۔ اس لیے کہ مذکورہ امین کے ذریعے مال کی حفاظت ممکن ہونے کے ساتھ وصیت کے اندر وصی کو باقی رکھنے کی وجہ سے اس کی دیکھ بھال کا بھی حصول ہو جائے گا اور اس طرح دونوں حق یکجا ہو جائیں گے۔

د۔ وصی کی طرف سے نابالغ کا نکاح کرا دینا۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کا جز ب)

¤ وصی یتیم کے لیے شفعہ حاصل کر سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ شفعہ نمبر ۳ کا جز ب)

¤ یتیم کے مال کے ذریعے وصی کی تجارت۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جز د) نیز (مادہ صغیر نمبر ۸ کے جز اَ کا جز ۲)

¤ میراث سے وصی کی خریداری کی کراہت۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ ترکہ نمبر ۲)

¤ محجور کے حق میں وصی کی گواہی۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کا جز ج)

¤ یتیم کے مال سے وصی کا اپنے لیے خرچہ حاصل کرنا۔ (دیکھئے مادہ نفقۃ نمبر ۶)

¤ وصی کا میت کے مال کی زکوٰۃ نکالنا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز د)

۷۔ موصی الیہ (وہ شخص جس کے حق میں وصیت کی جائے)

أ۔ وارث: اصولی بات تو یہ ہے کہ وارث کے حق میں وصیت نہیں ہوتی۔اس لیے کہ یہ بات نہ صرف اللہ کے قائم کردہ میزان انصاف میں خلل پیدا کر دیتی ہے بلکہ وارثوں کے سینوں کو ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور عداوت سے بھر دیتی ہے۔تاہم اگر موصی کی وفات کے بعد اس کے ورثاء کسی ایک وارث کے حق میں اس کی کی ہوئی وصیت کو برقرار رہنے دیں تو اس صورت میں یہ وصیت جائز ہو جائے گی۔حسن بصری نے فرمایا: ''کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہوتی الا یہ ورثا چاہیں۔''(۱۰)

ب۔ قاتل: حسن بصری کی رائے تھی کہ قاتل اپنے مقتول کی اس وصیت کی کسی چیز کا علی العموم مستحق نہیں ہوگا جو اس نے اس کے حق میں کی ہو۔لیکن اگر موصیٰ الیہ موصی کو مار کر زخمی کر دے اور پھر مجروح اس کے حق میں وصیت کرے اور وفات پا جائے تو اس صورت میں جارح (زخمی کرنے والا) موصیٰ الیہ مذکورہ وصیت کا مستحق بن جائے گا اس لیے کہ زخمی ہونے کے بعد وجود میں آنے والی وصیت اس شخص سے برمحل صادر ہوئی تھی جو اس کی اہلیت رکھتا تھا اور وصیت کو باطل کر دینے والی کوئی بات اس پر طاری نہیں ہوئی تھی۔البتہ اگر وصیت زخمی کرنے اور اس کی وجہ سے وفات پانے سے پہلے وجود میں آئی ہو تو پھر جارح موصیٰ الیہ مذکورہ وصیت کا کسی طرح بھی مستحق نہیں بنے گا۔اس لیے کہ اس وصیت پر قتل کا فعل طاری ہو گیا تھا جس نے اسے باطل کر دیا تھا۔(۱۱)

ج۔ غلام: موصیٰ الیہ غلام یا تو موصی کا غلام ہوگا یا کسی اور کا۔

۱۔ پہلی صورت میں اس کے آقا نے اس کے لیے اپنے کسی معین مال مثلاً مکان، کپڑے یا مثلاً سو درہم وغیرہ کی وصیت کی ہوگی۔ایسی صورت میں ورثاء کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو اس وصیت کو برقرار رہنے دیں اور غلام کو مذکورہ مال دے دیں اور چاہیں تو اس وصیت کو رد کر دیں۔(۱۲) یا آقا نے اپنے غلام کے حق میں اپنے مال کے کسی مشاع یعنی مشترک حصے مثلاً تہائی یا دسویں حصے وغیرہ کی وصیت کی ہوگی۔ایسی صورت میں اس کے ورثاء غلام کو وصیت کے اندر اس کے حصے کے تحت آزاد کر دیں گے۔آزاد کرنے کے بعد اگر وصیت کے مذکورہ حصے کا کچھ مال بچ جائے تو وہ غلام کے حوالے کر دیا جائے گا۔اگر غلام کے حق میں کی گئی وصیت کا مال اسے آزاد کرنے کے لیے کافی نہ ہو تو اس صورت میں غلام کو مذکورہ مال کے بقدر آزاد کر کے باقی رقم کے لیے اس سے سعی کرائی جائے گی۔(۱۳) حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنے مملوک کے حق میں سو یا دو سو درہم کی وصیت کر جائے تو اولیاء یعنی ورثاء کی رضامندی کی صورت میں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اگر وہ اپنے تہائی مال سے اس کے حق میں کسی چیز کی وصیت کر جائے تو یہ اس کی آزادی کا ایک حصہ ہوگی۔''(۱۴)

۲۔ اگر موصیٰ الیہ کسی اور کا غلام ہو تو وصیت جائز ہوگی۔حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص غیر کے غلام کے متعلق وصیت کرے تو یہ وصیت جائز ہوگی۔''(۱۵)

د۔ مہتم شخص: اگر موصی ورثاء کو نقصان پہنچانے کی خاطر یا غیر قانونی اور ناجائز اخراجات پر پردہ ڈالنے کی غرض

سے یا اسی قسم کی کسی اور وجہ کے تحت وصیت کرنے پر مجبور ہوا ہو تو یہ وصیت باطل ہوگی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''ایک شخص کی وصیت کو اس کے مقررہ مصرف میں صرف کیا جائے الا یہ کہ موصیٰ بہ (وہ چیز جس کی وصیت کی گئی ہو) تہمت کی زد میں ہو۔''(۱۶)

ھ۔ کافر: مسلمان کے لیے کافر کے حق میں وصیت کرنا جائز ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''مسلمان کافر کے لیے وصیت کرسکتا ہے۔ سورۂ احزاب آیت نمبر ۶ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں سب ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے بڑھ کر ایک دوسرے سے لگاؤ رکھتے ہیں الا یہ کہ تم اپنے رفیقوں کے ساتھ احسان کرنا چاہو۔'' حسن بصری نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''الا یہ کہ تمہارا کوئی رشتہ دار ہو جو تمہارے مذہب پر نہ ہو اور تم اس کے حق میں کسی چیز کی وصیت کر جاؤ۔ ایسا شخص نسب کے اندر تمہارا ولی یعنی رفیق ہوگا، دین کے اندر ولی نہیں ہوگا۔''(۱۷)

و۔ غائب شخص: اگر ایک شخص کہیں چلا گیا ہو تو اس کے حق میں بھی وصیت جائز ہوگی اور یہ وصیت اس کے قبول پر موقوف ہوگی۔ اگر وہ اسے قبول کرلے تو درست ہو جائے گی اور اس کے بعد اسے مذکورہ وصیت رد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی غائب شخص کے حق میں وصیت کرے اور پھر یہ غائب شخص آ جائے اور وصیت کا اقرار کرلے اور اس کے بعد انکار کردے تو اسے ایسا کرنے کا حق نہیں ہوگا۔''(۱۸)

ز۔ قرابت دار: حسن بصری کی رائے تھی کہ غیر وارث قرابت داروں کے لیے وصیت واجب ہے۔ یہ بات (مادہ وصیۃ نمبر ۲ کے جز أ) میں گزر چکی ہے۔ خواہ مذکورہ قرابت دار مال دار کیوں نہ ہوں۔ سعید بن منصور نے اپنی سند کے ذریعے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آپ قرابت داروں کے لیے وصیت کرنے کا حکم دیتے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ: ''خواہ یہ قرابت دار مال دار کیوں نہ ہوں؟'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''ان کی مال داری انہیں اس حق سے روک نہیں سکتی جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کردیا ہے۔''(۱۹)

اگر کوئی شخص اپنے قرابت داروں کے لیے کوئی وصیت کرے تو اس کا دو تہائی حصہ چچاؤں کو ملے گا اور ایک تہائی حصہ ماموؤں کے لیے ہوگا۔''(۲۰) پھر ان کے اندر: ''قریب ترین مستحق ترین'' کا اصول کارفرما ہوگا۔ وصیت کے اندر مذکر اور مونث دونوں کے درمیان یکسانیت ہوتی ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنے قرابت داروں کے لیے وصیت کرے تو یہ وصیت ان قرابت داروں کے لیے ہوگی جو پشت کے اعتبار سے زیادہ قریب ہوں گے۔ اس میں مذکر اور مونث دونوں یکساں ہوں گے۔''(۲۱)

اگر ایک شخص اپنے قرابت داروں کو چھوڑ کر غیروں کے حق میں وصیت کر جائے اور وصیت شدہ چیز کے تین حصے کیے جائیں گے۔ ایک حصہ ان غیروں کا ہوگا اور دو حصے قرابت داروں کے لیے ہوں گے۔ ایسے ہی شخص کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: ''اس کی وصیت کے تین حصے کیے جائیں گے۔ دو حصے قرابت داروں کے ہوں گے اور ایک حصہ غیروں کا ہوگا۔''(۲۱ب) مفسر قرطبی نے اس سلسلے میں حسن بصری کا

مسلک نقل کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے، اس سے ان کا مقصد بھی یہی ہے ورنہ ان کی کہی ہوئی بات غلط ہو گی۔ انہوں نے کہا ہے کہ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اقرباء کے سوا دیگر افراد کے حق میں وصیت کر جائے تو یہ وصیت اقرباء کے حق میں لوٹا دی جائے گی اور اگر یہ وصیت کسی اجنبی کے حق میں ہو گی تو یہ اجنبی ان اقرباء کے ساتھ ہو گا۔ اقرباء کو چھوڑ کر غیروں کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔''(۲۲)

ح۔ بنی فلاں: اگر ایک شخص بنی فلاں (ایک شخص کے خاندان) کے لیے کسی رقم کی وصیت کر جائے تو یہ رقم اس خاندان کے افراد کے درمیان تقسیم کر دی جائے گی اور اس تقسیم میں خاندان کے فقیر اور مال دار نیز مرد اور عورتیں یکساں ہوں گی۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو بنی فلاں کے لیے وصیت کر جائے، فرمایا: ''اس کی اس وصیت میں مذکورہ خاندان کے مالدار، فقیر، مذکر اور مونث سب یکساں ہوں گے۔''(۲۳)
البتہ اگر وصیت کنندہ نے ان کے درمیان فرق کیا ہو مثلاً کہا ہو کہ: ''ان کے فقیر کو اتنا دیا جائے اور مال دار کو اتنا'' یا یہ کہ: ''ان کے مردوں کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا'' تو ایسی صورت میں موصی کے قول کے مطابق وصیت کی تقسیم ہو گی۔ کسی خاندان کے لیے وصیت کرنے والے شخص کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: ''اس خاندان کے مذکر اور مونث اس کی وصیت میں یکساں ہوں گے الا یہ کہ اس نے کہا ہو کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔''(۲۴)

ط۔ کچھ اشخاص کے لیے تسلسل کی صورت میں وصیت: اگر کوئی شخص چند افراد کے لیے ایک چیز کی وصیت اس طرح کرے کہ ایک کی وفات کے بعد دوسرا شخص اس چیز کا وارث بن جائے گا تو مذکورہ چیز ان افراد میں سے پہلے کی ہو گی اور اس کی وفات کے بعد اس کے ورثاء کو مل جائے گی۔ اس لیے کہ وصیت موت کے بعد تملیک تام کا نام ہے اور جب یہ تملیک تام ہے تو پھر ملکیت کے اندر مالک کے سوا کسی اور فرد کی شرط بے معنی ہو گی۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جس نے وصیت کی ہو کہ میرا ایک تہائی مال فلاں کو اور جب وہ وفات پا جائے تو فلاں کو ملے، فرمایا: ''یہ مال پہلے کو ملے گا۔''(۲۵)

ی۔ وصیت کی شرط کے ساتھ ہبہ: اگر کوئی شخص کسی کو اس شرط کے ساتھ کوئی چیز ہبہ کر دے کہ اس کی وفات کے بعد یہ چیز فلاں کو مل جائے گی تو وصیت کی یہ شرط لغو ہو گی کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد ہبہ نہ تو مقتضی ہے اور نہ اس کے مناسب۔ اگر ایک شخص کہے کہ: ''میری تلوار فلاں کے لیے ہے یعنی ہبہ کے طور پر اور اگر وہ وفات پا جائے تو فلاں کے لیے اور اگر وہ وفات پا جائے تو یہ تلوار میری طرف لوٹ آئے گی۔'' اس کے متعلق حسن بصری نے فرمایا: ''یہ تلوار پہلے کی ہو جائے گی۔''(۲۶) (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۵)

ک۔ موصیٰ الیہ کی موت: اگر ایک شخص کسی کے لیے کوئی وصیت کرے اور پھر موصیٰ الیہ موصی سے پہلے وفات پا جائے اور موصی اپنے وصیت میں کوئی تبدیلی نہ کرے تو حسن بصری کے قول کے مطابق یہ وصیت موصیٰ الیہ کے ولد کے لیے ہو جائے گی۔(۲۷) (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جز ا کا جز ۲)

۸۔ موصیٰ بہ (وہ چیز جس کی وصیت کی گئی ہو)

ز۔ وصیت کے اندر خون بہا کا دخول: قتل خطا کا خون بہا میت کے ترکہ میں شامل ہوگا اور اس کی کی ہوئی وصیت اس میں سے پوری کی جائے گی۔ بنا بریں اگر ایک شخص اپنے تہائی مال یا مال کے کسی مشاع یعنی مشترک حصے کی وصیت کر لے اور پھر غلطی سے وہ قتل ہو جائے اور اس کی دیت وصول کر لی جائے تو اس صورت میں موصیٰ الیہ اس دیت کے اندر بھی اپنے حصہ وصیت کا حق دار ہوگا۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو اپنا تہائی مال وصیت کرے اور پھر خطاءً قتل ہو جائے، فرمایا: ''دیت کا تہائی حصہ اس کے تہائی مال میں شامل ہو گا۔''(۲۸)

ب۔ تہائی مال سے زائد کی وصیت:

۱۔ کسی شخص کے لیے اپنے مال کے تہائی حصے سے زائد کی وصیت جائز نہیں ہے الا یہ کہ ورثاء اس کی اجازت دے دیں۔ اگر ایک شخص اپنے مال کے تہائی حصے سے زائد کی وصیت کر دے اور ورثاء اس وصیت کی اجازت دیدیں تو اس کے بعد انہیں اپنی اجازت سے رجوع کر لینے کا اختیار نہیں ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا کہ اگر ایک شخص اپنے ورثاء سے اپنے مال کے تہائی سے زائد کی وصیت کی اجازت مانگے اور وہ اسے اس کی اجازت دیدیں تو اس کی وفات کے بعد انہیں اس اجازت سے رجوع کر لینے کا اختیار نہیں ہوگا۔'' (۲۹)

۲۔ اگر ایک شخص کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو وہ اپنے مال کے تہائی سے زائد کی وصیت کر سکتا ہے۔(۳۰) حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو کسی مسلمان کے ساتھ دوستی کا معاہدہ (عقد موالات) کر لے اور پھر اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائے، فرمایا: ''وہ اس کا وارث نہیں ہوگا البتہ اگر چاہے تو اپنا سارا مال اس کے حق میں وصیت کر سکتا ہے۔''(۳۱)

ج۔ نسبت کی صورت میں وصیت: اگر ایک شخص ایک سے زائد افراد کے لیے اپنے مال کے تہائی سے زائد کی اس طرح وصیت کر جائے کہ مثلاً اس فرد کے لیے نصف، اس فرد کے لیے تہائی اور اس فرد کے لیے چوتھائی۔'' اور دوسری طرف ورثاء اس وصیت کی اجازت نہ دیں تو ایسی صورت میں مذکورہ افراد میں سے ہر فرد موصی کے تہائی مال میں سے وصیت شدہ نسبت سے اپنا حصہ وصول کر لے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنے مال کا نصف حصہ کسی کے لیے اور تہائی حصہ کسی اور کے لیے وصیت کر جائے تو دونوں اس کے تہائی مال میں سے اپنے اپنے حصوں کی نسبت سے حصہ پائیں گے۔''(۳۲)

د۔ ایک معین رقم اور نسبت کی صورت میں وصیت: اگر ایک شخص کسی کے حق میں معین رقم مثلاً ایک سو درہم کی اور دوسرے کے حق میں ایک نسبت مثلاً اپنے مال کے چوتھائی حصے کی وصیت کر جائے اور اس کے مال کے تہائی حصے کے اندر دونوں وصیتیں پوری کرنے کی گنجائش نہ ہو جب کہ دوسری طرف اس کے ورثاء تہائی سے زائد وصیت کی اجازت نہ دیں تو ایسی صورت میں دیکھا جائے کہ سو درہم کی رقم اس کے مال کے کتنے حصے کے برابر ہے۔ آٹھویں حصے کے یا چھٹے حصے کے یا........ اور پھر دونوں موصیٰ الیہ اس کے تہائی مال کو

اپنے درمیان اسی نسبت سے تقسیم کرلیں گے۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو چند درہموں نیز اپنے مال کے چھٹے حصے یا کسی اور حصے کی وصیت کر جائے، فرمایا: ''اس کے تمام موصی الیہ حصہ پائیں گے۔'' (۳۳)

ھ۔ عتق کی وصیت:

ا۔ اگر ایک شخص کئی وصیتیں کر جائے اور ان میں غلام آزاد کرنے کی وصیت بھی شامل ہو تو اسے آزاد کرنے کے ساتھ ابتدا کی جائے گی۔ اگر اس کے بعد تہائی مال کا کوئی حصہ بچ رہے تو دیگر موصیٰ الیہ اپنے درمیان یہ مال اپنے حق میں وصیت کی نسبت سے تقسیم کرلیں گے۔ اگر عتق کے بعد کوئی مال نہ بچے تو انہیں کچھ نہیں ملے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر وصیت اور عتق دونوں ہوں تو عتق کے ساتھ ابتدا کی جائے گی خواہ اس میں سارا تہائی مال ہی کیوں نہ لگ جائے۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۴ کا جز ب اور نمبر ۷ کے جز ب کے جز ۴ کا جز ب)

۲۔ اگر کوئی شخص اپنی وصیت میں کہے کہ: ''میرا ہر غلام آزاد ہے۔'' اور اس کا ایک غلام بھاگا ہوا ہو تو حسن بصری کے قول کے مطابق بھاگا ہوا یہ غلام آزاد نہیں ہوگا۔ (۳۴) (دیکھئے مادہ اباق نمبر ۲ کا جز ب)

و۔ کسی واجب فعل مثلاً حج، زکوٰۃ، کفارۂ ظہار، کفارۂ یمین یا اسی طرح کے دیگر افعال کی وصیت۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۵ کا جز ا) نیز (مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز د) نیز (مادہ وصیۃ نمبر ۲ کا جز ج) اور (مادہ کفارۃ نمبر ۷)

ز۔ نکاح کے اندر ولایت کی وصیت (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵ کے جز ا کا جز ۲)

۹۔ وصیت کی توثیق: تحریر یا گواہی کے ذریعے وصیت کی توثیق مسنون ہے۔ ایک شخص جب تک وصیت کی تحریر خود نہ پڑھ لے اور اس کے مضمون سے آگاہ نہ ہو جائے، اس وقت تک اس وصیت کا گواہ بننا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا۔ حسن بصری وصیت کی مہر شدہ تحریر کے مضمون کو جانے بغیر گواہ بننے کو مکروہ یعنی ناجائز تصور کرتے تھے۔ (۳۵)

وضوء (وضوء)

ا۔ تعریف: مخصوص اعضاء کو دھونے اور مسح کرنے کا نام وضو ہے جس کے ذریعے نماز کی ادائیگی کی اباحت ہو جائے۔

۲۔ وضو کا حکم: بے وضو شخص جب نماز (۳۶) یا طواف کا ارادہ کرے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱ کا جز ح) تو وضو کرنا اس پر واجب ہوگا کیونکہ یہ دونوں عبادتیں وضو کے بغیر درست نہیں ہوتیں اور ایسی چیز خود واجب ہوتی ہے جس کے ذریعہ کسی واجب چیز کا اتمام ہوتا ہو۔ استحاضہ والی عورت پر ہر نماز کے لیے وضو فرض ہے۔ (دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر ۳)

غسل سے پہلے وضو مسنون ہے۔ وضو کرنے والا اپنے پیر غسل سے فارغ ہونے کے بعد دھوئے۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۵ کا جز ج) قرآن کو ہاتھ لگانے کے لیے وضو کرنا مستحب ہے۔ (دیکھئے مادہ قرآن نمبر ۳ کا جز

ب) نیز (مادہ ذکر نمبر۲ کا جز د) حائضہ عورت کے لیے نماز کے اوقات میں بیٹھ کر تسبیح کرنے کے لیے بھی وضو مستحب ہے۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر۵ کا جز ج) نیز (مادہ ذکر نمبر۲ کا جز أ) اور سونے یا ہمبستری کرنے کے ارادے پر جنبی کے لیے بھی (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر۲ کا جز واؤ) اسی طرح میت کو غسل دینے سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر۴ کا جز ب اور د) نیز موذن کے لیے بھی اذان کی خاطر وضو مستحب ہے۔ (دیکھئے مادہ اذان نمبر۵) اور صفا مروہ کے درمیان سعی کے لیے بھی (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۲ کا جز ج)

۳۔ وضو کس پانی کے ساتھ کیا جائے گا؟: طاہر اور مطہر پانی کے سوا وضو کسی اور پانی کے ذریعے درست نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ ماء) دیگر مائعات خواہ پاک کیوں نہ ہوں، ان کے ساتھ وضو درست نہیں ہوتا۔ (۳۷) یہ بات حسن بصریؒ سے مروی دو روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت کے مطابق ہے۔ آپ نے فرمایا: ''نہ تو نبیذ کے ساتھ ہی اور نہ دودھ کے ساتھ وضو کیا جائے گا۔'' (۳۸) (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر۴ کا جز ج) وضو کے لیے ایک مُد پانی کافی ہے۔ (۳۹) حسن بصری نے فرمایا: ''لوگوں (صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ) کی رائے تھی کہ وضو کے لیے ایک مد پانی اور غسل کے لیے ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین سیر) پانی درکار ہوتا ہے۔'' (۴۰) آپ نے خود ایک کوزہ پانی سے وضو کیا تھا۔ (۴۱) کوزہ اس پیالے کو کہتے ہیں جس میں پانی پیا جاتا ہے اور اس میں ایک دستہ لگا ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا بڑا ہوتا ہے۔ بڑے کے اندر تقریباً ایک مد پانی آ جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصری نے جس کوزے سے وضو کیا تھا، وہ بڑا کوزہ تھا۔ واللہ اعلم۔

۴۔ وضو کے افعال:

أ۔ نیت: حسن بصری کی رائے تھی کہ وضو کی صحت کے لیے نیت شرط نہیں ہے۔ قرطبی نے آپ سے حکایت کی ہے کہ وضو اور تیمم نیت کے بغیر بھی درست ہو جاتے ہیں۔ (۴۲) (دیکھئے مادہ نیۃ)

ب۔ بسم اللہ پڑھنا: ابن قدامہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ وضو کے اندر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ (۴۲ب) ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ذریعے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص وضو کرنے لگے تو بسم اللہ پڑھے۔ اگر وہ بسم اللہ نہ پڑھے، پھر بھی کام چل جائے گا۔'' (۴۳)

ج۔ پانی کے برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے انہیں دھو لینا: حسن بصری وضو کے پانی والے برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے دونوں ہتھیلیاں دھو لینا واجب سمجھتے تھے۔ (دیکھئے مادہ غسل الیدین نمبر۱) ہتھیلیوں کے ہر حصے میں پانی پہنچانا واجب ہے۔ بنا بریں ہاتھ دھونے کے دوران انگلیوں کا خلال کرنا واجب ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پانی کے ذریعے اپنی انگلیوں کا خلال کر لو۔ اس سے پہلے کہ اللہ آگ کے ذریعے ان کا خلال کرے۔'' (۴۴) اگر تنگ انگوٹھی انگلی میں ہو تو اسے حرکت دینا واجب ہوگا تاکہ پانی اس کے نیچے تک پہنچ جائے۔ حسن بصری جب وضو کرتے تو اپنی انگوٹھی کو ہلا لیتے۔ (۴۵)

د۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا: حسن بصری کی رائے میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے تو اس کا وضو درست ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

بھول جائے، وہ اپنا وضو نہیں دہرائے گا۔''(۴۶) آپ کا قول ہے کہ جو شخص کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے، وہ کلی کر لے اور ناک میں پانی ڈال لے۔(۴۷) آپ کے اس قول کو استحباب پر محمول کیا جائے گا۔

ھ۔ چہرہ دھونا: چہرہ دھونے کا عمل فرض ہے اور قرآن کریم سے ثابت ہے۔ وضو کرنے والے کے چہرے کا جو پانی اس کی داڑھی پر بہہ جائے، وہ کافی ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''تمہاری داڑھی پر تمہارے چہرے کا جو پانی بہہ جائے، وہ کافی ہے۔ داڑھی کے خلال کی تمہیں ضرورت نہیں۔''(۴۸) تاہم داڑھی کا خلال مستحب ہے۔(۴۹) آپ بعض دفعہ داڑھی کا خلال کر لیتے اور بعض دفعہ نہیں کرتے تھے۔ بنابریں آپ سے یہ دونوں صورتیں مروی ہیں۔(۵۰)

و۔ کہنیوں تک ہاتھ دھونا واجب ہے: حسن بصری نے فرمایا: ''اگر کسی کا ہاتھ جوڑ سے کٹا ہوا ہو تو وضو کرتے وقت وہ اس جگہ کو دھوئے گا جہاں سے ہاتھ کٹا ہے۔ اگر ہتھیلی کٹی ہوئی ہو تو کہنی تک دھوئے گا۔''(۵۱)

ز۔ سر کا مسح: حسن بصری کی رائے تھی کہ پورے سر کا مسح واجب نہیں ہے بلکہ اگر سر کے ایک جز کا مسح کر لیا جائے تو یہ بات پورے سر کے مسح کے لیے کافی ہو جائے گی۔(۵۲) بنابریں آپ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص اپنی پیشانی کا یا پیشانی اور رخساروں کا مسح کر لے تو بھی درست ہو جائے گا۔(۵۴)

¤ ایک مرتبہ مسح کرنا واجب ہے۔ حسن بصری سر کا مسح کا ایک دفعہ مسح کرنے کا حکم دیتے تھے۔(۵۵)

¤ نئے پانی سے سر کا مسح شرط نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے فرمایا تھا کہ: ''تمہارے ہاتھ میں وضو کا جو پانی لگا ہوا ہو، اس کے ساتھ اگر تم سر کا مسح کر لو تو یہ کافی ہو جائے گا۔''(۵۶) نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص سر کا مسح بھول جائے اور اس کی داڑھی میں تری موجود ہو تو اس کے ساتھ اپنے سر کا مسح کر لے۔''(۵۷)

دوپٹے پر سر کے مسح کا عورت کے حق میں جواز (دیکھئے مادہ خمار نمبر ۳) نیز پگڑی پر مسح کا جواز (دیکھئے مادہ عمامۃ نمبر ۳)

ح۔ کانوں کا مسح: کان سر کا حصہ ہیں۔ سر کے ساتھ ان کا بھی مسح کیا جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''کان سر کا حصہ ہیں۔''(۵۸)

ط۔ پیروں کا مسح: حسن بصری کی رائے تھی کہ پیروں کا مسح ہی واجب ہے۔ وضو کرنے والا پیروں کے ظاہر و باطن کا مسح کرے گا۔(۵۹) اگر وہ مسح کرنے کی بجائے پاؤں دھو لے تو بھی جائز ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر وہ اپنے پیروں پر پانی ڈال لے تو بھی کافی ہوگا۔''(۶۰) اگر وہ موزے یا جراب پہنے ہوئے ہو تو ان پر مسح ان شرطوں کے ساتھ جائز ہوگا جن کا ذکر ہم نے (مادہ خف) اور (مادہ جورب) میں کر دیا ہے۔

ی۔ تین مرتبہ دھونا: وضو کے اندر یہ بات واجب ہے کہ جن اعضاء کا دھونا اور جن پر مسح واجب ہو، انہیں ایک مرتبہ دھویا جائے اور ایک مرتبہ مسح کیا جائے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''وضو ایک ایک مرتبہ ہے۔''(۶۱) اگر دھلنے والے اعضاء کو دو مرتبہ دھو لے تو بھی جائز ہوگا اور تین مرتبہ دھونا افضل ہے۔(۶۲)

ک۔ ترتیب: آیت وضو میں وضو کی جس ترتیب کا ذکر ہے، اس ترتیب کے ساتھ وضو کرنا واجب نہیں ہے۔ اگر اس ترتیب میں خلل واقع ہو جائے تو بھی جائز ہے۔ (۶۳) حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص وضو کے اندر اپنا کوئی عضو دھونا بھول جائے تو وہ وضو کا اعادہ نہ کرے خواہ وضو کا پانی خشک ہو چکا ہو یا خشک نہ ہوا ہو بلکہ چھوٹ جانے والے عضو کو دھو لے اور نماز لوٹا لے۔'' (۶۴) نیز فرمایا: ''جو شخص اپنے سر کا مسح بھول جائے اور اپنی داڑھی میں تری پائے تو اس کے ساتھ سر کا مسح کر لے اور نماز نئے سرے سے پڑھ لے۔ پیروں کو دوبارہ نہ دھوئے۔'' (۶۵)

ل۔ وضو کے افعال پے در پے کرنا: نووی نے: ''المجموع'' کے اندر حسن بصری سے حکایت کی ہے کہ اعضائے وضو کے درمیان موالات (تسلسل) چھوڑ دینا کوئی نقصان نہیں دیتا۔ (۶۶) لیکن ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ذریعے آپ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص وضو کرنے لگے اور وضو سے فارغ ہونے سے پہلے اس کے بعض اعضائے وضو خشک ہو جائیں تو اگر خشک ہو جانے کی یہ صورت وضو کے افعال کی وجہ سے پیش آئی ہو تو وہ اپنے پاؤں دھو کر وضو کی تکمیل کر لے اور اگر یہ صورت وضو کے افعال کے سوا کسی اور عمل کی وجہ سے پیش آئی ہو تو وہ نئے سرے سے وضو کرے۔ (۶۷) یعنی اگر اعضائے وضو کے درمیان فصل کسی ایسے عمل کی وجہ سے ہوا ہو جو وضو کے لیے ضروری تھا مثلاً یہ کہ وضو کا پانی ختم ہو گیا ہو اور متعلقہ شخص کنویں سے پانی نکالنے چلا گیا ہو تو اس صورت میں یہ فعل نقصان دہ نہیں ہو گا لیکن اگر یہ فصل کسی غیر ضروری فعل کی وجہ سے وجود میں آیا ہو مثلاً ایک شخص اپنا وضو درمیان میں چھوڑ کر اپنا مال کسی خریدار کے ہاتھ فروخت کرنے میں لگ گیا ہو اور جب دوبارہ وضو کی طرف لوٹا ہو تو اس کے اعضائے وضو خشک ہو چکے ہوں تو ایسی صورت میں وہ نئے سرے سے وضو کرے گا۔ میری رائے میں نووی کی نقل کردہ روایت کو اس صورت پر محمول کیا جائے جب وضو کے لیے کسی ضروری عمل کی وجہ سے اعضائے وضو کے درمیان فصل ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

م۔ دلک یعنی اعضاء کو ملنا: ''الاستذکار'' میں ذکر ہے کہ اعضائے وضو کو ملنے کے وجوب کے بارے میں حسن بصری سے دو قول منقول ہیں (۶۸) جب کہ ابن قدامہ نے: ''المغنی'' کے اندر اس کے بارے میں صرف ایک قول نقل کیا ہے یعنی یہ کہ دلک واجب نہیں ہے۔ (۶۹)

ن۔ زخم پر بندھی ہوئی پٹی یعنی جبیرہ اور عصابہ پر مسح کا جواز۔ (دیکھئے مادہ جبیرۃ نمبر ۲)

¤ وضو میں موزوں پر مسح کا جواز۔ (دیکھئے مادہ خف)

¤ وضو میں جرابوں پر مسح کا جواز۔ (دیکھئے مادہ جورب)

¤ وضو میں پگڑی اور دوپٹے پر مسح کا جواز۔ (دیکھئے مادہ عمامۃ نمبر ۳) نیز (مادہ خمار نمبر ۳)

¤ مہندی کی پٹیوں پر مسح کا عدم جواز۔ (دیکھئے مادہ خضاب نمبر ۲)

ھ۔ اعضائے وضو سے پانی خشک کر لینے کا جواز۔ (دیکھئے مادہ تنشیف)

۵۔ وضو فاسد کر دینے والے امور: درج ذیل امور سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

أ۔ اگلی یا پچھلی شرم گاہ سے کسی چیز کا خارج ہونا خواہ یہ پیشاب ہو یا پاخانہ۔ اس پر سب کا اجماع ہے یا خواہ یہ مذی ہو یا ودی، ان کے متعلق حسن بصری نے فرمایا کہ متعلقہ شخص اپنی شرم گاہ دھو لے اور نماز والا وضو کر لے۔ (۷۰) یا کوئی کیڑا ہو۔ آپ نے فرمایا: ''اگر کسی شخص کے دبر سے کیڑا خارج ہو جائے تو وہ وضو کرے۔'' (۷۱)

ب۔ ہوش گم ہو جانا خواہ یہ ہو بے ہوشی کی وجہ سے ہو (دیکھئے مادہ اغماء نمبر ۲ کا جزا) یا نیند کی وجہ سے۔ ہوش گم ہو جانا وضو ٹوٹ جانے کا سبب ہے۔ بنا بریں حسن بصری کھڑے کھڑے سو جانے یا بیٹھ کر یا لیٹ کر سو جانے کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے بشرطیکہ نیند کے اندر استغراق کی کیفیت پیدا ہو چکی ہو۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے سو جائے، اس پر وضو لازم ہو جائے گا۔'' (۷۲) لیکن اگر نیند کے اندر استغراق پیدا نہ ہوا ہو مثلاً ایک شخص کا سر نیند کی وجہ سے چند جھٹکے کھا لے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ حسن بصری کے سر کو نیند کے جھٹکے لگتے اور پھر آپ وضو کیے بغیر کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیتے۔ (۷۳) آپ فرماتے: ''اگر کسی کی نیند اس کے دل تک پہنچ جائے تو وہ وضو کر لے۔'' (۷۴)

ج۔ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانا: آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس میں وضو ہے۔ (۷۵) نیز فرمایا: ''جس چیز کے اندر آگ تغیر پیدا کر دے، اسے کھا لینے کے بعد وضو کرو'' (۷۶)

د۔ مشرکین کے ساتھ مصافحہ کرنا: آپ کی رائے میں مشرکین سے مصافحہ وضو توڑ دیتا ہے۔ (۷۷) اس لیے کہ حسن بصری کے نزدیک کافر کی نجاست کتے اور خنزیر کی نجاست کی طرح ہوتی ہے۔

ھ۔ نماز کے اندر قہقہہ مار کر ہنسنا: حسن بصری کی رائے تھی کہ نماز کے اندر قہقہہ مار کر ہنسنا نماز اور وضو دونوں کو فاسد کر دیتا ہے تاہم نماز سے باہر یہ وضو کو فاسد نہیں کرتا۔ (۷۸)

و۔ نماز سے باہر اگر وضو کے بارے میں شک پیدا ہو جائے تو نماز پڑھنے کے لیے وضو کرنا واجب ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ شک نمبر ۲)

ز۔ آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے اس شخص کے متعلق جو اپنا جانور ذبح کرے، فرمایا: ''وہ اپنے وضو کا اعادہ کرے۔'' تاہم ابن المنذر نے کہا ہے کہ میرے خیال میں یہ روایت حسن بصری سے ثابت نہیں ہے۔ (۷۹)

۶۔ وضو فاسد نہ کرنے والے امور:

أ۔ عورت کی ہمکناری: اگر اندام نہانی کے سوا کسی اور طرح سے عورت کے ساتھ مباشرت یعنی ہم آغوشی اور ہم کناری ہو جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ یہ ہاتھ لگانے یا ران پر ہاتھ پھیرنے یا بوس و کنار کی صورت میں ہو بشرطیکہ اس کے نتیجے میں مذی نہ نکلے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''بوسے کی وجہ سے وضو لازم نہیں ہوتا۔'' (۸۰) البتہ اگر مباشرت کے ساتھ مذی خارج ہو جائے تو پھر وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی مفہوم پر اس

روایت کو محمول کیا جائے گا جسے ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے واسطے سے اس شخص کے متعلق حسن بصری سے نقل کیا ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ فرج کے سوا کسی اور مقام پر جنسی عمل کر لے۔ اس روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''اگر عورت کو انزال ہو جائے تو وہ غسل کر لے۔ اگر اسے انزال نہ ہو تو وہ وضو کر لے اور جسم پر جس جگہ مرد کا مادۂ منویہ لگا ہو، اسے دھو ڈالے۔''(۸۱)

ب۔ شرم گاہ کو ہاتھ لگانا: حسن بصری کی رائے تھی کہ شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(۸۲) تاہم ابن عبدالبر نے: ''الاستذکار'' کے اندر حسن بصری سے اس کے برعکس روایت کرتے ہوئے حکایت کی ہے کہ مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔(۸۳)

ج۔ قے: آپ کی رائے تھی کہ قے خواہ منہ بھر کر آ جائے، اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ آپ نے فرمایا: ''قے کی وجہ سے وضو نہیں ہوتا۔''(۸۴) یونس نے آپ سے روایت کی ہے کہ اگر قے تھوڑی ہو تو اس کی وجہ سے وضو نہیں کرنا پڑے گا۔(۸۵) تھوڑی کی مقدار یہ ہے کہ منہ بھر کر نہ ہو۔

د۔ سبیلین کے سوا کسی اور مقام سے نجاست خارج ہونا: بغوی نے: ''شرح السنۃ'' کے اندر حسن بصری سے روایت کی ہے کہ درج بالا صورت کے اندر وضو نہیں ٹوٹتا۔(۸۶) جب کہ ہم نے آپ سے روایت کی ہے کہ جسم سے اگر خون بہہ پڑے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح منہ سے نکلنے والا خون اگر تھوک پر غالب ہو تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح منہ سے نکلنے والا خون اگر تھوک پر غالب ہو تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ (دیکھئے مادہ دم نمبر۴) پیپ کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کے متعلق آپ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ (دیکھئے مادہ دم نمبر۷)

ھ۔ تری: اگر کوئی شخص نماز کے اندر یا نماز سے باہر کپڑوں پر کوئی تری محسوس کرے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ یہ حکم اس شخص کے دل سے وسوسہ دور کرنے کے لیے عائد کیا گیا ہے نیز اس کے اندر یہ احتمال بھی ہے کہ مذکورہ تری استنجاء کے پانی کی تری ہو یا پچھلی شرم گاہ کا پسینہ یا اسی طرح کی کوئی اور صورت ہو۔ لیکن اگر تری قطرے کی صورت میں ٹپکی ہو تو پھر اس کے پیشاب ہونے کا یقین ہو جائے گا اور اس کے نتیجے میں وضو ٹوٹ جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''نماز پڑھنے کے دوران اگر نمازی تری محسوس کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۸۷) عبدالرزاق نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ اس تری میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے جو نمازی کو نماز کے اندر محسوس ہوا لایہ کہ وہ قطرہ بن کر ٹپک جائے۔(۸۸)

و۔ جلد پر تھوک مل لینا: آپ نے اس شخص کے متعلق جو اپنی جلد کو کھجلائے اور پھر اس پر تھوک مل لے، فرمایا: ''اس پر وضو کرنا لازم نہیں۔''(۸۹)

ز۔ ناک کو ہاتھ لگانا: ناک کو ہاتھ لگانے والے شخص کے بارے میں جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا الایہ کہ وہ ناک کو خون آلود کر دے۔(۹۰)

ح۔ بغل کے بال اکھیڑنا: آپ نے ایسا کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھا یعنی اس سے وضو نہیں ٹوٹتا الایہ کہ

بال اکھیڑنے کے ذریعے وہ خون نکال دے۔ (۹۱) نیز فرمایا: ''بغل کے بال اکھیڑنے میں کوئی وضو نہیں ہے۔'' (۹۲)

ط۔ جسم کا کوئی حصہ ناپاک ہو جانا: اگر جسم کا کوئی حصہ ناپاک ہو جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ آپ نے اونٹ یا بکری ذبح کرنے والے کے متعلق فرمایا: ''اگر اس کے جسم پر خون لگ جائے تو وہ اسے دھوڈالے۔ اس پر وضو لازم نہیں ہے۔'' (۹۳)

ی۔ کسی جاندار کو ہلاک کرنے کی بنا پر وضو لازم نہیں ہوتا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''کھٹمل مارڈالنے کی وجہ سے وضو لازم نہیں ہوتا۔'' (۹۴)

ک۔ گھٹیا گفتگو: حسن بصری نے فرمایا: ''باتیں کرنے، گالیاں دینے اور شور وغل مچانے کی وجہ سے وضو لازم نہیں ہوتا۔'' (۹۵)

ل۔ موزے اتار دینا: موزوں پر مسح کے بعد اگر انہیں اتار دیا جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (دیکھئے مادہ خف نمبر ۷)

م۔ بال اور ناخن کترنا: اگر کوئی شخص اپنے بال یا ناخن کترے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور بال یا ناخن والے مقام کو دھونا بھی اس کے لیے ضروری نہیں ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص وضو کرنے کے بعد اپنے بال یا ناخن کترلے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔'' (۹۶)

وطءٌ (ہمبستری)

ا۔ تعریف: عورت کے اندام نہانی میں مرد کے عضو تناسل کا ادخال وطء کہلاتا ہے۔

۲۔ موطوءۃ (وہ عورت جس کے ساتھ ہمبستری کی جائے)

نکاح اور ملک یمین کی بنا پر عورت کی اگلی شرم گاہ میں جنسی عمل (وطی) مباح ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ نکاح) نیز (مادہ تسری) تاہم اس کی پچھلی شرم گاہ (دبر) میں جنسی عمل کسی بھی حالت میں مباح نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ دبر نمبر ۲ کا جز أ) اسی طرح مرد کے دبر میں نیز جانور کے ساتھ ہمبستری کسی بھی حالت میں مباح نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ لواطۃ) نیز (مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ط) حائضہ اور نفاس والی عورت کے ساتھ ہمبستری حرام ہے (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز ز) نیز (مادہ نفاس) استحاضہ والی عورت کے ساتھ ہمبستری کے جواز کے متعلق حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ (دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر ۴ کا جز ب) ایسی لونڈی کے ساتھ استبراء کے دوران ہمبستری سے پرہیز کی جائے گی جس کا استبراء رحم ہو رہا ہو۔ (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۵ کا جز أ)

۳۔ ہمبستری کے آداب:

أ۔ مرد کے لیے ایسی حالت میں بیوی کے ساتھ ہمبستری جائز نہیں جب کہ اس کی دوسری بیوی اسے یا اس کی بیوی کو دیکھ رہی ہو یا ان کی آواز یا سانس کی رفتار سن رہی ہو۔ حسن بصری سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا

جس کی دو بیویاں ایک ہی کوٹھری میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''لوگ (صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ) وجس (ہلکی آواز) کو مکروہ سمجھتے تھے یعنی یہ کہ مرد اپنی ایک بیوی کے ساتھ ہمبستری کرے اور دوسری بیوی اس کی آواز سنے یا اسے دیکھتی رہے۔'' (۹۷)

ب۔ آقا اپنی لونڈی سے اجازت لیے بغیر عزل کرسکتا ہے لیکن آزاد بیوی کا شوہر اس کی اجازت کے بغیر عزل نہیں کرسکتا۔ (دیکھئے مادہ استئذان نمبر ۸)

ج۔ دوبارہ ہمبستر ہونے سے پہلے جنبی شخص کا وضو کرنا۔ (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جزو اؤ)

۴۔ وطی کے احکام:

¤ احصان کے لیے وطی شرط ہے۔ (دیکھئے مادہ احصان نمبر ۲ کے جز اُ کا جز ۵)

¤ حالت کفر میں وطی احصان کے لیے معتبر نہیں جب تک حالت اسلام میں اس کا وقوع نہ ہو جائے۔ (دیکھئے مادہ احصان نمبر ۲ کے جز اُ کا جز ۲)

¤ جانور سے جفتی کرانے کی اجرت لینا مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز اُ کے جز ۳ کا جز ج)

¤ مشت زنی مکروہ ہے۔ (دیکھئے مادہ استمناء نمبر ۳)

¤ زوجین کے درمیان وراثت کے استحقاق کے لیے ہمبستری شرط نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۳)

¤ مستحاضہ کے ساتھ ہمبستری کا جواز۔ (دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر ۴ کا جز ب)

¤ اعارہ پر حاصل شدہ فروج کی وطی کی ممانعت۔ (دیکھئے مادہ اعارۃ نمبر ۲ کا جز ب)

¤ کسی اور کے لیے اپنی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کی اباحت تملیک ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ اعارۃ نمبر ۲ کا جز ب)

¤ ہمبستری کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۶)

¤ ہمبستری ترک کردینے کی قسم کھانا۔ (دیکھئے مادہ ایلاء)

¤ طلاق مغلظہ پانے والی عورت اس شرط پر اپنے شوہر کے لیے حلال ہوسکتی ہے جب اس کا دوسرا شوہر اس سے ہمبستری کرچکا ہو اور اس کے بعد اسے طلاق ہوگئی ہو یا یہ دوسرا شوہر وفات پا گیا ہو۔ (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۳ کا جز ھ)

¤ ہمبستری کی بنا پر حرمت مصاہرت کا ثبوت۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کا جز د)

¤ مملوکہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری۔ (دیکھئے مادہ تسری) نیز (مادہ رق نمبر ۳ کا جز واؤ، نمبر ۴ کا جز ھ، نمبر ۵ کے جز ھ کا جز ا اور نمبر ۶ کا جز ج)

¤ پانی کی عدم موجودگی یا غسل کرنے کی قدرت نہ ہونے کی صورتوں میں ہمبستری ترک کیے رکھنا۔ (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۵)

¤ ہمبستری کی وجہ سے فاسد ہونے والے حج، عمرہ اور احرام کا اعادہ۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۰) نیز (مادہ عمرۃ نمبر ۲) نیز (مادہ احرام نمبر ۸ کا جزی)

¤ حائضہ کے ساتھ ہمبستری کی تحریم اور اس پر کفارہ کا وجوب۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جزز)

¤ ہمبستری کی وجہ سے رجعت ثابت ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ رجعۃ نمبر ۴ کا جز ا) نیز (مادہ ایلاء نمبر ۸ کا جز ب)

¤ بیوی یا لونڈی کے سوا کسی اور عورت کے ساتھ ہمبستری پر مترتب ہونے والی سزا۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴)

¤ ہمبستری کی وجہ سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۰ کا جز ب نیز جز ط کا جز ا)

¤ لونڈی سے ظہار کرنے کے لیے اس کے ساتھ عملی طور پر ہمبستری کا مرحلہ گزر جانے کی شرط۔ (دیکھئے مادہ ظہار نمبر ۴ کا جز ب)

¤ ظہار کرنے والا جب تک کفارہ ادا نہ کر دے، ہمبستری سے باز رہے۔ (دیکھئے مادہ ظہار)

¤ کسی بیماری کی وجہ سے ہمبستری سے عاجز ہونا۔ (دیکھئے مادہ عنۃ)

¤ ہمبستری سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز اُ)

¤ نکاح خواہ صحیح ہو یا فاسد، اس کے تحت ہمبستری سے پورا مہر واجب ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ مہر نمبر ۲ کا جز اُ نیز نمبر ۱۱ کا جز ا)

¤ بیوی کی فرع (بیٹی پوتی) کی تحریم کے لیے اس کے ساتھ ہمبستری کی شرط۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کا جز ج)

ولاء (ولاء)

۱۔ تعریف: ولاء اس حکمی یعنی معنوی قرابت داری کو کہتے ہیں جو عتق یا عقد کی بنا پر وجود میں آتی ہے۔

۲۔ ولاء کا ثبوت کن افراد کے لیے ہوتا ہے؟:

اُ۔ ولاء کا ثبوت آزاد کرنے والے آقا کے لیے ہوتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ یہ ولاء آزاد شدہ غلام پر اور اس کے آزاد کردہ غلام پر ثابت ہو جاتی ہے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''عورتیں ولاء کی وارث نہیں ہوتیں سوائے اس غلام کی ولاء کے جسے انہوں نے آزاد کیا ہو یا اس غلام کی جسے ان کے آزاد کردہ غلام نے آزاد کیا ہو۔'' (۹۸)

ب۔ اسلام کی بنا پر ولاء ثابت نہیں ہوتی: یعنی اگر ایک کافر کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لے آئے تو ان میں سے کسی کی کسی پر ولاء ثابت نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵ کے جز ج کا جز ۳) عقد کی بنا پر ولاء کے ثبوت کے سلسلے میں مجھے حسن بصری سے مروی کوئی نص ہاتھ نہیں آیا۔

ج۔ ''ولاء آزاد کرنے والے آقا کے لیے ہوتی ہے۔'' اس قاعدے کی رو سے اگر ایک شخص کسی اور کا غلام آزاد کر دے تو ولاء غلام کے اصل آقا کے لیے ہوگی خواہ اسے آقا کے حکم کے تحت آزاد کیا گیا ہو یا اس کے حکم

کے بغیر۔(۹۹) اگر ایک غلام دو افراد کے درمیان مشترک ہو اور ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو مال دار ہونے کی صورت میں وہ دوسرے شریک کے حصے کا تاوان ادا کرے گا اور مذکورہ غلام کی ولاء اسے حاصل ہو جائے گی۔ اگر وہ تنگ دست ہو تو دوسرے شریک کے حصے کی قیمت کی وصولی کے لیے غلام سے سعی کرائی جائے گی، غلام آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء دونوں شریکوں کے درمیان رہے گی۔(۱۰۰) اگر کوئی شخص اپنے کسی محرم قرابت دار کا مالک بن جائے تو یہ قرابت دار اس پر آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء اسے حاصل ہو جائے گی۔(۱۰۱)

د۔ باپ پر بیٹے کی ولاء ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ باپ کا حق زیادہ عظمت کا حامل ہوتا ہے۔ حصین بن کرار نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں ایاس بن معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں دو عورتیں آئیں۔ ایک نے کہا: ''لوگو! کیا تمہیں یہ سن کر تعجب نہیں ہوگا کہ میری سگی بہن کہتی ہے کہ وہ میرے باپ کی میراث کی مجھ سے بڑھ کر حق دار ہے؟'' ایاس نے جواب میں کہا کہ وہ ٹھیک ہی تو کہتی ہے۔ یہ سن کر دوسری عورت نے کہا: ''میں نے اپنے باپ کو خرید کر اسے آزاد کیا ہے۔'' اس پر قاضی ایاس نے فیصلہ سنایا کہ تمہارے باپ کی میراث کا دو تہائی حصہ تم دونوں کو ملے گا اور ایک تہائی حصہ ولاء کی بنا پر اسے (آزاد کرنے والی) کو مل جائے گا۔'' حصین کہتے ہیں کہ میں حسن بصری کے پاس آیا اور آپ کو پوری کہانی سنا دی۔ آپ نے سن کر فرمایا: ''نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ والد کا حق ولاء سے کہیں عظیم ہوتا ہے۔'' پھر میں ایاس کے پاس آیا اور انہیں حسن بصری کی بات بتائی تو انہوں نے فرمایا: ''جب حسن بصری آ جائیں تو ان سے کہنا کہ مسجد کے کسی ستون کے ساتھ بیٹھ رہیں۔ ہمیں احکام کے بارے میں ان سے زیادہ معلومات ہیں۔''(۱۰۲)

ھ۔ ولاء کی منتقلی:

ا۔ ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے جب اس کی وفات ہو جائے تو یہ ولاء اس کے مذکر ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گی اور جو زیادہ قریب ہوگا، وہ اسی قدر اس ولاء کا زیادہ مستحق ہوگا۔ اس لیے کہ ولاء کبر یعنی نسبی درجے میں بلندی کی بنا پر ہوتی ہے۔(۱۰۳) ایک عورت نے ایک غلام آزاد کیا تو حسن بصری نے فرمایا: ''غلام کی ولاء اس کے بیٹوں کی ہوگی اور جب تک ایک ایک مذکر باقی رہے گا، اس وقت تک یہ ولاء اسی طرح چلتی رہے گی۔''(۱۰۴) آپ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت نے اپنا ایک مملوک آزاد کر دیا تھا۔ اس کی وفات ہو گئی۔ اس کی ولاء کسے جائے گی؟ آیا عورت کے عصبہ کو یا عورت کے باپ کے عصبہ کو؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''عورت کے مذکر عصبہ کو۔''(۱۰۵)

۲۔ اگر باپ مملوک ہو اور ماں لونڈی اور دونوں سے اولاد ہو اور پھر ماں آزاد ہو جائے تو اس اولاد کی ولاء ماں کو آزاد کرنے والے کو حاصل ہو جائے گی۔ اگر اس کے بعد باپ آزاد ہو جائے تو اولاد کی ولاء ماں کو آزاد کرنے والے سے منتقل ہو کر باپ کو آزاد کرنے والے کو حاصل ہو جائے گی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر باپ کو آزادی مل جائے اور کسی آزاد عورت کے بطن سے اس کی اولاد ہو تو ولاء باپ کے موالی (آقاؤں)

کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ (۱۰۶) اصطلاحی طور پر اسے جرِ ولاء کا نام دیتے ہیں۔

۳۔ درج بالا بیان سے ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ انتقال ولاء وراثت کے قواعد کے مطابق جاری نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ ولاء کا سبب احسان اور نیکی (آزاد کرنے کی نیکی) ہے اور نیکی ہمیشہ نیکی کرنے والے پر وقف ہوتی ہے اور منتقل ہونے والی چیز فی الحقیقت ولاء کے اثرات ہوتے ہیں۔ (۱۰۷)

۴۔ ولاء چونکہ وراثت کی بنا پر منتقل نہیں ہوتی جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ اس لیے یہ بیع یا تبرع مثلاً ہبہ وغیرہ کی بنا پر بھی منتقل نہیں ہوگی۔ حسن بصری نے فرمایا: ''ولاء نسب کی طرح شاخ ہے۔ نہ اسے فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ۔'' (۱۰۸) (دیکھیے مادہ تبرع نمبر ۳ کا جز اُ) نیز (مادہ بیع کے جز ۳ کے جز اُ کا جز ۲)

۳۔ ولاء کے اثرات: ولاء پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

اُ۔ اس کی بنا پر وراثت: (دیکھیے مادہ ارث نمبر ۱۲ کا جز ب)

ب۔ قتل خطا کے خون بہا کا تحمل: اس لیے کہ آزاد کرنے والا آقا آزاد ہونے والے غلام کا عاقلہ ہوتا ہے اور وہی چند شرطوں کے ساتھ اس کی میراث کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جہاں سے فائدہ اٹھایا جائے، وہاں کا نقصان بھی بھرنا پڑتا ہے۔ تاہم اس بارے میں ہمیں حسن بصری کا کوئی قول ہاتھ نہیں لگا۔

وکالۃ (وکالہ)

۱۔ تعریف: کسی شخص کو ایک کام سپرد کر کے اس کے اندر تصرف کے سلسلے میں اپنا قائم مقام بنا دینا وکالہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اضحیہ کے سلسلے میں توکیل۔ (دیکھیے مادہ اضحیہ نمبر ۵)

حج کے سلسلے میں توکیل۔ (دیکھیے مادہ حج نمبر ۵ کا جز اُ)

زکوۃ کے سلسلے میں توکیل۔ (دیکھیے مادہ زکاۃ نمبر ۴ کا جز ب)

طلاق کے سلسلے میں توکیل (دیکھیے مادہ طلاق نمبر ۲ کے جز اُ کا جز ۲)

ولایۃ (ولی یا سرپرست بننا)

۱۔ تعریف: کسی قاصر (تصرفات کے نااہل) شخص کے اموال کی حفاظت اور اس کے ذاتی معاملات کی دیکھ بھال کے لیے اہلیت والے کسی رشتہ دار کے قیام کو ولایت کہتے ہیں۔

۲۔ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرانے کے لیے ولی کا حق۔ (دیکھیے مادہ نکاح نمبر ۳ کا جز ب)

¤ نکاح کے ولی کا یہ حق کہ وہ جس لڑکی کا ولی ہے، اس کے شوہر کو مہر کا کچھ حصہ معاف کر سکتا ہے۔ (دیکھیے مادہ مہر نمبر ۲)

¤ شادی سے پہلے عورت پر اس کے باپ کی اور شادی کے بعد اس کے شوہر کی ولایت ہوتی ہے۔ (دیکھیے مادہ حجر نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)

¤ نکاح کے اندر ولایت۔ (دیکھیے مادہ نکاح نمبر ۵)

¤ میت کی طرف سے اس کے ولی کا قضا روزہ رکھنا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۴ کا جزج)
¤ ولی اپنے اوپر اپنے زیردست کا مال معروف طریقے سے خرچ کر سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ نفقۃ نمبر ۶) نیز (مادہ صغیر نمبر ۸ کا جزب) نیز (مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جزأ کا جز ۱)
¤ میت کے دیون کی ادائیگی کے لیے اس کے ولی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۲ کے جزب کا جز ۳)
¤ مفقود کی بیوی کو اس کا ولی طلاق دے گا۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸ کا جزواؤ)
¤ گونگے کی بیوی کو اس کی طرف سے اس کا ولی طلاق دے گا۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کے جزأ کا جز ۳)
¤ نابالغ کی بیوی کو اس کے ولی کا خلع۔ (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۳)
¤ ولی کے احکام۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۶)
¤ اگر غلام بھاگ کھڑا ہو تو اس سے اس کے آقا کی ولایت منقطع ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ اباق نمبر ۲ کا جز ب)
¤ یتیم کے مال سے اس کے ولی کی تجارت۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جز د) نیز (مادہ صغیر نمبر ۸ کے جزأ کا جز ۲) نیز (مادہ وصیۃ نمبر ۶ کا جزج)

ولد (بیٹا بیٹی)

۱۔ دیکھئے مادہ ابن، بنت اور اب

۲۔ عورت اگر اپنے شوہر کے فراش (زوجیت) میں حرامی بچے کو جنم دے تو اس کا حکم: حسن بصری کی رائے تھی کہ شادی شدہ عورت اگر کسی حرامی بچے کو جنم دے تو یہ بچہ اس کے شوہر کا غلام بن جائے گا اور شوہر کو اسے فروخت کرنے کا اختیار ہوگا۔ ایسی ہی عورت اور مرد کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''وہ اپنی بیوی کے اس بچے کو فروخت کر کے اس کا ثمن استعمال کر سکتا ہے کیونکہ یہ بچہ اس کے مال کا ایک حصہ ہے۔'' (۱۰۸ ب)

¤ میراث کے اندر اولاد کے احوال۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۰ کا جزواؤ، نمبر ۱۱ کے جزب کے جز ۱ کا جزأ نیز جز ب کا جز ۲)
¤ باپ پر اس کے بیٹے کی ولاء ثابت نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۲ کے جزأ کا جز ۱) نیز (مادہ ولاء نمبر ۱۲ کا جزد)
¤ مکاتب کی اولاد اپنے باپ سے وراثت حاصل کرے گی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جزأ کا جز ۲)
¤ آزادی اور غلامی کے اندر ولد اپنی ماں کا تابع ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ استحقاق نمبر ۲) نیز (مادہ رق نمبر ۲ کا جز د نیز نمبر ۴ کا جزج)
¤ ولد کا اپنے والدین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔ (دیکھئے مادہ امر بالمعروف)
¤ جہاد پر جانے کے لیے ولد کا اپنے والدین سے اجازت حاصل کرنا۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۳)

¤ زکوٰۃ کے مال سے بیٹے کا اپنے باپ کو خرید کر آزاد کرنا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷ کے جز ب کے جز ۴ کا جز ب)

¤ مکاتب کے ولد کا اس کے ساتھ عقد کتابت میں شامل ہونا اور اس کے ساتھ آزاد ہو جانا، یہی حکم مدبر کا بھی ہے۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کا جز ج نیز نمبر ۷ کا جز ھ نیز نمبر ۴ کا جز ج)

¤ ولد پر زکوٰۃ کا مال صرف نہ کرنا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۴)

¤ بیٹے کا اپنے باپ یا اپنی ماں کی لونڈی سے ہمبستری کرنا۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کے جز د کا جز ۲) نیز (مادہ تسری نمبر ۲ کا جز ھ) نیز (مادہ اب نمبر ۲ کا جز ب)

¤ ولد کا اپنے والدین کے حق میں گواہی دینا۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کا جز ز، ح، ط)

¤ بیوی کو طلاق دینے کے سلسلے میں بیٹے کی اپنے والدین کی اطاعت۔ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳)

¤ ولد کا نسب اپنے باپ کے نسب کے ساتھ ملحق ہوتا ہے البتہ ولد زنا اور ولد لعان کا نسب ملحق نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ نسب)

¤ ولد اور ولد کی اولاد کے ساتھ خواہ نیچے تک کیوں نہ چلی جائے، نکاح کی تحریم۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز اُ کا جز ۱)

¤ اگر ایک جانور کو بطور ہدی متعین کر دیا جائے اور اس کے بعد وہ بچہ دیدے تو بچے کو بھی اس کے ساتھ ذبح کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ ھدی نمبر ۲ کا جز ب)

¤ کفارات کے اندر ولد زنا غلام آزاد کرنے کا جواز۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز اُ کا جز ۶)

¤ ولد کا اپنے باپ کے مال سے سرقہ۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جز د)

ولد الزنا (حرامی بچہ)

۱۔ تعریف: ولد زنا اس بچے کو کہتے ہیں جس کی ماں کے ساتھ نہ تو کوئی عقد ہوا ہو اور نہ وہ کسی کی ملکیت میں ہو اور پھر اس نے اس بچے کو جنم دے دیا ہو۔

۲۔ حلالی بچے کے ساتھ ولد زنا کی یکسانیت:

اُ۔ حسن بصری کی رائے تھی کہ حرامی بچہ احکام کے اندر حلالی بچے کی طرح ہے کیونکہ ولد حرام بن کر پیدا ہونے میں اس کا اپنا کوئی دخل نہیں ہوتا نیز یہ کہ اس پر اپنے ماں باپ کے گناہ کا کوئی بوجھ نہیں ہوتا کیونکہ سورۂ انعام میں ارشاد باری ہے (وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔) آپ نے فرمایا: ''حرامی سے حلالی شخص صرف تقویٰ کے ذریعے فضیلت رکھتا ہے۔'' (۱۰۹) حضور ﷺ نے ولد زنا کو تین افراد (زانی، زانیہ، بچہ) میں سب سے بدتر قرار دیا ہے۔ حسن بصری نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے: ''ولد زنا کو تین کے اندر سب سے برا اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ اس کی ماں نے اس سے کہا کہ: ''تم اپنے اس باپ کے نطفے سے نہیں ہو جس کے نام سے تمہیں پکارا جاتا ہے۔'' اور بیٹے نے یہ سن کر اپنی ماں کو قتل کر دیا۔ اسی بنا پر اسے تین میں سب سے برا قرار دیا گیا۔'' (۱۱۰) کیونکہ قتل کا جرم زنا

کے جرم سے بڑھ کر ہے تو جو شخص اپنی ماں کو قتل کر دے، اس کی برائی کا اندراج خود لگایا جا سکتا ہے۔

ب۔ اگر ولد زنا ولد حلال کی طرح ہے تو غلام ہونے کی صورت میں اسے کفارات وغیرہ کے اندر آزاد کیا جا سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز أ کا جز ٦)

¤ نماز کے اندر ولد زنا کی امامت جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز د کا جز ا کا جز ل)

¤ زنا وغیرہ کے مقدمات میں اس کی گواہی جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۳) نیز (مادہ زنا نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۲)

¤ ولد زنا اگر وفات پا جائے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جز أ کا جز ۴)

۳۔ ان احکام کا ذکر جن کے اندر ولد زنا ولد حلال سے متفرد ہے۔

أ۔ ولد زنا کو اس کی ماں کی نسبت سے قذف کرنے والے کو حد قذف نہیں لگے گی۔ اس لیے کہ اس کا قذف درست ہوگا۔

ب۔ ولد زنا کا نسب اس کی ماں سے ثابت ہوگا۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز ک) اگر اس کا باپ اس کے نسب کا دعویٰ کرے تو اسے اس کے ساتھ ملحق کر دیا جائے گا۔ اس لیے کہ بچے کی حفاظت کی خاطر نسب کے اثبات کے لیے حیلہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ حسن بصری سے پوچھا گیا کہ اگر ماں نے ایک حرامی بچے کو جنم دیا اور ماں کے آقاؤں نے اس بچے کو آزاد کر دیا۔ پھر اس کے باپ نے اسے اپنے ساتھ ملحق کر لیا اور پھر ولد زنا وفات پا گیا تو کیا اس کا باپ اس کا وارث بنے گا؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ [111] (دیکھئے مادہ نسب نمبر ۲) نیز (مادہ ارث نمبر ۵ کے جز أ کا جز ۲)

ج۔ ولد زنا کی میراث اس کی ماں اور ماں کے عصبہ کے لیے ہوگی۔ اس لیے کہ اس کی ماں کے عصبہ ہی اس کے عصبہ ہوں گے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۱ کے جز ب کے جز ا کا جز ب)

اپنی بیوی کے بطن سے جنم پانے والے حرامی بچے کی فروخت۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جز أ کا جز ۱)

ولد الملاعنۃ (لعان کرنے والی عورت کا بچہ)

¤ ولد ملاعنہ کا نسب۔ (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۵ کا جز ب)

¤ ولد ملاعنہ کی میراث۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۱ کے جز ب کے جز ا کا جز ب)

¤ ولد ملاعنہ کو اس کی ماں کی نسبت سے قذف کرنے والے پر حد قذف کا اجراء۔ (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۵ کا جز ج)

حرف الواؤ میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۱۲

(۲) تفسیر الماوردی ج ا ص ۱۹۳، تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۱۱، تفسیر طبری ج ۲ ص ۷۰

(۳) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۵۹

(۴) عبد الرزاق ج ۹ ص ۹۵

(۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵، سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۹۶، المغنی ج ۶ ص ۶۴، ۶۵

(۶) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸۱ ج ۱۰ ص ۳۱۳

(۷) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۹۷

(۸) المغنی ج ۶ ص ۲۹

(۹) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۹۴

(۱۰) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵

(۱۱) المغنی ج ۶ ص ۱۱۱

(۱۲) المغنی ج ۶ ص ۱۰۹

(۱۳) المحلی ج ۹ ص ۳۲۸

(۱۴) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷

(۱۵) عبد الرزاق ج ۹ ص ۹۰

(۱۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷

(۱۷) عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۳۵۳، الدر المنشور ج ۱ ص ۱۸۳

(۱۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۸، سنن دارمی ج ۲ ص ۴۱۶

(۱۹) سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/ ۹۷

(۲۰) المغنی ج ۶ ص ۱۱۹

(۲۱) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۱

(۲۱ ب) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵ ب، عبد الرزاق ج ۹ ص ۸۲، ۸۳، المحلی ج ۹ ص ۳۱۵، الدر المنشور ج ۱ ص ۱۷۴ المغنی ج ۶ ص ۵، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۵

(۲۲) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۶۴

(۲۳) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۱۴، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵ ب، المغنی ج ۶ ص ۵۱

(۲۴) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۹۵، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵ ب

(۲۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵ ب

(۲۶) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۰

(۲۷) سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۹۶، سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۸، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵، المغنی ج ۶ ص ۲۱

(۲۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵، المحلی ج ۹ ص ۳۲۱، المغنی ج ۶ ص ۱۳۳

(۲۹) سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱۰۱، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵، عبدالرزاق ج ۹ ص ۸۷، سنن دارمی ج ۲ ص ۴۰۶، المحلی ج ۹ ص ۳۱۹، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۶۵، المغنی ج ۶ ص ۱۴

(۳۰) المحلی ج ۹ ص ۳۱۷

(۳۱) ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۱۳

(۳۲) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۰۹، المغنی ج ۶ ص ۴۷

(۳۳) ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۷

(۳۴) سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۶

(۳۵) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۲۹

(۳۶) احکام القرآن ج ۲ ص ۳۳۰

(۳۷) المحلی ج ۱ ص ۲۰۲

(۳۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰ ب، عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۷۹، الاوسط ج ۱ ص ۲۵۳

(۳۹) ایک مد کی مقدار چوتھائی صاع ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ ۶۸۷ء لٹر اور حنفیہ کے نزدیک ۰۳۲ء ۱ لٹر ہوتا ہے۔ (دیکھیے معجم لغۃ الفقہاء)

(۴۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱ ب

(۴۱) حوالہ درج بالا۔

(۴۲) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۱۳

(۴۲ ب) المغنی ج ۱ ص ۱۰۲

(۴۳) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲

(۴۴) عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۲، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳ ب

(۴۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷ ب، الاوسط ج ۱ ص ۳۸۸

(۴۶) عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۱۴، الاستذکار ج ۱ ص ۱۵۸، المجموع ج ۱ ص ۴۰۹، المغنی ج ۱ ص ۱۱۹، الاوسط ج ۱ ص ۲۷۹

(۴۷) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱ ب

(۴۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴

(۴۹) حوالہ درج بالا۔

(۵۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴، المحلی ج ۲ ص ۳۴، المغنی ج ۱ ص ۱۰۵

(۵۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲

(۵۲) المغنی ج ۱ ص ص ۱۲۵، المجموع ج ۱ ص ۴۴۰، الاوسط ج ۱ ص ۳۹۸

(۵۳) المحلی ج ۲ ص ۵۳

(۵۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵ ب
(۵۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴، شرح السنۃ ج اص ۴۳۹، المجموع ج اص ۴۷۳، الاوسط ج اص ۳۹۶
(۵۶) عبدالرزاق ج اص ۹، الاوسط ج اص ۳۹۲
(۵۷) عبدالرزاق ج اص ۱۶، ۱۷، المجموع ج اص ۲۰۷، الاوسط ج اص ۴۲۲
(۵۸) ابن ابی شیبہ ج اص ۴ ب، شرح السنۃ ج اص ۴۵۳، المجموع ج اص ۴۵۳، الاوسط ج اص ۴۰۱
(۵۹) ابن ابی شیبہ ج اص ۴ ب، عبدالرزاق ج اص ۱۸، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵، المحلی ج ۲ ص ۲۶
(۶۰) ابن ابی شیبہ ج اص ۹ ب
(۶۱) ابن ابی شیبہ ج اص ۳ ب
(۶۲) المحلی ج ۲ ص ۵۱، عبدالرزاق ج اص ۴۳
(۶۳) نیل الاوطار ج اص ۱۵۸، المغنی ج اص ۱۳۶، المجموع ج اص ۴۸۲
(۶۴) عبدالرزاق ج اص ۳۶
(۶۵) الاوسط ج اص ۴۲۲
(۶۶) المجموع ج اص ۴۹۲
(۶۷) ابن ابی شیبہ ج اص ۳۲
(۶۸) الاستذکار ج اص ۳۳۰
(۶۹) المغنی ج اص ۲۱۹
(۷۰) شرح معانی الآثار ج اص ۲۹، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۵ ب
(۷۱) ابن ابی شیبہ ج اص ۷ ب، المغنی ج اص ۱۶۹، المجموع ج ۲ ص ۶، الاوسط ج اص ۱۹۰
(۷۲) معرفۃ السنن والآثار ج اص ۲۹۹، سنن بیہقی ج اص ۱۱۹، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۳، المحلی ج ۲ ص ۴۹، طرح التثریب ج ۲ ص ۴۹، شرح السنۃ ج اص ۳۳۷، المجموع ج ۲ ص ۱۸، الاستذکار ج اص ۱۹۱، عبدالرزاق ج ا ص ۱۲۸
(۷۳) عبدالرزاق ج اص ۱۲۸
(۷۴) الاوسط ج ۶ ص ۱۴۶
(۷۵) آثار ابی یوسف نمبر ۴۳، عبدالرزاق ج اص ۱۷۳، المحلی ج اص ۲۴۳، المغنی ج اص ۱۹۱، المجموع ج ۲ ص ۶۱، الاعتبار ص ۴۹، حلیۃ العلماء ج اص ۱۵۳، الاوسط ج اص ۲۱۵
(۷۶) ابن ابی شیبہ ج اص ۹
(۷۷) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۴۶، تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۱۰۳، تفسیر الماوردی ج ۲ ص ۱۲۶
(۷۸) المغنی ج اص ۱۷۷، الاوسط ج اص ۲۲۶

(۷۹) الاوسط ج ا ص ۳۳۶

(۸۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۸ ب، تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۵۰۲، شرح السنۃ ج ا ص ۳۴۵، احکام القرآن ج ۲ ص ۳۶۹، المغنی ج ا ص ۱۹۲، المجموع ج ۲ ص ۳۱، الاوسط ج ا ص ۱۱۵، ۱۲۲

(۸۱) عبدالرزاق ج ا ص ۱۳۶، آثار محمد ص ۶۱، الاوسط ج ا ص ۱۱۵، ۱۲۲

(۸۲) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵ ب

(۸۳) عبدالرزاق ج ا ص ۱۲۰، شرح السنۃ ج ا ص ۳۴۳، الاوسط ج ا ص ۲۰۰

(۸۴) الاستذکار ج ا ص ۳۱۲

(۸۵) عبدالرزاق ج ا ص ۱۳۸، المحلی ج ا ص ۲۶۰، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷ ب، الاوسط ج ا ص ۱۸۷

(۸۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷ ب

(۸۷) شرح السنۃ ج ا ص ۳۳۲

(۸۸) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۱

(۸۹) عبدالرزاق ج ا ص ۱۵۳

(۹۰) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۳ ب

(۹۱) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹، ۲۳

(۹۲) حوالہ درج بالا۔

(۹۳) عبدالرزاق ج ا ص ۱۱۲، الاوسط ج ا ص ۲۳۵

(۹۴) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۲

(۹۵) عبدالرزاق ج ا ص ۴۴۹

(۹۶) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۳

(۹۷) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹ ب، عبدالرزاق ج ا ص ۱۲۶، البخاری ج ا ص ۲۹۱، الاوسط ج ا ص ۲۳۷

(۹۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۸

(۹۹) المغنی ج ۶ ص ۳۵۸

(۱۰۰) المحلی ج ۹ ص ۱۹۴

(۱۰۱) المغنی ج ۶ ص ۲۵۵

(۱۰۲) اخبار القضاۃ ج ا ص ۳۳۸

(۱۰۳) المغنی ج ۶ ص ۳۷۶

(۱۰۴) عبدالرزاق ج ۹ ص ۳۵

(۱۰۵) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۸

(۱۰۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۸ ب، ۱۸۹، عبدالرزاق ج ۹ ص ۴۲، المغنی ج ۶ ص ۳۵۹

(۱۰۷) المغنی ج ۶ ص ۳۵۲، ۳۶۷

(۱۰۸) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۰

(۱۰۸ ب) سنن سعید ج ۳ ص ۲/۹۱

(۱۰۹) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۴۹

(۱۱۰) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۵۹

(۱۱۱) عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۵۳

حرف الیاء

یدّ (ہاتھ)

¤ تیمّم کے اندر دونوں ہاتھوں کا مٹی کے ذریعے مسح۔ (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر ۲ کا جزج)

¤ وضو کے اندر دونوں ہاتھوں کا دھونا۔ (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۴ کا جز ج اور واؤ)

¤ تکبیرات انتقال کے اندر دونوں ہاتھوں کا اٹھانا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کا جز د) نیز تحریمہ کے وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کا جز اُ)

¤ نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کے جز ھ کا جز ۵)

¤ نماز کے اندر قیام کی حالت میں ہاتھ چھوڑ ے رکھنا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۶ کا جز ب)

¤ ہاتھ پر کیے جانے والے فوج داری جرم (جنایت) کی دیت (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)

یمین (قسم)

۱۔ تعریف: کسی کام کے کرنے یا اس سے باز رہنے پر ابھارنے کی خاطر یا کسی بات کی تاکید یا اس کی نفی کے لیے قسم کھانے کو یمین کہتے ہیں۔

۲۔ یمین کی قسمیں: یمین کی تین قسمیں ہیں۔

اَ۔ یمین لغو: حسن بصری کے نزدیک یمین لغو یہ ہے کہ ایک شخص کسی بات کی قسم کھائے اور اسے اپنی قسم کے مطابق تصور کرتا ہو لیکن وہ بات اس طرح نہ ہو۔[1] آپ نے فرمایا: ''لغو قسم یہ ہے کہ تم ایک بات کی قسم کھاؤ اور یہ سمجھتے رہو کہ وہ بات اسی طرح ہے۔ اس طرح کی قسم میں نہ تو کوئی مواخذہ ہے اور نہ کوئی کفارہ۔ مواخذہ تو اس قسم میں ہے جسے تم جان بوجھ کر اٹھاؤ۔''[2] بنا بریں اگر ایک شخص کوئی کام کر لے اور پھر اسے بھول جائے اور قسم اٹھا لے کہ اس نے یہ کام نہیں کیا ہے تو اس پر نہ تو کوئی گناہ ہوگا اور نہ قسم کا کوئی کفارہ۔ حسن بصری نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کہے: ''خدا کی قسم! میں نے ایسا نہیں کیا'' حالانکہ وہ اسے کر کے بھول گیا ہو تو یہ کوئی قسم نہیں ہے۔ یہ محض جھوٹ کی ایک صورت ہے۔ وہ اللہ سے اس کی معافی مانگے۔ اس پر اس قسم کا کوئی کفارہ عائد نہیں ہوگا۔''[3] لغو قسم کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھا لے اور پھر بھول کر وہ کام کر لے۔ حسن بصری نے فرمایا: ''لغو قسم یہ ہے کہ ایک شخص کسی بات کی قسم کھا کر بھول جائے۔''[4] لغو قسم کی ایک صورت زبردستی لی جانے والی قسمیں ہیں نیز ایسی قسم جسے کوئی شخص محض اس لیے کھا لے تاکہ اس کے ذریعے اپنی جان یا مال سے یا کسی اور کی جان یا مال سے خطرہ دور کر دے۔ بنا

بریں حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جس سے کوئی ظالم سلطان اس غرض سے قسم اٹھوائے کہ وہ اسے کسی مسلمان یا اس کے مال کا پتہ بتادے، فرمایا: ''اگر اسے مذکورہ مسلمان کی جان یا اس کے مال کو خطرہ نظر آ رہا ہو تو وہ حلف اٹھا لے۔ اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔'' درست بات یہی ہے۔ (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۲ کا جز ا)

لغو قسم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک شخص کسی بات کی قسم کھانے لگے اور اس کی زبان سے ایسی بات نکل جائے جس کا اسے ارادہ نہ ہو۔ اس کی زبان سے نکلی ہوئی یہ بات لغو ہوگی۔ اس لیے کہ قسم اس بات کی ہوتی ہے جس کا ارادہ ہو۔ (دیکھئے مادہ خطاء نمبر ۲) نیز (مادہ طلاق نمبر ۵ کا جزم)

یمین لغو پر نہ تو کوئی گناہ ہوتا ہے اور نہ اس میں کوئی کفارہ لازم آتا ہے۔

ب۔ یمین منعقدہ: یہ وہ قسم ہے جو مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اٹھائی جائے۔ اس قسم کو پورا کرنا لازم ہوتا ہے۔ اس کی کچھ شرطیں ہیں جن کا ذکر ہم اسی بحث میں آگے چل کر کریں گے۔ اگر قسم کھانے والا یہ قسم توڑ دے تو اس پر اس کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ حسن بصری نے فرمایا: ''قسموں کی چار قسمیں ہیں۔ دو قسموں کا کفارہ ہوتا ہے اور دو کا کفارہ نہیں ہوتا بلکہ استغفار اور توبہ ہوتی ہے۔ جن دو قسموں کا کفارہ ہوتا ہے، وہ یہ ہیں کہ ایک شخص کہے کہ: ''خدا کی قسم! میں یہ کام ضرور کروں گا۔'' اور پھر وہ یہ کام نہ کرے یا وہ یہ کہے: ''خدا کی قسم! میں یہ کام نہیں کروں گا۔'' اور پھر وہ یہ کام کرلے۔''(۵) اسے یمین منعقدہ کہتے ہیں۔

ج۔ یمین غموس: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کی قسم کھائے اور اسے معلوم ہو کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ قسم گناہ کبیرہ ہے اور توبہ و استغفار کے سوا اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔(۶) حسن بصری کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ: ''قسمیں چار ہیں۔ دو کا کفارہ ہوتا ہے اور دو کا کفارہ نہیں ہوتا، توبہ اور استغفار ہوتا ہے۔ جن دو کا کفارہ ہوتا ہے، وہ یہ ہیں کہ ایک شخص کہے: ''خدا کی قسم! میں یہ کام ضرور کروں گا۔'' اور پھر مذکورہ کام نہ کرے۔ یا: ''خدا کی قسم! میں یہ کام نہیں کروں گا۔'' اور پھر وہ مذکورہ کام کرلے۔'' آپ کے اس قول کا تتمہ ان الفاظ میں ہے: ''جن دو قسموں کا کفارہ نہیں ہے، وہ یہ ہیں کہ ایک شخص کہے: ''خدا کی قسم! میں نے یہ کام کیا ہے۔'' حالانکہ اس نے وہ کام نہیں کیا ہے۔ یہ جھوٹ کی ایک صورت ہے یا وہ کہے: ''خدا کی قسم! میں نے یہ کام نہیں کیا ہے۔'' حالانکہ وہ اسے کر چکا ہے۔ یہ بھی جھوٹ کی ایک صورت ہے۔''(۷) سورۂ آل عمران آیت نمبر ۷۷ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(جو لوگ اللہ کے عہد اور قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت خرید لیتے ہیں، ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا۔ اور نہ ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے)

حسن بصری نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''یہ وہ شخص ہے جو اپنی قسم کے ذریعے دوسرے کا مال ہتھیا لیتا

ہے۔"(۸)

قسم کے الفاظ:

اصول تو یہ ہے کہ قسم اللہ کے نام کی کھائی جائے اور قسم کھانے والا کہے: "میں اللہ کے نام کا حلف اٹھاتا ہوں یا میں اللہ کے نام کی قسم کھاتا ہوں۔" یا اسی قسم کے دیگر فقرات۔ اگر قسم کھانے والا فقرے کا صرف پہلا حصہ کہے یعنی: "میں نے قسم کھائی" یا: "میں نے حلف اٹھایا" یا: "میں نے گواہی دی" اور اللہ کا نام نہ لے تو یہ فقرہ قسم کا فقرہ نہیں ہوگا۔(۹) حسن بصری نے فرمایا: "اگر ایک شخص کہے: "میں نے قسم کھائی" اور: "اللہ کے نام کی" نہ کہے تو یہ کوئی قسم نہیں ہوگی۔"(۱۰)

"مجھ پر قسم ہے" ایک شخص اگر یہ فقرہ کہے اور پھر قسم توڑ دے تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔(۱۱)

"ایم اللہ" (اللہ کی قسم): حسن بصری نے فرمایا: "ایم اللہ کے لفظ سے قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے بھی ایک دفعہ اس لفظ کے ذریعے قسم کھاتے ہوئے فرمایا تھا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔"(۱۲)

"عہد اللہ" (اللہ کا عہد): اللہ کا عہد اور اللہ کی کفالت قسم ہے۔ اگر متعلقہ شخص ان الفاظ کے ذریعے قسم کھائے اور پھر قسم توڑ دے تو کفارہ لازم ہوگا۔(۱۳)

قرآن کی قسم کھانا: جو شخص قرآن یا اس کی کسی سورت کی قسم کھائے اور پھر اپنی قسم توڑ دے تو اس پر ہر آیت کے بدلے ایک کفارہ لازم ہوگا۔(دیکھیے مادہ قرآن نمبر۴ کا جزز)

حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینا: یہ بھی قسم کی ایک صورت ہے بشرطیکہ قسم کھانے والے نے اس قسم میں اپنی بیوی کی نیت نہ کی ہو۔ اگر اس نے بیوی کی نیت کی ہو تو یہ طلاق بن جائے گی۔ حسن بصری نے اس شخص کے متعلق جو کسی حلال چیز کے بارے میں کہے کہ یہ مجھ پر حرام ہے، فرمایا: "اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا بشرطیکہ اس نے اپنی بیوی کی نیت نہ کی ہو۔"(۱۴) (دیکھیے مادہ طلاق نمبر ۶ کا جزج) بنابریں اگر وہ اپنی ام ولد کو اپنے اوپر حرام کر لے تو یہ قسم کی شکل ہوگی اور وہ اس کا کفارہ دے گا۔(دیکھیے مادہ رق نمبر ۵ کے جزج کا جز ۲)

"لعمری" (میری جان کی قسم): حسن بصری نے فرمایا: "اگر ایک شخص کہے کہ: "مجھے اپنی جان کی قسم! میں یہ کام نہیں کروں گا" اور پھر وہ مذکورہ کام کر لے تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔"(۱۵)

"میں کافر ہو جاؤں گا": اگر ایک شخص اسلام سے خروج کی قسم کھائے مثلاً کہے کہ: "اگر میں فلاں کام کر لوں تو میں یہودی یا نصرانی ہو جاؤں گا یا اسلام سے یا قرآن سے یا محمد (ﷺ) سے بَری ہو جاؤں گا۔" اور پھر وہ اپنی قسم توڑ دے تو ابن قدامہ کی روایت کے مطابق حسن بصری کے نزدیک اس پر کفارہ لازم ہوگا۔(۱۶) جب کہ بیہقی نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جو شخص یہودیت یا نصرانیت کی قسم کھائے اور پھر اپنی قسم توڑ دے تو اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔"(۱۷)

- نذر کو قسم کی شکل میں بیان کرنا: اگر ایک شخص نذر کا ذکر یمین کی شکل میں کرے اور پھر حانث ہو جائے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ مثلاً وہ یہ کہے:
- ''اگر میں فلاں کام کروں تو میرا ہر مملوک آزاد ہے'' یا: ''میرا مال صدقہ ہے۔'' اور پھر وہ حانث ہو جائے تو ایک کفارۂ یمین کافی ہو جائے گا۔ (۱۸)
- ''اگر میں فلاں کام کرلوں تو حج کا احرام باندھ لوں گا'' اور پھر حانث ہو جائے تو اس میں قسم کا کفارہ دینا ہو گا۔ (۱۹)
- ''اگر میں فلاں کام کرلوں تو مجھ پر ایک ہزار بدنہ (اونٹ یا گائے) یا ایک ہزار حج لازم ہو گا یا میرا مال ہدی ہو گا یا میرا مال مساکین کا ہو گا'' تو حانث ہونے کی صورت میں وہ قسم کا کفارہ دے گا۔ (۲۰)
- ''اگر میں فلاں کام کرلوں تو میرا مکان ہدی ہو گا یا میں تمہیں ہدی بناؤں گا۔'' تو حانث ہونے کی صورت میں اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو گا۔ (۲۱)
- ایلاء کے اندر طلاق کا ذکر اللہ کے نام کی قسم کی شکل میں کرنا۔ (دیکھیے مادہ ایلاء نمبر ۲ کا جزأ)
- ظہار کا ذکر اللہ کے نام کی قسم کی صورت میں کرنا۔ (دیکھیے مادہ ظہار نمبر ۲ کا جز د)

ب۔ قسم کی تعلیق: اگر کوئی شخص قسم کھائے اور اپنی قسم کو اللہ کی مشیت پر معلق کر دے اور پھر قسم توڑ ڈالے تو اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہو گا۔ اس کی تفصیل (مادہ استثناء نمبر ۲ کے جز ب) اور (مادہ تعلیق نمبر ۳ کے جز ب) میں گزر چکی ہے۔

ج۔ کافروں کی قسمیں: اہل کتاب سے اللہ وحدہ کی قسم لی جائے گی اور صلیب یا مسیح کی قسم نہیں لی جائے گی۔ (۲۲) (دیکھیے مادہ قضاء نمبر ۵ کا جزھ)

۴۔ محلوف علیہ (وہ بات جس کی قسم کھائی جائے)

أ۔ اگر کوئی شخص کسی مباح کام کے ترک کی یا کوئی مباح کام کرنے کی قسم اٹھائے تو اس پر اپنی قسم پوری کرنا واجب ہو گا۔ اگر وہ اپنی قسم توڑ ڈالے تو اس پر اس کا کفارہ واجب ہو جائے گا مثلاً کوئی یہ قسم کھائے کہ وہ فلاں شخص کے ساتھ کلام نہیں کرے گا اور پھر وہ سلام کہے تو حانث ہو جائے گا۔ اور اس پر کفارہ واجب ہو جائے گا۔ (۲۳)

ب۔ اگر کوئی شخص کسی واجب یا کسی طاعت کے ترک کی قسم کھالے یا کسی معصیت کے ارتکاب کی قسم اٹھا لے تو یہ قسم پوری کرنا اس پر حرام ہو گا اور قسم کا کفارہ ادا کر کے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا اس پر واجب ہو گا۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۴ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(تم اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ نیکی کرنے اور پرہیز گاری اختیار کرنے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے سے بچ جاؤ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔)

اس کی تفسیر میں حسن بصری نے فرمایا: ''اللہ کے نام کے ساتھ خیانت نہ کرو۔ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے

کہ: ''میں نے قسم کھالی ہے کہ میں صلہ رحمی نہیں کروں گا۔ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش نہیں کروں گا، اپنے مال میں سے صدقہ نہیں دوں گا'' تم اپنی قسم کا کفارہ دو اور جس کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی ہے، اسے کر ڈالو۔'' (۲۴) اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر کافر کسی مسلمان قیدی کو اس شرط پر چھوڑ دیں کہ وہ ان کی طرف اپنا زرفدیہ بھیج دے گا یا پھر خود ان کی طرف واپس آ جائے گا تو ایسی صورت میں وہ ان کی طرف واپس نہیں جائے گا خواہ یہ قیدی مرد ہو یا عورت۔ پھر اگر وہ ان کی طرف زرفدیہ بھیجنے پر قادر ہوگا تو بھیج دے گا ورنہ قسم کا کفارہ ادا کر دے گا۔ (۲۵)

ج۔ بیوی کے ساتھ ہمبستری ترک کرنے کی قسم کھانا۔ (دیکھئے مادہ ایلاء)

د۔ قاضی کے سامنے کسی حق کے اثبات یا اس کی نفی کی قسم کھانا جب کہ گواہی موجود نہ ہو۔ (دیکھئے مادہ قضا نمبر ۵ کا جزہ)

¤ ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے ذریعے مقدمہ کا فیصلہ کرنا۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴ کا جزہ)

¤ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ مقدمے کا فیصلہ کرنا۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴ کا جزد)

۵۔ قسم سے نکلنے کی راہیں: حسن بصری تنگی دور کرنے کی خاطر قسم سے نکلنے کی راہوں کے بارے میں فتویٰ دینے کو جائز قرار دیتے تھے۔ (دیکھئے مادہ مخارج)

۶۔ قسم کا کفارہ:

اَ۔ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۸۹ میں اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں کا تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن جن قسموں کی تم نے گرہ باندھ لی ہو، ان پر تمہارا مواخذہ کرے گا۔ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہنانا یا ایک گردن آزاد کرنا ہے۔ جس شخص کو یہ میسر نہ ہو، وہ تین دنوں کے روزے رکھے۔ یہ ہے تمہاری قسموں کا کفارہ جب تم قسم کھاؤ۔)

اس آیت کریمہ سے ہمیں یہ بات نظر آتی ہے کہ جو شخص اپنی قسم توڑ ڈالے، اسے غلام آزاد کرنے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا انہیں کپڑے دینے میں سے کسی ایک بات کا اختیار ہوگا۔ وہ ان میں سے جو کام چاہیے، کر لے۔ اگر اسے ان میں سے کسی کام کی قدرت نہ ہو تو اس پر تین دنوں کے روزے واجب ہو جائیں گے۔ اگر وہ غلام آزاد کرنے کی بات اختیار کرے تو آزاد کیے جانے والے غلام کا قن (مکمل غلام) یا مدبر ہونا شرط ہوگا۔ کفارہ کے اندر ام ولد لونڈی آزاد کرنے کے جواز کے بارے میں حسن بصری سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ مذکورہ غلام کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ صاحب ایمان ہو اور بالغ بھی ہو نیز اثر انداز ہونے والی بیماریوں مثلاً کساح (ہڈیوں کی کمزوری) اور اندھے پن وغیرہ سے محفوظ ہو۔ لنگڑے اور یک چشم غلام کو آزاد کرنا مع الکراہت جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کا جزاَ)

اگر کفارہ دینے والا مساکین کو کھلانے کی بات اختیار کرے تو اس پر دس مسکینوں کو ایک وقت کا کھانا کھلانا

واجب ہوگا یا ایک فقیر کو دس مرتبہ کھلانا لازم ہوگا۔اس کی تفصیل ہم نے (مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز ب) میں بیان کردی ہے۔

اگر وہ کپڑے پہنانے کی بات اختیار کرے تو اس پر ہر فقیر کو دو کپڑے یعنی ازار اور چادر یا قمیص یا قبا یا اوڑھنے کی چادر دینا واجب ہوگا۔اس کی تفصیل (مادہ کفارۃ نمبر ۵ کے جز ج) میں گزر چکی ہے۔

اگر مذکورہ بالا تینوں باتوں میں سے کسی ایک بات پر عمل پیرا ہونے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو تین دن روزے رکھے گا۔قسم کے کفارے میں تین دن تسلسل کے ساتھ روزہ رکھنے کے متعلق حسن بصری سے مروی روایات کے اندر روایات میں اختلاف ہے۔دیگر کفارات کے اندر یہ اختلاف مروی نہیں ہے۔(دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۵ کا جز د)

ب۔ قسم توڑنے پر کفارہ دینے کو مقدم کرنا جائز ہے۔(دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۲)

ج۔ اگر کوئی شخص ایک چیز کے متعلق مختلف نشستوں کے اندر متعدد قسمیں کھائے تو اس پر صرف ایک کفارہ لازم ہوگا بشرطیکہ اس دوران اس نے قسم کا کفارہ نہ دیا ہو۔اگر اس دوران کفارہ ادا کر چکا ہو تو اگلی قسم کا کفارہ ادا کرنا اس پر لازم ہوگا۔(دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۳ کا جز ب)

یوم عرفۃ (یوم عرفہ)

¤ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو یوم عرفہ کہتے ہیں۔

¤ یوم عرفہ میں حاجی کون کون سے افعال سرانجام دے گا۔(دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۳)

¤ یوم عرفہ کو لوگوں کا مساجد میں دعا اور ذکر الٰہی کی خاطر اجتماع۔(دیکھئے مادہ تعریف)

¤ حاجی کے لیے یوم عرفہ کا روزہ رکھنے کی کراہت۔(دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۹ کا جز ب)

یوم الشک (شک کا دن)

شعبان کی تیسویں تاریخ کو یوم الشک کہتے ہیں۔جب کسی وجہ سے چاند نظر نہ آئے۔

یوم شک کا روزہ رکھنے کا جواز۔(دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴)

یوم عاشوراء (یوم عاشور)

محرم کی دسویں تاریخ کو یوم عاشوراء کہتے ہیں۔

یوم عاشوراء کا روزہ۔(دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۹ کا جز ج)

حرف الیاء میں مذکورہ حوالہ جات

(۱) المغنی ج ۸ ص ۶۸۷

(۲) سنن بیہقی ج ۱۰ص ۵۰، المغنی ج ۸ص ۶۸۷، عبدالرزاق ج ۸ص ۴۷۵
(۳) سنن بیہقی ج ۱۰ص ۵۰
(۴) عبدالرزاق، المحلی ج ۸ص ۳۵
(۵) عبدالرزاق ج ۸ص ۴۹۲
(۶) المحلی ج ۸ص ۳۶، المغنی ج ۸ص ۶۸۶، الاشراف ج ۱ص ۴۲۲
(۷) عبدالرزاق ج ۸ص ۴۹۲
(۸) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۶۱
(۹) المغنی ج ۸ص ۴۷
(۱۰) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۵۸ب
(۱۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۵۸
(۱۲) عبدالرزاق ج ۸ص ۴۷۱
(۱۳) المغنی ج ۸ص ۶۹۷
(۱۴) عبدالرزاق ج ۸ص ۴۴۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۱، سنن سعید ج ۳ص ۱/۳۹۲، المحلی ج ۱۰ص ۱۲۶، المغنی ج ۸ ص ۶۹۹
(۱۵) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۵۸
(۱۶) المغنی ج ۱ص ۶۹۸، الاشراف ج ۱ص ۴۳۴
(۱۷) سنن بیہقی ج ۱۰ص ۳۰
(۱۸) المغنی ج ۸ص ۷۱۱، شرح السنۃ ج ۱۰ص ۳۷، الاشراف ج ۱ص ۴۲۰
(۱۹) سنن بیہقی ج ۱۰ص ۶۷
(۲۰) عبدالرزاق ج ۸ص ۴۸۴
(۲۱) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۵۸ب، عبدالرزاق ج ۸ص ۴۸۸
(۲۲) المغنی ج ۹ص ۲۲۸
(۲۳) المغنی ج ۸ص ۸۲۲
(۲۴) سنن بیہقی ج ۱۰ص ۳۳، تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۲۶۶
(۲۵) المغنی ج ۸ص ۴۸۲

ادارہ معارف اسلامی منصورہ کے زیر اہتمام خزینۂ ارشاداتِ رسول ﷺ کا عظیم منصوبہ

تفہیم الاحادیث

مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے وسیع لٹریچر سے احادیث کی تخریج وتبویب کا

اہم کام محترم مولانا عبدالوکیل علوی صاحب نے سرانجام دیا

خوبصورت جلد۔ کمپیوٹر کمپوزنگ۔ حسن طباعت کا نمونہ۔ سائز 20x30/8

تفہیم الاحادیث کا مکمل سیٹ درج ذیل ہے

			صفحات
جلد نمبر ۱	عقائد	توحید	465
جلد نمبر ۲	عقائد	رسالت و آخرت	476
جلد نمبر ۳	عبادات	کتاب الصلوٰۃ	442
جلد نمبر ۴	عبادات	کتاب الحج و کتاب الصوم	518
جلد نمبر ۵	معاشرت	نکاح۔ طلاق۔ ایلاء۔ حدود وتعزیرات	448
جلد نمبر ۶	سیاسیات	اسلامی نظام سیاست۔ غزوات ونظم جماعت	554
جلد نمبر ۷	معاشیات	قوانین اراضی زکوٰۃ۔ سود۔ وراثت۔ نذر وغیرہ۔	540
جلد نمبر ۸		کتاب الآداب۔ کتاب الدعوات فضائل قرآن۔ متفرقات	زیر طبع

خود پڑھیے دوسروں کو پڑھایئے

اور

فرامین نبوی سے اپنی زندگیوں میں نکھار پیدا کیجیے

مطالعہ حدیث علم وعرفان میں اضافہ، دنیا کی بھلائی اور جنت تک رسائی کا ذریعہ ہے

مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ اس خزینۂ رحمت کی طباعت کے لیے تعاون فرمائیں

ادارہ معارف اسلامی۔ منصورہ۔ لاہور

5432476-5432419-5419520